اسرار الجلی فی شرح الاسرار المخفی

الشعرُ النقی فی ترجمۂ

القولُ الجلی

ملک کتاب :- محمد حنیف رضوی ابن میر ابراہیم صاحب ابن دستگیر صاحب ناگاری -

نزد جامع مسجد بیجاپور ۵۸۷۱۹۳

اسرار الجلی فی شرح اسرار الخفی

التسعی التقی فی ترجمۃ

اَلقولُ الجلی

ملفوظ حضرت مسند الوقت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مؤلفہ

حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ ۱۳۲۷ھ (مخطوطہ)

تعداد اشاعت پچھتر

سنہ اشاعت ۱۹۹۰ء

قیمت

ناشر مولوی حافظ تقی انور علوی

کاتب محمد احمد لکھنوی

طابع کامرشیل پرنٹرس کھدرا لکھنؤ

ملنے کا پتہ

کتب خانہ انوریہ تکیہ شریف کاکوری ضلع لکھنؤ

فہرست

اِنتساب

حضرت اقدس مرشد مرشدنا نائب رسول قائم الزماں
شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی
کی روح پر فتوح کے نام جن کے فیض کی تابندہ کرنوں نے
معارف و اسرار کی تشریح و تفہیم اور ترجمہ کی دشوار گذار
راہوں کو روشن کیا

اور

اپنے والد ماجد و استاد مکرم حضرت مولانا حافظ شاہ
محمد مجتبیٰ حمید صاحب قلندر مدظلہٗ کی نظر بصیرت کے
نام جن کے حکم اور رہنمائی نے مجھے یہ بار عظیم اٹھانے کا حوصلہ
دیا نہ صرف یہ بلکہ اس کے بیشتر مضامین سبقاً سبقاً ان سے
پڑھ کر معانی و مطالب میں استمداد کرتا رہا۔

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان | صفحہ

عنوان | صفحہ

عنوان | صفحہ

عنوان | صفحہ

مقدمہ

از کلک گہر ریز عالم اجل فاضل اکمل ناموس علوم واسرار [illegible] والمکارم قدوۃ الاماثل والاکابر یادگار علمائے سلف [illegible] محقق [illegible] حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی [illegible] امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی [illegible] رحمہ اللہ [illegible]

حضرت شاہ ولی اللہ اور کتاب القول الجلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ [illegible]
والصلوٰۃ [illegible]

حضرت شیخ احمد قطب الدین شاہ ولی اللہ فاروقی دہلوی قدس سرہ
ولادت: طلوعِ آفتاب کے وقت بدھ کے دن ۴ شوال ۱۱۱۴ھ
(۲۱ فروری ۱۷۰۳ء)

وفات: ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ محرم ۱۱۷۶ھ (۲۱ اگست ۱۷۶۲ء)
آپ کی جلالتِ قدر اور علمی منزلت کے سب قائل ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے کتاب ابجد العلوم کے صفحہ ۹۱۳ میں لکھا ہے۔

ترجمہ: میں نے تفصیل کے ساتھ آپ کا بیان اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں لکھا ہے اور ہمارے معاصر مولوی محمد محسن بن یحییٰ البکری التیمی الترہتی مرحوم نے اپنی کتاب الیانع الجنی میں آپ کا ذکر نہایت بلاغت کے ساتھ نفیس پیرایہ میں کیا ہے۔ انھوں نے آپ کے ابتدائی اور انتہائی احوال شرح وبسط سے بیان کئے ہیں۔ اگر کسی کو تفصیل کے ساتھ آپ کے احوال معلوم کرنے کی خواہش ہو وہ آپ کی تالیف کی طرف مراجعت کرے الخ

آپ کے احوال اور علم وفضل کا بیان تفصیل کے ساتھ یا اختصار کے ساتھ علماء کرام نے بکثرت کیا ہے البتہ آپ کی تالیفات کے ساتھ بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ صحیح طور پر کہا نہیں جاسکتا کہ ان کی تعداد کیا ہے۔ مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی نے اپنی تالیف "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں ۶۹ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ مولانا ڈاکٹر مظہر بقا نے "اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ" میں [illegible] کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا سید محمد نعمان مؤلف "اعلام الہدیٰ یعنی تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی" اپنے مکتوب میں جو شاہ ابو سعید حسنی کے نام لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

صاحب من بظاہر صحبت ایشان در بہ استتار کشیدہ تصنیفات آں حضرت قریب بہ دو صد بل زیادہ در علوم دین از تفسیر و اصول و فقہ و کلام و حدیث مثل حجۃ اللہ البالغہ و اسرار فقہ و منصور و ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء و ترجمۂ قرآں کہ ہر واحد قریب بہ ہشت و نو جز کلاں بہ حجم خواہد بود و دیگر رسائل در حقائق و معارف مثل الطاف القدس و ہمعات و

فیوض الحرمین و انفاس العارفین وغیرہم کہ نشان از صحبت و برکت خدمت می دہند، می باید کہ عزیمت بر ایں آرند کہ ہمہ را نویسانیدہ رائج نمایند، الخ

یہ مکتوب حیدرآباد سندھ کے مجلہ الرحیم کی جلد ۳ شمارہ ۳ ماہ اگست ۱۹۶۵ء میں چھپا ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

جناب من حضرت کی ظاہری صورت آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ آپ کی تصنیفات دو سو کے قریب بلکہ اس سے زیادہ علوم دینیہ میں ہیں۔ تفسیر، اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ، منصور، ازالۃ الخفاء اور ترجمۂ قرآن کہ ان میں سے ہر ایک آٹھ نو جز میں بڑے حجم کا ہے اور دوسرے رسائل حقائق معارف میں ہیں۔ جیسے الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین، انفاس العارفین اور دوسری کتابیں جو حضرت والا کی صحبت اور برکت خدمت کا پتہ دیتی ہیں۔ چاہیے کہ آپ اس کا عزم کر لیں کہ سب کو لکھوا کر رائج کریں۔

مولانا برکاتی نے شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات میں تحریفات کا عنوان دیکر دردانگیز مضمون لکھا ہے ان حضرات کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا اور بارہ کتابوں کے متعلق (۱۹ میں سے) لکھا ہے۔ خاکسار کے علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے اور لکھا ہے شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کرکے دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ آپ نے ۱ البلاغ المبین ۲ تحفۃ الموحدین ۳ اشارہ مستمرہ ۴ قول سدید کے نام لکھے ہیں اور دو نام قرۃ العینین فی

ابطال شہادۃ الحسین مع الجنۃ العالیہ فی مناقب المعاویہ لکھے ہیں کہ ان
دو کو ارباب تشیع نے ایک دوسرے پہلو سے آپ کی طرف منسوب کیا ہو اور لکھا ہو
کہ متعدد رسائل و کتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ یک
ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جا بجا ترمیم و اضافہ
اور تحریف بھی کر دی گئی۔ اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے: یہی معاملہ شاہ صاحب
کے اخلاف کرام کی تالیف کے ساتھ کیا گیا۔

افسوس صد افسوس کہ اب تقسیم ہند کے بعد سے اس فعل شنیع میں بہت
اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ صاحبان اصلاح کے نام پر اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کر رہے
ہیں، یہ طریقہ یہود کا تھا جس کی مذمت کی جگہ اپنے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ
نے کی ہے فرمایا ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ
تَعْلَمُونَ۔ اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر۔

مولانا برکاتی نے "البلاغ المبین" وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

مندرجہ رسائل میں اہل سنت والجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات
اور وہ متشددانہ افکار پیش کیے گئے ہیں جن کو یہ حضرات "تمسک بالکتاب
والسنۃ" کا نام دیتے ہیں اور جو کتاب "توحید" کی باز گشت ہیں۔ اس طرح
شاہ صاحب سے ان لوگوں کو جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن اور دور کرنے
کی کوشش کی گئی۔

واضح رہے "کتاب التوحید" محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ہے،
اردو میں اس کا خلاصہ اور بیان تقویۃ الایمان کے نام سے چھپا اور نجد کے
ارباب اقتدار اور ابن باز وغیرہ کو خوش کرنے کے لیے تقویۃ الایمان کا
خلاصہ اب عربی میں "کتاب التوحید" کے نام سے ہوا ہے۔ اس طرح کل وحشی

یرجع الی اصلہ کا ظہور ہوا یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

مولانا سید محمد فاروق مترجم کتاب "انفاس العارفین" نے تقدیم
کے صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے۔

اس امر کی طرف سید ظہیر الدین احمد نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں
ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں، مثال کے طور پر شاہ صاحب کی
تفہیمات کی یہ عبارت پیش کی جا سکتی ہے جو ان کی ساری تعلیمات میں
ہمارے محققین کو سب سے پہلے نظر آتی ہے حالانکہ شاہ صاحب کے
دوسرے نظریات سے وہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (اور تحریف کرنے والوں
کی یہ عبارت لکھی ہے)

(نعوذ باللہ) كُلُّ مَنْ ذَهَبَ إِلَى بَلْدَةِ اجْمِيرَ أَوْ إِلَى قَبْرِ سَالَارِ مَسْعُودٍ
أَوْ مَا ضَاهَاهَا لِأَجْلِ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَإِنَّهُ أَثِمَ إِثْمًا أَكْبَرَ
مِنَ الْقَتْلِ وَالزِّنَاءِ أَلَيْسَ مِثْلُهُ إِلَّا مِثْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْمَصْنُوعَاتِ
أَوْ مِثْلُ مَنْ كَانَ يَدْعُوا اللَّاتَ وَالْعُزّٰى (تفہیمات الٰہیہ مطبوعہ
حیدرآباد سندھ تفہیم ۲۲ صفحہ ۴۹ ج ۲)

یعنی ہر وہ شخص جو کسی حاجت کے لیے شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو
(بہرائچ) جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسری جگہ جائے اس نے گناہ کیا جو
قتل کرنے اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہو
جو بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا جو کہ لات و عزّیٰ کو پکارتا ہے
عاجز کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت میں اس باطل کا ملانے
والا شریعت مطہرہ کے اصول و قواعد سے بے بہرہ ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں
کہ کسی فعل کے ثواب کو یا گناہ کو فرض قطعی کے ثواب سے یا حرام قطعی

کے گناہ سے زیادہ اور بڑا قرار دینا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ
کا کام ہے کوئی دوسرا اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ اس شخص کو یہیں معلو
کو قتل کرنے اور زنا کرنے کے گناہ کا منکر کافر ہے اور اجمیر شریف اور
شریف کسی حاجت کی طلب کے لیے جانے والا اگر کہتا ہے کہ اس پر جزا
گناہ نہیں ہے تو وہ کافر نہیں ہے۔

علامہ سید سمہودی رحمہ اللہ نے کتاب "وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری جلد کے صفحہ ۴۱۰ میں لکھا ہے مروان
نے ایک شخص کو قبر نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والتحیۃ پر اپنے رخسار
کو رکھے دیکھا مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا۔ یہ کیا کر رہے ہو، اس
شخص نے کہا، میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حضور میں آیا ہوں، میں نے آپ سے سنا ہے۔ دین پر اس وقت
گریہ نہ کرو جب دین کی زمام دینداروں کے ہاتھ میں ہو بلکہ اس وقت
گریہ کرو جب دین کی زمام غیر دینداروں کے ہاتھ میں آجائے۔" اس
مبارک حدیث کے سنانے والے اور قبر مطہر پر اپنا رخسار رکھنے والے صحابی
جلیل القدر حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے جن کے گھر میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا۔ رضی اللہ عنہ [1]

---

[1] یہ روایت حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے مسند میں لکھی ہے۔
حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا عبد الملك بن عمرو حدثنا
كثير بن زيد عن داود بن أبي صالح قال أقبل مروان يوماً فوجد
رجلاً واضعاً وجهه على القبر فقال أتدري ما تصنع فأقبل عليه
فإذا هو أبو أيوب فقال نعم جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم
(باقی حاشیہ صفحہ ۷ پر)

مولانا سید محمد فاروق نے تقدیم کے صفحہ بارہ میں کیا خوب لکھا ہے۔
جزاہ اللہ خیرا۔

ہماری ملی تاریخ میں کسی چیز پر امت کا مسلسل کاربند ہونا بجائے خود ایک
شرعی دلیل اور حجت ہے آخر کیا وجہ ہے کہ اگر چودھری غلام احمد پرویز اس
تعامل کا انکار کریں تو وہ مجرم گردن زدنی ٹھہریں لیکن ہم میں سے بعض محققین
توحید کے نام پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں تو وہ اسلامی خدمت
قرار پائے، شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین، القول الجمیل، الدر الثمین
اور انفاس العارفین میں بزرگان دین کے واقعات، کرامات، اشغال،
اوراد، تصرفات، چلوں، روحانی امداد اور اس قبیل کی جو سینکڑوں حکایتیں
مثالیں اور اپنے معمولات ذکر کیے ہیں، وہ اسی تاریخی تسلسل کی ایک کڑی
ہیں، پھر جگہ جگہ شاہ صاحب نے "کاتب الحروف می گوید" کے الفاظ کے
ساتھ انھیں اپنی طرف سے سند تحسین بھی دی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں ڈاکٹر ظہور الدین احمد کا وہ جملہ نقل کر دوں جو انھوں نے انفاس
العارفین پڑھ کر لکھا ہے۔

"جو لوگ اولیاء اللہ کی روحانی قوتوں کے منکر ہیں ان کے لیے اس
تذکرے (انفاس العارفین) کے بیانات ایسے شواہد پیش کرتے ہیں جن سے
انکار شاہ ولی اللہ جیسے برگزیدہ عالم اور مومن کی گواہی سے انکار کے
مترادف ہے:"

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ولم آت الحجر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول لا تبكوا على الدين إذا وليه أهله ولكن ابكوا عليه إذا وليه
غير أهله (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۲۲)
تقی انور

یہ عاجز کہتا ہے، مولانا سید محمد فاروق نے لکھا ہے۔ توحید کے نام سے پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں۔ کاش مولانا فاروق چاردہ صد سالہ تاریخ لکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منبر نبوی عَلیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام پر قیام فرمانے کی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں کھڑے ہوئے بلکہ ایک درجہ نیچے کھڑے ہوئے انھوں نے ستون مقام چھوڑا۔ اور القدس کی فتح کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار یہودی عالم سے جو کہ آپ کے ہاتھ پہ اسلام لے آئے تھے فرمایا: هَلْ لَكَ أَنْ تَسِيْرَ مَعِي إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَتَزُوْرَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کیا تمھاری خواہش ہے کہ میرے ساتھ مدینہ چلو اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرو۔ چنانچہ کعب احبار فلسطین سے سفر کرکے آپؐ کی قبر مطہر کی زیارت کے واسطے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کا نام تک نہ لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں آپؐ کی زیارت ہوئی اور وہ ملک شام سے دیوانہ وار آپؐ کی زیارت کے واسطے، روضۂ مطہرہ پر آئے اور اب مدعیان سُنّت کے نزدیک آپؐ کی زیارت کے واسطے جانے والا مشرک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ آثارِ نبویہ سے مواظبت کے ساتھ برکت حاصل کیا کرتے تھے، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں جن جن مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا یا نماز پڑھی تھی وہ بھی ان مبارک مقامات میں قیام کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم کا بھی یہی معمول رہا۔ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۴۶۹ میں حضرت سالم کے عمل کو بیان کرکے حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے کہ آپ وہاں کسی جگہ نماز پڑھ لیں اور وہ اسی جگہ کو

اپنا مصلی بنالیں۔ چنانچہ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور حضرت عتبان نے اس مبارک جگہ کو اپنا مُصَلّیٰ بنایا۔ یہ واقعہ بیان کرکے ابن حجر نے لکھا ہے هُوَ حُجَّةٌ فِي التَّبَرُّكِ بِآثَارِ الصَّالِحِيْنَ۔ یعنی یہ واقعہ اللہ کے نیک بندوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے حجت ہے۔

.بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود   سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بُود

افسوس صد افسوس اب اس شخص کو مشرک کہا جاتا ہے جو آثار صالحین سے برکت حاصل کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں کی تالیفات میں تحریف کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے رائج ہے اور اب تیس چالیس سال سے اصحاب توحید منتظم طریقہ سے اصلاح کے نام پر اس مذموم فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں عاجز کے پاس حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن مجید طبع کردہ حکیم غلام نجف مطبع سلطانی میں ۱۲۶۳ھ کا موجود ہے۔ یہ مبارک نسخہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے استعمال میں رہا کرتا تھا اتفاق سے عاجز نے تاج کمپنی لاہور کا ۱۳۹۳ھ کا چھپا ہوا نسخہ لیا اتفاقی طور پر اس میں دو تحریفات کا پتہ چلا ہے اور یہ دونوں تحریفات فوائد میں کی گئی ہیں عاجز ان کو لکھتا ہے

۱ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۰ کے ترجمہ کے آخر میں ف لکھ کر حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

اللہ نے نبی سے دین اسلام روشن کیا اور خلق نے اس میں راہ پائی اور منافق اس وقت اندھے ہوگئے۔ تحریف کرنے والے نے۔ اللہ نے نبی سے دین اسلام روشن کیا: کو۔ اللہ کے نبی نے دین اسلام کو روشن کیا: کر دیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ نے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۵ میں فرمایا ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ

مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی۔ یہ نور اور روشنی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مبارک ذات ہے اسی مبارک نور اور روشنی میں ہم کو کتاب پڑھنی اور سمجھنی ہے۔

۲۔ سورۂ طارق کی آیت ۸ کے ترجمہ میں یہ فائدہ تحریر فرمایا ہے: "اللہ دنیا میں پھیر لاوے گا مرنے کے بعد" محرّف نے لفظ "دنیا میں" نکال دیا ہے اور لکھا ہے۔ "اللہ پھیر لاوے گا مرنے کے بعد۔"

عاجز سے ایک صاحب نے کہا کہ یہ تبدیلی آواگون کے ثابت نہ ہونے کے لیے کی گئی ہے۔ افسوس ہے اس مصلح نے "پھیر لاوے گا" پر غور نہ کیا۔ جہاں سے لے جاتا ہوتا ہے لانا بھی وہاں ہی ہوتا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اس شخص کو چاہیے کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ کو حذف کردے کیوں کہ اس میں حضرت عزیرؑ کا پورے ایک سو سال بعد اسی مقام پر پھر زندہ ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے نواسے مولانا ظہیر الدین سید احمد نے سو سال پہلے لکھا ہے۔

"آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقع پایا تو عبارت کو تغیر و تبدل کر دیا الخ"

مجلۂ الرحیم کے مدیر نے ماہ فروری ۱۹۶۶ء کے پرچہ میں لکھا ہے۔

"شاہ ولی اللہ صاحب کی خاص باتیں جو انھوں نے مقبول عام باتوں

کے ضمن میں لکھی ہیں اگر آج بھی ان کو الگ کر کے پیش کیا جائے تو اکثر راسخ العقیدہ بزرگ ان سے بھڑک اٹھتے ہیں اور گو وہ شاہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے چپ رہتے ہیں لیکن ان پر کڑھتے ہیں مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم و مغفور نے مولانا مسعود عالم مرحوم کو ایک خط میں لکھا تھا کہ شاہ ولی اللہ کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کرنا چاہیے کیوں کہ کہیں کہیں وہ کفر کی حدود تک پہنچ جاتے ہیں؎" (رسالہ الرحیم صفحہ ۲۳ فروری ۱۹۶۶ء)

مولانا سید سلیمان کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے "انفاس العارفین" اور "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" کا مطالعہ کیا ہے کیوں کہ ان دونوں کتابوں میں "اصحاب توحید" اور علم ظاہر کے اکثر علمائے کرام کی سمجھ سے بالاتر باتیں ہیں۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے حضرات صوفیہ اعلام قدس اللہ اسرارہم العلیہ کی اصطلاحات اور ان کے انداز بیان میں بہت کچھ لکھا ہے حضرت شاہ ولی اللہ کا پایہ اگر علم ظاہر میں بلند سے بلند تر تھا علم باطن میں بھی اولیاء برگزیدہ میں سے ایک فرد اکمل تھے آپ جس وقت علم باطن کے ہم

؎ سید صاحبؒ ایک جگہ اور لکھتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تعبیرات ایسی جگہ ہیں کہ گویا اسلام کے درمیان بال برابر کا فرق رہ جاتا ہے (الرحیم جنوری ۱۹۶۶ء) سید صاحب پر افکار و نظریات اس عہد کے ہیں جب وہ علوم ظاہری کے بہت بڑے عالم و فلسفی تھے اور علم حجاب اکبر کے حجاب میں تھے۔ مولانا تھانویؒ کے آخر عہد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم۔ تا غلام شمس تبریزی نہ شد کا خاطر خواہ یقین حاصل ہوا اور ان کی غلامی اور مریدی میں داخل ہو کر قال را بگذار مرد حال شو۔ پیش مردے کاملے پامال شو۔ دنیائے مالی اور قید و مریدی پر خوش و نازاں ہو کر کہتے ہیں ہے تھی جب آزادی تو ہر سو دور تھی۔ قید میں آرام ہی آرام ہے۔ حضرت تھانویؒ کی شہادت حقائق و معارف [illegible]

رموز بیان فرماتے ہیں کہ مئے الوصال کی سرشاری ظاہر و باہر ہوتی ہے۔ مولانا برکاتی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۰ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا ارشاد نقل کیا ہے "بعد مراقبہ ہرچہ بہ کشف می رسید می نگاشتند" یعنی آپ پہلے مراقبہ کرتے تھے جو کچھ آپ کے پاک سینہ پر اس وقت منقش ہوتا تھا آپ اس کو قلم بند کرتے تھے سرشارانِ جامِ الست کی یہی کیفیت ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقیؒ کے بیان کردہ اسرار و معارف پر بعض ظاہر بینوں نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے پیر بھائی خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا۔

ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرار ایں طائفہ علیہ نوشتہ است بے مزج سکر، حاشا وکلا کہ ایں حرام و منکرات و گزاف و سخن بافی است، سخن بافان کہ بہ صحو خالص متصف اند بیایند چرا ایں قسم سخنان نہ بافتند و دلہائے مردم را از جا نبردند

زیاد حافظ ایں ہمہ آخر بہ ہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

(دفتر سوم مکتوب ۱۲۱)

یعنی اس طائفہ عالیہ کے علوم و اسرار کے بیان کرنے میں فقیر نے جو یہ تمام دفاتر لکھے ہیں کیا یہ سب سکر و سرشاری کی آمیزش کے بغیر لکھے گئے ہیں۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ایسا کرنا منکر اور حرام اور سخن سازی ہے۔ وہ سخن ساز جو اس سکر و سرشاری سے خالی ہیں کیوں اس قسم کی باتیں نہیں بنا سکے اور کیوں نہیں لوگوں کے دلوں کو اپنی جگہ سے ہلا سکے۔

حافظ کی یہ ساری فریاد آخر بیکار اور لغو نہیں ہے۔ قصہ بھی انوکھا ہے اور بات بھی نرالی ہے جو افراد ان علوم و اسرار سے بے بہرہ ہیں وہ اس

چاشنی سے نا آشنا ہیں وہ یقیناً حضرت شاہ ولی اللہؒ کی عبارتوں میں تحریفات کریں گے اور ان پر کفر و زندقہ کا فتویٰ جڑیں گے جیسا کہ حضرت مجددؒ پر جڑ چکے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے مولانا مسعود عالم کو جو نصیحت کی ہے یہ اُس وقت کی نہیں ہے جب کہ وہ خود اس شاہ راہ پر آگئے تھے اور فنافی الشیخ کی وادی میں گھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

پاکر تجھے اپنے کو میں کیا بھول گیا ہوں — ہر سود و زیان دوسرا بھول گیا ہوں

(از سید سلیمان ندویؒ)

جس دن سے مرے دل میں تری یاد بسی ہے — ہر ایک کو میں تیرے سوا بھول گیا ہوں
منظور تری چشم رضا جب سے ہوئی ہے — امید جزا خوف سزا بھول گیا ہوں
آتا ہے خدا بھی ترے صدقہ میں مجھے یاد — گویا کہ بظاہر میں خدا بھول گیا ہوں
سجدہ طرف کعبہ ہے دل تیری طرف ہے — اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

(سلیمان نمبر معارف اعظم گڈھ شمارہ ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۳۳)

لہٰذا [illegible] علامہ حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس غزل میں اپنے پیر و مرشد کو مخاطب کر کے اپنا حال عرض کیا ہے حضرت سید صاحب اپنے عہد کے علما میں جو اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے۔ سید صاحب کے اس وجدان اور مرشد سے عشق (پیر پرستی) پر معلوم نہیں علمائے اصحاب توحید شرک جلی کا فتویٰ صادر کریں گے یا شرک خفی کا۔ اس وقت علمائے کرام میں اس دور ہی بڑے گروہ برسر اقتدار اور عام مسلمان کے ذہن و کردار پر اثر انداز بلکہ چھائے ہوئے ہیں افسوس کہ باہم برسر پیکار بھی ہیں ان میں کا ہر فرد اپنے علم کے زعم و [illegible] میں اپنی بائی والوں کی حکایات بیان کرنے پر نازاں اور اپنے کو رضوان جنت سمجھے بیٹھا ہے عرف عام میں جنت کا ٹھیکیدار۔ ایک گروہ میں تکفیر و تفسیق دے چلا ہے مسلمانوں پر کفر و فسق کے فتووں کی بھرمار ہے تو دوسرے گروہ میں مشرک، بدعتی، قبر پرست وغیرہ وغیرہ القاب کی بے باکانہ تقسیم کی انتہا فراوانی ہے۔ العیاذ باللہ۔

خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح — در عمارت گری گنبد دستار خود اند ([illegible])

یہی مولانا سید سلیمان تھے جو اپنی آزادی کے دوران میں سرہند شریف آستانۂ عالیہ مجددیہ پر اپنے دوستوں کے ساتھ گئے اور حضرت کے مزار پر انوار پر فاتحہ نہیں پڑھی اور مسجد شریف کی دیوار پر بیٹھ گئے اور حضرت مجدد قدس سرہ آپ پر ظاہر ہوئے الخ اور یہی مولانا سید سلیمان حضرت شاہ ولی اللہ کو مولانا اسماعیل کا حقیقی علم کہتے تھے، فسبحان الذی یغیر ولا یتغیر و سبحان من لا یقبل الزوال۔

یہ عاجز ملفوظ ہذا میں شاہ ولی اللہ کا بیان لکھ رہا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عمر اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت تقریباً سترہ سال کی تھی آپ نے ایک دن اپنے فرزند شاہ عبدالعزیز سے فرمایا: ما بر مزار شریف متوجہ بروحانیت ایشان می نشستیم پس راہ حقیقت بر ما کشادہ شدہ میں اپنے والد ماجد کے مزار شریف پر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر اکثر اوقات بیٹھا کرتا تھا، پھر حقیقت کی راہ مجھ پر کھلی۔

حضرت والد ماجد کی روحانیت سے آپ پر راہ حقیقت کھلی اور ۱۱۴۳ھ کو اپنے ماموں اور خسر کے صاحبزادے جو آپ سے چار سال چھ بیس دن بڑے تھے اور آپ کے ہمدم و مونس اور آپ کے خلیفۂ با اختصاص اور آپ کی التفات کے مرکز جناب شیخ محمد عاشق پھلتی جن کی ولادت دس رمضان ۱۱۱۰ھ میں ہوئی اور "محمد غازی" آپ کا تاریخی نام ہے اور دیگر رفقاء کے ساتھ حج اور زیارت روضۂ مقدسہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا

فراغت یافتم از حج و عمرہ — چو احرام سر کوئے تو بستم

میں حج و عمرہ سے فارغ ہو گیا — جب آپ کی گلی کا احرام میں نے باندھا

بجو دیدم روئے زیبائے تو جاناں — ز تشویش وجود خویش رستم

اے جاناں جب آپ کا زیبا چہرہ میں نے دیکھ لیا — اپنے وجود کی تشویش سے میں نے چھٹکارا پا لیا

بیا ساقی بدہ جام شرابے — کہ مخمور صبوحی الستم

آؤ ساقی مجھ کو اس شراب کا جام دو — کیونکہ میں تو الست بربکم کی صبوحی کا مخمور ہوں

اور پھر آپ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا

اِذَا تَلَقَّفَنِیْ اَزْمَۃٌ مُدْلَھِمَّۃٌ — تُحِیْطُ بِنَفْسِیْ مِنْ جَمِیْعِ الْجَوَانِبِ

جب اس تاریک مصیبت نے جس نے تمام جانبوں سے میرے نفس کو گھیر رکھا تھا مجھے بے چین کیا

تَطَلَّبْتُ ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ اَوْ مُسَاعِدٍ — اَلُوْذُ بِہٖ مِنْ خَوْفِ سُوْءِ الْعَوَاقِبِ

میں نے تلاش کیا کیا کوئی معین مددگار ہے کہ انجاموں کی برائی کے خوف سے اس کی پناہ پکڑوں

فَلَسْتُ اَرٰی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا — رَسُوْلَ اِلٰہِ الْخَلْقِ جَمِّ الْمَنَاقِبِ

تو میں نے نہ دیکھا بجز حضرت محمد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخلوق کے معبود کے رسول اور بکثرت تعریفوں والے ہیں

وَمُعْتَصَمَ الْمَکْرُوْبِ فِیْ کُلِّ غَمْرَۃٍ — وَمُنْتَجَعَ الْغُفْرَانِ مِنْ کُلِّ تَائِبِ

اور ہر مصیبت میں آفت رسیدہ کو بچانے والے اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے مغفرت کی چراگاہ ہیں۔

وَذٰلِکَ کَانَ نُوْرًا اللّٰہِ فِیْنَا لِھَدْیِہٖ — وَصَمْصَامُ تَدْمِیْرٍ عَلٰی کُلِّ نَاکِبِ

اور ہدایت کے طلبگار کے لیے وہ ہم میں اللہ کے نور اور ہر منہ موڑنے والے کے لیے اللہ کی تلوار ہیں

سات مہینے آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے علمائے کرام سے حدیث شریف کی تکمیل کی اور اپنے استاد گرامی ابو طاہر جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم المدنی الکردی الکورانی الشافعی کی فرمائش پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کی تالیف "رد روافض" عربی میں منتقل کی اور اس کا نام "المقدمۃ السنیۃ فی الانتصار للفرقۃ السنیۃ" رکھا اس رسالہ میں آپ نے جو مدح و ستائش حضرت مجدد کی کی ہو شایان

مطالعہ ہے۔ اور آپ نے جہاں بھی کچھ فوائد کا اضافہ کیا ہے یا کسی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے: "قال العبد الضعیف عفی اللہ عنہ" لکھ کر کیا ہے۔ ترجمہ کرنے میں آپ نے کسی قسم کا ناجائز تصرف نہیں کیا ہے۔ اس مبارک رسالہ کا نسخہ جب عاجز کو دستیاب ہوا، برخوردار سراسر نیک اطوار، ڈاکٹر ابوالفضل محمد فاروقی رحمہ اللہ ورضی عنہ نے جمعہ ۱۱ ماہ مبارک میلاد ۱۴۲۰ھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء کو حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی ۶ سے اس کو شائع کیا، جَزَاہُ اللّٰہُ خَیرَ الجزاءِ وَجَعَلَ الجَنَّۃَ مَثْوَاہُ۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں روضۂ مبارکہ و مقدسہ سے اور بقیع غرقد میں قبۂ اہل بیت اطہار سے آپ نے خوب فوائد حاصل کئے۔ حضرات ائمۂ اہل بیت سے آپ کو نیا طریقہ ملا ہے۔ آپ نے اس کا ذکر فیوض الحرمین میں کیا ہے۔

چھ یا سات شعبان کو آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے شیخ محمد عاشق نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے خاص اونٹ پر مجھ کو جگہ دی۔

واضح رہے کہ حجاز مقدس میں اونٹ کے دونوں طرف تقریباً چار چار فٹ لمبے کھٹولے ہوا کرتے تھے۔ اور ہر کھٹولہ میں ایک شخص ہوا کرتا تھا۔ ان کھٹولوں کو شغدف کہا کرتے تھے۔

اور لکھا ہے گیارہ شعبان ۱۱۴۴ھ کی رات کو منزل رابغ میں حضرت نے فرمایا: "اگر کوئی میرے بیان کیے ہوئے معارف اور حقائق کو اس طرح لکھے کہ لوگ سمجھ سکیں وہ فوائد و اسرار کا مشاہدہ کرے گا"۔

آپ نے لکھا ہے یہ سن کر میں نے اسی وقت کچھ لکھا اور پھر باقاعدہ پندرہ شعبان کو مکۂ مکرمہ میں اس کام کو شروع کیا اور اس کا نام "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" رکھا۔

اسی نوے سال پہلے تک اس کتاب کے چند نسخوں کا پتہ چلتا ہے مولانا رحمان علی مؤلف کتاب "تذکرۂ علمائے ہند" اور سید صدیق حسن خاں کے پاس یہ کتاب تھی۔ لیکن اب اس کتاب کا کامل نسخہ تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے علاوہ غالباً دوسری جگہ نہیں ہے۔ خدا بخش لائبریری میں ناقص نسخہ ہے۔ اس کتاب کی تین قسمیں یعنی تین فصلیں ہیں پہلی قسم باقی دونوں قسموں سے بڑی ہے اور یہی حصہ خدا بخش لائبریری میں نہیں ہے تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے سجادہ نشین محترم گرامی جناب مولانا مولوی محمد مصطفےٰ حیدر قلندر ہیں اُن کے برادر خورد محترم گرامی جناب مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر ہیں۔ تکیہ ان صاحبان کے دم سے آباد ہے تین سال ہوتے ہیں کہ عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ جناب برادر خورد کے بڑے صاحبزادے مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی حفظہ اللہ وفقہ لما یحبہ ویرضاہ نے کتاب القول الجلی کا بامحاورہ بہت عمدہ ترجمہ اردو میں سَعْیُ النَّقِی فِی تَرْجَمَۃِ القَولِ الجَلِی کے نام سے کیا ہے۔ عاجز نے چند جگہ سے ترجمہ کو اصل سے ملا کر دیکھا اور بہت دل خوش ہوا۔ جناب مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے مترجم سلمہٗ نے اس کے مفہوم کو صحیح پیرائے میں بیان کیا ہے نیز جا بجا بہترین صوفیانہ شرح حواشی میں کی ہے۔ اس کتاب سے حضرت شاہ ولی اللہ کے صحیح حالات منظر عام پر آ جائیں گے۔ آپ اگر علم ظاہر میں یگانہ دہر تھے تو علم باطن

میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صاحبِ طریق تو تھے، آپ کا کشف بے مثال تھا اور آپ کے انکشافات کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ عاجز نے جناب مولانا محمد مجتبیٰ حیدر سے شاہ ولی اللہ رح کے چودہ ملفوظات لیے ہیں جو القول الجلی میں تحریر ہیں تا کہ حضرت اقدس سرہ کے صحیح حالات کا سب کو علم ہو اور حقیقت امر واضح ہو کہ آپ اہل سنت و جماعت کے معتقد تھے، وہابیہ اور اصحاب توحید کے عقائد سے آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا، اب ناظرین کرام حضرت کے ملفوظات اور انکشافات ملاحظہ فرمائیں۔ شاہ ولی اللہ رح کو گروہ اسمٰعیلیہ وہابیہ، غیر مقلد اور اہل حدیث نے تحریفات و تزویرات کر کے اپنے رنگ میں عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کے چند کشوف اور ملفوظ

۱۔ روزے عرس حضرت بزرگ بود قدس سرہ، حضرت ایشان بر مزار پر اسرار نشستہ بودند کہ ناگاہ حق سبحانہ بحضرت ایشان الہام فرمود کہ ایں تقریر را بمردم برسانید۔ وھو ھذا۔

ایں فقیر نسبت شتی دارد، بہ یک نسبت ولی اللہ بن عبدالرحیم است وبہ دیگرے انسان است، و بہ دیگر حیوان و بہ دیگر نامی و بہ دیگر جسم و بہ دیگر جوہر، و بہ بیان آخر ہست است و بہ اعتبار آں لسان ہم حجر ہم شجر ہم فرس ہم فیل و ہم بعیر و ہم غنم، تعلیم اسماء مر آدم را من بودم، و آنچہ نوح

ملہ اس واقعہ سے واضح ہے کہ آپ اپنے والد ماجد حضرت بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب کا عرس کرنے کے پابند تھے جس حضرت شاہ عبدالعزیز حضرت اقدس کا عرس کیا کرتے تھے بلکہ کتاب ہذا میں آپ کے سوم اور اس میں فاتحہ خوانی کا ذکر بالتفصیل ہے

طوفان شد و سبب نصرت او شد من بودم، آنچہ بر ابراہیم گلزار گشت من بودم تورات موسیٰ من بودم، احیاء عیسیٰ میت را من بودم، قرآن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم من بودم، والحمد للہ رب العالمین۔

پس بر حضرت ایشان ایں کلام گراں آمد کہ عادت شریف اخفاء امثال ایں امور بود اما معلوم فرمودند کہ عدم اظہار ایں معنی موجب نوعے از چیزے خواہد بود، مضطر شدہ آں را بیان فرمودند و دراں حال آثار شدت و کلفت در روئے مبارک حضرت ایشان مشاہدہ می افتاد، چنانچہ در بعض اوقات در حال وحی بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدتے طاری می شد بسِرٍّ مِنْ اَسْرَارِ اللّٰہِ تعالیٰ، ہم چنیں کمل ورثہ بعضے احیان از آں معنی خالی نمی باشند۔ (اصل صفحہ ۳۶ ترجمہ اردو صفحہ ۳۹)

یعنی ایک مرتبہ حضرت بزرگ کے عرس شریف کے موقع پر آپ مزار شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ یہ فقیر چند نسبتیں رکھتا ہے، ایک نسبت سے ولی اللہ فرزند عبدالرحیم ہے اور ایک سے انسان ہے اور ایک سے حیوان اور ایک سے نامی اور ایک سے جسم اور ایک سے جوہر، اور ایک اعتبار سے وہ موجود ہے اور اس اعتبار سے پتھر بھی ہوں، درخت بھی ہوں، گھوڑا بھی، ہاتھی بھی، اونٹ بھی بھیڑ بھی، آدم کو اسماء کی تعلیم میں تھا، نوح کا طوفان جو تھا وہ ان کی کامیابی کا سبب ہوا، وہ میں تھا، ابراہیم پر جو گلزار ہوا وہ میں تھا، موسیٰ کی تورات میں تھا، عیسیٰ کا مردے کو زندہ کرنا میں تھا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں تھا، سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

ایسے امور کے متعلق آپ کی عادت چھپانے کی تھی، لیکن آپ کو محسوس ہوا کہ ان چیزوں کا ظاہر نہ کرنا کسی خاص بات کا سبب بن جائے گا لہٰذا مجبور ہو کر آپ نے بیان فرمایا، جیسا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کے وقت شدت طاری ہوتی تھی، اور یہ اشہر کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ آپ کی اُمّت کے اصحابِ کمال بھی اس حالت سے خالی نہیں ہیں جس وقت آپ نے اس الہام کا بیان فرمایا اس وقت شدّت اور کلفت کے آثار آپ کے مبارک چہرہ پر نظر آرہے تھے۔

تشریح۔ یہ عاجز کہتا ہے، اربابِ طریقت کے لیے اس مبارک کشف میں کوئی غرابت نہیں ہے۔ اصحابِ قلوب جب مراقبہ کرتے ہیں اور صفات تکوینیہ کی تجلیات سے سرشار ہوتے ہیں ان پر وحدت وجود کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دفتر اول کے مکتوب ۲۹۱ میں لکھا ہے۔

ایسی توحید والے اربابِ قلوب اگر اسی مقام سے عالم کو مراجعت کریں گے تو عالم کے ہر ذرّہ میں اپنے محبوب کو دیکھیں گے۔"

یعنی مراقبہ میں لطائف کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ مراقبۂ صفات ہو یا ذات، عروج کے وقت سالک اس میں فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے، اور جب لطائف کا نزول ہو چکتا ہے تو اس پر صحو طاری ہو جاتا ہے البتہ خمار اور سرور کی کیفیت اس پر ظاہر ہوتی ہے اور اگر سالک کے لطیفہ کو عروج ہوا اور وہ اس حالت میں مراجعت کرے تو دنیا کے ہر ذرہ میں اس کو وہی کیفیت نظر آئے گی جو مراقبہ میں پیش آئی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مُجوریہ سے وابستہ تھے ۱۱۴۳ھ میں کامل سات مہینے مدینہ منورہ میں قیام کیا علم ظاہر میں وہاں کے گرامی قدر علماء سے استفادہ کیا اور علم باطن میں روضۂ مبارکہ و مقدسہ کی خاک رُبی کی اور حضرات اہل بیت اطہار کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی اور وہاں مراقبات کرنے سے درجاتِ کمال پر فائز ہوئے۔ آپ نے اَلدُّرُّ الثَّمِین میں حضرات حسنینؓ کی عنایتوں کا ذکر فرمایا ہے اور لکھا ہے فَمِنْ یَوْمَئِذٍ انْشَرَحَ صَدْرِیْ لِلتَّصْنِیْفِ فِی الْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اس دن سے میرا سینہ کھل گیا علوم شریعت کے تصنیف کرنے میں اور آپ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے۔ جب میں نے اہل بیت اطہار کے قبور کی زیارت کی مجھ پر ایک خاص طریقہ کا اظہار ہوا جو اللہ تعالیٰ کے اولیا کا طریقہ ہے۔

اہل تمکین اور اصحاب صحو آگاہی ایسے امور کا اظہار نہیں کرتے ہیں اور آپ کو حکم ملا کہ اس کا اظہار کریں۔ ہو سکتا ہے اس میں یہ حکمت ہو کہ خلائق کو معلوم ہو جائے کہ اصحاب قلوب پر ایسے واقعات ظاہر ہوا کرتے ہیں لہٰذا اپنی نادانی کی بنا پر اس کا رَدّ و انکار نہ کیا جائے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مبارک ارشاد کو جناب سعدی شیرازی نے دو شعر میں بیان کیا ہے۔ فرمایا ہے ؎

مرا پیر دانائے روشن شہاب | دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر غیر بدبیں مباش | دوم آں کہ بر خویش خودبیں مباش

ع۲ حضرت ایشان فرمودند کہ دوازدہم ربیع الاول بہ حسب دستور قدیم قرآن خواندم و چیزے نیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسمت کردم و زیارت موئے شریف نمودم۔ در اثنائے تلاوت ملاءِ اعلیٰ حاضر شدند و رُوح پُر فتوح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجانب ایں فقیر و دوستداران ایں فقیر بغایت التفات فرمودہ دراں ساعت کہ ملاء اعلیٰ و جماعت مسلمین کہ با فقیر بودند بہ نازو نیائش صعود می کنند و برکات و نفحات ازاں حال نزول می فرماید۔

(صد۴۰) ترجمہ صد۹

یعنی حضرت نے فرمایا۔ قدیم طریقہ کے موافق بارہ ربیع الاول کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور آپ کے مبارک بال کی زیارت کرائی۔ تلاوت کلام پاک کے دوران میں ملاء اعلیٰ کا ورود ہوا (فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات فرمائی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت نیازمندی اور عاجزی کی بنا پر بلند (عروج کر رہی) ہو رہی ہو (اوپر اٹھ رہی ہے) اور اس کیفیت کی برکتیں اور اس کی تجلیں نازل ہو رہی ہیں۔

تشریح۔ اس ملفوظ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ خاص بارہ ربیع الاول کو شاہ ولی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ اور نذر و نیاز دلوایا کرتے تھے اور یہ آپ کا پرانا طریقہ تھا اور نیک بخت حاضرین کو موئے مبارک از جسم کرم و مقدس کی زیارت کراتے تھے اور شیرینی تقسیم کرتے تھے۔ تاریخ کی تعیین کی وجہ سے (پناہ بخدا) کراہت تو درکنار، آپ کو برکات اور انوار نظر آتے تھے آپ حاضرین محفل کے درجات بلند ہوتے ہوئے دیکھتے تھے[1]۔ فذہ مبیلی

---

[1] حضرت اقدس کو جو فیوض و برکات اور محفل میلاد مبارک میں ملائکہ کے نزول کے شاہدات ہوئے ان کو تفصیلاً آپ نے اپنی تالیف فیوض الحرمین مطبوعہ میں تحریر فرمائے ہیں۔

ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی۔

آپ نے رسالہ الدر الثمین کے صفحہ حدیث ۲۲ میں اپنے حضرت والد مولانا شاہ عبدالرحیم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں ایام مولود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا کھانا پکوایا کرتا تھا۔ ایک سال کچھ پاس نہ تھا بجز بھنے چنے تھے۔ ان کو میں نے تقسیم کیا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ شاد اور بشاش ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ اور آپ کے والد بزرگوار پابندگی کے ساتھ میلاد مبارک کے دن خوشی کا کھانا اور شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور یہی حضرت شاہ عبدالعزیز اور آپ کے شاگردوں کا طریقہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۱۳ حضرت ایشاں فرمودند کہ در ایام عاشورا از جانب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین مکرر اشارات معلوم شد کہ چیزے برائے فاتحہ ایشاں باید کرد۔ بنا براں روزے چیزے از حلاوہ حاضر کردہ شد و قرآن ختم نمودہ فاتحہ خواندہ شد پس سرور و ابتہاج در ارواح طیبۂ ایشاں مشاہدہ افتاد و نیز ارشاد فرمودند کہ چوں در ارواح طیبۂ اہل بیت رضی اللہ عنہم بہ امعان نظر تامل واقع شد بہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امتیازے و یکتے و عظمتے مشاہدہ افتاد کہ مثل ذلک در دیگراں معلوم نہ شد و خیال واضح گشت کہ نسبتے کہ مخصوص اہل بیت است گویا از ملاحق انکار دراں حضرت تام و کامل گشتہ و بعد ازاں اتباع ہماں نسبت و تلون باقی ماند و پس در اولیاء اللہ سطوتے و ابہتے کہ در غوث اعظم معلوم می گردد در دیگرے یافتہ نمی شود۔ (صد۱۰۹-۱۰۰) ترجمہ صد۱۰۵

یعنی حضرت نے فرمایا۔ عاشورا کے ایام میں حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف سے مکرر اشارہ ہوا کہ ان حضرات کی فاتحہ کرائی جائے

چنانچہ ایک دن شیرینی منگوائی گئی اور قرآن مجید کا ختم کرکے فاتحہ دلائی گئی اور حضرات ائمۂ اطہار کی ارواح طیبہ میں خوشی اور مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا جب حضرات ائمۂ اہل بیت اطہار کی ارواح طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مبارک روح میں ایک خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اوروں میں دیکھی نہ گئی اور کھلے طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت میں ہے وہ انکار کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور اکمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت و عظمت حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی میں نظر آتی ہے وہ کسی دوسرے میں نظر نہیں آتی۔

تشریح: اس مبارک ملفوظ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرات ائمۂ اہل بیت اطہار قدس اللہ اسرارہم کے ایما اور خوشنودی کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ نے ایام عاشورا میں ان حضرات کی فاتحہ دلوائی۔

شاہ ولی اللہ نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسبت مبارکہ کے متعلق بہت خوب کہا ہے۔ حضرات مشائخ کبار نے ایک اور وجہ تحریر فرمائی ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام فروہ دختر حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم تھیں۔ حضرت قاسم مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک امام تھے۔ حضرت جعفرؒ کو ان سے علمی اور روحانی

لے آپ کے صاحبزادہ و جانشین سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ تا حیات مجالس محرم کرنے کے پابند رہے جس میں صحیح و مستند روایات بیان فرماتے تھے اور کثیر مجمع ہوتا تھا فرمایا کرتے ہیں کہ ایک ہزار تک لوگ جمع ہو جاتے ہیں (فتاوٰی عزیزی مطبوعہ

فوائد حاصل ہوئے۔ علامہ بدرالدین نے حضرات القدس میں آپ کا یہ قول لکھا ہے۔ وَلَدَنِی اَبُوبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ۔ ابو بکرؓ سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں ایک جسمانی پیدائش ہے کہ وہ میرے نانا ہیں اور ایک روحانی پیدائش ہے کہ میں ان کے سلسلے سے مستفید ہوا ہوں۔

۲؎ حضرت ایشان فرمودند کہ در عالم مثال در یکے از فرزندان خود جاہ و ثروتے تمام و عظمتے و نورانیتے عظیم مشاہدہ نمودم امید آن است کہ ایں معنی ظہور نماید و در بعضے از فرزندان علمے وسیع معلوم می شود و از بعضے دیگر بقائے نسل ادراک نمودہ می آید۔ (ص۲۰) ترجمہ ص۱۰۹

(یعنی حضرت نے فرمایا میں نے عالم مثال میں اپنے فرزندوں میں سے ایک میں عزت، دولت، بڑائی اور عظیم نورانیت دیکھی۔ امید ہے اس کا ظہور ہوگا اور بعض فرزندوں کا علم وسیع معلوم ہوا اور دوسرے بعض سے نسل کا باقی رہنا معلوم ہوا۔

تشریح۔ آپ کے فرزند شاہ عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت، علمیت، نورانیت کی دولت سے نوازا۔ شاہ ولی اللہ نے کتابیں لکھیں اور شاہ عبدالعزیز نے چاروں اطراف میں ان کے علم کو پھیلایا۔ آپ صاحب مسند شاہ ولی اللہ کے مسلّم استاد ہوئے، شاہ عالم بادشاہ نے جاگیر عنایت کی اور موضع آپ کے اور آپ کے تین بھائیوں کے اور ایک بلا شرکت غیرے آپ کا۔ بادشاہ آپ

لے تین موضع جاگیر میں تھے جو شاہ عالم بادشاہ اور دولت راؤ سندھیا نے نذر کیے ہوئے تھے حسن پور، وبراڑہ آباد و پگہ سکندرآباد تو چاروں بھائیوں میں مشترک تھے اور ایک موضع محل جند قریب پھلت بلا شرکت غیرے آپ (شاہ عبدالعزیزؒ) کا تھا۔ آپ کی وفات کے وقت قریب ایک لاکھ روپیہ نقد اور دیگر بیش قیمت سامان آپ کی ملکیت تھا۔ چند ہزار روپے اپنے نواسوں شاہ محمد اسحٰق، شاہ محمد یعقوبؒ کو برائے سفر حج وغیرہ دیے اور چند ہزار روپے اپنی تجہیز و تکفین اور دیگر باعدم دوام حرمت (فاتحہ وغیرہ) کے لیے وقف کر دیے۔ (ملخص از مقالات طریقت مطبوعہ صفحہ ۴۰)

حلقہ وعظ میں آیا کرتے تھے۔ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر آپ کے
دست و بازو تھے۔ جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے آپ سکون سے رہے
اللہ تعالیٰ ان حضرات پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے۔

یک وقتے ظاہر شد کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اہل بیت
آنجناب متوجہ حال فقیر و جمیع اطراف فقیرات و نیز روشن شد کہ نور الٰہی در عالم
اجسام بہر دو قسم ظہور می نماید۔ ظہور تشریعی و ظہور تکوینی۔ ظہور تشریعی بر ضبط
قواعد کلیہ شرعیہ است و ظہور تکوینی مبنی بر اقامت مصلحت کلیہ بغیر مراعات
قواعد کلیہ۔ علمے کہ متعلق بہ اول باشد علم ظاہر است۔ و علمے کہ متعلق بہ ثانی
است علم باطن است۔ بالجملہ چون نور تکوینی و علم باطن ہیچ احدے بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہ قوی تر نیست گویا
ملاء اعلیٰ کہ بنائے احکام عالم بر آنہا است از اعظم الفریق اند بہ حسب
نسبت او بدیشان متوجہ شدن تریاقے مجرب است۔ (ص ۱۱۳) ترجمہ ص ۱۱۳

یعنی۔ ایک مرتبہ ظاہر ہوا کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت
مبارک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کے حال پر اور اس کے تمام اطراف پر
متوجہ ہے اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ عالم اجسام میں اللہ تعالیٰ کا نور دو طرح کا
ظاہر ہوتا ہے ایک تشریعی ظہور اور دوسرا تکوینی ظہور۔ تشریعی ظہور کی اساس
شریعت کے قواعد کلیہ کے ضبط اور استحکام پر ہے اور تکوینی ظہور کی اساس قواعد
کلیہ کی مراعات کے بغیر، مصالح کلیہ کے قائم رکھنے پر ہے، وہ علم جس کا تعلق
پہلے نور (تشریعی) سے ہے وہ علم ظاہر ہے اور وہ علم جس کا تعلق دوسرے نور
تکوینی سے ہے وہ علم باطن ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نور تکوینی اور علم باطن کی

لہ نیست را ہست نمودن و در وجود آوردن۔ نیست کو ہست کرنا عدم سے وجود میں لانا۔

رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اثنا عشری ائمہ سے زیادہ قوت
والا کوئی نہیں ہے یہ حضرات گویا کہ ملاء اعلیٰ کا ایک بہت با عظمت فریق ہے
جس پر اس عالم کا استحکام اور مضبوطی ہے، جو نسبت ان حضرات کی جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کی وجہ سے ان حضرات کی طرف
متوجہ ہونا مجرب تریاق ہے یعنی اکسیر اعظم ہے۔

تشریح۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام احمد کی روایت
کردہ حدیث میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی محبت
حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں بیٹھا وہ طوفان سے
بچا اور جو نہ بیٹھا وہ ہلاک ہوا۔ حضرات صحابہ کا احترام برقرار رہا اور احادیث
صحیحہ کی مشعل ہاتھ میں رہی۔ وہ اللہ کے لطف و کرم سے قیامت کے لرزہ خیز
واقعات اور دوزخ کے درکات سے (گہرائیوں سے) محفوظ رہے گا جیسا
کہ امام رازی نے لکھا ہے اور ملا علی قاری نے مرقات میں نقل کیا ہے عاجز
نے خلاصہ پیش کیا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ مبارک جماعت جو نجات
کی کشتی میں بیٹھی ہے اہل سنت و جماعت کی ٹولی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

لہ حضرت ایشان فرمودند کہ شب عرس حضرت شیخ ابو الرضا محمد قدس سرہ
در مقبرہ ایشان ہنگامہ سرودے وہ بر مردمان شوقے و وجدے بود، در مسجد
خویش بعد عشاء نشستہ بودم کہ یک پارہ نور آوردند و گفتند کہ آنچہ در آں
جا ذوق و شوق و کرامات توجہ روح مبارک شان بود، ہمہ مرکب شدہ
ایں صورت گرفتہ کہ ارسال یافتہ و در ہماں اثنا نفس ناطقہ را سریان
در تمام عالم ظاہر شد و واضح ساختند کہ آں نور تابع از آں منبع است
اگرچہ از انجام سول ہم است۔ (ص ۱۰۰) ترجمہ ص ۱۲۹

یعنی۔ حضرت نے فرمایا، حضرت شیخ ابو الرضا محمد قدس سرہ کے عرس کی رات کو ان کے مقبرہ میں لوگوں کی بھیڑ اور نغمہ سرائی کا ہنگامہ برپا تھا لوگ اپنے شوق اور وجد میں مصروف تھے میں عشاء کے بعد اپنی مسجد شریف میں بیٹھا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا میرے پاس لایا اور کہا گیا کہ وہاں پر ذوق وشوق اور روح مبارک کی کرامات کا جو کچھ ظہور ہوا ہے وہ سب مل کر اس صورت میں ہو گئے ہیں جو آپ کو ارسال کیا گیا ہے، اسی دوران میں نفس ناطقہ کا اثر تمام عالم میں ظاہر ہوا اور یہ بات واضح کی گئی کہ وہ نور اسی منبع کا تابع ہے اگرچہ وہاں سے بھیجا بھی گیا ہے۔

تشریح۔ اس ملفوظ سے ثابت ہے کہ آپ کے محترم چچا کا بھی عرس ہوا کرتا تھا اور محفل سماع وسرود منعقد ہوا کرتی تھی اور لوگوں پر ذوق وشوق طاری ہوتا تھا اور آپ کے محترم چچا کی روح کی کرامات اور برکات انوار کا ظہور ہوا کرتا تھا اور وہ محفل نورانی ہوا کرتی تھی، شاہ ولی اللہ کو اس احتفال پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ آپ کو اس سے مشاہدات اور فیوضات روحانی حاصل ہوتے تھے۔

؎ اتفاق چناں افتاد کہ قبل اذان شب وقت خواجہ محمد امین و خواجہ ابو الخیر بہ طبخ دوا برائے آنجناب مشغول شدند و دریں باب اہتمام تمام بکار بردند وقت شب جناب حضرت ایشان ارشاد فرمودند کہ سابق

لہ حضرت اقدسؒ نے اپنے والد ماجدؒ کی چشم دید روایت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندیؒ کے عرس کا حال جس میں قوالی کا بھی بندوبست ہوتا تھا نیز حضرت اقدسؒ نے اپنے استاد شیخ ابراہیم کردیؒ مدنی کا شدتِ ذوق سماع اور اس کے فوائد انفاس العارفین صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۵ میں لکھے ہیں۔ تقی انور

ازیں مدتے دراز شد کہ یکبارگی در خانۂ ما چیزے از طعام بہ دیر میسر آمدہ بود و میاں نور اللہ متصدی سرانجام بعضے اسباب آں شدہ بودند بنا بر آں نماز مغرب پیش از جماعت ادا کردہ آں را سرانجام دادند پس نماز شاں بہ جناب الٰہی بمحل قبول رسیدہ بود ہم چنیں امروز عمل ایں ہر دو عزیزاں قبول گشتہ۔ (صفحہ ۱۲۲) ترجمہ صفحہ ۱۵۱

یعنی۔ اس سے پہلے ایسا اتفاق ہوا تھا کہ خواجہ محمد امین اور خواجہ ابو الخیر بڑے اہتمام سے رات کے وقت (حضور کی) دوا پکانے میں مصروف ہو گئے تھے (اس کام کی وجہ سے جماعت ان سے فوت ہو گئی تھی) حضرت نے رات کو فرمایا، اس واقعہ سے ایک زمانہ پہلے ایک مرتبہ ہمارے گھر میں کھانے کا سامان دیر سے میسر آیا، میاں نور اللہ (بڈھانوی) بعض چیزوں کی فراہمی میں ساعی (کوشاں) ہوئے تھے اور اس (حضرت اقدس اور آپ کے اہلبیت کی خدمت کی) وجہ سے انھوں نے مغرب کی نماز جماعت سے پہلے پڑھ لی تھی اور پھر کام کے پورا کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ ان کی نماز بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گئی تھی۔ اسی طرح آج کے عمل میں ان دونوں عزیزوں کی نماز قبول ہو گئی ہے۔

تشریح۔ جماعت سنت مؤکدہ ہے بلا عذر چھوڑنا باز پرس کا سبب ہے خواجہ محمد امین ولی اللہی اور خواجہ ابو الخیر اور اُن سے پہلے میاں نور اللہ سے جماعت فوت ہو گئی تھی، حضرت شاہ ولی اللہ کو کشف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ان تینوں سے باز پرس نہ ہو گی، ان تینوں کو ان کا اخلاص کام آیا۔

؎ در حالت اعتکاف در ماہ رمضان، شب بست و نہم نا در کیفیتے در گذشت کہ بجز شوق و وجد و انجذاب چیزے دیگر را گنجائش نہ بود، بہ تقریبے بعضے

تغمہائے طیبہ کہ در جوار آں مکان اتفاق افتادہ بود نیز ہیچ آں کیفیت شدہ بودند، بالجملہ تمام شب بہ ہمیں رنگ گزشت در ثلث اخیر وقت حضرت ایشاں بہ غایت خوش بود، از شوق و ذوق سراپا امتلائے عظیم داشت، و مستی و جوش از ہر بن موئے مبارک می تراوید، و اثرے عجیب در تشرف آں دوران حضور در گرفتہ بود، دراں وقت نغمہ سرا بیت حافظ شیرازی

تا ز میخانہ و مے نام و نشان خواہد بود — سرِ ما خاک رہِ پیرِ مغاں خواہد بود

آغاز نہاد ازاں آواز پرسوز وگداز دل و جگر ہر یک می پاشید، ہر کس از خود بے اختیار می خواست کہ خود را پروانہ وار براں شمع الٰہی فدا سازد ا ھ۔

(۱۲۳) ترجمہ ص ۱۵۲

یعنی۔ اعتکاف کی حالت میں رمضان کی انتیسویں رات کو آپ پر نادر کیفیت طاری ہوئی کہ شوق، وجد اور جذبہ کے سوا کسی شے کی گنجائش نہ تھی، متصل مکان میں اتفاقی طور پر کوئی خوشی تھی اور وہاں اچھے گانے ہو رہے تھے اور ان کی آواز آ رہی تھی، اس سے شوق و محبت کی آگ اور بھڑکی اور اسی کیفیت میں ساری رات بسر ہوئی۔

تہائی رات باقی تھی، آپ خوش تھے اور ذوق و شوق میں از سر تا پا ڈوبے ہوئے تھے، مستی اور جوش آپ کے ہر بُنِ مُو سے ٹپک رہا تھا، گانے والے نے حافظ شیراز کا عشق و محبت میں ڈوبا ہوا شعر پڑھا جس کا مطلب کچھ ایسا ہے۔

جب تک میخانۂ معرفت اور شراب محبت کا نام و نشان باقی ہے ہمارا سر ساقی خمخانۂ الست کی راہ کی مٹی بنے گا۔

عاشقانہ اور مستانہ شعر اور پھر پڑھنے والے کی پرسوز وگداز آواز نے

ہم میں سے ہر ایک کا دل اور جگر پاش پاش کر دیا، اس وقت جتنے جاں نثار وہاں موجود تھے سب کی تمنا تھی کہ اس نورانی شمع (حضرت اقدس) پر اپنے کو پروانے کی طرح فدا کر کے خاکستر ہو جائیں، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

تشریح۔ شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کے اس بیان سے صاف طور پر ظاہر ہو کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نہ مُلّائے خشک تھے اور نہ صوفی خشک علم ظاہر میں اگر بے مثل و بے بدل تھے علم باطن میں اچھی مثال "رُوَیدَکَ اَنجَشَۃُ لاَتَکسِرِ القَوَارِیرْ" کے تھے۔

حضرت انجشہ کا واقعہ

قصۂ حادی جناب انجشہ — کرد نقل آں جماعت زخیار

انجشہ حُدی خواں کا قصہ — بہترین لوگوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے

آں حُدی خوان جناب مصطفیٰ — [illegible]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حُدی خواں — زمر اور غمگین آواز سے رجز پڑھتا تھا

اشتر بے چارہ زاں صوت جمیل — مست گشتہ تیز رفتے زیر بار

بے چارہ اونٹ اس حسین آواز سے — وجد میں ڈوبا ہوا مست ہو کر تیز چلتا

در سفر بارے حُدی آغاز کرد — بود سرور [illegible] سوار

ایک مرتبہ سفر میں اس نے حدی شروع کی — سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر سوار تھے

خواند مستانہ بہ ذوق پاک دل — ذکر پاکش ماند شیریں یادگار

اس پاک دل نے مست ہو کر اسطرح حدی پڑھی — کہ اس کا پاک ذکر یادگار بن گیا

چوں جناب مصطفیٰ [illegible] — کاں بہ دلہا برق گشتہ شعلہ بار

جب جناب مصطفیٰ نے اس کے شعروں کو دیکھا — کہ وہ بجلی کی طرح شعلے برسا رہے ہیں

گفت لاتکسیر قواریر انجشہ — سینہ ہا را تا نہ سوزاند شرار

فرمایا اے انجمن خفیوں کو نہ توڑ — تاکہ سینوں کو چنگاریاں نہ جلادیں

خوش نصیب است آں کہ شکر و انبساط — صرف یاد حق کند لیل و نہار

وہ خوش نصیب ہے جو شکر اور انبساط کو — شب و روز خدا کی یاد میں صرف کرے

در رہ الفت بہ عزم و صدق تام — مرد واراں پانہادہ استوار

پورے عزم اور سچائی کے ساتھ محبت کی راہ میں — مردانہ وار مضبوط قدم جمائے ہوئے ہو

چشم پر نم آہ پر سوزش بود — تن زبون و قلب باشد بے قرار

اس کی آنکھ نمناک اور دل پر سوز ہو — جسم عاجز اور دل بے قرار ہو

ہر زماں از شوق مستیہا کند — ہر نفس بر جان جاناں نش نثار

ہر لحظہ شوق سے مستیاں کرے — ہر سانس میں محبوب کے نام پر قربان ہو

ذکر پاکش دار وے دلہا است زید — آتش عشقش سپر باشد ز نار

اے زید اس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہے — اس کے عشق کی آگ جہنم کی سپر ہوگی

افسوس ایسے فرد اکمل و بے مثال کو اہل آہوا و نے وہابیہ کے عقائد کا علمبردار ظاہر کیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے اور آپ کے ماموں کے صاحبزادے آپ کے رفیق و مونس، آپ کے خلیفۂ اعظم جناب شیخ محمد عاشق آپ کے مسلک پر ترجمان اہل سنت و جماعت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

۹؎ آگاہی آمد، ایں فرزندان کہ لطف الٰہی ایشاں را بما عطا کردہ است ہمہ سعدا اند و نوعے از ملکیت بر ایشاں ظہور خواہد کرد لیکن تدبیر غیب تقاضہ می کند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیائے علوم دین نمایند و ہماں جا وطن اختیار کنند از طرف مادر نسبت ایشاں بما متمکن باشد زیرا کہ آدمی زادہ بہ وطن مادر میلان طبعی دارد، انتقال جماعہ کہ وطن والدہ ایشاں متمکن باشد بہ سرزمینے بالطبع مستحیل است مگر بہ سبب قسر قاسر۔

یعنی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے یہ اولاد جو مجھ کو عنایت کی ہو، سب نیک بخت ہیں اور ان پر ایک طرح کی فرشتگی کا ظہور ہوگا اور غیبی تدبیر کا تقاضہ ہے کہ دو افراد اور پیدا ہوں جو سالہا سال مکہ اور مدینہ میں علوم دین کی ترویج کریں اور وہیں کی وطنیت اختیار کر لیں۔ ماں کی طرف سے ان کا رشتہ مجھ سے ہوگا۔ ایسی جماعت جس کا تعلق والدہ کے وطن سے ہو، وطن کو چھوڑنا مشکل کام ہے مگر یہ کہ کوئی بہت جدوجہد کرے۔

تشریح۔ آپ کے تین صاحبزادوں کا قیام دہلی میں تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ۔ یہ تینوں حضرات بظاہر بشر اور بباطن فرشتہ تھے، عاجز کے پردادا حضرت شاہ احمد سعیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ۔ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے اور تفسیر کلام الٰہی میں شاہ عبدالعزیزؒ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے، تینوں بھائی صاحب نسبت و کشف صحیح تھے اور شاہ عبدالقادرؒ کا کشف نہایت عمدہ تھا انھوں نے بارہ سال تک مجاہدہ اور اس طریقہ کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا تھا۔ الخ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے شاہ محمد اسحاق اور شاہ محمد یعقوب مع متعلقین و اولاد اور اپنے دامادوں اور ان کے اہل و عیال اور مع دوسرے رفقاء کے ۱۲۵۸ھ کو حرمین محترمین ہجرت کر گئے اور وہاں سالہا سال علوم دین پڑھاتے رہے اور آخر وہاں کی پاک مٹی میں پیوند ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

شاہ ولی اللہ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہے ان کی وفات کے بیاسی سال کے بعد یہ واقعہ ظاہر ہوا۔ سید صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب اتحاف النبلاء مطبوعہ نظامی کانپور در ۱۲۰۸ھ کے صفحہ ۲۴۰-۳۲۱

میں القول الجلی کی عبارت نقل کرکے لکھا ہے: مصداق ایں آگاہی ظاہر

وجود ہر دو نواسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی است، مولوی محمد اسحاق و محمد

یعقوب. کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند و سالہا به احیائے

روایت حدیث به اہل عرب و عجم پرداختند"۔ یعنی اس آگاہی کا مصداق

ہو ظاہر شاہ عبدالعزیز دہلوی کے دو نواسے مولوی محمد اسحاق اور محمد یعقوب

ہیں جو دہلی سے ہجرت کرکے مکہ میں مقیم ہوئے اور برسوں اہل عرب اور عجم

کو حدیث کی روایت کی"۔ یہ ہے اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ کی ایک مثال

نواب صدیق حسن خاں (بھوپالی) کے پاس القول الجلی کا نسخہ تھا اور وہ

اس کو مستند سمجھتے تھے وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کشف کے قائل ہو گئے

باوجودیکہ وہ اہل حدیث کے امیر اور غیر مقلدین اور وہابیوں کے اپنے

عہد میں امام تھے۔

عطا روزے به شیخ عبدالعزیز کہ خلف الصدق ظاہراً و باطناً حضرت

ایشان اند در ضمن بعض تقریبات فرمودند کہ حضرت قبلہ گاہ ما چوں ازیں

عالم انتقال نمودند عمر ما مثل ہمیں عمر شما بود و میاں اہل اللہ یعنی برادر خورد

به سن رفیع الدین بودند پس ما بر مزار شریف اکثر اوقات متوجہ به روحانیت

ایشاں می نشستیم پس راہ حقیقت بر ما کشادہ شد پس ازیں حکایات

تنبیہ بر قرب ارتحال خویش کردند۔

روزے فرزندان گرامی را بشارات نواختند و به شیخ عبدالعزیز خطاب

نمودہ فرمودند کہ فرزند م شیخ محمد را نسبتے مع اللہ مانند نسبت شاہ حسین

فلاں کہ نطق نمودند و از خاطر رفت. خواہد شد و نام تو در ملاء اعلیٰ حجۃ اللہ

است و نام رفیع الدین ابو العجائب اعنی تسخیر عناصر وے را باشد کہ ہر چہ

از زبان او برآید صورت وقوع گیرد و نام عبدالقادر معین الحق کہ ترجمہ

را به مال یا به نوعے دیگر اعانت نماید. پس شیخ عبدالعزیز عرض نمودند کہ آیا

ما را ولایت نہ خواہد بود فرمودند نصیبہ تو کہ حجۃ اللہ جارحۃ الٰہی می باشد

در اتمام مراد بے تعالیٰ۔ الحمد للہ در ہر یکے از ایشاں آنچہ ایں بشارات

ظاہر و باہر است (صفحہ ۳۶۳) ترجمہ حصہ دوم

یعنی ایک دن بعض تقریبات کے دوران اپنے فرزند شیخ عبدالعزیز

سے جو ظاہراً اور باطناً آپ کے خلف صدق ہیں فرمایا کہ ہمارے والد ماجد

جب دنیا سے آخرت کو منتقل ہوئے ہماری عمر تمہاری اس عمر کی طرح تھی

اور میرے چھوٹے بھائی میاں اہل اللہ کی عمر رفیع الدین کی سی عمر تھی۔ میں

آپ کے مزار شریف پر آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا

پھر مجھ پر راہ حقیقت کھل۔ ان حکایات کے بعد آپ نے آگاہ کیا کہ میری

رحلت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

ایک دن آپ نے اپنے چار فرزندان گرامی کو بشارات عظیمہ سے نوازا

آپ نے شیخ عبدالعزیز سے فرمایا میرے فرزند شیخ محمد کو اللہ سے نسبت فلاں

شاہ حسین۔ آپ نے بیان فرمایا تھا جو میرے ذہن سے اتر گئی ہے۔ کی

نسبت کی طرح ہو گی۔ اور تمہارا نام ملاء اعلیٰ میں حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین

کا نام ابو العجائب ہے۔ ان کو عناصر کی تسخیر حاصل ہو گی جو بات کہیں گے

وہ ہو گی اور عبدالقادر کا نام معین الحق ہے، وہ مال سے یا دوسرے طریقہ

سے حجۃ اللہ (شیخ عبدالعزیز) کی مدد کریں گے۔ یہ سن کر شیخ عبدالعزیز نے

آپ سے کہا کہ کیا ولایت مجھ کو نہ ملے گی۔ آپ نے فرمایا تو مجھے نہیں

حجۃ اللہ، اللہ تعالیٰ کا آلہ ہے۔ وہ اس سے مراد کی تکمیل کرتا ہے۔

محمد عاشق نے کہا ہے۔ الحمد للہ سب میں بشارات کے آثار صاف طور پر
ظاہر ہیں۔

تشریح۔ اس مبارک قطعہ میں دو واقعات کا بیان ہے۔

پہلے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے فرزند دوم شاہ عبدالعزیز سے
فرمایا کہ حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت میری عمر اتنی تھی جتنی اب
تمہاری عمر ہے۔ میں ان کے مزار شریف کے پاس ان کی روحانیت کی طرف
متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا تا آں کہ راہ حقیقت مجھ پر کھلی۔

افسوس ہے اب مدعیان سنت و اصحاب توحید کے نزدیک یہ
عمل شرک میں داخل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو جو نعمت ملی اس کی
ابتدا ان کے والد ماجد کی مرقد مبارک سے ہوئی اور اس کا اتمام سردار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ پہ ہوا، وہ روضۂ مقدسہ جس
کی زیارت، سراسر سعادت کا شوق امیر المومنین حضرت عمر فاروق
کعب احبار کو دلا رہے ہیں۔

دوسرے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے صرف چار صاحبزادوں
شیخ محمد، شیخ عبدالعزیز، شیخ رفیع الدین، شیخ عبدالقادر کو بشارات
سے نوازا ہے اور جناب شیخ محمد عاشق نے لکھا ہے کہ بشارات کے آثار
صاف طور پر ثابت ہیں لہ

۱۱ چوں سلخ محرم سَنَةَ سِتٍّ وَسَبْعِيْنَ بَعْدَ الْأَلْفِ وَمِائَة

لہ حضرت اقدس کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادگان کی عمریں ۱۔ شیخ محمد تقریباً
۲۹ یا ۳۰ سال ۲۔ شیخ عبدالعزیز ۱۶ سال چھ ماہ ۳۔ شیخ رفیع الدین ۱۳ سال ۴۔ شیخ
عبدالقادر تقریباً ۹ سال ۵۔ شیخ عبدالغنی ۵ سال تھیں۔

رسید کہ از عمر شریف سال شصت و دوم شروع شدہ بود وقت صبح
روز شنبہ مرزا جان جاناں کہ از مشاہیر طریقہ نقشبندیہ احمدیہ اند با مریدان
خویش بہ عیادت آمدند و خلوت ساختند کہ بہ جز چند کس از مخصوصان ہم
ایں بندہ ہم طفیلی شان بود، دیگرے نہ بود، ایں حلقۂ مراقبہ شد و قریب
نیم پاس ہم بہاں صحبت ماند۔ بعد ازاں چوں مجلس مراقبہ منقضی شد
مرزا رخصت خواستند ازاں وقت حال مزاج شریف متغیر گشت پس
ازاں آناً فاناً آثار انتقال ظہور نمودند تا کہ وقت ظہر ہماں روز طائر روح
پاک شاں بہ عالم قدس طیران نمود و بہ رفیق اعلیٰ پیوست۔

(ص ۲۶۳) ترجمہ ص۲ حصہ دوم

یعنی جب ۱۱۷۶ھ کے محرم کی آخری تاریخ ہوئی اور آپ کی
عمر کا باسٹھواں سال شروع ہو گیا تھا۔ ہفتہ کے دن مرزا جانِ جاناں
جو کہ طریقہ نقشبندیہ احمدیہ کے مشاہیر میں سے ہیں اپنی جماعت کے
ساتھ عیادت کے لیے آئے، خلوت کی محفل ہوئی، چند مخصوص افراد
کے علاوہ کوئی نہ تھا، یہ بندہ مخصوص افراد کا طفیلی تھا یعنی محفل میں
شریک تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ کی محفل رہی پھر مرزا نے رخصت
طلب کی، اس وقت سے شاہ ولی اللہ کے مزاج شریف میں تغیر ہوا
اور لحظہ بلحظہ موت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے چنانچہ اسی دن ظہر
کے وقت طائر روح پاک نے عالم قدس کو پرواز کی اور رفیق اعلیٰ
سے جا ملا۔ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيْحَهٗ۔

تشریح۔ آپ کی وفات ظہر کے وقت، ہفتہ کے دن ۳۰ ماہ محرم الحرام
۱۱۷۶ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۷۶۲ء کو دہلی میں ہوئی اور صاحب الامداد

کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب محمد عاشق نے حضرت میرزا کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ کا اسم گرامی شمس الدین حبیب اللہ جانِ جاناں ہے اور مظہر آپ کا تخلص ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میرزا جان ہے۔ آپ کا نسب محمد بن حنفیہ کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ۲۸ واسطوں سے پہنچتا ہے۔ چوں کہ آپ کے جدِ اعلیٰ نے سلاطین تیموریہ کی بیٹی سے شادی کی تھی میرزا کا خطاب پایا اور دربار کے امرا میں ان کا شمار ہوا۔

لفظ میرزا کی اصل امیرزادہ ہے۔ کثرت استعمال سے میرزا اور پھر مرزا ہو گیا۔

آپ کی ولادت گیارہ رمضان ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ کی ہے۔ آپ کے احوال شاہ غلام علی نے مقاماتِ مظہری اور کمالاتِ مظہری میں اور شاہ نعیم اللہ نے بشاراتِ مظہریہ اور معمولاتِ مظہریہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

مقاماتِ مظہری مطبع احمدی ۱۲۶۹ھ کے صفحہ ۳۲ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ

"مجھ کو اللہ نے ایسا صحیح کشف عنایت کیا ہے کہ روئے زمین کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، سب مجھے ہاتھ کی ہتھیلی کی لکیروں کی طرح نظر آتا ہے، اس وقت حضرت میرزا جان جاناں کا مثل کسی ملک اور کسی شہر میں نہیں ہے جس کو مقامات کے سلوک کی آرزو ہو اُن کی خدمت میں جائے"

یہ لکھ کر حضرت شاہ غلام علی نے لکھا ہے آپ کے زمانے سے یہ [illegible]

حضرت شاہ ولی اللہ کے اصحاب استفادہ کے لیے آپ کے پاس آتے اور لکھا ہے حضرت شاہ ولی اللہ خطوط میں آپ کو ان القاب سے یاد کرتے تھے۔

"متع اللہ المسلمین بافادات فیہ الطریقۃ الاحمدیۃ و زوی ریاض الطریقۃ بتوجہات نفسہ الزکیۃ آمین"

اور خدائے عز وجل آں قیم طریقہ احمدیہ و داعی سنن نبویہ را دیرگاہ داشتہ طالبین را متمتع و مستفید گرداناد" اور خدائے عز وجل آں قیم طریقہ احمدیہ خصوصاً و طریقہ صوفیہ عموماً و آں متحلی بانواع فضائل و فواضل را دیرگاہ سلامت داشتہ انواع برکات، برکافہ انام مفتوح گرداناد۔

معمولات مظہری کے مقدمہ کے آخیر میں سامع خاں کا بیان لکھا ہے: میں شیخ محمد علی حزیں کے پاس راستہ میں ایک بلند جگہ بیٹھا تھا۔ ناگاہ حضرت میرزا گھوڑے پر سوار اس راستہ سے گزرے شیخ محمد علی حزیں نے دریافت کیا یہ جوان کون ہے۔ کسی نے کہا یہ حضرت میرزا جان جاناں ہیں محمد علی حزیں نے کہا: چشم بد دور، ہمہ دانی و ہمہ جانی۔

حضرت میرزا حضرت شاہ ولی اللہ کی بہت قدر کرتے تھے۔ سچ ہے اصحاب کمال ہی اہل کمال کی قدر کرتے ہیں کلماتِ طیبات کے صفحہ [illegible] میں آپ کا مکتوب شریف ہے۔ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے

(ترجمہ) حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اسرار و معارف اور علوم کی باریکیوں کی تحقیق میں آپ کا خاص طرز ہے ان کمالات اور ان تمام علوم کے ہوتے ہوئے آپ علماء ربانیوں میں سے ہیں محقق صوفیوں میں جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع ہوئے ہیں اور جنھوں نے علوم کا بیان کیا ہے، آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں۔"

فیوض الحرمین مطبوعہ ۱۳۰۸ھ کے صفحہ ۱۰۳ میں ہے۔

میں ائمہ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوا میں نے ان کا ایک خاص طریقہ پایا اور وہی اصل ہے اولیاء کے طریقوں کا، میں اس اصل کا بیان کرتا ہوں اور ان منضمات (جو اس سے ملے ہیں) کا بیان بھی کرتا ہوں جو اولیاء اللہ کے طریقوں میں ہوتے ہیں اور وہ اصل یہ ہے کہ یادداشت کی طرف التفات رکھی جائے۔ الخ

عاجز کہتا ہے طریقہ نقشبندیہ کی اصل طریقہ خواجگان ہے اور اس طریقہ کے سرگروہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی متوفی ۵۷۵ھ ہیں آپ کو حضرت خضر سے فوائد حاصل ہوئے ہیں آپ کے آٹھ ارشادات ہیں جو ان کے طریقہ کی اساس ہیں ۱۔ ہوش در دم ۲۔ نظر بر قدم ۳۔ سفر در وطن ۴۔ خلوت در انجمن ۵۔ یادکرد ۶۔ بازگشت ۷۔ نگاہ داشت ۸۔ یادداشت۔

حضرات خواجگان کے نزدیک ذوق اور وجدان کی رو سے دوام آگاہی حاصل ہونے کا نام یادداشت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اسی اصل کو حضرات ائمہ اہل بیت کے طریقہ کا اصل قرار دیا ہے۔

سلام از ما رسد بر جان ایشاں — الٰہی از تو رحمت بے کراں باد

ع۱۲ (از تفہیم دوم) (حرره) مذاز درویشے اگر میل سلطنت و رغبت حکومت سرزند و ایں رغبت با الہام حق ظاہر نماید کہ برائے اعلاء کلمۃ اللہ بودہ است قبول نباید کرد و سخن او اعتبار نباید داشت کہ مفتون تسویل نفس و شیطان شدہ

ع۱۲ کشف بزکہ حصہ دوم کتاب القول الجلی میں ہے۔ بلفظہ پٹنہ لائبریری کے نسخہ میں صفحہ ۲۱ پر ہے جس کا عکس میرے پاس آگیا ہے۔ ع۱۳ تسویل۔ شیطان کا لوگوں کے نفس میں گناہ کو آراستہ کرنا۔ سخن آرائی و افترا (غیاث وغیرہ)

است، زیرا کہ وجود سلطنت فرد اولیائے ایں امت با الہام حق و انتظام امر ملت صورت نہ یافتہ مگر در حضرت امام مہدی کہ در آخر زماں پیدا می شوند کہ قیام ایں ہر دو امر با الہام الٰہی خواہند شد و غیر ایشاں ہر کہ مدعی ایں معنی شود حکم بہ بطلان او باید کرد کہ میل او از سر نفسانیت است لا غیر اصل ندارد انتہیٰ

یعنی۔ آپ نے فرمایا اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت کی رغبت ظاہر ہو اور وہ اس رغبت کو الہام حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے واسطے ہے۔ قبول نہ کیا جائے کیوں کہ یہ ہرا باغ نفس و شیطان کا بنایا ہوا ہے اس امت میں اللہ کے الہام سے ملت کے انتظام کے لیے اولیاء اللہ میں سے بجز حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے کسی اور کے لیے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے حضرت امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور انتظام امر ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعوی کرے اس کی غلط روی کا حکم کیا جائے۔ کیوں کہ اس کا یہ فعل از راہ نفسانیت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعوی کرے کہ مجھ کو الہام ہوا کہ مسلمانوں کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام آخیر دور میں حضرت امام مہدی کریں گے اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ مدار بحث و تحقیق ہیں، ایک لفظ درویش ہے اور دوسرا لفظ الہام ہے۔ درویش خدا رسیدہ

کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی لو خدا سے لگ گئی ہو اور امام دل میں اچھے خیال کے آنے کو کہتے ہیں۔ اب مکتوبات سید احمد شہیدؒ کے مکتوب ۳۶ میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۴۰ میں ہے۔

"مصلحت وقت۔ چناں اقتضا کرد کہ اقامت ایں رکن رکین اسلام بدون نصب امام بوجہ شرع صورت نمی بندد بنا علیہ بتاریخ دوازدہم جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۴۲ ہجری مقدس بہ اتفاق مشاہیر سادات کرام وعلمائے اعلام ومشائخ عظام وصاحبزادگان ذوی الاحترام وخوانین ذوی الاحتشام وجماہیر خواص وعوام از اہل ایمان واسلام بیعت امامت بردست ایں جانب واقع گردید وبروز جمعہ خطبہ بنام ایں جانب خواندہ شد ہر چند ایں خاکسار ذرۂ بے مقدار بحصول ایں مرتبہ منیف اولاً باشارات غیبی والہامات لاریبی مبشر بود"

اور اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۲ میں لکھا ہے یہ ہے

"مصلحت وقت کے مدنظر یہ تھی کہ اس رکن اعظم جہاد کا قائم رہنا شریعت کی رو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا۔ اس لیے ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۲۴۲ھ مقدس کو مشاہیر کرام، مشائخ عظام اور قابل احترام شہزادوں اور صاحب حشمت خوانین اور تمام خاص وعام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں پڑھا گیا"

ؔ اس کے بعد ہی حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے خطوط میں اپنے کو امیر المومنین لکھنے لگے (سوانح احمدی) دیوبند کے جلیل القدر عالم مولانا عبید اللہ سندھی تو عقیدت میں غلو کے اس مقام تک پہنچ گئے کہ وہ حضرت سید صاحبؒ کو امام معصوم بھی لکھ گئے ہیں یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے قطعاً خلاف ہے۔ (الرحیم حیدرآباد سنہ ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۹۰۲۶)

بشارت، اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں پہلے ہی دی گئی تھی:

ایسے الہامات واشارات کو جو مرہون سلطان خیال ہوں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (مکتوب ۲۹۱ اندر دفتر اول میں) معلول قرار دیتے ہیں۔ کاش مددوحین جناب سید اور ان کے رفقاء کار حضرت شاہ ولی اللہ کے اس ارشاد سراسر رشاد کو پہلے ہی ملاحظہ فرما لیتے شاہ ولی اللہ کی وفات کے ۶۹ سال بعد آپ کا یہ کشف ثابت ہوا۔ اگر سید صدیق حسن خاں اس مکاشفہ کا بھی ذکر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے۔

"جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اسی وقت سے بغاوت کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اسے امیر شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنا دیتے"

مولانا سندھی نے جو رائے لکھی ہے، وہ درست رائے ہے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے یورپ اور روس وغیرہ کے دورہ میں ہمفرے جاسوس کی رپورٹ پڑھی ہو جس کو جرمنی کی حکومت نے چھپوایا تھا اور پھر اس کا ترجمہ دوسرے ممالک میں چھپا اور اب پاکستان میں "ہمفرے کے اعترافات" کے نام سے

ؔ حضرت سید احمدؒ کی ولادت سے ۵۰ سال قبل اور آپ کے رفیق خاص عالم اجل مولانا اسمٰعیل کی ولادت سے ۷۰ سال قبل حضرت اقدسؒ اس عالم فانی سے انتقال فرما چکے تھے۔

چھپا ہے کہ کس طرح انگریزوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو سلطنت عثمانیہ کو
کمزور کرنے کے لیے تیار کیا اور پھر محمد بن سعود امیر نجد کو اس بات پر آمادہ
کیا کہ وہ محمد بن عبدالوہاب کے باطل عقائد کی حمایت کرے اور نجد کا بادشاہ
بنے۔ چنانچہ ۱۱۴۳ھ میں محمد بن سعود نے وہابی مذہب اختیار کیا۔ مذہبی امور
میں وہ ابن عبدالوہاب کا مطیع ہوا۔ اور آج تک یہی کیفیت ان دونوں گھرانوں
کی ہے۔

۳۲۔ چوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در فتح مکہ مصاریع کعبہ را گرفتہ
ایستادند جماعۂ از صنادید قریش را کہ در باب ایذاے آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سعی بلیغ داشتند و سینہاے ایشان بہ عداوت پر بود دیدند کہ ہمہ
جمع شدہ ایستادہ اند فرمودند چہ می گوئید گفتند می گوئیم کہ اَنْتَ اَخٌ کَرِیْمٌ
فرمودند شاید ارادہ می کنید قصۂ یوسف را گفتند آرے۔ فرمودند من ہم
می گوئیم لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ ایں کلمہ گفتن ہماں بود
وغل و حسد از دلہا رفت۔ ہماں غرض تحفۂ حادثہ پیدا شد۔ از باب
لطف و صفا کہ خرق عادت باشد بلاشک۔ و اصل ایں خرق عادت قوت
زہرہ بود کہ از میان نفس نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوش زدہ قواے
زہرہ را کہ در نفوس ایشاں کافرہ بودند در ہیجان آورد و ہر دو باہم طرفہ
تفاعل نمودند و طرفہ انجذابے در روحے و راحتے و بہجتے و سرورے بہ ظہور
رسید و ہم چنیں وہب بن عمیر بہ قصد کشتن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او را بر بعض امور معینہ مطلع ساختند و در ضمن
ایں مطلع ساختن طرفہ قوت زہرہ از نفس حضرت بر آمد و بر نفس وہب
خیر صفت رسید و عوت را بہ کلی بسوخت۔ و ہم چنیں ثمامہ مرزبانی در قصۂ اسلام

زوجہ ابی سفیان و... اینہا ہمہ قوت زہرہ است کہ از نفس صاحب وقتے برآمدہ
بہ نفوس دیگراں می رسد و قواے کامنۂ ایشاں را در ہیجان می آرد و
فلسے طرفہ بہ نمود می رسد، ہم چنیں در بدر قوت مریخیہ ممزوجہ بہ دو چنداں
از قوت شمسیہ ممزوج شدہ از نفس نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برجوشید
و غالب را مسخر خود گردانید و رعب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمسیر یک ماہ
منتشر گردانیدند، و ہم چنیں روز حجۃ الوداع قوت مشتری با قوت شمسیہ و
قوت قمر و قوت زہرہ و قوت زحل و قوت عطارد در ہم آمیخت۔ مِنْ
کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْہَا جُزْءٌ وَاحِدٌ۔ تا آں کہ یک چیز شد۔ در عالم تحفہ تسخیری
و تالیفی و فرمانی و تشریعی منتشر گردانید۔ (ص ۳۶۱۔۳۶۳)

یعنی فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے
دروازے کے بٹوں کو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور قریش کے سربرآوردہ لوگوں
کی ایک جماعت آپ کے سامنے کھڑی تھی جنھوں نے آپ کی ایذارسانی
میں پوری کوشش کی تھی اور جن کے سینے آپ کی عداوت سے بھرے ہوئے
تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہم کہتے ہیں
اَنْتَ اَخٌ کَرِیْمٌ۔ آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا شاید
تمھارا مقصد یوسف کا قصہ دہرانا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں بھی کہتا
ہوں۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ کچھ الزام نہیں تم
پر آج بخشے اللہ تم کو۔ اس بات کے سنتے ہی سارا مکر و حسد ان کے
دلوں سے نکل گیا۔ فتح مکہ کا مقصد یہی خرق عادت کا تحفہ تھا جو لطف
و صفا کے طریقے سے بلاشک ظاہر ہوا۔ اس خرق عادت کی اصل زہرہ کی
قوت تھی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے جوش مار کر

نکلی اور اس نے زہرہ کی ان قوتوں کو جو نفوس اہل مکہ میں کافرانہ پوشیدہ تھیں ہیجان میں ڈال دیا۔ پھر دونوں نے باہم مل کر عجب معالجہ کیا اور کیا ہی عمدہ و اعلیٰ انجذاب و خوشی و راحت و مسرت کا ظہور ہوا۔

ایسا ہی معاملہ وہب بن عمر کے ساتھ پیش آیا جب وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا۔ آں حضرت نے اس کو بعض معینہ امور خفیہ راز سے آگاہ کیا۔ آپ جب ان امور کا بیان فرما رہے تھے آپ کے نفس مبارک سے زہرہ کی قوت نکلی اور چنگاری کی طرح وہب کے نفس پر گری اور وہب کی رعونت اور خباثت یکسر جل گئی۔

اسی طرح کا قصہ ثمامہ مرزبانی اور ہند زوجہ ابو سفیان کا ہے یہ سب قوت زہرہ کی کارستانی ہے کہ صاحب دولت کے نفس سے نکلتی ہے اور دوسروں کے چھپے ہوئے قوا کو ہیجان میں ڈال کر انوکھا طلسم دکھاتی ہے۔

اسی طرح بدر کے دن گرنے والی قوت اپنے سے دگنی آفتابی قوت سے گھل مل کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے جوش مار کر نکلی اور مخالف کو اپنا مطیع کر دیا اور ایک مہینہ کی مسافت تک آپ کا رعب طاری کر دیا۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے دن مشتری کی قوت، آفتابی قوت، ماہتابی قوت زہرہ کی قوت، زحل کی قوت، عطارد کی قوت سے گھل مل گئی۔ بحق واحد منہا جزء واحد۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک جزء۔ یہ سب مل کر ایک شے ہو گئیں اور اس نے تمام عالم میں مسخر کرنے، مالوف کرنے حکم نافذ کرنے اور ایک شریعت کا تحفہ پھیلا دیا۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی حقیقی وابستگی طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے یوں اجازت دیگر سلاسل میں بھی ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کے زمانے تک سلسلہ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان ولایت کبریٰ تک ہوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے نہایۃ النہایہ تک اس کا بیان کیا، اور آپ نے بیان کیا کہ انسان کی تخلیق میں عالم امر اور عالم خلق کے اجزا شامل ہیں۔ عالم امر کے اجزا نورانی ہیں اور وہ انسان کے سینہ میں مکین ہیں۔ یہ نورانی اجزا ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے اپنی نورانیت کھو بیٹھتے ہیں۔ اور جب خوش نصیب بندہ اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے یہ اجزا اپنی نورانیت حاصل کر لیتے ہیں اور جب وہ خوش نصیب مراقبہ کرتا ہے تو یہ نورانی اجزا پرواز کر کے اپنے اصول تک پہنچتے ہیں جو عالم امر میں ہیں۔ آپ نے پانچ نورانی اجزا کا بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو نیا طریقہ حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے ملا ہے۔ اس نئے سلسلہ کا تفصیلی بیان عاجز کی نظر سے نہیں گزرا ہے۔ آپ کے اس مبارک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان پانچ نورانی طاقتوں کے علاوہ دوسری نورانی طاقتوں کے اجزا سے بھی انسان کے سینہ کو محلّی اور مجلّی قرار دیتے ہیں۔ سورۂ حم السجدہ کی آیۃ ۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی آیات، افقوں میں اور ان کے نفسوں میں۔ دلائل قدرت میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے اس کا نمونہ انسان کا جسم ہے

نے فلک داشت نہ ملک را حاصل

آں چہ در سبز سویدا بنی آدم ہست

مجھ پہلے کتاب "القول الجلی" پر ایک مقالہ ندیم حیدر علوی کاکوروی کا دہلی کے مجلہ "تاریخ" میں چھپا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر عاجز سے کہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے نجوم اور تاثیرات کواکب کا بیان کیا ہے اور یہ کچھ مناسب نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا یہ کشوف بعض دیگر فضلا کی نظر سے بھی گزرا اور انھوں نے اس کشوف، نیز بعض دیگر کشوفات کے حذف کرنے کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں عاجز کے پاس ایک مفتی صاحب کا مکتوب آیا اور انھوں نے عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ عاجز نے تحریر کیا کہ کسی کی تالیف میں کمی بیشی کا تصرف ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی جگہ اس قبیح فعل کی برائی بیان کی ہے۔ افسوس ہے مولانا اسمٰعیل کے پیروان اس کام میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات و مکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن اور دوں کی کتابیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ، اُن کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابرین کے احوال میں خوب ہی تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولانا اسمٰعیل کا ہمنوا سب کو قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب "القول الجلی" کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے اور یہ کتاب بلا کسی تصرف کے چھپے۔ بنا بریں اس سلسلہ میں عاجز نے کچھ لکھا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی دوشنبہ ۹ شوال سنہ ۶۷۱ھ نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا کے بیان میں لکھا ہے۔ قال القشیری۔ اجمعوا علیٰ ان المراد الملائکۃ وقال الماوردی فیہ قولان احدھما الملائکۃ قالہ الجمہور

والقول الثانی ھی الکواکب السبعۃ حکاہ خالد بن معدان عن معاذ بن جبل۔ قشیری نے کہا ہے اتفاق کیا ہے علماء نے کہ الْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا سے مراد فرشتے ہیں اور ماوردی نے کہا ہے کہ المدبرات کے بیان میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں وہ ملائکہ ہیں اور یہ جمہور کا قول ہے اور دوسرے قول میں وہ سات سیارے ہیں اس قول کو خالد بن معدان نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیان کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قول کو قشیری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر عالم کا تعلق کثرت کے ساتھ نجوم کی حرکات سے وابستہ کر دیا ہے۔ اگرچہ تدبیر کرنے والا اللہ ہی ہے چونکہ یہ کام نجوم کے سپرد کر دیا گیا ہے اس لیے نجوم کو مُدَبِّرَات فرما دیا ہے یعنی تدبیر کرنے والیاں۔

علامہ سید ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی ج ۵ صـ ۲۰۳ میں وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا سے فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا تک کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ان آیات کا تعلق سیارات سے ہے۔ لکھا ہے کہ حسن و قتادہ و اخفش و ابن کیسان و ابو عبیدہ نے وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا کا حمل نجوم پر کیا ہے۔ اور ابن عباس و حسن و قتادہ و اخفش نے وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور حسن و قتادہ نے وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور الْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا کا حمل نجوم پر معاذؓ سے مروی ہے۔ تدبیر کی نسبت کواکب کی طرف مجازی ہے۔

علامہ سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین نے رسالہ سَلُّ الحُسَام الہندی میں جو کہ ان کے مجموعہ رسائل کے دوسرے حصہ میں ہے لکھا ہے

قال الامام المرغینانی صاحب الهدایۃ فی کتابہ مختارات
النوازل واما علم النجوم فهو فی نفسہ حسن غیر مذموم
یعنی ہدایہ کے مؤلف امام مرغینانی نے اپنی کتاب مختارات النوازل میں
لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ اچھا علم ہے اور وہ مذموم نہیں ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک
سیارات کی قوت فعالہ نورانی طاقت ہے۔ اور ان نورانی طاقتوں سے
انسان کا سینہ معمور ہے اور وہ پاک نفوس کہ جن کے سینے آماجگاہ تجلیات
وانوار ہیں ان طاقتوں سے بحکم الٰہی کام لیتے ہیں۔ آپ کے بیان پر کوئی
ایراد وارد نہیں ہوتا۔ اسرار و معارف کا اظہار آخر وقت تک اللہ کے
نیک بندے کرتے رہیں گے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

۱۴ از قسم سوم۔ خدمت ایشان روز عرس مخدوم جمال الدین قدس سرہ
در موضع جھلاودہ بہ زیارت قبر ایشان رفتند، در انجا ازدحام بسیار بود
وحجان کثیر ہجوم کردہ قبر او شان را تقبیل می کردند، خدمت ایشان
آں جا قدرے توقف نمودہ از مقبرہ برآمدہ بیرون آں نشستہ و فرمودند
تا شخصے بقید حیات می باشد ہر چند یاد حق می کند دراں ترقیات می نماید
اما بسبب علاقۂ جسمانیہ از بشریہ ناسوتیہ خلاصی او را بالکلیہ میسر نیست
و چوں ازیں عالم انتقال نمود دراں ہنگام از بشریت بالکلیہ نجات
حاصل می شود و صفت لاہوت غالب می گردد لہٰذا مسجود می شود

(ص ۳۸۷)

یعنی حضرت مخدوم جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے دن آپ
موضع جھلاودہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے

وہاں بہت بھیڑ تھی، آپ کی قبر شریف کے حجرے میں کثرت سے لوگ
مصروف تھے آپ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا پھر مقبرہ سے باہر
آکر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے جس قدر بھی
وہ اللہ کی یاد کرتا ہے اس کو ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور جسمانی
تعلق کی وجہ سے بشریت اور عالم اجسام کی بندشوں سے پوری طرح
چھٹکارا نہیں پا سکتا، اور جب وہ اس جہاں سے رخصت ہو جاتا ہے
اس وقت اس کو بشریت کے عوارض سے پوری طرح نجات حاصل
ہو جاتی ہے اور اس پر لاہوتی صفت غالب آجاتی ہے لہٰذا لوگ اس
کی طرف جھکتے ہیں۔

تشریح۔ حضرت نے اس مبارک ملفوظ میں ناسوت اور لاہوت
کے الفاظ استعمال کیے ہیں ناسوت عالم اجسام کا نام ہے جس وقت
روح جسم میں داخل ہوتی ہے دور ناسوتی کا آغاز ہوتا ہے اور
پھر جب خوش نصیب بندہ اپنے مولیٰ جل شانہ کی یاد کرتا ہے اور
تجلیات اسماء الٰہیہ سے محظوظ ہوتا ہے وہ مقام ملکوت پر فائز
ہوتا ہے اور جب مرتبۂ صفات میں اس کو فنائیت حاصل ہوتی
ہے مقام جبروت حاصل کرتا ہے اور جب وہ خوش نصیب
ذات بحت الٰہی کی تجلیات کی آماجگاہ بنتا ہے۔ مقام لاہوت
حاصل کرتا ہے اور جب تک روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے وہ اس
مقام کو بتمام و کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جب اس کی روح قفس
تن سے پرواز کر جاتی ہے وہ مقام قدس کے نزدیک ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ
فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔

میں ایسے خوش نصیبوں کا بیان ہے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ جو لوگ
ذر طلائے ہیں، باغوں میں ہیں اور نہروں میں، بیٹھے سچی بیٹھک میں
نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔
اس ملفوظ میں حضرت نے "بندہ مسجودی شود" فرمایا ہے اس
مسجودیت کے سمجھنے کے لیے دو مبارک صحیح حدیثوں کو نظر میں رکھنا ضروری
ہے لہذا عاجز ان کا ترجمہ لکھتا ہے۔
مشکوٰۃ کے باب ذکر اللہ والتقرب الیہ میں بخاری سے روایت ہے
کہ ابوہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرماتا ہے
اللہ تعالیٰ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے اس کو میں
لڑائی سے خبردار کر دیتا ہوں اور میرا بندہ کسی شے سے بھی جو مجھ
کو بہت محبوب ہے میرا قرب نہیں پا سکتا جو کہ وہ میرے عائد کردہ
فرض سے پاتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل
کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب
مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کی وہ سماعت ہو جاتا ہوں
جس سے وہ سنتا ہے اور وہ بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور
وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں
جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر مجھ سے وہ طلب کرے البتہ میں اس کو دوں گا
اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے البتہ میں اس کو پناہ دوں گا۔ الخ
مشکوٰۃ کے الحب فی اللہ ومن اللہ میں مسلم کی ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے
محبت کرتا ہے وہ جبریل کو بلا کر کہتا ہے۔ مجھ کو فلاں بندہ سے محبت ہے

تم اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریل کو اس سے محبت ہوتی ہے اور پھر
وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ کو فلانے سے محبت ہے تم سب اس
سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں ثُمَّ يُوضَعُ
لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی
جاتی ہے الخ
یعنی زمین پر رہنے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی
ہے خود بخود دل اس کی طرف مائل ہوتے ہیں سورۂ مریم کے آخر میں ہے
ان الذین آمنوا وعملوا الصّالحات سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا
جو یقین لائے اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمان محبت: یعنی اللہ ان
سے محبت کرے گا، یا ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرے گا یا خلق کے
دل میں ان کی محبت پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ نیک بندے
جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں اور جن کا سننا، دیکھنا، پکڑنا، چلنا
سب اللہ کے واسطے ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ
عوام کے دلوں میں ڈالتا ہے پھر عوام کے دل خود بخود اس کی طرف
جھکتے ہیں، یہی ہے شان مسجودیت جو فنا فی اللہ ہونے کی وجہ سے
اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ باکمال عالم دین اور بلند مرتبہ شیخ طریقت
ہوئے ہیں حضرت میرزا جان جاناں مظہر قدس اللہ اسرارہما ان
کے متعلق فرماتے ہیں:۔ آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں؛
ایسے حضرات کے اقوال کو ان طریقوں سے حل کرنا ضروری ہے
جو حضرات مشائخ کے طریقے ہیں۔

علامہ ابن مفتی عنایت احمد کاکوروی متوفی ۱۳۲۹ھ نے حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے، آپ کے الفاظ کو نزہۃ الخواطر نے عربی میں نقل کیا ہے اس کا مفہوم اس طرح ہے۔

شاہ ولی اللہ کی مثال شجر طوبیٰ کی طرح ہے کہ تنہ اُن کے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں تمام مسلمانوں کے گھروں تک پہنچی ہوئی ہیں مسلمانوں کا کوئی گھر اور ٹھکانا ایسا نہیں جہاں اس کی ٹہنی نہ پہنچی ہو۔ اکثر لوگوں کو خبر نہیں کہ اس ٹہنی کی جڑ کہاں ہے۔

یعنی ہندوستان میں جو علم دین پھیلا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ آپ کی مبارک ذات کو کیا ہے شیخ محمد محسن صدیقی ترہٹی نے "الیانع الجنی" کے آخر میں لکھا ہے کہ میں نے دو مرتبہ علامہ عبدالحق فاروقی خیرآبادی کو کہتے سنا ہے جب کہ انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب "اِزَالَۃُ الخَفَا" کا مطالعہ کیا۔ ایک مجمع کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا (عاجز ترجمہ کرتا ہے)

"جس شخص نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ علم کا ایسا بحر ذخار ہے جس کا ساحل نظر نہیں آتا اور اُن پر اعتراض کرنے والا یا جاہلوں میں سے ایک ایسا غبی جاہل ہے جس سے سمجھنے کی توقع نہیں کی جا سکتی یا وہ اُن انعامات پر حسد کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کئے ہیں!"

لہ تعالیٰ القول الجلی کے اس ترجمہ کو بوجہ احسن طبع کرائے اور مع اصل فارسی نسخہ اہل علم اور ارباب کمال کے سامنے آئے اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی باطنی بلند پروازی اور علوِ منزلت کا علم

سب کو ہو۔

حضرت میرزا کا ارشاد "آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں" حقیقت امر کا اظہار کرتا ہے عاجز آپ کو متنبی کے اس شعر کا مصداق پاتا ہے۔

مَضَتِ القُرُوْنُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ ۔۔۔ وَلَقَدْ أَتَى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهِ

زمانے گزرے وہ اُن جیسا نہ لا سکے، اور وہ آئے تو اُن کا مثل لانے سے قاصر رہے

قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيْحَهٗ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا۔

جمعہ ۲ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ
۵ دسمبر ۱۹۸۶ء

ابوالحسن زید فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور

جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کا ولی (دوست) ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔ (ترجمہ فتح الحمید مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ وہ (اللہ) اُن کی محبت کا مرکز و محور ہو جاتا ہے اندھیروں یعنی صفاتِ نفس اور اوہامِ خیالی سے نکال کر نورِ یقین و محبت عطا فرما کر عالمِ ارواح کی فضاؤں میں لاتا ہے

نحمدہٗ ونشکرہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

تاریخِ عالم پر ایک طائرانہ لیکن بصیرت افروز نظر ڈالنے سے ہمیں یہ بھی اور عیاں ہوتا ہے کہ جب سماجی سیاسی اخلاقی اور روحانی قدریں درہم برہم ہو جاتی ہیں۔ بحر عالم میں بحران کی کیفیت طاری ہوتی ہے انتشار، افتراق، اختلاق اور پریشانی کا دور دورہ ہوتا ہے ورا ستبداد کے نتیجے کھیلی ہوئی عام خلائق شکستہ پر گر جاتے ہیں اور ان کی گرد میں

خوں چکاں ہو جاتی ہیں۔ اس وقت اسی کثافت کے ماحول میں لطافت کی بڑی جلوہ گر ہو کر ایک عالم کے لیے جنت نگاہ اور فردوس گوش کے سامان مہیا کرتی ہے اور مظلوم ہستیاں وجد کناں ہو کر پکار اٹھتی ہیں ؎

رات کو ہر ثابت و سیارہ گرم لالت تھا — صبح جب خورشید نکلا تب تو مطلع صاف تھا

ہر دور میں جب زندگی محشر بداماں ہوئی اور مصائب کی کلفت و درد آموجیں حلقۂ کام نہنگ بن کر ہر مظلوم کو ہڑپ کرنے پر آمادہ رہیں تو پھر خاصانِ حق و مردانِ خدا پردۂ غیب سے نمایاں ہوتے رہے جنھوں نے اپنی صلابت کردار اپنی بے پناہ روحانی قوتوں سے وقت کی کلائی مروڑ کر رکھ دی اور قوموں کی تاریخ میں ہر نہج و ہر جہت میں وہ عنبر فشاں روحانی خوشبو کی مہک پھیلاتے رہے جس سے مشامِ جاں مہکا۔ انھیں زندگی کو زندہ دلی اور زندہ سامانی کا اسم اعظم بتاتے رہے۔ دین جس میں اضمحلال پیدا ہو چلا تھا ان نفوس قدسی کے نفس مسیحا آسا نے اس میں ایک تازہ جان ڈال دی۔ کون دور ایسا نہیں رہا جس میں ایسے روحانی بزرگ نہیں پیدا ہوئے جو مامور من اللہ نہ ہوئے ہوں۔ وہ ہیبتِ شاہی اور جبروت سلطانی سے ہرگز ہرگز مرعوب نہ ہوئے اور ان کی جلال ہم نشینی سے ہزار ہا افراد بہرہ ور ہوئے جو تربیت یافتہ ہو کر معاشرہ کی سطح کو روحانی بلندی عطا کرتے رہے۔ ہندوستان جنت نگاہ تو بڑا خوش قسمت رہا کہ اس کی طرف حضرت سرورِ کائنات کی نگاہِ محبوبیت ہمیشہ متوجہ رہی اور ہزارہا اولیاء اللہ رسول اللہ صلعم کے حکم اور آپ کی بشارت کی بجا آوری میں تیرہ خاکدانِ ہندوستان آئے اور یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے یہاں ولایت نبوی کی اپنی روحانیت کے جوہر دکھائے۔

جہاں مسلمان فاتح ملک گیری کے لیے اس ملک میں در آئے وہیں اہل
اللہ و اولیاء اللہ کے قافلے کے قافلے بہ ایمائے اذن رسول خدا یہاں آئے وہ
اپنے ساتھ عرب کا وقار اور فصاحت و بلاغت، ایران کی کج کلاہی اور
بانکپن، ترکستان کا شکوہ و شان بھی ساتھ لائے۔ اُن کے قلوب عشق خدا
اور عشق رسول خدا میں سرشار تھے۔ ان کے نفوس قدسیہ نے یہاں کی
خاک دامنگیر کو عرفان و معرفت کے موتیوں سے مالا مال کر دیا اور بہار
کی روداد قضا نے ان کو اس طرح گلے لگایا ۔

غفلت میں تیرے ہو وہ شوخی بصد شوق   آئینہ بہ انداز گل آغوش کشا ہو

ان اولیائے کرام کے میٹھے بولوں نے زخمی دلوں پر مرہم کے سامان
فراہم کیے وہ اس ملک کے مزاج کو سمجھے اور روح اسلام جو مساوات کی
میں ایک عالم بسیط پر چھائی ہوئی ہے اس کی تعلیمات سے دلوں میں
محبت کی جوت جگا دی اور یہ کار مشاطگی اخلاق اسلامی، سلاطین کی
آمد آمد سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ افغان حکومتوں کا دور ختم ہوا
مغلوں کی حکومت قائم ہوئی اور اس دور میں بھی باوجود دنیوی جاہ و
حشمت کی ترقی کے بیشتر اولیاء کرام کی زندگی کانٹوں کے بستر پر بسر ہوتی
رہی۔ ہمایوں کے دور تک تو قدرے سکون رہا کیونکہ اس غریب کو شیر شاہ
سے مقابلہ کرتے ہی گذری پھر اکبر کا دور آیا اور اس نے مبارک و
ابوالفضل اور فیضی کے دام تزویر میں پھنس کر ایک نئے دین کو پھیلانے
کی کوشش کی اور شجر اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا بیڑہ اٹھایا۔
مشیت کی غیرت جوش میں آئی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
سرہندی کی ہستی کتم عدم سے پردۂ وجود پر جلوہ پیرا ہوئی اور مشیت کا یہ

وعدہ پورا ہوا کہ ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

انھوں نے علم جہاد بلند کیا اور بادشاہ وقت کی ہر کوشش کو جو دین
حق کا چہرہ مسخ کرنے پر تلی ہوئی تھی ناکام بنا دیا ۔

ہمہ ساز بے نیازی ہمہ سوز بے نوائی
دل شاہ لرزہ گیر و ز گدائے بے نوائے

اورنگ زیب کے بعد انگریزوں کے تسلط ہونے تک کا زمانہ ہندوستان
کے لیے ایک محشر بہ دوش اور طوفان بہ کف دور رہا۔ نادر شاہ کا حملہ
اور اس کا بے گناہ رعایا کی خوں ریزی خاندانوں کی تباہی اور محمد شاہ
رنگیلے کی رنگین مزاجی کی یادوں میں شاہی خاندان کی ذلتیں یہ
ایسا المناک باب ہے جس کے خیال سے روح تھرا جاتی ہے۔ اس دور
کے تاریخی واقعات کی تفصیل مولانا مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمۃ کی
تالیف "شاہ ولی اللہ" میں دیکھی جائے۔

اس پرفتن دور اور ظلم و ظلمت کی گھنگھور گھٹاؤں میں حضرت اقدس
مجدد ملت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ہستی ستارۂ بدر خشندہ مطلع
دین پر ابھری اور اس کا وجود سراپا جود گھنگھور گھٹاؤں میں امید کی کرن بن
کر افق حیات پر آیا۔ اس دور خزاں میں جن کی عدیم المثال دینی اور روحانی
خدمات نے احیائے دین و تحفظ دین اسلام کا بیڑہ اٹھایا۔

لیس علی اللہ بمستنکر   ان یجمع العالم فی واحد

اللہ کے لیے یہ بات بعید نہیں کہ وہ تمام عالم کو ایک فرد واحد میں جمع کر دے

بگڑے ہوئے نصیب کی آندھی کے سامنے   کیونکر چراغ تھا تہ داماں نہ بجھے

آخر چند صدی میں من حیث جامعیت ایسی جامع شخصیت آپ کے[1]
سوا دوسری نظر نہیں آتی جو بیک وقت محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ بے مثال
بلکہ مجتہد اعظم، علم معقول و منقول میں بے مثال مفکر، معاشیات و عمرانیات
میں رمز آشنا و نکتہ شناس، سیاست میں فقید المثال سیاست داں، تاریخ
میں محقق مورخ، تدبیر میں مدبرانہ ذہن کے مالک، حکیم الامت، شاعری
میں نغز گو اور قادر کلام شاعر، تصوف کے بحر بیکراں کے نہ صرف خود غواص
بلکہ ہزاروں کو ساحل پہ کنار کرنے والے انسان کامل سے

تیراک اُسے کہیے جو اوروں کو تیرائے
خود وار ہوا تو کیا اور پار ہوا تو کیا

ہم معاش و علم معاد کے بہت بڑے عالم، نباض فطرت، بارگاہ حق سے
قائم الزماں کا لقب اور دربار نبوت سے ذکی اُمتی اور لفظ امام سے مخاطب
علامہ شبلی نعمانی ربانی ندوۃ العلماء لکھتے ہیں کہ "علامہ ابن رشد
ابن تیمیہ کے بعد بلکہ انہی کے زمانہ میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے
لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا
لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھلانا تھا کہ آخر زمانہ میں جب اسلام
کا نفس باز پسیں تھا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسا شخص پیدا
ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے سامنے امام غزالیؒ، امام رازیؒ، علامہ ابن رشد کے

---

[1] بعد ختم سال محترم و معظم جناب مولانا ابو الحسن علی میاں صاحب مدظلہ ندوی القول الجلی ملاحظہ فرما
تشریف لائے تو یہ یہ الفاظ ان کو تاثیر تحسین فرمائی حضرت اقدسؒ کی کرامت کشف متعلق شاہ محمد
اسحاق و شاہ محمد یعقوب سن کر تعریف فرمایا کہ "شاہ صاحب کے شہود و کشوف کا کیا کہنا"

ته تا ته القول الجلی و فیوض الحرمین　　ه مقدمہ علم الکلام

کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔"
(احقر مترجم کے نزدیک حضرت اقدسؒ کے وجود با جود پر حضرت مولانا
رومؒ کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

در بشر روپوش گشتہ آفتاب　　فہم کن و اللہ اعلم بالصواب)

حضرت اقدس کے حالات میں یہ پہلا اور آخری اور مستند ملفوظ ہے جو آپ
کی حیات میں آپ کے حکم سے لکھا گیا جس کو حضرتؒ لفظاً لفظاً بنظر غائر
ملاحظہ فرماتے رہے اور اپنے قلم خاص سے اصلاح و حذف و اضافہ فرماتے
رہے "قول الجلی" کی تالیف پر مخلص و عاشق مولف کو فرط انبساط میں دعائیں
دیتے ہیں "جزاہ اللہ خیر الجزاء و احسن الیہ و اسلافہ و اعقابہ
و اوصلہ الی ما یتمناہ من دینہ و دنیاہ (انفاس العارفین)۔
قول الجلی اور اس کے مولف کے بارے میں محترم مولانا حکیم سید محمود
برکاتی اپنی تالیف "شاہ ولی اللہؒ اور ان کا خاندان" میں لکھتے ہیں: "شاہ محمد
عاشق پھلتی صدیقی کے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے کئی رشتے اور تعلق تھے
وہ شاہ صاحبؒ کے ماموں زاد بھائی، نسبتی بھائی (سالے)، سمدھی،
رفیق طفلی، شریک درس، شاگرد، مسترشد و خلیفہ تھے۔ شاہ محمد عاشق کی
تالیفات میں قول الجلی سر فہرست ہے۔ "حیات شاہ ولی اللہؒ" ہے جو
نہ صرف اس لحاظ سے اہم ہے کہ وہ بر عظیم کی ایک عظیم شخصیت کی
سوانح ہے اور اس موضوع پر اولین مآخذ ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اہم
ہے کہ یہ کتاب اُس فرد کی تالیف ہے جو حضرت شاہ صاحب کے کمالات
فضائل کا وارث اور امین تھا۔ اُن کی زندگی کا ہر دور جس کی نظر میں
تھا حضرتؒ کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں پر جس کی نظر سب سے زیادہ

وسیع تھی، جو ان کی تجویزوں، آرزوؤں، حسرتوں اور اُن کی تمناؤں کا
رازداں تھا۔ جو ان کی بیشتر تالیفات کا سبب تالیف تھا۔ اُن کی
اکثر تحریروں کا اولین مخاطب؛

قول الجلی کے اقوال قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ کسوٹی
ہی جس سے حضرت کے صحیح اور واقعی نظریات کا سراغ ملتا ہے۔ اسی
طرز فکر کی روشنی میں حضرت کی تعلیمات اور عملی زندگی کا صحیح نقشہ اور
ہو بہو تصویر سامنے آتی ہے۔ بعض محققین کی تحقیق ہے کہ حضرت اقدس کی
وفات یا شاہ عبدالعزیز کی وفات کے بعد سے ہی حضرت کی بعض
تصانیف کو اہل حدیث فرقہ وہابیہ نے اپنے قبضہ و تصرف میں لے کر
تحریف و الحاق کا کام بہت زور و شور اور بڑے منظم طریقہ سے کیا بلکہ بعض
کتابیں اس تنظیم کے اراکین نے خود لکھ کر حضرت اقدس سے منسوب کر کے
شائع کر دیں (جن کی اشاعت آج بھی ہو رہی ہے) اس منظم گروہ کے لیے
قول الجلی کا وجود یقیناً مضرت رساں ہوتا اسی لیے قول الجلی کو بہت
منظم طور پر تلاش کر کے جہاں جہاں ہو گی ضائع کر دیا گیا۔ یہ ایسا ملفوظ
ہے جس کو مطالعہ میں رکھنے کی خود حضرت اقدس نے اپنے مسترشدین کو
تلقین فرمائی ہے۔ آپ کے خلفاء و مسترشدین و مریدین نے یقیناً اس کی
نقول حاصل کی ہوں گی اور بکثرت ہوں گی۔ مولوی رحمٰن علی اور نواب
صدیق حسن خاں نے اپنی تالیفات میں حوالے دیئے ہیں۔ نواب صاحب
کے کتب خانہ میں (جو غالباً اب ندوہ میں منتقل ہو چکا ہے) بھی اب
اس کا پتہ نہیں۔ محترم مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی اپنے خط میں
لکھتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء تک قول الجلی ان کے کتب خانہ میں تھی مگر

اب نہیں ہے۔ قول الجلی پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت کے بعض دیگر
[illegible] پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) کو علم ہو کہ ان کے پاس بھی قول الجلی کا ایک
ناقص نسخہ ہے (واللہ اعلم بحقیقتہ و نتیجہ، عتاب نامہ خلیق صاحب مورخہ ۸ نومبر ۱۹۶۹ء
بنام سجادہ نشین صاحب خانقاہ کاظمیہ کاکوری) مگر سخت حیرت ہے کہ انھوں نے
اپنی تالیف میں اپنے نسخہ کا ذکر تک نہیں کیا اپنی تالیف شاہ ولی اللہ کے سیاسی
مکتوبات طبع دوم سنہ ۱۹۶۹ء میں کتب خانہ انور ... کے مخطوطے کے اقتباسات دیئے
اور حضرت صاحب سجادہ مدظلہ پر بہتان تراشی فرمائی "سجادہ نشین اس کے مطالعہ
کی اجازت دینے سے بھی گریز کرتے ہیں" (سیاسی مکتوبات مذکورہ صفحہ ۹) اصل واقعہ
یہ ہے کہ انھوں نے اپنے ایک ماتحت کو یہاں بھیجا کہ قول الجلی سے تاریخی مواد نقل
کر لاؤ۔ صاحب سجادہ صاحب مدظلہ نے بلا عذر و حیلہ بخوشی خاطر کتاب ان کے حوالے
کر دی۔ موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تاریخی مواد نقل کیا اور علی گڑھ لے
جا کر خلیق صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا جس سے انھوں نے اپنی تالیف مذکور
کو مزین کیا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ ان کی محنت و کاوش
کی داد دیتے یا ممنون ہوتے اپنی پروفیسری کے ...... میں مدہوش چراغ پا ہو گئے
اور گرج اٹھے کہ تم اصل کتاب کیوں نہیں لائے" اس کے بعد ہی سجادہ نشین صاحب
مدظلہ کو وہ خط لکھا جس میں حفظ مراتب کے شریفانہ رویہ کو پس پشت ڈال کر طنز و
تعریض کے تیر و نشتر چلانے کی سعی نا روا فرمائی۔ "شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات" میں
جس جگہ قول الجلی کے اقتباسات دیئے ہیں یہ بھی خود اعتمادی سے تحریر فرمایا ہے کہ
"کتاب (قول الجلی) کو ایڈٹ کر کے پیش کیا جائے گا" حضرت اقدس کے منجملہ دیگر
فیوض و نیز اپنے محترم بزرگ حضرت مولانا ابو الحسن زید صاحب فاروقی مدظلہ کی دعا
کی قبولیت (ان کا مقدمہ ملاحظہ ہو) سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب خلیق احمد صاحب کے ہاتھ نہیں
[illegible]

خلفا نے بھی آپ کے ملفوظات وحالات لکھے تھے غالباً ان کو بھی اسی تنظیم

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) پر بھی ورنہ خدا معلوم تحریفات و حذف والحاق کی کیا کیا
کرشمہ سازیاں غیر مقلدین و وہابیین سے فوائد (داؤد تحسین وغیرہ وغیرہ) حاصل
کرنے کے لیے منصۂ شہود پر آتیں۔ تحریف کی ادنیٰ مثال اسی سیاسی مکتوبات، طبع دوم صفحہ
سطر پر ملاحظہ فرمایئے "اکنوں معائنہ نمودہ می آید کہ (اب یہ دکھائی دے رہا ہو کہ)
یعنی کیا، اس تحریف سے تو جملہ ہی مہمل و بے معنی ہو گیا۔ پورا جملہ پڑھیے "اکنوں معائنہ
نمودہ می آید کہ ایں شہر کہنہ مرتع نظر بہ تحقیق می دارد (اب یہ دکھائی دے رہا ہے کہ قدیم
دہلی پر مریخ ٹھہری نظر ڈالے ہے" جس سے قدیم دہلی کی تباہی کا حضرتؒ کو یقین
ہو گیا اور پھر ایسا ہی واقع بھی ہوا۔ تھوڑے عرصہ بعد انہی صاحب کے ذریعہ
خلیق صاحب موصوف کی خدمت عالی میں یہ مودبانہ گذارش کی گئی کہ ان کے ناقص
نسخہ سے (اگر وہ مفروضہ نہیں جس کا اب یقین ہو رہا ہے) یہاں کے مکمل نسخہ کا موازنہ
و مقابلہ کر کے ان کے ناقص نسخہ کو وہیں علی گڑھ میں چند روز قیام کر کے مکمل کر دیا
جائے اور یہاں کے نسخہ میں حقائق و معارف کے بیان میں کتابت کی جو چند غلطیاں
ہیں شاید ان کے نسخہ سے تصحیح ہو جائے۔ اس مودبانہ گذارش پر وہ اپنے ان ہی
ثاقب صاحب موصوف پر جو اپنی سابقہ محنت شاقہ کی وجہ سے پُر امید تھے
غضبناک ہو کر برس پڑے اور ارشاد فرمایا کہ میں ہرگز اپنا نسخہ نہیں دکھاؤں گا
اس غصہ کے عالم میں ان کو اس کا احساس بھی نہ رہا کہ ان کا ناقص نسخہ مکمل ہو جاتا
جس میں ان کا ہی مفاد تھا۔ حضرت صاحب سجادہ مدظلہٗ کو اپنے خط میں جو تنبیہ
و نصیحت فرمائی تھی اور عقبات آخرت سے بایں الفاظ ڈرایا تھا کہ کسی اہل علم
سے کتاب کو چھپانے پر کتابیں قیامت میں فریاد کریں گی (جس کا معقول جواب
ان کو اسی وقت بھیج دیا گیا تھا) غیظ و غضب میں اپنی وہ نصیحت بھول گئے۔ اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

کی نظر لگ گئی کہ آج ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں۔ ایک معتبر مگر ناقص
نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے (جو ماضی قریب میں انجمن ترقی
اردو دہلی سے وہاں منتقل ہوا ہے) مگر افسوس صد افسوس کہ وہ بھی اس
فرقہ کے پنجۂ ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس میں سے بھی حضرتؒ کے
حالات، معمولات، حقائق و معارف، کشف و کرامات کا بیشتر حصہ ضائع
کر کے اس کو ناقص کر دیا گیا۔ حضرت کی تصانیف تفہیمات الٰہیہ، حجۃ اللہ
البالغہ وغیرہ میں جو تحریفات و الحاقات (متعلق بہ عقائد) کیے گئے
اس کی نشاندہی تقریباً ایک صدی قبل ہی حضرتؒ کے حفید سعید مولوی
سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی نے کی تھی اور لوگوں کو اس فریب مسلسل سے
آگاہ و متنبہ کر دیا تھا۔ تفصیل کے لیے انفاس العارفین مطبوعہ مطبع احمدی کا
"التماس ضروری" پڑھیے سید محمد فاروق القادری ایم اے نے انفاس العارفین

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) قیامت میں کتاب کی فریادی صدائیں جو کانوں میں گونج رہی
تھیں غصہ نے قوت سماعت پر بھی اثر ڈال دیا وہ آوازیں آنا بھی بند ہو گئیں۔ بہرحال
یہ حالت غیظ و غضب دیکھ کر ثاقب صاحب حواس باختہ ہو کر [illegible] عرفی
کے شعر کا مصداق بنے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے "بہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم"۔
غالباً خلیق صاحب کی نظر سے حدیث شریف من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ
نہیں گزری اور اگر گزری ہے تو اس کی اہمیت و عظمت ان کے دل میں کیوں کر ہو
گی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لہ رسالہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۹ء میں نے اس مخطوطہ کی فوٹو کاپی حاصل
کر لی ہے۔ اس میں اور کتب خانہ انوریہ کے مخطوطہ میں سر مو فرق نہیں ہے جو
دونوں کے مستند ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ تقی انور

کا ترجمہ چند سال قبل شائع کیا ہے اس کے مقدمہ میں تفصیل و تشریح سے مبلغین عقائد نجدیہ کے ان الحاقات و تحریفات کی وضاحت کی ہے محترم جناب مولانا حکیم محمود احمد صاحب برکاتی کی تالیف "شاہ ولی اللہؒ اور ان کا خاندان" اور اُن کے دیگر تالیفات و مضامین۔ جناب ایوب قادری صاحب کی تالیف "مقدمۂ وصایائے اربعہ" اور ان کے دیگر مضامین تذکرۂ سلیمان از مولانا غلام محمد (مطبوعہ مجلس علمی کراچی) اور بیشتر مضامین جو رسالہ "الرحیم" حیدرآباد سندھ میں شائع ہوتے رہے ہیں ان سب کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ نیز دیگر علماء محققین (علامہ شبلی نعمانی و مولانا سید سلیمان ندویؒ وغیرہ) کی تحقیق بھی اس سلسلہ کی ضرور ملاحظہ کریں۔

حضرت اقدسؒ کے اقوال و احوال و افعال پڑھ کر ہر صاف ذہن و غیر متعصب شخص پر واضح و روشن ہو جانا چاہیے کہ حضرتؒ کی طرف، تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں جو وہابیانہ عقائد منسوب و الحاق کیے گئے جن کی آج بھی تشہیر کی جا رہی ہے حضرتؒ پر محض افترا و بہتان ہے کیا نائب الرسول امام ولی اللہؒ کے بارہ میں یہ کہنے کی شرمناک جرأت کی جائے گی کہ ان کے ظاہر و باطن اور ان کے قول و فعل میں اتنا زبردست تضاد تھا (جس کو عرف عام میں دو فسلہ پن اور قرآن میں منافقت کہا گیا ہے) نعوذ باللہ من ذالک۔ حضرت اقدسؒ اور آپ کے اکابرین کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لیے علاوہ قول الجلی کے حضرت کی تالیفات انفاس العارفین۔ فیوض الحرمین الدر الثمین کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

لکھنؤ میں اسی تنظیم سے متعلق ایک مولانا نے القول الجلی کے

وہ ایک اقتباسات سن کر کہا کہ "حضرت شاہ صاحب سے لغزش ہوئی اور لغزش سے تو حضرت معاویہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔" مجھے اُن کے ذہن و فکر پر افسوس ہوا۔ کیا ایک عالم مجتہد۔ مجدد۔ امام جو زندگی بھر لغزشیں و گناہ (گناہ بھی ایسے جو ان صاحبان کے نزدیک نہ صرف بدعت سیئہ بلکہ شرک و کفر پر مشتمل ہیں) کرتا رہا اُن پر مصر رہا اپنے نظریات کی اپنے افعال و اقوال سے تبلیغ و تشہیر کرتا رہا کیا ان صاحبان کے عقائد و نظریات کے تحت ان افعال قبیحہ و اعمال شنیعہ (اُن کے نزدیک) کے بعد بھی وہ شخص مصلح امت۔ مجدد۔ مجتہد۔ امام۔ نائب الرسولؐ (جس کو خود رسولؐ نے اپنی نیابت کی خلعت عطا کی) کے بلند مراتب پر فائض رہے گا اگر رہے گا تو پھر دوسرے صوفیا اور اُن کے متبعین و مقلدین گمراہ۔ بدعتی۔ قبوریے مشرک کے تلخ الفاظ سے کیوں مخاطب کیے جاتے ہیں۔ مولانا موصوف کی اس تاویل و تمثیل پر میں کیا خود حضرت اقدس قدس سرہٗ کی روح اقدس کتنی مضطرب و بے چین ہوئی ہو گی۔ العیاذ باللہ۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکان برد

میری رائے میں علماء محققین کا یہ فرض ہے کہ وہ حضرت اقدسؒ کے تصانیف کے صرف وہ مخطوطے تلاش کریں جو حضرت کے عہد کے لکھے ہوئے ہوں یا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے عہد (تا سنہ ۱۲۳۹ھ) کے ہوں۔ ایسے مخطوطے الحاق و تحریف سے محفوظ ہوں گے۔ ہند و پاک کے کتب خانوں میں ایسے مخطوطے تلاش سے شاید مل جائیں۔ میرے کتب خانہ میں حضرتؒ کے متعدد رسائل تصوف ایسے ہیں جو حضرت کے عہد کے

مخطوطے ہیں ایک رسالہ پر حضرت اقدسؒ کے دست مبارک کی لکھی چند سطریں بھی ہیں۔

القول الجلی کا مکمل وقدیم نسخہ (مخطوطہ سنہ ۱۲۲۹ھ) صرف میرے مختصر مگر گمنام کتب خانہ انوریہ میں محض اس کی گمنامی کی وجہ سے محفوظ رہ گیا الحمد للہ کئی سال سے ہندوپاک کے بکثرت اہل علم حضرات کی فرمائش واصرار تھا کہ القول الجلی کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ والد ماجد کے حکم پر کتاب کا مطالعہ شروع کیا حضرت اقدسؒ کی خاص اصطلاحات ادق مضامین نیز کتابت کی بے شمار فاش غلطیوں سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ مطالعہ کے دوران والد کے حکم دیا پر پہلی بار اسی غرض سے میں دہلی گیا سفر سے مجھے دلچسپی نہیں نہ اس سے قبل کبھی لکھنؤ سے آگے گیا تھا حضرت اقدسؒ کے مزار پر انوار پر بصد شوق وادب حاضر ہوا۔ بعد فاتحہ خوانی آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر خاموش بیٹھ گیا اور زبان قلب سے عرض کیا یہ بھی گزارش کی کہ حضرت نے اپنی اس العارفین میں طالبین کو قول الجلی کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کا حکم دیا ہے۔ مجھ عاجز کم استعداد کو اس اہم کام (ترجمہ وتشریح) کے لیے فہم واستعداد وہمت عطا ہو۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے اپنے لطیفۂ قلب میں عجیب سی چمک بعدہٗ ٹھنڈک معلوم ہوئی ساتھ ہی اپنی ذات میں ہمت وقوت محسوس ہوئی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت اقدسؒ کی اجازت ورضا ہو اور آپ کی روحانیت سے مزید اعانت حاصل ہو گی۔ میں انتہائی مسرت وخوشی میں والہانہ انداز میں بصد تشکر قدم بوس ہو کر واپس آگیا اور توکلت علی اللہ وبعدہٗ توکلت علی تائید روح ولی اللہ،

کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا اور کتاب کو والد ماجد سے سبقاً سبقاً پڑھتا بھی رہا۔ ترجمہ کا اہتمام ونیز شرح وحواشی یہ سب حضرت اقدسؒ کی روحانی امداد وفیض ہے جو ناظرین بالتمکین کے ملاحظہ کے لیے پیش ہے خصوصاً صوفیائے کرام کے منتسبین وعلماء عوام اپنے اعتقادات درست کر کے اور نفوس کی اصلاح کر کے حضرت کے صحیح ومستقیم راستہ پر گامزن ہوں اور روح ولی اللہی سے فیض وتوجہات حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کریں میرے ترجمہ میں کوئی غلطی یا اہل نظر کو میری کم استعدادی کہیں نظر آئے تو مجھ کو ایک معمولی انسان سمجھ کر صرف نظر فرمائیں اور مجھے دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

بڑی ناشکری ہو گی اگر میں اپنے معظم ومحترم بزرگ محقق عصر حضرت مولانا ابو الحسن زید مجددی فاروقی مدظلہٗ (دہلوی) کا شکریہ نہ ادا کروں جنھوں نے تشریف لا کر میری ہمت افزائی فرمائی ترجمہ کو مختلف جگہوں سے سنا اور مفید مشورے دیے اور پسند فرمایا اور اشاعت کے لیے متعدد بار تاکید فرمائی بلکہ عہد واثق لیا۔ اپنے قلم سے مقدمہ تحریر فرما کر عطا کیا جو زیب کتاب ہے (حضرت مولانا مدظلہٗ کے قلم مبارک کا لکھا ہوا مقدمہ تبرکاً نیز سنداً کتب خانہ میں محفوظ ہے) حضرت مولانا مدظلہٗ نے جن واقعات وحالات کو اپنے مقدمہ میں شامل کیا ان کے علاوہ القول الجلی میں حضرت اقدسؒ کے مجاہدات سابقہ ومکاشفات والہامات اور بعض غیبی امور پر اطلاع نیز چند کرامات ہیں۔ راہ سلوک کے سالکین کے لیے قدم قدم پر حور کا دیں وا بھادے نفس وشیطان اور عقل جزوی پیدا کرتے ہیں ان کے ہتھکنڈوں کو پہچان کر اور ادراک کر کے ان کو مغلوب

کرنے کے مجرب طریقے بھی ہیں۔ طالبین راہ حق و بحر توحید و عرفان کے شناوروں کو معرفت کے بے بہا گوہروں کے حاصل کرنے کے مجرب طریقے ہیں۔ لیکن اس راہ میں مرشد کی ذات میں فنائیت۔ محبت و ادب و اخلاص مقدم و اولین شرائط ہیں۔ توفیق الٰہی بھی اسی وقت شامل حال ہوتی ہے۔

نہ ہر کس از محبت مایہ دار است	نہ با ہر کس محبت ساز گار است
بروئید لالہ با داغ جگر تاب	دل لعل بدخشاں بے شرار است

عقائد و معمولات کے متعلق چند مسائل حسب ذیل ہیں۔

حضرت کا اپنی صاحبزادی بی بی صالحہ کی شادی حسب رواج زمانہ دھوم دھام سے کرنا۔ اسماء کے موکلین کی طرف رجوع ہونا اور ان کے وسیلہ سے مدد حاصل کرنا۔ انگشتری (انگوٹھی) کا واقعہ جس میں ستارۂ زہرا کی میراث و اثرات تھے۔ تصور شیخ (شیخ کی برزخ قائم کرنا) کا وجوب و افادیت۔ ذکر جہر کے فوائد کثیرہ بعض عارفین کی محبت مجازی کا رمز۔ سماع کے فوائد۔ مزامیر سننے کو بھی حضرت حرام نہیں سمجھتے تھے۔ اولیا اللہ کے مزارات پر حاضری کا التزام اور ان کی روحانیت سے فیض حاصل کرنا۔ بندگان دین کی ارواح سے استمداد و حاجت روائی ہونا (حاجت دینی ہو یا دنیوی بہر حال حاجت ہے) سجدۂ تعظیمی کی حلت و حرمت فرقہ سد اسماگ۔ بابا رتن ہندی و ابو سعید حبشی کی صحابیت پر بحث۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کے مقام کی بلندی اپنی وفات کے بعد اپنے مزار شریف کے قریب ایک نو عمر (محمد صفی ولد شاہ نور اللہ بڈھانوی) پر آپ کی روح کا قرار و اختیار اور دقیق و رقیق

حقائق و معارف بیان کرنا۔ حاضرین کے سوالات کا جواب دینا جو اس نو عمر کے علم و عقل و فہم سے بالاتر تھے۔ مولف کتاب معہ دیگر حضار اس وقت موجود تھے[۱]۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ بدعت حسنہ کو نہ صرف جائز و مستحب بلکہ اس سے زائد ضروری مفید سمجھتے تھے اور اسی پر زندگی بھر عمل پیرا رہے سب سے زائد محیر العقول حضرت اقدس کا واقعۂ وفات ہے۔ وفات سے اٹھارہ سال قبل (جب عمر شریف چوالیس سال تھی۔ آپ نے اپنے اصحاب سے بیان کر کے آگاہ فرما دیا تھا۔ معینہ عمر (۵۵ سال تھی) وقت معینہ آجانے پر زہرہ کی میراث و اثرات سے عمر شریف میں پانچ سال کا اضافہ ہو جانا پھر بعض پیران طریقت کی ارواح کی تجلیات سے عکس پذیر ہونے سے دو ایک سال عمر میں مزید اضافہ ہونا (عمر بجائے پچپن سال کے قریب باسٹھ سال ہو گئی) آخر زمانہ میں (دس سال گذرنے کے بعد) دوبارہ اس مشاہدہ کو بالتفصیل بیان کرنا اور اسکا حرف بحرف صحیح ہونا۔ بعض واقعات ایسے حیرت انگیز ہیں کہ عقل انسانی ابھی ان کے ادراک و فہم سے عاجز ہے۔ دنیا کے وہ سائنس داں ڈاکٹر جو اپنے علم و فن کے ذریعہ مردہ کے قلب کو متحرک کر کے زندگی کو ڈھالنے کی فکر میں سرگرداں ہیں یا ماہرین فلکیات و سیارگان ممکن ہو آئندہ ان نکات کو حل کر سکیں۔ اس واقعہ کے ایک ایک لفظ کو انتہائی غور و خوض سے پڑھیں۔ روشن نقطہ کو مردہ جسم سے نکال کر جسم کے کان کے قریب رکھنا جہاں سے دماغ کی شریانوں کا تعلق ہے۔ مغربی ممالک کے بعض ڈاکٹروں کی جدید تحقیق ہو کر صرف حرکت قلب بند ہونے سے کلی موت نہیں

---

[۱] یہ واقعہ مقالات طریقت (مطبوعہ) میں بھی ہے۔ انکا اسم شاہ نور اللہ بڈھانوی کے صاحبزادہ کا نام ہے۔

ہوتی جب تک دماغ بے کار و اذکار رفتہ نہ ہو جائے اور وہ فوراً بے کار نہیں ہوتا بلکہ وقفہ کے بعد بے کار ہوتا ہے (وقفہ کا صحیح تعین غالباً ابھی ڈاکٹر نہیں کر سکے ہیں) اگر اس وقفہ میں قلب کی حرکت جاری کر سکی جائے اور خون کا دوران دماغ تک ہو جائے تو زندگی میں اضافہ ہو سکتا ہے لہٰ اس واقعہ کے ترجمہ کے وقت مجھے سماع موتی کا مسئلہ اور واقعات یاد آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ بدر میں کفار قریش کے مقتولین سے خطاب فرمایا۔ نیز میت کو بہ آہستگی و بہ آرام لے جانے کا حکم دیا وغیرہ وغیرہ

حضرت اقدس نے جو اپنے مکاشفات۔ واقعات۔ واردات۔ الہامات مشاہدات بیان کیے ہیں وہ اب زیادہ محیر العقول ونا ممکن نہیں کیونکہ مادی دنیا میں علم طبیعات کی ترقی نے ایسی حیرت انگیز چیزیں ایجاد کر دی ہیں کہ آج سے پچاس سال قبل اگر کوئی ان کی پیش گوئی کرتا تو لوگ اس کو فاتر العقل سمجھتے فضا کی لہروں سے اس کو مسخر کر کے انسانی ذہن نے وہ کرشمے رچائے ہیں کہ طلسم ہوش ربا کی خیالی چیزیں بھی اب حقیقت بن کر سامنے آ گئی ہیں اور اہل بصیرت عالم حیرت میں یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ

لہٰ انسان تین سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے — ماسکو ہر اپریل جانوروں پر کیے جانے والے تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان تین سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے اگر اس کے دماغ میں معمولی سا آپریشن کر دیا جائے یہ اطلاع روسی خبر رساں ایجنسی تاس نے دی ہے۔ جو چوہے اوسطاً دو سال تک زندہ رہتے ہیں وہ آپریشن کے بعد تین سال تک زندہ رہ جاتے ہیں ہوتا یہ ہے کہ نوزائیدہ چوہے کے دماغ کے کچھ ننھے اعضا بڑے چوہے کے دماغ میں پیوست کر دیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر فاطمہ عطام زادہ نے جو جانوروں سے متعلق ادارے میں کام کرتی ہیں بتایا کہ مذکورہ آپریشن نہ صرف دماغ میں حیات نو زندگی پیدا کرتا ہے بلکہ جانوروں کے بیشتر اعضا میں گرمی بڑھاتا ہے۔

اب عالم حیرت ہے فنا ہے نہ بقا ہے
حیرت کو بھی حیرت ہو کہ کیا جانیے کیا ہے

اب دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی اور ذہن انسانی کیا کیا کرشمے دکھائے گا اور طلسم رچائے گا یہ فی الوقت ہماری فہم سے بالاتر ہے نہ معلوم کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں اور ہوں گی جو انسان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتیں سمجھنا تو در کنار ہے

تری دنیا کو تجھ کو کون سمجھے جب نہیں کھلتا
کہ اک اک ذرہ کی دنیا کہاں سے ہے کہاں تک ہے

حضرت اقدس کا ارشاد ہے کہ اگر مجدد (وقت) کی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس پر اعتراض و تکفیر نہ کرنا چاہیے بلکہ دوسرے آنے والے مجدد پر چھوڑ دینا چاہیے (کہ وہ وضاحت کرے گا) کیونکہ مجدد کی بات انبیاء علیہم السلام کی بات کے مثل خطا و غلط فکر یہ سے پاک ہوتی ہے۔

القول الجلی میں مولف نے حضرت اقدس کا وصیت نامہ بھی شامل کیا ہے چونکہ اس دوران وہ متعدد کتابوں میں ہند و پاک میں شائع ہو چکا ہے اس لیے کتاب کی ضخامت کم کرنے کے لیے میں نے اس کو شامل نہیں کیا سلسلہ نقشبندیہ اور اس کے اکابرین سے مجھے جو نسبت حاصل ہے اس کا ذکر اپنی تالیف خواجہ عبید اللہ احرار (مطبوعہ) میں لکھ چکا ہوں میرے صوری و معنوی جد بانی خانقاہ کاظمیہ عارف باللہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کو حضرت اقدس کے مسلک سے خاص شغف تھا۔ حضرت اقدس کے مسترشد خاص و خلیفہ حضرت شاہ ابو سعید بریلوی سے سلاسل ولی اللہی کی اجازت نیز اذکار و اشغال و اوراد نقشبندیہ

کی تعلیم بھی حاصل تھی تفصیل اذکار الابرار (تذکرہ حبیبی حصہ اول و
تاریخ مشاہیر کاکوری (اردو) (تذکرہ گلشن کرم (اردو) نیز تنویر البیان فی
ذکر الاسناد والاوراد (سلاسل (عربی) سے معلوم کی جا سکتی ہے ان
اذکار نقشبندیہ کے طرق و ہدایات حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندرؒ
(خلف شاہ محمد کاظم قلندرؒ) نے اپنی ضخیم تالیف ملہم الصواب فی طرق
انوار اولی الالباب (فارسی) میں لکھے ہیں۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ کے
پیر طریقت حضرت کلید عرفاں سیدنا شاہ باسط علی قلندرؒ الٰہ آبادیؒ
اور حضرت اقدس شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کے مابین بھی روابط تھے
دونوں حضرات حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ کے مسلک پر تھے

بندۂ احقر تقی انور علوی کاظمی عفی عنہ
تکیہ شریف کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ
۱۳ر شعبان ۱۴۰۷ھ

اظہارِ تشکر

یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے مقدمہ (عرض شارح) میں
اپنے جد اعلیٰ و حضرت اقدسؒ کے سلسلہ کے روابط کا مجملاً ذکر کیا ہے جیسے والد ماجد مدظلہٗ
نے اپنے والد ماجد و عم محترمین قدس سرہم سے متعدد بار سنی ہوئی روایت بیان کی کہ حضرت
شاہ محمد کاظم قلندرؒ (ولادت ۱۱۵۸ھ) ابتدائی سال میں دو بار اپنے پیر طریقت
حضرت کلید عرفاں شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور کئی
کئی ماہ حاضر رہتے تھے بیشتر کاکوری سے جانے میں رائے بریلی میں حضرت شاہ ابو سعید
بریلویؒ اور ان کے چچا حضرت شاہ لعل بریلویؒ کے پاس چند روز قیام فرماتے تھے۔
دونوں سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ واپسی میں خانقاہ سلون میں قیام فرماتے
تقریباً ۵۰ سال کی عمر تک جب تک جسم میں توانائی و طاقت رہی آپ کاکوری سے
پاپیادہ الٰہ آباد حاضر ہوتے بعدہٗ سواری پر۔ آپ نے ۱۸ سال کی عمر میں ترک دنیا
کر کے حضرت کلید عرفاںؒ سے بیعت و مجاہدات و ریاضات کر کے اجازت و خلافت
حاصل کی تھی۔ اسی لئے حضرت اقدسؒ کے تصانیف و نوادر اسی خاندان والا شان
(رائے بریلی) سے حاصل ہوئے۔

دوسرا واسطہ یہ بھی ہے کہ میرے جد مادری حضرت مولانا حاجی امین الدین علوی محدث
کاکوروی کو حضرت شاہ ابو سعید بریلویؒ نے بیت اللہ شریف میں میزاب رحمت کے نیچے اسی طرح
مرید کیا تھا جس طرح حضرت قدسؒ نے حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کو مرید کیا تھا سفر
حج حاجی صاحب کا تھا، سفر و حضر میں عرصہ دراز تک آپ کے ساتھ رہے۔ اور بعد کو رائے بریلی

بھی حاضر ہوتے رہے حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندرؒ اور حضرت شاہ ابو اللیث قلندر شاہ
ابو سعیدؒ سے بھی خاص روابط تھے۔ ان خاندانی دیرینہ روابط خصوصی تعلقات کا علم اعزاز
اس دور میں بھی ہمارے محترم و معظم حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہٗ کو بخوبی ہے۔ یہی نہیں
پر جب کبھی وہ یہاں تشریف لاتے یا کہیں لکھنؤ میں ملاقات ہوتی ہے تو ہم سب پر بڑی شفقت و
عنایت فرماتے ہیں۔ اور گاہے بگاہے ان خصوصی روابط کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

بڑی ناانصافی اور ناشکری ہوگی اگر میں ان دونوں صاحبان کا ذکر نہ کروں جنھوں نے
اسکی طباعت و کتابت کی اہم ذمہ داری لی عزیزی و محترمی آفتاب حسین مالک اسٹوڈنٹس بک ڈپو
بادشاہ نادان محل روڈ لکھنؤ جن کو آستانہ شریف سے نسبت ارادت و بیعت حاصل ہے اور
موجودہ حضرات مد اللہ ظلالہا سے بے انتہا خلوص و محبت و عقیدت رکھتے ہیں نیز حضرات
سے بہت محبت و شفقت کرتے ہیں، کہ انہی کی کاوش، سعی پیہم اور انتھک کوششوں سے یہ کتاب
منظر عام پر آسکی ورنہ عصر حاضر میں یہ کام بڑا وقت طلب ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ
تھی۔ انھوں نے کتابت، طباعت، کاغذ کی فراہمی اور جلد سازی وغیرہ کے تمام اہم
مسائل میں مجھے یکسر فارغ اور سبکدوش رکھا۔ اور بڑی محنت و دوڑ دھوپ کی۔

برادر مکرم عبد الرب صاحب علوی کا بھی بہت ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے کتابت
کے سلسلہ میں وحدت سے اشرت کا سفر کیا اور اپنی مصروفیت کے باوجود بڑی محنت
کرکے کتابت کو طباعت کے لئے مرتب کیا۔ اللہ تعالیٰ دونوں صاحبان کو کامیاب و بامراد
کرے، اور عمر جزیل عطا فرمائے۔ تادیر زندہ و سلامت اور باحق میں شاد کام رکھے۔

فقیر انوار علوی

[illegible]

فقیر انوار علوی

اور آسان فرمایا۔ درود و سلام و رحمت کاملہ ہو آپ کے آل و اصحاب پر جنہوں
نے سنن عالیہ کو اپنے تمام امور میں اور روش سلف اختیار کیا۔ اور شراب معرفت کے لبریز
جام نوش کیے۔ علوم و مقامات عالیہ پر فائز ہو گئے اور اس کو خوب حاصل کیا۔
(اور اس سے کلی طور پر مستفیض ہوئے)

چونکہ ارباب نظر و یقین اور اصحاب معرفت و وجدان پر یہ بات ثابت و محقق ہو کہ جب
اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے ولی کے ظہور کا ارادہ فرماتا ہے تو انبیاء کے کامل ترین
وارثوں کو ولی فرماتا ہے اور اس کو اپنے جوارح میں سے ایک جارحہ کے طور پر (مثل) بنا کر
آشکارہ اقوال کا سرچشمہ بنا دیتا ہے نیز اپنے کمالات کا مظہر کر دیتا ہے تاکہ لوگ اس
کی معرفت حاصل کر کے اس کی جانب مائل اور اس کی رہنمائی میں منزل مقصود کی
جانب چل پڑیں یہ اسی فیض خاص کا سلسلہ ظاہر ہوا اور اس میں حکمت یہ ہے کہ
ہر چند اس کی نسبت تمام مخلوقات کے ساتھ بالکل ویسی ہی ہو جیسی آفتاب کی
تمام پھلوں کے ساتھ کہ اگرچہ پھل آفتاب کا شعور نہیں رکھتے لیکن اس کی تمازت
سے ہی پکتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی کو اس (آفتاب) کے وجود سے واقفیت ہو جاتی
ہے تو آفتاب کی صفت تمازت کی تاثیر کا قائل ہو جاتا ہے۔

اس بنا پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا محتاج محمد عاشق[۱] المخاطب با [illegible]

۱؎ شاہ محمد عاشق پھلتی ابن شیخ عبید اللہ صدیقی ابن شیخ محمد پھلتی (ولادت رمضان ۱۱۱۰ھ
وفات ۱۱۸۷ھ یا ۱۱۸۸ھ) حضرت اقدس امام شاہ ولی اللہ الدہلوی کے حقیقی ماموں زاد بھائی
اور برادر نسبتی تھے۔ عمر میں حضرت اقدس سے چار سال بڑے تھے۔ آپ کو کتاب میں حضرت اقدس کے
حکم سے اپنا حال خود لکھا ہے۔ آپ کے فضائل میں صرف یہ دو باتیں ملاحظہ کافی ہیں کہ حضرت
اقدس کی کتاب کے ساتھ خاص نسبت تھی اور آپ کو اپنے پیر میں فنائے کامل حاصل تھی
(باقی اگلے صفحہ پر)

عبید اللہ ابن محمد پھلتی (اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی امور کی اصلاح
فرمائے) عارض مدعا ہے کہ اس کمترین سے حضرت مرشدی و مولائی ولی کامل جامع
الکمالات انسان الکامل واصل حقائق وجوبی و امکانی جن کی کیفیت عالم ملکوت
میں ابو الفیاض ہے اور سرور کائنات ﷺ کی جانب سے اکرم ذکی سے نامزد ہیں۔ نیز
حکیم الامت اور اپنے جد بزرگوار حضرت عمر فاروق ؓ کے وارث۔ اور ان اللہ ینطق
علی لسان عمر کے سر ہیں فرد ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ۔ ولی اللہ علم کے اعتبار
سے قطب الدین احمد اسم کے اعتبار سے اپنے محل نادر یہ جو آپ کی خاص سواری تھی اور آپ
کو عطا کی گئی تھی زبان اعجاز بیان سے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے (۱۷ شعبان المعظم
۱۱۴۳ھ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ جاتے وقت [illegible] کے مقام پر جو پانچویں منزل پر ہے
جہاں کچھ دقیق اسرار و حقائق و معارف بیان فرما رہے تھے ارشاد فرمایا کہ کیا کوئی ہے جو
ان حقائق و معارف کو جس کو لوگ سمجھ کر قلم بند کر لے اور اگر کوئی قلم بند کرے تو
یقیناً اس کے ضمن میں اسرار کو سند صحیح پائے گا اور فوائد عظیمہ حاصل کرے گا کیونکہ
دیگر اکثر کتابوں میں جن باتوں کا تذکرہ ہے وہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور وہ
صرف مخصوص بلکہ اخص الخواص لوگوں کا حصہ ہے۔ چنانچہ اس خاکسار نے اس حکم کے مطابق
کہ تمہارے اوقات میں تمہارے پروردگار کے انفاس مبارکہ ہیں پس تم ان کی تلاش
جستجو ضروری ہے اس نفحۂ الٰہیہ کی تلاش کو ضروری سمجھا اور اس نفس رحمانی کو غنیمت جانا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) محرم اسرار تھے حضرت اقدس کے حسب حکم آپ کے صاحبزادگان کے علوم
ظاہری و باطنی کے استاد و مربی تھے آپ کے ہی فیوض سے صاحبزادگان مالا مال ہوئے جو طریق شریعت
آپ کے مفصل حالات اب تک پردہ خفا میں تھے سب سے پہلے برادر عزیز مسعود انور علوی کاکوروی سلمہ نے شعبہ عربی
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے قول الجلی سے ہی استفادہ کر کے آپ کے حالات رسالہ برہان میں شائع کیے
ان کا وہ مضمون مقالات انور میں بھی شائع ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں اس خاکسار پر فقیر [illegible] بجائے علی مفتوح ہوا۔ چنانچہ [illegible]
میں سے مختصر استفادہ کرکے جو اس جلیل القدر کام کے لیے عزم مصمم کا نتیجہ ابتدا کی
تمہید بن گئی اور پندرھویں تاریخ ماہ مذکور کو مقطعہ میں اس کام کی ابتدا ہوئی۔ اس
نعمت عظمیٰ کا شکریہ میں کہاں تک ادا کر دوں کہ وہ میرے امکان سے باہر ہے جس نے
اس توفیق کے حاصل کرنے کی سعادت بخشی۔ چنانچہ مجھے آنجناب کی اکثر تصانیف
کے دیکھنے و مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس کتاب میں ان واقعات
اور کرامات کو ذکر ہے جو آنجناب کی ولادت باسعادت کے دن ہی سے ظاہر ہوئیں
ابتدائی۔ اور ان کو تین مضمون (حصوں) میں یہ منقسم کیا۔ قسم اول۔ مکاشفات،
واقعات، کرامات، اور قصص خاصہ کے بیان میں۔ قسم دوم۔ ارشادات اور حقائق و
معارف کے بیان میں۔ قسم سوم۔ ان اشخاص کے احوال و اقوال کے بیان میں جن کو
آنجناب سے نسبت حاصل ہے۔ بعض کو قرابت صوری اور بعض کو معنوی (اور
[illegible] بات یہ ہو) کہ کوئی بات اس کتاب میں ایسی [illegible]
[illegible] غرض نہیں [illegible] اصلاح سے [illegible]
[illegible] حضرت [illegible] تحریر کیے [illegible]
اور [illegible] لکھے وہ [illegible] کے دیگر تحریر کیے) اور چونکہ اس
فقیر [illegible] طریقت کے [illegible]
[illegible] حقیقت کا [illegible] بیان [illegible] لفظ [illegible] سے مضمون کیا اور
اس [illegible] میرے لیے کافی ہے
اور [illegible]

ا؎ [illegible] اللہ آگاہی کی نعمت عطا کرنے والا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اقدس کی ولادت سے قبل بہت سے باتیں بشارت کے طور پر آپ کے
بارے میں مختلف بزرگوں کی ارواح سے ظاہر ہوئیں چنانچہ ایک روز آپ کے والد
ماجد شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے
کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے۔ دوران فاتحہ حضرت کی روح پاک نے ظاہر ہو کر فرمایا
کو تمہارے وہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا قطب الدین احمد نام رکھنا۔ آپ نے
اس خیال سے کہ اہلیہ کا سن اس کا متقاضی نہ تھا (یعنی وہ سن ایاس کو پہنچ چکی
تھیں) اس سے یہ تعبیر لی کہ شاید حضرت کی مراد میرے پوتے سے ہو یعنی شیخ
صلاح الدینؒ (جو حضرت کے بڑے صاحبزادہ تھے) کے کوئی لڑکا پیدا ہو۔ حضرت
خواجہ نے آپ کے اس خطرہ پر مشرف (آگاہ) ہو کر فرمایا کہ میرا یہ مطلب نہیں ہے
بلکہ وہ لڑکا تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا۔ جب اس کو ایک عرصہ ہو گیا باوجودیکہ
آپ کمال تجرد سے متصف تھے اور خواہش نفسانی سے عکس اعراض تھا نیز سن شریف
بڑھاپے کی منزلوں سے گذر رہا تھا لیکن اس امر کے معنی سے

موسیٰؑ اندر درخت آتش دید ۔۔۔ سبز تر می شد آں درخت از نار

شہوت و حرص مرد صاحبدل ۔۔۔ ہم چناں داں و ہمچنیں انگار

۱؎ موسیٰ نے درخت میں آگ دیکھی۔ درخت (بجائے جلنے کے) اور سرسبز ہو گیا صاحبدل کی
کی شہوت و حرص کو اسی پر قیاس کرو۔

کا ظہور ہوا۔ اور آپ کو نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی اور میاں شیخ محمد قدس سرہٗ (جو آپ کے خلیفہ بزرگ تھے) کی بڑی صاحبزادی سے آپ نے نکاح فرمایا اور ان کے بطن سے حضرت اقدس پیدا ہوئے اور ان کے بعد آپ کے برادر خورد شاہ اہل اللہ جو کمالات ظاہری و باطنی سے متصف ہیں عالم وجود میں آئے۔ اس اثنا میں واقعہ سابقہ آپ کو یاد نہ رہا اور آپ کا نام ولی اللہ رکھا۔ بعد ازاں جب وہ بشارت مذکورہ آپ کو یاد آئی تو قطب الدین احمد بھی نام رکھا۔ الحمد للہ کہ ذات شریف دونوں ناموں کی مصداق ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ جو علم شریعت میں تفسیر و حدیث کی عالمہ تھیں اور آداب طریقت سے آراستہ اور اقلیم حقیقت کی عارفہ نیز اسم بامسمیٰ یعنی فخر النسا تھیں اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے بزرگ مردوں سے سبقت لے گئیں تھیں ایک رات نماز تہجد کے لیے اٹھیں دونوں قریب قریب نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فراغت کے بعد جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے دونوں کے مابین تھوڑا فاصلہ تھا کہ غیب سے دو ہاتھ اور برآمد ہوئے اور دعا کے لیے اٹھ گئے۔ والدہ ماجدہ یہ دیکھ کر متعجب ہوئیں ان کو متعجب دیکھ کر والد ماجد نے فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اس فرزند کے ہیں جو عنقریب عرصہ وجود میں قدم رکھے گا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ اس نماز نیز ہماری دعا میں شریک ہو۔ بعد ازاں حضرت قدس پیدا ہوئے اور سات سال کی عمر سے ہی اپنے والدین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوتے رہے اور نماز سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھاتے تھے ہر وہ بات جو آپ کے والدین کو سالہا سال قبل مشاہدہ کرا دی گئی تھی پوری ہوئی آپ کے والدین یہ دیکھ کر وہ واقعات یاد کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔

حضرت اقدس ابھی رحم مادر ہی میں تھے کہ ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ

دکنوں کو کھانا تقسیم کر رہی تھیں اور والد ماجد وہیں قریب ہی کھانا نوش فرما رہے تھے اسی اثنا میں ایک سائلہ نے آواز دی اور اللہ کے نام پر روٹی کا ٹکڑا مانگا۔ حضرت بزرگ نے پہلے خادم کے ہاتھ اسے نصف روٹی بھیجی اس کے بعد راستہ ہی سے خادمہ کو بلا کر بقیہ روٹی بھی حوالہ کی اور فرمایا کہ میرا یہ لڑکا جو شکم مادر میں ہے کہہ رہا ہے کہ راہ خدا میں پوری روٹی دینی چاہیے نصف پر اکتفا نہ کرنا چاہیے۔

ولادت باسعادت آپ کی قصبہ پھلت میں اپنے نانا کے وہاں ۴ر شوال ۱۱۱۴ھ روز چہارشنبہ بوقت طلوع آفتاب ہوئی بعض ستارہ شناسوں نے علم نجوم کی رو سے یہ کہا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت حوت کا درجہ دوم طالع میں تھا اور شمس بھی اسی درجہ میں تھا زہرہ آٹھویں، عطارد اکیسویں، زحل دسویں اور مشتری پندرھویں درجہ میں تھے اور وہ سال علویین کے قرآن کا سال تھا اور وہ (قرآن) درجہ اول میں تھا اور مریخ اس سے دوسرے درجہ میں تھا اور راس سرطان تھا اور منجملہ کرامات کے یہ بھی ہے کہ نجومیوں کے مطابق جس سیارۂ فلکی میں آپ کی ولادت ہوئی اسی میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی کہ شمس و عطارد برج حوت میں تھے اور یقیناً یہی وجہ ہے جو آپ وارث کمالات نبوت ہوئے۔ بعض اہل سعادت نے تاریخ ولادت عظیم الدین سے نکالی ہے اور محمد معظم کشمیری نے جو حضرت کے مرید خاص ہیں ایک قصیدۂ مدحیہ لکھا ہے اس طرح

جنگرہ
الرحیم
۱۱۱۴ کتوبر
سنہ ۶۳

ذنب
جدی
دلو
حوت
حمل
عطارد زحل مشتری
ثور
شمس
زہرہ
عطارد
قوس
جوزا
عقرب
سنبلہ
سرطان راس
میزان
اسد

کہ اگر ہر مصرعہ سے ایک ایک حرف نکالیں تو تاریخ ولادت "ابر کرم بحر حلم عالی نسب
والا مکان" نکلے گی اور قصیدہ کا آخری مصرعہ یہی ہے۔

سید علی جو آپ کے جد مادری کے یاران خاص میں سے تھے بیان کرتے
تھے کہ جب حضرت اقدس پیدا ہوئے تو تیسرے روز میں اپنے گھر سے حضرت
بزرگ (شاہ عبدالرحیم) کی خدمت بابرکت میں بغرض مبارکباد حاضر ہوا شرف
حضوری حاصل ہونے پر میں نے مبارکباد دی۔ آپ نے از حد مسرور ہو کر فرمایا
کہ سید علی یہ لڑکا عجیب پیدا ہوا ہے۔ ولادت کے بعد جب وہ کپڑے میں لپیٹ کر
میرے پاس لایا گیا اور میری گود میں رکھا گیا میں نے اس کو آنکھ کھول کر دیکھا
پھر اپنی نسبت کی طرف متوجہ ہوا تو اپنے کو ترقی کی جانب گامزن دیکھا اور اپنی
نسبت میں زیادتی محسوس ہوئی اور حقیقتاً یہ سب اسی نو مولود کی برکت کے سبب تھا

ابتداء سے ہی حضرت اقدس کی فطرت میں انتہا درجہ کی صفائی و پاکیزگی تھی
چنانچہ بچپن ہی سے جب کہ آپ بول بھی نہ پاتے تھے میل کچیل اور ناپاکی سے سخت
متنفر تھے۔ حتی کہ میلے کپڑے خواہ خود پہنے ہوں خواہ دوسرا جس سے آپ مانوس
ہوتے تھے کبھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اور ان باتوں میں تساہلی برتنے پر خوش نہ
ہوتے تھے۔ انھیں ایام میں ایک بار اتفاقاً والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم) جو کپڑے
پہنے تھے وہ کچھ کثیف میلے تھے آپ جب والد بزرگوار کی گود میں آئے گو کہ زبان
سے بول نہ سکتے تھے آپ کے دامن کو پکڑ کر اتارنے کا اشارہ کیا۔ حاضرین میں
سے کوئی بھی اس کو سمجھ نہ سکا۔ جب یہ واقعہ بار بار ہوا تو آپ پریشان ہو کر رونے
لگے۔ آپ کے رونے پر بھی کوئی آپ کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ ہر شخص نے بہلانا شروع
لیکن بے سود ہوا دو تین روز اسی پریشانی میں گذر گئے ایک روز والد ماجد
صاف کپڑے پہنے ہوئے آئے جیسے ہی حضرت کی نگاہ پڑی دیکھتے ہی کھل کھلا

اٹھے اور جو حزن و ملال تھا وہ فوراً رفع ہو گیا اور خوشی و مسرت رخ
انور سے پھوٹنے لگی۔ حاضرین یہ دیکھ کر بات کی تہ کو پہنچ گئے اور بہت متعجب ہوئے

آپ کے دودھ چھوٹنے کے زمانہ میں آپ کی والدہ ماجدہ نے یہ خواب
دیکھا کہ ایک مسہری بچھی ہوئی ہے اور اس مسہری پر حضرت بزرگ نماز پڑھ رہے
ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے (تو دیکھا کہ) سرخ چونچ کا ایک فاختئی رنگ پرندہ
کو مسہری کے سرہانے بیٹھ گیا اور اپنی چونچ سے ایک کاغذ کا پرزہ نکال کر ان کے
سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر دیکھا تو لفظ اللہ سنہرے حروف سے لکھا
ہوا تھا وہ پرندہ پرزہ رکھ کر اڑ گیا اس کے بعد ایک دوسرا پرندہ جس کا جسم
سبز اور چونچ سرخ تھی آکر بیٹھ گیا اور پہلے والے پرندہ کی طرح ایک کاغذ کا پرزہ
چونچ سے نکال کر سامنے ڈال دیا۔ حضرت اسے بھی اٹھا کر غور سے دیکھنے لگے
وہ بھی سنہرے حروف سے لکھا ہوا تھا پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دوسری
میں یہ مضمون تھا کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو ہم اس لڑکے کو نبی کر دیتے۔
والدہ ماجدہ فرمانے لگیں کہ ہم کو اس وقت یہ خیال ہوا تھا کہ یہ بشارت حضرت والا
کے حق میں ہے لیکن حضرت کاغذ کا پرزہ دیکھ کر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ
میں نے کہا تھا کہ تمہارا یہ لڑکا بزرگی و کمال میں ایسا اور ایسا ہوگا۔ یہ بشارت بھی
اسی بات کی مؤید ہے یہ سب وہ سچے واقعات ہیں جو بذریعہ خوابات معلوم ہوئے (کہ)
یہ بشارتیں حضرت اقدس کے متعلق تھیں۔ اس کے بعد یہ بات بھی صاف ہو گئی
کہ پہلا پرندہ حضرت بزرگ قدس سرہ کو بشارت دینے والا تھا اس بات کی کہ
اسم اللہ ذات محض کے شہود پر دلیل ہے اور فاختئی رنگ کے پرندہ سے مراد
حضرت اقدس کی شیریں بیانی اور حقائق و معارف کے بیان میں صدق لحن ہے
جس سے سننے والوں کے قلوب کا متاثر ہونا ہو اور یہ سب صفات حضرت اقدس

کی ذاتِ بابرکات میں اظہر من الشمس تھیں اور جو دوسرا پرندہ تھا وہ حضرتِ اقدس کے کمال کی بشارت دینے والا تھا اس لیے کہ ذاتِ صرف سے وصول کے بعد کشفِ مراتب کا وجدان اور احکام نشأتِ کمال نبوت سے ہی پیدا ہوتے ہیں طوطی جو فصاحت و بیان میں تمام پرندوں میں ممتاز ہو ان حقایق کو بیان کرنے کی طرف مشعر ہو اور یہ بات ذوق و وجدان اور حقایق و معارف میں جو حضرتِ اقدس کی تصنیفات میں ظاہر ہوئے ہیں نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن ہے ؎

دلیلؔ این سخن گفتارِ او بس   دلیلِ آفتاب انوارِ او بس

چونکہ آپ فاروقِ اعظمؓ کے خلف الصدق ہیں جو کو کَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ[2] لَکَانَ عُمَرُ سے مخصوص تھے لہٰذا آپ اس بشارت سے متبشر کیے گئے۔

زمانۂ طفولیت میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ کے ایک مرید نے جو اطرافِ دہلی کے تھے اور بادشاہ کے وہاں ملازم تھے حضرت اقدس کے لیے زرکار کپڑے بذریعہ بھیجا۔ گھر کے لوگوں نے اس خیال سے کہ عید قریب آ گئی ہو اس روز آپ کو پہنائیں گے لباس مذکورہ آپ سے چھپایا۔ آپ نے ازراہ کشف معلوم کر کے اس کپڑے کے بارہ میں تجسس فرمایا۔ گھر والوں نے اس کے چھپانے کی اور کوشش کی اور انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے انکار کی ذرہ برابر پروانہ کی بلکہ اس کے برآمد کرنے پر مصر ہوا اور فرمانے لگے کہ وہ زرکار لباس ہم کو دکھاؤ اور تقاضائے سن طفولیت رونے لگے۔ مجبوراً وہ کپڑا لایا گیا اور آپ نے زیب تن فرمایا۔

---

[1] اس بات کی دلیل کے لیے اس کی گفتگو ہی کافی ہے۔ (جیسے) آفتاب کی دلیل کے لیے اس کی روشنیاں (شعاعیں) ہی کافی ہیں۔

[2] اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔

شیخ عبدالکریم سوری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک دولت مند شخص خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے جوتوں کی جگہ پر بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ مجھے بخار آ گیا ہو اس کے دفعیہ کے لیے توجہ فرمائیں۔ ہمارے حضرتِ اقدس جو اس وقت بہت چھوٹے تھے اور کھیل کود میں مشغول تھے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ ایک سرخ رنگ کا عمامہ اور ایک دُلائی ہمارے لیے لاؤ بخار جاتا رہے گا۔ وہ شخص انھا یہ دونوں چیزیں لا کر حاضر کیں فی الفور شفا پائی۔

حضرت کے زمانۂ طفولیت میں ایک بار قصبۂ پھلت میں عید کے روز حضرت بزرگ قدس سرہٗ عید گاہ تشریف لے گئے اور آپ کو ایک گھوڑے پر جو سادات بارہہ میں سے ایک شخص نے نذر کیا تھا سوار فرما کر روانہ فرمایا۔ خدام ہر طرف سے آپ کو مضبوط پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ راہ میں مبارک نام صوفی نے جو آپ کے جد کے مرید تھے اور اسرارِ تصوف سے واقف تھے آپ سے کچھ سوالات دریافت کیے۔ آپ نے حقایق و معارف اس طرح بیان فرمائے کہ سامعین حیرت زدہ رہ گئے۔ اور ایسے ایسے باریک نکات زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد فرمائے جو سائل کے حوصلہ سے باہر تھے یہ حقایق اتنے زائد تھے کہ وہ اسے یاد ہی نہ رکھ سکے جس وقت بھی یہ حقایق و معارف انھیں یاد آتے وہ حیرت زدہ رہ جاتے۔

اخوند محمد دلیل جو ایک عارف و فاضل آدمی تھے نیز آپ کے والد بزرگوار کے مخصوص احباب میں تھے آپ کے جد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ چار سال کے تھے جمعہ کا دن تھا حضرت کے لیے پالکی آئی۔ سب لوگ وضو کرنے لگے۔ آپ سب سے پہلے وضو کر کے پالکی میں آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھے میں نے پوچھا بابا کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا کہ وضو ساقط ہو گیا ہے وہ کرنے جا رہا ہوں

اس غیر معمولی جواب پر میں نے متحیر ہو کر سوال کیا کہ وضو کن کن وجوہات سے ساقط ہوتا ہے۔ آپ نے وہ تمام نواقضِ وضو جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور امام شافعی نے اپنے مذہب میں ان کو اختیار کیا ہے بغیر پڑھے ہوئے شرح و بسط سے بیان فرمائے اور اتنی تفصیل سے کہ ہم کو بھی اس وقت یاد نہ تھے۔ یہ صورت مزید حیرت و تعجب کا باعث ہوئی۔

ایک بار حضرت اقدس زمانۂ طفولیت میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مراقب بیٹھے ہوئے تھے اسی حالت میں آپ پر غیبت تو یہ طاری ہوئی اور اس حالت میں جنت اور دیگر اشیائے غیب کا مشاہدہ فرمایا بعد از افاقہ اس میں کے بعض اسرار تبقاضائے وقت بیان بھی فرمائے۔

آپ کی صغر سنی کے زمانہ میں شیخ فیروز شاہ جو اپنے زمانہ کے مشہور نقشبندیہ صوفیوں میں تھے حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی ملاقات کو آئے۔ ان کا مشرب دار دنیا میں رویت بصری کے جواز میں تھا یعنی چشمِ ظاہر سے مشاہدۂ حق ہو سکتا ہے اس مسئلہ میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ سے بحث چھڑ گئی۔ آپ اپنی کم سنی کے باوجود بحث کو نظر انداز کر کے شیخ فیروز شاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہماری نگاہ انتہائی کمزور و ضعیف ہے اپنے پیچھے کی کوئی چیز نہیں دیکھ سکتی اور دُور والی اگرچہ وہ سامنے ہو لیکن بُعدِ مسافت کی وجہ سے نہیں دکھائی دے سکتی۔ بلکہ جو سر پر ہو اس کو بھی نہ دیکھ سکے گی اور اپنے نفس سے زائد آنکھ کے قریب کوئی چیز نہیں ہے جب اس کو ہی نہیں دیکھ سکتے تو ان کمزوریوں کے باوجود کیا امکان ہو سکتا ہے کہ لطیف و الطف کا معائنہ کیا جائے۔ پھر آپ نے ان ترقیات کے بارہ میں جو ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف تھیں اس طرح بیان فرمائیں کہ شیخ مطمئن و خاموش ہو گئے آپ کی اس تقریر کے بعد وہ اکثر آپ کی تعریف فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ

میں نے مادر زاد ولی اگر کسی کو دیکھا تو اس بچہ کو دیکھا۔

کوتوال شہر شاہجہان آباد جو صوفیائے کرام کا معتقد اور ان کے واقعات بحث [illegible] درویشوں کی خدمت میں آتا جاتا تھا حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور تصوف کے متعلق اپنے اشکال و شبہات دریافت کیا کرتا تھا۔ ایک دن چند اہم اور مشکل مسائل حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور بیان کرنے لگا حضرت اقدس اس وقت کھیل میں مصروف تھے جب وہ اپنے تمام شکوک بیان کر چکا تو حضرت اقدس اپنا کھیل چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور قبل اس کے کہ حضرت بزرگ جواب دیں آپ نے اس کے جوابات شافی دینا شروع کئے جب اس نے اپنے سوالات کے جوابات سن لیے تو دوسرے مزید اہم مسائل دریافت کیے اس نے جوابات بھی سن لیے۔ اسی طرح ایک ایک سوال کرتا اور جواب شافی پاتا۔ جب وہ تمام مسائل جو اس کے نزدیک نہایت ہی مشکل اور اہم تھے بیان کر کے جوابات سے مطمئن ہو گیا تو ان کی کم عمری کو دیکھ کر سخت متعجب ہوا اور متحیر ہو کر پوچھا صاحبزادے تمہارا سن تو اس کا متقاضی نہیں ہے کہ یہ تمام جوابات تم نے کسی کتاب سے معلوم کئے ہوں اس لیے کہ یہ تمام باتیں [illegible] نہیں ہیں کہ ایسی عمر میں کسی کتاب سے معلوم کی ہوں یا کسی استاد سے سن کر یاد رکھا ہو پھر یہ جوابات تم کو کہاں سے معلوم ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مجلس میں [illegible] پیشتر تمہاری مدد کو [illegible] خود مجھے بھی علم نہ تھا ان کے جوابات میرے [illegible] ہوتے رہے اور میں [illegible] سن کر وہ بے حد متعجب ہوا اور آپ کے کمال کا معترف ہوا۔

زمانۂ طفولیت میں جب آپ درس لیتے تھے تو اس زمانہ میں علاوہ [illegible]

نیز علما و فضلا بھی موجود ہوتے تھے۔ آپ اثنائے درس بحث بھی کرتے جاتے تھے
اور ایسے دقیق سوالات پوچھ بیٹھتے جن کے جوابات مشکل ہوتے۔ ایک
روز شہر مدینہ کا ایک طالب علم بھی اس حلقہ درس میں شریک تھا۔ جب اس نے
آپ کی باتیں سنیں تو سوچا کہ اس مجلس میں اتنے علما فضلا موجود ہیں اور آپ کے
معتقد ہیں اور جو بات آپ کہتے ہیں ہر طرف سے تائید و تقویت دے کر رد
کرتے ہیں اس خیال سے وہ موقعہ کا متلاشی رہا کہ خالی جگہ اور تنہا پاکر آپ کا
امتحان لیا جائے۔ جب آپ درس ختم کرنے کے بعد بمقتضائے خورد سالی سیر و تفریح
میں مشغول ہوئے تو اس طالب علم نے ایک جگہ تنہا پاکر امتحاناً چند مشکل اور اہم
سوالات آپ سے دریافت کئے۔ آپ نے اس کے تمام سوالات کے اس طرح
بالتفصیل و بالتحقیق جوابات شافی دیئے کہ اس طالب علم نے شرمندہ ہو کر
اپنے ظن فاسد سے توبہ کی۔

ایک دن شہر مدینہ میں حضرت بزرگ قدس سرہ کی مجلس میں یہ ذکر ہوا
کہ ایک دن شیخ بایزید بیٹھے ہوئے تھے اور ایک چیل ہوا میں اڑ رہی تھی
جب وہ ان کے سر کے قریب پہنچی تو آپ نے غضب کی نگاہ سے اسے دیکھا کہ وہ بے جان
ہو کر گر پڑی۔ حضرت والا سے خدمت میں عرض کیا کہ اعتراض میں لیا ہے کہ شیخ
بایزید تو خود اولیاء اللہ میں سے تھے بے وجہ شرعی کیوں انھوں نے اس چیل کو
مار ڈالا۔ حضرت بزرگ قدس سرہ جواب دینے میں غور کرنے لگے کہ اتنے
میں مولانا روحی شہر جو اس حلقہ میں موجود تھے اور بحث و مباحثہ میں بھی
طبیعت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے کہنے لگے کہ صاحبزادے اس سوال کا جواب
یہ ہے کہ جس وقت عرش سے فیض آ رہا شیخ بایزید کی طرف جا رہا
تھا وہ چیل بیچ میں حجاب ہو کے درمیان میں حائل ہو گئی اسی وجہ سے آپ نے اس کی

طرف بہ نظر غضب دیکھا اور وہ ہلاک ہو گئی۔ آپ نے فرمایا بڑے تعجب کی بات
ہے کہ اس کے فیض کے سامنے عرش و کرسی و ہفت افلاک و اجرام سماوی و
دیگر اشیاء تو حاجب ہوئے نہیں یہ ایک مشت پر اس فیض کے لیے حجاب بن گئی، کوئی
سمجھ میں نہیں آئے گا۔ جب انھوں نے یہ جواب سنا تو بہر حال انہیں بات کرنے
کی جرأت نہ ہوئی اور وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے اور حاضرین آپ کی کم
عمر میں دقیق نظری پر تعجب کرنے لگے۔

ایک بار آپ کے زمانۂ طفولیت میں حضرت بزرگ قدس سرہ کی مجلس میں
مشہور رباعی ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن — دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن
سوئے معشوق نگہے کردن و رو پیش دیدن — گاہ کافر شدن و گاہ مسلماں بودن

پڑھی جا رہی تھی اور اس کے معانی پر غور ہو رہا تھا کہ آپ نے حضرت اقدس
فرمایا کہ مصرعہ اول کے معنی یہ ہیں کہ اسلام وجہ عبادت حقیقی ہے اور اپنے کو بغیر
کسی لطیفہ اور کسی جہت کی مخالفت کے اللہ کے لیے صرف کر دینا ہو اور مصرعہ دوم
میں اشارہ ہو حضرت حق کے ساتھ دوام توجہ کا جو آداب طریقت کا غرض ہو اور
مصرعہ سوم میں مطلب یہ ہے کہ تجلیات جلال و جمال کا مشاہدہ بھی برابر ہے
(یعنی تنزیہہ محض) اور چہارم میں مراد اس کی تاثیر کا لطیفہ انسانیہ میں موثر
ہو جاتا ہے۔ جب آپ نے یہ بیان فرمایا تو سامعین ششدر رہ گئے۔

چھ سات سال کی عمر میں آپ صرف میں کتاب پنجگانہ پڑھتے تھے اثنائے
درس حضرت بزرگ قدس سرہ نے آپ کو کچھ مشکل چیزیں بتائیں اور فرمایا
کہ ملا سعد الدین تفتازانی نے ان چیزوں کے جوابات دیے ہیں اور بالکل
جدید معنی بیان کئے ہیں جو دوسروں نے نہیں بیان کیے۔ آپ نے فرمایا کہ

ان کے جوابات تو آسان ہیں اور بہت واضح طور پر سب بیان کر دیے جب
حلقۂ درس میں شریک لوگوں نے ملا سعد الدین تفتازانی کے جوابات تلاش
کر کے دیکھے تو وہ بجنسہٖ وہی تھے جو آپ بلا تامل بیان کر چکے تھے۔ تمام حاضرین
آپ کی استعداد علمی اور فہم و لیاقت نیز ذہن سریع النظری اور حدید الذہنی پر
متعجب ہوئے۔

ایک عورت تھی جس کا شوہر نہ اسے چاہتا تھا اور نہ اپنے پاس بلاتا تھا۔ آپ
ان دنوں بہت چھوٹے تھے وہ عورت ہر وقت آپ کی خدمت میں عرض
حال کرتی اور دعا کی خواہاں ہوتی تھی۔ لیکن اظہار مدعا نہیں کرتی تھی آپ کا سن
شریف ایسا تھا کہ آپ یہ سمجھتے کہ زن و شو کے تعلقات کس قسم کے ہوتے ہیں
ایک دن آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ہم کو پریشان نہ کیا کرو دعا سے کوئی فائدہ
نہ ہوگا تمہارا شوہر نہ تم سے کبھی محبت کرے گا نہ اپنے پاس بلائے گا۔ اور در اصل
استدعا سے آپ کا مطلب یہی تھا۔ تمام حاضرین آپ کے اس کشف پر متحیر
ہوئے اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی کہ اس کے شوہر نے ساری عمر اس سے التفات
نہ کیا۔

آپ کی صغر سنی میں ایک بار آپ کے بڑے ماموں شاہ عبید اللہؒ نے
مبشرہ میں دیکھا کہ جیسے بہت سے لوگ بادشاہ حقیقی یعنی حضرت خاتم الانبیا
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے ہیں
اور کہہ رہے ہیں کہ تم کو بادشاہ نے طلب کیا ہے۔ حضرت بزرگ قدس سرہٗ
بعجلت بہ دربار شاہی میں حاضر ہو گئے اور حضرت اقدس بھی آپ کے ہمراہ ہیں
جب وہاں سے اجازت پا کر رخصت ہوئے تو حضرت رسالت مآب سے ایک
خلعت حضرت بزرگ قدس سرہٗ کو عنایت ہوئی اور دوسری حضرت اقدس کو

حضرت بزرگؒ نے اسے پہننا چاہا اور ابھی پہننے بھی نہ پائے تھے کہ آپ نے بعجلت
تمام اپنے کپڑے اتار کر وہ خلعت زیب تن کر لی۔

حضرت اقدسؒ کا سن شریف بارہ سال کا ہوگا کہ ایک تقریب میں کسی عزیز
سے آپ نے فرمایا کہ ارباب ریاضات کو جو کچھ کشف و کرامات سے مکشوف ہوتا
ہے وہ پاک طینت لوگوں کو بلا ریاضت و مجاہدہ کے حاصل ہو جاتا ہے اس نے
کہا کہ اس کی کوئی مثال دیجیے تاکہ یہ بات مان لی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ
انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو جائے گا۔ اسی دن حضرت ظہر یا عصر کی نماز پڑھ رہے تھے
کہ وہ صورت عمل جو آپ کی ولادت باسعادت سے بیس یا پچیس سال پیشتر
یا اس سے کچھ زائد اُن عزیز سے بمقتضائے جوانی سرزد ہوئی تھی اور انھوں
نے اس کے چھپانے کی بہت کوشش کی تھی آپ کے سامنے ظاہر ہوئی۔ آپ نے
بغور اس کا معائنہ فرمایا کہ وہ دوپہر کا وقت ہے اور آفتاب نصف النہار پر ہے
اور ہر شخص اپنے اپنے گوشہ میں آرام کر رہا ہے کہ گھر کے ایک دالان سے ایک
عورت دراز قد میانہ عمر نکلی اس عزیز نے اس سے اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے
کو کہا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ صورت حال ان عزیز سے بیان کی
انھوں نے پہلے تو اس واقعہ سے انکار کیا لیکن جب حضرت اقدس نے فرمایا کہ
(ہو سکتا ہے غلط ہو) مجھے تو جو کچھ دکھلایا گیا ہے میں نے تم سے بیان کر دیا
اصل علم تو اللہ ہی کو ہے تب اُن عزیز نے اعتراف کیا اور اقرار کیا کہ واقعہ
مذکورہ در اصل صحیح ہے۔ اس واقعہ کے دو ہی تین روز بعد وہ عزیز اتفاق
سے کسی غیر آدمی کے گھر گیا اور وہاں اتفاقاً اس سے خلوت میں کوئی لغزش
ہو گئی جب وہاں سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے وہ پورا واقعہ
اس سے بیان کر کے فرمایا کہ یہ دوسرا گواہ ہے۔ اس وقت سے وہ عزیز دل سے

تازہ داخل ہوگئی اور معارف کا سمندر موجیں مارنے لگا اور مقام محمدی منکشف
ہوا اور مقامات اولیاء اللہ و علم آخرت و علم شرائع و علم تکوین و علم الٰہیات و علم
عجیبہ وغیرہ اور مجھ پر حکمت ربانیہ اور اس کے آداب منکشف ہوئے اور
میں ان سب سے متحقق ہوگیا ذہنی معرفت حاصل ہوگئی والحمد للہ رب العالمین

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں ایک بلند مقام
میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں اتنے لوگ از قسم خدام و زائرین جمع ہیں
بظاہر وہ مسجد نبوی معلوم ہو رہی تھی اور اس میں ایک بلند قبہ ہے جس کے چاروں
سمت بہت سے لوگ بیٹھے ہیں ان میں ایک شخص اپنے ہاتھ میں کچھ قصائد لیے
ہوئے لوگوں کو دکھلا رہا ہے اور اس بہانہ انہیں اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے میں اس
سے بہت ناخوش ہو کر وہاں سے اٹھا اور اس قبہ میں داخل ہوگیا۔ وہ شخص بھی وہاں
بغرض صدر میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس وقت مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی یعنی
یہ معلوم ہوا کہ جیسے میں زبان حق ہوگیا حضرت حق مجھ ہی سے کلام فرما رہا ہے اور مجھ
ہی سے خطاب ہو رہا ہے پھر میں اس شخص کی طرف اٹھا اور کہا کہ اَنْتَ مِنْ عُلَمَاءِ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تو ہی حیات دنیاوی کی سجادوں کے علماء میں سے ہے) اور یہ
کمی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ میری زبان پر ناطق ہوا ہے (میرے اس کہنے پر
اس شخص نے شرمندہ ہو کر اپنا سر جھکا لیا۔ پھر میں اس قبہ سے باہر آیا اپنے حال
کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری زبان اور دماغ سب عربی ہیں اور سب
سے لوگ مجھ کو اس بات کی مبارکباد دینے کے لیے جمع ہیں کہ اللہ نے میری زبان
پر نطق (کلام) فرمایا اور اس پر متعجب ہیں اور تبرکاً مجھ سے مصافحہ بھی کر رہے ہیں
اسی دوران مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ یہ وہی کلام ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ
کی زبان پر ناطق ہوا ابن عباسؓ کے بھائی کے حق میں جو ان کا دشمن تھا اور

ایذا دیتا تھا۔ اور اس خواب کی تعبیر یہ ظاہر ہوئی کہ حقانیت کی حیثیت
سے میں ہی صاحب تھا اور جھٹلانے کی حیثیت سے میں ہی مغلوب تھا
لیکن ہیئت غریبہ رسولؐ کی مناسبت سے تھی کہ انھوں نے مجھ پر قرب
فرائض افاضہ فرمایا۔ لیکن الہام کے معنی اس معاملہ میں پیغمبر رسول کی
نیابت تھی اور تفقہ فی الدین کی حیثیت سے میں ہی ابن عباسؓ تھا اور
من حیث جسمانیت کے میں ہی ان کا بھائی تھا۔ اور حق سبحانہ نے تکلم فرمایا
کہ یہ تھا۔ مقام قرب فرائض کا وصول ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم اور رحمت
عظیم سے مقربین کے بارہ میں مجمل اور مفصل طور پر مطلع فرمایا اور وہ طریقہ عطا
فرمایا جس میں رسولوں کی فرمانبرداری کی پیروی ہو ان کے احوال و مقامات
میں، اور ان کے فنون و قوانین بیان فرمائے۔ اور طریقہ مذکورہ کی تشریح
سات ادوار میں ہے۔ ایک کے اختتام سے دوسرے کی ابتدا معلوم ہوتی ہے
دورۂ اولیٰ ایمان تحقیقی ہے اور اس سے مطلب طہارت اور خلوص شرکیہ
شرور و ذنب[1] سے جو بسبب قوت عاقلہ و عاملہ کے طغیان کے اس کو لاحق ہوتا
ہے اور اس کا محو و روکنا ہے اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت سے اور
روکنا ہے مہلکات سے اور اخلاق ذمیمہ سے ...... فساد، دشمنی اور دھوکہ دہی
بدعہدی اور کذب بیانی جیسا حدیث میں ہے اور ان کا علاج عبادات پر ہمیشگی
قائم رکھنا ہے نشاط اور حسن رغبت و وسعت اور محاسبہ و سکینہ کے ساتھ اور
یہ وہ حالت ہے کہ جب بشاشت کے ساتھ قلب میں داخل ہو جاتی ہے تو
پھر نکلتی نہیں اور اس کے تقریباً ستر درجے ہیں جن میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے

---

[1] ذنب: اپنے کو نسبت دنیا و شیخ اکابرین کی طرف باوجودیکہ عمل ویسا نہ ہو

دورہ ثانیہ شرح صدر ہوا اور میں نے حقیقت انسانیہ اور نسمیہ اور اپنے جوہر
نیز جذب الٰہی کے تصادم اور اس کے غلبہ سے۔ اور دار الغرور سے علیحدگی اور
دار الخلود کی طرف رجوع اور سکون اور بعض کو توحید محبت اور بعض کو حضوری [illegible]
ہوتا ہے اور اس دورہ کے اختتام پر بعض اذکار یا کوئی [illegible] کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں۔
دورہ ثالثہ قرب نوافل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ فرماتا ہے
لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل الخ اور [illegible] ماہیت نفس ناطقہ
کے جوہر کا انکشاف ہوا اور یہ کسی طرح کا ہوتا ہے [illegible] اللہ تعالیٰ تجلی فرماتے
اس کے نفس ناطقہ کی صورت میں تجلیاً متحققاً خارجیاً اور یہ مقام حضرت
خضر اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا ہے۔ دوسرے یہ کہ بندہ کے [illegible]
محبوب اس کے نفس کی سختی کو اپنے میں [illegible] کرادے [illegible] جلی
ہوئی تھی اس کے کردی کہ اس کی حقیقت کلیتاً زائل ہو جائے اور صرف
صورت رہ جائے۔ اور یہ مقام خواجہ نقشبند کا ہے۔ لیکن جو ہم کو عطا ہوا وہ دوسرا
ہو کر پیرا تفرد ذات الٰہی میں فنا ہو گیا۔ اور واضح ہو گیا کہ یہ تفرد ذات ساذج
کی تاثیر میں سے ہے اور یہ مقام حسین ابن منصور کے گمان و خیال اور فطری
طبع کے مطابق ہے اور اس مقام میں عبادت کی حقیقت حضور ذات
بذاتہ ہے [illegible] تجلی ذاتی سے موسوم ہے۔ چوتھا دورہ حکمت ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ اور [illegible]
قرب [illegible] ماہیت بندہ کی بقا ہو ویسی ہیئت پر کہ اس کا عین ثابت
[illegible] اللہ کے قرب [illegible] فواحش سے منزہ ہوا اور اس مقام میں

لہ ایسی تجلی جو حقیقتاً پائی جائے اور نفس الامری ہو یعنی ویسی نہ ہو جو وہمی وجود رکھتی ہو [illegible]
ته اس مرتبہ میں ذات کے ساتھ اور کوئی اعتبار [illegible] ذات بحت اور ذات صرف کہتے ہیں [illegible]

علوم سابقہ اور عصمت [illegible] اور وجاہت سابقہ کا حصول ہوا اور جب مجھ کو
اس مقام پر قیام عطا فرمایا تو مجھے [illegible] علم تکوین، علم قرب بالنوافل، علم
شریعت، علم معاد اور علم عجائب الانسان مکشوف ہوئے۔ اور مجھ کو ایک
چمکتا ہوا جزو عطا فرمایا جس کی مدت ازلی تھی۔ اور مجھ کو ایک [illegible] قانون بنا دیا
... تشریع [illegible] اور جب میں اس دورہ کے آخر پر پہنچا تو مجھے اس مقام
سے یہ حکم دیا گیا کہ میں مخلوق کو [illegible] دعوت دوں۔ اور ان کو نصیحت
کروں اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ کو اس دورہ میں سکون قلب
(قضا و قدر سے منجانب حکم الٰہی ثابت ہو جائے اور صبر قدرے متحقق ہو جائے۔
پانچواں دورہ قرب فرائض ہے۔ حدیث قدسی ما تقرب الی عبدی
بشیٔ احب الی [illegible] قد افترضت علیہ میں اسی طرف اشارہ
ہے اور اس حدیث کی ماہیت حق کا بندہ کے عین ثابتہ میں تجلی وجودی متحقق
خارجی سے تجلی فرمانا ہے۔ پھر اول اسم جود رخشاں ہوا وہ [illegible] تھا جو حکایات نقیضہ
سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جس جلال نے تجلیات جمالیہ و جلالیہ سے [illegible]
فرمائی جلال قریب تھا کہ میرے نفس کو ٹکڑے کر دے اور میرے نسمہ کو توڑ پھوڑ
ڈالے لیکن جمال نے اس میں پھونکا جس طرح مشک پھونک کر بجھائی جاتی ہے
اس کے اثر سے نسمہ معدوم ہو گیا اور میں عین مطلق ہو گیا [illegible] وقت نہ کوئی
ضد تھی اور نہ کوئی ند۔ اور جب یہ دورہ ختم ہوا تو مجھ سے بعض امور پر عہد
لیا گیا۔ اول قلب و قالب کو ہمیشہ طاعت میں لگانا۔ دوم لوگوں کو مقامات
قرب کی طرف ہدایت دینا اور ان کو غیر کی عبادت و استعانت سے روکنا۔ دوسم

لہ اصطلاح میں عالم ارواح سے عالم اجسام تک جو کچھ ہے اس کو [illegible] کہتے ہیں
ته صوفیائے روح و نسمہ میں فرق کیا ہے۔

یہ کہ کسی سے رابطۂ محبت باقی نہ رہا اور نیز انبیاء علیہم السلام کی سیرت پر نمو
کرنا۔ اور ان کی سنتوں کی اتباع کرنا اور علانیہ بروجوہ احسن [illegible] سے نہ ہونا
جو دنیا ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ چھٹا دورہ قرب ملکوت ہے اور اذا احب
اللہ عبداً الخ کی حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کی اہمیت اس
کے اسم کی سیادت ہے جو اس کے صدور سے ہے [illegible] تجلی الٰہی سے [illegible] طالع ہوا
جو اس کے عین ثابت میں ان دوسرے [illegible] جو ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین
کے صدور سے طلوع ہو کر متحقق ہوئی تھی اور اس میں ان کے انوار کا انعکاس اور
کمالات کا تحقق تھا۔ اور جب میں اس دورہ کے درمیان پہنچا تو کل عالم تسخیر
و تسخیر کے لیے میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا اور مجھے بعض شریعت اور دیگر انبیاء کی
شریعتوں پر تفصیلاً و تفسیراً اطلاع عطا کی گئی اور جب میں چونکا خبردار
ہوا تو میرے اسم میں کل کمالات کا انعکاس ہوا اور آدم سے لے کر آخری
انسان تک جو قرب قیامت میں ہوگا میں ان کمالات سے انتہائی مسرور
ہوا اور میں نے ان سب کے علوم و احوال و مقامات یکبارگی اٹھائے اور
حقیقت المحبوبیت انتہائی حسین شکل میں جس کی تعریف حد بیان سے باہر
ہے میرے سامنے آئی پھر میں بیخود ہو گیا۔ اور صبح و شام کی تمیز باقی نہ رہی
پھر مجھ سے کہا گیا ادریس تم کو کل امور کلیات و جزئیات کا ظاہراً و باطناً
حاکم کر دیا۔ اور میں نے تجھ کو دوست [illegible] فرزند کہ اب تجھ پر فرض کر دیا گیا
دو تو فیر کو [illegible] ہے۔ ساتواں دورہ دورہ کمال ہے اور کنت کنزاً مخفیاً
کنیزاً الخ کی حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کی اصل بندہ کا

لہ رجال کاملین کثیر ہیں

اللہ کی طرف مختلف کمالات کے ساتھ متوجہ ہونا اور زبان استعداد سے سوال
کرنا ہے۔ عطاء کمال کی ایک دوسری قسم ہے جو گویا دوراتِ ستہ کے استغراق
و شمولیت سے حاصل ہوتی ہے اور اسی پر صورت مقدسہ کا افاضہ ہے
نیز اسی دورہ سے آنحضرت صلعم کے انتشار (نشو و نما) کی ابتدا ہے اور اس دورہ
کی خاصیت وقوع لباس حقانیت ہے یعنی ہر ملک کے نظام کو توڑ دینا اور
حق کا تمام صفات میں ظہور ہونا اور اس کی نسبت کے سوا ہر نسبت کو توڑ
دینا ہے حتیٰ یکون کل من احبہ فقد احب اللہ و کل من ابغضہ
فقد ابغض اللہ۔ جب میں نے دورہ کی ابتدا کی تو دیکھا کہ عصر کے
بعد میں بیٹھا ہوا ہوں اور مجھ سے میرا لباس سلب کر لیا گیا اور میں مجرد عریاں
رہ گیا۔ پھر رسول اللہ صلعم کی تجلیات میں سے ایک تجلی آئی اور میرے بائیں
جانب کھڑی ہو گئی اور مجھے لباس حقانیت پہنایا۔ اس کے پہنتے ہی میرا نسمہ
[illegible] ہو گیا اور اس نے تین بار حق حق حق کہا۔ پھر طمانیت حاصل ہو گئی
اور یہ حقانیت اجمالاً افاضہ تھا۔ پھر مجھ پر دائیں بائیں اور پیچھے ہر جانب
سے قطرات فیض کی بارش ہونے لگی جس سے ایسی لذت حاصل ہوئی کہ جیسے
اس کی تعریف سے تنگ اور زبانیں اس کی توصیف سے گنگ ہیں۔ عہ

لہ جس شخص نے آپ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے آپ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا
عہ یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک و فی ذلک فلیتنافس
المتنافسون و مزاجہ من تسنیم عینا یشرب بہا المقربون
سے حسنات المقربین کا سلوک شروع ہو کر سات ادوار میں مکمل ہوتا ہے۔ یہ سلوک ترقی
جاذبات کی مدد سے طے ہوتا ہے۔ ہر دور میں ایک نیا جاذبہ ان حسنات پر وارد ہوتا ہے
جس سے ان کی طبیعتیں بدل جاتی ہیں اور نفس دشمن فنا ہو جاتے ہیں اور یہ جاذبات [illegible]
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت اقدس نے اپنی ترقیات سلوک کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ میں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) سے وارد ہوتے ہیں پہلا جاذبہ ان کو ایمان حقیقی بخشے دیتا
ہو جس سے ایسی بصارت پیدا ہوتی ہو کہ ان کو عقل و عمل کے فساد سے نجات
مل جاتی ہو اور عبادت حقیقی کی توفیق عطا ہوتی ہو۔ وما امروا الا لیعبدوا
اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء و یقیموا الصلوٰۃ و یوتوا الزکوٰۃ و
ذلک دین القیمۃ۔ دوسرا جاذبہ شرح صدر کا باعث ہوتا ہو جو قسم میں
انکسار پیدا کرتا ہو اور تکبر سے نجات دلاتا ہو اس دوران کسی کو توحید عطا ہوتی
ہو اور کسی کو حضور دوام اور بعض پر لطائف ستہ کی فنا ظاہر ہوتی ہو تیسرا
جاذبہ قرب نوافل عطا کرتا ہو اس کی ماہیت نفس ناطقہ کے جوہر کا انکشاف
ہو جس کی کئی قسمیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ نفس ناطقہ کی صورت میں تجلیاً محققاً
خارجیاً ظاہر ہو تو یہ مقام حضرت خضرؑ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ہو
اگر جاذبہ نفس کی سختی کو اس طرح جلا کر خاک کر دے کہ بجز نفس کی صورت کے
کچھ باقی نہ رہے یعنی اس کے صفات بالکلیہ خاک ہو جائیں۔ اور اس کی حقیقت
کلیتاً دور ہو جائے تو یہ مقام خواجہ نقشبند کا ہو اور میرے ساتھ یہ ہوا کہ میرا
تعین ذات الٰہی میں فنا ہو گیا۔ پھر واضح ہو گیا کہ ہر تعین ذات ساذج کی
تماثیل سے ہے۔ اس مقام میں حضور ذاتہ بذاتہ لذاتہ ہو یہی تجلی ذاتی سے
موسوم ہو۔ چوتھا جاذبہ حکمت عطا کرتا ہو یہی قرب وجود ہو اور اس کی ماہیت
بندہ کی بقا ہو ایسی ہئیت پر کہ اس کا عین ثابت ازل میں اللہ کے قریب ہو
ایسا شخص پیدائشی طور پر برائیوں اور فواحش سے پاک و صاف ہوتا ہے
اس مقام میں علوم سابقہ عصمت کاملہ اور وجاہت سابقہ کا حصول ہے
(چنانچہ جب آپ کو یہ حال و مقام عطا ہوا تو آپ نے فرمایا جب مجھے اس مقام

(باقی اگلے صفحہ پر)

ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی اور ایک سیر کے بعد دوسرے سیر اور ایک

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) پر اقامت بخشی گئی تو علم اسماء، علم تکوین، علم قرب باللہ، علم شرع
علم معاد اور علم عجائب الانسان مجھ پر منکشف ہوئے اور ایک ایسا چھلکتا
ساغر عطا ہوا جس کی لذت ازلی تھی اور آخر میں اس کی زبان سے یہ علم ہوا کہ
میں تبلیغ کروں اور خلق کو اللہ کی طرف دعوت دوں اور نصیحت کروں اس
طرح تقدیر کے راز سے آگاہ ہو کر مجھے سکون قلب میسر ہوا۔ پانچواں جاذبہ
قرب فرائض عطا کرتا ہو۔ اس کی ماہیت بندہ کے عین ثابت میں حق کا تجلی
فرماتا ہو۔ مجھ پر تجلی وجوبی خارجی متحقق وارد ہوئی اور سب سے پہلے اسم انا
درخشاں ہوا جس کو ممکنات مقیدہ سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر حق جلالہٗ نے
تجلیات جمالیہ و جلالیہ سے میری تربیت کی۔ قریب تھا کہ جلال میرے نفس کو
لے جائے اور میرے نسمہ کو توڑ پھوڑ ڈالے کہ جمال نے مجھ میں پھونکا جس طرح
مشک پھونک کر بڑھائی جاتی ہو جس کے اثر سے نسمہ معدوم ہو گیا اور میں عین
مطلق ہو گیا۔ افاقہ کے بعد مجھ سے عہد لیا گیا کہ قلب و قالب کو ہمیشہ طاعت
میں لگاؤں اور دوسروں کو مقامات قرب کی طرف دعوت دوں اور ان کو
غیر کی عبادت اور استعانت سے روکوں۔ نیز یہ کہ کسی سے رابطہ محبت باقی
نہ رہو اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی سنتوں پر بھی عامل رہوں۔ اور علمائے
ظاہر کی طرح دنیا کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ چھٹا جاذبہ قرب ملکوت عطا کرتا
ہے اس کی ماہیت اسم انا کی صداقت ہو جو اسی کے صدور سے عین تجلی الٰہی کے
جو اس کے عین ثابت میں متحقق ہوئی تھی مع ان اسماء کے جو ملائکہ مقربین انبیائے
مرسلین کے صدور سے طلوع ہوئے اور ان کے انوار کا انعکاس اور ان کے
کمالات کا تحقق اسی اسم انا میں ہوا۔ اور جب میں اس دورہ میں پہنچا تو

اور وہ رحمت جو سرتاپا رحمت ہے۔ اور وہ علم جو ہر علم کا جامع ہے پھر میں نے اس میں عرفت کے اعتبار سے اپنے کمال کے مطابق فرق کیا جس کے بعد پلٹنا ممکن نہیں جس نے میری تفتیش کی تو نہ پایا میرے لیے کمال بلکہ میں خود سراپا کمال ثابت ہوا اور میرے پاس وہ علوم تھے جن کا احاطہ نہ آسمان و زمین کر سکتے تھے اور نہ سمندر و نہ ساحل سمندر۔ لیکن میں نے دنیا والوں کو پایا کہ وہ مساوات کے قائل ہیں۔ وہ غافل ہیں اور غافل ہیں (یعنی زمانہ والے یہ سمجھتے ہیں کہ جو کمالات مجھے حاصل ہوئے وہ اور لوگوں کو بھی حاصل ہیں اور مساوات کا اظہار کرتے ہیں)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار واقعہ میں حضرت لقمان حکیم کو دیکھا میں نے ان سے سوال کیا حکمت کیا ہے؟ کہنے لگے کہ عین الیقین۔ ان کی مراد اس لفظ سے یہ تھی کہ حق سبحانہٗ مدرک ہوگا اور مدرک بھی علم حضوری میں مقدس ہے۔ میں نے کہا حکمت کی شان بہت بڑی اور اس کی دلیل بہت عظیم ہے اس سبب سے کہ اس کی طرف اولیاء اللہ نے نشاندہی کی ہے کہنے لگے کہ ہاں اسے ہم بھی جانتے ہیں اور تم کو بھی بتائیں گے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو دیکھا کہ مجھکو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ انتؐ اخونا وھذا معتقدنا۔ اور ان معارف کی طرف اشارہ فرمایا جو کتاب خیر کثیر میں لکھے ہوئے ہیں۔

عالم عامل عارف کامل شاہ نور اللہ جو حضرت اقدس کے اعظم خلفاء میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس خیر کثیر کے مسائل

لہ تو ہمارا بھائی ہے اور یہ ہمارے معتقد۔

میں سے کوئی مسئلہ بیان فرما رہے تھے۔ میرے دل میں ایک الجھن پیدا ہوئی اور قلب اس بیان سے مطمئن نہ ہوا۔ جب محفل برخاست ہوئی تو میں سونے کے ارادہ سے لیٹا۔ ابھی پورے طور پر تکیہ پر سر گیا بھی نہ تھا کہ غفلت طاری ہوئی۔ اسی حال میں میں نے دیکھا کہ سرور کائنات تشریف فرما ہیں اور اس کی طرف (خیر کثیر) اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ انا اقول و قولی الحق۔ اسی وقت میں جاگ پڑا۔ غور کیا تو وہ خلش دل سے مٹ چکی تھی۔

نیز شاہ موصوف بیان فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس ایک روز مسائل تصوف بیان فرما رہے تھے اور میرا دل مطمئن نہ ہو رہا تھا۔ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے ایک بہت بڑا مقبرہ ہے اور اس مقبرہ میں حضرات ابراہیم و موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات ہیں اور ایک دوسرے نبی بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے بعد جواب سلام فرمایا کہ وہ مسئلہ حق ہے اور ان حضرات انبیاء کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

وہی بیان کرتے ہیں کہ خیر کثیر کے مسائل کے بارہ میں میرے دل میں ایک الجھن نیز مختلف قسم کے شبہات پیدا ہوئے کہ اولیائے کبار جیسے غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ و خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرارہم نے تو اس میں کلام کیا نہیں ان کی خاموشی پر کیسے اعتماد و یقین ہوگا ایک روز خواب دیکھا کہ ایک پاکباز شیخ مرتاض نورانی کھڑے ہوئے ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت غوث الاعظم کے صاحبزادہ ہیں اور ان کا نام شیخ عبدالرزاق ہے۔ میں بہ صد شوق سامنے گیا اور سلام

لہ میں جو بھی کہتا ہوں اور میرا قول حق ہے۔

کر کے معائنہ کیا۔ اس وقت میری بغل میں کتاب "خیر کثیر" ہے۔ آپ نے
پوچھا کہ یہ کون سی کتاب ہے میں نے نام بتایا۔ آپ نے کتاب بے گردتہ
ملاحظہ فرمایا اور فرمایا کہ یہی عقیدہ میرے والد بزرگوار نیز دیگر اکابر کا تھا۔
اس سے آگے کچھ نہ فرمایا۔

حضرت اقدس کا سن شریف ... سال کا تھا کہ ایک روز بلا کسی سابقہ
ارادہ و خیال کے دل اسرار منزل میں سفر کا شوق پیدا ہوا اور یار و دیار
سے ہجرت کا عزم پختہ ہو گیا۔ چوں کہ شانِ ناسوتی میں سیر الی اللہ سے مراد
سفر الی بیت اللہ ہے لہٰذا اس عزم کو حجاز کے لیے مقرر فرمایا لیکن جب کہ تمام
اعزا و اقربا حتیٰ کہ والدہ ماجدہ بھی دامنگیر ہیں اور سیر و سفر کی اجازت
نہیں دے رہی ہیں تو اس ارادہ کو تمام لوگوں سے چھپایا۔ اور دوسری
سمت عزم سفر ظاہر فرمایا اور بہ باطن قبلہ مقصود کی طرف توجہ رکھی
اور بموجب اذا جاء نہر اللہ بطل نہر عیسیٰ[1] تمام حقوق کی رعایت
اور خصوصاً اعزہ کے حقوق کی رعایت کو نظر انداز کر کے دیار محبوب کی سمت
روانہ ہوئے۔ چلتے وقت ان اصحابِ خاص سے جو آپ کے ہمراہ
چلنے کے لیے تیار ہوئے تھے اپنے ارادہ کا اظہار فرمایا چونکہ وہ سب
لوگ آپ کے جذبہ کے پروردہ تھے اور باوجودیکہ ان میں سے ایک فرد میں
کبھی پا پیادہ ایک میل بھی چلنے کی سکت نہ تھی تاہم ان سب نے ہم رکابی

---

[1] جب اللہ کی نہر آتی ہے تو عیسیٰ کی نہر باطل ہو گئی۔ نہر عیسیٰ بغداد میں ایک نہر ہے جس پر
وہاں کے قرب و جوار (دیہات) کی کاشتکاری کا دارومدار ہے۔ جب بکثرت بارش
ہوتی اور دجلہ میں پانی بھر جاتا تو وہاں کی آراضیات اس سے سیراب ہوتیں
اصطلاح صوفیہ میں یہ ہیں کہ اشیاء کا وجود ذات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ ...

کی سعادت کو غنیمت سمجھتے ہوئے بے زاد و راحلہ پورے شوق کے ساتھ
راہِ متابعت اختیار کی۔ اس سفر پُر ظفر میں آپ سے متعدد کرامات صادر
ہوئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وقتِ روانگی زبان غیب بیان سے
ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ہمارے تمام امور کا کفیل ہے اس سفر میں ہرگز
بھوکا نہ رکھے گا اور صحیح سلامت واپس لائے گا اور اس کی بھی اس طرح
تحقیق ہوئی کہ باوجود زاد راہ کی قلت کے کہ گھر سے روانہ ہوتے وقت
تین چار روپے سے زائد نہ تھے پورے سفر میں کہیں فاقہ نہ کرنا پڑا۔ بلکہ
دوران سفر سب لوگ بہترین (مرغن) کھانے کھاتے رہے۔ اور جب ان
لوگوں نے زاد راہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے سستا غلہ خریدا اس روز روزمرہ
کے اخراجات سے زائد خرچ ہوا۔ تب حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب ہم
نے حق تعالیٰ کی کفالت پر اعتماد کلی کر لیا ہے تو اب وہ اس پر راضی نہیں
ہے کہ ہم کھانے میں گھٹیا چیز استعمال کریں تا کہ خرچ میں کفایت ہو
بلکہ ہر شخص کو اس کا اختیار ہے کہ اُسے جس چیز کے کھانے کا دل چاہے
وہی پکائے۔ دوسرے یہ کہ روانہ ہوتے وقت یہ فرمایا کہ میرا دور دراز
سفر کا عزم پختہ ہو چکا ہے جو بہ رضا و رغبت مشقت اٹھانے پر راضی ہو
وہ ساتھ چلے ورنہ کسی پر زور نہیں اور نہ الزام کہ وہ (خواہ مخواہ) اس سفر
کی تکلیف اٹھائے۔ آپ کے تمام اصحاب گو کہ ان میں کا ہر فرد ناز و نعم دولت
و پیلہ میں پرورش پائے ہوئے تھا اور ایک منزل بھی پیادہ پائی کا متحمل
نہ تھا تاہم اس سفر طویل کو نہ صرف گوارا ہی کیا بلکہ اس حد تک محنت کشی
کا بھی مشتاق ہوا اور یار و دیار سے اتنا دل برداشتہ ہوا کہ اگر کسی وقت
وطن کا تصور بھی آتا تو اس سے متنفر اور متوحش ہوتا تھا۔ حضرت خود حضرت

اقدس کا یہ حال کہ باوجود ناز و نعم میں پرورش پانے کے سامان سفر اٹھانے اور
سفر کی تکالیف اٹھانے میں برابر کے شریک تھے اور راستہ چلنے میں تمام ہمراہیوں
سے آگے چلتے تھے اور اس سختی و آرام میں بھی اسی طرح حقائق و معارف
بیان فرماتے تھے جس طرح دولت خانہ پر فرماتے تھے اور اس میں کسی چھوٹے
بڑے کی تفریق نہ تھی۔ اور ساتھیوں کے لیے یہ صورت مزید حیرت و استعجاب
کا باعث تھی کہ باوجود نازنینی کے اتنی مشقت گوارا کرنے کے بعد بھی مزاج
مبارک میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں تھی بلکہ وہی شگفتگی اور تازگی تھی اور ذوق
وشوق و حقائق و معارف بیان کرنے کے دوران کسی قسم کا کوئی فتور و کمی
نہیں تھی اور یہ امر انسانی حوصلہ سے باہر ہے۔ چوتھے یہ کہ جب ساحل سمندر
پر پہنچے تو کہ جہازوں کی روانگی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور کوئی سواری جانب
حجاز جانے والی باقی نہ رہی تھی۔ ضرور تاً شہر کھنبات میں چند روز قیام فرمایا
انھیں ایام میں ایک دن بعد عصر مراقب بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں
استغراق تام پیدا ہوا۔ بعد افاقہ سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے
اس وقت عجیب واقعہ دیکھا کہ جیسے کوئی چیز مجھ سے کھینچ لی گئی اور میرا نفس
ناطقہ خالی محض اور حیران رہ گیا۔ ناگاہ روح پر فتوح سرور کائنات تشریف
لائی اور مجھے خلعت حقانیہ پہنائی اور میرا نفس ناطقہ بہ لفظ حق حق ذاکر
ہو گیا۔ اور ایک قسم کی ٹھنڈک و طمانیت مجھے حاصل ہوئی۔ اب معلوم ایسا ہوتا
ہے کہ اس سفر سے غرض اسی مقام کا حصول تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا حصول
انھیں اسباب پر موقوف کر رکھا تھا۔ اور اب دل اس سفر سے سرد ہو چکا ہے
آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اسی وقت آپ کے تمام اصحاب بھی سفر سے دل برداشتہ
ہو گئے اور سفر کرنے کی مطلق خواہش باقی نہ رہی۔ باوجودیکہ ساحل سمندر تک

پہنچ چکے تھے لیکن بغیر حج کیے ہوئے وطن کی واپسی کا قصد فرمایا۔ جیسے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وعدہ پر یقین کر کے سامان سفر کیا
فرما کر مکہ معظمہ کی طرف کوچ فرمایا تھا پھر اسی سال صلح حدیبیہ واقع ہوئی اور
فتح حاصل نہ ہو سکی اور وہی صلح بہت سی فتوحات کی کنجی ہو گئی اور پھر کچھ مدت
بعد وہ مقصد بھی پورا ہوا۔ اسی طرح اس سفر میں اگرچہ ظاہری حج نصیب نہ
ہوا تاہم یہ سیر و سلوک، مورث فتوحات عالیہ باطنیہ ہوا۔ نیز سات سال بعد
دولت حج بھی نصیب ہوئی تو ظاہری و باطنی طور پر سرور کائنات کی
متابعت کی رہ ہے گویا یہ امر آپ کی تقدیر بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس
سفر کو بھی حضرت اقدس سے بے اختیارانہ پورا کر دیا۔ پانچویں یہ کہ اس سفر
پر ظفر سے واپسی کے وقت مقام مفہمیت[1] و محدثیت سے مشرف ہوئے جیسا
حدیث نبوی میں ہے کانوا فی الامم السابقة مفهمون ومحدثون ان[2]
کان فی امتی احد یکون عمر۔ چنانچہ اس مقام کے اسرار و علوم آپ نے اپنی
تصنیف تفہیمات الٰہیہ میں جو اسرار و معارف کا خزانہ ہے تحریر فرمائے ہیں چھٹے
یہ کہ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ الہام فرمایا کہ تمہارے فلاں ساتھی
کا دل امر الٰہی کی تعظیم میں کوتاہی کرنے کے باعث آفت عظیم میں مبتلا ہو گیا
ہے اس سے کہو کہ اپنے نفس کی خبر لے ورنہ اس کا دین برباد ہو جائے گا۔ پس
حضرت اقدس نے بغیر کسی ظاہری سبب کے اس پر غضبناک ہو کر اس بات کی اسکو
خبر دی وہ عزیز اپنے خطرات کا جو اس کو لاحق ہوئے تھے معترف ہو کر تائب ہوا
فتاب اللہ علیہ۔ ساتویں یہ کہ لوٹتے وقت ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو

---

[1] تفہیم و تحدیث وہ علم ہیں جو خاص لوگوں پر القا ہوتے ہیں
[2] سابقہ امتوں میں مفہمین اور محدثین ہوتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

انتہائی کمزوری کی وجہ سے پیادہ پائی کی سکت نہ رہی اور اسی حالت میں
مرض نے اتنی شدت اختیار کی کہ نشست و برخاست کی بھی سکت نہ رہی۔
اور نہ کوئی سواری ہی موجود تھی۔ اس حالت کے پیش نظر ساتھیوں کا
دل بہت پریشان ہوا۔ حضرت اقدس نے جب یہ حالات ملاحظہ فرمائے تو
کچھ لوگوں کو آس پاس اس مریض کے لیے سواری کی تلاش میں روانہ کیا۔
شب کے وقت خاکسار کاتب حروف خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا
کہ عدو آسی تو یہ ہے کہ تمام رفقا اس سفر سے صحیح و سلامت و بعافیت
وطن پہنچیں گے لیکن اب تو صورت حال دوسری ہی ہے کہ نہ پائے رفتن
نہ جائے ماندن۔ اس عزیز کو ضعف کی زیادتی کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے کی
ہی طاقت نہیں ہے چہ جائیکہ پیادہ روی کی۔ نیز رفقا بھی اس کو برداشت
نہ کر سکیں گے۔ اور اس ملک راجپوتانہ میں جو مکمل کفرستان ہے کوئی
واقف کار بھی ایسا نہیں جس کے ذریعہ کسی سواری کے دستیاب ہونے کی
توقع کی جائے۔ اب تو حضور ہی دعا و توجہ اور ہمت فرمائیں کیا عجب کہ اسی
کی برکت سے یہ مشکل آسان ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا توقف کرو اور تم
جب نماز عشاء سے فارغ ہو جائیں تو اس وقت یاد دہانی کر دینا تاکہ اس
سلسلہ میں دعا کی جائے۔ خاکسار نے وقت مقررہ پر امر معہود عرض کیا۔
اسی وقت دست مبارک اٹھائے اور دعا مانگنا شروع کی۔ ہم خدام وقت
آمین کہتے جاتے تھے۔ جیسے ہی دعا سے فارغ ہوئے آپ کو الہام ہوا کہ
دعا قبول ہوئی۔ آپ نے جیسے ہی اپنے رفقا سے یہ بتایا سب اس مژدہ
جانفزا سے بے حد مسرور ہوئے اور اسی وقت سے اس مریض کی حالت
بہتر ہونا شروع ہو گئی اور جو لوگ سواری کے لیے بھیجے گئے تھے وہ دوسرے

روز ایک بیل ایسی جگہ سے لوٹے جہاں سے اس کے ملنے کا تصور ہی نہیں کیا
جا سکتا تھا۔ اسی دن سے وہ عزیز دم بدم روبصحت ہوتے گئے اور روز بروز
نمایاں فرق ہونے لگا ایسا کہ پانچ چھ روز میں ان کو اتنی طاقت آ گئی کہ تین
چار کوس سفر طے کر سکے۔ ان کے اتنی جلد صحتیاب ہونے میں حضرت اقدس
کی کرامت نمایاں ظاہر تھی۔ اسی دوران حضرت اقدس کو دوبارہ الہام ہوا
کہ دفع الوقت یہ آفت مل گئی اور اس مریض کو شفا محض تمہاری ہمت و
توجہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اور دعا رد قضا کا باعث ہوئی لیکن چونکہ
اس قضا کا ظہور لازمی ہے وہ کسی بھی صورت میں ہو خواہ کسی کی موت
کی صورت میں ہو یا کسی شے کے ضائع ہونے میں ہو اس کے انتخاب کا
تعین اختیار دیا جاتا ہے۔ جب حضرت اقدس نے اپنے رفقاء سے یہ بیان
کیا تو بندہ نے عرض کیا کہ ہم میں سے کسی کو اس کی طاقت نہیں اس لیے اگر
وہ موت کی شکل میں ہو تو رفقا میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو پیارا ہے
وہ کب اس کو گوارا کرے گا۔ اور مال دنیا سے ہمارے کچھ بھی نہیں کہ اس کا
ضائع کرنا اختیار کیا جائے۔ اب تو حضور ہی توجہ فرمائیں اور ہمت باطنی مبذول
فرمائیں۔ اور یہ تازہ فکر جو لاحق ہو گئی ہے دور ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت
اقدس نے دوبارہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ معاً در قبولیت وا ہوا اور ہم
خادموں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ باوجودیکہ راستہ انتہائی دشوار اور خطرناک تھا
اور دشمن راستہ روکے ہوئے تھا لیکن حضرت اقدس کی توجہ مبارک سے
مع الخیر والعافیت وطن واپس آ گئے۔ والحمد للہ علی ذالک حمداً
یوافی نعمہ ویکافی کرمہ۔

اثنائے سفر مذکور میں جب حضرت اقدس کا احمد آباد سے گذر ہوا تو طالب علم

آپ کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضرت کے جذب، صحبت اور بخشش و عطا کے
فیض نے وہ رنگ دکھایا کہ ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ شرفِ ملازمت اختیار کی۔
آپ مصلحتِ وقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کو اسی جگہ چھوڑ کر وطنِ مبارک تشریف
لے آئے۔ چونکہ حضرت کی فیض نظر رنگ دکھا چکی تھی انھوں نے بھی سب چھوڑ
چھاڑ شاہجہاں آباد کی راہ لی۔ اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی
سعادت سے مشرف ہوئے نیز اشغالِ طریقت کے طالب ہوئے۔ آپ نے قبول
فرما کر ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق تلقین کی کہ اگر کوشش کرتے
رہو گے اور مشق بڑھاتے رہو گے تو اس مرتبہ پر پہنچ جاؤ گے اور اس سے زائد
ترقی تمھاری استعداد اور حوصلہ سے باہر ہے اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ شغل
تعلیم فرما کر اس پر قائم رہنے کی تاکید کی۔ ان میں سے ایک شخص پر تو حسبِ ارشاد
ایسے احوال وارد ہوئے کہ وہ اس دارِ فانی سے رحلت کر گیا۔ اور دوسرا ابتدا
میں مزید ترقی کی طلب میں آپ کی مقررہ تلقین سے زائد کے لیے سرگرداں ہوا
اور دوسرے درویشوں سے رجوع ہوا لیکن کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔ ناچار
مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ پھر آپ کی ہی مقررہ تلقین پر استقامت اختیار کی تب
اس کے فوائد ظاہر ہوئے اور ملک سندھ میں ٹھٹھہ کے اطراف میں بکثرت
لوگ اس سے مستفید اور حسبِ استعداد فیضیاب ہوئے۔

سادات بارہہ کے دو اشخاص وہاں کے حکام کی طلبی پر جو انھیں کے قبیلہ
کے تھے نوکری کے ارادے سے شاہجہاں آباد پہنچے۔ اور حضرتِ اقدس کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم محض ان دونوں حکام کے اصرار پر آئے
ہیں اور انھوں نے بہت اصرار سے ہم کو بلایا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک
تو اسی شہر میں ہے اور دوسرا دوسری جگہ ہے۔ جہاں ہماری بھلائی ہو وہاں جانے

جانے کے لیے فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارے اس سوال کا جواب کل دیا جائے
گا۔ صبح کو وہ پھر حاضر ہو کر حسبِ وعدہ جواب کے طالب ہوئے۔ آپ نے
فرمایا کہ وہ حاکم جو شہر میں ہے پہلی ملاقات میں ہی تمھیں صاف جواب
دے دے گا اور جو دوسری جگہ ہے اس میں بھی کچھ کامیابی کی صورت نظر
نہیں آتی۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم کو تو انھوں نے خود بلایا نیز ان سے بوجہ
قرابت داری امید کی جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ بات تو وہی ہے جو میں نے کہی
غرضکہ وہ اسی روز اس امیر سے جو اس شہر میں تھا جا کر ملے اس نے پہلی
ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ اب (تمھارے لیے) کوئی گنجائش نہیں ہے پھر
وہاں سے مایوس ہو کر دوسری جگہ گئے وہاں بھی اس امیر نے ان کی ملازمت
کی تلاش میں بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بعد ازاں مایوس ہو کر
واپس آ گئے اور یہ واقعہ اس فقیر سے بیان کیا۔

ایک دن حضرتِ اقدس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کہیں سے کچھ شیرینی
آئی۔ آپ نے تمام حاضرین کو تقسیم فرمائی اور تھوڑی سی خود لی اتنے میں ایک
شخص آیا اور مجلس میں بیٹھ گیا۔ تقسیم کرنے والے نے اسے بھی حصہ دیا۔ اس
وقت اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر حضرتِ اقدس وہ شیرینی بھی
جو آپ کے سامنے رکھی ہوئی ہے مجھے عنایت فرما دیں تو میں سمجھوں کہ واقعی
آپ ولی ہیں تب میں آپ سے استفادہ کروں۔ آپ گو کہ اس خطرہ پر مشرف
ہو گئے لیکن قلبِ مبارک میں یہ آیا کہ اگر اس کے حسبِ منشا عمل کر دیا جائے
تو یہ ایک قسم کی خود نمائی ہو گی لہٰذا اس سے اعراض فرما کر وہ شیرینی برخلاف
عادت ایک ہی بار میں دہن مبارک میں رکھ کر نوش فرما گئے۔ اور اس شخص
کے وہاں سے جانے کے بعد اپنے مخصوص اصحاب سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ قصہ بھی ایسا ہی تھا کہ زبان غیب ترجمان سے اظہار فرمایا۔

ایک روز کوئی شخص ایک نادر کتاب بغرض فروخت حضرت اقدس کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا چوں کہ وہ کتاب قیمتی تھی اور بہت سستی مل رہی تھی آپ نے اس کو خریدنا چاہا لیکن آپ کے پاس دینے کے لیے قیمت نہ تھی۔ آپ گھر گئے اندر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو شخص اتنی رقم مجھے دیدے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا عوض اس کو عنایت فرمائے گا۔ گھر کی ملازماؤں نے مطلوبہ رقم جمع کر کے پیش کی۔ آپ نے وہ رقم لے کر کتاب خرید لی۔ دو تین روز بعد ایک مالدار شخص نے آپ کی خدمت میں ایک بہت قیمتی زنانہ جوڑا نذر کیا آپ اس کو لے کر گھر میں گئے اور فرمایا کہ یہ پوشاک اس دن کی خدمت کا صلہ ہے۔

ایک روز شعبان میں آپ کے گھر میں کچھ موجود نہ تھا جو اہل علم اور فقراء پر خرچ فرماتے۔ ملازمین نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے قدرے تامل فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ رقم عطا فرمائی ہے انشاءاللہ عنقریب آتی ہو گی۔ ملازمین اسی انتظار میں تھے کہ ایک شخص کچھ رقم لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور کے خدام پر صرف کی جائے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرے دل میں یہ بات کیسے آئی؟ اس نے عرض کیا کہ میرے دل میں تھا کہ رمضان مبارک میں فقراء کے لیے کھانا پکواؤں گا۔ مگر دل میں یہ خطرہ آیا کہ فقراء کو کھانا کھلانے کے لیے رمضان ہی کو مخصوص نہیں۔ اور پھر خیال یہ آیا کہ کھانا پکوانے کی کیا ضرورت ہے اتنی رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دینی چاہیے۔ الحمد للہ آپ جناب مجلس فقراء خانقاہ پر خرچ فرما دیں گے یہی سب سے مناسب ہے۔ لہٰذا اتنی رقم خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز

تھا وہ مقبول ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر پہلے سے قبول کا الہام فرما چکا تھا کہ جو تم نے تمہیں بھیجی ہے عنقریب پہنچ جائے گی اسی وقت سے میں منتظر تھا چنانچہ اس وقت وہ پہنچ گئی۔ وہ شخص یہ سن کر شکر الٰہی بجا لایا۔

قصبہ بچھلت میں جو کاتب حروف کا وطن ہے ڈاکوؤں کی بہت کثرت تھی۔ آئے دن ڈاکہ زنی۔ لوٹ مار۔ قتل و غارت گری ہوا کرتی تھی جس کی وجہ سے سارا قصبہ بیزار رہتا تھا۔ مختلف تدابیر کے باوجود کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ناچار حقائق آگاہ شاہ نور اللہ جن کا وطن بھی قصبہ مذکور ہے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی۔ اور اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے ان کی استدعا پر بارگاہ حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر دعا فرمائی۔ جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ "ہم اس قصبہ کے باشندوں کے محافظ ہیں"۔ اس وقت سے لے کر اب تک کہ تقریباً نصف صدی گزر چکی ہے کسی کے ایک بیل تک کا نقصان نہیں ہوا نہ کسی کا روپیہ پیسہ لوٹا گیا۔ باوجودیکہ قصبہ مذکور کے اطراف و جوانب کے گاؤں اب بھی ڈاکہ زنی سے محفوظ نہیں ہیں۔

محمد قطب دہنگی (جو آپ کے معتقدین میں ہیں) کے دو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک بنام بھیکا موسوم ہوا اور دوسرا بہم بھیکا۔ ایک روز حضرت اقدس نے محمد قطب سے فرمایا کہ یہ نام خود بہ نفی کرتا ہے (یعنی مبارک نام نہیں ہے) باوجودیکہ یہ بات محاورہ کے اعتبار سے بعید تھی نیز مخاطب کے لیے حیرت کا باعث تھی لیکن بے اختیار

لہ یعنی اس کا اطلاع مبارک نہیں اور غالباً حضرت کی نگاہ غیب بیں نے ان کی عمر وغیرہ کے بارے میں دیکھ لیا تھا۔

حضرت کی زبان غیب ترجمان پر جاری ہو چکی تھی محمد قطب اس بات کو سن کر
بہت غمزدہ ہوئے اور اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کے ان لڑکے
کا انتقال ہو گیا۔ بعدازاں ایک مدت بعد حضرت اقدس رہتک تشریف لے
گئے۔ وہاں آپ ایک روز مخلصین کے بچوں کے لیے تعویذات تحریر فرما رہے
تھے کہ اثنائے تحریر محمد قطب کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ وہ تعویذ کے
خواہاں نہیں ہیں بلکہ بچے خائف ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی زبان مبارک
سے پھر کوئی ایسا کلمہ جاری ہو جائے جو رنج اور تکلیف کا سبب ہو جائے
اسی وقت بے اختیار زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ کیوں تم تعویذ نہیں
لیتے۔ انھوں نے جب یہ بات سنی رنج و ملال کا اثر چہرہ پر ظاہر ہوا کہ تعویذ
ایک قسم کے کسب کا مشغلہ ہے۔ عرض کیا کہ حضرت عالی غلاموں کی جانب
متوجہ ہیں دل سے یہی دین و دنیا کا تعویذ ہے کسی دوسرے تعویذ کی حاجت
نہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کا لڑکا بیمار ہوا اور وہ تعویذ کے محتاج ہوئے
بعدازاں اس سے اس نے شفا پائی۔

افادہ۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز خواب میں خواجہ محمد سلطان
کو جو ارادہ میں سے تھا اور حضرت والد ماجد کا مرید بھی تھا اور اس جہان
فانی سے انتقال کر چکا تھا انتہائی بوسیدہ کپڑوں اور بد صورت حالت
میں دیکھا کہ والد ماجد کے مزار مبارک کے قریب بغرض قیام جگہ مانگتا
ہے اور وہاں والے اس کو روک رہے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو میرا دل
بہت گھبرایا۔ میں نے بغرض ثواب سورۂ یٰسین پڑھی اور اس کے حق میں
دعا کی۔ دوسرے روز رات کو پھر اسے خواب میں دیکھا کہ لباس فاخرہ

نہ میں تعویذ دیکھ کر آپ انھیں ٹالنا چاہتے ہیں یا سستی ایمان کا باعث ہی تعویذ

پہنے ہوئے حسین شکل میں دونوں ہاتھوں میں صاف و شفاف مثل بلور دو
گیند لیے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ ایک تو دنیا سے چلتے وقت حضرت
قدس سرہٗ کا عطا کردہ ہے۔ اور یہ دوسرا حضرت اقدس نے عنایت کیا ہے

افادہ۔ عبدالرحیم کشمیری نے بعض اعزہ و اقارب کی رنجش و ایذا رسانی کے
سبب زہر کھا لیا اور ختم ہو گیا۔ اور حرام موت مرا۔ بعض قرائن سے معلوم ہوا
کہ بڑی بری حالت میں مبتلا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس کے تمام رشتہ دار خدمت
اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اس کے لیے دعائے مغفرت و شفاعت کے خواہاں
ہوئے۔ حضرت اقدس نے اس کے حق میں دعائے خیر کی اور اپنی ہمت باطنی
سے اس کے حال پر تصرف فرمایا۔ رات کے وقت لوگوں نے خواب دیکھا کہ
حضرت بزرگ (شاہ عبدالرحیم) قدس سرہ بزبان ہندی فرما رہے ہیں
کہ "بنائی کی بات" اور آپ کے اس کہنے سے مراد اس کی خلاصی ہو اور آپ
اس کو نجات کی بشارت دے رہے ہیں۔

افادہ۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار مجھ پر ایک عجیب حالت ظاہر
ہوئی میں تمہارے اس عالم سے ختم ہو گیا اور پھر بغیر بدن کے باقی رہ گیا۔
اور اس وقت ہوا ان تجلیات کے جو میں نے کسب کی تھیں کسی چیز کی طرف
توجہ نہ تھی۔ اور کھانے پینے کی قوت مجھ سے جاتی رہی اور ہر وہ چیز جو جسم
سے متعلق تھی اور اس وقت میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایسی گہری
نیند سو رہے ہیں گویا اس کے بعد وہ بیدار ہی نہ ہوں گے اور بعض بیدار
ہیں لیکن متاسف۔ اور بعض اس عالم کی طرف دیکھ رہے ہیں جہاں سے انھوں
نے رحلت کی ہے۔ پھر دوبارہ میں عالم روح سے بھی فانی ہو کر اور میری
انانیت ذرا کہ عرش میں باقی رہ گئی۔ اور وہاں کوئی باقی نہ رہا بلکہ بعض

کی انا عرش کے حسِ مشترک میں تھی۔ متخیلہ میں زائد اور واہمہ میں کم اور پھر یہ
عالمِ نفس و انانیت سے بھی فانی ہو گیا۔ پھر میں ویسا ہو گیا جیسا ازل میں
تھا۔ اس وقت نہ میں زماں نہ وہ، بلکہ ایسا انسان جس میں "انا" اور "ھو"
اجمالی اور تفصیلی طور پر جمع تھے۔ پھر میں مر گیا اور گیا اللہ کی طرف جانے
والوں میں[1]

---

[1] جب شاہ صاحب پر موتوا قبل ان تموتوا کا جاذبہ وارد ہوا تو آپ ناسوت
ناسوتی لوازمات سے معرّا ہو گئے اور اس حالت میں عالم برزخ کا مشاہدہ فرمایا جہاں
بعض لوگ گہری نیند سو رہے تھے اور فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ
ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کے مشاہدہ میں تھے اور بعض جو بیدار تھے
اپنی اپنی دید پر متاسف تھے۔ اور بعض ناسوت کی طرف متوجہ تھے۔ پھر آپ عالم
ارواح سے بھی فانی ہو گئے۔ اور آپ کی انانیت عرش (جسم کل) کے درّاکہ میں
باقی رہ گئی۔ اور وہاں کوئی دوسرا باقی نہ رہا کیوں کہ دوسروں کی انانیت عرش
کے تخیلہ و واہمہ میں تھی۔ متخیلہ میں زائد اور واہمہ میں تھوڑی۔ اس طرح آپ
روح کلی میں فنا ہو گئے اور آپ کو نفس و انانیت سے بھی موت آ گئی۔ اور ایسے
ہو گئے جیسے ازل میں تھے یعنی اپنے عین ثابت میں پہنچ گئے۔ اور اس عین ثابت
میں انا اور ھو کو حالت جمع میں تفصیلاً اور اجمالاً پایا۔ یعنی اسم آخر اسم اول
ہو گیا جو مقام قطبیت ہے۔ تب اللہ نے آپ کو دوبارہ ایجاد فرمایا اور آپ
ایک مرد الٰہی ناسوتی ہو گئے۔ اس طرح کہ اگر ناسوت کی طرف مشغول ہوں تو کوئی
ضرر نہ پہنچے۔ اور اگر الٰہیت کی طرف مشغول ہوں تو ناسوتیت سے غافل نہ ہوں
یہ واقعہ خواب نہ تھا بلکہ موت حقیقی تھی اور اس دوبارہ ایجاد سے آپ کے لیے
ناسوت ناسوتِ لطف ہو گیا جو فرد کا مقام ہے۔ تقی انور

قَضَتْ[1] عُيُوْنُ مَهَاةِ الرَّمْلِ فِيْ جَسَدِيْ　　اَنْ لَيْسَ يَبْقٰى لَهُ عَيْنٌ وَّلَا اَثَرٌ

بعد ازاں زندہ کیا مجھکو اللہ تعالیٰ نے یعنی دوسری مرتبہ ایجاد فرمایا اور میں
ایک مرد الٰہی ناسوتی ہو گیا جو دونوں صفتوں کا جامع تھا۔ اگر میں ناسوت کی
طرف مشغول ہوں تو وہ مجھے کوئی ضرر نہ پہنچائے اور اگر میں الٰہیت کی
طرف مشغول ہوتا تو وہ مجھے ناسوتیت سے غافل نہ کرے۔ اور یہ واقعہ
خواب نہ تھا بلکہ موت حقیقی تھا۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم
تو تمام ممکنات کے لیے عام ہے اور وہ بدن سے نسمہ کا جدا ہو جانا ہے
جس سے بدن کی بنیاد منتشر ہوتی ہے اور دوسری قسم اولیا میں
سے افراد کاملین کے لیے خاص ہے۔ اور وہ روح کا بدن سے جدا
ہو جانا ہے اس طرح کہ انتشار بدن لازم نہ آئے۔ اور اس جگہ یہی
قسم اخیر لازم ہے۔

افادہ ایک روز حضرت بزرگ قدس سرہٗ شاہ عبد الرحیمؒ کے عرس
کی محفل تھی۔ حضرت اقدس مزار پُر اسرار پر تشریف فرما تھے۔ ناگاہ حق
سبحانہ نے حضرت اقدس کو یہ الہام فرمایا کہ اس بات کی لوگوں میں تبلیغ
کر دو اور وہ یہ ہے کہ یہ فقیر مختلف نسبتیں رکھتا ہے۔ ایک زبان سے
وہ ولی اللہ بن عبد الرحیمؒ ہے۔ دوسری سے انسان ہے۔ تیسری سے حیوان
چوتھی سے نامی۔ پانچویں سے جسم۔ چھٹی سے جوہر اور زبان آخر سے ہست ہے

---

[1] ریگستانوں کی نیل گایوں کی آنکھوں تک نے (چہ جائیکہ انسان) میرے جسم کے بارہ
میں یہ فیصلہ کر دیا کہ نہ اس کی کوئی آنکھ باقی ہے اور نہ کوئی اثر و نشان (یعنی وہ
مکمل طور پر فنا ہو چکا ہے۔) تقی انور

اور اسی زبان کے اعتبار سے میں ہی شجر ہوں میں ہی حجر ہوں، میں ہی
فرس و فیل ہوں۔ میں ہی بصیر و غنم ہوں۔ آدمؑ کو اسماء تعلیم کرنے کے لیے
میں ہی تھا اور طوفانِ نوحؑ پر نصرت کا سبب میں ہی تھا۔ اور جو کچھ
ابراہیمؑ پر گلزار ہوا میں ہی تھا۔ توریتِ موسیٰؑ میں ہی تھا۔ عیسیٰؑ کا مردوں
کو زندہ کرنا میں ہی تھا قرآنِ مصطفیٰ میں ہی تھا والحمد للہ رب العالمین

لہ یعنی یہ قدرت نے جس کو نام جذبہ بھی ہے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنے مرتبہ قدیم احدیت
میں پہنچا، جہاں شدتِ نیستی و تنزیہ میں حیرت دستگیر ہوئی اور اپنی ذات کا عین
جا کر میں دنگ ہو گیا ہوں۔ یہ حیرت تقاضائے تشبیہی تھی جو عینیت کے باوجود
شدتِ تنزیہ میں ہی منفک نہ ہوئی بلکہ عین تنزیہ میں اپنے ظہور کی متقاضی ہوئی
تب یقین و شاہدہ ہوا کہ میں ہی مطلق و مقید ہوں عالم امر و اعتباری تو یہ میری
ہی [illegible] وجود ہے جس کو میں [illegible] دیکھتا ہوں میں خود اپنی آنکھ ہوں اور اپنی
نظر ہوں اور [illegible] میں خود اپنے کان ہوں میں ہی سنتا ہوں اور
جب حق اور عارف [illegible] معرفت کی صورتِ انسانی میں بجمالہ وبجلالہ و بجمالیہ
[illegible] تشبیہی و تنزیہی کے ساتھ کھل گیا تو عارف تام المعرفۃ اپنے سرِ ایمان حقیقی
کو [illegible] موجودات میں شاہدہ کر کے بزبانِ حال گویا ہوا ہے

[illegible] | ما حق مطلقیم و خداوندِ جہانیم
[illegible] حقیقت [illegible] | حقا دمنم [illegible] کون و مکانیم
الجنون [illegible] فی التجون | بل جنون فی جنون فی جنون

یعنی [illegible] تجا تشبیہی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ اکیلا جنون نہیں ہے
بلکہ جنون [illegible] مجبور کرنے والی کیفیت ہو جس کا اظہار ناممکن ہے
[illegible] کیونکہ بقول غالب
[illegible] ہے۔ متفق [illegible]

پس حضرت اقدس پر اس بات کا افشا سخت گراں گذرا کیوں کہ عادتِ شریفہ
میں اس قسم کی باتوں کا اخفا و کتمان بہت تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ اس
قسم کی باتوں کے عدم اظہار سے کوئی بات پیدا ہو جائے گی تو بے اختیار اور
مجبور ہو کر اسے بیان فرما دیا۔ اور اس بیان کے وقت شدید تکلیف و اذیت کے
آثار چہرہ مبارک پر نظر آ رہے تھے۔ جس طرح بعض اوقات حالتِ وحی
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی ہی حالت ہو جاتی تھی بسبب اسرار
اللہ۔ اسی طرح ورثائے کاملین بھی بعض اوقات ان باتوں سے خالی
نہیں ہوتے۔

افادہ حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت
کے روز جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے اور تجھ سے کوئی سوال
و جواب نہ ہوگا اور جب تو قبر میں داخل ہوگا تو [illegible] اور ہر تجلی کو تجلی ذاتی
کی جانب جو اسم رحمٰن کے اوپر ہے چھوڑ دے گا پھر فنا ہو جائے گا۔ اور یہ بڑی
عظیم بات ہو کہ اس سے زائد کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اور جب تو جنت میں
داخل ہوگا تو وہاں دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک ارباب علم و تجلی۔ دوسرے
اصحاب عمل و احوال اور تو ارباب تجلیات میں سے ہے اور حال و تجلی کے
درمیان فرق یہ ہے کہ تجلی امر آلہی ہے اور حال امر ناسوتی۔ والحمد للہ علی ما انعم

لہ جس طرح قلب نبوی عدم اظہار وحی سے تنگ ہو جاتا
ع ارباب علم و تجلی ارباب ذوق و یقین ہیں بمصداق واعبد ربک
حتی یاتیک الیقین
ع ارباب عمل و احوال وہ ہیں جو اپنے حسن عمل کی برکات کی [illegible] کیفیات
سے متلذذ ہوتے ہیں۔ اور یہ امر ناسوتی ہے۔ منہ [illegible]

افادہ حضرت اقدس نے بعض مشاہدات میں دیکھا کہ ان کے دست مبارک میں نور کا ایک علم ہے اور آپ اسے اٹھائے بیت اللہ کی جانب رواں ہیں۔ اثنائے راہ وہ علم بلند ہونا شروع ہوا اور اس کی تیز روشنیاں اور کرنیں اس سے نکل کر آسمان پر پھیل گئیں۔ اور آفتاب سے زائد روشن ہو گئیں اور اس کا نور اس حد تک بڑھ گیا کہ زبانیں اس کے بیان سے عاجز ہیں۔ پس لوگ آپ کے اس بیان سے از خود رفتہ ہو گئے اور علما و صلحا نے استفادہ کیا اور نعمہائے الٰہی نے ظاہری و باطنی ریزش فرمائی۔ اور یہ واقعہ حرمین شریفین کے دوبارہ سفر کا پیش خیمہ بن گیا اور جو کچھ مشاہدہ فرمایا تھا وہ سب بجنسہٖ واقع ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

افادہ جب حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے سفر مبارک کی خواہش دامنگیر ہوئی اور عزم مبارک پختہ ہو گیا تو ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۱۴۳ھ کو اپنے بڑے ماموں شیخ عبیداللہؒ سلمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی میں براہ لاہور روانہ ہوئے۔ اس سفر پُر ظفر میں جہاں کہیں بھی کسی ولی کا مزار ہوتا وہاں جاتے اور تھوڑی سی دیر ٹھہرتے اور اس کو جس قسم کی نسبت حق سے ہوتی وہ آپ کو مکشوف ہوتی اس کو بالتفصیل بیان فرماتے۔ جب پانی پت پہنچے حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ اور شاہ شمس ترکؒ و شاہ جلال قدس اللہ اسرارہم کے مزارات پر حاضری دی۔ بعد ازاں سرہند پہنچ کر حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی کے مزار پر حاضر ہوئے وہاں سے لاہور شیخ علی ہجویری قدس سرہ کے مزار پر حاضری دی۔ پھر ملتان پہنچ کر مخدوم بہاء الدین و شاہ رکن عالم قدس سرہما کے مزارات پر تشریف فرما ہوئے اور تمام اہل قبور کے احوال ایک ایک

عہ مولف کے والد ماجد

کر کے بیان فرماتے۔ ٹھہر (ملتان) میں اکثر طالب علموں نے شرف بیعت حاصل کر کے اشغال طریقت حاصل کئے۔ بعض تو آپ کی ایک ہی توجہ مبارکہ سے مرتبہ بیخودی پر پہنچ گئے۔ اور ایک مدت بعد ہوش میں آئے۔ اور بعض بے اختیار ہو کر نعرے مارتے تھے اور آپ ... اس مقام سے رخصت ہوتے وقت اکثر کا یہ حال تھا کہ یار و دیار کو چھوڑ کر ساتھ جانے پر مصر تھے۔ لیکن حضرت اقدس مصلحت وقت کو مد نظر رکھتے ہوئے سب کو تسلی و تشفی دے کر رخصت ہوئے۔ جب ملک سندھ ہو پہنچے تو ہر سمت سے علما و فضلا و طلبا آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر اشتیاق ملاقات کو حاضر ہوئے بعض حسب استعداد دولت بیداری سے فیضیاب ہوئے اور بعض محروم رہے۔ اور جب اطراف نصرپور و ٹھٹہ کے مضافات میں سے پہنچے تو علما و فضلا کا یہ حال ہوا کہ اس پر مسرت خبر سے اپنے اپنے وطن سے بھاگ بھاگ کر آنے لگے اور اکثر پانچ پانچ چھ چھ کوس کی مسافت طے کر کے رات کے وقت پہنچے اور شرف ملازمت سے بہرہ یاب ہوئے اور اسی وقت شرف بیعت سے سرفراز اور اشغال طریقت حاصل کر کے بقدر استعداد فیضیاب ہوئے۔ جس وقت آپ نے شہر ٹھٹہ میں نزول فرمایا تو اس شہر کے تمام علما و صوفیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ایک کثیر تعداد سعادت بیعت سے سرفراز ہوئی۔ اور آداب طریقت و اشغال تصوف استفادہ کئے۔ مخدوم محمد معین جو وہاں کے اکابر علما میں تھے اور کتاب و سنت کے تمام علوم و فنون اور معقول و منقول پر پورا ملکہ رکھتے تھے نیز اصطلاحات سے خوب واقف تھے اور علم حقایق کے ادراک میں ذہن رسا رکھتے تھے حضرت اقدس کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ کے جمال با کمال کے گرویدہ ہوئے اور آپ سے اخذ فیض کر کے شرف اجازت سے

مالامال ہوئے اور اسی درمیان بسبب رفاقتِ قافلہ چلنے میں تاخیر ہوئی۔ اور
جہازوں کی روانگی کا وقت قریب آچکا تھا ہم تمام خادموں کو اکثر اوقات
یہ بےچینی ہوتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ساحل سمندر پر پہنچنے سے پیشتر
ہی جہاز روانہ ہو جائیں اور دولت حج اس سال بھی نصیب نہ ہو سکے۔ آپ
نے ہمارے اس خطرہ پر مشرف ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سال ہم حج
ضرور کریں گے۔ جب سورت کی بندرگاہ پہنچے باوجودیکہ راہ میں بہت
تاخیر ہو چکی تھی اور تمام جہاز روانہ ہو چکے تھے تاہم ایک جہاز موجود تھا لیکن
وہ بھی [illegible] ہو چکا تھا کہ اس میں مزید کی گنجائش
نہ تھی۔ اور قافلہ کے اکثر لوگ جگہ نہ ملنے کے باعث شہر سورت ہی میں ٹھہر
گئے تھے۔ بوجہ فضلِ الٰہی شاملِ حال تھا آپ کے تمام خدام کو اسی جہاز
پر جگہ مل گئی۔ جب سوار ہونے کا قصد کیا تو اکثر لوگوں نے عرض کیا کہ جہاز رانی
کا زمانہ [illegible] آخر ہے بلکہ تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اس کا خوف ہے کہ کہیں
یہ جہاز تباہ نہ ہو جائے بلکہ اسی کا یقین ہے اس لیے کہ اول تو یہ جہاز بہت سست
رفتار ہے۔ دوسرے گذشتہ کئی سال سے اس کی مرمت بھی نہ ہو سکی اور اس
سب کے ساتھ ساتھ جہازوں کے ایام سفر بھی ختم ہو چکے ہیں مصلحتِ وقت
یہ ہے کہ توقف فرمایا جائے۔ اور جہاز کے مسافر بھی اگرچہ فرطِ حرص میں سوار ہو
چکے تھے لیکن دل ہی دل میں ڈر رہے تھے بلکہ آپس میں کہتے تھے کہ اگرچہ ہماری
منزل جدہ ہے جو حجاز کی بندرگاہ ہے تاہم یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے وہاں پہنچ
سکیں گے۔ اور اگر وہاں پہنچنا ممکن نہ ہوا تو مجبوراً کسی دوسری بندرگاہ پر جہاز
لے جانا پڑے گا۔ حضرت اقدس ان کی کسی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جہاز
پر سوار ہو گئے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسی سال

فریضہ حج ادا کریں گے۔ قصہ مختصر جہاز لنگر اٹھا کر روانہ ہوا اور بادِ موافق کی
بدولت پینتالیسویں روز جدہ پہنچ کر لنگر انداز ہوا۔ اس بات سے جہاز کے تمام
لوگ متعجب تھے کہ اس زمانہ میں جس تیز رفتاری سے یہ جہاز چلا ہے کبھی اس سے
قبل نہ چلا تھا۔ اور پندرھویں ذی قعدہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہو کر عمرہ تمتع
ادا فرمایا۔ پھر ذی الحجہ میں فریضہ حج ادا کیا۔ جب مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے
تو وہاں کے تمام اکابر علماء و فضلاء حضرت اقدس کی ملاقات کو آئے اور مختلف
علمی سوالات کئے۔ جب ہر مسئلہ کا حسبِ دل خواہ جواب پایا اور تمام
علوم و فنون اور معقول و منقول میں حضرت اقدس کو فائق و برتر سمجھ لیا
تو آپ کی خدمت میں درس کی درخواست کر کے تلمذ اختیار کیا۔ بہت سے
لوگوں کی اس درخواست پر مسجد حرام میں حنفی مصلے کے قریب درس دینا
شروع کیا۔ اتنا زائد مجمع بڑھنے لگا کہ دم مارنے کا موقع نہ آتا تھا۔ اور دقیق
مسائل اور مغلق و مشکل باتوں کے حل میں اتنی زائد شہرت ہوئی کہ اس جگہ
کے اکابر علماء کو بھی اگر کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو حضرت اقدس سے
رجوع کرتے اور آپ اسے حل فرماتے۔ حنفی و شافعی مسالک کے مفتی بھی
اہم مسائل میں آپ سے رجوع کرتے۔ چند ہی روز میں حضرت اقدس
اس ملک میں اتنے زائد معظم اور ہر دل عزیز ہو گئے کہ تمام اکابر بہت
آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور
آپس میں کہتے تھے کہ واللہ یہ حضرت ہی تمام اہل مکہ میں سب سے زائد
عالم بزرگ و برتر ہیں۔ اور اکثر خدمت اقدس میں عرض کرتے کہ اسی جگہ
مستقل سکونت اختیار فرمائیں۔ اور وہاں کے حاکم نے ہر چیز کی ذمہ داری
اپنے سر لے لی تھی۔ لیکن حضرت اقدس ان کی کسی بات کو قبول نہ فرماتے

تب وہاں کے اکابر نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے ساتھ ارادہ خیر رکھتا ہے تو آپ کو اسی جگہ رکھے گا۔ ایک دن ایک سوڈانی عالم نے جو مدت سے مکہ معظمہ میں مجاور تھا خواب دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ اگر اقطاب کا عقیدہ سیکھنا چاہتے ہو تو شیخ ولی اللہ سے استفادہ کرو۔ عالم مذکور اس خواب کے بعد شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اخذ طریق کرکے بعض اسرار استفاضہ کئے۔ اور حرمین کے بکثرت لوگوں نے سعادت بیعت حاصل کی نیز اشغال طریقت استفاضہ کئے اور جب بعد ادائے حج ماہ ربیع الاول میں برائے زیارت سرور کائنات ﷺ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اثنائے راہ میں بکثرت اسرار آپ پر منکشف ہوئے اور جس وقت سرور کائنات ﷺ کے روضہ مطہرہ پر پہنچ کر شرف زیارت سے مشرف ہوئے حضور کی بے شمار عنایات و کرامات آپ پر مبذول ہوئیں۔ جس دن بھی مواجہہ شریفہ میں جلوس فرماتے نئے نئے اسرار سے مستفیض ہوتے۔ چنانچہ کوئی مجلس ان واردات سے خالی نہ ہوتی۔ اور حضرت اقدس کے مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل شیخ عبدالکریم انصاری من اولاد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو اکابر اہل مدینہ میں سے تھے حضرت اقدس کو خواب میں دیکھا اور مواجہہ شریفہ میں آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوئی اس بنا پر وہ آپ کی آمد کے منتظر تھے جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو وہ مع اپنے قافلہ کے حضرت اقدس کو ڈھونڈھتے ہوئے آئے اور ملاقات کرکے مذکورہ بالا خواب بیان کیا۔ اور روضہ منورہ کے قریب مقام اصحاب صفہ میں حدیث مسلسل کی اسناد جو ان کو پہنچی تھیں روایت کرکے اجازت دی اور مسجد نبوی کے مدرس شیخ طاہر نے جو مشہور عالم نیز استاد شہر مدینہ تھے حضرت اقدس کی دعوت کی

جب آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور محفل میں پہنچے انھوں نے تمام علما وفضلا کی موجودگی میں آپ سے سوال کیا اگر تم عربی میں بات کر سکتے ہو آپ نے بطور انکسار فرمایا کہ ہاں کچھ بول لیتا ہوں۔ پھر انھوں نے کہا کہ اکثر لوگ علمی تبحر اور حل مسائل کا دعویٰ رکھتے ہیں لیکن معقول کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ اب تک ان کو کوئی قاعدہ سے نہیں بیان کر سکا ہے! اور بے محل باتیں کرتا ہے جیسے تجدد امثال کا مسئلہ ہے کہ اشاعرہ عرض کے قائل ہیں اور اس کو جوہر میں ثابت نہیں کرتے اس کی تحقیق کیا ہے اور ان کے درمیان اس اختلاف کا کیا سبب ہے؟ حضرت اقدس نے بزبان عربی ایسی فصاحت و بلاغت سے اس کی تشریح فرمائی کہ وہاں موجود تمام فضلائے عرب آپ کی فصاحت و بلاغت پر انگشت بدنداں رہ گئے اس کی تحقیق میں ایسے ایسے دقیق نکتے بیان فرمائے جو ان میزبان کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ انھوں نے ان باتوں کو غنیمت کبریٰ سمجھا چہ جائے کہ دخل و اعتراض کرتے۔ اس کے بعد ان کو کوئی علمی بحث حضرت اقدس کی خدمت میں کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

انھیں ایام میں ایک روز ایک شخص نے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف غنیۃ الطالبین جس میں انھوں نے فرقہ حنفیہ کے بارہ میں لکھا ہے سوال کیا اور اس کی تحقیق کا خواہاں ہوا پس حضرت اقدس نے اس پر اپنے انداز سے تقریر بیان کی کہ وہاں کے تمام علماء نے پسند کیا۔ اور وہ یہ ہے: ایک شخص نے سوال کیا کہ امام الطریقت قطب حقیقت شیخ عبدالقادر نے غنیۃ الطالبین میں جہاں غیر ناجیہ فرقوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں حنفیہ کو بارہ فرقوں میں تقسیم فرمایا ہے۔

وَاللّٰہِ مَاسَاءَ تْنِی فِی اَنْتَ فِی غِنَیً — عَنْہُ بَلْ فِی خِلَیۃٍ اَنْتَ فَقِّہْنِی

فَکَمْ حِکْمَۃٍ مِنْکُمْ تَلَقَّفْتُہَا وَلَکُمْ — تَسْتَفِیْدُ مِعْشَارَ مَا قَدْ اَفَدْتَنِی

وَمَا کُنْتُ اَھْلًا اَنْ اُجَازَکَ اِنَّمَا — دَعَوْتَ فَلَبَّیْتُ اللّٰہَ اِذْ دَعَوْتَنِی

اور بحکم تو دوا الامانات الی اھلہا سلاسل کثیرہ جیسے شطاریہ، سہروردیہ
کبرویہ، شاذلیہ، رفاعیہ، حدادیہ، عیدروسیہ وغیرہ کی اجازت جو ان کو اپنے والد ماجد
شیخ ابراہیم کردی قدس سرہ سے جو اپنے زمانہ کے مشہور صوفی و محدث تھے
تھی حضرت اقدس کو عطا فرمائی۔ اور خرقہ و کلاہ قریب منبر نبوی آپ کے
سر اقدس پر باندھا۔ اور حضرت اقدس نے حضرت شیخ کی فرمائش پر ایک رسالہ
فرقہ مبتدعہ کے رد میں شیخ کے نام سے مدون کر کے تصنیف فرمایا اور اس کو
مقدمۃ السنیہ فی الانتصار الفرقۃ السنیہ سے موسوم کیا۔ اہل عرب اس کی فصاحت و
بلاغت دیکھ کر دنگ تھے۔ شیخ نے اس رسالہ کو کاتب حروف سے لکھوا کر اپنے
پاس رکھا اور دوسری تصنیف مسمی بہ القول الجمیل فی بیان سواء السبیل جس میں
اذکار و اشغال تصوف و دیگر فوائد درج تھے یعنی [illegible]
اور دیگر مشاہدات و اسرار جو رسالت مآب سے استفاضہ کئے [illegible] تحریک تھے
حضرت شیخ نے ان کو اپنے ہاتھ سے نقل فرما کر حضرت اقدس کے سامنے پڑھا۔
جب حضرت اقدس رخصت ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے حضرت شیخ نے اپنے
گھر سے نکل کر بہت دور تک آپ کی مشایعت کی۔ اور شیخ کے صاحبزادہ و دیگر
اعزہ [illegible] تک آپ کے ہمراہ رہے۔ اثنائے راہ میں حضرت اقدس
جہاں قیام فرماتے وہ اپنے کپڑے حضرت اقدس کے قدموں پر ڈالتے اور ان
کو بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیتے۔ اور حضرت اقدس [illegible] رخصت ہوتے وقت
آپ کے فیض صحبت سے محروم ہونے پر تاسف کرتے تھے۔ ۱۵ شعبان [illegible]

کو مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا اور ماہ رمضان میں متعدد عمرے کئے اور آخر
عشرہ میں بیت اللہ کے سامنے مسجد حرام میں اعتکاف فرمایا اور جب تک
آپ مکہ معظمہ میں رہے وہاں کے لوگ آپ سے فیوض ظاہری و باطنی اخذ کرتے
رہے۔ اور اسی جگہ آپ نے ایک رسالہ مسمی بہ فیوض الحرمین تصنیف فرمایا اس
میں وہ تمام حالات و واردات اور حقائق و معارف و اسرار و غوامض جو حرمین
شریفین میں آپ پر وارد ہوئے تھے بیان فرمائے ہیں گو کہ بیشتر مضامین رسالہ
مذکورہ کے بہت بلند ہیں اور ہر شخص کے ادراک بلکہ اہل معرفت کے وجدان
سے بھی بالاتر ہیں۔ لیکن فقیر اس میں کے بعض مشاہدات اپنی فہم ناقص کے
مطابق از قسم اسرار منتخب کر کے اس قصہ کے آخر میں تحریر کرے گا تاکہ اس
رسالہ کے پڑھنے والے کچھ اس کے اسرار سے بھی مشرف ہوں اور یہ دونوں رسالے
القول الجمیل فی بیان سواء السبیل اور المقدمۃ السنیہ فی الانتصار الفرقۃ السنیہ عرب
میں بہت مشہور ہوئے۔ ان میں سے پہلا رسالہ مغربی ممالک اور بصرہ و مصر وغیرہ
کے لوگ نقل کر کے لے گئے۔ اور ان کی اجازت حاصل کی۔ اور دوسرا رسالہ ملک
[illegible] روم میں پہنچ گیا۔ اور نسخہ فیوض الحرمین بعض مخصوصین
کو عطا فرمایا۔ بعد ازاں حج ثانی ادا فرما کر وطن کی جانب قصد فرمایا۔ اور بیت اللہ شریف
میں قیام کے دوران کبھی کبھی اس فقیر سے فرماتے تھے کہ جب بھی گھر کا خیال آتا
ہے ایک قسم کا رنج و الم اور پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ چند ہی روز بعد آپ
کی والدہ ماجدہ کی خبر وفات پہنچی۔ تمام اہل مکہ بغرض تعزیت آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بزبان الہام فرمایا کہ جو تیرگی غم مجھے محسوس ہوتی
تھی اس کا سبب یہی تھا۔ اور جب وقت رخصت جہاز پر سوار ہوئے باوجود ہوا
مخالف کے سب سے پہلے روانہ ہونے والا جہاز ۲۳ روز کے عرصہ میں سورت کی

بندرگاہ پہنچا ہیں، بہ برکت تمام وہاں نزول فرمایا۔ اور تھوڑے عرصہ توقف فرماکر پھر
دکن وطن کی جانب کوچ فرمایا۔ اثنائے راہ جس جس شہر سے بھی ہو کر گزرتے تمام
علماء و مشائخ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر
اور تعظیم و تکریم بجالاتے۔ جب گوالیار پہنچے خواجہ خانو اور شیخ محمد غوث قدس سرہما
کے مزارات کی زیارت کی اور ہر ایک کی نسبت معلوم فرماکر بیان کی۔ اور جب
دارالخلافت اکبرآباد میں امیر ابو العلی کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے اور ان کے
احوال فیض اشتمال دریافت فرماکر بہ زبان غیب بیان فرمائے اور ماہ رجب ۱۱۴۳ھ
کو بخیر و خوبی دارالسلطنت شاہجہان آباد میں نزول اجلال فرماکر تمام اہل شہر
کو مشرف فرمایا۔ روانگی حج کے ارادہ سے وطن سے روانہ ہونے نیز مراجعت کی
تاریخ جو حضرت اقدس نے خود نظم فرمائی یہ ہے ؎

ز دہلی برآمد دلی بہر حج — بہ ہشتم صباح از ربیع دوم
ہزار و صد و چہل و سہ سال بود — کہ ایں داعیہ گشت بالفعل ضم
ولی چوں پس از حج بہ دہلی رسید — سر آمد سفر منقطع گشت رنج
بہ تاریخ رابع عشر از رجب — ز سال ہزار و صد و چہل و پنج

اور تاریخ اول جو الہام کے وجدان کے ساتھ منعقد ہوئی اور شاہ اہل اللہ برادر
خورد آنحضرت نے اس کو اس طرح نظم فرمایا ؎

بہ دل میداشتم عزمے کہ در احرام حج کوشم — بحمد اللہ والمنہ بداں مقصد ہم آغوشم
زبان قدسیاں تاریخ تحسینے طوافت حج [illegible] — قبلت منک طاعاتک رسید از غیب در گوشم

۱۱۴۳ھ

اب مشاہدات موعودہ تحریر کیے جاتے ہیں۔

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے خواب میں اولیاء اللہ کی ایک

لیکن اس مشاہدہ کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پڑھنے والا توحید وجودی و شہودی کو
سمجھا ہوا اور ان اصطلاحات کے سمجھنے سے پہلے وجود و شہود کے معنی سے واقف ہو
واضح ہو کہ خالق وجود بہ معنی ہستی ہے من حیث الذات مراد ہے الوجودیت ہے اور اس
لحاظ سے عین ذات واجب تعالیٰ ہے۔ حضرت مجدد نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت حق
سبحانہ تعالیٰ وجود صرف ہے جس میں کوئی دوسرا امر منضم نہیں یعنی وجود حقیقی کی نہ
ضد ہو نہ ند۔ فقیر نے اپنے کتب و رسائل میں جو جابجا وجود کی عینیت کی نفی کی
ہے اس سے مراد وجود ظلی ہو نہ کہ وجود حقیقی۔ [illegible] وہ موجودات [illegible] جن پر اسم وجود کا
اطلاق کیا جاتا ہے جیسے وجود [illegible]۔ وجود حیوان۔ وجود انسان یا وجود سواد و
بیاض و عقل و جسم و علم و جہل یہ سب وجوداً متحد ہیں اور ماہیۃً مختلف۔ یعنی ان کے
افراد کا تمایز ایک دوسرے کے ساتھ بوجہ اضافات کے ہے۔ اسی طرح حقیقی توحید
توحید وجودی ہی ہے جس کو متذکرہ صدر مشاہدہ میں اسرار وہبی اور سچی بات سے
تعبیر کیا گیا ہے۔ اور شہود رویت حق کو کہتے ہیں اس طرح پر کہ سالک مراتب تعینات اور
موجودات صوریہ سے عبور کرے اور مقام توحید عیانی میں پہنچ کر تمام صور موجودات میں
مشاہدہ حق کرے اور غیریت کو بالکل دور کرے اور بجز حق کے کسی کو نہ دیکھے۔

وجود و شہود کو سمجھ لینے کے بعد اب توحید کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ توحید بہت
ہی ذات بحت کو ماسوا جمیع [illegible] کے جاننا اور یہی عرفان ہے اور اس میں اپنے کو گم کرنا
اور یگانہ ہونا واصل بہ رتبہ حق یا حق الیقین ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔
ایک توحید وجودی۔ دوسرے توحید شہودی۔ توحید شہودی کی بھی دو قسمیں ہیں۔
ایک صوری دوسری معنوی۔ توحید شہودی صوری کہ جس کو توحید [illegible] اور توحید عیانی
بھی کہتے ہیں یہ صرف قالب اور صورت توحید ہے۔ اس پر علمائے ظاہر و حضرات متکلمین الخ

باقی اگلے صفحہ پر

جماعت کو دو فرقوں میں دیکھا۔ ان میں ایک فرقہ اصحاب اذکار و یاد داشت

(پچھلے صفحے کا بقیہ) عوام مومنین کا اعتقاد ہے جو کہتے ہیں کہ صانع ایک ہے اور تمامی مصنوعات اسی ایک صانع سے ہیں۔ دوسری توحید شہودی معنوی ہے یعنی تمامی مخلوقات خالق کی مظاہر ہیں۔ لیکن ذوات مخلوقات ذات حق سے جدا ہیں۔ توحید وجودی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک توحید وجودی علمی دوسری توحید وجودی عملی کشفی۔ توحید وجودی علمی یہ ہے کہ سوائے ایک ذات اور ایک وجود کے دوسرا وجود نہیں اور یہ وجود عین ذات ہے۔ دوسری توحید وجودی عملی کشفی جس کو توحید حالی بھی [illegible] یہ سب میں افضل و اکمل ہے اس کے تین درجے ہیں۔ اول یہ کہ جذبات الٰہیہ میں سے ایک جذبہ [illegible] وارد ہوتا ہے جس سے اس کی چشم حقیقت کھل جاتی ہو اور وہ ہمہ تن معشوق حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور ماسوی اللہ کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا اور خلائق کے مدح و ذم اس کے نزدیک یکساں ہوتے ہیں اور یہ حالت اکثر بسبب ذکر و شغل اور ریاضت شاقہ کے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سالک مجذوب کا حال ہے۔ مذکورہ صدر مشاہدہ میں یہی وہ دوسرا گروہ اولیاء کا تھا جن کے دلوں پر نور اور چہروں پہ سرشار سرور تھا یہی تہذیب نفس کے انوار تھے اور بعض افراد کو محض عنایت ربانی سے پہلے جذبہ وارد ہوتا ہے اور وہ بعد کو سلوک تمام کرتے ہیں یہ حال مجذوب سالک کا ہے۔ اور مذکورہ صدر مشاہدہ میں یہی وہ دوسرا گروہ اولیاء کا ہے جو تفکر میں مستغرق تھا اور ان کے دلوں پر تجلیات اور چہروں پر حیرت تھی اور وہ توحید وجودی کے قائل تھے اور جن لوگوں کو جذبہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سلوک نہیں کرتے ان کو مجذوب کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ توحید کی مزید تین قسمیں ہیں۔ افعالی۔ صفاتی۔ ذاتی۔ افعالی کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں ہمہ از اوست یعنی توحید شہودی بھی کہتے ہیں۔ سالک کو اول یہی توحید پیش آتی ہے اور اسی تمامی افعال سے یگانگی اور معرفت ذات ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ جو کچھ خیر و شر [illegible]

(باقی اگلے صفحے پر)

نقشبندیہ کا تھا اور توحید وجودی کا قائل تھا ان کے دلوں پر ایک نور تھا

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) نفع و ضرر، موت و حیات، کفر و ایمان، طاعات و عصیان وغیرہ کہ جو افعال موجودات سے ہیں در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے ہیں کیونکہ فاعل حقیقی وہی ہے جیسا کہ واللہ [illegible] وغیرہ میں وارد ہے کہ مخلوق سے صدور افعال بغیر ارادۂ حق کے محال ہے جو ہوتا ہے حق سے ہوتا ہے۔ دوسری توحید صفاتی ہے جس کو اصطلاح میں ہمہ با اوست کہتے ہیں۔ اور یہ توحید افعالی کے محو کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اس سے مطلب یہ ہو کہ حیات، علم، ارادت، قدرت، سمع، بصر، کلام، خالقیت، رزاقیت وغیرہ جتنے صفات ہیں ان کا وجود بغیر ذات کے محال ہے۔ اور صفات ذات سے اور ذات صفات سے کبھی منفک نہیں ہوتے۔ سالک کو چاہیے کہ تمام صفات حق کو اپنے میں تصور کرے اور اپنے کو اس میں محو کرے۔ تیسری توحید ذاتی ہے جس کو ہمہ اوست بھی کہتے ہیں۔ اور یہ توحید صفاتی کو محو کرنے کے بعد پیش آتی ہے اس لیے کہ صفات اور ظہور صفات اور افعال و آثار جو عالم میں ہیں بغیر ذات کے ممکن نہیں۔ اور کبھی ذات سے منفک نہیں ہوتے اور ہر صفت ذات موجود ہے۔ بغیر وجود ذات کے ظہور صفات محال ہے۔ پس صفات و افعال و آثار کا وجود اس ایک وجود مطلق اور ذات بحت سے ہے۔ اسی واسطے صفات و افعال و آثار کو عین ذات اور حقیقت اور ہمہ اوست کہتے ہیں۔ مذکورہ صدر مشاہدہ میں اولیاء اللہ کے ان دو گروہوں میں سے کوئی بھی اس مقام تک نہ پہنچا تھا۔ ان کا مقصد حقیقت جامعہ کی طرف متوجہ رہنا تھا۔ ان اقسام کے بعد توحید کی ایک قسم توحید کلی یا توحید حقیقی بھی ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ ازل الآزال میں بوصف وحدانیت موصوف اور بصفت فردانیت منعوت تھا کان اللہ ولم یکن معہ شیئا۔ اور اب وقت بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ازل الآزال میں تھا اور ابد الآباد تک ویسا ہی ہوگا۔ یہی معرفت وہ راز ہے جس کو مذکورہ صدر مشاہدہ میں ملاء اعلیٰ کی معرفت سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس سے عالم لا الٰہ ہے۔ (حقی انور)

اور چہرہ پر مسرت و سرور تھا۔ اور دوسرا اگرچہ توحید وجودی کا قائل تھا اور ایک
قسم کے تفکر میں غرق تھا۔ ان کے دونوں پر ایک حیا غالب ہے حق کے پہلو میں
قائم ہیں مزید علم کے ساتھ ان کے چہرہ پر غیرت تھی۔ دونوں فریق باہم مناظرہ
کرتے تھے۔ فریق اول کا کہنا یہ تھا کہ کیا تم ہم پر یہ انوار نہیں دیکھتے جو ہم کو
اس طریقہ میں عطا کیے گئے کہ یہ انوار صراط مستقیم پر چلنے کا نتیجہ ہیں اور فریق
ثانی کا کہنا یہ تھا کہ تمام موجودات کا اضمحلال وجود واحد میں ایک امر واقعی
ہے لہذا ہم کو ایک ایسے راز کا علم ہے جس سے تم واقف نہیں۔ لہذا افضل ہم
ہیں نہ کہ تم۔ جب بحث میں طوالت ہوئی تو انھوں نے مجھ کو حکم بنایا اور
میرے فیصلہ پر راضی ہونا منظور کیا۔ پس میں ان کے درمیان کھڑا ہوا اور کہا کہ
بعض علوم صادقہ ایسے ہیں کہ ان کا ثمرہ تہذیب نفس ہے اور بعض علوم سے
اگرچہ وہ نفس الامری اور واقعی ہوں لیکن ان سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نفوس خلائق کو مختلف استعدادات کے مطابق مخلوق
کیا ہے اور ہر نفس کو علوم میں سے ایک خاص مشرب عطا کیا ہے۔ اگر اس
علم میں مستغرق رہتا ہے تو اس کا نفس تہذیب پاتا اور اصلاح قبول کرتا ہے
اور اگر خود کو اس میں مستغرق نہیں کرتا تو ان معنوں سے محروم رہتا ہے اور
اس کا دار و مدار تہذیب نفس پر ہے۔ اور یہ مسئلہ توحید وجودی اگرچہ نفس الامری
اور واقعی ہے لیکن یہ علم تم دونوں گروہوں میں سے کسی کا بھی مشرب نہیں
ہے بلکہ تم دونوں کا مشرب یہ ہے کہ حقیقت جامعہ کی طرف متوجہ رہو اور یہ
توجہ ملاء اعلیٰ کی توجہ کے موافق اور مناسب ہو یعنی توجہ تعظیم ربوبیت سے
مشحون ہو۔ اور یہ گروہ جو اہل وحدت ہیں گو کہ اس مسئلے سے جاہل رہے
لیکن اپنے مشرب میں غلطی نہ کی لہذا ان کے نفوس مہذب ہو گئے اور انوار کی

بارش ہی کا ثمرہ ہے لیکن اہل وحدت الوجود اگرچہ سچی بات کے قائل ہوئے لیکن
اپنے مشرب میں خطا کی کہ وہ جب اپنی ناقص فکر سے سریان وجود میں غور
کرتے ہیں تو تعظیم و محبت و تنزیہ جس سے ملاء اعلیٰ نے حق کو پہچانا ان کے
ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور ملاء اعلیٰ کی یہ معرفت ایک ایسا راز ہے جس سے عالم
مالامال ہے اور یہ علم وحدت الوجود اس کا مشرب ہوتا ہے جس میں وجہ حق
جوہر انسان میں ودیعت کیا ہوا ایک راز ہے تر و تازہ ہوتا ہے یعنی احکام
نشأت میں مغلوب نہیں ہوتا اور وجود کے راز نے اس کو ہجوم تنزلات کی
کدورت سے پوسیدہ نہ کیا ہو اور تم میں وہ چیز اپنی تازگی و شگفتگی پر باقی نہیں
رہی ہے بلکہ مسخ ہو گئی ہے پس ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور انھوں نے
یقین کر لیا۔ پھر میں نے کہا کہ یہ اسرار الٰہی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس سے
مخصوص فرمایا کہ میں اس کے ذریعہ تمہارے درمیان فیصلہ کروں۔ والحمد للہ
رب العالمین

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے ۱۰ صفر سنہ ۱۱۴۳ھ کی شب میں
خواب دیکھا کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے غریب خانہ پر
تشریف لائے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے دست مبارک میں ایک ٹوٹا
ہوا قلم ہے۔ آپ نے دست مبارک بڑھا کر وہ قلم اس فقیر کو عنایت فرمایا اور
ارشاد فرمایا کہ یہ قلم میرے جد بزرگوار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے
پھر فرمایا کہ ٹھہر جاؤ تاکہ (امام) حسینؓ اس قلم کو درست کر دیں پس حضرت
امام حسینؓ نے اس کو درست فرما کر مجھے عنایت فرمایا اس سے ایسا فرحت و
سرور مجھے حاصل ہوا جو بیان میں نہیں آ سکتا۔ پھر ایک دھاریدار چادر
لائی گئی جس میں ایک سفید دھاری تھی دوسری سبز۔ وہ چادر حضرت سیدنا

کے روبرو رکھی گئی۔ حضرت امام حسینؓ نے اس کو اٹھا کر بہ زبانِ غیب فرمایا کہ
ہٰذا رداء جدی رسول اللہؐ۔ پھر اسے مجھے اڑھا دیا۔ میں نے اس کو بصد تعظیم و
تکریم سر پر رکھا۔ اور جنابِ الٰہی میں اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کا شکر ادا
کیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ ایک دن میں روحِ شمس تک پہنچا اور
اس کو دیکھا اور بات چیت کی اور میں نے اسے طبعاً فیاض دیکھا اور اسی
طرح ارواحِ افلاک کو دیکھا کہ باہم لپٹے ہوئے ہیں اور علوم وہم میں
موافق ہیں اور کلام شمس کی تفصیل فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے شعائر اللہ (نشانیاں) کو دیکھا
کہ ایک نور اس کی بلندی پر چمک رہا ہے اور اس کی حقیقت اچھی طرح
دریافت کی۔ اور جب لوگ ان شعائر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں (تو) بعض
کی نیت صرف انتفاع (نفع اندوزی) ہوتی ہے (تو) یعنی اس بات کا اعتقاد
کہ یہ شعائر اللہ سے ہے۔ اور ایک گروہ کی روحانی نگاہ کھلی ہوئی ہے اور وہ
اس نور کا ادراک کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی قوتِ ملکیہ قوتِ بہیمیہ
پر غالب ہوتی ہے۔ اور ایک فرقے نے جب اس نور میں غور کیا تو تدلی الٰہی
میں واصل ہوگئے جو اس نور کی اصل ہے۔ اور یہ فرقہ اعلیٰ و اکمل ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حقیقتِ تدلی پر جہاں

---

[1] ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم
تکریم کرنا دلوں کی پاکیزگی کی دلیل ہے۔ علما محققین انبیاء و اولیا کی ذاتوں کو بھی شعائر
اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ (تقی انور)

[2] جو تجلیات تجلی اعظم کے منبع سے صادر ہو کر تدبیر عالم کرتی ہیں تدلی کہلاتی ہیں۔

سے وہ دنیا بشری کی طرف متوجہ ہو، مطلع فرمایا تاکہ ان کا حق کی طرف قرب و
وصول ممکن ہو جائے۔ اور وہ تدلی عالم مثال میں متمثل ہے اور کبھی وہ انبیاء
اور کتب و شعائر کی صورتوں میں ظاہر فرماتا ہے۔ اور میں مطلع ہوا حقیقتِ نبوت
اور حقائقِ انبیاء پر عموماً۔ اور حقیقتِ خاتم الانبیاء پر خصوصاً اور حقائق
کتب آسمانیہ پر عموماً اور حقیقتِ قرآن عظیم اور حقیقتِ کعبہ اور حقیقتِ نماز پر
خصوصاً۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان اشیاء کی صورتوں پر تدلی کے ظہور کی
حکمت پر مفصل طور پر مطلع فرمایا اور اس کی تفصیل فیوض الحرمین سے
معلوم ہو سکتی ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں اسرار
ظاہر ہونے کے جن میں سے بعض کی کیفیت سے میرا نسمہ پُر ہو گیا۔ اور علما اعلیٰ
کی تحصیل کمال اور علماء سافل کے کسب کمال کا طریقہ اور جو اس پر مطلع
ہونا چاہے وہ فیوض الحرمین کی طرف رجوع کرے۔

نیز خود بدولت نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ جاتے وقت
شہدائے بدر کی قبور پر زیارت کو گیا اور ان کی قبور کرامت ظہور کے مقابل
کھڑا ہوا۔ اچانک ان کی قبور سے لاتعداد انوار مثل انوار محسوسہ میری طرف
ظاہر ہوئے حتیٰ کہ میں متفکر ہوا کہ ان انوار کا ادراک بحس ظاہر کیا
جائے یا بہ بصیرِ روح (بچشم باطن) اور جب میں نے ان انوار کی حقیقت
میں غور کیا تو یہ منکشف ہوا کہ وہ انوار رحمت تھے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ جب میں اس قبر کی زیارت کو گیا جو حضرت ابوذر
غفاریؓ سے منسوب ہے صفرا میں جو مدینہ طیبہ کے راستہ میں ایک جگہ
کا نام ہے اور متوجہ ہو کر ان کی قبر کے سامنے بیٹھا۔ ناگاہ ان کی روح مثل

تیسری رات کے چاند کے رونما ہوئی۔ جب میں نے اس میں غور کیا
تو انوارِ اعمال اور انوارِ رحمت مخلوط تھے لیکن انوارِ رحمت غالب تھے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ مکہ معظمہ میں روزِ ولادتِ سرورِ کائنات ﷺ
(محفل میلاد شریف) مولد شریف میں لوگوں کا ایک جمِ غفیر تھا اور آنحضرت ﷺ
پر صلوٰۃ و سلام اور آپ کے معجزات بیان کرنے میں مشغول تھے۔ ناگاہ
میں نے اس بقعۂ کریمہ سے بجلیاں چمکتی ہوئی دیکھیں۔ مجھے ان کے ادراک
کی فکر ہوئی کہ کیا وہ نگاہِ ظاہر سے ہیں یا نگاہِ باطن سے۔ پھر جب میں نے
غور کیا تو دیکھا کہ وہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو اس متبرک مقام پر مامور ہیں
اور ان میں انوارِ رحمت بھی شامل ہیں۔ اور ان انوار کی تفصیل فیوض الحرمین
میں مرقوم ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہو کر روضۂ
اطہر کی زیارت سے مشرف ہوا تو آنحضرت ﷺ کی روح پرفتوح کو ظاہر آشکارا
دیکھا لیکن نہ تو عالمِ اجساد میں اور نہ عالمِ ارواح میں بلکہ عالمِ مثال میں
جو حسِ ظاہر سے قریب ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ عوام جو درود وغیرہ میں
آنحضرت کی نشانیاں بیان کرتے ہیں وہ اسی جہت سے ہے۔ پھر میں یکے
بعد دیگرے مرقدِ مطہر کی طرف متوجہ ہوا تو اس ذاتِ قدسی صفات نے
مختلف صورتوں میں ظہور فرمایا۔ کبھی پرشکوہ و بارعب لباس میں (لباسِ
شاہانہ میں)، کبھی جذب، محبت اور انس کی شکل میں اور کبھی سریان کی
صورت میں۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا اس حول کی فضا روحِ مبارک
سے پُر ہو گئی اور موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ اُسے دیکھنے والا خود بھی
اپنے کو اس میں گم کر دیتا ہو اور سرورِ کائنات ﷺ کی وہ صورتِ پاک جس

آپ عالمِ ناسوت میں متمثل تھے مجھے دکھائی دی باوجود اس کے کہ میری ہمت
روحانیت کی طرف تھی۔ پس مجھے یقین ہو گیا کہ صورتِ کریمہ کی تقویم زیجِ زنجیہ
کے خواص سے ہو اور انّ الانبیاء لا یموتون وانھم یصلون ویحجون
فی قبورھم میں اسی کی طرف اشارہ ہو اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے آپ
پر صلوٰۃ و سلام بھیجا ہو اور آپ نے انبساط نہ فرمایا ہو اور میرے لیے ظاہر نہ
ہوئے ہوں، و ذٰلک لانہ رحمۃ للعالمین۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ مدینۂ منورہ میں داخلہ کے تیسرے روز
میں نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجا
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر ان سب کا افاضہ فرمائیے جو اللہ نے آپ پر
افاضہ فرمائے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ہم محتاج بن کر آئے ہیں اور آپ
رحمۃ للعالمین ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے میری طرف بہت زائد انبساط
فرمایا اور مجھ کو اپنی رداءِ مبارک میں ڈھانپ لیا۔ اور مجھ پر اسرارِ عظیمہ
روشن فرمائے اور مجھے حاجتوں میں اپنی ذاتِ مبارک سے استمداد کی
کیفیت سے شناسا فرمایا۔ اور خود بدولت پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے والوں کے
جواب کی کیفیت نیز اپنی ان اشخاص کی طرف انبساطی کیفیت سے جو بعض
نفیس آپ کی مدح میں مبالغہ کرتے ہیں مطلع فرمایا۔ اور میں نے آنحضرت ﷺ
کی مظہریت کو تدلّیِ الٰہی دیکھا جس کو صوفیہ حقیقتِ محمدیہ اور نبی الانبیاء
کہتے ہیں۔ اور میں نے ائمۂ شریفہ کے تمام مذاہب اور صوفیہ کے طریقوں
کا برابر برابر ایک دوسرے پر ترجیح کے بغیر آپ کے روبرو مشاہدہ کیا۔ اور
میں نے آپ ﷺ کا لباسِ شاہانہ میں مختلف صورتوں میں مشاہدہ کیا۔ اور آپ ﷺ

لہ انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں آتی وہ اپنی قبر میں بھی نماز پڑھتے اور حج ادا کرتے ہیں

نے مجھے اس جلسہ میں مقامات مجددیہ، وصائیہ و قطبیہ و ارشادیہ عطا فرمائے اور
مجھے افضل امام سے نامزد فرمایا اور میرے مذہب و طریقہ کی درستی فرمائی۔ اور میں
نے آنحضرت ﷺ کو اسی طرح فیوض دینے والا دیکھا جیسے مشائخ مریدین کو دیتے
ہیں۔ اور یہ تمام واردات ایک ہی مشہد (حاضری) میں ہوئے۔ اور اس مشہد
کے اسرار و غوامض فیوض الحرمین میں بالتفصیل لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے سرور کائنات ﷺ کے حضور
میں حدیث کنت نبیا وآدم منجدل بین الماء والطین کے بارہ میں سوال
کیا۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنی صورت مثالیہ مشاہدہ کرائی نیز عالم مثال سے عالم اجساد
کی طرف اپنی منتقلی کی کیفیت دکھائی اور مجھے انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اور
ان کے اشباح دکھائے۔ اور حضرت الٰہی سے ان پر افاضۂ نبوت کی کیفیت اور
جو کچھ عالم مثال میں آپ ﷺ پر مفاض ہوا ہو مشاہدہ کرایا۔ اور اولیائے کرام کی
صورتیں اور آپ ﷺ کے بعد افاضۂ علوم اور حقائق و معارف کی کیفیات ظاہر
فرمائیں۔ پس مجھ پر اصل حقیقت واضح ہو گئی اور انکشافات سے آپ کی مراد
معلوم ہو گئی۔ اور اسرار کی تحقیق فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں جس وقت بھی آپ ﷺ کے مرقد مقدس کی طرف متوجہ
ہوتا تھا آپ کی ذات منظر آیات کو ظاہر و باہر دیکھتا تھا۔ ایک روز میں آپ ﷺ کی
طرف متوجہ ہوا اور ان اسرار و معارف کی حقیقتوں کے بارہ میں جو مجھ پر ظاہر
ہوئی تھیں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی حقیقت مجھ پر ظاہر فرمائی اور ایک فن
مجھکو ایک نور دکھائی دیا جیسے ملائکہ ساجدہ کے انوار۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ
نور آپ ﷺ کے مرقد منور سے پھوٹ رہا ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں محراب نبوی روضۂ مقدس

اور منبر نبوی ﷺ کے درمیان چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا اسی اثناء میں ملاء اعلیٰ کے
قرب اور حدیث شریف اما السجود فاجتہدوا فی الدعاء[1] کے اسرار ظاہر
ہوئے۔ اور حدیث شریف هل تضارون فی القمر لیلة البدر قالوا لا
قال فکذلک ترون ربکم ولا تغلبن علی الصلوٰۃ قبل طلوع الشمس و
صلوٰۃ قبل غروبہا[2] کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ اور میں نے اس وقت ہر آیت
اور ہر حدیث کو ایک بحر مواج دیکھا اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی ضبط تحریر
میں لایا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں۔ بعد ازاں تدلی اعظم غیر متناہی
الارجاء بحر ناپیدا کنار نے ظہور فرمایا۔ اور میں نے اپنے نفس ناطقہ کو بھی غیر متناہی
پایا جس نے اس تدلی کا مقابلہ کیا اور اس کو گرفت میں لے لیا پس میرا نفس ناطقہ
کی عظمت و بلندی [illegible] رہ گیا اور جب مجھے اس حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے
اپنے کو نور سے پر دیکھا جو میرے اوپر نیچے اور دائیں بائیں سے جاری ہے اور
میرے قلب و نظر اور ہاتھ پاؤں سے جوش زن ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز مجھ پر آنحضرت ﷺ کی روح مطہر نے ہر قسم
کے لباسوں سے مجرد ہو کر تجلی فرمائی۔ میں نے اپنی روح سے اس کی فطرت
کے مطابق ایک صورت روحیہ مجردہ تراشی۔ اور اس انجذاب و رفعت سے اس کا
مشاہدہ کیا۔ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے مجھ پر افاضہ فرمایا اور
میرے نفس ناطقہ کو اتنا وسیع کر دیا کہ میں آپ ﷺ کی وراثت سے ملحق ہو گیا

---

[1] سجدوں میں دعا کی کوشش کرو۔

[2] کیا تم کو چودھویں رات کا چاند دیکھنے سے کچھ ضرر پہنچتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا
نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح تم دیکھو گے اپنے پروردگار کو۔

انتہا کو پہنچ گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سلوک میں ایک طریقہ بواسطہ آنحضرت عطا فرمایا اور آنحضرت ؐ کی روح کریمہ نے مجھے بشارت دیتے ہوئے۔ اس کی حقیقت پر اطلاع بخشی اور اس طریقہ علیہ میں پہلا شخص جو آنجناب ولایت مآب کی شرف بیعت سے مشرف ہوا یہ خاکسار کاتب حروف ہو اور یہ بیعت شب ہجر کی نصف شب کے سنوریں حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہوئی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس جگہ ان انوار کا مشاہدہ کیا جو تمام انوار سے غالب تھے۔ وہاں یہ مشہود ہوا کہ جو شخص اس جگہ نماز پڑھے گا بحر انوار میں مستغرق ہو جائے گا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کی اس نظر خاص کا جو سرور کائناتؐ پر تھی مشاہدہ کیا۔ یعنی لولاک لما خلقت الافلاکؑ سے مراد وہی نظر ہو۔ پس میں آنجناب کا طفیل ہو گیا اور آپ نے مجکو اپنے ساتھ چپاں کر لیا اور جوہر سے مثل عرض ہو گیا۔ اور اس نظر کا منظور نظر ہو گیا۔ نیز اس کا منتظر ہو گیا اور اس کی حقیقت کا ادراک کر لیا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے آنحضرت ؐ کا علمائے حدیث کے حق میں شفاعت کا اور موت کے وقت توسل اور علم حدیث سے توسل کا مشاہدہ کیا اور اس کی حفاظت عروہ وثقی اور حبل مبین سے جو منقطع ہوتی ہی نہیں ہے۔ پس ہر مومن پر لازم ہے کہ یا محدث ہو یا ان کا طفیلی ہو جائے۔

لہ اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں ایک دن اس حدیث شریف سے کہ سُئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق قال کان فی عماء کا منتظر تھا۔ پھر مجھ پر اس کا انکشاف فرمایا اور ایک نور عظیم ہیولیٰ کی شکل میں نہایت بلندی پر اس طرح متشکل ہوا معلوم ہوتا تھا کہ اس نور نے اپنی تمثیل کا بخطوط شعاعیہ ممتدہ احاطہ کر لیا ہو۔ اور مجھ سے کہا گیا کہ یہی حقیقت ہو اور آنحضرت کے اس قول کان فی عماء میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہ نور اور تمثیل عماء ہو اور ان خطوط شعاعیہ سے مراد وہ قہر ہو جو وھو القاہر فوق عبادہ سے ثابت ہو۔ پس ایک قسم کی ٹھنڈک وطمانیت حاصل ہو گئی اور کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ آنحضرت ؐ نے مجھ پر حیز طبیعت کی حیز قدس کی طرف ترقی کی کیفیت جس سے مراد قدم صدق ہے افاضہ فرمائی۔ نیز حیز طبیعت کی طرف اس قدم صدق کے انحدار کی کیفیت افاضہ فرمائی۔ اور میں نے اس ترقی و تنزل کے درمیان ہاتف وخاطر کے ظہور اور رویائے صادقہ وفراست کا مشاہدہ کیا اور میں نے ہر ایک کا مناسب حال ادراک کیا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں آنحضرت ؐ کی طرف متوجہ تھا۔ ناگاہ

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہمارا رب قبل تخلیق عالم کہاں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ عماء میں تھا۔ عماء کے لغوی معنی ابر باریک ہیں۔ اور صوفیا کی اصطلاح میں اللہ کے نفس کا نفس ہو جس کو علم وعقل کلی بھی کہتے ہیں اور اس سے مراد حقیقت الحقائق ہو جو موصوف بالحقیقۃ در خلقیۃ نہیں ہوتی اور یہ مرتبہ ذاتی ہو بوجہ عدم اضافت کے کسی اسم یا وصف کا مقتضی نہیں ہی۔ آنحضرت ؐ کے اس ارشاد کا مطلب ہو ان العماء مافوقہ ھواء وما تحتہ ھواء (عماء کے اوپر بھی ہوا ہو اور نیچے بھی ہوا ہو) [illegible] اور وہ اسی کا حکم اپنے بندوں پر غالب ہو۔ [illegible]

ایک نور انتہائی بلند ظاہر ہوا جس سے میرا لشکر پراور ملامال ہو گیا اور اس کی
ہر قوں نے مجھے متحیر کر دیا اور میرے باطن سے یہ آواز آئی کہ یہ نور عرش کا
اور اس کا آنجناب کی نبوت میں ایک عظیم دخل ہے اور اس کی معرفت
حقیقتِ محمدی کی معرفت پر موقوف ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں ایک دن حضرات اہلِ بیت اطہار رضی
اللہ علیہم اجمعین کی قبور کی طرف متوجہ ہوا میں نے ان کو طریقہ معرفت
پر مدد پایا۔ خود اولیاء اللہ کے طریقوں کی اصل و بنیاد ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک دن دورانِ طواف بیت اللہ میرے نفس
ناطقہ سے ایک نورِ عظیم ظاہر ہوا جس نے تمام عالم کو اپنی گرفت میں لے لیا
اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ قطب الارشاد کی پہچان اسی نور سے ہوتی ہے
اور میں نے بیت اللہ کو دیکھا کہ ملاءِ اعلیٰ اور ملاءِ سافل کی ہمتیں اس سے
متعلق ہیں جس طرح نفسِ ناطقہ کا بدن سے تعلق ہوتا ہے اور میں نے بیت اللہ
کو ان کی ہمتوں سے مالامال دیکھا جس طرح شہد کی مکھی کا چھتا ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس معاملت پر مطلع فرمایا جو
وہ فرمائے گا اور جو ظاہری و باطنی نعمتیں عطا کرے گا۔ اور مجھے دین و دنیا
کے مواخذے سے معصوم فرمایا اور مجھ پر اس نعمتِ عظمیٰ کا احسان رکھا کہ شاید
ہی کوئی اس دولت سے فائز ہوا ہو اور مجھکو بدولت عیش عطا فرمائی اور
ہر سعادت میں سے ایک معتد بہ حصہ عطا فرمایا۔ اور مجھے خلافتِ باطنیہ
کی خلعت پہنائی۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے اپنی روح کو دیکھا کہ وہ وجود
ہو گئی اور بے انتہا عظمت و وسعت پائی اور میں نے اس سیر کا ادراک کیا

کہ اس عظمت و وسعت کا نتیجہ حضرتِ الٰہیہ کے اسرار کا حلول ہے جو ملاءِ اعلیٰ میں
منعقد ہوتے ہیں اور اسمائے الٰہیہ کی برکات کا نزول جو مدارک کلیہ میں منعقد
ہو گئے ہیں۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھ پر مبدا و معاد کے اسرار نیز اہلِ جہنم کے لباس سرابیل
من قطران اور اہلِ بہشت کے لباس سندس و حریر نیز اہلِ جہنم کی روسیاہی
اور اہلِ بہشت کی سرخروئی کے اسرار افاضہ ہوئے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھ پر کرامات کے طریقوں کے ظہور کے اسرار کا افاضہ فرمایا
اور ہر اہلِ دیار کی کرامتوں کے درمیان فرق سمجھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس قول کا سِر جو آپ نے ابی رافع سے فرمایا جب ابو رافع نے سہ بار ذراع
ست طلب کیا۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ بکری کے تو دو ہی ذراع ہوتے
ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم سکوت کرتے تو یکے بعد دیگرے ذراع پاتے
رہتے میں اختیار رہتا اور تم دیتے رہتے (یعنی وہ ختم ہی نہ ہوتے)

آپ نے تحریر فرمایا کہ جب میں بیت اللہ کے اندر داخل ہوا اور اپنے
باطن کی طرف متوجہ ہوا تو مجھ پر صراطِ مستقیم کی حقیقت نے تجلی کی اور میں نے
پل صراط کو دیکھا کہ جہنم پر قائم ہے اور وہ حقیقت کے مجسموں میں سے ایک مجسمہ
ہے اور میں نے بیت اللہ کے جوف کی اس حقیقت کے ساتھ ایک خصوصیت
دیکھی (یہاں) مشاہدات موعودہ اور ہر مشہد کے اسرار و رموز ختم ہوئے
اس کی تفصیل فیوض الحرمین میں لکھی ہوئی ہے جو اس پر واقف ہونا
چاہے وہ اس کی طرف رجوع کرے۔

جب حضرت اقدس حرمین شریفین کے سفر مبارک سے اپنے دولت خانہ
فیض آشیانہ واپس تشریف لائے حقائق و معارف آگاہ، فضائل و کمالات

دست گاہ شاہ صدر عالم جو حضرتِ اقدس کے عمِ بزرگوار کے پوتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے فیوض الحرمین کے مشہدِ اول کا مطالعہ کیا تو میرے دل میں آیا کہ کاش صاحبِ رسالہ کے مقام پر میں مطلع ہو جاتا۔ میں فجر کی اذان کے بعد پوری توجہ اور فراغت کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اللہ نے مجھ پر یہ عبارت القا فرمائی اقمناہ[له] فی مقام الصدیقیۃ الکبریٰ بعد ازاں میرے سر میں یہ ندا کی گئی کہ اس مقام پر اقامت کا ذریعہ آنحضرتؐ کی روح پُرفتوح ہے جس طرح جبرئیل امین وحی کا ذریعہ تھے پس یہ ان کے لیے نہایت مبارک مقام ہے۔ اس کے بعد میں نے بقیہ رسالہ کا مطالعہ کیا اور اس کے تمام مشاہد مقدسہ کو واقع کے مطابق پایا۔

حقایق و معارف آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ اقدس کے حرمین شریفین تشریف لے جانے کے دوران اس ملک میں قحط پڑ گیا اور بارش بالکل غائب ہو گئی۔ تمام مخلوق پریشان ہو کر گریہ وزاری کرتی تھی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ انھیں ایام میں ایک دن میں مراقب بیٹھا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرتِ اقدس نے حجاز سے اس ملک کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ اب بارش ہو گی۔ انھیں ایام میں خوب بارش ہوئی اور کثرت سے غلہ پیدا ہوا اور قحط دور ہوا۔ جب حضرتِ اقدس اس ملک میں واپس تشریف لائے تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جس دوران یہاں قحط پڑا تھا آپ حرمین شریفین سے اس ملک کی طرف توجہ فرما کر جہاز پر سوار ہوئے تھے۔

ایک شخص محمد یوسف نام جو ایک عالم آدمی اور دیانت دار درویش تھے

له میں نے ان کو مقام صدیقیت کبریٰ کے مقام پر فائز کیا۔

ایک شخص دوست محمد ہے کہ وہ بھی فاضل آدمی تھے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں اکثر اوقات ایک عزیز کے پاس جو تصوف میں مشہور تھے جایا کرتا تھا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ ان کے عقائد اچھے نہیں ہیں اور ایک دوسرے شخص کے پاس بھی جایا کرتا تھا جس کی صحبت میں تاثیر تھی اور بظاہر وہ پابندِ شرع تھا۔ اور ان دونوں پر مجھے پورا اعتماد تھا۔ ایک دن میں نماز فجر کے لیے اٹھا۔ جماعت تیار تھی صرف تکبیر کہنے کی دیر تھی۔ میں نے چاہا کہ دو رکعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جاؤں جیسے ہی نیت باندھنے کا ارادہ کیا وہ دونوں متشکل ہو کر سامنے آ گئے اور مجھے نماز سے روکنے لگے میں نے ہر چند چاہا کہ ان سے رو گرداں ہو کر نماز شروع کر دوں لیکن باوجود میری کوشش کے یہ بات کسی طرح ممکن نہ ہوئی۔ ان میں سے ایک تو سجدہ کی جگہ پر بیٹھ گیا تاکہ میں سجدہ نہ کر سکوں اور دوسرا میرے پہلو میں کھڑا ہوا مجھے روکنے لگا گو کہ ارکانِ شرعیہ کی حقیقت میں میں راسخ الاعتقاد تھا لیکن اس بات سے مجھے شک پیدا ہوا اور جب کوئی چارہ نہ رہا تو عاجز آ کر لاحول پڑھنے لگا۔ اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پریشانی پر پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ نماز کا وقت جاتا رہے گا۔ تمام بزرگانِ سابق یعنی اولیائے کرام اور انبیائے عظام کے فرداً فرداً نام لے رہا تھا اور ان سے مدد چاہ رہا تھا لیکن بے سود آخر کار مجھے یاد آیا کہ ایک بار حضرتِ اقدس نے فرمایا تھا کہ پریشانی اور مشکل پڑنے کے وقت مجھے یاد کر لینا۔ جیسے ہی میں نے حضرتِ اقدس کا نام لے کر مدد طلب کی دیکھا کہ حضرتِ اقدس تشریف لائے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں کے کان پکڑ کر میرے سامنے سے بھگا دیا۔ اور مجھے اس آفت سے نجات دی۔

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ یہ بات بھی حضرتِ اقدس سے عقیدت کی زیادتی کا سبب ہوئی۔

حافظ عبد النبی جو آپ کے مرید و خلیفۂ خاص ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب خواب میں سرورِ کائنات کو دیکھا جب میں نے اپنے سر کو آپ کے قدموں پر ڈالنا چاہا تو دیکھا کہ حضرتِ اقدس تھے۔

ایک بار حضرتِ اقدس راقم الحروف کے وطن قصبۂ پھلت تشریف لائے عصر کا وقت تھا اور آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ اس مکان میں وہ انوار کی ئے رہے ہیں جو ملائکہ سفلی کے انوار کے مشابہ ہیں جو اس مقام کے لوگوں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نور میں حضور کو دخل نہیں ہے بلکہ اس قسم کے انوار کا انتشار (پھیلنا) محض اعمالِ جسد (جوارح) سے ہے گویا وہ اعمال خاص طور پر ان انوار کا منشا ہیں۔ بعد ازاں اپنے جد مادری کے مزار پر تشریف لے گئے اور بیٹھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہاں شہود و مشاہدہ کے انوار ہیں جو قسم اول سے زائد لطیف ہیں اور دونوں قسموں کے درمیان فرق یہ ہے کہ قسم اول اس عالم کی اشیاء سے ہے اور قسم ثانی اشیائے عالم آخرت سے۔

حقایق و معارف آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس مقام پر سرورِ کائنات تشریف فرما ہیں میں حاضر ہو کر دور کھڑا ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بچہ جو اتنا چھوٹا ہے کہ نشست و برخاست کی بھی طاقت نہیں رکھتا لیٹا ہوا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی اثنا آسمان سے ایک باریب شخص (ذات) اترا جس کے متعلق لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہی حق تعالیٰ ہے میں نے شکر ادا کیا کہ اللہ کو بھی دیکھ لیا۔ پھر اس شخص نے جاتے وقت اس لڑکے کو

پکڑا اور بہ طریق دائگی (دایہ کے طور پر) اس بچہ کو کھلانے لگا۔ (یعنی) کھانا پینا دیا اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ بعد ازاں وہ شخص چلا گیا۔ میں نے چاہا کہ قریب جا کر زیارت کروں۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ میرے مرشدِ برحق یعنی حضرتِ اقدس ہیں۔ ادام اللہ ظلال ارشادہ

حضرتِ اقدس ایک بار رمضان المبارک کے مہینہ میں پھلت میں تشریف رکھتے تھے جب ستائیسویں شب ہوئی اثنائے تراویح راقم کی طرف متوجہ ہوئے اور کان میں فرمایا کہ یہ وقت انتشارِ روحانیات کا ہے اور آپ کے اس فرمانے سے اشارہ شبِ قدر کے ظہور کا تھا۔ آپ کے اس فرمانے نے لباسِ غفلت اتار کر خلعتِ حضوری پہنا دی۔ اسی وقت سے عجیب و غریب آثار ظاہر ہونے لگے۔ جب نماز کے بعد حلقۂ ذکر ہوا اصحابِ حلقہ کو انشراحِ تمام حاصل ہوا۔ اور بعضوں پر وجد و بکا غالب آیا۔ صبح کے وقت فقیر نے اس بات کے معنی جو آپ نے زبانی کہی تھی پوچھے آپ نے زبانِ غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد ظہورِ حقیقی ہے۔ حدیث نبوی میں اس سے "فتح ابواب سماء" کی تعبیر لی گئی ہے اس ظہور کی خاصیتوں میں سے ملائکہ اور روحانیاتِ سماویہ کا روحانیات ارضیہ سے اختلاط (میل) ہے۔ اور اس کے معنی اس وقت سے ظاہر ہوئے جب میں تقریباً نصف تراویح پڑھ چکا تھا۔ پھر میں نے چار دوگانہ پڑھے ایک دوگانہ باقی رہ گیا تھا کہ یہ معنی پوشیدہ ہو گئے اور اس کے انوار باقی رہ گئے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ہونے والی بات ہونے سے قبل ایک امر حظیرۃ القدس سے نازل ہوتا ہے اور عالم مثال سے عالم ارضی کی طرف منتقل ہوتا ہے پھر اس کے احکام زمین میں پھیل جاتے ہیں اور اس کا مجھے ایک بار بذاتِ خود مشاہدہ بھی ہوا کہ کچھ لوگوں میں آپس میں جھگڑا ہوا اور عداوت و کینہ اس حد

تک پہنچ گیا کہ ان سے اس وقت مصالحت کرانا ممکن نہ تھا لیکن مدت دراز گذرنے کے بعد میں نے ان کی عداوت دور کرنے کے لیے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر التجا کی دیکھا کہ ایک نقطۂ نورانیہ مثالیہ حظیرۃ القدس کے زمین کی طرف نازل ہوا جیسے جیسے وہ اترتا تھا ان میں انبساط پیدا ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی باہمی عداوت کافور ہو گئی۔ اور میں ہنوز اس مجلس سے اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ ان میں آپس میں میل ہو گیا اور باہم محبت پیدا ہو گئی۔ اور آیۂ کریمہ وهو الذی الف بین قلوبهم کے اصل معنی ظاہر ہو گئے۔ والحمد للہ علی ذلک

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ میرے بعض لڑکے ایک مرض میں مبتلا ہوئے۔ میرا دل ان کی طرف مشغول ہوا۔ نماز ظہر پڑھ رہا تھا کہ مجھے مشاہدہ ہوا کہ ان کی موت عالم مثال سے نازل ہو چکی ہے بعد ازاں اسی رات ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت اقدس فرماتے تھے کہ ایک بار مجھے ایک شخص کی طرف سے انقباض (تکدر) لاحق ہوا اور یہ حال تقریباً دو گھنٹے رہا اور اس بات کے ظاہر کرنے میں اپنے کو مجبور پاتا تھا۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ انقباض کسی کی ہلاکت کا موجب ہوا اچانک اس کی جگہ پر ایک دوسرا شخص ختم ہو گیا اور وہ بچ گیا (زندہ رہ گیا) اور اس کے معنی بہت دقیق ہیں جس کا اظہار اس جگہ ممکن نہیں ہے۔ (یہ تکدر اس کی زندگی کا ضامن بن گیا کہ بزرگوں کا تکدر بھی بظاہر زحمت ہوتے ہوئے بھی سراسر رحمت ہے)

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ بنی آدم کے گناہ (برائیاں) عالم مثال میں حقیقت انسانیہ کے نزدیک (جو اس عالم میں تمثیل رکھتی ہے) جمع ہوتی ہیں۔ پس اولاً شر مذکورہ ایک کمزور جانور کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ پس ہمیشہ گنہگار

لوگ پے در پے اس سے ملحق ہوتے رہتے ہیں اور ان صورتوں کے مطابق بدلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ آخر میں انسان کی صورت میں ظہور پاتے ہیں اور یہی حقیقت وحال ہے جو اس کی (گنہگار کی) ناسوتی شکل میں متحد ہوتے رہتے ہیں

ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ ایک قوم برائیوں میں مبتلا ہوئی اور افعال بد کی مرتکب ہوئی یہاں تک کہ وہ برائیاں حشرات الارض میں سے ایک بدشکل اور کمزور جانور کی شکل میں متشکل ہوئیں۔ میں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ان کے قتل سے کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر یہ قتل کر دیئے جائیں گے تو ان سے زائد سخت پیدا ہوں گے۔ اسی وجہ سے کہ جب وقت یہ امر وجود میں آتا ہے اس کا زائل ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ یہ سن کر مجھ پر ایک ہیبت طاری ہوئی۔ پھر دوسری طرف متوجہ ہوا۔ دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام اس جگہ تشریف فرما ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں اس بات کا اظہار کیا آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی انداز میں ان کے (اپنی قوم) ساتھ معاملت کرتے ہیں حضرت لوطؑ کی صحبت کی برکت سے میرا وہ خوف جاتا رہا اور اطمینان حاصل ہوا اور اس وقت یہ واضح ہوا کہ قیامت کا سہر بھی یہی ہے (کے پیچھے بھی یہی راز ہے)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دنیا کو ایک عورت کی شکل میں دیکھا کہ لوگوں کی ایک فوج اس کی عاشق و شیدا ہے ان میں سے بعض اس کے عشق میں جوگی بنے ہوئے ہیں اور بعض انتہائی کمزور و نحیف ہیں اور وہ ان میں سے کسی کی طرف متوجہ نہیں بلکہ میری طرف بصد شوق راغب ہے اور اپنی طرف بلا رہی ہے اور اس کے طالب اس کا سوز و اشتیاق میرے سامنے بیان کر رہے ہیں۔ باوجود اس سب کے مجھے اس سے دور رہنے کی خواہش ہے

اور حیا بھی دامنگیر ہے۔ جب اس کی طرف سے بہت زیادہ طلب بڑھی تو میں بلحاظ
نفرت وہاں سے بھاگا اور زمین کے آخری کنارے پر جا پہنچا وہاں حضرت
جبرئیل موجود تھے انھوں نے مجھے اٹھا کر میرے مقام پر پہنچا دیا اور اس عورت
کو قتل کر کے دوبارہ پھر زندہ کیا اور میرے عقدِ نکاح میں دے کر کہا کہ اب
یہ تم کو ضرر نہ پہنچائے گی۔ اس کے بعد میری وہ نفرت و وحشت زائل ہو گئی۔

اس دوران جب کہ قطب الملک سلطان سید عبداللہ خاں تختِ شاہی پر پہنچے
کچھ عرصہ بعد ان کو ایک سخت مرض لاحق ہوا۔ بیماری نے اس حد تک طول کھینچا کہ زندگی
کی امید باقی نہ رہی۔ خان مذکور کو اس کی فکر لاحق ہوئی کہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر
دیں۔ خواجہ محمد سلطان نے کرامت مآب حضرتِ اقدس کے حضور میں عرض کیا کہ
شاہزادے تو بہت ہیں معلوم نہیں کہ سلطنت ان میں سے کس کی قسمت میں ہے،
حضور توجہِ خاص اور کشف سے اس بات پر مطلع فرمائیں۔ آپ نے زبانِ غیب
ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ "تختِ سلطنت تو سلطان روشن اختر ہی کا ہے اور وہی
مستقل بادشاہ ہو گا" چونکہ خواجہ محمد سلطان ان کے باپ کے معتمد ملازمین میں تھے
اس خبرِ بشارت اثر سے نہایت خوش ہوئے اور اس بات کو شاہزادے کی خدمت میں
عرض کیا اور وہ اس وقت سے اس منصب کے منتظر رہے۔ لیکن جب عبداللہ خاں
کی وفات کے بعد ان کے بھائی تختِ شاہی پر بیٹھے تو ان کو قدرے پریشانی و
ملال ہوا تاہم حضرتِ اقدس کے فرمانے کے بموجب ان کی بشارت کے منتظر رہے
کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا اور محمد شاہ مستقل طور پر بادشاہ ہو گئے اور
آپ کے فرمان کی برکت بہ نفسِ نفیس ظاہر ہو گئی۔

جس زمانہ میں سید حسین علی خاں کو مغلوں نے قتل کر دیا اور بادشاہ کو گرفتار
کر کے ہجوم کیا اور سید عبداللہ خاں بادشاہ اور فوج کے مقابلے کے لیے کثیر فوج

لے کر نکلے اور سلطان ابراہیم کو تختِ شاہی پر بٹھا کر خود جنگ کے لیے مستعد ہوئے۔ خواجہ محمد
سلطان نے ولایت مآب حضرتِ اقدس سے عرض کیا کہ اس جنگ میں فتح کس کو نصیب
ہو گی؟ آپ نے ان سے فرمایا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ خاں کی ساری فوج
متفرق ہو گئی ہے اور اس کا ہاتھی میدان میں تنہا رہ گیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ
اس کی فوج کو شکست ہو گی اور فتح محمد شاہ کی قسمت میں ہے"۔ انجام کار جب
جنگ چھڑی تو بعینہٖ وہی واقع ہوا جیسا حضرتِ اقدس نے زبانِ غیب ترجمان سے
فرمایا تھا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک رات خواب میں مجھ پر حالتِ آمیہ طاری
ہوئی اور عجیب کیفیت رونما ہوئی۔ اس وقت یہ شعر بے اختیار زبان پر جاری تھا۔ لہ

رَأَيْتُكَ رَبِّي فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا   فَبِالْقَلْبِ إِدْرَاكًا وَبِالْعَيْنِ إِبْصَارًا

اور اس شعر سے اس حالت کی تعبیر کی۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو بیت مذکورہ یاد
تھی۔ اس فقیر نے جناب ولایت مآب کی خدمت میں عرض کیا کہ اس حالت کی وضاحت
فرمائی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حقیقت الحقائق کا اس کی تمام تجلیات کے ساتھ
انکشاف تھا اس حیثیت سے کہ اگر اس ادراک کو ادراک کہا جائے تو بعید نہیں ہے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ شرک کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرکِ عبادت عہ

لہ اے میرے پروردگار میں نے تجھے دیکھا ہر مقام پر، قلب سے ادراک کرتے ہوئے اور
آنکھ سے دیدار کرتے ہوئے (یعنی بصارت و بصیرت سے)

عہ شرکِ عبادت کا تعلق ساجد کی نیت پر منحصر ہے یعنی اگر سجدہ کرنے والا اپنے معبود کو کمالِ قدرت
اور عالم کی تدبیر میں کرنے والا سمجھتا ہے تو وہ سجدہ عبودیت ہے لیکن اگر کسی غیر معبود کو اپنی
ذلت کے اظہار کے لیے سجدہ کرے تو وہ شرک نہیں ہے۔ بلکہ یہ سجدہ تعظیمی ہے نہ کہ سجدہ
عبادت۔

ہے اور اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ غیر خدا کے لیے انتہا درجہ کا تذلل ہے۔ جو
قدرت کے اعتقاد اور تدبیر یعنی کل من السمٰوات والارض سے پیدا ہوتا ہے اور
کا اعتقاد یہ ہو کہ غیر خدا کو بارش دیتا ہے۔ اور وہ خضوع و تذلل جس سے ایسا اعتقاد
نہ پیدا ہو وہ شرک میں داخل نہیں ہے۔

ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ ایک قوم ایک زہریلی بھڑ کے سامنے سجدہ ریز
ہے اور وہ اپنے پر پھڑپھڑا رہی ہے۔ اس وقت اللہ نے میرے قلب میں ڈالا کہ کیا تم اس
قوم کو ظلمت شرک میں مبتلا پاتے ہو یا ان کی خطاؤں نے ان کو لپیٹ میں لے لیا ہے
میں نے کہا کہ میں اس ظلمت کو ان میں نہیں پاتا اس لیے کہ اگرچہ وہ اس بھڑ کو اپنا
قبلہ بنائے ہوئے ہیں تاہم اس درجہ تذلل کو جو عبادت ہے اس تذلل سے مخلوط نہیں
کیا ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ ایک امر عظیم ہے جو واقف کیا گیا ہے اور اس روز ہمارا
دل اس علم بصری کے لباس سے ملبوس ہوا اور ایک خاص حقیقت پر بصیرت کا
ظہور ہوا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب کسی مسکین کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی ہے تو
وہ بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر اپنی حاجت عرض کرتا ہے اور جود الٰہی جوش مارتا ہے
پھر کبھی وہ کسی صاحب استعداد کے دل میں الہام فرماتا ہے کہ وہ اس حاجت مند
کی حاجت روائی کر دے اور رضائے الٰہی اسے اس کی توفیق عطا فرماتی ہے اور
ہر طرف سے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

ایک دن ایک مسکین نے مجھ سے سوال کیا میں نے اپنے دل میں الہام الٰہی
پایا کہ وہ مجھے اس کی حاجت روائی کا حکم فرما رہا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں اس
کے اجر کی بشارت دے رہا ہے۔ پس میں نے اس کی حاجت پوری کر دی پھر مجھے اس
کا مشاہدہ ہوا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور میں نے جود و عطا کے

دروازہ کو کھلا ہوا اور قلب میں الہامات کا نزول اور اجر کا ظہور دیکھا پھر ان علم
اور کا بہ نظر بصیرت مجھے مشاہدہ ہوا۔ و الحمد للہ علی ذالک۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز لا انتہا لطیفہ کی ایک جماعت مختلف شکلوں
میں متشکل ہو کر ظاہر ہوئی۔ ان میں سے بعض مدور تھے۔ بعض مثلث بعض
مسدس اور بعض غیر متعارف شکلوں میں متشکل تھے۔ اور ان کا مزاج معدنیات
کے مزاج کے مشابہ تھا۔

حضرت اقدس کے مریدوں میں سے ایک صالح طالب علم عنفوان شباب میں قضا
کر گیا۔ حضرت اقدس کچھ عرصہ بعد اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر متوجہ
رہ کر ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی قبر نورانی ہے اور یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک
چڑیا کے مثل ہے۔

حضرت اقدس نے ایک بار شاہ نور اللہ کو کسی کام کے سلسلہ میں قصبہ سونی پت
بھیجا جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ کو یہ بتایا ہے کہ میاں نور اللہ میرے لیے ایک خوش خبری لے کر آئیں گے۔
چند روز بعد جب شاہ نور اللہ قصبہ سونی پت سے واپس آئے تو آپ نے ان سے
اس بشارت کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ ایک دن میں نے
امام ناصر الدین محمد کو (جن کا مزار سونی پت میں ہے) خواب میں دیکھا کہ کھڑے ہوئے
ہیں اور حضرت اقدس اور میں اور یہ فقیر تینوں کھانا کھا رہے ہیں۔ امام نے
کہا کہ یہ کھانا نہ دنیا کے کھانوں میں سے ہے نہ جنت کے کھانوں میں سے۔ بلکہ
یہ وہ ہے جس کو اللہ نے حضرت تمہارے لیے مخصوص کر دیا ہے اور اسی رات یہی
خواب بعینہ سونی پت کے ایک نوجوان نے بھی دیکھا۔

ایک روز حضرت اقدس نے فرمایا کہ آج رات میں قرآنی سورتوں کا ورد

کر رہا تھا کہ اسی اثنا انوارِ ملکیہ ظاہر ہوئے ان کی شعاعیں اتنی تیز تھیں کہ کوئی ہوتی تھیں معلوم ہوا کہ حدیث میں جو حفت الملائکہ کا لفظ آیا ہے اس سے مرادیہی انوار ہو سکتے ہیں اگرچہ اس کے معنی دوسرے بھی ہوں گے۔ نیز اس وقت ارواحِ طیبہ کی توجہ اور خصوصاً آنحضرتؐ کی رُوحِ مقدس کی توجہ ظاہر ہوئی اور اس وقت یہ واضح ہوا کہ ان سب کا ظہور اس عمل کی قبولیت کی علامت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ بعض اوقات قبولیت کی علامت عمل کرنے کے دوران ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد ان سے بیعت کر رہی ہو اور صحبت اختیار کر کے ان سے اخذِ فیض کر رہی ہے۔ پھر مجھے یہ دکھلایا گیا اور میرے دل میں یہ القا ہوا کہ یہ ملتِ اسلام کے نصاریٰ ہیں اور مجھ پر یہ انکشاف کیا گیا کہ اگرچہ وہ شریعت میں تابعِ اسلام ہیں لیکن وہ فیض ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے کھلا ہے اور ان کی نسبت آنجناب سے ماخوذ ہو۔ اور ان کا استدلال ظاہر میں حضرت عیسیٰؑ کی تفویض پر منحصر اور ان کے قلوب ان کی اتباع پر متحد ہیں اور آپ ہی کی نسبت سے فنافی الشیخ کا رتبہ رکھتے ہیں اگرچہ حضرتِ عیسیٰؑ جو کچھ فرماتے ہیں عین موافق شرعِ محمدی ہی ہو نیز کچھ وہ چیزیں بھی ایسی ہیں جو شریعتِ محمدیہ میں خطابِ ذاتی سے مخصوص ہیں لیکن علمائے ظاہر اس سے واقف نہ ہو سکے ہیں اور اس کو شریعت کا حکم سمجھ لیا ہو یا جب ان پر یہ بات مشتبہ ہوئی تو انھوں نے احتیاط برتی ہو[1] اور وہ معاملات جو وہ شرائع کے ساتھ کرتے تھے اُن کی نسبت بجالائے

[1] جو شریعت حضرات محدثین کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے اس میں احکام ذاتی اور عام احکام میں تمیز نہیں کی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی قربِ قیامت کی بعثت میں تمیز فرمائیں گے۔ راسخین فی العلم کو چاہیے کہ اشکال رفع کریں۔ وہ ایک گروہ عیسائیوں میں ایسا ہو جن کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہو کہ وہ راہِ راست پر ہیں اور مشرکین میں ان کا شمار نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰؑ آکر دونوں قسموں میں تمیز فرمائیں گے۔ بعض عام لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھے اور گمان کرتے ہیں کہ یہ شریعتِ محمدیہ کی مخالفت ہے۔ راسخین فی العلم اس کو ظاہر کر کے اشکال رفع کریں۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک بار زمانۂ طفولیت میں واقعہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کو دیکھا دراز قد۔ گندمی رنگ۔ سیاہ داڑھی کھڑے ہوئے یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ اور مجھے مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی محافظت سے مطلب یہ ہو کہ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد سے غروب آفتاب تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہنا چاہیے اور اسی واقعہ میں یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص نے میرے ہاتھ میں ایک کتاب دے کر کہا کہ اس میں امام ابو حنیفہؒ نے احادیث جمع کی ہیں اور اس کا نام "تحفہ" ہے۔

حافظ عبد النبی بیان کرتے ہیں کہ ان دنوں حضرتِ اقدس کا یہ معمول تھا کہ بعد نماز عشاء اخذِ فیض کرنے والوں کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ ایک دن کسی اہم کام کی وجہ سے آپ کو عجلت ہوئی اور توجہ کا وقت کم تھا۔ اس وقت اس فقیر کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ جیسے مجھ میں ایک گرہ پڑی تھی جو آپ کی توجہ خاص سے کھل گئی اور میرے اندر سے میری روح باہر نکل دیکھا تو ایک نورِ متعین تھا۔ بدن کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ محض خالی ہے اور ظلمانی۔ یا گویا بوسیدہ کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس وقت مجھ پر ایک ذوقی حالت طاری تھی اور یہ تمنا تھی کہ کاش اب اس جسم عنصری کی طرف واپسی نہ ہو اور یہ حال تقریباً چار ساعت رہا بعد ازاں میں نے دیکھا کہ رُوح دوبارہ بدن میں ضم ہو گئی اور میلے پانی کی طرح ہو گئی۔

[1] پابندی کرو نماز کی اور خاص طور پر نماز وسطیٰ کی۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ خواجہ محمد سلطان کی لڑکی کی شادی کے دن قریب آگئے تھے اور انتظامات نیز جہیز کی فراہمی کے لیے ایک بڑی رقم درکار تھی جو بظاہر اس وقت بہت مشکل تھا۔ اس سلسلہ میں کئی بار دعا مانگی۔ ایک رات خلافِ معمول دیر تک جاگتا رہا جس کی وجہ سے سستی اور اعضا شکنی پیدا ہوئی۔ پس درمیان خواب و بیداری کے تھا میں نے دیکھا کہ ان کی تمنا کے حصول کا زمانہ قریب آیا اور عنقریب ان کا کام پورا ہو گیا۔

حقائق آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن کتاب انفاس العارفین (جو حضرتِ اقدس کی تصنیف ہے اور اس میں آپ نے حضرت بزرگ شاہ عبدالرحیم اور شیخ ابوالرضا قدس سرہما کے حالات تحریر فرمائے ہیں) دیکھ رہا تھا۔ حضرت حافظ عبداللہ قدس سرہٗ کے حال پر پہنچا تھا کہ نیند آ گئی اور کتاب مذکور سینہ پر رکھی رہ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ کتاب مذکور میں ہر بزرگ کے نام کے نیچے ان کی روح موجود ہے اور اس کتاب کے ہر لفظ کے نیچے ایک نورِ عظیم ہے اور الفاظ بہ نسبت ان ارواح و انوار کے مثل عینک کے ہیں۔ تقریباً دو تین ساعت تک میں اس مشاہدہ سے محظوظ ہوتا رہا۔ پھر جاگ پڑا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ حظیرۃ القدس سے مجھے ایسے لفظ سے پکارا گیا جو اطمینان ظاہری کا مشعر ہوتا ہے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ سمندر کے کنارے کھڑا ہوا ہوں اور اس جگہ ایک شخص دیوانہ اور برہنہ بھی ہے اور اس کے مزاج میں طفلانہ حرکات ہیں۔ اور بیر کی انگلی سے ہزار بامن کا لنگر اور بھاری بڑی بڑی چٹانیں اڑا رہا ہے اور ایک جماعت اس کے ساتھ ہے۔ میں اس کی ان عجیب حرکتوں سے متعجب ہوں۔ ناگاہ اسی اثنا ایک عربی شخص جو صالحین میں سے تھا چیخ

سمندر سے نکلا اور پکار کر کہہ رہا ہے کہ لوگو بھاگو بھاگو۔ (ڈرو۔ ڈرو) میں سمجھ گیا کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ میں وہاں سے بھاگ جاؤں۔ لہٰذا میں وہاں سے بھاگا اور فرشتہ نے دروازہ کو بند کر دیا جو میرے اور اس شخص کے درمیان حائل ہو گیا وہ دیوانہ میرے بھاگنے سے وحشت زدہ ہو کر چھپا اور سمندر میں غوطہ لگا گیا اس کے غوطہ لگانے سے پانی جو ہر طرف تھی مثل آگ کے تھی اور ایک خوفناک ہاتھی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ بعد ازاں وہ غائب ہو گیا میں یہ دیکھ کر متحیر تھا اور مبدأ فیاض سے اس کا حال جاننے کا طالب تھا۔ ناگاہ یہ الہام ہوا کہ یہ شخص عفریت ہے (عفاریت جنوں میں سے ہیں) اور ہندی زبان میں اسے "بیر" کہتے ہیں۔ دو فرقوں کی قوتیں (بے حد لامتناہی) ہیں۔ ایک تو یہ فرقہ (یعنی عفاریت وغیرہ) ان کے نفوس کی جبلت کا تقاضہ یہ ہے کہ جس کی طرف متوجہ ہو جائیں اس کی طرف شدید ترین توجہ کر سکتے ہیں بخلاف انسان کے جو ایک بھاری پتھر اٹھا سکتا ہے لیکن اپنے ضعفِ طبعی کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا اور دوسرا فرقہ کاملین کا ہے جن کی ہمت کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں ہے اور ان کی ہمت کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی حد کہاں تک ہے اور ان دونوں فرقوں کے درمیان اس جہت سے ایک عظیم فرق ہے کہ کاملین میں درحقیقت خود کوئی قوت نہیں ہے بلکہ وہ ساری قوت اس تجلی اکبر کی ہے جو اجتماعِ اسباب اور مصلحتِ کلیہ کے انحصار کے وقت فوارہ کی طرح اس کامل میں ظہور فرماتی ہے اور ان عفاریت کی قوت ان کے نفوس میں ودیعت ہے۔ اور یہ بھی الہام فرمایا کہ جب بندوں میں سے کسی بندہ کو اس قوم کے ظلم کے ہاتھوں سے نجات دینا چاہتے ہیں تو اس قوم کی نظر کو اس کی جانب سے ہٹا دیتے ہیں۔ اور اسی طرح قرآن اور اسمائے عظام کا پڑھنا بھی اسی جہت سے اثر کرتا ہے نہ کہ مقابلہ کی جہت سے اور معلوم ہوا کہ سحر کی حقیقت ان قوتوں کا

لہ دریا کا مہیب سینچ۔ (مترجم)

متوجہ ہوجاتا ہو کسی شخص کی ایذارسانی کے لیے کسی وجہ سے خواہ ذریعہ الفاظ ہو یا طلسم سے یا ہمت سے یا اور کسی طریقہ سے۔ اور یہ فقیر لفظ سحر سے اسی قسم کی توجیہ مراد لیتا ہے۔

حضرت اقدس نے ایک دن اس فقیر سے بزبان غیب فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نظام منزل میں انتشار پیدا ہوگا (گھریلو معاملات میں الجھن پیدا ہوگی) اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد انتشار رونما ہوا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے ایک دن بطریق وجدان محقق ہوا کہ کسی نے سحر کیا ہے اور اس کا اثر بہت سخت ہے اور اس کا علاج دودھ ہے پس جلد اس کو اختیار کیا گیا جب جمعہ کے دن وقت مقررہ پر بریلی پہنچا تو عجیب حالت طاری ہوئی۔ سارے حواس یک سُو ہوگئے اور صریح خطاب نازل ہوا کہ واپس جاؤ۔ جو کچھ دودھ سے مقصود تھا حاصل ہوگیا دوسرے دن صبح کو واپسی ہوئی۔ خطاب نازل ہونے کے وقت سے رنج وملال کا اثر نفس پر تھا اور جب عالم مثال میں تدلیات الٰہیہ اور ان کے افراد یا ارواح سلف کی جانب توجہ ہوتی تھی فوراً مضمحل (دور) ہوجاتا تھا اور دوبارہ کمی کے ساتھ ظاہر ہوتا تھا اسی طرح رفتہ رفتہ بالکلیہ جاتا رہا اور خارجی اثر بھی زائل ہوگیا۔[۱] والحمد للہ علی ذلک۔

---

۱ پہلے حضیرۃ القدس سے لطیفان ظاہری کا اثر دور ہوا۔ پھر سحر کا مشاہدہ ہوا اور یہ عرفان حاصل ہوا کہ عفاریت کو توجہ کی غیر معمولی قوت حاصل ہوتی ہے جو ان کے نفوس میں ودیعت ہوتی ہے اور جب ان کے ظلم سے کسی کو بچانا مقصود ہوتا ہے تو اس شخص کو یا قوم کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔ قرآن اور سلف عظام کے پڑھنے سے یہ بات حاصل ہوتی ہے اور اس عرفان سے آپ نے بھاگ کر بچ کو اس کی نظر سے پوشیدہ کیا پھر آپ کے وجدان نے آپ کے نظام منزل منتشر ہونے کی جانب اشارہ کیا یعنی آپ کو معلوم ہوگیا کہ کوئی باطنی پریشانی لاحق ہونے والی ہے۔ پھر وجدان ہی سے علم ہوا کہ کسی نے سخت قسم کا سحر کیا ہے اور اس کا علاج دودھ ہے چنانچہ آپ نے فوراً دودھ استعمال فرمایا۔ پھر جب آپ قصبہ بریلی پہنچے تو عجیب حالت طاری ہوئی سارے حواس یکسو ہوگئے۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز کسی وجہ سے کچھ تھوڑا سا میں نے کھایا تھا۔ شب کے وقت اچانک حافظ عبدالغنی کے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے لیے دودھ لائیں۔ پس وہ لائے۔ تھوڑا سا میں نے پیا پھر ایک دوسرے شخص کو دیا اس نے نہ پیا اور پھینک دیا۔ اسی وقت میں باوضو سوگیا۔ واقعہ میں سرور کائنات ﷺ کی صورت روحیہ کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں وہ دودھ ہمارا بھیجا ہوا تھا۔ وہ شخص جس نے اس عطیۂ عظمیٰ کو قبول نہ کیا وہ ایک بڑی سعادت سے محروم رہا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت بحت مجھ ہی سے منکشف فرمائی۔ نفس ناطقہ میں ایک نقطۂ نورانیہ کی صورت میں کہ اس کی شعاعیں اس کا احاطہ کر رہی ہیں جب بھی اس کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا تھا اپنی ہمت سے اس کو منظم و منحجز رکھتا تھا اور اس سے احسان کی معاملت کرتا تھا۔ اور اس کی فخامت و عظمت خواب اور واقعہ میں دیکھتا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز کسی کام کے سلسلہ میں اپنے گھر سے اٹھا اور جانے کا ارادہ کیا۔ اثنائے راہ کسی مرد یا عورت کی جانب متوجہ ہوا۔ ان میں گناہوں کی ظلمت کا مشاہدہ ہوا۔ الا ماشاء اللہ

حضرت اقدس کے ایک خادم نے آپ کے آستانہ سے بہت دور اپنے وطن میں چلہ کھینچا۔ ان ایام میں بیشتر یہ ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ ذریعہ عریضہ سوال کرتا

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) اور صریح خطاب نازل ہوا کہ واپس جاؤ جو کچھ اس سے مقصود حاصل ہوگیا یعنی تم کو سحر کی معرفت حاصل ہوگئی لیکن واپسی کے خطاب سے حزن طاری ہوا جو عالم مثال میں تدلیات الٰہیہ اور ان کے افراد یا سلف کی ارواح کی جانب متوجہ ہونے سے مضمحل ہوجاتا تھا۔ اور دوبارہ کمی کے ساتھ ظاہر ہوتا تھا اسی طرح رفتہ رفتہ زائل ہوگیا۔

(تحقی اوّد)

عریضہ بھیجنے سے قبل ہی حضرتِ اقدس کے وہاں سے اس کو جواب مل جاتا تھا اور جو کچھ
آپ اس کے احوال کے حصول کے لیے حکم فرماتے تھے ان معاملات کے احاطہ کے ساتھ اس حالت
لا ناغہ بھی فرماتے تھے کہ سرفراز نامہ کا مطالعہ کرتے ہی وہ حال اس پر ظاہر ہو جاتا
تھا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ بارھویں ربیع الاول کو حسبِ دستورِ قدیم میں نے قرآن
پڑھا اور آنحضرت ﷺ کی نیاز تقسیم کی اور موئے مبارک کی زیارت کی۔ اثنائے تلاوت
ملاءِ اعلیٰ حاضر ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی روحِ پُر فتوح نے اس فقیر نیز فقیر کے دوستوں
کی طرف نہایت التفات فرمایا اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاءِ اعلیٰ اور مسلمانوں کی
ایک جماعت کا دائرہ ہے کہ ان کے ناز و نیاز کی وجہ سے عروج کر رہی ہے اور برکات و
نفحات اس پر نزول کر رہے ہیں۔ قم وثم

حضرتِ اقدس نے ایک بار فرمایا کہ مجھے ایک دریا آگ کا نظر آ رہا ہے جو عالمِ
ناسوت میں داخل ہو چکا ہے [illegible] بڑے بڑے حادثات رونما ہوں گے۔ اگرچہ
حقیقت میں فتح و ظفر ملتِ محمدیہ ہی کے مقدر میں ہے تو جو دم بدم مثلِ فوارہ جوش زن
ہے اور حقیقتاً اسی قسم کے فتنے ملت و حکومت کے امور میں پیدا ہوئے جن کا تدارک
بجز تائیدِ غیبی ممکن نہ ہوا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ
کو دیکھا کہ فقیر کے غریب خانہ پر تشریف فرما ہیں، اور مجلسِ توجہ قائم ہے اور آپ کے
مقابل میاں نور اللہ بیٹھے ہیں لیکن اپنی دونوں آنکھیں کھلی چھوڑ دی ہیں اور ادنیٰ
تاثیر جو ان پر ظاہر ہوتی ہے حرکت کرتے ہیں اور سر ہلاتے ہیں جب مجلسِ توجہ قریب
ختم کو پہنچی یہ فقیر اندر آیا اور ختم کے بعد ان سے سوال کیا کہ کیا آنکھ بند کرنا اور سر
ہلانا حضرت کے طریقے میں تھا کہنے لگے کہ میں نے یہ تو نہیں پایا تھا اس وقت رنج و ملال

کرنے لگے۔ اس فقیر نے جو حضرت کے منتسبین سے ہو کہا کہ ان کے حال پر توجہ ضروری ہے
اور حضرتِ اقدس کی اس فقیر کے حال پر توجہ معلوم ہو رہی کہ حد بیان سے باہر ہے
یقین ہے کہ تھوڑی دیر بعد مبدل بہ رحمت ہو جانے کا۔ اس وقت میں نے فاتحہ کے
لیے عرض کیا آپ نے فاتحہ پڑھ کر دعا کی اثنائے فاتحہ میں نے کہا کہ عبد النبی کے
حق میں بھی۔ پھر میں نے کہا بلکہ عَبْدِيِ النَّبَوِيّ کو۔ گویا ان کے ہمراہ کوئی دوسرا
بھی بیٹھا ہے اس وقت ایک شخص پر جو مجلس توجہ میں ذکر زبانی میں مشغول تھا
بے حد عتاب فرمایا اس فقیر نے ہر چند اس کو منع کیا لیکن نہ مانا اس وقت آپ گھر گئے
اور جب اندر سے لوٹے تو اس مبارک جگہ سے جہاں آپ بیٹھے تھے نور اللہ پر دوبارہ
توجہ فرمائی۔ اس بار انھوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سر جھکا لیا اور سکون
سے بیٹھ گئے۔ یہ فقیر عین مجلس توجہ میں آیا انھوں نے چاہا کہ بہ تواضع اٹھیں یا
کچھ حرکت کریں میں نے ہاتھ اور سر سے اشارہ کیا کہ حرکت نہ کرو۔

شیخ محمد عابد جو ایک مردِ حق آگاہ اور صوفیِ باصفا تھے اور حضرتِ اقدس
کے جدِ مادری کے مرید تھے اور ان کی رحلت کے بعد عرصہ دراز تک حضرتِ اقدس
کی خدمت میں رہے اور آپ کے فیوض سے بھی بہرہ اندوز ہوئے نیز شرفِ اجازت
سے سرفراز ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں خواب میں سرورِ کائنات ﷺ کی
زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھا کہ ایک بہت بلند مقام ہے اور اس مقام پر
بہت سے صحابۂ کرام اور اولیائے عظام جمع ہیں اور ان کے درمیان ہمارے
حضرتِ اقدس بھی تشریف فرما ہیں اور آنحضرت ﷺ کلیتاً آپ کی طرف اس
انداز سے متوجہ ہیں کہ کسی دوسری طرف التفات نہیں فرماتے۔ ناگاہ حضرتِ
اقدس کسی کام کی غرض سے اٹھے۔ آنحضرت ﷺ نے سب کو ان کی تعظیم کے لیے کھڑے
ہونے کا حکم دیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو اس مجلس میں لوگوں کو

حضرتِ اقدس کی تعظیم و تکریم کی رغبت دینے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے اپنی والدہ ماجدہ کو خواب میں دیکھا کہ ایک چشمۂ آب کی طرف جو پتھر سے نکلا ہے اور شاید چشمہائے بہشت سے ہے، اشارہ کر کے کہہ رہی ہیں کہ اگر فلاں شخص میاں اہل اللہ کو (جو حضرتِ اقدس کے برادر خورد ہیں) راضی کر لے تو یہ چشمہ اس کو دے دیں ورنہ نہ دیں۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک دن مبدأ فیاض نے مجھے دکھلا دیا کہ اس فقیر کے نفسِ ناطقہ[1] کو متشکل کیا اور اس صورت کے علوم دینی، علم تدبیر، علم خلق، علم ابداع، علم مدنی جو کمالات اربعہ الٰہیہ ہیں۔ اور علمِ تہذیب نفس ہے۔ عطا فرمائے اور یہ علوم اس قسم کے نہیں ہیں جو دو ایک صفحے میں لکھے جا سکیں بلکہ ہر علم ایک علم بسیط ہے اور اس کے بیان کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

عرب کا ایک شخص احمد یار جانام لرزہ و بخار میں مبتلا ہوا۔ بیماری روز بروز بڑھتی گئی۔ ایک دن اس نے خواب دیکھا کہ سید عبد الرحمن سقاف جو سادات آل علیؓ میں سے ایک ہیں اور حضر موت میں دفن ہیں (کے مزار پر) زیارت کے لیے گیا اور ہمارے حضرتِ اقدس بھی وہاں تشریف فرما ہیں اور آپ نے ان بزرگ کے لیے بغرض ایصال ثواب سورۂ یٰسین پڑھی۔ اور اس شخص نے سورۂ ملک پڑھی۔ بعد ازاں دونوں نے فاتحہ پڑھا۔ حضرتِ اقدس نے تھوڑا حلوہ اسے عنایت کر کے فرمایا کہ تو اسے کھا تو تمہارے مرض کا ازالہ اسی حلوہ کے کھانے میں ہے۔ بعد ازاں وہ جاگ پڑا اور حضرتِ اقدس کی

[1] نفسِ ناطقہ روحِ انسانی کو کہتے ہیں اور قل الروح من امر ربی سے بھی یہی مراد ہے اور یہ قلب اور روح اللہ کے درمیان برزخ ہے اور روح حیوانی اس کا مرکب ہے۔ جب قلب مصفیٰ ہو جاتا ہے تو وہ بھی روح کا رنگ پکڑ لیتا ہے اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے قلب کو بھی نفس ناطقہ کہہ دیا ہے۔

(تقی انور)

خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے اس واقعہ کی تصدیق فرماتے ہوئے سورۂ یٰسین اور پھر سورۂ ملک تلاوت فرمائی۔ اور ان بزرگ پر فاتحہ پڑھا اور حلوہ منگا کر اسے فرمایا کہ کھاؤ تمہارا ازالۂ مرض اسی میں ہے۔ وہ (تعمیل ارشاد میں) اسے کھا کر اپنے گھر واپس گیا چند ہی روز بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "اکلت الحلوی فزالت البلوی"[1]

محمد قاسم نام کا ایک عرب (جو شاہجہان آباد کی ایک عربی سرائے میں رہتا تھا) بیان کیا کہ سرائے مذکورہ کے بعض عرب امراء ضعفِ سلطنت کے بارہ میں متفکر تھے اسی شب خواب دیکھا کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی درگاہ میں حاضر ہیں اور ایک کثیر جماعت قضیۂ مذکور کے سلسلہ میں متفکر ہے اور حضرتِ اقدس گویا صاحبِ اختیار ہیں اور اس قسم کے امور آپ ہی سے متعلق ہیں۔ اس جماعت نے آپ سے رجوع کر کے اپنا سوال عرض کیا۔ حضرتِ اقدس نے شیخ کے مزار پر جا کر اس بارہ میں مشورہ کیا اور تھوڑا تبرک مزار کا لے کر باہر آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جو بُرے دن گزرنا تھے وہ گزر چکے اب آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا کرم شامل حال ہوگا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کے مقابل بیٹھا ہوں۔ پہلے آپؐ نے تین صورت مثالیہ افاضہ فرمائیں۔ اول جیسی جس کی اعلیٰ و اسفل کی سمتیں بہت کشادہ ہیں اور اس کی جلد اسفل سے چوڑائی میں زیادہ ہے اور اعلیٰ سے اسفل تک بتدریج ہے جس طرح جسم مخروطی میں ہوتا ہے اور وہ صورت آنحضرتؐ کی نسبت خاصہ کی مثال ہے۔ دوسری صورت ایک مدوّر شکل میں جیسے ایک طبق زمین پر رکھا ہو اور اس کے بیچ میں ایک لکڑی کھڑی ہوئی ہو اور وہ ان سالکوں کی نسبت کی تصویر ہے جنہوں نے جذب سے چند

[1] میں نے حلوہ کھایا مرض دور ہو گیا۔

نفع نہ پایا۔ تیسری صورت یہ تھی کہ ایک جسم دوسری قسم کے مشابہ ہے مگر اس میں فرق یہ ہو کہ وہ لکڑی زمین پر لگی ہوئی ہے اور وہ طبق اُس پر رکھا ہوا ہو اور وہ ان مجذوبوں کی نسبت کی صورت ہو جو مراتب سلوک سے چنداں نفع نہیں رکھتے اور ان صورتوں کو دکھلانے کے دوران تین باتیں القا فرمائیں کہ آنحضرت صلعم کی نسبت خاصہ یہ ہو کہ طبقات مجردہ روحانیہ اور مراتب سفلانیہ جسمانیہ سب اپنے کمالات مناسبہ سے متصف ہوں اور مراتب روحانیہ قوی تر ہوں اور پانچ چیزیں مراتب روحانیہ سے نہیں ہیں مگر یہ کہ اس کا عالم قسمہ میں ایک خلیفہ اور نمونہ ہو اس کے مانند کہ وہ محبت ذاتیہ کا نمونہ ہوتی ہے اور وہ محبت افعال ہے اور انقیاد روح کا خلیفہ وہ سجدہ ظاہر ہو اور جن لوگوں نے اس جامعیت کو نہ پایا ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم مجذوبوں کی ہے جنھوں نے مراتب روحانیہ کی تکمیل کی ہو نہ مراتب نفسیہ کی۔ اور ان کی وسعت صرف جانب فوق ہو اور دوسری قسم ان سالکوں کی ہو جنھوں نے مراتب سافلہ کی تکمیل کی ہو نہ مراتب روحانیہ کی۔ اور ان کی وسعت کمال جانب تحت ہے۔ جب یہ معرفت جلیلہ میرے دل میں جاگزیں ہوگئی تو آنحضرت صلعم نے مراقبہ سے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور اپنے دونوں دستہائے مبارک اٹھائے اور بیعت و مصافحہ کے لیے اشارہ فرمایا یہ فقیر اٹھا اور آپ کے زانو سے زانو ملا کر اور اپنے ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں دے کر بیعت کی۔ بیعت سے فراغت کے بعد چشمہائے مبارک بند کر لیں اور یہ فقیر بھی حضور مبارک میں آنکھ بند کر کے متوجہ ہوا اس وقت وہ نسبت خاص جس کا علم پہلے ہی ہو چکا تھا عطا فرمائی فاختصصت بہا علماً وحالاً والحمد للہ (میں مخصوص ہو گیا علم اور حال دونوں اور اس واقعہ میں کوئی کلام و کلمہ درمیان میں نہ تھا بلکہ افاضہ روحانیہ تھا۔ اشارۃ فعل سے جاننا چاہیے کہ پہلا شخص جو اس واقعہ کے بعد شرف بیعت سے مشرف ہوا یہ فقیر تھا اور یہ تیسری بیعت تھی۔ فالحمد للہ علی ذلک وانعمائہ امر اللہ

شیخ صدر العالم ابن شیخ فخر العالم ابن شیخ کبیر عارف باللہ شیخ ابو الرضا محمد قدس سرہ نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک متبرک مجلس قائم ہے۔ اسی دوران ان کے قلب میں من جانب اللہ القا ہوا کہ شیخ ولی اللہ سے مصافحہ کرو اور مصافحہ کی حدیث سنو۔ وہ بیان کرتے تھے کہ اس سے قبل مجھ کو اس بات کا علم بھی نہ تھا کہ حدیث مصافحہ بالمسلسل حضرت کے روایات سے ہو پس اسی واقعہ میں وہ حدیث حضرت اقدس سے سنی اور مصافحہ کیا۔ صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ مذکورہ بیان کیا اور حسب الحکم اس کی شہادت میں وہ حدیث سنی اور مصافحہ کیا۔

ایک شخص شیخ کمال الدین نامی جو سندھی تھے اور آپ کے بڑے معتقد تھے ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ان کے دل پر ایک نا مناسب رنگ جس نجوم یا معقولات کا چھایا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو ملاحظہ فرمالیا۔ بعد ازاں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان ایام میں علم کلام کی کتابیں بہ شغف تمام ان کے مطالعہ میں تھیں اور اس کی لذات ان پر غالب آگئی تھیں۔

سندھ کے ایک شخص کو عرصہ تک مفتی ٹھٹھہ ہونے کی آرزو تھی لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ ناچار حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور توجہ کے خواہاں ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف توجہ فرما کر مقصد برآری کی بشارت دی چند ہی روز بعد ان کو مفتی کا منصب حاصل ہو گیا اور شہر مذکور کی طرف رخصت ہوئے اور وہاں سے دو جلدیں سنن کبریٰ بیہقی کی آپ کی خدمت میں نذر بھیجیں۔

فضل اللہ خاں نے جو ایک خوش طبع اور عالم آدمی تھے اور اکثر فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے نیز بادشاہ وقت کے استاد بھی تھے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک مقصد کے لیے عرضی لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں گذاری ہے اور پوری امید ہے کہ جلد یہ کام انجام پا جائے گا اس لیے کہ بادشاہ نے از خود کئی بار کہا کہ درخواست پیش کرو

اور خود اس بات کے محرک ہوئے ہیں لیکن فکر ہے کہ پورے مقصد پر دستخط ہوں گے بھی یا نہیں (یعنی مشروط طور پر یا غیر مشروط طور پر) آپ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دستخط پورے پر ہوں گے لیکن دیر بہت لگے گی۔ ان کو اس بات سے بہت تعجب ہوا جب کہ ان کو یہ یقین تھا کہ بہر دستخط جلدی ہو جائے گا۔ آخر کار یہی ہوا کہ عرصہ دراز بعد وہ کام پورا ہوا۔ اس وقت سے ان کا اعتقاد حضرت اقدس کی خدمت میں دوبالا ہو گیا۔

ایک روز کچھ لوگ آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اہل نجوم کہتے ہیں کہ آفتاب برجِ شرف میں ہے۔ حضرت اقدس نے ان سے فرمایا کہ یہ بات از روئے تحقیق صحیح نہیں ہے۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو فرمایا کہ اب یہ بات محقق ہو گئی ہو جب نجوم کے ماہرین سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ برج شرف میں آفتاب کا داخلہ اسی وقت سے شروع ہوا تھا جس وقت حضرت اقدس نے بزبانِ غیب ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز بہ طریق وجدان وکشف ایسا معلوم ہوا کہ صُوَرِ انواع کا افاضہ اور عالم میں جو واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں اس کا خزانہ کوکب مشتری ہے اور ان امور کا افاضہ جو وجود عرضی یا ذہنی وغیرہ سے احکام انواع کے تابع ہیں اس کا منبع و مخزن زہرہ ہے اور کمالِ نفس اسی قبیل سے ہے۔ پھر یہ منکشف ہوا کہ افراد کو خلوص و خصوصیت زہرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب اپنے طالع کے متعلق بطریق قواعد نجوم تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ زہرہ کو پوری مداخلت ہے اور بعض صوفیا کے قول کے مطابق دس افراد کا استفاضہ زہرہ سے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تمام اشیائے مستفیض ان سے کامل ہوتی ہیں اس میں کوئی تعرض نہیں۔ اس لیے کہ تمام اشیا کا اس سے استفاضہ جب اس وجود کے ہے جو مرتبۂ روحیہ کے بھی اوپر ہے اور اس کا استفادہ بعض اشیا سے وجود روحی یا جسمی کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایام عاشورا میں اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب سے متعدد بار یہ اشارہ ملا کہ کوئی چیز ان کے فاتحہ کے لیے کرنا چاہیے۔ بنا بریں ایک دن تھوڑی سی شیرینی منگوائی اور ختم قرآن کر کے ایصال ثواب کیا پس میرے اس عمل سے ان کی ارواح طیبہ میں مسرت و خوشی کا مشاہدہ[1] ہوا۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح طیبہ میں غور و خوض کیا تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس میں ایک خاص امتیاز اور رفعت و عظمت کا مشاہدہ ہوا جو دوسروں میں نظر نہ آیا۔ اور ایسا واضح ہوا کہ وہ نسبت جو اہل بیت کے لیے مخصوص ہے گویا ملاحقہ[2] انکار سے آنجناب میں کامل و مکمل ہوئی بعد ازاں اس نسبت کا اتباع اور تلون آپ کے ساتھ رہا۔ اسی طرح اولیاء اللہ میں جو دید باور البیت[3] حضرت غوث الاعظم رضی میں معلوم ہوتی ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔

---

[1] آپ کے جانشین حضرت سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی تا حیات اس عمل پر رہے بلکہ آپ ان ایام میں مجالس بھی منعقد فرماتے تھے۔

[2] فکر و دید لی حیا یت۔

[3] البیت واہو بیت یعنی خدائی و خداوندی۔ اس لفظ کو تفصیل صفات کے مقام پر اطلاق کرتے ہیں یعنی جس مقام میں کہ رب اور مربوب کو اعتبار کرتے ہیں۔ اور یہ محل فنا و بقا و سلب ثبوت عالم کا مقتضی ہے اور یہ مقام برزخ ہو ارباب کے درمیان جو اسمائے الٰہی ہیں اور درمیان مربوبات کے جو اسمائے کونی ہیں اس مقام میں ظہور اور بقائے عالم کے لیے تقدیر الٰہی جاری ہو۔

[4] رسول سے جو نسبت حضرت امام جعفر صادق رضی کو حاصل تھی اس میں ایک امتیازی شان یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار و تصورات کو وہ روح القدس کے ذریعہ ذریعہ وحی عطا ہوئے اور وہ بوجہ نسبی رشتے کے حضرت امام جعفر صادق رضی کو خصوصیت سے ملے اور [illegible] و مقام حضرت غوث [illegible] بھی [illegible] نسبت کے باعث ہی مقام [illegible]

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ: عطا فرمایا کہ تا قیام قیامت روحانیت انھیں سے متعلق رہے گی۔ جس طرح بعض پیغمبروں
کو بعض پیغمبروں پر فضیلت ہو کر حضور سرور کائناتؐ جملہ پیغمبروں کے اوصاف و خصوصیات کے جامع
تھے اسی طرح آپ کے اہل بیت میں مدارج روحانی میں بھی درجات و مقامات تھے کہ اہل بیت کا
ہر فرد دوسرے فرد سے کچھ صفات مشترک رکھتے ہوئے بھی کچھ میں امتیازی خصوصیات کا حامل تھا
اسی بات شاہ صاحبؒ نے نسبت جعفریہ کا عرفان حاصل کر کے ان کے رفعت مقام سے بہرہ آگہی
اور واقفیت بخشی اور یہ ہم ناواقفوں کے لیے ان کا بیش بہا تحفہ ہو۔ شہادت حضرت امام حسنؓ
کی بھی تھی اور شہادت حضرت امام حسینؓ کی بھی تھی لیکن دونوں میں فرق یہ تھا کہ وہ مخفی تھی
اور یہ جلی اس طرح دونوں شہادتیں دونوں صورتوں کی جامع ہو گئیں اور ان میں نامکمل ہونے کا
نقص باقی نہیں رہا۔ جن میں ہزار ہا پھول ہوتے ہیں بعض کی خوشبو تیز ہوتی ہے اور بعض کی بھینی
فرقہ روافض کی مدونہ فقہ جعفری جس کو انھوں نے حضرت امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر رکھا
ہے اس پر حضرت اقدس قدس سرہ نے اپنی تصنیف المقدمۃ السنیہ فی الانتصار للفرقۃ السنیہ
میں بڑی تحقیق و دلائل قاطعہ و نیز صحیح روایات و اسناد سے بحث فرما کر غلط ثابت کر دیا ہے
آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر حضرت امام جعفر صادقؓ نے علیحدہ کوئی فقہ مدون فرمائی ہوتی
تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ جو حضرت امام علیہ السلام کے خوان علم
کے خوشہ چیں تھے حضرت ہی وہ ضرور ذکر فرماتے بلکہ اس سے استفاضہ و استمداد کرتے۔ روافض
نے اور بھی بہت سی گھناؤنی روایات و اقوال گھڑ کر آپ کی ذات عالی سے منسوب کر دیں جو درایت
و روایت کے خلاف ہونے کے علاوہ انسانیت و اخلاق کے اقدار سے بھی گری ہوئی اور شرمناک ہیں
نعوذ باللہ من شرورہم۔ ہمارے محترم و معظم محقق عصر حضرت مولانا ابو الحسن زید صاحب مدظلہ
نے اسے بطیم فرمایا ہو جو اس رسالہ کو شائع فرما دیا (مطبوعہ ابو الخیر اکاڈمی دہلی) اس رسالہ
کے مخطوطے کا اس۔ میرے یہاں بھی اس کا ایک نسخہ ۱۱۳۰ھ کا مخطوطہ ہے۔ (تقی انور)

کی ایک مجلس قائم ہو۔ اور بعض مشائخ ایک شخص کے بارہ میں جو سوائے کلمۂ زبانی کے اسلام
کے احکام سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا اختلاف رائے کر رہے ہیں کہ کیا ایسے شخص کو مسلمان کہہ
سکتے ہیں یا نہیں۔ میں نے کہا کہ ایمان کے معنی تصدیق بالقلب کے ہیں اور جب اس کا دل
ہی اس کے اصل معنوں سے لاعلم ہے تو صرف زبان سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ
لینے سے کیا فائدہ۔ میں نے دیکھا کہ میرے اس کے کہہ دینے سے تمام اہل مجلس تنگ دل اور
پریشان خاطر ہو گئے اور کہنے لگے کہ کیا ہوا آخر کار وہ کلمۂ توحید تو پڑھتا ہے کیوں مسلمان
نہیں ہے۔ اسلام میں اسی قدر کافی ہے (اقرار لسانی) اور معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں سر یہ
تھا کہ ملائکہ سفلیہ کو ان کے جسموں اور صور اعمال کی طرف پوری توجہ ہے اور انھیں صور و
اشباح پر نظر رکھتے ہیں اور ارواح کے اعمال پر اتنا علم اور اطلاع نہیں رکھتے لیکن یہ علم ان
پر ملائکہ علویہ سے مترشح ہوتا ہے کیونکہ ملائکہ علویہ کی توجہ ارواح کے اعمال کی جانب
زیادہ رہتی ہے۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار کسی ضرورت کے سلسلہ میں مجھے آرزو ہوئی میں
نے دیکھا کہ بہت سے ملائکہ کی ارواح اس تمنا کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں اور ان میں
اس معنی نے بہت زائد سرایت کی ہے۔ بعض ارواح نے واضح طور پر یہ کہا کہ اس کا کسی سے
اظہار نہ کیا جائے۔ بہت جلد وہ تمنا پوری ہو گی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ ارواح اس کے اظہار سے
جو اس عالم میں ہوتا ہے دل تنگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک دن کسی بات پر ایک
شخص سے رنجش ہو گئی۔ اور کدورت پیدا ہو گئی۔ دیکھا کہ تقریباً دس ہزار ارواح اس رنگ
کے ساتھ برآمد ہوئیں اور اس شخص کی نسبت کی وجہ سے ناخوش اور افسردہ ہیں۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں بہت مقروض ہو گیا میں نے اس کی
ادائیگی کی دعا مانگی اور اسی رات ایک مسکین کو ایک روٹی خیرات کی۔ صبح کو مراقبہ میں
دیکھا کہ تجلی الٰہی کی طرف سے جو حظیرۃ القدس میں ہے آنحضرتؐ کی روح کریمہ کے دست مبارک

نے ایک روٹی اس فقیر کو عنایت کی۔ اس وقت میں دیکھ رہا تھا کہ وہ روٹی اوپر سے اتر رہی
ہے اور پھر نیچے آکر مجھ میں غائب ہو گئی۔ اور اس وقت یہ الہام فرمایا کہ ایک تھیلی خیرات
کر دینا چاہیے جس کے باعث اس فیضان کی برکت جاری و باقی رہے گی۔ مراقبہ کے
ختم کے بعد میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک تھیلی بنائی اور خیرات کر دی۔ اسی روز اتنی
فتوحات ہوئیں کہ تمام قرض ادا ہو گیا نیز دیگر ضروریات و اخراجات کو کافی ہوا۔ اور امید
ہے کہ اس سر کا ظہور آئندہ بھی جاری رہے گا۔

ایک بار ایک میواتی شخص حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے
فرمایا کہ کیا تم میاں ابو القاسم کی ملاقات کو گئے تھے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ وہ ان اطراف
میں اپنی بزرگی و شیخی میں مشہور ہیں۔ کیا حضور نے اسی جگہ ان سے ملاقات کی تھی یا وہاں
تشریف لے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ان کے نام سے ہی میں واقف نہ تھا ملاقات کا کیا
ذکر۔ ابھی میرے دل میں القا کیا گیا کہ ان کے حال کے بارہ میں تم سے پوچھوں۔

حافظ عبد الغنی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عشا کے بعد جب مراقبہ کا وقت ہوا حضرت
اقدس نے فرمایا کہ جو مراقبہ کرے وہ یہاں بیٹھے باقی سب لوگ اٹھ جائیں کیونکہ ان کے قلوب
کے الوان مختلفہ و مختلف کیفیات دل کو پریشان کرتے ہیں پس تمام لوگ وہاں سے اٹھ
گئے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک سادہ لوح اور بہرا شخص بھی اس مجلس میں موجود تھا میں نے
اس سے کہا کہ تم بھی اٹھ جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کو تکلیف نہ دو اس سے کچھ ہرج
نہیں جس کی طرف سے گرد و کدورت پہنچی تھی وہ معلوم ہے (اور وہ اٹھ کر جا چکا ہے) اور
اظہار کرنے سے اس کی رسوائی مناسب نہیں ہے بلکہ چھپانا مناسب ہے۔

ہدایت اللہ نام کے ایک صاحب جو اپنے وطن ٹھٹھہ سے شاہجہاں آباد آرہے تھے
جب اجمیر کے قریب پہنچے تو ایک روز واقعہ میں دیکھا کہ ایک مقام پر بہت بڑی مسند
بچھی ہوئی ہے اور بہت سے لوگ کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ مسند کس کی ہے

لوگوں نے بتایا کہ یہ مسند قطب زمانہ کی ہے اور تم بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گے۔ اور تم وہاں
سے مستفید ہونا چاہیے۔ وہ شاہجہاں آباد پہنچے اور جیسا اتفاق ہوا تھا حضرت اقدس کی
خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنی حسب استعداد فیضیاب ہوئے ان کے
اپنے وطن سے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ ان کو اپنے بھائی سے جن کو اپنی دولت و ثروت کا غرور
تھا کچھ رنجش پیدا ہو گئی جس کی بنا پر انھوں نے یہ طے کر لیا کہ بھائی سے علاحدہ ہو کر اپنی
روزی کا خود انتظام کریں گے جب شاہجہاں آباد پہنچے سب سے پہلے جس سے ملاقات ہوئی ان
کے بھائی اس سے مجبور تعلقات تھے اس وجہ سے اس سے بھی امید منقطع ہو گئی۔
نا امید ہو کر اس واقعہ کو حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ دل شکستہ
نہ ہو تمہارا کام ضرور پورا ہو گا۔ بعد ازاں اس شخص سے جس سے اس کو کوئی امید نہ تھی اس
کی حاجت پوری ہوئی۔ اور وطن واپس ہوتے وقت اثنائے راہ میں بعض مالدار
لوگوں سے ملاقات ہوئی جن سے ایک گھوڑا اور کچھ نقدی بغیر توقع حاصل ہوئی اور وہ
صحیح سلامت وطن پہنچا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار عالم مثال میں اپنے ایک فرزند کی جاہ و
حشمت اور عظیم نورانیت مشاہدہ کی۔ امید ہے کہ اس کا ظہور ہو گا۔ اور بعض فرزندوں میں
وسعت علمی معلوم ہوتی ہے اور بعضوں سے بقائے نسل کا ادراک ہوتا ہے۔

حضرت اقدس کی اہل خانہ کو ایک سخت مرض لاحق ہو گیا۔ خدام نے اس کے دفعیہ
کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "اب شفا ان کی قسمت میں نہیں ہے دعا سے کوئی فائدہ
نہ ہو گا۔" اہل خانہ جب بھی دعا کے لیے کہتیں آپ ہمیشہ ان کے جواب میں بہانہ کر دیتے
تاکہ وہ دل شکستہ نہ ہوں لیکن مخصوصین اس بات سے پورے طور پر واقف نہ تھے۔ چند
ہی روز بعد وہی ہوا جیسا ارشاد فرمایا تھا۔ اور بیماری سے دو تین سال پیشتر ایک موقعہ
پر فرمایا کہ حیات مستعار پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اس کی مدت دراز نہیں رہی۔ اس بات سے

وہ بہت منقبض اور رنجیدہ ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ رنج و ناخوشی کی کوئی بات نہیں
ہے اور نہ یہ اس کا موقعہ ہے اس بارہ میں ہمارا کوئی اختیار نہیں بلکہ مختار دوسرا ہی ہے
(آپ نے عین ثابت دیکھ کر معلوم کر لیا تھا)

مصطفیٰ خاں جو امرائے وقت میں سے تھے ایک بار بیمار ہوئے۔ ان کے لڑکے
مختلف بزرگانِ دین کی خدمت میں گئے اور ان کے لیے شفا و تندرستی کی دعا کے
خواہاں ہوئے۔ پھر حضرتِ اقدس کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ
موت تو اسی بیماری میں ان کے لیے مقدر ہو چکی ہے اس سے نجات ممکن نہیں ہے
ان کے لڑکوں نے مکرر سہ کرر عرض کیا آپ ہر بار یہی جواب دیتے رہے۔ ناچار انھوں
نے عرض کیا کہ خود مریض سے یہ بات کیسے کہی جائے۔ اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔
آپ نے فرمایا کہ مناسب الفاظ سے تسلی دے دینا چاہیے لیکن بالکل دھوکا بھی نہ
دینا چاہیے۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے مطابق چند ہی روز بعد ان کی وفات ہو گئی۔

ایک شخص نے حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں
شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں مہینہ میں حکومت میں الٹ پلٹ ہو گی۔ حضور کا
اس بارہ میں کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ بالفعل (موجودہ حالت میں) تو ایسی کسی بات
کا علم نہیں ہے اگر اطلاع دی گئی تو بتاؤں گا۔ دوسرے ہی روز فرمایا کہ آج میں نے
واقعہ میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان پھاٹک ہے اور اس کے اوپر ایک محل بنا ہے
اور وہاں محمد شاہ مع اپنے خاندان والوں کے بیٹھے ہیں اور ایک شخص اس کو
معزول کرنا چاہتا ہے اور میں بھی موجود ہوں۔ اور وہ شخص محمد شاہ کو تکلیف پہنچانے
کا ارادہ کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اس کے دفعیہ سے کوئی فائدہ نہیں اور اس
میں کوئی بھلائی بھی معلوم نہیں ہوتی اور محمد شاہ سے میں نے کہا کہ یہ شخص تمہارا
دشمن ہے اور ڈاکو ہے اس کو قتل کر دو۔ اور محمد شاہ کو کہ خود بھی اس وقت ہتھیار

ہے لیکن حملہ کی جرأت نہیں کر پا رہا ہے بلکہ کچھ خائف بھی ہے اور وہ شخص بھی حملہ کرنا
چاہتا ہے لیکن کسی وجہ سے نہیں کر پا رہا ہے۔ بحاصل محمد شاہ اس مجلس میں اس کے صدمہ
(ایذا) سے محفوظ رہا۔ پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے انقلاب کے بارہ میں پیشینگوئی
کی تھی تو ہرگز انقلاب نہ آئے گا۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے مطابق ایسا ہی واقع ہوا۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ بعض مشاہدوں میں طائفہ روحانیین کے ساتھ جن میں
قوائے علیہ غالب ہیں اجتماع واقع ہوا۔ ان کے مذاق سے یہ ادراک ہوا کہ حقائق و معارف
کا بیان محض شوق و ذوق اور چرب زبانی ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں کام عمل سے
بنتا ہے۔ پھر ایک دوسری قوم نظر آئی جن میں قوائے علمیہ غالب تھے جو یہ سمجھتے ہیں کہ
جو کچھ کمال کا لب لباب ہے وہ یہی حقائق و معارف کی تحقیق ہے اور اس کے علاوہ
جو ہے وہ سب پوست اور چھلکا ہے۔ بالجملہ لکل وجہۃ ھو مولیھا۔

حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بعض مشاہدوں میں روحانیین میں سے ایک کو دیکھا

۱۔ مشاہدہ ملکوت میں ایک بار حضرت شاہ صاحبؒ کی ملاقات دو گروہ ارواح سے ہوئی ایک گروہ میں قوت
علیہ غالب تھی اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ حقائق و معارف کا بیان محض چرب زبانی اور شوقینی ہے جس سے کوئی
فائدہ نہیں کام کی چیز صرف عمل ہے۔ اور دوسرے گروہ پر قوت علمیہ غالب تھی اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ حقائق
و معارف کی تحقیق ہی کمال کا مغز ہے اور عمل پوست ہے۔ آیۂ شریفہ انا نحن نحیی الموتی ونکتب
ما قدموا و آثارھم میں قدّموا سے علم باعمل مراد ہے اور اس کا وقوع عالم ناسوت میں ہو [illegible]
ہیں جو مقرر کیے جا چکے ہیں [illegible] روحانیین میں سے ایک کو دیکھا کہ اس کی صورت نہایت حسین اور تر و تازہ
ہے اس تازگی کا سبب اس کی توجہ اپنے اجزائے نسمہ کی جانب ہے پھر زمانہ گزرنے کے بعد جب اس کے اجزائے
میں خلل واقع ہوا تو صورت کی رونق نقصان پذیر ہوئی اور اس سے تعلق رکھنے والے آپ کی ہیئت اختیار کی اور معلوم ہوا
کہ اس صورت کی بقا کا سبب عرش کا وہ خیال ہے جو اس کے ظہور ناسوتی سے قبل عرش میں واقع ہو چکا تھا
میں اسی کو قوت [illegible] ہو۔ پس اگر ایک لحظہ کے لیے بھی وہ خیال عرش سے نکل جائے تو وہ [illegible] ناسوت
میں باقی رہ سکے گا اور عالم مثال میں اور [illegible] وجود بھر کر اپنی ہمت بلند کرے گا یعنی وہ مائل عالم قدس ہو جائے گا

کہ اس کی صورت وجیہ بہت حسین ہے پھر زمانہ گذرنے کے بعد اس کے اجزائے قسمیہ میں خلل واقع ہوا اور صورت کی وہ رونق اس حد تک نقصان پذیر ہوئی اور ایسی رقیق و باریک ہوگئی جیسے کاغذی شکل ہوتی ہو یا جیسے نقش بر آب۔ کہ اس کے اجزائے صغیرہ باقی رہ گئے دوسرے کے متصل بغیر ہیوت ہوئے باہم واقع ہوں اور اس سے شکل دکھلائی دے معلوم ہو کہ اس صورت کی بقا کا سبب خیال عرش میں اس کا حصول ہو اور بس جو ناسوت میں اس کے ظہور سے قبل ہوا تھا اور اب بھی اسی طرح وہاں متمثل ہے۔ اور میں اسی کو قوت قرار دیا کرتا ہوں۔ پس اگر ایک لحظہ کے لیے بھی اس کا تعلق وہاں سے منقطع ہو جائے تو اس کا شیرازہ وجود فوراً بکھر جائے اور عقد جمعیت وا ہو جائے۔

ایک دن عبداللہ نام قاری جو بخارا کا طالب علم تھا حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ پر دعوی کر کے میرا گریبان پکڑا اور مسجد کے ایک گوشہ میں لے گیا جہاں رسالت مآب تشریف فرما ہیں اور مجھ کو اس دعوے کے متعلق کوئی علم نہیں ہے پھر وہ آپ سے انصاف کا طالب ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اشارتاً اس سلسلہ میں استفسار فرمایا۔ چونکہ میرے خیال میں اس کا دعوی جھوٹا تھا اس لیے مجھے یہ فکر ہوئی کہ واقعی اگر آنحضرت ﷺ اس دنیا میں ہوتے تو اس کا کیا فیصلہ فرماتے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا حضور پیغمبر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں پیغمبر ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ یہ مدعی کہہ رہا ہے میں نہیں جانتا اور نہ مجھے اس کی کوئی خبر ہو آپ نے فرمایا کہ والدہ کو راضی کرو۔ پس میں سلام کر کے مواجہہ شریف میں الٹے پیروں واپس آیا اس وقت میں نے دیکھا کہ میزاب مسجد کے قریب حجرے کے ایک گوشہ میں آنحضرت تشریف فرما ہیں حضرت اقدس وعظ فرما رہے ہیں اور الفاظ وہی ہیں جو خطبہ قاموس میں ہیں۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ بلاشبہ یہی آنحضرت

ہی کی ہے اور وہ تردد بالکل ختم ہو گیا۔

۲۴ ماہ شعبان ۱۱۵۰ھ کو حضرت اقدس پھلت تشریف لائے اور ۲۵ ماہ مذکور کو ایک شخص غلام احمد نام ساکن قصبہ بڈھانہ نے جو قصبۂ پھلت سے دس کوس کی مسافت پر مغرب جانب واقع ہے خواب دیکھا کہ وہ اور چند دوسرے لوگ شاہ محمد زاہد کے مقبرہ کے نزدیک جو قصبۂ مذکور میں ہے کھڑے ہیں اور جو خشک سالی جو اس سال ہوئی تھی پریشان و مضطرب ہیں۔ اور اس سلسلہ میں افسوس کر رہے ہیں۔ اسی دوران ایک طویل القامت وجیہ صورت مرد چشمے کی جانب سے آیا اور کہنے لگا کہ رنج و غم کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کل ایک ولی زمانہ پھلت میں آیا ہے اور میں اسی سے ملاقات کر کے آرہا ہوں انشاء اللہ اس ضلع میں ان کی تشریف آوری کی برکت سے (قدوم میمنت لزوم) بارش ہوگی نیز دوسری برکتیں ظاہر ہوں گی۔ جاگنے کے بعد اس نے یہ خواب اپنے ساتھیوں سے بیان کیا اور بمقتضائے حسن عقیدت اس خواب کو مبشرات سے تعبیر کرتے ہوئے آپ کے قدوم فیض لزوم کی برکات کا منتظر رہا۔ پس معتقدین و مخلصین کے دعوت کرنے پر وہاں تشریف لے گئے دو تین روز بعد شخص مذکور نے حضرت اقدس کے خدام کی ضیافت کی اسی شب بے انتہا بارش ہوئی۔ ان دنوں بارش ایسی غائب ہو گئی تھی کہ لوگ مایوس ہو چکے تھے۔ اور کسانوں نے صرف اللہ کے بھروسہ پر خشک زمین میں بیج ڈالا تھا۔ جب بارش رحمت ہوئی گویا تن مردہ میں جان تازہ دوڑ گئی اس مشاہدہ کی برکت سے عقیدت مندوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دوسرے فیوضات کے منتظر ہوئے۔

انہیں دنوں میں حضرت اقدس کے بڑے ماموں شیخ عبیداللہ جو فقیر راقم حروف

کے والد ماجد بیان کرتے ہیں کہ میں نے واقعہ میں دیکھا ایک جماعت پیر و جوان
کی پھلت میں آئی ہے ان میں ایک صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہاں کونسی
ایسی معظم ہستی ہے کہ جس کا دیدار عین رسول اللہ کا دیدار ہے۔ اُس وقت میرے
دل میں حضرتِ اقدس کے سوا کسی کا خیال نہ تھا میں نے کہا کہ سوا شیخ ولی اللہ کے
جو ابتداء سے ہی فطرتاً عبادت و علم و معرفت میں نشو و نما ہوئے ہیں نیز ان کو علم ظاہری
و باطنی پر کامل دستگاہ ہے اور عالم با عمل ہیں کسی اور کو تو جانتا نہیں۔ اس نے کہا کہ
ہم انہیں کے دیدار کو آئے تھے (اس سے مزید آگاہی حاصل ہوئی)۔

جب فوج مغلیہ سادات کے مقابلہ کو نکلی اور بارہہ کی طرف متوجہ ہو کر قصبہ
پھلت کے قریب ڈیرہ ڈالا۔ ان کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی وجہ سے ہر شخص
ہراساں و پریشان تھا حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ اس وقت تفکر سے یہ ظاہر ہوا کہ
آنحضرت نیز اہلبیت اطہار کی ارواح مبارکہ اس فقیر اور اس کے تمام اطراف
کے حال پر متوجہ ہیں اور یہ بھی روشن ہوا کہ نور الٰہی عالم اجسام میں دو طرح سے
ظہور کرتا ہے ایک ظہور تشریعی دوسرا ظہور تکوینی ظہور تشریعی وہ ہے جو تمام قواعد شرعیہ
کے ضوابط پر مبنی ہے (موافق ہے) اور ظہور تکوینی وہ ہے جو بغیر قواعد کلیہ کی رعایت
کے مصلحت کلیہ کی اقامت پر مبنی ہے (یعنی اس کا باطن سے تعلق ہے اور یہ خواص کا علم ہے)
اور وہ طرح اول سے تعلق ہے علم ظاہر ہے اور جو دوسرے سے تعلق ہے وہ علم باطن
ہے۔ الحاصل نور تکوینی اور علم باطنی میں آنحضرت کے بعد کوئی بھی ائمہ اثنا عشر رضی اللہ
عنہم سے زیادہ علم باطن میں اقوی نہیں ہے۔ گویا وہ ملاء اعلیٰ اور عظم الفرق ہیں
اور ان ہی پر احکام عالم کی بنیاد ہے اور ان کی نسبت کی طرف متوجہ ہونا تریاق مجرب ہے

حافظ عبد الغنی بیان کرتے ہیں کہ انہیں ایام میں جب مغلیہ فوج پھلت
کے نزدیک پہنچی اس خبر وحشت اثر سے تمام مخلصین پریشان ہوئے شب کے وقت

بعد نماز عشاء جب تنہائی ہوئی تو میں نے حضرتِ اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور
اب پھلت کا کیا ہوگا۔ آپ نے زبان کرامت سے ارشاد فرمایا کہ "پریشان نہ ہو پھلت
کے لیے کوئی فکر کی بات نہیں"۔ اور یہی عبارت اپنے بڑے ماموں صاحب کو بھی
تحریر فرمائی کہ "انشاء اللہ تعالیٰ وہاں کے تمام متعلقین و مخلصین آفات و مصائب سے
محفوظ و مامون رہیں گے"۔ اور یہی ہوا بھی کہ باوجود اس کے قصبہ کی آبادی کے قریب
جنگ ہوتی رہی اور اطراف و جوانب کے بے شمار لوگ قتل ہوئے اور لوٹے گئے
لیکن یہ قصبہ ہر طرح محفوظ رہا ایسا کہ جس کسی کو بھی یہ حالات معلوم ہوئے وہ متعجب
اور حافظِ حقیقی کی محافظت کا قائل ہوا۔

نیز حافظ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں سید خیر خاں سندھی حضرت
اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم میں مشغول تھے میں اس وقت تک شرف
ملازمت سے مشرف نہ ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک دن سید مذکور سے ملاقات ہوئی۔ دوران
گفتگو کہنے لگے کہ حضرت کی بعض باتوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ صاحب باطن ہیں
اگر میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ میں نے کہا: خبردار، ہوشیار،
ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔ یہ شاہجہان آباد ہے اور یہاں ایسے ایسے مشائخ بہت سے
ہیں، ایسا نہ ہو کہ کسی نا اہل کے پلّہ پڑ جاؤ جو بعد میں حسرت و ندامت ہو۔ چند روز
بعد دوبارہ ملاقات ہوئی سید نے وہی پہلے والی بات دہرائی (کہ میرا دل چاہتا ہے
کہ انہیں کا مرید ہوں) اور میں نے پھر وہی جواب سابق دیا۔ آخر میں نے کہہ دیا
کہ تمہیں اختیار ہے۔ آخر سید میں عقیدت و محبت بڑھتی گئی بالآخر وہ حضرت سے
بیعت ہو گئے۔ ذوق و شوق اور قلبی سکون مہیا ہونے کے بعد پھر ایک دن مجھ سے
ملے آئے اور کہنے لگے میں جس کو ڈھونڈتا تھا وہ مجھے مل گیا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو
بھی ان کی خدمت میں لے چلو۔ ایک روز وہ مجھ کو اپنے ہمراہ لے کر خدمت اقدس میں

حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یہ بھی حضور کی غلامی میں شامل ہونے کے خواہاں ہیں
حضرتِ اقدس نے بعینہ وہی الفاظ زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمائے جو میں
نے سید سے پہلی ملاقات کے دوران کہے تھے کہ یہ شاہ جہان آباد ہے۔ یہاں ایسے
ایسے مشائخ بہت ہیں ان کو دیکھ سمجھ لو۔ یہ فقیر آپ کے اس فرمانے پر کشف پر
متنبہ ہو گیا اور کسی دوسری جگہ کا قصد نہ کیا اور چند ہی روز بعد آپ کا حلقہ بگوش
ہو گیا۔

ایک شخص سلطان حسین خاں نام جو حضرتِ اقدس کے مرید تھے ان کا لڑکا سخت
بیمار ہوا اور جب مرض شدت اختیار کر گیا تو وہ حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر
ہو کر مرض کے دفعیہ کے لیے توجہ کے خواستگار ہوئے۔ حضرتِ اقدس فرماتے تھے
کہ اسی دوران میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت میرے سامنے آئی
اور مریض کے لیے علاج کی استدعا کی اس کے کہنے کے مطابق میں نے ایک چینی یا
شیشہ کے برتن پر آیات قرآنیہ اور اسمائے الٰہیہ اس طرح لکھیں کہ کوئی جگہ خالی نہ رہی
پھر میں نے کہا کہ پانچ روپیہ نقد بزرگوں کی نیاز دو یعنی ایک روپیہ برائے خواجہ
نقشبندؒ اور ان کے اہل سلسلہ کے اور ایک برائے حضرت غوث الاعظمؒ اور ان
کے سلسلہ کے تمام اولیاء اللہ کے لیے اور ایک برائے خواجگان چشتؒ اور ایک برائے
اہل سلسلہ سہروردیہ کبرویہ اور ایک برائے ارباب سلاسل شاذلیہ شطاریہ مقرر کرو یہ رقم
اپنے پاس نکال کر رکھ لو اور اس چینی کے برتن کو پانی سے دھو کر اسے پلاؤ۔ دوسرے
روز بھی نیاز مقرر کر کے ایسا ہی کرو اور تیسرے دن بھی اسی طرح۔ شفا پانے کے بعد
پندرہ روپیہ جمع کر کے ہمارے پاس لے آنا کہ تمہارے مریض کی شفا اسی میں ہے
پس یہ واقعہ حضرتِ اقدس نے ان سے بیان فرمایا۔ سلطان حسین خاں نے ایسا ہی
کیا۔ حضرتِ اقدس نے ایک برتن لکھ کر انہیں عنایت فرمایا اور اس کے پینے سے

دو ہی روز میں ان کے لڑکے کو شفائے کلی حاصل ہو گئی اور انھوں نے مقررہ نیاز
حضرت کے سامنے پیش کی۔

شیخ شمس الحق بیان کرتے ہیں کہ ایک طالب علم نے میرے والد شیخ بدر الحق
کے ذریعہ حضرتِ اقدس سے ایک کتاب مستعار لی۔ ایک روز حضرتِ اقدس نے
مجھے فرمایا کہ اس طالب علم سے وہ کتاب جو عاریتاً وہ لے گیا تھا لے آؤ۔ اور
بتاکید و مبالغہ فرمایا کہ لے ضرور آنا۔ اگر وہ کوئی عذر کرے یا بہانہ کرے تو اس سے
کہ دینا کہ اگر تم کو ضرورت ہو گی تو پھر لے دی جائے گی۔ حسب ارشاد میں اس کے
پاس گیا اور کتاب کا تقاضہ کیا۔ وہ اس وقت مدرسہ سے اپنے گھر جا رہا تھا۔ کہنے
لگا کہ اس وقت تو میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں اور کتاب ابھی ختم بھی نہیں
ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ ضرورت ہو گی تو
دو تین روز بعد پھر دے دی جائے گی۔ لیکن اس وقت ضرور لے آنا۔ اس کے
ساتھیوں نے کہا کہ اس کے کیا معنی دو تین دن بعد پھر دے دی جائے گی۔ میں
نے کہا کہ معنی تو میں نہیں جانتا مجھ سے فرمایا ہی ہے۔ بہر حال بڑی کوشش کے
بعد میں وہ کتاب اس سے لے آیا۔ وہ طالب علم جب اپنے گھر گیا رات ہی میں
اچانک ہیضہ میں مبتلا ہوا اور ختم ہو گیا۔ تیسرے روز اس کے ورثا مدرسہ آئے
اور اس کے کمرہ کی تلاشی لے کر جو کچھ اسباب پایا مدرسہ کی کتابیں وغیرہ جو اس کا تھا
بلا امتیاز اس نے دوسروں سے لیا تھا سب اس کی وراثت سمجھ کر اپنے ساتھ لے گئے اور کتابوں کے اصل
مالکان ہر چند واویلا کرتے رہے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس وقت مدرسہ کے تمام طلباء کہنے لگے یہ
محض حضرت کی کرامت تھی کہ اپنی کتاب پہلے ہی منگوالی ورنہ وہ بھی وہ لے جاتے۔

حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک شب جنوں کے بعض احوال ظاہر ہوئے۔ ان میں
سے ایک یہ ہے کہ بعض اجنہ کو انحراف مزاج مثل جنون پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ایسا

بنی آدم میں پیوست ہو جاتے ہیں خواہ دشمنی کے اعتبار سے ہو خواہ محبت و عشق کے اعتبار سے خواہ بنی آدم کے تسخیر کے اعتبار سے جس طرح (بعض) بنی آدم کا انجذاب جنوں کی طرف ہوتا ہے یہ حال انحراف مزاج کی وجہ سے ہوتا ہے اور میں نے اس رات جنوں کی ایک جماعت کو دیکھا جن کو جنون طاری ہوا اور ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور ان کی حرکات نظم و انتظام کی حدود سے خارج ہو گئیں اور ان کے قبائل نے ان کو چھوڑ دیا جیسے اولاد آدم پاگلوں سے ملنا جلنا ترک کر دیتے ہیں۔ پس اس وقت وہ مجنون جن انسانوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے جو حاضرات میں جنوں کے گروہ حاضر نہیں ہوتے لیکن بنی آدم پر ان کی توجہ اور ان کی ارواح پر ان کا غلبہ نتیجہ خیز ہوتا ہے۔[۱]

حضرت اقدس نے ایک بار زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ مجھے نظر آرہا ہے کہ ایک آگ کا دریا ہے جو عالم ناسوت میں داخل ہو چکا ہے۔ لہٰذا حادثات عظیم پیدا ہوں گے پھر ارشاد فرمایا کہ عالم میں تغیر کل ہونے والا ہے۔ تمام شہر مثل دیہات و قصبات وغیرہ و تعلقہ اور ویران و برباد ہو جائیں گے۔ اور دیہات و قصبات ویران جنگلوں کے مثل ہو جائیں گے اور ایسے عظیم مصائب رونما ہوں گے جن کا دفعیہ ارکان سلطنت کے بس کا نہ ہوگا

---

[۱] علم حاضرات میں دو چیزیں ہیں ایک انفس اور ایک آفاق۔ انفس کا تعلق مجردات سے ہے اور آفاق کا ارواح مع انفس۔ اگر علم حاضرات میں ارواح کو بلایا جائے تو جن نہ آئیں گے لیکن ان کی توجہ بنی آدم پر ہو اور ان کا غلبہ ان بنی آدم کی ارواح پر مشتمل ہو جاتا ہے یعنی ان کی توجہ بنی آدم کی ارواح پر ہو گی اس لیے کہ روح ایک ہی ہے۔ روح کلی سے جنوں کی ارواح بھی ہیں اور انسانوں کی بھی۔ لیکن عناصر کی تاثیر کی بدولت تجولیت کی استعداد جتنی انسان میں ہے وہ جنوں میں نہیں ہے۔ جنات کی تخلیق باوجود چار عناصر کے مجتمع ہونے کے غلبۂ نار سے ہے جیسے انسان کی تخلیق باوجود عناصر کے مجتمع ہونے کے غلبۂ خاک سے ہے جو خاک کثیف ہے اور نار لطیف۔ لہٰذا اسم لطیف کو مرتبہ جن سے مناسبت ہے۔ (تحفۂ فقرا)

بلکہ اس کا ازالہ صرف صاحب دلوں کی ہمت پر منحصر ہوگا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہر دہلی جو دارالسلطنت ہے اس میں ہر جگہ سے زیادہ آفت برپا ہو گی۔ اگر اس وقت عوام الناس کے لیے یہ بات بعید از قیاس تھی تاہم اپنی راسخ العقیدگی کی بنا پر اس خبر صدق اثر کو شل وحی کے سمجھے۔ بہرحال جب ۱۱۳۰ھ شروع ہوا تو فرمایا کہ (حادثات) مصائب کی ابتدا ہو گئی۔ ایسی سخت طوفانی بارش ہوئی جس نے بڑے بڑے محلات اور قلعہ جات منہدم کر دیئے اور عالم برباد ہو گیا اور اس کے بعد سے روز بہ روز حادثات میں اضافہ ہی ہوتا گیا دبالآخر غنیم دکھنی نے یورش عظیم برپا کر کے خلق کو تاخت و تاراج کیا۔ باوجود اس کے کہ سلطان وقت کی باہیبت فوج اس کے مقابلہ کے لیے نکل آئی تھی اس نے سب کو پسپا کر کے شاہجہان آباد کے قریب وہ لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی کہ اس شہر میں ایک تہلکہ پڑ گیا شہر کے کنارے بڑے گھمسان کا رن پڑا اور لاتعداد لوگ قتل ہوئے۔ آخر کار بڑی پریشانیوں کے بعد اس آفت سے رہائی ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد بعض عقیدت مندوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ مقررہ آفت جس کے بارہ میں ارشاد ہوا تھا یہی تھی یا کوئی دوسری ہو گی۔ آپ نے زبان الہام سے فرمایا کہ یہ نہیں ہے بلکہ وہ دوسری ہے۔ بعد ازاں حقایق آگاہ شاہ نوراللہ جو ایک دن شاہجہان آباد کی شاہی بازار میں کسی کام کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے وہاں سے واپسی پر آپ نے ان سے فرمایا بازار اور بازار والوں کا حال تم نے کیسا پایا۔ عرض کیا کہ بظاہر تو محفوظ ہیں لیکن سب میں ایک قسم کی وحشت و سراسیمگی نظر آتی ہے۔ آپ نے بہ زبان غیب فرمایا کہ یہ بازار بہ زبان حال کہہ رہی ہیں کہ اس جگہ خون کی ندیاں بہیں گی اس خبر وحشت اثر سے تمام سامعین بہت متعجب ہوئے اس لیے کہ شاہی بازار ہر طرح سے محفوظ تھا اس طرح کے کسی خوف و خطر کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس قصے کے ایک سال بعد نادر شاہ خراسانی کا فتنہ عظیم برپا ہوا۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ اس نے پہلے تو ہزار ہا خونریز فوجی جمع کر کے

کابل پر جو ہندوستان کی سرحد ہے چڑھائی کرکے وہاں ہزارہا لوگ تیغ بے دریغ سے قتل کرا
اور افراتفری کے بعد شہروں کے بہت سے لوگوں کو ساتھ لے کر بلند پہاڑوں اور چوٹیوں
پر قبضہ کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ پھر جس دیہات اور شہر میں پہنچا تاخت و تاراج
کر کے ویران کر دیا۔ یہاں تک کہ کرنال شہر کے قریب بادشاہ ہند سے مقابلہ پڑا اور
دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی۔ اسی دوران بعض عقیدت مندوں نے حضرت
اقدس کو اس ہولناک فتنہ کے بارہ میں بغرض استفسار عرضداشت لکھی۔ آپ نے
جواباً یہ عبارت تحریر فرمائی کہ "تشویش عظیم پیش آئے گی انجام کار سلطنت محمد شاہ ہی
کی رہے گی"۔ اور سید محمد خان نے بھی اس بارہ میں عرض کیا۔ آپ نے جواب میں
ان کو بھی یہی الفاظ تحریر فرمائے کہ "سلطنت تیموریہ ہی رہے گی"۔ پس جنگ عظیم
واقع ہوئی۔ ہندوستانی فوج کے باون نیل سواروں نے شربت شہادت نوش کیا۔
پیادوں کے بارہ میں کیا کہا جائے جو بے حساب قتل ہوئے۔ سفاکوں کے اس دست برد
سے واویلا شدید ظاہر ہوا اور ہندوستان کا لشکر خوفزدہ ہوا۔ بیشتر مفرورین اطراف
جوانب میں قتل کیے گئے اور جو باقی بچے ان کو قزلباش افواج نے قید کر لیا۔ اس دوران
خدا معلوم کتنے بھوک پیاس سے ختم ہو گئے اور سلطان و وزیر دونوں قید ہوئے۔ پھر
نادر شاہ اس معرکہ گاہ سے روانہ ہوا اور شاہجہان آباد پہنچ کر قلعہ و قصر شاہی میں
داخل ہوا۔ اس کی ظالم و جابر افواج کی گذرگاہ پر جتنی آبادیاں اور شہر وغیرہ پڑے
سب ویران و برباد کر دیئے۔ شہر پانی پت جو اپنی خوبصورتی و خوشنمائی میں تماشا گاہ
خلق تھا مقتل عام بن گیا تھا۔ لاتعداد لوگ قتل و غارت کر دیئے گئے۔ حتیٰ کہ ایک
عرصہ تک وہ شہر بھیڑیوں اور گیدڑوں کی آماجگاہ بنا رہا۔ جب آپ کی وہ بات
کہ شہر مثل دیہات اور دیہات ویران گاؤں کے مانند ہو جائیں گے بعینہ پوری
ہوئی۔ اور شاہجہان آباد میں داخلہ کے تیسرے روز نادر نے قتل عام کا حکم دے دیا۔

صبح سے لے کر سہ پہر تک تیس ہزار سوار قتل و خون ریزی کرتے رہے اور ہر جاندار
از قسم انسان یا حیوان جو بھی سامنے آیا تہ تیغ کیا گیا حتیٰ کہ کتے اور بلی تک کو
زندہ نہ چھوڑا۔ اور شہر میں آگ لگا کر تمام بازاروں اور محلات کو جلا دیا۔ کشتوں
کے پشتے لگ گئے اور تمام بازاروں میں عموماً اور بازار شاہی میں جو چاندنی چوک
کے نام سے مشہور ہے خصوصاً خون کی ندیاں جاری ہو گئیں اور قیامت موعودہ نما
ہوئی۔ اور وہ مقامات اور جگہیں جو لوگوں کی نگاہوں میں بہت محفوظ تھیں
ایسی ویران و تباہ ہوئیں کہ لوگوں کو رات تو رات دن کو بھی وہاں جانا بوجہ
خوف مشکل تھا۔ بعد ازاں تمام شہر کا اس طرح محاصرہ کیا کہ کسی متنفس کو شہر میں آمد
رفت اور شہر سے باہر جانے یا باہر سے شہر میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ اور ان ایام میں
ایک عالم بھوک و پیاس کی شدت سے ختم ہو گیا اور ان کی لاشوں کے تعفن سے
ایسی وبا پھیلی جس سے خدا معلوم کتنی مخلوق لقمۂ اجل بنی۔ اور یہ وہ سب تمام اخبار
غیبیہ جو حضرت کی زبان الہام ترجمان سے بیان ہو چکی تھیں بعینہ پوری ہوئیں
اور جب حالات اس حد تک پہنچ گئے تو سلطنت تیموریہ کے قائم و باقی رہنے کی بشارت
جو حضرت اقدس نے دی تھی لوگوں کو بعید از عقل معلوم ہوئی اور لوگوں میں
جب اس قسم کی بات کا ذکر ہوتا تو عوام میں کوئی بھی اس کی تصدیق نہ کرتا بلکہ
بعید از قیاس سمجھتا اور اجتماع نقیضین[1] جانتا۔ اکثر لوگ بدگمان اور بد عقیدہ
ہو گئے کہ آپ نے غلط بیانی کی۔ یہاں تک کہ قادر مطلق کی قدرت جلوہ گر ہوئی
اس متغلب سفاک نے سلطنت کے تمام خزانے و دفینے جدیدہ و قدیمہ جواہر و زر و
نقرہ وغیرہ بادشاہ و امرائے سلطنت سے چھین کر اپنے قبضہ میں کیے اور حکومت
محمد شاہ کے سپرد کر کے خود خراسان کی راہ لی۔ اور وہ امر موعود یعنی حضرت کا ارشاد

[1] دو ضدوں کا باہم جمع ہونا

کے حق میں یہ امر جاری ہوا کہ ان کی اولاد میں قیامت تک نبوت و حکمت باقی رہے گی اور جیسا حکم فریدوں کے حق میں جاری ہوا کہ اس کے خاندان میں حکومت و سلطنت باقی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا یا جیسا حکم چنگیز و تیمور کے جد کے بارہ میں جاری ہوا کہ ان میں سلطنت و حکومت کا دور رہے گا جب تک اللہ چاہے گا۔ اور اسی طرح مجھے مکاشفہ ہوا کہ میری کتابوں اور میری ذریت میں بھی ایک سرہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک باقی رہے گا۔ الحمد للہ کہ یہ بات روز بروز ظہور پذیر ہے اور اس کی قوی امید ہے کہ علیٰ وجہ الکمال عروج و ترقی کرے گی۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ توریت کی ایک جلد کھلی ہے اور اس مقام پر جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف ہے لکھا ہوا ہے کہ آپ سے بیک وقت جہاد اور مخالطت ازواج واقع ہوں گی۔ پس میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں صفات ذات اقدسؐ میں بدرجۂ اتم ہوں گی نہ یہ مطلب کہ ایک ہی وقت میں ان دو فعلوں کا صدور ہوگا۔ اور اس تاویل کے شل ان کلمات کی تطبیق ہو جائے گی جن کو بظاہر قرآن مجید کے خلاف سمجھتے ہیں۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ رمضان میں ایک بار میں نے قرآن پڑھا پھر میں نے چاہا کہ بجائے تلاوت کے قرآن کی سورتوں سے کچھ حفظ کروں۔ اسی اثنا میں حقیقت قرآن سے یہ فائض ہوا کہ سارا قرآن بطور حفظ تمہارے دل میں مترتب ہے لیکن فعل کے ساتھ اس کا خروج و ظہور ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے (اور وہ یہ ہے) کہ ایک بار ایسے شخص کے پاس قرأت کی جائے جس کا سلسلۂ قرأت آنحضرتؐ کی طرف متصل ہو اور جب یہ شرط متحقق ہو جائے تو پھر حفظ میں محنت و مشقت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

حافظ عبد الغنی نے بیان کیا کہ ایک دن چھٹی کا دن تھا اور مشکوٰۃ شریف کے درس کے وقت بہت سے لوگ حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر تھے بات شیعوں کے ذکر

سے وجود میں آیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اور ان فتنوں کے دور میں جب کہ ایک عالم پر مصائب و زلزل کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے، اکثر معتقدین آپ کی خدمت میں امن و امان اور محافظت کے بارہ میں دعا و توجہ کے خواستگار رہتے تھے آپ سب کو تسلی و تشفی دیتے رہتے تھے چنانچہ اپنے بڑے ماموں کو تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم عاجزوں پر وہ مہربان ہے انشاء اللہ حفاظت فرمائے گا۔" اور شیخ بخت الدین بڈھانوی سے ارشاد فرمایا کہ خاطر جمع اور اطمینان کامل رکھو اگر سارا عالم آگ ہو جائے تب بھی اللہ کے کرم بے پایاں سے امید ہے کہ تم سب سلامت رہو گے "وارادوا بہ کیدا فجعلناہم الاخسرین"۔ پس بفضل الٰہی حضرت کی بنفس نفیس توجہ کی برکت سے تمام وابستگان آنحضرت ظاہری و باطنی طور پر محفوظ و مامون رہے۔ اور محلہ کشک زود جہاں حضرت اقدسؒ کا مکان ہے بہمہ وجوہ محفوظ رہا۔ مفسدین فجار کے صدمہ سے پورے شہر میں اگر کوئی جگہ محفوظ رہی تو وہ یہی مقام برکت نظام تھا۔ ان آیات بینات (واضح نشانات) کے ظہور کے سبب راسخ الاعتقاد ارادت مند مرتبہ حق الیقینی پر ترقی پذیر ہوئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ اس وقت کے حوادث عظام میں سے ایک تو وہ ہے جو وسط شوال میں نازل ہوا واللہ اعلم (یعنی قضائے عظیم نازل ہوئی) اور اموات و احیاء کا الہام محمد شاہ کے حق میں دعا و عافیت کے ساتھ ہوا اور دوسرا یہ ہے کہ شیخ محمد زبیر سرہندی نے وفات پائی اور یہ پھیل جانے والے حادثہ کی پہلی شرط ہے جو اس زمانہ کے ہر شیخ و صوفی پر آئے گا۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ مجھے متعدد بار مکاشفہ ہوا کہ عبادت میں ایک سر عجیب ہے جو اس کے اہل میں قیامت تک پایا جائے گا یا جب تک اللہ چاہے گا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ

ملہ یعنی سب کا علم ہوا کہ اتنے لوگ زندہ رہیں گے اور اتنے شہید ہوں گے اور محمد شاہ کی حکومت پر داغ پہنچے گا

چل نکلی۔ آپ نے فرمایا کہ بہرحال وہ اہل قبلہ ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے۔ پھر فرمایا کہ لفظ
شیعہ پر ایک بات مجھ کو معلوم ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں پوچھا گیا
آنجناب سے حکم ہوا کہ لفظ امام تمہیں غور کرنے سے اس کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ ناقل
کہتا ہے کہ ان کلمات کے تکلم کے وقت میں اپنی انھیں نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کہ ایک نور آپ
کے سینۂ مبارک سے اس طرح نکلا جس طرح آفتاب ابر سے نکلتا ہے۔ اور اس کی شعاعیں تمام
در و دیوار کو روشن کر رہی ہیں، اسی طرح اس نور نے منتشر ہو کر تمام اہل مجلس کو اپنے گھیرے
میں لے کر سب کو منور کر دیا اور اللہ باہم محیط ہو گیا۔ اور تمام قلق و کدورت جو ہمارے دلوں میں
تھی سب کو زائل کر دیا اور یہ ادراک قلبی نہ تھا بلکہ عین مشاہدہ تھا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

نیز حافظ صاحب موصوف نے بیان کیا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ بازار
اور گلی کوچوں میں کثیر مجمع ہے اور بہت سے سوار اس طرح گھوم رہے ہیں جس طرح بادشاہ بغرض
سیر و تفریح و شکار نکلتا ہے۔ میں نے ان سواروں میں سے ایک سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے۔
اس نے کہا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دیکھنے کے لیے تشریف لائے ہیں یہ سن کر مجھے
بے انتہا مسرت و خوشی حاصل ہوئی کہ سبحان اللہ ہمیں دولت دیدار شب و روز حاصل ہے
اور ہم اس کی قدر نہیں جانتے۔ پھر میں بصد شوق و اشتیاق آپ کے دیدار پرانوار کی دولت
سے مشرف ہونے کے لیے اٹھا اور اسی وقت آنکھ کھل گئی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار عالم مثال میں خواجگان چشت کی مقابر کی
طرف جو قریۂ چشت میں مدفون ہیں توجہ واقع ہوئی۔ اس قدر شعاعیں اور نورانیت
دکھائی دی جو حد بیان سے باہر ہے گویا ان کی عبادات بھی صورت ذات ہیں یہ دیکھ کر
مزید تعجب ہوا کہ ان طہارات و عبادات کا بھی نورانیت میں ایک اثر ہو لیکن اس طرح
نہیں بلکہ گویا یہ نورانیت بشرۂ طہارات جو ہر نفس سے نکلی ہے اور ہر شخص کے لیے سامان
کر دی گئی ہے وہ چیز جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ جیسے میں حضرت
نظام الدین اولیاء کی زیارت کو گیا۔ آپ نے کفن ہٹا کر چہرۂ مبارک نکالا۔ رنگ آپ کا
گندمی اور ریش مبارک سفید تھی۔ مجھ سے فرمایا کہ کوئی غزل سناؤ۔ اس وقت میرے دل
میں آیا کہ میں خوش آواز تو ہوں نہیں جس سے آپ کو خوش کر سکوں لیکن تعمیل حکم میں
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا کے دو شعر سنائے آپ بہت مسرور و محظوظ
ہوئے اور بے انتہا مسرت چہرۂ انور سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اس وقت یہ سمجھ میں آیا
کہ آپ کی غرض اس سے یہ ہے کہ کبھی کبھی اچھے اور پر اثر اشعار ضرور سننا چاہیے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس پر عزم مصمم ہو گیا کہ اب (لڑکی صالحہ) کی شادی
کر دینا چاہیے اور دعوت طعام وغیرہ جو لوازمات شادی میں ہیں وافر مقدار میں
اور حسن و خوبی انجام دینا چاہیے۔ یہ آسانی اسباب مہیا ہونے کا وعدہ آچکا تھا اور اسی پر
بہ قلب مطمئن تھا ورنہ ظاہری اسباب کچھ نہ تھے جس کو دیکھ کر اعزہ میرے حوصلے کا
بلند ہونا ناممکن سمجھتے تھے۔ میرے حسب دلخواہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس طرح اپنے وعدے
پورے فرمائے کہ جس وقت جتنی ضرورت ہوئی اسی وقت بغیر میری فکر و کوشش
کے انتظام ہو جاتا۔ گویا ایک محاسب ہے جو حساب لگا کر ضرورت بھر بھیج دیتا ہے یہاں
تک کہ اس کار خیر سے حسب دلخواہ فراغت کے بعد بھی بعض دیگر ضروریات درپیش
ہوئیں جن کو پورا کرنا اس وقت ممکن ہی نہ تھا اسی روز سو روپیہ فتوحات (نقد) میں
آئے اور وہ ضرورتیں بھی رفع ہو گئیں اور اس سے قبل اسی بارہ میں دو خواب میں نے
دیکھے کہ جیسے میں ہاتھی پر سوار ہو کر برادر عزیز میاں اہل اللہ کے گھر گیا۔ اچانک ایک ببر
بھیڑیا گر پڑا اور میرا راستہ روک دیا۔ میں نے اپنی قوت سے ایک ہی ہاتھ سے اس بھیڑیے
کو پکڑا اور بہت دور پھینک دیا۔ اور دوسرا خواب یہ دیکھا کہ میں اس سلسلہ میں بہت
متفکر ہوں اچانک حضرت والد ماجد کا ایک دفینہ نکلا اور اس سے جملہ اسباب جہیز شل

فرماتے تھے کہ والی مذکور نے یہ خواب ہم سے بیان کر کے اس کی سمجھ کے مطابق اس کی تعبیر یوں کی کہ سات روپیہ اور چار عدد ناشپاتیاں پیش کیں۔ اور ہم نے اس کی تعبیر مختصر بیان کی اور اعمال خیر سے دلیل لی۔ اور اس اشارہ کا مطلب بعد میں ظاہر ہوا کہ آپ کی مرضی لڑکی کی شادی میں چار اشرفی سے مدد کرنے کی تھی۔ پس اس عزیز نے بغیر اس تعبیر کو سمجھے ہوئے چار اشرفی بھیجیں۔ وکان[1] ذلک تعبیر رویای قد جعلها ربی حقا۔

خواجہ محمد امین جو حضرت اقدس کے مخصوص احباب میں تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت اقدس قیلولہ سے بیدار ہوئے اور فرحت و مسرت چہرۂ انور سے پھوٹی پڑتی تھی۔ فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں کفار سے جہاد کی غرض سے نکلا اور مقابلہ کیا لیکن تم وہاں شہید ہو گئے، ہو جس کی بنا پر میں بہت مضطرب اور غمزدہ ہوں اور تمہاری لاش ایک چارپائی پر چھوڑ کر میاں اہل اللہ کو تمہارے نزدیک حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود تجہیز و تکفین کے انتظام میں مشغول ہوں اسی اثنا میں ایک جاننے والا انتظام الدین نام پہنچا اور فتح و نصرت کی مبارکباد دی اور کہا کہ تم نے بہت بڑا کام کیا جو کفار سے جنگ کی میں نے کہا ہاں لیکن ان سے جنگ میں میرا فلاں آدمی شہید ہو گیا جس سے انتہائی رنج و غم ہے۔ پھر اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ حق تعالیٰ نے تمہیں زندہ کیا تمہاری دوبارہ زندگی سے مجھے ایسی مسرت و خوشی ہوئی کہ میری آنکھ کھل گئی۔ بعد ازاں اس خواب کی مختصر تعبیر یہ بیان فرمائی کہ موت و حیات سے مطلب فنا و بقا ہے اور نظام الدین کے آنے سے اشارہ علم کا باقی رہنا ہے جو دین کے رواج کا سبب ہوگا۔ واللہ اعلم

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شاہجہان آباد میں چیچک کا زور ہوا۔ انھیں دنوں ایک رات میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں سادات میں سے ایک عزیز کے گھر

[1] اور یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جس کو میرے رب نے سچ کر دکھایا۔

زیورات و ملبوسات و فروش وغیرہ سب مہیا ہو گئے اس سے مزید مسرت و خوشی ہوئی

حضرت اقدس نے فرمایا کہ انھیں ایام میں ایک دن واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص عطاء اللہ نام (جس سے پہلے کبھی شناسائی نہ تھی) کی ملاقات کو سوار ہو کر چلا جب اس سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ وہ گندمی رنگ قریب بصورت موکل اسم یا وہاب کا پیکر تھا جس کو میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا پھر وہ ملاقات کرنے کے بعد میرے پاس سے اٹھ کر ایک طرف گیا اور مجھے اپنے گھر آنے کی خواہش ہوئی چند بار میں نے اس کا نام (عطاء اللہ) لے کر پکارا وہ آیا اور دو روپیہ نقد پیش کیے۔ میں نے پہلے تو اس میں سے ایک روپیہ قبول کیا لیکن اس نے باصرار دوسرا بھی پیش کیا۔ اسی وقت میرے دل میں یہ آیا کہ کوئی چیز فتوحات میں سے ہوگی لیکن دو بار میں۔ اس کی تخصیص میں اسم وہاب کی تلاوت کو دخل ہے۔ چنانچہ چند جلسوں میں اسی تعداد میں جس میں اس کو پکارا تھا بڑھا فتوحات بھی دو بار میں ہوئیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ خواجہ حبیب اللہ کشمیری نے خواب دیکھا کہ وہ وضو اور نماز کے ارادے سے ایک جنگل میں کھڑے ہیں جہاں زرد آلو کے بے شمار درخت ہیں۔ ناگاہ غیب سے ایک آواز سنائی دی کہ نماز کے لیے تھوڑا توقف کرو اور انتظار کرو کہ حضرت رسالت مآب تشریف لا رہے ہیں۔ انھوں نے دو تین ساعت توقف کیا۔ آخر بنا بر عجلت بعض لوگوں نے نماز پڑھ لی بعد ازاں یہ سنا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور نماز عصر تنہا پڑھ رہے ہیں یہ سن کر ان کو اپنی عجلت کی وجہ سے حضور ﷺ کے شرف اقتدا حاصل نہ ہونے پر از حد افسوس ہوا اور بڑی ندامت ہوئی بعد ازاں چند زرد آلو لے کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیے آپ نے ان میں سے چند زرد آلو لے کر ارشاد فرمایا کہ اندر بھیج دو۔ اور آپ کی مراد آپ کے دولت کدہ سے تھی۔ اسی ضمن میں یہ سمجھ میں آیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ دولت محمد کی لڑکی کے لیے بھیج دینا چاہیے۔ حضرت اقدس

میں آیا ہوں اس نے کہا کہ مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مزار پر چلو گے
میں نے کہا کہ اس سے بہتر کیا ہوگا۔ پھر وہ مجھے ایک مقبرہ کے قریب لے گیا اور خود وہاں
کھڑا ہو گیا اور مجھ سے کہا کہ اس مکان کے اندر چلے جاؤ اور اشارہ سے بتایا اور خود
داخل نہ ہوا۔ جب میں مقبرہ میں داخل ہوا تو تلاش کیا کہ حضرت کا مزار شریف کون سا
ہے پس ایک شخص نے مقبرہ کے صدر جانب اشارہ کیا جب میں ادھر بڑھا تو دیکھا کہ
وہاں کوئی قبر نہیں ہے۔ اس وقت حضرت کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ آؤ
ہم تم کو ایک ایسی چیز تعلیم کریں کہ جب کسی مقام پر جن وغیرہ معلوم ہوں (گویا
اس سے مراد آپ کی چیچک سے تھی) تو اس کے دفعیہ کے لیے اس طرح پر توجہ کرنا چاہیے
اور وہ ایک طرح کی ہمت کی نسبت تھی جو آپ نے تعلیم فرمائی۔ اور اس وقت یہ
محسوس ہو رہا تھا کہ گویا ایک جن ہو جو اس توجہ کرنے سے پریشان ہو رہا ہو بعد ازاں اس
واقعہ سے افاقہ ظاہر ہوا۔ اس دوران جس نے بھی اس بارہ میں مدد لی بفضل الٰہی
اس آفت سے نجات پائی۔ تقریباً سو آدمیوں نے رجوع کیا اور شفایاب ہوئے۔

حافظ عبدالغنی نے بیان کیا کہ اسی دوران میرا ایک لڑکا چیچک میں مبتلا ہوا
اور مرض بہت طول پکڑ گیا۔ میں بے قرار ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور توجہ
کا طالب ہوا۔ آپ نے میری استدعا پر ایک تعویذ لکھ کر عنایت فرمایا اور اس نے
شفا پائی۔ پھر دوبارہ اسی مرض میں مبتلا ہوا ایک دن حالت اتنی نازک ہو گئی
کہ میں نے دیکھا کہ اس میں جان باقی نہ رہی اور مجھے یہ خیال ہوا کہ اس کی
روح جسم سے جدا ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میں سخت بے قرار و ناشاد ہوتا خدمت اقدس
میں پہنچا میرا حال یہ تھا کہ منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی حضرت اقدس میری حالت
ملاحظہ فرما کر از حد غمگین و رنجیدہ ہوئے اور دوبارہ تعویذ لکھ کر عنایت فرمایا۔ الحمدللہ کہ
اس کی برکت سے دو ہی تین ساعت بعد اس میں جنبش پیدا ہوئی اور شفائے کامل حاصل ہو گئی

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ (آپ کے چچا) کے
عرس کے موقعہ پر رات کے وقت جب کہ اُن کے مقبرہ میں ہنگامہ و سرود[1] جاری
تھا اور حاضرین پر (سماع و سرود سے) ذوق و وجد طاری تھا۔ میں بعد العشاء
اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ نغمہ کا ایک ٹکڑا سامنے لایا گیا اور یہ کہا گیا کہ جو
کچھ اس محفل میں ذوق و شوق اور روح مبارک کی توجہ کی برکات ہیں سب
نے مرکب ہو کر یہ صورت اختیار کی ہے جو عطائے الٰہی ہے اور اسی وقت تمام
عالم میں نفس ناطقہ کا سریان ظاہر ہوا اور یہ واضح ہوا کہ وہ نور اسی منبع کا
تابع ہے اگرچہ اسی جگہ سے بھیجا گیا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار ایک بے کیف شے غیب سے ظاہر ہوئی
اور دو صورتوں میں متمثل ہو گئی۔ ان میں ایک صورت نور سیاہ[2] کی تھی جس نے
مجھ میں اس طرح سرایت کیا کہ میرے تمام اعضا و اجزا میں حتیٰ کہ ہاتھوں اور پیروں
کی انگلیوں کے ناخونوں تک میں سرایت کر گئی اور تمام بدن اس سے پُر ہو گیا
اس سے ایک قسم کی دل جمعی و طمانیت ظاہر ہوئی اور دوسری صورت ایک چاند
کے ٹکڑے کی تھی اور وہ بھی میرے اندر سما گئی۔

حضرت اقدس کے دستخط مبارک کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ ایک
وقت یہ فقیر بعض خلوات میں کمزور ہو گیا اور حواس پراگندہ ہو گئے اس
وقت یہ دو شعر بغیر میری کوشش و خواہش کے خیال میں متمثل ہوئے پھر
نسبت اویسیہ جوش زن ہو کر غالب ہوئی جس سے وہ ضعف زائل ہو گیا

---

[1] سرود بمعنی نغمہ و سماع یعنی راگ۔ بحوالہ برہان و جہانگیری و مؤید۔ غیاث اللغات
[2] نور سیاہ تجلی ذاتی یعنی سواد اعظم اس تجلی ذاتی کا غیب الغیب عالم شہادت ہے۔

شُکُویٰ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَجْزِیْ وَحَاجَتِیْ وَضُعْفِیْ وَ ذُلِّیْ فِیْ ھَوَاکَ وَعَاھَتِیْ
اَمَا اَنْتَ تَرْثِیْ لِمَنْ قَدْ اَصَابَہٗ غَلِیْلُ الْھَوٰی فِیْکَ وَنَارُ صَبَابَۃٍ

حضرت اقدس نے فرمایا کہ (اللہ کے نام وہاب کے خادم) کا مجھے مشاہدہ ہوا۔ ایک جوان سیاہ رنگ صوفیاء و علماء کے لباس میں جس میں ایک ازار اور ایک چادر ہو جس وقت میں یا وھاب کہتا تھا وہ میری طرف التفات کرتا تھا گویا اس غذا کے علاوہ وہ کچھ شناسا ہی نہیں ہے۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ اسماء کے خدام کا قمر کے ساتھ ایک خاص ربط ہو اور یہ معلوم ہو گیا کہ وہ حاضر نہیں ہوتے مگر اس ساعت میں جب کہ سیر قمر برج مسعود میں ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ ہوتا ہو کہ خدام اسماء آدمیوں کی آواز سنتے ہیں لیکن ان میں جنبش و حرکت پیدا نہیں ہوتی لیکن اس وقت جبکہ قمر فلک کے موضع مسعود پر پہنچا ہو اور یہ معلوم ہو گیا کہ دعوتِ اسماء میں اوضاع قمر کے علاوہ جو کافی ہو اوضاع فلک کی معرفت کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دن خواجہ محمد امین جو آپ کے خاص احباب میں تھے آپ کے فوائد (جو انھوں نے مرتب کیے تھے) لائے کہ ایک دن صبح کے مراقبہ کے بعد حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آج مراقبہ میں برکات بے شمار شامل حال ظاہر و باطن مشاہدہ ہوئیں اور اشاعت و نشر علوم اور اپنی تصنیفات میں وسعتِ عظیم مشاہدہ ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

نیز فوائد میں یہ بھی ہو کہ دوسرے روز اسی وقت مراقبہ کے بعد فرمایا کہ آج میں نے محبتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا جو تمام ظاہر و باطن کے اطراف کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس مشاہدہ کا استغراق موجب طمانیت وافر و باعث راحت ہوا۔ الحمد للہ علی نعمائہٖ۔

لہ یا رسول اللہ میری خستہ حالی، میری حاجت، میرا ضعف، اور میری اذیت اپنی محبت میں لاحظ فرما رہے ہیں۔ کیا آپ اس شخص کے لیے رنجیدہ نہ ہوں گے جو آپ کی محبت میں تڑپ رہا ہے اور آتش فراق میں جھلس رہا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک مقام پر حضرت والد ماجد تشریف فرما ہیں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کاتب حروف سے فرمایا کہ تم بھی اس وقت وہاں موجود ہو۔ پس حضرت والد ماجدؒ نے بطور حکایت و قصہ بیان فرمایا کہ ایک صورت چاندی سے تیار کی اور اس میں قلب کی صورت صاف شفاف مثل براق دکھائی اور اس قلب میں ایک تیج ہو انتہائی خوش نما اور موزوں پس جو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس سے صفا و نور کا استفادہ کرتا ہے۔ ہم نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر شخص کا لطیفہ اَنا اس میں بیدار ہوتا ہو چنانچہ انانیت کبریٰ اس میں ظاہر ہوتی ہو جو اس کی طرف متوجہ ہوگا اسی کے رنگ میں رنگ جائے گا گویا اس قصہ سے مراد یہی تھی۔ اس وقت بغایت شوق مجھ پر گریہ طاری ہوا اور حضرت والد ماجدؒ بھی آب دیدہ ہوئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

۱۱۵۶ھ میں حضرتِ اقدس نے چالیس روز کا اعتکاف فرمایا۔ ان دنوں بے شمار حقایق و معارف یعنی اجسام و نفوس افلاک و ملاءِ اعلیٰ و عقول و عوالم جنان و ابدانِ مثالیہ اور حقایق و لطائفِ بارزہ و کامنۂ انسانیہ ظاہر ہوئے اور ہر ایک کی فنا و بقا کے کمالات کا بیان اور ان لطائف کے مطابق کمالات انسانیہ کی تفصیل اور توحید ذاتی اور حقیقت توحید وجودی کے احکام کی وضاحت اور حقایق قطب ارشاد اور قطب مدار اور رجال الغیب کی تفصیل اور حکایت مقالات ملاءِ اعلیٰ اور مزارات کی تفصیل وغیرہ وغیرہ جو حضرت تجلی اعظم نے افاضہ فرمائے کیا بیان کیے جائیں کہ زبان کو اس کے بیان کی طاقت نہیں اور آپ نے ان سب کو تفہیمات الٰہیہ میں تحریر فرما دیا ہو۔ انھیں ایام میں ایک روز خاکسار کاتب حروف سے جو خدمت اقدس میں حاضر تھا زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ہمارے یہ علوم یعنی علم حدیث وغیرہ ہماری اور تمھاری اولاد میں

انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اور ایک دن یہ بھی فرمایا کہ بعض افرادِ انسانیہ
میں بجز بحث کے انتہائے نقاط سے ایک نقطہ انتہائی روشن تجلی اعظم کے بذرات
میں سے ہر ذرہ ادنیٰ کے مقابل بلکہ اس ذرہ کا نمونہ ہوتا ہے اور تمہاری حقیقت میں
وہ نقطہ موجود ہے اور (بیداری) اس بشارتِ عظمیٰ کے ساتھ ساتھ جس کا شکر حوصلۂ
استعداد سے باہر ہے اور بھی بہت سی نوازشیں فرمائیں۔ نیز ایک شب مغرب و عشا
کے درمیان جب کہ یہ خادم خدمتِ اقدس میں حاضر تھا خطاب کر کے فرمایا کہ کل
تیرہ رمضان تھی اور جمعہ کا دن تھا بعد نماز عصر مغرب کے قریب ایک ساعت
مرجوۃ اللہ منکشف ہوئی میں اس وقت اس کی اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن وہ گھڑی
ویسی لطیف تھی کہ خیال ہوا کہیں یہ گذر نہ جائے لہٰذا اس اطلاع دہی کو موقوف
کر کے ظہورِ تاثیر کے بارہ میں اور حصولِ ثمرات کے لیے وہ دعا جو نئی تصنیف ہوئی
تھی اپنے منتسبین اور احباب اور اولاد کے لیے میں نے کی اور اس میں خواجہ محمد
امین اور اس خاکسار کو بھی مخصوص فرمایا۔ اس بشارتِ عظمیٰ سے ارادت مندوں
کی امیدیں قوی ہو گئیں اور انہیں مبارک ایام میں یعنی رمضان کے عشرۂ اخیرہ
کی طاق راتوں میں نصف شب کے وقت جب کہ حضرتِ اقدس آرام فرما تھے فرمایا
کہ خواب میں (سوتے میں) میں نے اپنے دل میں انجذاب تمام پایا اور اسی وقت یہ
بھی معلوم ہوا کہ یہ وقت نزولِ برکات اور قبولیت دعا کا ہے۔ اور خواب سے بیداری
کا بھی سبب ہوا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ وقت کم ہے دوسروں کو اطلاع نہیں دی
جا سکتی اور نہ اس وقت اس کا موقعہ ہے لہٰذا اس سبب سے اعراض کر کے دعا میں
مشغول ہوا۔ صبح کو یہ واقعہ حاضرین سے بیان فرمایا۔ سبحان اللہ کارِ محبوباں جدا از کارِ جملہ
عالم است۔ اگر سوتے بھی ہوں تب بھی ان کو بیدار کر کے دعا منگواتے ہیں پھر اسے
قبول فرماتے ہیں اس میں ایک لذت بخش نکتہ ہے جس نے یہ ذوق نہ پایا اس نے کیا سمجھا

۱؎ مبارک

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آئندہ راتوں میں بھی برکات کا نزول معلوم ہو رہا ہے۔
حافظ عبدالنبی نے (جو حضرتِ اقدس کی طرف سے ملقب بحافظ عبدالرحمٰن ہیں اور
آپ کے خاص اصحاب میں ہیں) ابتدائے شب میں ظہورِ برکات کی علامات بتائیں
خواجہ محمد امین کو نیند کی حالت میں جاذبات و برکات نے اپنے آغوش میں لے
لیا اور ایک عجیب حالت طاری ہوئی۔ بیدار ہو کر بہرہ اندوز ہوئے اور پھر دوبارہ
سو گئے اور عین حالت خواب بے شمار فیوض و برکات سے مالامال ہوئے ؎

خوش[۱] بود خوابہائے بیداراں — خوش بود کارہائے بے کاراں

نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے عین حالتِ خواب میں دیکھا کہ حضرت
ولی نعمت موجود ہیں اور میں شب قدر کی برکات کی کیفیت بیان کر رہا ہوں اور
آپ تصدیق فرماتے جا رہے ہیں۔ جب یہ ماجرا آپ کے حضور میں عرض کیا تو فرمایا کہ
تم صادق الحال ہو۔ اور حافظ عبدالنبی اس شب کی کیفیات بیان کرتے ہیں کہ ساعتِ
فلکی مسعود ہوئی تھی اور آثارِ ارواحِ افلاک و نجوم ظاہر ہوئے تھے۔ اور حضرت
تجلی اعظم کی توجہ افلاک کے بارہ میں واقع ہوئی اور امورِ خیر اور وقتِ سحر
بکثرت روحانیات کا ظہور ہوا حضرت تجلی اعظم نے روحانیت کو سعادت کے
ساتھ ضم فرما دیا۔ اور یہ کہا کہ میں حضرت کے اصحاب کے حق میں دعا کروں اور
خواجہ محمد امین کو دیکھا کہ ایک فیض نے ان کا احاطہ کر لیا ہے گویا وہ ہماری دعا
وغیرہ سے بے نیاز ہیں اور یہ بھی بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسری عظیم
رات ابھی باقی ہے۔ پھر ۲۰ رمضان بعد نماز عصر جب کہ حضرتِ اقدس مراقبہ میں
تھے اور استغراق کامل غالب تھا یہ خاکسار اور خواجہ محمد امین خدمت میں حاضر تھے
نیز دوسرے لوگ بھی حلقہ میں بیٹھے تھے قریب مغرب مراقبہ سے سر مبارک اٹھایا اور

۱؎ بیدار رہنے والوں کی نیندیں اچھی ہوتی ہیں۔ بیکار لوگوں کا کام اچھا ہوتا ہے۔

زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ آنے والی رات بھی برکتوں والی ہو اور اس خاکسار کو بھی ان بشارتوں سے سرفراز فرمایا جو اس کی لیاقت و قابلیت سے بالا تھیں پس جب ستائیسویں شب آئی شروع ہی سے انوار و برکات کا ظہور ہونے لگا اور بذات خود شب بیداری کی۔ آپ کے فیض توجہ سے ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق اس رات انوار و برکات حاصل کیے اور حافظ عبدالرحمن نے (جنھوں نے اس رات اس فقیر کی استدعا پر اس نیاز مند کے احباب و اولاد کے حق میں دعا کی تھی) دیکھا کہ گویا ایک نور اس فقیر سے نکلا اور ایک دو شاخہ درخت کی شکل میں متشکل ہوا اور اس نور کی تجلی نے دونوں شاخوں میں ظہور کیا پھر یکجا ہو کر بلند ہونا شروع ہوا اور اسی اثنا میں ایک دوسری صورت ظاہر ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ ایک لمبی رسی ہے جو زمانہ کے ختم ہونے تک اور قیام قیامت تک ہے اور اس رسی کے حلقے باہم پیوست ہیں اور ہر حلقہ میں بتیاں روشن ہیں اور اس کا مطلب یہ بتایا کہ اس سے مراد سلسلۂ اولاد وغیرہ ہے اور یہ بتیاں (فلیتے) ان کے اعیان ثابتہ ہیں۔ اور یہ روشنی تجلی اعظم کا نور ہے اور ان میں سے بعض میں ذات بحت کی حقیقت مکمل طور پر موجود ہے۔ نیز اس وقت یہ بھی معلوم کیا کہ اس سلسلہ کے اتصال میں فصل نہ ہوگا۔ اور صبح کو ان بشارات سے فقیر کو نوازا۔ جب یہ واقعہ حضرت اقدس سے عرض کیا تو فرمایا کہ یہ سب حق ہے۔

انھیں ایام میں ایک دن خواجہ محمد امین صبح کے مراقبہ میں حضرت اقدس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ عبارت ان کو الہام ہوئی: "بہترین کاغذ وہ ہے جس پر کلام حق لکھا جائے اور بہترین بندہ وہ ہے جس میں ہماری صورت ظاہر ہو۔" انھوں نے اس کو حضرت اقدس سے عرض کیا اور آپ کے تصدیق کرنے پر وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ اور انھیں مبارک راتوں میں ایک دن بعد نماز تہجد خواجہ محمد

امین نے آپ کا مصنفہ قصیدہ "اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم" خوش الحانی سے پڑھنا شروع کیا اس کے سننے سے آپ ازحد مسرور ہوئے۔ اور اس کا پرتو حاضرین پر اس درجہ محیط ہوا کہ سب کو حضوری تامہ حاصل ہوئی علی الصباح خواجہ صاحب موصوف مورد عنایات بے کراں ہوئے اور آخر رات میں بعد نماز تہجد خواجہ محمد امین نے آپ کے حکم کے بموجب مثنوی معنوی کے اشعار ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں — گفتہ آید در حدیث دیگراں

آپ کے حضور میں نہایت پُردرد آواز میں پڑھنا شروع کیے، اس کے سننے سے آپ اتنا زائد محظوظ ہوئے کہ آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ اس وقت خواجہ صاحب مذکور پر بے حد عنایات و نوازشات فرمائیں۔ اور انھیں ایام میں اس ضعیف پر ظاہری و باطنی علوم و معارف افاضہ فرمائے جن کا شکر ادا کرنا بندہ کے امکان سے باہر ہے۔ فلہ الحمد علی ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ الحاصل اس چلہ فیض آگیں کا ہر روز دل افروز تھا اور ہر شب روح کا پیمانہ طرب لبریز ہوتا تھا۔ اور وہی ہم خدام آستانہ شریفہ کی زندگی کا خلاصہ تھا۔ الحمد للہ علی آلاءہ و نعمائہ

خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس مثنوی مولانا رومؒ اپنے مطالعہ کے لیے محل سرائے گئے۔ شام کے وقت مجھے اس کے مطالعہ کی خواہش ہوئی لیکن آپ سے اس کا مانگنا بے ادبی معلوم ہوئی۔ آپ ازراہ کشف میرے شوق پر مطلع ہو گئے اور اسی وقت نسخہ مذکورہ عنایت فرمایا۔

نیز خواجہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ کی مجلس میں بعض مستورات کو آسیب نے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ وضو کر کے کوئی چیز اس کے دفعیہ کے لیے پڑھ کر دم کر دوں اس ارادہ سے اٹھا تھا اور ہنوز وضو نہ کیا تھا کہ ایک انتہائی سیاہ شے نکل کر بھاگی

میں ایک ڈھیلا اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑا۔ وہ آگے آگے تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے۔
یہاں تک کہ وہ دروازہ پر پہنچی اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور وہ دروازہ
کھول کر باہر نکل گئی جب میں دروازہ پر پہنچا تو اسے بدستور بند پایا۔ اس وقت سے
اس آسیب نے کسی کو پریشان نہ کیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار مجھ پر فتح باب فرمایا گیا اور یکبارگی اسمائے حسنیٰ
اور آیاتِ عظمیٰ اور ادعیہ متبرکہ میرے گوش میں کہہ کر ڈال دیئے کہ یہ تصرف میں ہمارا عطیہ ہے
لیکن ہر آیت اور اسم اور دعا اس شرط کے ساتھ ہے جو مقررہ عام قاعدہ میں نہیں
سما سکتا۔ بلکہ اس کا اصل قاعدہ عالم غیب کا انتظار ہے جس طرح حالت استخارہ
میں ہوتا ہے کہ عالم غیب سے جس آیت اور اسم کی طرف اشارہ ہوتا ہے وہی آیت
اور اسم اسی طور سے اہل فن کے نزدیک تلاوت کرنا چاہیے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برکاتِ عظیمہ ہماری اولاد و اشیاع
کے حق میں شاملِ حال ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد بقائے سلسلہ ہے جب
تک اللہ چاہے۔ اور حضرت والد ماجد قدس سرہ نے بھی بارہا ارشاد فرمایا کہ ہمارا سلسلہ
تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ غالباً آپ کے اس فرمانے کا اثر اسی طرح سے ظاہر ہوگا

حافظ عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرتِ اقدس
محرابِ مسجد کے متصل تشریف فرما ہیں اور میں بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں۔ آپ
نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تو ہمارے طریقہ میں داخل ہو چکا ہے میں نے عرض
کیا جی ہاں۔ پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک بیعت کے لیے بڑھائے میں نے فوراً
اپنے دونوں ہاتھ آپ کے دست مبارک میں دے دیئے۔ اس وقت میں یہ سمجھ
رہا تھا کہ یہ بیعت خصوصی ہے جس سے آپ نے مجھے مشرف فرمایا اس لیے کہ میں اس
سے قبل ظاہری طور پر بھی آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہو چکا تھا۔ اس وقت

میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی صورت مبارکہ آپ کے سر اقدس پر
موجود ہے اور آپ اس جذبۂ شوق میں مغلوب ہیں اور آپ میں تغیر حال ظاہر ہے
اور اس تغیر نے مجھ میں بھی اثر بلیغ کیا۔ اس وقت آپ نے اپنا دہن مبارک
بندہ کے منہ پر رکھ کر فرمایا کہ اَخْزِب اَخْزِب۔ اس وقت اس کا مطلب فہم ناقص
میں یہ آیا کہ اس صورت کو نیچے لے جاؤ۔ پھر میں نے اس تصرف سے یہ دیکھا کہ
وہ صورت درجہ بدرجہ نیچے آ رہی ہے اور میں اُسے آپ سے کھینچ کر نیچے لا رہا
ہوں اور آپ القا فرما رہے ہیں یہاں تک کہ وہ منہ سے داخل ہو کر سینہ تک پہنچ
گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک کہ ایک عرصہ گزر چکا ہے اب بھی اس کی تاثیر
اپنے میں محسوس کرتا ہوں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نماز فجر کے وقت جب کہ حضرتِ
اقدس نماز ختم کر کے مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے میں مسجد میں پہنچا دیکھا کہ
آپ خلاف معمول آنکھیں کھولے ہوئے بیٹھے ہیں اور دست مبارک میں تسبیح
ہے انوار بے غایت جبین کرامت آگیں سے نمایاں و درخشاں ہیں اور آپ
کے تمام اعضا پر ایک جوش موجزن ہے۔ میں کیا کہوں کہ وہ نور ذات الٰہی
تھا انتہائی عظمت و بزرگی اور شان و شوکت سے مجسم کہ کسی طرح اس کی
تعریف و توصیف ممکن ہی نہیں۔ باوجود اس کے کہ بیشتر انوار کے اقسام میں
جانتا ہوں اور ان کے اقسام سے آشنائی بھی ہے لیکن جس قسم کے نور کا مشاہدہ
اس وقت ہوا کبھی نہ ہوا تھا۔ اس کی تیزی کا حال یہ تھا کہ ایک بار نظر پڑنے
کے بعد دوبارہ نظر کو تاب نہ تھی۔ اس وقت یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر یہی
صورتِ حال رہی تو آئندہ حضوری کا امکان نہ ہوگا اور یہ ظاہر ہوا کہ حضرتِ
اقدس کی دعا جس کسی کے شامل حال ہو بکثرت برکات رکھتی ہے۔ اگر وہ وقت

قبولیت دعا کا ہو تو ایک بار دعا کرنا کافی ہو جو دعوؤں کا ہر کاب محسوس نہ
احاطہ کر لیتی ہو اور اگر کسی شخص کی سعادت ازلی رہبری کرے تو ان کے دل
میں اس کی طرف سے توجہ جاگزیں ہو جاتی ہو ایسا کہ اس کی دعا کی خوبیاں
خاطر مبارک میں سو بار گزرتی ہیں اور اس کا مطلوب و مقصود حضرت اقدس
کے دل میں جاگزیں ہو جائے تب تو یہ چیز اس کے انجاح مطالب کے لیے ایک
قوی سبب ہو جاتی ہو اور جو شخص آپ کی نظر کیمیا اثر پر چڑھ جائے اگر تانبا ہو
تب بھی سونا ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہو کہ دل فیض منزل کے گوشہ میں جاگزیں
ہو جائے۔ اور اشتغال طریقہ میں مشغول اور آنجناب کی محبت میں ڈوبا ہوا
اور افاضہ کا منتظر ہو۔ ایسی چیز کے لیے آمادہ ہو جس کی وجہ سے خاطر شریف
میں قبولیت پیدا ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شرف زہرہ اور شرف قمر کے اوقات
میں دو انگوٹھیاں بنوانے کا اتفاق ہوا۔ اور وہ دونوں دو عورتوں کو دی
گئیں تھوڑے دنوں بعد وہ دونوں سخت تکلیف میں مبتلا ہوئیں ہر چند
علاج کیا گیا کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ روز بروز تکلیف بڑھتی گئی اور اس کا سبب
معلوم نہ ہو رہا۔ آخر ایک روز ان دونوں انگوٹھیوں نے ہمارے سامنے شکایت
پیش کی اور حد سے زائد گلے شکوے کیے کہ ہم کو بغیر طہارت استعمال کیا
جاتا ہو اور ہمارا بہت دیا گیا کا [illegible] نہیں رکھا جاتا جس کی وجہ سے ہم
بہت اذیت میں ہیں۔ اور ان عورتوں کی بیماری کا بھی یہی سبب ہو۔ پس ہم
نے ان کے اتارنے کا حکم دیا اور جب ان سے لے کر احتیاط سے پاک و صاف جگہ
پر رکھ دیا تب ان دونوں نے شفا پائی۔ پھر ہم نے بہت تاکید اور سختی سے کہہ دیا
کہ ان کو بغیر طہارت ہرگز نہ پہنا جائے۔ شرط کی ادائیگی کے بعد ان انگوٹھیوں میں

سے ایک وہ جو شرف قمر سے متعلق تھی مدت تک رکھی لیکن جو شرف زہرہ سے
متعلق تھی اس کو بمقابلہ اول شکایت زائد تھی وہ مصالحت کے لیے تیار نہ ہوئی
چنانچہ کچھ عرصہ بعد وہ گھر سے گم ہو گئی اور چند روز بعد اصحاب میں سے ایک کی
جیب سے برآمد ہوئی گویا وہ زنانخانہ میں رہنے پر راضی نہ تھی۔ (لہٰذا) وہ ضرورتاً
اپنے پاس رکھ لی گئی۔ اور (اسی طرح) ایک دوسرے شخص نے بھی ایک انگوٹھی
بنوائی اور اس کے استعمال میں احتیاط نہ برتی اس انگوٹھی نے بھی ہم سے
شکایت کی اور ایسا معلوم ہوا کہ روحانیت کو بھی جس نے شرف میں وہ انگوٹھی
بنائی جاتی ہو اس میں ودیعت کر دیا جاتی ہو اور یہ (بھی) واضح ہوا کہ وہ فطرۃً
طہارت کی طرف مائل ہو۔

میرا فضل بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کو
بہت حاضر ہوا کرتا تھا اور مزار اقدس کے متصل بیٹھا کرتا تھا۔ ایک بار واقعہ میں
آپ نے مجھ کو خرقہ نیز دیگر تبرکات عنایت فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ سلسلۂ چشتیہ
میں کس بزرگ سے بیعت کروں۔ فرمایا کہ شاہ ولی اللہ سے۔ میں نے باہر نکل کر
لوگوں سے اس نام کے بارہ میں دریافت کیا۔ انھوں نے حضرت اقدس کا پتہ
بتایا نیز یہ بھی بتایا کہ مخدوم زادگان میں سے ایک بزرگ اس نام کے سرہند میں
بھی ہیں۔ اس بات سے مجھے فکر ہوئی کہ کس کی طرف اشارہ ہو۔ اسی اثنا میں ان
سرہند والے بزرگ کی وفات ہو گئی۔ اور پھر سلطان المشائخ کی طرف سے حضرت
اقدس کی طرف دوبارہ اشارہ ہوا۔ ناقل آپ کی خدمت میں حاضر ہو شرف
بیعت سے مشرف ہوا اور اپنے حسب استعداد مقصد کو پہنچا۔

۱۱۵۱ھ میں حضرت اقدس نے چلہ کشی کا قصد فرمایا اور حقائق آگاہ
عرفان پناہ شاہ نور اللہ کو ان کے وطن قصبہ بڈھانہ سے اور اس فقیر خادم

کاتب حروف کو اس کے وطن جہلت سے اپنے جاذبۂ لطف وکرم سے کھینچ کر آستانِ عرش نشانہ میں اپنے مقام اعتکاف پر مشرف فرمایا۔ اور خازنِ نورِ مبین خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی تو اس بیت اشرف کے خادم تھے ہی اور خواجہ ابو الخیر کشمیری نیز ایک دوسرے عزیز بھی آپ کے اعتکاف کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے حضرتِ اقدس چلہ میں بیٹھتے وقت رخصت ہونے کے لیے والد ماجد قدس سرہٗ کے مزار پُر اسرار پر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر قبر کے سامنے متوجہ ہو کر ٹھہرے رہے اور یہ عقیدت مند بھی آپ کے ہمراہ اس مقام پر حاضر تھا۔ اس وقت عالمِ خیال میں حضرت شیخ بزرگ رحؒ کی صورت کریمہ نمودار ہوئی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ ایک بے کیف سمندر ہے اور اس سمندر میں حباب آسا وہ صورت نمودار ہے۔ نیز ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک صورت فضائی ہے یعنی نمود بے بود ہے۔ جو کچھ ہے وہ ایک بے کیف سمندر ہے۔ واللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال

اعتکاف کی پہلی یا دوسری رات شاہ نور اللّٰہ نے مبشرہ میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ نے ایک بڑا پیالہ دودھ سے بھرا ہوا معتکفین کی ضیافت کے لیے بھیجا ہے۔ حضرتِ اقدس نے اس میں سے قدرے نوش فرما کر دوسروں کو عنایت فرمایا ہر ایک اُسے پی کر سیر ہو گیا اور پیالہ میں تھوڑا پھر بھی باقی رہ گیا پھر حضرتِ اقدس نے وہ پیالہ خواجہ ابو الخیر کو مرحمت کر کے فرمایا کہ خوب سیر ہو کر پی لو۔ خواجہ صاحب مذکور نے خوب سیر ہو کر پیا اور پیالہ میں پھر بھی تھوڑا رہ گیا۔ آپ نے اُن کو تاکید فرمایا کہ سب پی لو۔ انھوں نے پہلے تو عذرِ سیری کیا پھر بحکم حضرتِ اقدس سب پی گئے۔ اس کی تعبیر اس طرح ظاہر ہوئی کہ خواجہ صاحب موصوف اول اعتکاف میں شریک ہوئے جب دو تین روز گزر گئے تو ان کو ایک بیماری لاحق ہو گئی۔ ناچار پریشان ہو کر اعتکاف سے نکل کر اپنے گھر گئے پھر چند روز بعد

بفضلِ الٰہی شفایاب ہو کر واپس آئے اور نصف رمضان گذرنے کے بعد اعتکاف کیا اور بشارات سے مشرف ہوئے اور شاہ نور اللّٰہ بیان کرتے ہیں کہ شروع اعتکاف میں عین نمازِ مغرب میں میں نے عوالم مثال کے ایک عالم کا مشاہدہ کیا جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ اس عالم میں حقایقِ اشیاء اور ان کے نفوس کی ماہیت اور حقایقِ عقلاء محقہ اور حقایقِ احکام جو ملتوں اور دینوں کی تبدیلی سے متبدل نہیں ہوتے بغیر خارجی صورتوں کے اعتبار کے مشاہدہ ہوئے اور معلوم ہوا کہ اس مقام پر کوئی چیز مکلّف نہیں گویا اس عالم کے مشاہدہ سے بعض لوگ رفعِ تکلیف کے قائل ہوتے ہیں (یعنی ہم مکلّف ہیں ہی نہیں) اور ہنوز رمضان ہی ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک رات ظہر خواجہ محمد امین نماز میں مشغول تھے کہ شاہ نور اللّٰہ نے مشاہدہ کیا کہ ایک نور ہے جو خواجہ صاحب موصوف کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس نور کی قوت سے ان کی تمام حرکات تیزی و چابکی سے عجب طرح سے ظہور کر رہی ہیں۔ اور کاتب حروف کا خیال یہ ہے کہ وہ نور رحمتِ الٰہی تھا جو ان کی کوشش کی وجہ سے تھا اور وہ کوشش یہ تھی کہ حضرتِ اقدس کے مسودات کی صفائی اور آنجناب کی متعدد خدمات کی انجام دہی ان کے سپرد ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرتِ اقدس نے جو متعدد بار خواجہ صاحب موصوف کو اس خطاب سے مشرف فرمایا ہے کہ بلاشبہ تم کو اپنے اعضاء و جوارح سمجھتا ہوں: اسی بات کی بشارت دے رہا ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

نیز عرفان پناہ بیان کرتے ہیں کہ اسی زمانہ میں ایک دن نمازِ مغرب میں حضرتِ اقدس کے بعض اخلاقِ جمیلہ و شمائلِ حمیدہ متصور ہوئے۔ اور اس کے سبب قلب میں طمانیت پیدا ہوئی۔ پھر یہ خیال آیا کہ حضرتِ اقدس مرتبۂ جامعیت پر فائض ہیں ہو سکتا ہے کہ ہر جزئی امر میں آپ سے استمداد مفید نہ ہو۔ پھر دل میں القا ہوا کہ نہیں آپ سے ہر کام میں استمداد خواہ وہ جزئی ہو یا کلی بہرحال مفید ہے

اور ہر مقصد برآری میں موثر ہو خواہ توجہ عالی ادھر مصروف ہو یا نہ ہو۔ بعد ازاں
ملائکۂ عالم جو تدبیرِ عالم پر مامور ہیں متصور ہوئے جو اپنے مابین ایک کلام رکھتے ہیں
اور ان سے ایک آواز سنائی دے رہی ہو جیسی شور و غل کی آواز جو دور سے
سنی جاتی ہو لیکن الفاظ پورے طور پر سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ میں نے اپنے کان
اس آواز کی طرف لگائے تاکہ میں سنوں کہ وہ انتظامِ عالم کے سلسلہ میں کیا گفتگو
کر رہے ہیں تو صرف لفظ "فتح" سنائی دیا اور بس۔

ایک شب حضرتِ اقدس نے شاہ صاحب موصوف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا
کہ تم میں ایک نظر تجلی اعظم کی جانب سے پائی جاتی ہے اور یہ نظر دائم و قائم رہے گی
اور اگر طالبانِ سلوک کے حال کی طرف توجہ کرو گے تو طالبین کو فائدہ ہوگا۔ اور
انھیں ایام میں اس فدوی کاتب حروف نے اپنی بدحالی اور بے اطمینانی کے
سلسلہ میں خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔ آپ کی چشم عنایت و توجہ قلبی سے اسی وقت
طمانیت قلبی حاصل ہوئی اور بعض اسرار مبدأ حقائق حادث و ظہور حقیقۃ الحقائق
بعض صورتوں میں اس زمانہ کی خصوصیت کے لحاظ سے واضح ہوئے اور جناب
مقدس سے وصول اور اس کی حقیقت کی بشارت ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک

بتاریخ ۲۰ رمضان المبارک بعد نماز عصر خواجہ محمد امین حضرتِ اقدس کے
روبرو مراقب بیٹھے ہوئے تھے کہ خواجہ صاحب موصوف پر بیخودی کی حالت طاری
ہوئی اس غیبت میں انھوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ وہ شبہ بھاری ہیں پھر ایک شخص
ایک وثیقہ کر آپ کے ہاتھ دکھلانے کے لیے آیا قبل اس کے کہ وہ شخص آگے
بڑھے حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے اس شخص کو الگ کر کے وثیقے کو
دستِ مبارک میں پکڑا اور خود بدولت ہاتھ دکھلانے کے لیے آگے بڑھے
بعد ازاں خواجہ صاحب موصوف کو افاقہ ہوگیا۔ وہ پھر غیبت طاری ہوئی

اور اس میں یہ مشاہدہ ہوا کہ حضرتِ اقدس نے یارانِ حلقہ کو ذکرِ جہر کا حکم فرمایا اس
وقت ایک شخص جو ذکرِ جہر کا منکر تھا سامنے آیا آپ نے اس سے فرمایا کہ احادیث
کی معتبر کتابوں میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ پھر یارانِ حلقہ تیز آواز سے ذکرِ جلی
میں مشغول ہوگئے اور خود بدولت بھی بہ نفس نفیس ذکرِ جہر میں اس حد تک بلند
آواز کے ساتھ مشغول ہوئے کہ کسی کو طاقتِ ذکر نہ رہی۔ آپ کی چشمہائے مبارک
سرخ تھیں اور ریش مبارک شدتِ ضربات میں گھٹنوں تک پہنچ جاتی تھی۔
اور حاضرین اس حالت سے حیران تھے۔ اسی اثنا میں نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے
فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ نماز کیوں دیر میں ہوئی۔ اس لیے کہ جس مقام پر ہم پہنچے
ہیں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ بعد ازاں انھیں افاقہ ہوگیا۔ جب نمازِ مغرب سے فارغ
ہوئے تو حضرت ولی نعمت نے بلا کسی سابقہ ارادہ کے خواجہ صاحب موصوف کو
اعتکاف سے بلا کر اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر عنایت فرمائی اور اس عنایت
سے ان کے مرتبہ میں مزید اضافہ ہوا۔ پھر بعد نماز العشا فرمایا کہ اس وقت جو انوار و
برکات ظاہر ہیں معلوم نہیں کہ انوارِ طاق راتیں ہیں یا اسی رات کے انوار ہیں۔ پھر
طاق راتوں کی پہلی رات تسبیح و تہلیل میں گذاری اور مستفیضین میں سے ہر
ایک نے اپنی استعداد اور حوصلہ کے مطابق طمانیتِ قلبی حاصل کی۔ اور صبح کو
ارشاد فرمایا کہ اس رات تجلی اعظم کے انوار نے روح کا احاطہ کر لیا تھا اور لطیفۂ روح
کی راہ سے قالب پر اس طرح ریزش کی کہ وہ بھی اسی رنگ میں رنگ گیا۔ اور یہ کیفیت
اس سے قبل کم ظاہر ہوئی تھی۔ اور حافظ عبد الرحمن نے اس شب کا حال بیان
کرتے ہوئے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور نور کے
طبقات ریزش کرتے نظر آرہے ہیں۔ اس وقت جس کسی کی ادنیٰ توجہ بھی حق سبحانہ
کی طرف ہوئی رحمتِ کثیرہ اس کا احاطہ کر لیتی تھی اور ۲۳ رمضان کو مشکوٰۃ شریف

کے ختم کا جو ایک عرصہ سے جمعہ اور سہ شنبہ کو پڑھی جاتی تھی اور ایک عالم میں اس کے انوار منتشر ہو جاتے تھے اتفاق ہوا اور لوگ ٹوٹ پڑے۔ جس وقت کہ حضرتِ اقدس دعا مانگتے تھے عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور برکات کا ایسا نزول ہوتا تھا کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے اور اسی دن فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن کا جو خود بدولت کی تصنیف ہے درس شروع کیا اور تتمۂ مشکوٰۃ کے اثنائے درس ارشاد فرمایا کہ بظاہر لوگ سرورِ کائناتؐ کے معجزات اسی حد تک جانتے ہیں جتنے محدثین و مورخین نے چند کتابوں میں لکھ دیئے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بنظر غائر و غور دیکھے تو حضورؐ کی ہر بات جو آپ کسی کے حق میں فرما دیتے تھے (اس ہر بات میں) ایک علاحدہ معجزہ ہوتا تھا۔ اس لیے کہ حضور مبدأ و معاد سے خبر دیتے تھے اور ان پانچ روز میں جو باتیں حضرتِ اقدس نے فرمائیں بیان سے باہر ہیں اور (یہ سب باتیں) سوا اس شخص کے جو علام الغیوب کا مظہرِ اتم ہو کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتیں اور اسی طرح ملت اور خانہ داری کے مسائل نیز امت کے سیاست سے آپ بخوبی واقف تھے۔ جو کچھ بھی ارشادات فرمائے اگر تمام کاملین کی عقلیں بھی یکجا ہو جائیں تو اس کے سمجھنے سے عاجز آ جائیں اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان مراتب حکمت کا اظہار اس شخص کے سوا جس کو علیم الحکیم نے مجلا کر دیا ہو اور وہ جمہور خواص عوام کی تہذیب (سنوارنے) کے لیے مبعوث ہوا ہو، دوسرے سے ممکن نہیں۔ اور ہر وہ کلمہ جو آنحضرتؐ کی زبان سے کسی کے حق میں صادر ہوا پیدائش کے وقت سے لے کر اس کے آخر تک کا احاطہ فرما لینے کے بعد صادر ہوا اور اس کے آثار بے کم و کاست اس سے ظاہر ہوئے۔ گویا وہ کلمہ ٹھیک خلعت ہے جو اس شخص کے زیب تن کر دی گئی ہے اور اس قدر نفوسِ انسانیہ کی استعدادات کے کمالات بغیر اس خلیفۂ اعظم کے جو اسم لطیف کا خلیفۂ اعظم ہو کسی اور سے ممکن نہیں۔ اور اگر ذوقِ صادق رکھتا ہو تو ہر امر میں حضورؐ

کے اعجاز کا ادراک کر سکتا ہو۔

ایک بار حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ اپنے قوائے علیہ میں بعونِ علیہ جناب سرورِ کائناتؐ مناسبتِ تامہ پاتا ہوں اسی وجہ سے کوئی کلمہ یا نکتہ ایسا نہیں پاتا جو مجھ سے موقع بلیغ پر سرزد نہ ہوتا ہو اور اس کا بعینہٖ مثل معائنہ نہ دیکھ لیتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ آنحضرتؐ کی خلافت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ اور تمام اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں نصِ جلی کے دعوے سے ثابت کرتے ہیں۔ اور ہم کو تعجب ہوتا ہو کہ آپؐ سے اس بارہ میں کوئی نص صادر ہوا اور ہرگز بصورتِ خارج میں متحقق نہ ہو۔ حالانکہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آپ نے کسی کے حق میں فرمائی ہو اور وہ بجنسہٖ واقع نہ ہوئی ہو۔

اور ستائیسویں شب رمضان کو جو شبِ قدر کی راتوں میں سے وسطِ رات تھی حضرتِ اقدس بسبب کسل مندی کے جو مزاج اقدس اور عنصرِ لطیف میں پیدا ہو گئی تھی بعد نماز تراویح تھکن دور کرنے کے لیے بستر پر نیم دراز ہو گئے اور احباب احیائے لیل (شب بیداری) پر کمربستہ ہوئے۔ اور خواجہ محمد امین تراویح میں مشغول ہوئے ایک تہائی رات گذری تھی کہ حضرتِ اقدس باوجود کسل مندی مزاج اٹھے اور وضو کیا اور خواجہ محمد امین سے بزبان عنایت ترجمان فرمایا کہ تم اکیلے ہی اس رات کی تمام برکات سمیٹے لے رہے ہو۔ اور یہ فرما کر خود بدولت بنفسِ نفیس خلوتِ خاص میں نماز میں مشغول ہو گئے اور دیگر معتکفین آستانہ بھی مسجد میں بیرون گوشہ آنحضرت اپنے شغل میں مصروف ہوئے۔ اچانک بہ مسرت و بشاشت تمام

اعتکاف سے باہر تشریف لاکر مسجد میں بیٹھ گئے اور حاضر ہوئے بہ کمال التفات
زبانِ غیب ترجمان سے فرمایا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس وقت حاضرین کے حق
میں اپنے فضلِ عامہ کی بشارت دی ہے اور خواجہ ابوالخیر خاص طور پر اس بشارت
میں شریک ہیں جو ان حاضرین کی بازگشت ہے جو بدن کا لباس اتارنے کے بعد
تجلی اعظم میں نیست ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کہ ان کی انانیت خاصہ معدوم مطلق
ہو جائیں اور تجلی اعظم کی انانیت ان کی انانیت کی جگہ ہو جائے۔ لیکن اضمحلال
(نیستی) کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جس میں انانیت تجلی کا ظہور بے توسط ہو
دوسرے یہ کہ کسی ایسے فرد کے توسط سے ہو جو اس کا حامل بالاصالۃ ہو اور اس
تجلی کا نمونہ ہو گیا ہو جیسے چاند کے عکس کا ظہور آئینہ کے ذریعہ۔ اور یہ جو موعود ہے
(جس کا اقرار ہوا ہے) مقرر ہوا اسی قسم آخر سے ہے اور نیستی کے بعد ان کے تعینات
ایسے ہو جائیں گویا کوئی چیز تھی جو چلی گئی۔ اور امید ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے
تو بعض کے حق میں دنیا ہی میں یہ معنی (منکشف) کرا دے ورنہ آخرت میں تو ضرور
بالضرور کھول دے گا بلا اختلاف طلب خواہ وہ کریں یا نہ کریں۔ اس بشارت میں تمام
اصحاب بمنزلہ اہل بدر کے ہیں کہ جس طرح ان کے حق میں ایفائے وعدہ کسی چیز پر
موقوف نہیں ہے اسی طرح ان آرزوؤں کا حصول بھی کسی عمل پر موقوف نہیں ہے
اور ان تمام حاضرین کے حق میں بھی یہی معنی ضروری ہیں گو کہ تم میں سے بعض کے
لیے کچھ وقت لگ جائے لیکن آخر کار سب افتاں وخیزاں اس مقصد اصلی تک پہنچ
جاؤ گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نفوس کا معاد کئی طرح پر ہوگا جس طرح سابقین کے معاد
کی ایک الگ قسم ہے اور اصحاب یمین کے معاد کی علاحدہ قسم ہے اور ان میں سے
ہر ایک کے بے شمار اقسام ہیں اور جس معاد سے وہ مُتَبَشِّر ہوئے ہیں وہ افراد انسانی
کا اعظم معاد ہے اور اس سے بلند کوئی معاد نہیں۔ اس وقت اس خاکسار نے جس

کے دل میں سرِ شام ہی سے متعدد خطرات آ چکے تھے۔ خدمتِ اقدس میں دعا کے
یہ عرض کرنا چاہا کہ اس نورِ اتم کا اتصال واتحاد وقرب میسر ہو اور خود بھی بہ تضرع
اس بارہ میں دعا کی۔ ارشاد فرمایا کہ تمہارا وہ خطرہ گویا اسی کی بشارت تھی
بعد ازاں دستِ مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی حقیقت یاران
بشر کے حق میں اس عالم میں بھی ظاہر فرما دے۔ اور اُس جہان میں بوجہ اتم
جلوۂ ظہور بخشے اور اس وقت حافظ عبد الرحمٰن کا نام لے کر فرمایا کہ اگرچہ بظاہر
اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہیں لیکن بمنزلۂ حاضر کے ہیں اور وہ بھی اس میں
شریک ہیں۔ پھر اس بندہ نے عرض کیا کہ میرے لڑکے عبد الرحمٰن کو بھی اپنی دعائے
خاص میں شامل فرمائیں۔ بعد ازاں بعض مخلصین کے حق میں اس بشارت میں
شرکت کی دعا کی استدعا کی۔ اس التماس نے بھی شرفِ قبولیت پایا اور آپ نے
دعا فرمائی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔ نیز بعض غیر حاضر معتقدین کے حق میں دعا
فرمائی کہ وہ بھی اس بشارتِ عظیمہ میں داخل ہوں۔ پھر زبانِ فیض فشان سے فرمایا
کہ اپنی اولاد کے حق میں بھی لطف وبشارت محسوس کر رہا ہوں اس کے فضل سے
قوی امید ہے کہ وہ لطف وکرم ضرور جلوہ گر ہوگا۔ گو کہ ظاہری صورت میں تربیت
بعض کے حق میں متحقق ہو یا نہ وہ لطف اپنا کام خود کرے گا۔ اور مربی ہوگا۔ اس
وقت ایک عزیز نے عرض کیا کہ اس بشارت میں تمام لوگ شامل ہیں خواہ
وہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ فرمایا کہ امانت وہ جو جیسی ظاہر ہو ویسا ہی اظہار بھی
کرنا چاہیے اگر مختصر ہو تو مختصر اور اگر مفصل ہو تو مفصل۔ اور اللہ تعالیٰ تمام
مخلصین کو خواہ باواسطہ ہوں یا بلاواسطہ اس کرامت سے کرم فرمائے۔ غرضکہ ان
بشارات سے اس قدر خوشی ہوئی کہ مزاجِ اقدس میں جو کسل لاحق ہو گیا
تھا وہ کلیتاً اٹھ گیا اور اس وقت فرحت ومسرت سراپائے اقدس سے

پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اور خدام پر جو کیفیت طاری تھی بیان میں نہیں آسکتی لقد
ان کی شبِ معراج ہی تھی جو ان بشارات کے ساتھ بغایت عظمت و بزرگی آسمان
وزمین کے درمیان نہ سما سکے۔ اور یہ محض کمال رحمت و امتنانیہ تھی جو انھوں نے
بلا شرطِ استعداد پائی۔ اور جس طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بزبان
افضل الانبیاء واقعہ بدر میں بشر ہوئے تھے اسی طرح بفضلہٖ تعالیٰ ایک ہزار
ایک سو کچھ سال بعد یہ فدویت کیش اکمل الاولیاء کی زبان مبارک سے
اہل بدر کے شرف تشبیہ کی طرح مشرف ہوئے اس کی تعریف میں اگر
کلاہِ فخر عرش بریں پر بھی بلند کریں تو درست ہے اور اس عطا و بخشش پر
اگر ملائکہ مقربین پر بھی ناز کریں تو بجا ہے ؎

کنوں چوں شہ مرا برداشت از خاک ... سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

اور ابتداءِ شب یعنی وقتِ عشاء سے ہی اس کمترین کے دل میں خود بخود انوار و
برکات کا تجسس تھا۔ اثنائے تراویح حضرت اقدس کی خدمت میں بے اختیار
عرض کیا کہ خاطر مبارک کو ان اسرار کی طرف متوجہ فرمانا چاہیے۔ اور اس سے
قبل فدوی کو اس کے معلومات اور صحیح صورتِ حال و بشارات سے مکرر معزز
فرمایا تھا۔ اور بہت تاکید کر کے فرمایا کہ تحریر کرنا گویا اس کو وجود دینا ہے اور اسی
رات اس خادم نے بھی مبشرہ میں دیکھا کہ حضرت اقدس کی مسجد کے شرق
سمت ایک حجرہ ہے جس کا منہ قبلہ کی طرف ہے اور اس کو قبۂ نور کہتے ہیں۔ اس
قبہ میں آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اور وہ حجرہ مسجد جو آپ کی خلوت خاص
اور جائے اعتکاف ہے اس میں حضرت اقدس تشریف فرما ہیں اور صحن مسجد
بہت وسیع ہے اس میں لوگوں کا ہجوم ہے جیسا حدیث کے درس کے وقت ہوتا ہے
پھر آنحضرت ﷺ نے اس قبہ سے حضرت اقدس کو یہ کہہ کر آواز دی کہ وضو کر کے

باہر آجاؤ۔ پھر حضرت اقدس حجرہ سے باہر تشریف لا کر مسجد کے بیچ والے در میں
کھڑے ہو گئے۔ آپ کے بائیں سمت حقائق آگاہ شاہ نور اللہ کھڑے ہوئے
اور اس غلام کا نام لے کر فرمایا کہ تم داہنی سمت کھڑے ہو جاؤ۔ اتنے میں حضرتِ
سرورِ کائنات ﷺ اس قبۂ نور سے تشریف لا کر محراب مسجد کے سامنے جلوس فرما
ہوئے۔ اس وقت لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو شرف قدم بوسی حاصل کر رہا تھا
راقم (خواب دیکھنے والا) کہتا ہے کہ میں نے بھی اپنا داہنا ہاتھ آپ کے قدم
مبارک سے مس کر کے چہرہ پر ملا۔ اس وقت کی کیفیت کیا بیان کی جائے کہ عجیب
ہی تھی اور جو بیان میں آ بھی نہیں سکتی۔ صبح کو حافظ عبدالرحمٰن اس مژدہ
جانفزا سننے سے ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ حرکات مستانہ کرتے تھے اور جس
کسی کی بھی آپ پر نظر پڑتی تھی بیخود ہو جاتا تھا اور حضرت اقدس کے غایت
ذوق کا حال یہ تھا کہ چشمہائے مبارک سے اشک جاری تھے۔ اور بتاریخ
ماہ رمضان بوقت صبح ارشاد فرمایا کہ ایسا واضح ہوا ہے کہ شب آئندہ یعنی
ستائیسویں شب بین نصف لیل (آدھی رات) قبولیت دعا کا وقت ہے۔
آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسی روز وقت عصر بھی یہی
بات زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمائی۔ پس وہ شب تسبیح و تہلیل میں گذری
جب نصف شب ہوئی تو آپ خلوت سے باہر آ کر مسجد میں بیٹھے اور تھوڑی
دیر بعد دست ہائے مبارک اٹھائے اور تمام وابستگان و منتسبین کے حق میں
خواہ وہ بالواسطہ ہوں یا بلا واسطہ۔ نیز غائبین و حاضرین کے لیے برائے
مقاصد ظاہری و باطنی و مطالب صوری و معنوی دعا فرمائی۔ اور تمام حاضرین
جو اس وقت موجود تھے آمین کہتے جاتے تھے آپ بہت دیر تک اس امر
جلیل القدر میں مشغول رہے اور بعد فراغت ارشاد فرمایا کہ نفحات آپ کے

حسب اوقات مختلف اطوار ہیں۔ ایک وقت کی مناسبت سے ایک لطیفہ کا
ظہور ہوتا ہے اور دوسرے وقت دوسرے لطیفہ کے موافق جو اس وقت تعبیر
اس نغمہ کے ادراک کی مطابقت کے میسر نہیں آتا اور اس وقت نغمۂ
خارِ ذرّہ لطیفہ روحیہ سے مناسبت رکھتا ہے اس کے مخصوص آثار انس و الفت
ہیں۔ اولاً اس نغمہ کی دوسری راہ سے جستجو کی گئی۔ آخرکار یہ معلوم ہو گیا کہ وہ
موافق روح ہے۔ پھر اس لطیفہ کے ساتھ اس کا ادراک واقع ہوا۔ اور دوبارہ
عام دعا فرمائی۔ بعض کے حق میں خاص طور پر اور فرداً فرداً نام لے کر اور مقصد
بیان کر کے دعا فرمائی اور خدام حاضرین اور اصحاب و متعلقین میں سے ہر شخص
اپنے اپنے مقاصد دلی عرض کرتا اور دعا و توجہ سے سرفرازی پاتا۔ پھر اس
خاکسار نے بھی اپنی اولاد و احباب کے حق میں ہمت و دعا کی بھیک مانگی اور
آپ کی قبولیت نے عزت افزائی بخشی۔ اور جناب ولی نعمت اور اصحاب اہل
قربت سے دونوں لڑکوں یعنی عبدالرحمن و عبدالرحیم فائق کے حق میں بشارتیں
پائیں۔ پھر حضرت اقدس نے بزبان کرامت ارشاد فرمایا کہ "فائق" میں ایک
چیز پائی جاتی ہے جو عنقریب انشاء اللہ ظاہر ہو گی۔ اور عبدالرحمن کے بارہ
میں لطیفہ روحی کی برکت کی بشارت صادر ہوئی۔ اسی وقت خواجہ محمد امین
ولی اللّٰہی اپنے حق میں نیز حضرت اقدس کی صحت و عافیت اور جملہ وابستگان
و منتسبین کے حق میں ترقی درجات کے سلسلہ میں دعا کے طالب ہوئے آپ
نے دست مبارک اٹھا کر دعا مانگی۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ خواجہ کے لطیفۂ
روحی میں برکت رکھی ہوئی ہے اور قبولیت دعا بھی لطیفہ روحیہ کی برکات
کا ایک شعبہ ہے۔ انشاء اللہ ان برکات کے آثار ظاہر ہوں گے۔ پھر ارشاد
فرمایا کہ افراد انسانیہ میں سے ہر لطائف میں سے ایک لطیفہ موجود ہے۔

لیکن بعض افراد میں ان میں سے پہلا لطیفہ غالب اور رنگین ہوتا ہے۔ اور بعضوں
میں لطیفہ اخروی۔ اور اس کی شناخت کی علامت یہ ہے کہ جب آثار لطیفہ اولیٰ
میں سے کوئی اثر کسی شخص میں ظاہر ہو تو اسے راحت تمام اور لذت لاکلام
(ناقابل بیان) حاصل ہوتی ہے۔ اور آثار لطائف اخروی کے ظہور میں سے
یہ ہے کہ اس میں اس قدر آرام نہیں پاتا اگرچہ ان آثار سے اشرف و اعلیٰ
ہوتا ہے۔ القصہ بہت دیر تک یہ مجلس دعا جاری رہی۔ پھر خود بدولت نے بھی
بنفس نفیس اپنے احباب اور ان کے مطالب و مقاصد کو یاد کر کے دعا فرمائی
اور حاضرین کے دلوں میں کوئی مطلب ایسا باقی نہ رہا تھا جس کے لیے انہوں
نے دعا کی استدعا کی ہو اور آپ نے اسے قبول نہ فرما لیا ہو۔ اس وقت ایک
عجیب ہی کیفیت اور حالت طاری ہو گئی تھی اور حاضرین میں سے ہر ایک کو یہ
یقین ہو گیا تھا کہ ساری عمر میں ایسا وقت (کبھی) میسر نہ آیا تھا۔ اس دن ایسا
اتفاق ہوا کہ شام کو خواجہ محمد امین اور خواجہ ابوالخیر حضرت اقدس کی دوا
بنانے میں مصروف رہے اور اس میں بڑا ہی اہتمام کیا۔ وقت شب حضرت
اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اس سے قبل بھی کافی روز ہوئے ایک بار ہمارے
گھر میں ہمارے کھانے کی تیاری میں دیر لگی جس کی وجہ سے کھانا بہت
دیر میں میسر آیا۔ میاں نور اللہ اس کے بعد ہمارا کھانا تیار کرنے میں مصروف
ہو گئے جس کی وجہ سے انھوں نے نماز مغرب جماعت سے پہلے ادا کر لی اور
کھانا تیار کر لیا۔ ان کی اس خدمت کی وجہ سے ان کی نماز بارگاہِ الٰہی میں
قبول ہو گئی۔ اسی طرح آج بھی ان دو عزیزوں (خواجہ محمد امین و خواجہ ابوالخیر)
کا عمل مقبول ہوا۔ پھر فرمایا کہ کبھی کوئی عمل قلیل ایسا صادر ہوتا ہے جس کی بظاہر
کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن درجۂ اجابت و محل قبولیت پر وہ جا پہنچتا ہے

اور حقایق آگاہ شاہ نور اللہ کو اول عشرۂ اخیرہ سے ہی شب قدر کے اس تعین کا جس کا ذکر سورۂ قدر میں ہے یقین تھا اور اسی ستائیسویں شب رمضان میں انہیں اس کی امید تھی جب تہائی رات سے کم باقی رہ گئی تو شاہ موصوف نے کہا کہ وہ ساعت آگئی اور حافظ عبد الرحمٰن کو ابتدائے شب میں القا ہوا کہ لیلۃ الابتہال (عاجزی و گریہ وزاری کی رات) ہے اور اس بات کا اثر اس وقت صاف ظاہر تھا اور حافظ مذکور ان اوقات میں بیشتر نماز میں مشغول رہتے۔ اور تضرع و ابتہال کی آیات کی تکرار کر رہے تھے اور اس وقت حالت عظیم و کیفیت عجیب طاری تھی اور کہتے تھے کہ آیات قرآنیہ کے دوران جو دعائیں کرتا ہوں وہ جملہ احباب کی زبان حال سے ہے اور ایسا معلوم محسوس ہو رہا ہے کہ وہ درجۂ قبولیت پر پہنچ گئی ہے والحمد للہ علیٰ ذلک۔ نیز حافظ صاحب موصوف نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوا ہے کہ اس وقت کی برکات عرصہ تک قائم رہیں گی۔ اگرچہ وہ ساعت ختم ہو چکی ہے لیکن حضرت ولی نعمت کی دعاؤں کا اثر حاضرین مجلس کے قلوب میں اب بھی باقی ہے۔ اور انتیسویں شب کو ایک کیفیت نادر رونما ہوئی جس میں بجز شوق وجد و انجذاب کسی دوسری شے کی گنجائش نہ تھی۔ اسی دوران اس مقام کے قریب کسی تقریب میں نغمہائے طیبہ (پاک و پاکیزہ نغمے) بلند ہو رہے تھے جو اس کیفیت میں مزید ہیجان کا باعث ہوئے۔ غرضکہ پوری رات اسی رنگ میں گذر گئی۔ تہائی رات کے آخر وقت حضرت اقدس نہایت مسرور تھے اور شوق و ذوق میں اضطراب استلائے عظیم طاری تھا اور جوش و مستی ہر بُن مو سے ٹپک رہی تھی۔ اور اس کا اثر حاضرین مجلس پر بھی پڑ رہا تھا۔ نغمے میں اس گانے والے نے حافظ شیرازی کا یہ شعر ؎

نازم بہ نخلہ [illegible] نام و نشاں خواہد بود
سرما خاک رہ پیر مغاں خواہد بود

گانا شروع کیا۔ اس کی پرسوز و گداز آواز سے ہر شخص کا دل و جگر شق ہوا جا رہا تھا اور فدویوں میں سے ہر شخص یہ چاہ رہا تھا کہ اپنے کو پروانہ وار اس شمع الٰہی پر قربان کر دے اور ہر شخص کی اس وقت ایک جداگانہ مستی تھی۔

اور اس وقت کے اسرار و معارف جو اس مظہر اعظم سے نکل رہے تھے کیا بیان کیے جائیں کہ نہایت بلند و اعلیٰ تھے۔ سامعین کی فہم اس کے علو ادراک سے عرش اعلیٰ پر نازاں تھی اور جذبہ کے جوش و خروش کا یہ حال تھا کہ اس بحر متلاطم سے موجزن تھے جس سے حاضرین مجلس کے عقل و ہوش غرق بہ مستی ہو رہے تھے ؎

ازاں افیون[1] کہ ساقی مے در افگند   حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

پھر ارشاد فرمایا کہ اس چلہ میں ایک حال نے ایسا جکڑ لیا تھا کہ دوسرے حال کی گنجائش نہ تھی۔ اور اس وقت لطیفۂ "انا" کا تلون تجلی اعظم کے لون خاص میں ضم ہو گیا تھا۔ اور تمام قوی حتیٰ کہ قالب بھی اسی رنگ میں رنگ گیا تھا اور وہ رنگ تمام اجزا میں مکمل طور پر سرایت کر گیا تھا اور اس سے زائد اس کی حقیقت اس جگہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ اور اس خوش گوار وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے دوستوں کے حق میں ہماری یہ دعا ہے کہ یہ کیفیات ذوق و شوق ان میں ہمیشہ باقی رہیں۔ اور ان کے باطن تفرقہ کے حوادث سے الگ رہیں۔ (حادثات زمانہ سے محفوظ رہیں) بعد ازاں دو تہائی رات بیا بلند فرما کر دعا مانگی۔ القصہ ان طاق راتوں کی ہر رات کا ایک جدا رنگ تھا اور ایک نرالی کیفیت تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک رات کی کیفیت کو دوسری رات کی کیفیت سے کوئی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس

[1] وہ شراب محبت جو ساقی نے شراب میں ڈالی۔ حریفوں کو سر و دستار کا خیال نہ رہا۔

اعتکاف میں بعض وجوہات کی بنا پر حقائق و معارف لکھنے کا اتفاق نہ ہو
پایا حالانکہ ابتدا سے ہی اس کا قصد کر لیا تھا اور سامان تحریر بھی مہیا
کر لیا تھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمام اوقات طہارت کے ساتھ گذرتے
ہیں اور طہارت کی نسبت و انوار ایسا احاطہ کر لیتے ہیں اور مستی بخشتے ہیں
کہ باوجود ارادہ کرنے کے ان کا تحریر میں لانا ممکن نہیں ہوتا۔ اور ابتدائے
اعتکاف میں ایک شب یہ فرمایا کہ عالم میں انتشار جن معلوم ہو رہا ہے (یعنی
یہ محسوس ہو رہا ہے) کہ وبا پھیلنے والی ہے اور ایسا ہی واقع بھی ہوا کہ ایک
عالم کو بیماری نے آگھیرا اور بہتوں نے اس عالم سے کوچ کیا لیکن مخلصین و
معتقدین میں سے جس کسی نے حضرتِ اقدس سے اس مرض کے دفعیہ کے
لیے التجا کی اور اعانت چاہی وہ محفوظ رہا۔ اور حضرتِ اقدس کے ایک
مرید کو اس دوران اتنی سخت بیماری نے آگھیرا کہ زندگی کی کوئی امید
باقی نہ رہی۔ حضرتِ اقدس نے اس کی طرف توجہ خاص فرمائی اور ہمت
باطنی مبذول کی آخر آپ کی توجہ مبارکہ سے اس نے شفاءِ کلی پائی۔
انہیں ایام میں حافظ عبدالرحمٰن نے اس فقیر کاتب حروف کو یہ بشارت
دی کہ تجلی اعظم کے فیض نے جو رحمتِ شاملہ کی اقسام میں سے ہے اور جس نے
اس بندہ کاتب حروف کے آباد اجداد کو مرتبۂ ولایت پر پہنچایا تھا وہ اب
اس خاکسار کاتب حروف کو اپنی گرفت میں لے کر محیط ہو گیا ہے اور اس تجلی
کے نزول نے جو حضرت کی وساطت سے ممتاز ہو کر نازل ہوا ہے اس فقیر
کا مع الاولاد احاطہ کر لیا ہے اور اس سر کی تخم انشا اللہ اولاد اور مستفیدین
کے حق میں ہو گی۔ اور یہ بھی کہا کہ ایک رات صبح کے قریب یہ خواب دیکھا
کہ مجھ کو حکم فرما رہے ہیں کہ بشارت خاں کے ہمراہ یا بشارت خاں کے سامنے

جن کو شاہان ماسبق نے بشارت دی ہے جاؤ پس میں بے اختیار دوڑتا
ہوا جا رہا ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ وہ کون شخص ہے۔ جب بیدار ہوا تو میں
کی تعبیر اسی بشارت سے لی اور تسکین حاصل ہوئی۔ پھر اس خاکسار نے
یہی تعبیر حضرتِ اقدس سے عرض کی آپ نے فرمایا کہ صحیح اور درست ہے
اور واقعہ کے مطابق۔ پس اس تصدیق کو وہ دوسری بشارت سمجھا
والحمد للہ علیٰ نعمائہٖ والشکر علیٰ آلائہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الانبیاء وآلہٖ
قصبۂ رہتک میں (جو دار الخلافہ شاہجہان آباد سے دو منزل کی مسافت
پر مغرب جانب واقع ہے) ایک مسماۃ عرصہ دراز سے ایک سخت مرض میں
مبتلا تھیں اور تمام حکما ان کے علاج سے عاجز آ چکے تھے۔ مریضہ مذکورہ
نے حضرتِ اقدس کا بذاتِ خود بحالتِ بیداری مشاہدہ کیا کہ آپ نے
دستِ مبارک اٹھا کر ان کے حق میں دعائے صحت و عافیت و شفا و تندرستی
کی۔ اور اس زمانہ میں حضرتِ اقدس شاہجہان آباد میں تشریف رکھتے
تھے۔ اسی دن سے ان کو صحت ہونا شروع ہو گئی اور آپ کے لطف خداوندی
کی شکر گذار ہوئیں۔ الحمد للہ علیٰ فضلہ
حضرتِ اقدس نے ایک رات بہ زبانِ معارف ارشاد فرمایا کہ نفسِ کلیہ
کے جتنے کمالات ہیں وہ سب نفسِ جزئیہ میں نزول کرتے ہیں۔ بعض
نفوس میں بالاجمال ہوتے ہیں اور بعض میں اُس نفسِ کلیہ کی وسعت
بھی پائی جاتی ہے۔ پس جس نے خارج میں وجود پایا ہے سب کو نفس
اپنے میں پاتا ہے۔ ان میں سے کمتر یہ ہے کہ بعض موجودات کے وجود کے
کے ساتھ جو اس میں بعضہٖ موجود ہے اس نفس کو مسرت و سرور حاصل ہو
ہے گویا وہ موجود اس کا کمال ہے۔ پھر بطور تمہید یہ ارشاد فرمایا کہ ایک قوت

صنعت تعمیر کی طرف نظر پڑی اور اس فن کے بے شمار اور لاتعداد نکات
جو زمانہ میں ہوئے ظاہر ہوئے۔ کسی میں اتنی مقدرت نہیں کہ اس کا
احاطہ کر سکے اس کے بعد اس فن کے وجود سے ایک مسرت اور خوشی اس
حیثیت سے پیدا ہوگئی کہ یہ چیز (صنعت) قوت سے فعل میں آگئی! اور استعداد
وجود نے ظہور اور تحقق خارجی کی صورت اختیار کر لی اور اس خیال نے
طبیعت کو ایسا مغلوب کر دیا جس سے طبیعت کو لامتناہی ذوق حاصل ہوا
اور یہ بات معلوم ہوئی کہ جو کچھ طویل عرصہ میں فن تعمیر کی باریکیوں کو (جو
میرے سامنے متمثل ہو کر آئیں) میں نے حاصل کیا اگر اس میں سے ایک
پیسہ (ذرہ) بھر بھی کسی اہل فن کو بتا دوں تو وہ اس پر تعمیری کام کر سکتا ہے
۱۱۵۰ھ میں حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے چلۂ اعتکاف
فرمایا اور یہ بندہ کاتب حروف وعرفان پناہ شاہ نور اللہ بھی بغیر کسی زاد راہ
کے محض حضرت کے فضل بے علت اور جاذبۂ عنایت کے اپنے اپنے وطن
سے اس چلۂ کرامت آگیں سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے خدمت
اقدس میں حاضر ہو گئے، اور خواجہ محمد امین ولی اللہی خود شب و روز اس
چلہ کشی کے مخصوص ملازمین میں سے تھے۔ انھیں ایام میں ایک دن حضرت
اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت میں چلہ گاہ میں داخل ہوا تو ایک
حالت عجیبہ طاری ہوئی۔ اپنی حقیقت کو دریافت کیا تو پتہ چلا کہ تجلی اعظم
میں پوری نیستی رکھتی ہے اور اضمحلال تمام رکھتی ہے، اور اس حقیقت کی ہر نسبت
اور ہر کمال کے مقابل ایک صورت اور ایک مثال جداگانہ ادراک کی اور یہ کہ
ان صور و اشباح کی باعتبار اس نسبت و کمالات کے بحسب اوقات تکمیل و زیادتی
اس حال کے عکس کے ساتھ متغیر ہوتی ہے اور اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا

ہے وہ اسی طرح اپنے اضمحلال و استغراق پر رہی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ عبادات کے
انوار اور ارواح کے فیوض اور اسماء کے برکات اپنی جگہ خود علاحدہ کمال ہیں
جو کمالات نفسیہ سے ماوراء ہیں اور ایک رات زبان حقائق سے ارشاد فرمایا کہ
آدمی کو اس وقت تک کامل نہ کہیں گے جب تک اس میں تین چیزیں موجود
نہ ہوں۔ اول یہ کہ وہ مدنی البخت ہو اس کی قسمت میں لوگوں پر حکمرانی اور
ریاست مردم و تسخیر و تدبیر نظام و اصلاح معاد و معاش عالم سپرد ہو لیے
کہا جا سکے گویا وہ صورت مدینہ اس کا ظل نفس ہے دوم یہ کہ تجلی اعظم سے
احوال و مقامات آلیہ اس کے نفس پر وارد و فائض ہوں۔ سوم یہ کہ اس نظام
کے ساتھ کہ عند اللہ اور ملاء اعلیٰ میں انعقاد پائے ہوئے ہے اس کے لطائف
کامنہ کو اطمینان و برودت بخشیں۔ یعنی لطائف کامنہ کی راہ سے لطیفہ
عقلیہ میں اس نظام کا علم مترشح ہو اور اس سے اس کو برودت (ٹھنڈک)
حاصل ہو۔ اور برودت کا حصول لطائف کامنہ کی خصوصیت ہے۔ حتیٰ کہ
کسی کو اگر لطائف بارزہ کے موافق مقام توحید حاصل ہو جائے اور اس
کے لطائف کامنہ آگاہ نہ ہوں تو قلق باقی رہے گا اور برودت و طمانیت ظاہر
نہ ہو گی۔ پس ایسا کامل اگر من عند اللہ مبعوث بھی ہو جائے اور دعوت
پر مامور ہو جائے تو وہ نبی ہوگا ورنہ صرف کامل۔ اور کوئی کامل اس عالم سے
نہیں جاتا مگر یہ کہ اس کی کوئی نشانی جیسے طریقہ یا مذہب یا کوئی دوسری
شے باقی رہ جاتی ہے اور درحقیقت اس کا محل بقا نفس کلیہ کے مواطن
میں سے ایک موطن ہوتا ہے جو ان معانی کے مطابق تمام صور موجودات
کو قبول کرتا ہے پھر اس موطن سے اثر مذکور اس عالم میں ہمیشہ ظہور کرتا ہے
الیٰ ماشاء اللہ اور دوسرے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ کامل کا نفس ناطقہ جب

ملاء اعلیٰ کے نور قبول و محبوبیت سے متنور ہوتا ہو تو اس نور کو عالم میں چھوڑ
دیتا ہو اور اسی کو بسط کہتے ہیں اور بعض اشخاص اسی رنگ میں رنگ جاتے
ہیں اسی وجہ سے رنگ قبولیت اور ملاء اعلیٰ کی محبوبیت حاصل کرتے ہیں اور
یہ رنگ نور سفید زردی مائل ہوتا ہو یعنی وہ نور جب عالم مثال میں متمثل ہوتا ہو
تو اسی رنگ میں متصور ہوتا ہو اور نور یادداشت کا رنگ انہی معنوں میں
سفید محض ہو۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کامل کے نفس پر تجلی اعظم کا رنگ
بالذات طور پر غالب آجائے اور نفس مذکور اس رنگ کو اس عالم میں چھوڑ
دے کیا عجب کہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہو جائے۔ اور ایک دن ارشاد
فرمایا کہ ایک بار ارواح اکابر سلاسل قدس اللہ اسرارہم ظاہر ہوئیں اور
فرمایا کہ تو اس عالم میں ہمارا نمونہ ہو پس فتوح و نذور ہماری طرف سے لیتے
رہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک وقت یہ ظاہر ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق
رضی اللہ عنہ پر جوہر عظیم نازل ہوا تھا وہ ہر صدی میں ایک شخص میں ودیعت
ہوا اور پھر اسی طرح شخصاً بعد شخصٍ منتقل ہو کر اب اس مقام پر قرار پکڑا ہو اور
یہ فرما کر خود بدولت نے بنفس نفیس اپنی ذات کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد
فرمایا کہ اس حدیث شریف سے اس بات کی تاویل نکلتی ہو کہ ان اللہ اصطفیٰ[1]
من ذریة ابراهیم علیه السلام اسمٰعیل علیه السلام واصطفیٰ من ذریة
اسمٰعیل بنی کنانة واصطفیٰ من بنی کنانة قریشًا واصطفیٰ من قریش
بنی هاشم واصطفانی من بنی ہاشم فانا خیرهم نفسا وخیرهم ابًا او کما قال[2]

[1] اس کی شرح آیندہ صفحات میں ملاحظہ ہو

[2] اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی نسل میں سے اسمٰعیل کو منتخب فرمایا اور اسمٰعیل کی ذریت میں بنی
کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھ کو لہذا میں ذات اور حسب کے
اعتبار سے ان میں سب سے بہتر ہوں

معلوم ہوا کہ اس جگہ اصطفائے خاص مطلب حقیقت مصطفویہ کا سر تھا
جو اس راہ سے منقلب و منتقل ہوا۔ اور اس حدیث شریف میں جو یہ شبہ
پیدا ہو گیا تھا کہ رہگذر سے مطلب اصطفا جانب ذریت اسمٰعیل کس طرح متحقق
ہو۔ حالانکہ ہر صدی میں انبیا حضرت اسحٰق کی ذریت میں پیدا ہوتے ہیں وہ
ساقط ہو گیا یعنی رسول اللہ صلعم کی بعثت ذریت اسحاق سے منتقل ہو کر ذریت
اسمٰعیل میں آگئی۔

اور انہیں متبرک ایام میں ایک دن اس غلام کاتب حروف نے آپ
کی خدمت میں بعض ان اشخاص کے بارہ میں سوال کیا جو ایک معرفت اور نسبت
خدا کے ساتھ رکھتے ہیں پھر ایک وقت ایسا آتا ہو کہ اس حال و کیفیت میں سستی
غفلت ظاہر ہوتی ہو پھر اچانک اس نسبت سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور وہ
قبض و بسط میں تبدیل ہو جاتا ہو پھر اس کے بعد کوئی غلطی یا جرم ان سے سرزد
ہوتا ہو تو بھی ماجرا ظاہر ہوتا ہو اور اس حال کی تکرار سے ان کا دل اس نسبت
کے ظہور کو مقدمات ظہور سے غلط سمجھتا ہو اور بسط کا ظہور ہوتے ہی خطا سرزد ہونے
کا یقین ظاہر ہوتا ہو اور اسی کے مطابق واقع ہوتا ہو اس میں کیا راز ہو؟ اور یہ
خیر مقدمہ شر کس طرح ہو گا؟ ارشاد فرمایا کہ کبھی نفس شہوی جب اپنی خورش بد
آتا ہو تو اولاً روح سے وہ انبساط مقدس جو اس کو معرفت کی وجہ سے حاصل ہے
استراق[1] کرتا ہو اور اس انبساط مسترق سے بالیدگی پا کر اپنی جگہ پر آجاتا ہو۔ پس
درحقیقت انبساط روحی جرم و گناہ کا مقدمہ یعنی ارتکاب کا پیش خیمہ ہوتا ہے
لیکن وقوع پذیر نہیں ہوتا بلکہ وہ انبساط مسترق نفسی ہو جو غلطیوں کے ارتکاب
کا مقدمہ ہوتا ہو۔ اور انہیں شبہائے فیوضات میں ایک شب آپ نے آیہ کریمہ

[1] اُچک لینا۔

ویحمل عرش ربک فوقهم یومئذ ثمانیة کی تاویل کے بارہ میں ارشاد فرمایا
کہ عرش سے مراد عرش تکوین ہے یعنی وہ حقیقت جو صفت تکوین کی مصدر و منظر ہے
اور اس کے حامل حقایق اربعہ یعنی انسان و بہایم و سباع و طیور ہیں جو حدیث نبوی
میں بحسب تمثیل عالم مثال میں ایک طرح (وجہ سے) وعول سے معبّر ہوئے ہیں
پس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جب نفس کلیہ سے افراد نے ظہور کیا (تو) اس کو اس سے
سرور و انشراح پیدا ہوا اور اس انشراح نے اس کثرت ظہور کے مطابق (تمام
و کمال قبول کیا اور جب یہ کثرت بسبب قرب انقضائے دورہ اس عالم سے
مرتفع ہو گئی۔ تو نفس کلیہ کے انشراح سے جو منصۂ تکوین ہے ان حقایق نوعیہ کو جو
حاملان عرش ہیں ایک ایسی ہیئت حاصل ہوئی جس کی تعبیر تضاعف (دوگنا)
سے کی جاتی ہے۔ دوسری شب ارشاد فرمایا کہ تمام موجودات کا صدور و ظہور
براہ تجلی اعظم نقطۂ ذاتیہ سے واقع ہوا ہے اسی وجہ سے تمام موجودات کی توجہ و
متابعت اور احتیاج در اصل تجلی اعظم کی طرف فطری طور پر ودیعت ہے اور
تکلیف و مواخذہ کے بھید کا یہی مطلب ہے۔ مثلاً کسی درخت کی تمام شاخوں
اور پتوں و پھلوں پھولوں نے ایک ہی قوت فیاضیہ کی راہ سے ظہور پایا ہے
پس ان تمام اشیا کی فطرت میں اتباع و تعلق اسی قوت کی جانب ہے۔ چنانچہ اگر
علم و نطق پاتے ہیں تو اس کی تعریف و توصیف میں زبان کھولتے ہیں اور اس
کے شکر گزار ہوتے ہیں اور اگر اس کے حق میں اشتراک یا تشبہ کے قائل ہوتے
ہیں تو عذاب و عقاب کے مستحق ہوتے ہیں اسی طرح تمام موجودات بمنزلہ درخت
کے ہیں اس لیے کہ تمام افراد کا افادہ تجلی اعظم کی راہ سے ہے چونکہ

لہ صورت حق کے انعکاس کو تجلی اعظم کہتے ہیں اور یہ انعکاس شخص اکبر کے لطیف ترین نقطہ
(حجر بحت) پر ہوتا ہے تجلی اعظم منبع تجلیات ہے ساری تجلیاں اسی سے صادر ہوتی ہیں۔
عہ پہاڑی بکرا۔ موٹے تازے جانور
[illegible] مترجم

نوع انسانی میں افاضۂ وجود کے ہمراہ افاضۂ علم و اختیار و ارادہ و دیگر
صفات کمال بھی رکھے ہیں اسی وجہ سے اشتراک و تشبیہ سے مستحق عذاب
و عقاب ہوئے اور رمضان کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے
پہلی رات نصف شب کے قریب اس خاکسار سے ارشاد فرمایا کہ اس
رات ظہور برکات معلوم ہو رہا ہے اور واقعی اس رات بعض اقسام نور
اور طاعات میں انس و نشاط بہت زائد ظاہر ہوئے اور طاق راتوں کی
دوسری رات نصف اخیر کے ابتدائی وقت حضرت اقدس اٹھے اور وضو
فرمایا اسی دوران زبان غیب سے ارشاد فرمایا کہ اس رات کا امتیاز
ظہور حکمت سے معلوم ہو رہا ہے نہ بظہور انوار بخلاف اول طاق رات
کے کہ اس میں ظہور انوار اور تجلی اعظم کی طرف توجہ تھی۔ پس بہت دیر
مراقب بیٹھ کر سر مبارک اٹھایا اور زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ دقائق
کی کئی خصوصیات ہیں اور یہ شب ذات صرف کے نقطۂ وحدانیت کی طرف
مخصوص بہ میل ہے جو خاص طور پر وجوب و امکان کی جامع ہے اور وہ حقیقت
نقطہ سیاہ کے ساتھ عالم مثال میں متمثل ہوتی ہے اور اس کا میل تجلی اعظم
کی طرف نہیں ہوتا۔ پس وہ داعیہ (خواہش) اور میل مذکور اسی نقطہ سے
منشرح و منفسر (ظاہر) ہوتا ہے اور تمام حقایق کا اضمحلال (نیستی) اس میں
ظاہر ہوتا ہے۔ پھر شاہ نور اللہ اور اس بندہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم
لوگ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ اسی طرح کے

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) حجر بحت تجلی اعظم کے لیے آئینہ ہے۔ دوسرے بزرگ تجلی اعظم کو حقیقت
محمدی کہتے ہیں اور حقیقت محمدی کا وہ عکس جو ہر انسان کے قلب میں پایا جاتا ہے حجر بحت کہلاتا
ہے یہی نقطہ اپنے انبساط میں عرش اعظم ہے اور عالم مثال میں تمام قوتوں کا مرکز ہے۔ [illegible]

معنی دو پہر ہی کو مجھ پر ظاہر ہو گئے تھے اور حافظ عبد النبی نے بھی عصر کے وقت اسی قسم کی بات بتائی۔ پھر حضرت اقدس نے صبح تک مراقبہ فرمایا اور چھبیسویں شب کے برکات کا حال بیان فرمایا جس کی خصوصیات ظہور ملکوت و توجہ ارواح ہیں۔ اور اس وقت تمام منتسبین آستانہ فیض آشیانہ نیز ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اور چوتھی وتر شب میں نصف شب کے قریب ارشاد فرمایا کہ اس شب میں بھی ایک امتیاز ہے جو تجلی اعظم سے توجہ و ربط کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس کو احیا (شب بیداری) فرمایا۔ اور خود بدولت اعتکاف میں اور تمام مجاورین آستانہ اس کے آس پاس تھے۔ جب دو تہائی رات گذر گئی تو خلوت سے مسجد میں تشریف لائے اور معتکفین آستانہ سے ارشاد فرمایا کہ یہ شب وھو القاھر فوق عبادہ کے شہود کے ساتھ ایک خصوصیت رکھتی ہے نہ کہ انوار ملکوت کے ظہور کے ساتھ اور قہر سے مطلب یہ ہے کہ موجودات میں سے ہر موجود جو مبدء سے صادر ہوا ہے یقیناً فنا ہے بوجہ اپنے (اس) حدود کے جو اپنے جہاں سے تعلق ہے جو بہت سی شانیں رکھتا ہے اور اسی وجہ سے حفظ حقیقت اور اس کا وجود متفاضی ہوتا ہے۔ اور جہت مذکورہ سے مراد اس کا حفظ ہے اور (وہ) وہی قہر ہے جو ویرسل علیکم حفظۃ[2] کی تمثیل ہے۔ پھر اس خاکسار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بھی اس سلسلہ میں کچھ ادراک کرتے ہو بندہ نے عرض کیا کہ اتباع کے علاوہ مجھے اور کچھ معلوم نہیں ہے فرمایا کہ یہ انقیاد سی شہود کا ظل ہے جس کی دو صورتیں ہیں ایک ظہور عظمت دوسرا ظہور انقیاد۔ اور ارشاد فرمایا کہ فیھا[1] یفرق کل امر حکیم اس کا مطلب ہمارے نزدیک اسی قسم شب کی

---

[1] اسی میں بعد ہوتا ہے ہر کام جانچا ہوا   [2] اور وہ بھیجتا ہے تم پر نگہبان

طرف اشارہ ہے جو پورے سال میں ایک مقررہ وقت پر ہوتی ہے چنانچہ تنزل الملائکۃ والروح میں اسی شب کا بیان ہے جو ظہور انوار اور ظہور ملکوت سے ممتاز ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ دونوں یکجا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سرور کائنات کے زمانہ میں اسی شب میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہر دورۂ فلکی از قسم حفظ تقاضا کرتا ہے اور مکمل تشخیص کرتا ہے پس وہ حفظ جس کو قہر بھی کہتے ہیں افراد کی صورت میں اسی طرح ظہور کرتا ہے یہاں تک کہ وہ دورہ ختم ہو جاتا ہے اور جب دوسرا دورہ گردش کرتا ہے اور دوسری نوع کا تقاضا کرتا ہے تو وہ حفظ افراد کی صورت میں اسی طرح جلوہ گر ہوتا ہے پھر اس بندہ نے عرض کیا کہ کیا اس رات کو لیلۃ القدر کہہ سکتے ہیں اور فیھا یفرق کل امر حکیم میں تو اسی کا بیان ہے فرمایا کہ ہاں کہہ سکتے ہیں لیکن دوسری بات اچھی طرح واضح نہیں ہے کہ خالص ہے یا کچھ آمیزش رکھتی ہے اور صبح کے قریب وتہائے کرامت بپا اٹھائے اور تمام منتسبین کے حق میں دنیاوی و اخروی دعائے خیر فرمائی۔ اور حاضرین میں سے ہر ایک کے خاص مقاصد کے لیے دعائے خیر فرمائیں۔ اور انتیسویں شب کو بھی بیدار رہے اور آخر شب ارشاد فرمایا کہ اس رات مناجات کی حلاوت زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور دوسرے معتکفین آستانہ نے بھی ایک قسم کے سکوت و راحت کا ادراک کیا۔ اور خواجہ محمد امین نے بیان کیا کہ بعد وتر آخر شب میں رو بقبلہ بیٹھا ہوا تھا کہ میرے کانوں میں ایک آواز آئی کہ غفلت کے لوگ کوئی محنت نہیں کرتے۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ غفلت والوں کے قلوب ثمرت آفتاب پر ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک کلہ

جب حقائق آگاہ شاہ نور اللہ کے گھر میں فرزند تولد ہوا تو فقیر کاتب حروف نے ان سے پوچھا کہ مولود مسعود کا کیا نام رکھا۔ کہنے لگے کہ نام کے لیے حضرت اقدس

کی خدمت میں عرض کیا ہو آپ جو ارشاد فرمائیں گے لیکن مجھے یقین ہو کہ آپ ہبۃ اللہ
نام رکھیں گے۔ فقیر نے پوچھا کہ یہ کیسے معلوم ہوا۔ بیان کیا کہ میں ایک دن حضرت اقدس
کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ واقعے میں آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عطاء اللہ
و ہبۃ اللہ کیا اچھے نام ہیں مجھے اسی وقت یہ یقین ہو گیا کہ یہ بشارت میرے ہی حق
میں ہو اور میرے دو فرزند پیدا ہوں گے۔ اور یہ میری شادی سے کئی سال پیشتر کی
بات ہو۔ بعد ازاں کچھ عرصہ بعد شادی ہوئی اور اس کے چند سال بعد ایک لڑکا پیدا
ہوا۔ آپ نے اس کا عطاء اللہ نام رکھا۔ اور یہ دوسرا لڑکا ہو یقین یہی ہو کہ اس کا
ہبۃ اللہ ہی نام رکھیں گے۔ پھر اس کے چند روز بعد جب آنجناب کے وہاں سے سرفراز
نامہ صادر ہوا تو اس میں آپ نے نومولود کا نام ہبۃ اللہ ہی تجویز فرمایا۔

ایک روز جب حضرت اقدس اپنے چھوٹے ماموں شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ کے
فاتحہ میں قصبہ چلیہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک دن بعد نماز عصر مقبرہ میں
تشریف لے گئے اور جد بزرگوار حضرت شیخ محمد قدس سرہٗ کے مزار پر مراقب بیٹھے
اور دیر تک مستغرق رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ کے مزار
شیخ اسرار پر جلوس فرما ہو کر متوجہ ہوئے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر مقام برکت نظام پر
تشریف لائے اور نماز مغرب پڑھی۔ کاتب حروف نے عرض کیا کہ حضور کا اس وقت
مزارات پر تشریف لے جانا کیا کسی خاص وجہ سے تھا یا محض اتفاقیہ تھا۔ فرمایا کہ
پہلے تو کوئی ارادہ نہ تھا وہاں پہنچنے پر خاص وجہ ہو گئی یعنی حضرت شیخ مرحوم
کے متعلقین کے بعض مطالب و مقاصد تھے اس لیے ان کی قبر کی طرف توجہ کی کہ ان
کی طرف سے کیا واضح ہوتا ہو۔ انھوں نے اس طرح واضح کیا کہ ہمارے حال کا مقتضا
عمل گمنامی ہو اس وجہ سے ان مقاصد کی تکمیل ہوتے نظر نہیں آتی۔ اس فقیر نے عرض
کیا کہ دونوں بزرگوں کی نسبت میں کیا فرق ہو۔ ارشاد فرمایا کہ میرے جد محترم کی

نسبت ایسی ہو جیسے حقیقت جامعہ پر علینک اور شیخ مرحوم کی نسبت میں فیض اعمال
کے انوار داخل ہیں۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ کی نسبت جو ان کی روح میں موت
کے بعد قائم رہتی ہو ایک کیفیت ہو جو ان کے لطائف کی اصل فطرت کے مطابق
زور کی طرح جوش مارتی ہو اور اس وقت لطیفہ غالبہ کا حکم غالب ہوتا ہو اور لطیفہ مغلوب
کا مغلوب اور میرے نانا کی نسبت ہیاکل موجودات میں سریان کی نسبت ہو اور ان
کے نفس ناطقہ کے ایک گوشہ میں حیرت شے ہے تجلی اعظم کے اعتبار سے اور وہ بحر محبت کا
حکم ہو اور دوسرے گوشہ میں ذات بحت کی طرف اس سے خفی تر میل ہو اور ارشاد
فرمایا کہ دل بے اختیار ان کی قبر کی زیارت کو کھنچتا ہے اس کا سر یہ ہو سکتا ہو کہ اس
بندۂ کاتب حروف کو یاد ہو کہ ایک دن حضرت شیخ بزرگ والد ماجد حضرت اقدس کا
آپ کے نانا کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اس وقت بہت زائد حقائق و معارف بیان فرمائے
اور بعد فراغت حضرت اقدس کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ یہ ذکر اس بنا پر تھا کہ

شدہ مرتبۂ احدیت میں محو ہو جانا۔ عارف کا دیدۂ دل سے اسم ھو کی تجلی کا مشاہدہ کرنا حیرت سے
یہ بھی مراد ہے کہ خیال کسی چیز کو اپنے ادراک میں لانے سے عاجز رہے اور عاجز ہو کر اپنے تفکر
کو ذات کی طرف نہ جانے دے اور ذات بھی تفکر سے ماورا ہے۔ بزرگان دین نے ذات کی عینیت
کا ادراک تخیل و تفکر سے نہیں کیا ہے بلکہ تفکر سے اسماء و صفات کے حقائق دریافت کر کے
ان کے ذریعہ ذات میں فنا حاصل کی ہو اور عینیت ذات کا ادراک اس فنا سے کیا ہو جہاں ادراک
کی بھی گنجائش نہیں ہو جب ادراک ہی نہیں اس کا ادراک ہو۔ یہ کیفیت بغیر فنا حاصل ہوئے
محسوس نہیں ہو سکتی۔ نہ بیان میں آسکتی ہو۔ آنحضرت کی دعا ہو رب زدنی تحیرا [illegible]
[illegible] تفصیل معلوم کرنا ہو تو حضرت شیخ اکبر کی تصانیف دیکھیے [illegible]
[illegible] کچھ نہیں فلسفۂ عشق میں حیرت کے سوا حقیقی نور

تمھارے نانا نے ہم سے یہ کہا کہ تم کو مخاطب کرکے حقایق و معارف بیان کیے جائیں
کہ ان کے سوال و جواب سے ان کو نہایت مسرت و خوشی ہوتی ہے اور بندہ کاتب
حروف کو یہ بھی یاد ہے کہ جب حضرت شیخ بزرگ (شاہ عبدالرحیم) حضرت اقدس
کے نانا کی وفات کے بعد بسلسلۂ فاتحہ و تسلی ماتم زدگان پھلت تشریف لائے تو سب
پہلے ان کے مقبرہ میں گئے اور یہ شعر پڑھا ؎

[1] اے گل بے خار ما در خاک پنہاں گشتۂ   دیگراں را سوختی خود در جناں آسودۂ

اس وقت حاضرین پر عجب وجد بکا غالب تھا۔ آپ نے اس وقت سب کو ذکر
جہر کا حکم فرمایا اور خود بدولت مراقب بیٹھے اور بعد فراغت زبان کرامت ترجمان سے
فرمایا کہ اس وقت ان کی روح ظاہر ہوئی اور کہا کہ میرے غایت شوق کا حال یہ تھا
کہ قبر سے بدن کے ساتھ نکل کر استقبال کرنا چاہتی تھی اور یہ قدرت و طاقت اللہ نے
مجھ کو عطا فرمائی ہے لیکن چونکہ یہ امر اس کی مصلحت نہیں ہے اس لیے میں نے اس کو
اختیار نہیں کیا۔ واللہ اعلم

ایک بار حضرت اقدس اپنے چھوٹے ماموں صاحب کے فاتحہ کے موقعہ پر
پھلت تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب واپسی کا قصد فرمایا تو اثنائے راہ میں
ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بعض اولیاء اللہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ فلاں
صاحب ولایت ہے اور فلاں جگہ فلاں صاحب ولایت ہے تو اس صاحب مقام کی شرط یہ ہے کہ فنا و بقا و حصول نسبت کے بعد
اس کی ہمت قوم کے لیے ایسی قوی ہو کہ نزول برکات و دفع بلیات میں
وہ تاثیر عظیم رکھتا ہو اور دوسرے یہ کہ اس کی ہمت بحیثیت تنفیذ و تدبیر اس
دیار والوں کے لیے عالم مثال میں متشکل ہو۔ اور اس کی منجملہ نشانیوں میں سے
ایک یہ ہے کہ اس کا معترض مخذول ہوتا ہے اور اس کا ناصح منصور اور مؤید ہو۔

---

[1] اے ہمارے بے خار پھول تو تو خاک میں پہنچ کر جنت میں محو استراحت ہو گیا اور دوسروں کو آتش فراق میں پھونک دیا۔

باتیں اس وقت اس ملک میں بحمد اللہ میرے بڑے ماموں صاحب شیخ عبیداللہ
سلمہ اللہ کی ذات گرامی صفات میں موجود ہیں۔

ماہ شعبان ۱۱۵۵ھ میں حضرت اقدس پھلت سے شاہجہان آباد تشریف لے
گئے اور یہ غلام بھی آپ کے ہم رکاب تھا۔ اور ماہ مذکور کے عشرۂ اخیرہ میں چلہ کشی
کا قصد فرمایا۔ چلہ کی پہلی رات ارشاد فرمایا کہ ایک خواہش دل میں کروٹ لے رہی ہے
اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے تحقق کی کیفیت جو اپنے میں پا رہا ہوں تحریر
میں لائی جائے۔ چنانچہ اس کو تحریر فرما کر تفہیمات الٰہیہ میں منسلک فرمایا اور ماہ مذکور
کی ستائیسویں تاریخ جب کہ حلقۂ مراقبہ تھا خواجہ محمد امین نے واقعہ میں دیکھا
کہ شاہ نور اللہ کے پاس ایک شیشہ ہے اور حضرت اقدس کے سینۂ مبارک سے
ایک باریک ڈوری مثل دھاگہ کے اس شیشہ میں پیوست ہے۔ اور ماہ مذکور
کی اٹھائیسویں شب شاہ نور اللہ نے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
حضرت اقدس کی صورت میں مشاہدہ کیا۔ اسی واقعہ میں انھوں نے کہا کہ اس
میں کیا راز ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حضرت اقدس کی صورت میں
دیکھ رہا ہوں۔ اسی دوران کسی نے ان سے کہا کہ یہ صورت تیری اس آرزو کا جواب ہے
جو تو کرتا ہے اور بات دراصل یہ تھی کہ دن کو ان کے دل میں یہ خواہش ہوئی تھی کہ اس
چلہ میں درود شریف کی کثرت کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کی برکت سے آنحضرتؐ
کی خواب میں زیارت ہو جائے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت
اقدس کو روز دیکھا جا سکتا ہے تو پھر اس آرزو سے کیا فائدہ۔ کیونکہ حضرت اقدس کا
دیکھنا عین آنحضرتؐ کا دیکھنا ہے۔

انھیں راتوں میں ایک دن شاہ موصوف نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک مجلس
قائم ہے اور اس میں آم لائے گئے ہیں۔ ایک شخص نے ان کو تقسیم کرنا شروع کیا اور اس

طرح تقسیم کرے کہ سب کو کافی نہ ہوئے۔ کچھ کو ملے اور کچھ محروم رہے۔ حضرت اقدس نے
یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم نے قاعدہ سے تقسیم نہیں کی۔ آخر آنحضرتؐ کا معجزہ ہے یہی برکت
ظاہر ہوگی۔ جتنے آم ہیں سب کو اکٹھا کرکے ہمارے پاس لاؤ ہم خود تقسیم کریں گے۔ نبیؐ
کا وہ معجزہ ہم میں ہے۔ پھر وہ سب یکجا کرکے آپ کے پاس لائے گئے۔ آپ نے اسی
مقدار بھر جتنا اس شخص نے تقسیم کیا تھا تقسیم فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ تمام اہل
مجلس کو حصہ پہنچ گیا اور کچھ باقی بھی رہ گیا۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا اور اسی پہلے شخص نے
اسی طرز پر تقسیم کیا کہ کچھ کو ملا اور کچھ کو نہ ملا۔ حضرت اقدس نے پھر وہی بات فرمائی
اور اس کو جمع فرما کر بذات خود تمام لوگوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ سب کو پہنچ گیا
اور پھر بھی باقی رہ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ معجزہ آنحضرتؐ سے متعدد بار ظاہر
ہوا ہے اور یہی مجھ میں (بھی) موجود ہے اور یہی وہ تمام برکات و کرامات ہیں جو
حضرت اقدس کے فیض صحبت و توجہ سے ظاہر ہوئیں۔

انھیں راتوں میں ایک رات شاہ مذکور نے خواب دیکھا کہ خواجہ بزرگؒ
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ و حضرت شیخ
نظام الدین اولیاء قدس اللہ اسرارہم ہر سہ بزرگ یکجا جمع ہیں اور دعوت الطعام
کی مجلس ہے اور یہ راقم اور بابا عثمان جو کشمیر کے بزرگ زادگان میں سے ہیں اور
ایک دوسرے شخص اہل کشمیر کے وہ بھی اس دعوت میں شریک ہیں۔ صبح کو شاہ
معز اللہ نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ ان تینوں بزرگوں کی نسبتوں
میں کوئی فرق بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں خواجہ محمد باقی کی نسبت یہ ہے کہ ان کا
نقطۂ ذات کی طرف وصول لطیفۂ اخفی اور لطیفۂ روح کی راہ سے ہے اور حضرت
خواجہ قطب الدین کا (وصول) لطیفہ روح سے ہے اور کمال انس رکھتے ہیں اور حضرت
سلطان المشائخ کے لطیفہ روح میں تجلی اعظم کی طرف سے خاص طور پر عالم کی تسخیر کا نور

پایا جاتا ہے پھر شاہ نور اللہ نے عرض کیا کہ تجرد کے لحاظ سے ان بزرگوں میں سے
کس کی نسبت زیادہ قریب ہے۔ فرمایا کہ خواجہ بزرگ اور خواجہ قطب الدین کی نسبت
میں یہ بات بہت زائد معلوم ہوتی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے بھی ایسا ہی
ادراک کیا کہ دونوں خواجگان کی نسبت میں تجرد تمام ہے بلکہ حضرت خواجہ
بزرگ کی نسبت میں اس عالم سے یکسو ہونا بھی سمجھ میں آتا ہے اور حضرت
سلطان المشائخ قدس سرہ کی نسبت میں گویا یہ تمام عالم ملحوظ ہے اور ہم کو دونوں
خواجگوں کی نسبت کے ساتھ ایک انجذاب ہوا بلکہ انھوں نے مجھ کو اپنی طرف
کھینچ لیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اور اسی اعتکاف دہلہ میں ایک روز جب یہ خاکسار مابین مغرب و عشا خلوت
خاص میں باریاب ہوا اور شرف حضوری سے مشرف ہوا۔ آپ نے اسرار عظیمہ سے
نوازش فرمائی اور اس نوازش میں تمام فدویوں میں اس حقیر غلام کو ممتاز فرمایا
چنانچہ ۲۵ رمضان المبارک مابین مغرب و عشا اپنے مقام خاص سے مطلع فرما کر معزز
فرمایا وہ اللہ کی اس نعمت کا تہ دل سے شکر گذار ہے۔ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ اور
زبان حقایق بیان سے ارشاد فرمایا کہ کبھی افراد میں کوئی فرد شانِ ساختہ تنہا بلہ
جو نادر عجیب ہے سے مرتفع ہوتا ہے اور پھر شان آہی میں جس سے مطلب اس کا
اقتضائے ذاتی ہے تمام اجناس و انواع عالم کو جو مرتبہ ثبوت میں ہے اور اس کی
ذات صرف کے ساتھ ہے فانی ہوتا ہے اور اسی شان کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے
یعنی بذاتہ وہی شان اور اقتضا ہو جاتا ہے جس کا قیام ذات بحت کے ساتھ
ہے اور تمام شانات متنازلہ اس طرح معطل ہو جاتے ہیں کہ کسی ایک کا بھی اس

---

۵۱ موت کے بعد جو زندگی عطا ہوتی ہے۔

۵۲ یہ چیز ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اور یہ ہی خاتم وجود کے نگینہ کا نقش ہوں۔

میں دخل نہیں رہتا ہیں وہ شخص اس معنی کے ساتھ ابدی ہو جاتا ہے
(اسم آخر اسم اول ہو جاتا ہے یعنی مقام قلندری پر فائز ہو جاتا ہے) پھر
اس کی مثال یہ بیان فرمائی کہ اگر کسی انگوٹھی کے نگینہ پر نقش کندہ کریں
تو اس نقش کا قیام نگینہ پر ہو اگرچہ جب صلاحیت وہ کثیر نقش[1] پیدا کرنے کی
استعداد رکھتا ہے اور یہ کثرت اختیار کرنے کی وجہ سے اسمیں کوئی خلل نہیں
پڑتا۔ اور آج یہ چیز بہ تحقیق واضح ہو گئی اور یہ ایسی چیز ہے جو اسلاف میں سے
بھی چند میں شاذ ہوتی ہے فالحمد للہ علی ما انعم (راز درون خود شناس گاہ بگاہ بحرف)
نیز ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے بروز[2] میں جس نے افلاک کے احجار وجحیہ
کی مناسبت سے ظہور فرمایا ہو دراصل وجود تعالیٰ کے بیان کے لیے ایک آرزو جوش
مارتی ہو اور یہ قدم[3] سے تعبیر کیا جاتا ہے
اور ایک وقت زبان حقیقت سے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی قوم نسبت مقربی
کے ساتھ انبیاء و اولیاء سے محبت و اعتقاد اس حد تک پہنچا دے کہ اس کو فرط
محبت میں معبودیت کے درجہ پر سمجھیں یا اس ولی میں رسالت کے خواص کا
اعتقاد رکھے تو غیرت الٰہی جوش مارتی ہو اور اس کو مٹانے اور باطل کرنے
کی طرف متوجہ ہوتی ہو۔ اگرچہ اس مقرب کو اس بارہ میں کوئی تشویش محسوس

---

[1] یعنی وہ نقش کسی چیز پر کندہ کریں خواہ انگوٹھی کے نگینہ پر یا دیگر صورتوں میں

[2] بروز کے معنی لغت میں ظاہر ہونے کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد ہو کسی صورت میں ظاہر ہونا اس طرح پر کہ اپنی حالت اصلی میں کوئی تغیر و نقصان نہ واقع ہو اور یہ حق انبیاء و اولیاء کاملین کے ساتھ مخصوص ہے

[3] قدم اس نعمت کو کہتے ہیں جن کا ازل میں حق تعالیٰ نے بندہ کے لیے حکم کیا تھا اور حق کی اس آخری موہبت اور عطیہ کو بھی کہتے ہیں جس سے عبد کی تکمیل ہوتی ہو۔

نہیں ہوتی اور نہ اس کے درجہ و مقام میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہو۔ لیکن لوگوں کے
ان عقائد باطلہ کی صورت ایک ہیئت پیدا کرتی ہو اور جب وہ اس کیفیت
میں غرق ہو جاتے ہیں تو غیرت الٰہی ان کو محو کر دیتی ہو۔ جیسا کہ نصاریٰ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اعتقاد رکھتے ہیں اور اصحاب تفضیل کے حق میں
جنھوں نے محبت (مفرط) کو عبادت کے درجہ پر پہنچا دیا ہے اور معتقد کو بمنزلہ
رسول اکرم ﷺ سمجھتے ہیں تو غیرت الٰہی نے جوش مارا ہے اور ان کی محق ملکوت
میں متحقق ہو گئی ہو (لیکن) اللہ جانے کہ ناسوت میں کب ظہور ہوگا اور ایسا
ہی ہو کہ قضا پہلے ملکوت میں منعقد ہوتی ہو اور پھر ایک مدت بعد ناسوت
میں بروز (ظہور) کرتی ہے۔
اور اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ (ایک مرتبہ) مفسرین کو واذ تاذن ربک
کی تفسیر میں تردد (اضطراب) واقع ہوا اس لیے کہ لغت میں لفظ تاذن
کے معنی مشورہ فی القلب کے ہیں اور دل میں کسی چیز کا قبل از اظہار مقرر کرنا
بھلا اللہ تعالیٰ کے بارہ میں یہ معنی کس طرح چسپاں ہو سکتے ہیں۔ پس مجبور کر
تاذن کو بمعنی اَذَنَ یعنی اَعلَمَ تاویل کر لیا ہے اور ظاہراً بندے کے نزدیک
یہ ہو کہ اس سے اشارہ وہی تقرر و تحقق ہے جو اولاً ناسوت میں ظاہر ہونے
سے قبل ملکوت میں پایا جاتا ہو اور تاذن سے کنایہ یہی تقدیر و تقرر ملکوتی
ہے۔ پس بغیر تاویل و تحریف کے بظاہر یہی معنی درست ہوئے۔
اور ایک بار[1] زبان اسرار ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سے کسی
ایک شخص نے اپنی عمر کے تعین کے بارہ میں معلوم کیا کہ وہ پچپن سال ہو
ایک بار وہ سخت بیمار ہوا۔ اسی دوران اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ ایک جسم سے

---

[1] یہ بہتر خاص ۱۳۵۵ھ یعنی اپنی وفات سے ۱۰ سال قبل ظاہر فرمایا۔

وقالب (انتہائی پرانا و بوسیدہ) ایک فرشتہ نے اس کے ایک ایک (عضو) کو الگ الگ کردیا اور اس کے ایک ایک ذرہ میں تلاش و جستجو کرنے لگا پھر ان اجزا میں سے ایک جزو صغیر انتہائی چمکدار مثل براق جس میں زہرہ کی میراث تھی تلاش کرکے نکالا اور اس شخص (وقالب بوسیدہ) کے کان کے اوپر رکھدیا اور (اس فعل سے) اس کی وجہ سے اس کی مقررہ عمر میں قدرے اضافہ ہوگیا اور وہ تقریباً ساٹھ سال ہوگئی۔ اور عمر میں یہ اضافہ زہرہ کی وجہ سے ہوا بعد ازاں اس عمر کی مقدار پر بھی بعض ارواح کی برکات کے باعث اس طور پر کہ انھوں نے آکر اس شخص کے (مردہ) نفس کو گویا اپنا ذکر قرار دے دیا (یعنی اپنا پرتو ڈالا یا مرکز توجہ بنالیا) جس سے عمر میں کچھ اور اضافہ ہوگیا اور وہ ساٹھ سال سے بھی تقریباً دو تین سال بڑھ گئی۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک خاص الفت اپنے میں پائی جاتی ہے اور اس کا تعلق اس محبت و الفت سے ہے جو تمام ملاء اعلیٰ کو آپ کی مرکزیت کی وجہ سے ہے۔ اور اس بنا پر وہ تمام ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ مجھے یقین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخلصین جن کے ساتھ اس عالم میں الفت ومحبت و انبساط تام ہے اس عالم سے انتقال کرنے کے بعد اس مقام پر بھی ایسا ہی اجتماع واقع ہوگا۔ اور جس طرح دل چاہے گا اس مقعد صدق میں ہم سب انشاءاللہ باہم مل جائیں گے اور ہوسکتا ہے کہ اس عالم میں اس کی مثل کوئی (اور) صورت ظاہر ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ کامل پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس کے نفس کے خیالات و حادیث خواب کا حکم ظاہر کرتے ہیں۔ ہر ایک کی ایک (جدا) تعبیر ہوتی ہے اس لیے کہ وہ سب مقاصد مقدسہ ہوتے ہیں

جو اس کامل کے آئینہ میں احادیث نفس کی صورتوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔[1]

آں خیالاتے کہ دام اولیا است　　عکس مہ رویان بستان خدا است

ایک روز ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں مولانا رومؒ کو دیکھا کوتاہ قد سفید رنگ۔ خشخشی داڑھی۔ اور ایک بار حضرت شیخ اکبر محی الدینؒ ابن عربی کو دیکھا عربی شکل میں۔ طویل القامت۔ تندرست۔ برہنہ۔ پنجاب کے لوگوں کے مثل اور ایک روز بو علی سینا کو دیکھا وہ ایک فربہ آدمی تھے اور ان کے تیاسے اسلام کے معنی اور اک ہورہے تھے۔ میں نے سنا وہ قرآن خوب پڑھتے ہیں۔

پھر بتاریخ ٢٩ رمضان المبارک ارشاد فرمایا کہ آج اللہ کا نام "عزیز" چند بار میں نے تلاوت کیا۔ اور میرے اس فعل سے قلب میں ایک قسم کے نور کی تحریک ہوئی۔ وہ اس کے مقابل عزت ہے جو مرتبۂ وجوب میں ہے اور اسم "عزیز" نے تعین کی راہ سے اسی رنگ میں رنگ کر نزول کیا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جس کو اسماء کی صور مثالیہ کے ساتھ تعارف ہو اور وہ اس کی اور ان شرائط کی جو اصحاب فن دعوت نے مقرر کردیئے ہیں محافظت (پابندی) کرے تو اس کو کوئی حاجت نہیں ہے لیکن ملائکہ سفلیہ کو (جو اسماء کے موکل ہیں) ان امور کے ساتھ توجہ کلی ہے چنانچہ ایک دن میں نے اللہ کے اسم "وَهَّابُ" کو تلاوت کیا۔ اس وقت ملائکہ سفلیہ موکلہ کا روشن چراغوں کی صورت میں حس مشترک سے میں نے مشاہدہ کیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فضا ان سے معمور ہوگئی ہے۔ اسی وقت کھانا لایا گیا جس میں گوشت بھی تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان ملائکہ نے اس گوشت سے ایک قسم کی نفرت میرے دل میں ڈال دی ایسا کہ تقریباً ڈھائی ماہ تک مجھے اس سے

---

[1] وہ خیالات جو اولیاء اللہ کا جال ہیں (جن سے وہ معانی کے حقائق شکار کرتے ہیں) وہ دراصل اللہ کے باغ کے خوبرویوں کا عکس ہے۔

نفرت رہی اور بظاہر مجھے کوئی عذر یا مرض لاحق نہ تھا۔

اور وتر راتوں کی پہلی رات جس میں ختم قرآن تھا ارشاد فرمایا کہ اس وقت ختم کے وقت اعمال ظاہرہ کی متعدد برکات ظاہر ہو رہی ہیں۔ جو بلا کسی شک و شبہ کے محسوس ہو رہی ہیں اور تمام حاضرین اس میں شامل ہیں۔ پھر تیئیسویں رات ارشاد فرمایا کہ اس رات بھی اس قسم کی برکات کا نزول معلوم ہو رہا ہے لیکن اس میں وہ کثرت نہیں ہے جس کو شب قدر کہہ سکیں۔ پھر ستائیسویں شب کو بھی بیدار رہے اور آپ کے ساتھ آپ کے بعض اصحاب بھی اس مسجد میں اذکار و نوافل میں مشغول رہے۔ اسی دوران شاہ نوراللہ کو نیند آگئی۔ اس وقت ان پر عجیب کیفیت اور وجد طاری ہوا جس کا حاضرین وقت نے بھی مشاہدہ کیا۔ افاقہ کے بعد جب اُن سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو بتایا کہ توبہ و استغفار کی حقیقت واضح ہوئی اور اس کی قبولیت کی صورت میں نے مشاہدہ کی اور خود کو اس کے ساتھ متحقق پایا۔ اس وقت باشتیاق تمام میں نے مناجات کی اور اس کی حلاوت سے مجھ میں ایک قسم کا جوش طاری ہو گیا نیز یہ بھی دیکھا کہ حضرتِ اقدس کے حجرہ شریفہ سے جو آپ کی خاص عبادت گاہ ہے میوہ جات میں سے از قسم ہر کوئی چیز لوگ لائے ہیں اور مسجد میں انبار لگا ہوا اور تمام حاضرین اس میں سے کھا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ سب حضرت اقدس کے فیوض ہیں جو آپ نے اپنے خادم "خوش حال" کے ہاتھ بھیجے ہیں۔ پھر حضرت اقدس تہجد کے وقت خلوت سے مسجد میں تشریف لا کر جلوہ افروز ہوئے اور دستہائے کرامت بپا اٹھا کر حاضرین کے حق میں خصوصاً اور غائبین کے حق میں عموماً دعا فرمائی اور پھر اعتکاف میں تشریف لے گئے اور معتکفین آستانہ فیض آشیانہ کا ہر شخص در خلوت پکڑا ہوا اپنے لیے نیز اپنے دوست احباب

کے لیے دعائے خاص کا ملتجی ہوا اور حضرتِ اقدس نے ان کی التجا قبول فرمائی پھر رات گذرنے کے بعد اس غلام نے اس رات کی کیفیت کے سلسلہ میں پوچھا۔ ارشاد فرمایا کہ برکات ملکیہ کا نزول تھا اور نگہبائے عبادات ظاہر ہوئے تھے۔ اور فجر کے قریب شاہ نوراللہ نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ اکثر لوگ جو صالحین متقین کی صورت پر ہیں اور حفاظ ہیں ان میں سے تین سو ساٹھ اشخاص میں سے پندرہ اشخاص ناجی ہیں باقی سب مغبون (غیر ناجی) اور حضرتِ اقدس کے فدویوں میں سے تین اشخاص یعنی مولوی محمد اعظم کشمیری اور مولوی محمد مقیم کی طرف دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہو کہ یہ بھی ان پندرہ[١٥] نجات پانے والوں میں سے ہیں۔

اور اٹھائیس رمضان وقت دوپہر یہ خاکسار درِ خلوت پر حاضر ہو کر منتظرِ اجازت بیٹھا ہوا تھا کہ بہ تقاضائے رحمت امتنانیہ حجرۂ اقدس کا دروازہ کھول کر خلوتِ خاص میں طلب فرمایا اور میرے داخل ہونے کے بعد دروازہ کو بدستور بند کر دیا۔ جس وقت یہ عقیدت مند خاکسار آپ کے حضور میں بیٹھا تو خود بدولت مراقب ہوئے۔ اس وقت ایک استغراق عظیم طاری ہوا اور اس کا پرتو اس ضعیف پر بھی پڑا جس سے اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اس وقت سوا نقطۂ ذاتیہ[١] جامعہ کمالات اسمائیہ وصفاتیہ کے کچھ نہ تھا اور نہ غیر و غیریت اور عین و عینیت کا نام و نشان تھا۔ اسی اثنا میں حافظ عبدالرحمٰن نے مسجد میں احسن القصص (سورہ یوسف) پُر درد آواز میں پڑھنا شروع کی۔ ان کی اس تحریک نے اس بحرِ زخار (حضرت اقدس) میں تلاطم عظیم پیدا کر دیا جو دم بہ دم موجیں مارنے لگا

---

[١] ذات بحت اور مرتبہ سلبِ صفات کو کہتے ہیں جو منقطع الاشارہ ہے اور اسی کو نقطۂ ذات کہتے ہیں کہ نقطہ با بِسم اللہ سے ذات مراد لیتے ہیں۔ — نقی انور

جب حافظ صاحب موصوف اس آیت اَنتَ وَلِیّٖ فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین پر پہنچے اور تکرار شروع کی تو اس بحر مواج میں ایک ایسی شورش پیدا ہوئی جو بیان میں نہیں آسکتی اور اس عاجز و مسکین کو بھی ایک طرز خاص سے کیفیت عجیبہ بخشی اور مقام وجد عطا فرمایا کہ جب تک اس حال پر فائز نہ ہوں اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ع ذوقِ ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی اور یہ حال و استغراق اسی حالت پر تقریباً ایک پہر رہا اور جب اس سے افاقہ ہوا تو دست ہائے کرامت پیا اٹھا کر دعا فرمائی۔ اللہ ہی جاننے والا ہے کہ وہ کیا تھی۔ بعد از اں اس فقیر نے شاہ نور اللہ اور خواجہ محمد امین کے بارہ میں دعا کی درخواست کی۔ الحمد للہ آپ نے اسے قبول فرمایا۔ الغرض فدوی نے اس ساعت کو چلہ کا ماحصل پایا۔ بلکہ اپنی ساری عمر کا خلاصہ سمجھ کر شکر الٰہی بجالایا۔ اور شب کے وقت جب خلوت خاص میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو اظہار حال کی جرأت کی آپ نے بتقاضائے عنایت و کرم اسمیں سے ایک رمز بیان فرمایا کہ پہلے عزت اقدس کے نور کا مشاہدہ ہوا اور اس کے مقابلہ میں اپنے ضعف کا بھی مشاہدہ کیا۔ پھر وہ نور ممتلی ہو گیا جیسے آئینے میں ہوتا ہے اور پھر اس کیفیت کی حلاوت نے ایک مستی عطا کی اسی اثنا میں خارجًا ایک تحریک پیدا ہوئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا۔

اور اللہ کی بزرگ ترین نعمتوں میں سے جو اس غلام پر ہوئیں ایک یہ بھی ہے کہ سلسلہ قرأت قرآن بقرأت حفص آنحضرت تک حضرت اقدس سے اس حقیر کو توفیق نصیب ہوئی اور اسی اثنا میں بعض آیات کی تفسیر کے اسرار کا زبان مبارک سے استفادہ کیا۔ اور اس کو اپنی فہم و استعداد کے مطابق تحریر کر کے تذکرۃ الاوقات فلک النفحات سے موسوم کیا۔ اور آپ کے فیض صحبت سے تمام علوم قرآن پر مشتمل

له دنیا و عقبیٰ میں تو ہی میرا ولی ہو مجھ کو مسلمان موت دے اور صالحین سے ملا۔

فاتحۃ الکتاب کے نکات پر مطلع ہوا اور اس کو تحدیثاً بنعمۃ ربہ الولی الرحیم مجملًا اور مختصراً اپنے مسودات کی بیاض میں حضرت ولی نعمت کے حکم سے تحریر کر کے دُرایات الاسرار کے نام سے موسوم کیا۔ اور حضرت اقدس نے اسرار قرآنیہ میں سے اس آیت وَلَولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینھم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تدبیر تشریعی مذنبین کی ہلاکت کی مقتضی ہے لیکن مصلحت کلیہ جو اس مرتبہ سے بالا ہو بعض جہتوں کی رعایت سے (جو اس مصلحت میں معتبر ہیں) ابقا اور مہلت کی مقتضی ہے اور اس کی مثال یہ ہو کہ ایک بادشاہ کسی شخص پر اپنا غصہ اتارنا چاہتا ہو لیکن اس کا وہ وعدہ سابق جو اس نے اس شخص سے کیا تھا اس غصہ کا مانع ہو۔ پس بادشاہ کہتا ہو کہ اگر میں نے تجھ سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو ابھی تجھے قتل کر ڈالتا۔ پھر ان آیات مَن کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی واضل سبیلًا۔ اور ربّ لم حشرتنی اعمٰی وقد کنت بصیرًا، اور لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید، کی مطابقت کرتے ہوئے کہ بظاہر ان کے مابین تناقض نظر آتا ہو ایسا ارشاد فرمایا کہ انسان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہو کہ اس کے صفات بہیمیاں کے

له اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا تھا تیرے رب سے تو ان میں فیصلہ ہو جاتا

عه جو اس دنیا میں اندھا ہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور راستہ سے بہت دور بھٹکا ہوا پھر کہ روئے یار در و نیا نہ دید (الخ)

سه اے میرے پروردگار تو نے مجھے کیوں اندھا اٹھایا حالانکہ میں دنیا میں اچھا خاصا دیکھنے والا تھا

سه تحقیق تو اس سے غفلت میں پڑا ہوا تھا اب ہم نے تیرے اس پردے کو تجھ پر سے ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہو گئی۔

صفاتِ ملکیہ کا احاطہ کیے ہوئے ہوں۔ اس کی مثال یہ ہو کہ کوئی بندہ ایک لوہے
کے پنجرے میں بند ہو اور اس میں سوئی کے برابر بھی کوئی سوراخ نہ ہو۔ اور یہی وہ
دہریت یعنی ان علوم کا فاقد جو اصل فطرت کے مطابق اس میں ودیعت ہیں
بر تقاضا اس میل کے جو مبدا کی طرف اصل فطرت میں رکھے ہیں۔ اور وہ رغبت
اس کی اشد تعظیم ہے اور یہ کیفیت تصوف پر اعتقاد رکھنے سے پیدا ہوتی
ہے مگر وہ صورتیں اعتقاد، اختیار اور ارادہ سے اعمال کی جزا اور ناشی ہوتی ہیں
پس ایسا شخص جو رب مختار کا منکر ہو، یا باوجود اس کے وجود پر اعتقاد رکھنے کے
اس کو معطل جانے وہی دہری ہوگا۔ ایسا شخص جب مر جاتا ہو تو اس کا یہی حجاب
بسبب اس ضعف کے جو اس نشات میں اس کو ظاہر ہوتا ہو صاف ہونے لگتا ہو
اور اس کی ملکیت فی الجملہ بروز کرتی ہو۔ اور یہ میل مفطور متحرک ہو جاتا ہو۔ لیکن
اس کے وہ موانع علمیہ و عملیہ جو حق کے بارے میں وہ رکھتا تھا وصول سے مانع ہوں
گے اور ایک وحشت عظیم اس کے نفس میں ہیجان پیدا کرے گی اور طرح طرح کی
سزائیں اور عذاب متمثل و متشبح ہوں گے۔ پس فبصرک الیوم حدید میں
اسی اطلاع اجمالی کی طرف اشارہ ہے جو من وراء الحجاب اس کو ظاہر ہوا ہے
پس اس وقت وہ اتنا جانتا ہے کہ کوئی ایسی چیز ہے جس تک پہنچنا اور وصول
ممکن نہیں ہے اور من کان فی هذه اعمیٰ الخ میں معتقدات حقہ

له اس سے مراد یہ ہے کہ روح خود سے کوئی چیز ظاہر نہیں کر سکتی جب تک کہ نفس نہ ہو
یعنی وہ ادراک کر سکتی ہو جس طرح کانوں کے بغیر نہیں سنا جا سکتا اور آنکھوں کے بغیر دیکھا
نہیں جا سکتا۔ ٢ه یعنی ذات کو چھوڑ دینے والا صفات کو پکڑنے والا۔ ملکیت سے مراد
ہے صفاتِ تجلی، بہیمیت سے صفاتِ حجابی۔ (تقی انور)

کے عدم علم تفصیلی کی طرف اشارہ ہے۔ ٣ه
اور آیت رب لم حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیرا قال کذلک
اتتک آیاتنا فنسیتها وکذلک الیوم تنسیٰ میں اشارہ اس بات

له جب انسانی کی قوت بہیمیہ اس کی قوت ملکیہ کا احاطہ کر لیتی ہو تو وہ علوم جو اس کی اصل
فطرت میں مبدا کی طرف میں رکھنے والے ہیں اور جن کی وجہ سے حق تعالیٰ کی اشد تعظیم
کی طرف رغبت ہوتی ہو اور یہ کیفیت تصوف پر اعتقاد رکھنے سے پیدا ہوتی ہو بہیمیت کے
احاطہ میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں یعنی عقل معاد عقل معاش میں روپوش ہو جاتی ہو اور
مجازات پر اعتقاد رکھنے سے اپنا ارادہ و اختیار ظاہر ہو کر رب مختار کے انکار کا سبب
ہو جاتا ہو یا باوجود اعتقاد کے رب کو معطل سمجھتا ہو اور دہری ہو جاتا ہو۔ پس جب
ایسا آدمی مرتا ہو تو اس ضعف کے سبب کے جو اس نشات میں ظاہر ہوتا ہو اس کی بہیمیت کا
حجاب شفاف ہو جاتا ہو۔ اور فی الجملہ اس کی ملکیت بروز کرتی ہو۔ اور یہ میل متحرک ہو
جاتا ہو لیکن وہ علمی اور عملی موانع جو وہ ذات باری کے متعلق رکھتا تھا وصول کے مانع
ہوتے ہیں اور اس کے نفس میں شدید وحشت اور ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ اور مختلف الانواع
عقوبات و تعذیبات متمثل اور متشبہ ہوتے ہیں۔ پس فبصرک الیوم حدید اسی اطلاع
اجمالی کی طرف اشارہ ہو جو من وراء الحجاب اس پر ظاہر ہوئی۔ اس وقت وہ اتنا
جانتا ہو کہ کوئی چیز ہے جس کا وصول اس کے لیے ممکن نہیں اور من کان فی هذه اعمیٰ
معتقدات حقہ کے عدم علم تفصیلی کی طرف اشارہ ہے۔ (تقی انور)

٣ه اور آیت رب لم حشرتنی میں اس طرف اشارہ ہو کہ اس وقت وہ حیرت میں رہا
کہ دنیا میں عقل سے جو بصیرت بینائی ہو ہر چیز کو جانتا تھا اب کیا ہوا کہ اس ادراک سے
کوئی تفصیل ظاہر نہیں ہوتی اور وہ نہیں جانتا کہ وہ عقل معاش تھی جس سے خود دنیا میں
بصیرت ظاہر ہوتی تھی نہ کہ عقل معاد جو اس نشات میں بصیرت کا سبب ہوتی ہے۔ (تقی انور)

کی طرف ہو کہ وہ اس وقت (مرنے کے بعد) حیرت میں پڑ جاتا ہو۔ اور دنیا میں
اس عقل کے ساتھ جو ورثہ بنائی ہو یہ خیال کرتا ہو کہ میں تو ہر چیز کو جانتا تھا
اب کیا ہو گیا ہو کہ اس کا ادراک تفصیلی نہیں ہو رہا ہو۔ اور وہ نہیں جانتا ہو کہ
اس دنیا میں وہ عقل معاش تھی جس سے دنیاوی امور میں کو بصیرت حاصل
تھی نہ کہ عقل معاد جو اس نشات میں مثمر بصیرت ہے (یعنی وہ عقل معاش پر
غور کرتا رہا عقل معاد پر غور نہیں کیا) واللہ اعلم بالصواب۔

اور آیت ولقد آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للہ ومن یشکر فانما یشکر
لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید[1] کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ چونکہ
ایتاء حکمت قول کو شامل تھی (لہٰذا) اس کا بیان ان اشکر میں واقع ہوا ہے
یعنی ایتاء حکمت یہی قول ان اشکر للہ تھا اور شکر کے معنی یہ ہیں کہ نفس الامر
کے حقائق و کمالات قوائے علمیہ و عملیہ میں سے ہر ایک کے ساتھ جو انسان میں ودیعت
ہیں ان کو جان کر ہر ایک کے مناسب حال اور وقت تصرف کرے اور تہذیبات
خاصہ کے ساتھ ہر ایک کو مہذب کرے تاکہ وہ اپنے کمالات پر فائز ہو جائیں اور اس
کامیابی سے اشارہ ہو اشکر کے اس قول کی طرف ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ
اور اگر یہ امور بجا نہ لائے گا تو خود کمالات سے محروم رہے گا نہ یہ کہ کوئی نقصان مبدأ فیاض
کو عائد ہوگا۔ اس لیے کہ عالم امکان کے کمالات سب بالقوت ہیں اور ان کا حصول

---

[1] اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی اور یہ کہ اللہ کا شکر کرتے رہو اور جو شکر کرتا ہو تو اپنے ہی بھلے
کے لیے شکر کرتا ہو اور جو ناشکری کرتا ہو تو اللہ بے نیاز اور ہر حال میں حمد و ثنا کے لائق ہو۔

[2] اے میرے پروردگار تو نے مجھے کیوں اندھا اٹھایا حالانکہ میں تو دنیا میں اچھا خاصا دیکھتا بھالتا
تھا اللہ فرمائے گا کہ تو بھی تو اسی طرح ہماری آیتوں کو فراموش کر گیا جب وہ تیرے پاس آئی تھیں
اسی طرح تو بھی آج فراموش کیا جاتا ہے (تیری بھی خبر نہ لی جائے گی)

شرائط کے ساتھ مشروط ہو۔ اور کمالات واجبی سب بالفعل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے
اس قول ومن کفر فان اللہ غنی حمید میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے
پس اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ حکمت علم سے مرکب ہے اور ہر ایک کمال کی مقدار قوی اور عمل کے
ہے جس سے تصرف ہوتا ہے تاکہ وہ مہذب ہو جائیں اور کمالات کے ساتھ واصل
ہو جائیں۔ اور سورۃ لقمان میں جس جگہ بھی حضرت لقمان کی وصیت کا ذکر آیا ہے
سب کا سب اسی جزئیات کا بیان ہے یا مبدأ کی نسبت کے ساتھ۔ یا اپنے نفس
کی نسبت کے ساتھ یا پھر آفاق کی نسبت کے ساتھ اور اس آیت کی تفسیر یا ایہا النبی
انا احللنا لک ازواجک[1] الی قولہ وبنات خالاتک اللاتی ہاجرن
معک[2] میں ایسا ارشاد فرمایا کہ بنات عم وعمات وبنات خال وخالات کے تقیید
ہجرت میں نکتہ یہ ہو کہ اجنبی عورتیں جب کسی کے عقد نکاح میں آتی ہیں تو ان
کو کسی طرح اس شخص کی ہمسری کا خیال نہیں ہوتا بخلاف اس عورت کے جو اس
کے قبیلہ یا خاندان کی ہو اور اس سے قرابت بھی رکھتی ہو تو اس کا خیال اس کے
ساتھ فطری ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے نکاح کو ہجرت سے مشروط فرما دیا جب تک ان کا
قدم عمل صالح ان سے ظاہر نہ ہو جائے ان کا امر جبلی سید عالم کی نسبت ان کے
دل میں سر نہ ابھارے اور سبحان الذی خلق الازواج کلہا[3] کی تفسیر میں
یہ ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوقات کے لیے تسبیح کی تقدیم سے مطلب یہ ہو کہ مخلوقات
متنوعہ کے خالق کے لیے یہ ضروری ہو کہ وہ تمام تقییدات سے مطلق اور تمام الوان سے
منزہ ہو کر اس کی نسبت تمام تقییدات والوان کے ساتھ مساوی ہوتی ہو۔ اس لیے

---

[1] اے نبی ہم نے حلال کیں تمہارے لیے تمہاری بیویاں الخ

[2] اور تمہاری پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بیٹیاں جنھوں نے تمہارے ساتھ وطن چھوڑا

[3] اور پاک ہے وہ جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے۔

اگر کوئی خاص تقید مقید ہوتا ہو تو اس سے وہی صادر ہوتا ہو جو اس قید کے ساتھ
ایک امتیازی خصوصیت و مناسبت رکھتا ہو اور تمام اشیاء کا صدور بتائن اختلاف
کے ساتھ جو ان میں ثابت اور موجود ہو اسی مبداء سے ہو سکتا ہو جس کی نسبت سب
کے ساتھ یکساں ہوتی ہو اور یہ بات اس کی تمام کیفیات سے تنزہ کے بغیر
ظاہر نہیں ہوتی اور فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء و الیہ ترجعون[1]
کی آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہر قسم کی تربیت تربیت اور
افاضہ میں اس وجود کے لوازم اور احکام ہیں اور اس کا ایصال اس کے کمال
طبعی و کسبی کے ساتھ ہے اور اس کے تمام احوال و اطوار کا انتظام علیحدہ ہے
بلکہ ہر فرد کا طریقہ خاص اور جدا ہے پس انواع و اشخاص میں ہر شے کا ایصال
اس کے مبلغ کمال کے ساتھ اور اس کے تمام احوال کا انتظام افاضہ وجود کی ابتدا
سے بلوغ کمال تک ہو رہی ہو بلکہ یعنی اس شے کی بادشاہی اور ملکوت مبالغہ
ملک سے ہو اور یہ بات مخصوص بغیر کسی قید کے مطلق ہے جو اپنی ذات کے ساتھ
مطلق اور اپنی صفات کے ساتھ تمام کیفیات سے منزہ ہوتی ہو اور اس کی نسبت
کائنات کے تمام ذرات کے ساتھ برابر ہوتی ہو اور اس آیۂ کریمہ تقشعر[2] منہ جلود
الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ کی
تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ وجد ابتدائے
احوال سے ہے اور اطمینان و سکون مقامات انتہا میں سے ہے جو لطیفۂ روحیہ کے

---

[1] پاک ہے وہ جس کے قبضہ میں ساری حکومت ہو اور اسی کی جانب تم پھر واپس ہو گے۔
[2] کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے ان کی کھال پر کے بال جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر
نرم ہو جاتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد میں۔

خواص سے ہے اور وہ (وجد) لطیفۂ قلبیہ کے خواص سے ہے اور آیۂ کریمہ لمقت[1]
اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون کی تفسیر
میں ارشاد فرمایا کہ چونکہ ہر انسان کی حقیقت میں ایک نقطۂ قدسیہ ودیعت کیا
ہوا ہو اور وہی نقطہ توحید و عبادات سے فطری خصلتوں کا مقتضی ہو گیا ہو بلکہ بسبب
شہوات میں انہماک اور شیطان کی اتباع وہ نافرمانی کرتے ہیں اور اس کی
نقطۂ قدسیہ کی مخالف سمت جاتے ہیں اور یہی ان کا اپنے نفس پر مقت ہے جب
کشف کا وقت عطا ہو گا تو اسی بات کو آئینۂ حق میں دیکھیں گے۔ وہی ان کا مقت
ہے جو اس حال میں (وقت) مقت حق ہو گا اور وہی اگرچہ نقطۂ قدسیہ کی نامرضیات
کی طرف جو (جس سے مراد) طوق و سلاسل میں باندھ کر دوزخ کی طرف کھینچا جانا
ہے جو حق کی نامرضیات کا امتثال ہے اور چونکہ وہ عالم دار السبوغ ہو اس لیے
وہ اکبر ہو گا۔ اور آیۂ کریمہ ثلۃ[2] من الاولین و قلیل من الآخرین کی تاویل
میں جو سابقین کے بارے میں وارد ہوئی ہو یوں ارشاد فرمایا کہ مومنین میں السابقین
اور اصحاب الیمین کی تقسیم ہو جس نے ورود پایا ہو (جو قرآن میں وارد ہوا ہے) اور دوسرے
مقام پر فرمایا ہو کہ منھم[3] ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات اور میں

---

[1] اللہ بیزار ہوتا تھا اس سے زائد جتنے تم بیزار ہوتے اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین
(ایمان) لانے کو پھر تم منکر ہوتے تھے۔ [2] بہت ہیں پہلوں میں اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں
(یعنی اعلیٰ درجہ کے لوگ پہلے بہت ہو چکے ہیں پیچھے کم ہوتے ہیں)
[3] یعنی ایمان والوں کی تین قسمیں ہیں، بعض تو گنہگار ہیں جو اپنی جانوں پر کبائر و صغائر
گناہوں کے ظلم کر رہے ہیں (یعنی اس کتاب پر ایمان تو ہے لیکن عمل نہیں کرتے) اور بعض ان
میں سے درمیانی حالت میں ہیں کہ عامل تو ہیں لیکن تھوڑے۔ اور بعض کا ایمان بھی یعنی
ایمان بھی ہے اور عمل بھی پورا ہے، ہر نیک کام میں پیش قدمی کرتے ہیں

لطائف عشرہ بارزہ کے اعتبار کمال سے ہے یعنی عقل وقلب وروح۔ کیوں کہ نبوت
میں انہیں لطائف کی تہذیب کا افاضہ بالاصالۃ مقصود تھا نہ باعتبار کمالات
لطائف کامنہ جو کمالات ولایت سے ہے۔ سابقین وہ گروہ ہیں جو اس مقام سے
اخذ کرنے والے ہیں جہاں قضا منعقد ہوتی ہے نبوت کی وجوہ سبعہ میں سے جیسے
نبوت، امامت اور حکمت وغیرہ جس کی تفصیل حجۃ اللہ البالغہ میں تشریح سے لکھی ہے
فهذا[1] الاخذ ان كان بالاصالة فهو النبي والمحدث والمفهم والا
فان اخذ بشهادة قلبه فهو من تماثيل هؤلاء لكن من زمرة اصحاب
اليمين جملة السابقين وان اخذ بادنى مناسبة او بصورة تقليد
فهو ايضا من تماثيل هؤلاء۔ پس جب آنحضرتؐ کے ظہور سے تدلی الٰہی
مثالی نے بروز فرمایا تو تمام مستعدین نے اسی سے اخذ کیا ...... من[2] كمال
وراثته صلى الله عليه وسلم فانهم ياخذون بوراثته عليه الصلوٰة
والسلام من منبع القضاء الذى هو من احكام الله الذى هو تعين عجب
الاعجاب البحتية للملاء الاعلى وهو فوق التدلى المثالى۔ پس اس سر کی
بنا پر طائفہ سابقین ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین ہو گئے۔ لیکن تدلی مثالی

---

[1] یہ اخذ اگر بالاصالۃ ہے (یعنی اللہ سے براہ راست افاضہ کیا ہے) تو وہ نبی ہے اور محدث
اور مفہم۔ اور اگر اپنے قلب کی شہادت سے اخذ کیا ہے تو وہ اس گروہ کے نقوش
کمالات سے ہے۔ لیکن جملہ سابقین اصحاب یمین کے گروہ میں سے ہیں۔ اور اگر کسی
ادنیٰ مناسبت سے اخذ کیا ہے یا صرف تقلید سے تو وہ بھی ان حضرات وقلب کی
شہادت والوں کے نقوش کمالات سے ہے۔

[2] کیونکہ وہ لوگ اخذ کرتے ہیں نبی کی وراثت سے منبع قضا سے جو اللہ کے احکام سے ہو۔ وہی
تعین ملاء اعلیٰ کے لیے عجب انجذاب بحتیہ کے ہو اور تدلی مثالی کے اوپر ہے۔

کے ظہور کے بعد لطائف کامنہ کی تہذیب بوجہ اتم ظاہر ہوئی۔ اور باب ولایت
کھل گیا اور باب نبوت بند ہو گیا جیسا اس کا ذکر گذر چکا۔ جس شخص کے لطائف
بارزہ کامنہ خاص طور پر تجربت اور انانیت کبریٰ کمالات کے ساتھ متجلی ہو گئے
تو بالفعل وہ اس بات کے قابل ہو گیا کہ وہ تمام کمالات ومناصب کے افاضہ وظہور
میں جارحہ الٰہی ہو جائے۔ اور (لیکن) بالفعل اس کو یہ بات نہیں دیتے لیکن ہاں مگر جو
اس کے مزاج اور وقت کے مطابق ہوتا ہو۔ کبھی وہ سابقین کی صفوں میں بیٹھتا
ہے اور کبھی اصحاب یمین کی۔ حالانکہ درحقیقت وہ سب سے یگانہ اور سب میں سے
(یعنی باہمہ اور بے ہمہ) مگر یہ کہ وہ گردش کرتا ہے اور جذبات ان اطراف کی
طرح اقتضائے ذاتی جوش مارتا ہے پس ان انجذاب بحتیہ کی امثال کو اس بارہ میں
ایک دخل ہوتا ہے۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک رات میں نے واقعہ میں دیکھا کہ مجھ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونما ہیں۔ دوبارہ جب غور کیا تو خود کو آنحضرتؐ کا عین
پایا۔ اسی وقت زوجہ ثانیہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ ایک گوشہ میں نماز پڑھ
رہی ہیں اور ہیئات صالحات ان پر نمایاں ہیں۔ اور ان کا ازدواجی تعلق ذات اقدس
نبوی میں فنائے کلی اور بقائے اکمل کے ساتھ میں اپنے جیب محسوس کر رہا ہوں
اور اس پر متعجب ومتحیر ہوں کہ اس تمام وصف اتحاد کے باوجود جو آنحضرتؐ
کے ساتھ ہے پھر یہ ظاہری تعلق کیا ہے۔ اسی اثنا میں یہ بات دل میں ڈالی گئی کہ
آپ کا یہ تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعلق کی طرح ہے جو آپؐ کو حضرت
زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا جس پر ملاء اعلیٰ کی زبان سے بحکم زوجناکہا
مرتب ہوا تھا اور اس وقت اس آیت کا مطلب واضح ہو گیا کہ کاملین کے حق میں
مداخلت امور شہویہ دنیویہ میں بمقتضائے وسعت حقیقت اور اس کی جامعیت تمام

حقائق وجودیہ وکونیہ پر ہوتی ہو برخلاف عوام جناس کے کہ ان کا وصول لذت بمقتضائے
قوائے بدنیہ کے ہے اور واسع الحقیقت ہے (یعنی وہ لذت شہوی جس کو ہم صرف
نفس تک محدود رکھتے ہیں یہ حضرات جامع روحانی کی لذت یعنی سرور محض سے
مستفید ہوتے ہیں) اور وارد دنیا میں لذات بوجہ اول مذکور حاصل کرتے ہیں
اور جب عالم قبر میں گئے تو بسبب عدم محکومیت، مادہ جو اس کے نفس جامعہ کا مرکب
تھا اس جگہ (عالم قبر میں) معطل ہو جاتا ہو (یعنی خواب کا مادہ محکوم نہیں ہوتا یعنی
ہم اسے اپنی خواہش کے مطابق محکوم نہیں کر سکتے۔ پھر جب ایسے موطن (یعنی
عالم برزخ) میں منتقل ہوتا ہے جہاں اختلاط مثال وجسد ہے (یعنی اضطراری
طور پر عمل کا ظاہر ہونا) تو اس مادہ کی اطاعت موطن کی قابلیت کی وجہ سے عود کر آتی
ہے بلکہ بروجہ اتم ہوتی ہے اس لیے کہ نفس ناطقہ وہ نقطۂ وحدانیہ ہو جو تمام صور
انسانیہ کے احکام کا جامع ہو سکتا ہو۔ اور یہ مادہ جو صورت مثالیہ وجسدیہ میں جامع
ہے کسی صورت میں صورت انسانیہ کا تقاضہ کرے رکاوٹ نہیں رکھتا (یعنی یہ
مادہ جو عالم مثال میں ہو خواب میں نظر آنے والے اشکال کے علم اجسام کی طرح
ہے) پس اس وقت وہ استیفاد علی وجہ کمال واپس آتا ہو بلکہ اس میں تمام
حقیقت کا سریان اس کو حاصل ہوتا ہے اگر اس کے بعد شیون ربوبیت کی
طرف نظر کرے تو اپنے کو ان سب کے ساتھ پائے گا۔ اور اسی طرح بقیہ اشیاء
کو بھی اپنا مظاہر ادراک کرے گا۔ اور اگر ان حقایق امکانیہ میں نظر کرے گا
تو اپنے نفس کو تمام جزئیات میں ساری پاوے گا اور تمام قوی وجو اس سے
اس کے مناسب لذت حاصل کرے گا۔ الحاصل ان مرحومہ کا وہ رابطہ جو بوجہ
ان خصوصیات و امتیاز کلی کے اپنے ساتھ تھا اس عالم میں بھی ظاہر ہوا
اور یہ خواب بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ مرحومہ رحمہا اللہ تعالیٰ دربارہ تقدد

بار بصورت صالحات و بلباس فاخرہ عبادات میں مشغول دکھائی دیں۔ اور ان کی
صفت طہارت کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن یہ بھی فرمایا
کہ بعد وفات دل میں یہ خلش اٹھتی ہو کہ آنحضرت ؐ کے اس فرمانے کی حضرت
عائشہ رضؓ کے حق میں کیا وجہ ہو کہ حضرت جبرئیلؑ ان کے لحاف میں نزول
فرماتے ہیں اور تبلیغ وحی کرتے ہیں اور یہ خصوصیت ان کے سوا کسی کو حاصل
نہیں ہو اور اس خصوصیت کا کیا سبب ہے۔ پھر جب مرحومہ کا نزول صورت
مذکورہ میں ظاہر ہوا تو وہ شبہ رفع ہو گیا۔ کہ ان کی ہیئت طہارت اور اس کے
نور کو اپنے میں پایا۔ اور باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی حالت میں ہوں میں
نے کوئی فتور نہیں دیکھا (اور) اس کی وجہ یہ ظاہر ہوئی کہ وہ ان عفیفہ کی طہارت
جبلی کا عکس ہوتا تھا جو ان کی کدورت زمانی میں طہارت کے منافی نہیں
ہوتا تھا۔ اور اس کا بھید یہ واضح ہوا کہ ہر چند کوئی خصلت طہارت سے متصف
ہو جب احوال طاریہ جو اس کی ضد ہوتے ہیں دوسرے کی طرف سے پرتو
ڈالتے ہیں تو اس خصلت کے جمال کو اپنی کیفیت سے مادر کر دیتے ہیں مگر
اس طرح کہ دوسری جانب بھی طہارت کے نور اور لطافت کی صفت سے متصف
ہو جنبات خارجیہ و نسبیہ (یعنی دنیاوی نسبتیں) داخل نہیں ہو سکتی اسی لیے
حضرت عائشہ رضؓ کے بستر پر حضرت جبرئیلؑ کے نزول کا سر یہ تھا۔

ماہ شعبان سنہ ۱۲۱۱ھ میں جب کہ رمضان المبارک جو آپ کے اعتکاف کی
میعاد تھا قریب پہنچا اگرچہ ان ایام میں بارش کی شدت تھی اور دریائے جمنا
میں جو اطراف بلدہ شاہجہان آباد میں واقع ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے وہاں
کا سیر و سفر ممکن نہ تھا۔ اس بندہ کاتب حروف کو ان حالات کے تحت
نہایت اضطراب لاحق ہوا کہ اس وقت شرف حضوری اور سعادت زیارت

آستانہ کس طرح نصیب ہوگی۔ یہ مشکلات اور اپنا اضطراب حضرت اقدس کے
حضور میں عرض کیا۔ آنجناب کی طرف سے ان الفاظ میں عنایت نامہ والا
صادر ہوا کہ پورا سال اسی خیال میں گزرا ہو کہ رمضان کا چلہ اپنے احباب کے
ساتھ اطمینان و سکون سے گزاریں گے۔ بہرکیف اپنے کو معاف نہ رکھنا چاہیے
اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ضرور کوئی صورت پیدا فرما دے گا اس کے فضل
بے علت سے اسی کا یقین اور امید ہے۔ انتہی جس وقت یہ عنایت نامہ صادر ہوا
تو دل فدویت منزل کو ایسا بے قرار کیا اور ایسا قلق و اضطراب طاری ہوا کہ
غایت شوق و اشتیاق سر و پا کی تمیز نہ رہی اور راستہ کی مشکلات و مصائب
کا کوئی اندیشہ و خوف دل میں باقی نہ رہا۔ اسی وقت سے ادھر کعبۂ مقصود
کے طواف کا احرام باندھا اور ادھر نفس مبارک نے جلوہ گری کی اور آپ کے
تحریر فرمانے کے مطابق بے کم و کاست واقع ہوا۔ بارش جو مسلسل ہو رہی تھی
ایسی بند ہوئی کہ ایک بوند بھی نہ ٹپکی اور راستہ کی دشواریوں سے محفوظ
و مامون ہو کر اس مقام فیض نظام پر پہنچ گیا اور اپنی جبین نیاز کو خاک آستانہ ولایت
آشیانہ سے منور کیا اور جیسے ہی شرف قدم بوسی حاصل کر کے خدمت اقدس میں
بیٹھا اسی وقت سے اسی شدت و تیزی سے بارش شروع ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا
کہ ہمارے پہنچنے ہی کا اسے انتظار تھا۔ پھر دوسرے ہی روز سے شرف اعتکاف
اور مجاہدت عقبۂ علیہ سے مشرف ہوا اور ان ایام میں جو کچھ فیوض و برکات
حضرت اقدس کی طرف سے اس غلام پر صادر ہوئے کیا بیان کیے جائیں کہ ان
کے شکر کی ادائیگی حد بیان سے باہر ہے۔ ؎

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار — کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست

لے اے ابر بہار تیرے فیض کا شکر چمن کیسے ادا کر سکتا ہے کیونکہ خار و گل سب تیرے ہی پروردہ ہیں

اکثر اوقات جب خلوت خاص میں باریابی ہوئی تو اسرار بلند (اعلیٰ) و معارف
ارجمند کے ارشادات سے سرفراز فرماتے۔ ایک روز مجھے مخاطب فرما کر ایک ایسی
بات زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائی جس کو اس فدوی نے سارے اعتکاف
کا ماحصل جانا۔ کہ اے فلاں تمہارے یہاں ہونے سے میں نہایت انس پا رہا ہوں
اور مجھے بہت آرام مل رہا ہے۔ ؎

کنوں چوں شہ مرا برداشت از خاک — سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

ایک روز جب کہ یہ خاکسار خدمت اقدس میں حاضر تھا ارشاد فرمایا کہ بعض
اوقات ملائکہ سفلیہ قطرات نورانیہ کے مانند نظر آتے ہیں لیکن نہ تو اس طرح کہ
صرف نگاہ ظاہری سے محسوس ہوتے ہوں اور نہ وہم و خیال سے بلکہ بین بین
کہہ سکتے ہیں۔ اور مسامحہ کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ جو آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں
اور ان کے حقایق معلوم ہو جاتے ہیں جس طرح فضا کے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں
کہ ہوا کا ایک مناسب تعفن بہم پہونچتا ہے جس سے ضعیف نفوس کی استعداد کو
فیض پہنچتا ہے اور اس وقت اس مادہ سے مناسبت رکھنے والے نفوس اس
سے فیض پاتے ہیں اسی طرح وہ سرزمین جس کے عنصر میں ہوا غالب ہوتی ہے
اور دوسرے عناصر مغلوب۔ ایک لطیف تغیر اور شریف تعفن اچھے اوقات اور
مبارک و مسعود قرآنات میں ہوتا ہے۔ بس وہ نورانی نفوس کے مادہ کے لیے
مفاض ہوتے ہیں اور وہ مادہ اگرچہ ہوائی تعین و تقرر ان نفوس کے جسد مطیہ کا

لے اب جب کہ بادشاہ نے مجھے خاک سے اٹھایا تو میرے لیے یہ لائق ہے کہ میں سر کو افلاک سے بلند کروں (فخر کروں)

ئے کوڑوں کا ذکر نہیں کرتے یا ان کی حقیقت پر زائد بحث کرنا نہیں چاہتے

تے ہو۔ یا تری کی وجہ سے کیفیت کا بدل جانا۔

ہو تو نہیں ہو سکتا اور نہ فنا ہو سکتا ہے۔ لیکن خاص قسم کی شکل کو قبول کر لیتا ہے بلکہ
نا شخصہ اشکال کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اور مدور یا مثلث یا مسدس یا مسطح ہو جاتا ہے
اور ان نفوس کے افاضہ کے وقت ہر ستارہ جو حکم ہوتا ہے یہ ملائکہ اس کے لشکر میں
شامل ہو جاتے ہیں۔ پس بعض حروف و الفاظ کے ساتھ ایک خصوصیت رکھتے ہیں
اور اس کے موکل ہوتے ہیں۔ اور بعض دوسری اشیاء کے ساتھ اور احکام کواکب
کی شمولیت کے مطابق ان کے حقائق بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار و لاتعد و
اقسام ظاہر ہوتی ہیں اور وما یعلم جنود ربک الا ھو سے اسی کی طرف اشارہ ہو سکتا
ہے۔ اور اس قسم کے ملائکہ کو کسی علم و تجلی کی خبر نہیں ہوتی بلکہ یہی ایک نورانیت
ہوتی ہے نور طہارت کی قسم سے جو انوار معنوی سے ہے۔ اور جو ملائکہ از قسم جن ہیں
ان کی قسم علاحدہ ہے اور ان کی ایجاد بمنزلہ ایجاد انسانی و جنی ہے اور وہ جو
مقامات متبرکہ اور ذکر کی مجالس میں طواف کرتے ہیں وہی قسم اول ہیں اور قسم
دیگر مرتبۂ ثبوت میں تعینات صرف کے تجرد سے ظہور پاتے ہیں کیونکہ نور محض ہیں
اور انہیں کو عقول کہتے ہیں اور یہ قسم عالم ایجاد کے لوازمات سے ہے اس کی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک کرہ (گیند) بنائے۔ پس اس کی ایجاد
کے لیے منطقہ و محور ہونا ضروری ہے اور حقائق کل افراد انسانی بھی اس مرتبہ
میں ثابت و متفرد ہیں۔ اور ان افراد میں سے کوئی فرد ایسا نہیں ہوتا جس سے
نشات میں سے کسی نشا کی تربیت بوجہ من الوجوہ مربوط نہ ہو اس لیے کہ یہ فرق
جود و ایجاد کے وسائط ہوتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تدلیات الٰہیہ میں سے ایک
قسم وہ ہوتی ہے کہ جب کسی شخص کے حق میں ملاء اعلیٰ کے ضمن میں داعیہ مقدسہ
منعقد ہوتا ہے کہ اس کو صورت الٰہی سے خطاب کیا جائے تو اس وقت مادہ ترف
بعض اجزائے کثیفہ ہوائیہ سے انعقاد قبول کر کے صورت الٰہیہ کا ہیولیٰ ہو جاتا ہے

گویا وہ جسم ہے اور تجلی الٰہی اس کا نفس ناطقہ۔ حتیٰ کہ جب تُو اس کو بنظر غائر دیکھے تو ملاء اعلیٰ
سے لے کر ذات بحت تک اس میں نافذ ہو جاتا ہے۔ اور مادہ ہوائی پر اس قسم کی تجلی کا
سبب یہ ہے کہ مادہ مجموعہ ہوا تاثیر ہمت کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ حضرت
موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا قصہ توریت میں مذکور ہے وہ گویا ایک
طلسم تھا جو اللہ نے اسی قسم کی تجلیات کے نزول و اظہار کے لیے تعلیم فرمایا۔ اور یہ
حضرت موسیٰؑ کے عظیم مناقب میں سے تھا۔ واللہ اعلم

ایک روز مغرب و عشا کے مابین بندہ کاتب حروف خدمت اقدس میں حاضر
تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجلیٔ ذات کا لفظ جو لوگوں کی زبانوں پر جاری ہے اگر
اس سے نقطۂ ذات صرف (جو اعتبار و ثبوت کے فوق ہے) مراد لیا جائے تو وہ خود
دوام نہیں رکھتا اور وہ برق خاطف کی طرح ہوتا ہے اور اگر تجلی اعظم کا شہود بغیر
اسماء و صفات کے ملاحظہ کے مراد لیا جائے تو اس کا دوام ہو سکتا ہے۔ مگر یہ کہ کبھی اس
سے ذہول[1] ظاہر ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ باطن میں یعنی حجر بحت کی راہ سے اس
آشنائی ہے لیکن شہود کے وقت لطیفہ سِرّیہ اس کو کسی قید کے ساتھ مقید کر دیتا ہے
لیکن یہ تقیید اسی لطیفہ کی جانب سے ہوتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ حقیقت انتہائی
نزاکت و باریکی میں ہے اس لیے کہ وہ وہی نقطۂ خالصہ ہے جس نے نفس کلیہ میں تجلی
کیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اس تجلی اعظم نے ان احجار بہتیہ کو جو اس تجلی کا نمونہ ہیں اپنے
کمال رخسار[2] کے حقائق میں ودیعت کیا ہے یعنی یہ احجار بعض تعلقات کے بعد بمنزلہ
اس کی شعاع اور اس کی خلعت ہو جائیں۔ پس یہ بات بذات مختلفہ کے ساتھ

---

[1] غفلت اور خود فراموشی

[2] رخسار، حقیقت جامعہ کو کہتے ہیں اور یہی فاتحۃ الکتاب ہے۔ بعض لوگ رخسار سے وحدانیت بھی مراد لیتے ہیں۔ (تعلق اوسا)

اس تجلی کے بروز کا سبب ہو جاتی ہے اور ارشاد فرمایا کہ افراد میں سے کوئی فرد جب اپنے
حجر بحت کی حیثیت سے اس معنی (حجر) کو اپنا مقام پائے تو تمام علوم و معارف کو پس پشت
ڈالتا ہے۔ اور شعر

مُخْلِقَتْ أَطْوَاسُ الْعُلُوْمِ لِغُرْبَتِهِ   تَنُوْحُ كَمَا نَاحَتِ النِّسَاءُ الثَّوَاكِلُ

اس جگہ متحقق ہو جاتا ہے مگر یہ کہ وہی تجلی اعظم ایک علم کا اس شخص کی راہ سے اظہار
فرماتی ہے اور اس وقت اس کی زبان اسی کے ساتھ جاری ہو جاتی ہے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے وجدان کو اگر رویت سے تعبیر کیا جائے
تو بعید ہے۔ اس نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ اس کی وجہ سے اکثر احکام اور کیفیات قلبیہ
ضعیف ہو گئی ہیں اس لیے کہ وہ احکام رنگ و کیفیت کا تقاضا کرتے ہیں اور اس
معنی کی بے کیفی اور بے رنگی ان کی نفی کرتی ہے اور یہی حال خوابات و واقعات
میں ہے کہ اس حال کا غلبہ ان سب کو متلاشی و فنا کر دیتا ہے اس سرنگوں کی وجہ
سے جو کیفیات قلبیہ میں پایا جاتا ہے، نیز ایک وقت ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے ظہور
کمالات کی تنظیم میں جو افراد و کمال کے احجار مقیہ کے مطابق ہوتی ہے، جس سلطان
کی تربیت مقصود ہے اور یہ بات اس نشأت کے لوازم وجود سے ہے کہ جس طرح کرہ
کے وجود کے لیے منطقہ و محور ضروری ہے اور نقاط محیط کے لیے مرکز ضروری ہے
اگر تجلی اعظم کے کمالات میں سے کوئی شان و کمال حجر بحت کے واسطے علوم یا احوال
کے اقسام میں کسی فرد کامل میں ظاہر ہو اور اگر اس کے بعد کوئی دوسرا کامل پیدا
ہو تو ضروری ہے کہ علم و معرفت یا جو کچھ اس کے علاوہ از قسم کمالات ہو وہ اس کامل
ثانی کی حقیقت سے جوش مارے (تو وہ) کامل اول کی حقیقت کمالیہ پر مترتب و متفرع

لہ اور ان کی پیشانی میں علوم کے اطوار پیدا کر دئے گئے ہیں (علوم کی نشانیاں) وہ نوحہ
کرتی ہیں ان عورتوں کی طرح جن کے بچے مر چکے ہیں۔

ہوگا (منحصر ہوگا) مثلاً وہ علم جس نے تجلی اعظم کا حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے حجر بحت کے تقاضہ سے ظہور فرمایا یہ تھا کہ حضرت تجلی اعظم نے صور ناسوتیہ میں بروز
کیا۔ اور اپنے احکام ظاہر فرمائے۔ پھر جب حضرت عیسیٰؑ عالم وجود میں آئے (تو) اس
حقیقت مقدسہ نے ان کے نفس ناطقہ کو اپنا مظہر فرما کر اپنے احکام کا اظہار کیا (پھر)
جب وہ اس عالم سے اٹھا لیے گئے تو آلہیت غالب آگئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا۔ پھر
جب اس کے بعد ذات جامع کمالات خاتم الانبیاء جلوہ گر ہوئی (تو) اس حقیقت کمالیہ
آلہیہ نے باوجود منصہ نفس ناطقہ کاملہ پر ظہور کے نقاب عبدیت اپنے چہرہ پر ڈال لی
(پھر بھی) اس سب کے باوجود آپ کی ذات مبارک دونوں آثار مرج البحرین
یلتقیان بینھما برزخ لایبغیان کی مصدر ہو گئی اور جب وہ دورہ نبوت ختم
ہو گیا اور باب ولایت کھلا تو اسی طرح طبقۃً طبقہ حقیقت کمالیہ بصورت مترتبہ
متفرعہ ظاہر ہوئی (یعنی یکے بعد دیگرے ہر ولی ان کمالات کو حاصل کرتا رہا۔۔)
اور یہ معاملہ افراد کاملین کا ہے۔ لیکن مجدد کے وجود سے وہی کمال اول، رونق و تازگی
حاصل کرتا ہے نہ کہ کوئی علاحدہ کمال ظہور پذیر ہوا ہے پھر آیۂ کریمہ فبھدا ھم
اقتدہ کے اسرار میں ایسا ارشاد فرمایا کہ انبیائے سابقین صلوات اللہ علیہم
اجمعین میں ہر ایک الگ الگ کمال میں مخصوص تھے اور اس میں انتہائی رسوخ
اور پختگی رکھتے تھے، پھر جب خاتم الانبیاء کے وجود سراپا جود کا زمانہ آیا
تو نفس کلیہ نے جو ان تمام نفوس موصوفہ پر بہ کمالات خاصہ بالکمال وسعت
حاوی تھا آنحضرت کے نفس ناطقہ کی صورت مقدسہ میں نزول کیا، پھر وہ تمام
نفوس اس نفس کا ملہ قدسیہ کے رقائق (شاملات) ہو گئے اور ان کے تمام کمالات
ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس نفس میں سونپ دیئے گئے پھر ضرور تا قصد و ارادہ
کے تعلق سے اس سب کے بموجب عمل پر مامور ہو گئے۔ چونکہ کاملین اشخاص میں

ہر ایک نے اُن کمالات میں زمانِ سابق میں اس نفسِ مقدسہ میں ایک رسوخ پیدا کر لیا تھا اسی نے اس ذاتِ مقدس میں اس کے بعد ظہور کیا (اور) اس بات کو لفظِ "اقتداہ" سے تعبیر فرمایا گیا۔

حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ۲۴ رمضان المبارک روز چہار شنبہ بوقت اشراق حجرۂ اعتکاف میں غنودگی طاری ہوئی اور اسی حالت میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ ہاتھی پر سوار ہیں۔ لیکن وہ عماری جس پر آپ سوار ہیں ویسی نہیں ہے جیسی ہمارے ملک میں ہوتی ہے بلکہ زین کی طرح کی ایک چیز ہے جو اس کی گردن کے نزدیک بندھی ہے اور ایک جماعت آپ کے ہمراہ ہے اور اسی ہاتھی پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے اور گوشت کو تیل میں بھون رہا ہے۔ جب میں نے یہ صورت حال مشاہدہ کی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ہر قوم کا ایک جدا طریقہ ہے اور سخاوت کا طریقہ ان کی قوم کے رواج کے مطابق یہی ہے کہ ان کے ہمراہ کھانا پکا کر لیے جا رہے ہیں۔ بعد ازاں آپ ہاتھی سے اترے اور فرش بچھا کر دسترخوان لگایا اور اسی اثنا میں از قسم بریاں گوشت آپ کے روبرو رکھا گیا اور آپ کے خدام وہ گوشت اور روٹی تمام لوگوں کو تقسیم کر رہے ہیں اتنے میں میں بھی خدمت اقدس میں پہنچا آپ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور جس کنڈلی سے خود بدولت نوش فرما رہے تھے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کھاؤ میں نے کھانا شروع کیا۔ کھانے کے بعد مجھ کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ میں عربی زبان کو جانتا ہوں لیکن عبرانی زبان سے بالکل نابلد ہوں اگر آپ (حضرت موسیٰ) عربی زبان جانتے ہوں تو استفادہ کا طریقہ آسان ہو گا ورنہ خیر (دل میں) آپ نے فرمایا کہ میں عربی زبان کم جانتا ہوں۔ پھر میں نے چاہا کہ توریت میں سے کچھ آپ کے سامنے پڑھوں لیکن پھر مجھے تامل ہوا کیونکہ توریت عبرانی زبان میں ہے اور میں عبرانی زبان سے ناواقف

ہوں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اچھا دو تین جملے اس میں سے تبرکاً اسی زبان میں پڑھنا چاہیے۔ لیکن جب نسخۂ توریت آیا تو وہ عربی میں تھا میں نے اس میں سے تھوڑا قصہ حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام کی پیدائش کا پڑھا بعد ازاں ایک برہمن آیا اور ان سے مسلمانوں کی شکایت کی جو اس وقت ملک ہندوستان پر قابض ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میں جب اس شہر میں پہنچا تو عجیب لوگ نظر آئے۔ اور ان کی بعض بے باکیوں کا ذکر کیا۔ فقیر نے عرض کیا کہ ملت مصطفویہ میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہو گئے ہیں یہ تمام بے باکیاں انہیں لوگوں کی وجہ سے ہیں ان میں سے تین فرقے ہندوستان میں بہت ہیں ایک فرقہ زندیقوں و ملحدوں کا ہے جو قرآن کو صرف باطنی معنوں پر قیاس کرتا ہے جس طرح قرآن عظیم میں حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں فرعون کے غرق ہونے کا قصہ مذکور ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نفس کی قوتِ ملکیہ نے ظاہر ہو کر قوت بہیمیہ کو ہلاک کر ڈالا۔ جب میں نے یہ بیان کیا تو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا دیے۔ اور دوسرا فرقہ اثنا عشریہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد در اصل خلیفۂ برحق صرف آپ کے ابن عم حضرت علی مرتضیٰؓ تھے اور ان کے بعد گیارہ دیگر اصحاب کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس میں بھی تحریفیں رکھتا ہے۔ پھر میرے دل میں یہ آیا کہ میں کہہ دوں کہ تیسرا فرقہ وہ ہے جو فروع میں بہت غلو رکھتا ہے اور مجتہد کو واجب شرع جانتا ہے لیکن اس تیسرے فرقہ کا میں ذکر نہ کر پایا تھا کہ جاگ پڑا۔

پھر جب عشرۂ اخیرہ کی وتر راتوں میں سے دوسری رات یعنی تیئسویں شب ہوئی تو آخر شب اس خاکسار سے ارشاد فرمایا کہ یہ رات عبادات کی مقبولیت میں ایک خصوصیت رکھتی ہے۔ جب دن ہوا تو اس غلام نے خدمت اقدس میں اس کی

تشریح چاہی۔ ارشاد فرمایا کہ اس شب تجلی اعظم نے صورت مثالیہ کے ساتھ انشراح
رکھا اور اس کیفیت کا مقتضا قبول طاعات رہا ہے۔ اس وقت زبان اسرار سے یہ
بھی فرمایا کہ کامل جب اس عالم سے انتقال کرتے ہیں تو ان کی تمام اختیارات و
عادات ان سے سلب کر لی جاتی ہیں پھر وہی تجلی اعظم جس رنگ میں کہ وہ ہوتا ہے
ان میں سریان کر کے تصرف کرتا ہے۔ پھر دوسری وسطرات میں جب کہ یہ خاکِ
شرفِ اندوزِ حضور تھا اچانک ارشاد فرمایا کہ آسمان کے دروازوں کا کھلنا اور
ملائکہ کا نزول جو شبِ قدر کے بارہ میں وارد ہوا اس سے مطلب اس عالم میں تو
مثالیہ کا ظہور ہوا اور اس میں طاعات و عبادات قبول ہوتی ہیں۔ اور یہ بات
اسی رات متحقق ہوئی۔ اس وقت اس غلام نے انوارِ معنویہ محسوس کیے اور جب
چہرۂ مبارک پر نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ انوار نگاہوں کا حجاب بن گئے ہیں جس سے ایک
طرفہ سکون مل رہا تھا۔ پھر جب نماز تراویح سے فارغ ہوئے تو خواجہ محمد امین نے
جو امام جماعت تھے بیان کیا کہ تین دوگانہ تراویح کے باقی رہ گئے تھے کہ مجھ پر
ایک ایسا حال طاری ہوا جو اس سے قبل کم ظاہر ہوا تھا اس وقت جب میں نے
آسمان کی طرف نگاہ کی تو اس کو انوار سے معمور دیکھا۔ اور حافظ صاحب مذکور بیان
کرتے تھے کہ اس وقت قوتِ علیہ کو اپنے میں دوگنا پایا تھا اور معرفت دوبالا
ہو گئی تھی۔ پھر تمام اصحاب قیام لیل کے لیے آمادہ ہو کر نماز میں مشغول ہوئے اور
خود بدولت بہ نفس نفیس تھوڑا دراز دیٹ کر ہو کر اٹھے اور وضو فرما کر اندرون
حجرۂ اعتکاف مشغول ہوئے اور یہ غلام اور حافظ جیو حجرۂ اعتکاف کے دروازہ
پر نماز میں مشغول ہوئے۔ اس وقت حافظ جیو کہنے لگے کہ میں اس حجرہ کو انوار
و فیوض سے بھرا ہوا اور مالا مال پا رہا ہوں اور اس سے بہت متعجب و متحیر ہو رہے تھے
اس وقت اس غلام کے دل میں یہ خطرہ آیا کہ اگر حضرت اقدس مجھے اس وقت

آواز دیں تو میں نماز کی حالت ہی میں جواب دوں۔ اچانک آپ نے عام طور پر (جیسے
آپ پکارا کرتے تھے) اس غلام کا نام لے کر آواز دی میں بعجلت تمام حجرہ کے دروازہ
پر پہنچا۔ آپ نے دستِ مبارک سے دروازہ کھولا اور خلوتِ خاص میں روبرو
قریب بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور اثناء ارشاد فرمایا کہ (یہ رات) ایک قسم کی تجلی ظہوری
رکھتی ہے۔ چوں کہ اس وقت اس کی تفصیل کا اظہار نہ فرمایا لہذا مجھے بھی جرأت
نہ ہوئی اور خاموش مواجہہ میں بیٹھ گیا اور بہت دیر تک شرفِ حضوری سے مشرف
رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر جب خلوتِ خاص میں باریابی ہوئی تو جناب
مقدس سے اس کی تشریح کا خواستگار ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کی بروزہ
مثالیہ کی ایک نقاب کامل طور پر ظاہر ہوئی تھی۔ اور شیخ محمد مراد نے جو جناب
ولایت مآب کے مستفیضین میں سے تھے اور مسجد خاص میں معتکف تھے اس رات
شبِ قدر کی بعض علامات مشاہدہ کیں اور پھر تحقیق کرنے پر مزید تصدیق ہو گئی۔
جب ستائیسویں شب ہوئی جو کہ ختم قرآن کی رات تھی لوگوں کی ایک کثیر
تعداد یعنی طلباء، علماء، فقراء، امراء جمع ہو کر جناب مقدس کی دعا کے خواستگار ہوئے
حضرتِ اقدس نے اس رات قیام لیل فرمایا۔ اور اکثر ارادت مند نیز مجاورین آستانہ
وغیرہ بھی شب بیداری کے شرف سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت دامت برکاتہم نے
ارشاد فرمایا کہ اس رات انس و راحت بیش از بیش پائی جاتی ہے۔ پھر تہجد کے
وقت دستہائے کرامت بپا اٹھائے اور دعائے خیر و صلاح دارین اور حصول
مطالبِ ظاہری و باطنی سے سب کو نوازا۔ اور جب انتیسویں رات ہوئی تو فرمایا کہ
یہ وتر راتوں کی آخری رات ہے اس میں قیام لیل کرنا چاہیے۔ پھر خود بدولت بہ نفس
نفیس حجرۂ خاص میں مشغول ہوئے اور تمام مجاورین نے بھی قیام لیل کیا اور وقت
سحر جب یہ غلام خلوت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ آج رات قوائے روحانی کا ظہو

تھا کہ قوائے مثالی کا، اور یہ رات بہت برکتوں والی ہو (اس میں) قوائے مثالی
کے ظہور کے آثار کا ہر شخص ادراک کرتا ہو بخلاف قوائے روحانی کے آثار کے
کہ ان کا حصول (صرف) بعض کے لیے مخصوص ہو اور جب دن ہوا تو ارشاد فرمایا
کہ طلوع صبح کے قریب غنودگی طاری ہوئی اور اس میں یہ مشاہدہ ہوا کہ ایک مجلس
عالی ہے جہاں تمام احباب موجود ہیں اور کچھ غیر لوگ بھی ہیں جو اس مجلس کے حالات
ہمارے سامنے بیان کر رہے ہیں۔ اور میں نے اپنے اکثر احباب کو مودب و باخضوع
پایا اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو چنداں خضوع نہیں رکھتے وہ بھی صورت افسانہ سے
نفع رکھتے ہیں۔ اور میں نے دو سانپوں کو دیکھا ایک چتی دار۔ دوسرا سبز و سفید
رنگ۔ لیکن دونوں ہلکے رنگ کے ہیں اور خواجہ ابوالخیر ان دونوں سانپوں کی طرف
اشارہ کر کے کہہ رہے ہیں کہ یہ دونوں سانپ فلاں شخص ہے (ان دونوں سانپوں
کے بھیس میں فلاں شخص ہے) اور دنیا والوں میں سے ایک شخص کا نام لیا اور یہ
کہا کہ جب وہ گھر کے باہر نکلتا ہے تو اس رنگ کا ہوتا ہے یعنی "ارقم" اور جب گھر کے
اندر داخل ہوتا ہے تو سفید و سبز ہو جاتا ہے۔ گویا اسی مجلس کا ایک شخص ہے جو کبھی
کبھی سامنے آتا ہے۔ جب اس کے عرض کرنے کی نوبت پہنچی (تو) ہمارا ایک عزیز
اس سے کہہ رہا ہے کہ یہ ایک شخص کی ہجو ہے کہ جب اصحاب رسول ﷺ کا ذکر ہوتا ہے تو
سینہ کوبی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انھوں نے ایسا کیا اور انھوں نے ویسا کیا۔ اور انھیں
میں ایک شخص اور بھی ہے جو اس مجلس سے اٹھ کر حقہ پینے میں مشغول ہو گیا اور اس کی
آواز سنائی دے رہی ہے اور اس خاکسار سے فرمایا کہ تم اس کی باتوں کو ناخوش رہ کر
کہہ رہے ہو کہ یہ کیا فعل بد اور بدوضعی ہے جو اس شخص نے اختیار کی ہے پھر
میں جاگ پڑا۔

پھر روز شنبہ ارشاد فرمایا کہ آج عید کا دن تھا دوپہر کے وقت خواب دیکھا کہ

ایک شخص یہ سوال کر رہا ہے کہ وہ علت جو قیام قیامت اور بعثت رسل کا سبب ہو گیا
وہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک علم عظیم میرے دل میں القا فرمایا اور میں بہ آواز بلند
تقریر کر رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ وجود و عدم دو متعاقبین ہیں (آگے پیچھے چلنے والے)
چنانچہ ذات الٰہی نے ایک ارادہ کیا جس کی تفصیل عالم موجود ہے اسی طرح اس کا
ایک اور ارادہ ہوگا جس کی تفصیل عدم محض ہے بس ایک وقت ایسا آنے والا ہے
کہ سب عدم محض ہو جائے گا جس طرح آفتاب جب طلوع کے قریب پہنچتا ہے تو سفیدی
صبح کا ظہور ضروری ہوتا ہے اسی طرح جب عدم نزدیک پہنچتا ہے تو قیامتوں کا وجود
ضروری ہوتا ہے یعنی حوادث ظاہر ہوتے ہیں جو عالم کو عدم محض کے قریب کر
دیتے ہیں اور یہی قیامت کا سبب ہو جاتا ہے اور لوگوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے
کہ ایک گھر ہو جہاں وہ منجملہ سب کے بدن کی پوشاک اتار کر جائیں۔ یعنی عالم برزخ
بعد ازاں ایک اور گھر ہو جہاں قوائے مثالیہ اجسام میں حلول کریں یعنی حشر
اور جب عالم برزخ میں لوگوں کی سعادت و شقاوت ظاہر ہوگی جن کا منشا و
افعال اختیاریہ ہوگا (تو) حکیم حقیقی کی حکمت میں اس علم کا مترشح ہونا خلق پر واجب
ہوا کہ ان میں کا ایک بڑا حصہ سعدا ہوں بسبب ان کی قوت عاقلہ کے غلبہ کے قوائے
سبعیہ و بہیمیہ پر، حضرت حق کے ساتھ ان کی قوت عاقلہ کا امتلا اور معمور ہو جانا)
چونکہ (ان ہی لوگوں میں سے) ہر فرد کو اس علم کے ظہور کی قابلیت نہ ہوگی لہٰذا ایسے
شخص کا اختیار واجب ہوگا جس کی اصل میں ایک فطرت رفیعہ تجلی اعظم سے
مناسبت رکھتی ہو اور ایک فطرت رقیقہ ملاء اعلیٰ کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو تاکہ یہ
علم بہ کمال اس میں مترشح ہو اور اس کی قوت عاقلہ قوت سبعیہ و بہیمیہ و سفلیہ پر
وجوہ سے غالب ہو اور ایک تہیہ کر کوئی رکاوٹ ان قوی سے اس علم کے ترشح میں ظاہر نہ ہو

۱؎ رقیقہ لطیفہ نورانیہ کو کہتے ہیں اور کسی جگہ لطیفہ سے بھی مراد لیتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ایک قسم کی صورت سعادت بوجہ کمال اس میں ظاہر ہو اور یہ بھی ضروری ہو کہ اس کے طالع میں زمانہ اور زمانہ والوں پر غلبہ اس وجہ سے ودیعت رکھا گیا ہو کہ اس علم کو اس علم کا مغلوب کردے۔ یعنی اپنے علم کو جو اس پر مترشح ہو دوسرے شخص کو بخش دے۔ پس عنایت الٰہی نے اس شخص کو اپنے لطف کا ذکر بار بار ان پر وہ علم جو عالم برزخ وحشر کا مجہول القا فرمایا تاکہ وہ ان علوم واعمال کو جن پر سعادت موقوف ہو تعلیم فرمائے۔ اور یہی رسولوں کے بھیجے کا سبب ہے (یعنی حبیب سے حُب کا اظہار)

خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی فوائد میں لکھتے ہیں کہ حافظ محمد افضل امام مسجد اکبر آباد جو حضرت اقدس کے مخلص خادم تھے ایک روز مثنوی مولانا روم قدس سرہٗ پڑھ رہے تھے اسی دوران حضرت بلال موذن رضی اللہ عنہ کا قصہ اور ان کا بیوی سے جھگڑا جس کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں پڑھنا شروع کیا۔ اس کے سنتے ہی حضرت اقدس پر وجد وبکا کی کیفیت طاری ہوگئی آپ کے مرتبہ کمال تمکین کو دیکھتے ہوئے حاضرین وغائبین کو حیرت و تعجب ہوا۔ بعد کو ۔۔۔ نے گستاخی کی جرأت کرتے ہوئے اس بھید کو دریافت کیا۔ فرمایا کہ ہر لطیفہ اپنے مقا۔ے مطابق اپنا حصہ حاصل کرتا ہے اور وجد و شوق کی حالت جو لطیفہ اقطب کے ۔ر مخصوص ہے داستان مذکور سننے سے دل پر غالب آ گئی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ سننے سے جو قدیمی رغبت اور شوق مجھ میں ہے (اس کو دیکھتے ہوئے) بعض ۔۔ت آشفتہ خاطری لطیفہ اقلیہ کی طرف رجوع کرتی ہو اور اسی کے مطابق آثار ظا۔ ہوتے ہیں۔

اسد خاں افغان کے ہنگامہ کے دور ۔ں شاہجہاں آباد والوں پر انتہائی اضطراب طاری تھا اور ہر شخص اپنی جان و مال کو ۔۔ الف تھا حضرت اقدس کے بعض مخلصین خواجہ حبیب اللہ کشمیری اور عمر خاں قصو۔ی نے ان حالات کے پیش نظر آپ کی

خدمت میں عرض کیا کہ اس فتنہ و فساد میں اپنا مال و اسباب کہاں لے جائیں آپ نے نہایت وضاحت سے فرمایا کہ ہم اور ہمارے تمام مخلصین بلکہ تمام اہل شہر انشاء اللہ تعالیٰ اس فتنہ و فساد سے محفوظ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرمادے گا کہ ہر طرح سے امن ہوگا۔ اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی کہ افغان بادشاہ کے لشکر سے شکست کھا کر جس راہ سے آیا تھا واپس گیا اور اس کے صدمہ سے شہر محفوظ رہا۔

انھیں ایام میں جب کہ محمد شاہ تخت سلطنت پر متمکن تھا اور تمام ارکان دولت اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے فتنہ کی صورت ظاہر ہوچکی تھی حضرت اقدس نے عبدالمجید خاں کشمیری سے فرمایا کہ یہ حکومت درہم برہم ہوجائے گی اور تغیر کلی رونما ہوگا اور تمھارے اطمینان میں بھی خلل واقع ہوگا۔ لیکن ذات باری تعالیٰ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ عزت و آبرو محفوظ رہے گی اور ہم بھی تمھارے حق میں دعاگو ہیں۔ آپ کے فرمانے کے کچھ ہی دن بعد نذر نے اس دنیا سے کوچ کیا اور بیشتر امراء افغان کی جنگ میں مارے گئے۔ بعد ازاں بادشاہ اور بخشی دونوں نے وفات پائی۔ یہاں تک کہ قدیم ارکان سلطنت میں سے کوئی باقی نہ رہا اور جو خدمات عبدالمجید خاں کے سپرد تھیں وہ سب احمد شاہ کے بیٹھتے ہی دوسروں کے سپرد کردی گئیں۔ اور ان کی جماعت کا شیرازہ منتشر ہوگیا لیکن وہ (خود) حضرت کی توجہ عالیہ کی برکتوں کی بدولت باوجود معزولی کے بھی معزز رہے۔

ایک دن خواجہ محمد صالح ہمرقندی وہ بیگدی[1] نے جو میر جملہ فرخ سیری سے قرابت رکھتے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرا ایک لڑکا ہے جس کو میں

---

[1] ایک قسم کا عہدۂ شاہی

دوسرے یہ کہ ایک قسم کی صورت سعادت بوجہ کمال اس میں ظاہر ہو اور یہ بھی
ضروری ہو کہ اس کے طالع میں زمانہ اور زمانہ والوں پر غلبہ اس وجہ سے ودیعت
رکھا گیا ہو کہ اس علم کو اس علم کا مغلوب کر دے۔ یعنی اپنے علم کو جو اس پر مترشح ہوتا
ہو دوسرے شخص کو بخش دے۔ پس عنایت الٰہی نے اس شخص کو اپنے لطف کا ذکر بنا دیا اور
ان پر وہ علم جو عالم برزخ وحشر کا مخبر ہو القا فرمایا تاکہ وہ ان علوم و اعمال کی جن پر سعادت
موقوف ہو تعلیم فرمائے۔ اور یہی رسولوں کے بھیجنے کا سبب ہے (یعنی حبیب سے
حُب کا اظہار)

خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی فوائد میں لکھتے ہیں کہ حافظ محمد افضل امام مسجد اکبر آباد
جو حضرت اقدس کے مخلص خادم تھے ایک روز مثنوی مولانا روم قدس سرہٗ پڑھ رہے
تھے اسی دوران حضرت بلال موذن رضی اللہ عنہ کا قصہ اور ان کا بیوی سے جھگڑا جس
کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں پڑھنا شروع کیا۔ اس کے سنتے ہی حضرت
اقدس پر وجد وبکا کی کیفیت طاری ہوگئی آپ کے مرتبۂ کمال تمکین کو دیکھتے ہوئے
حاضرین و غائبین کو حیرت و تعجب ہوا۔ بعد کو سامنے گستاخی کی جرأت کرتے ہوئے
اس بھید کو دریافت کیا۔ فرمایا کہ ہر لطیفہ اپنے مقام کے مطابق اپنا حصہ حاصل کرتا ہے
اور وجد و شوق کی حالت جو لطیفۂ قلب کے لئے مخصوص ہے داستان مذکور سننے
سے دل پر غالب آئی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ سننے سے جو قدیمی رغبت اور شوق
مجھ میں ہے (اس کو دیکھتے ہوئے) بعض اوقات مختلفہ خاطری لطیفہ قلبیہ کی طرف
رجوع کرتی ہو اور اسی کے مطابق آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

اسد خاں افغان کے جنگ کے دوران شاہجہان آباد والوں پر انتہائی اضطراب
طاری تھا اور ہر شخص اپنی جان و مال کو خائف تھا حضرت اقدس کے بعض مخلصین
خواجہ حبیب اللہ کشمیری اور عمر خاں قندھاری نے ان حالات کے پیش نظر آپ کی

خدمت میں عرض کیا کہ اس فتنہ و فساد میں اپنا مال و اسباب کہاں لے جائیں
آپ نے نہایت وضاحت سے فرمایا کہ ہم اور ہمارے تمام مخلصین بلکہ تمام
اہل شہر انشاء اللہ تعالیٰ اس فتنہ و فساد سے محفوظ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ
ایسے حالات پیدا فرمادے گا کہ ہر طرح سے امن ہو گا۔ اور واقعی ہوا بھی ایسا
ہی کہ افغان بادشاہ کے لشکر سے شکست کھا کر جس راہ سے آیا تھا واپس گیا
اور اس کے صدمہ سے شہر محفوظ رہا۔

انھیں ایام میں جب کہ محمد شاہ تخت سلطنت پر متمکن تھا اور تمام ارکان دولت
اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے فتنہ کی صورت ظاہر ہو چکی تھی حضرت اقدس
نے عبدالمجید خاں کشمیری سے فرمایا کہ یہ حکومت درہم برہم ہو جائے گی اور تغیر
کلی رونما ہو گا اور تمہارے اطمینان میں بھی خلل واقع ہو گا۔ لیکن ذات
باری تعالیٰ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ عزت و آبرو محفوظ رہے گی اور
ہم بھی تمہارے حق میں دعاگو ہیں۔ آپ کے فرمانے کے کچھ ہی دن بعد وزیر
نے اس دنیا سے کوچ کیا اور بیشتر امراء افغان کی جنگ میں مارے گئے۔ بعد ازاں
بادشاہ اور بخشی دونوں نے وفات پائی۔ یہاں تک کہ قدیم ارکان سلطنت
میں سے کوئی باقی نہ رہا اور جو خدمات عبدالمجید خاں کے سپرد تھیں وہ سب احمد شاہ
کے بیٹھتے ہی دوسروں کے سپرد کر دی گئیں۔ اور ان کی جماعت کا شیرازہ منتشر
ہو گیا لیکن وہ (خود) حضرت کی توجہ عالیہ کی برکتوں کی بدولت باوجود معزولی
کے بھی معزز رہے۔

ایک دن خواجہ محمد صالح سمرقندی وہ بیدی نے جو میر جملہ فرخ سیری سے قرابت
رکھتے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک لڑکا ہے جس کو میں نے

حضور کی نذر کر دیا تھا اور جو اس در کا غلام بھی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جس دن
میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اسی دن میرے وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا
تھا تقریباً پچیس روز ہوئے جب خدمتِ اقدس سے رخصت ہو کر گھر پہنچا تو دیکھا
کہ گھر کے تمام افراد گریہ و زاری میں مصروف ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بچہ نے
دودھ پینا چھوڑ دیا ہے اور کسی طرح نہیں پیتا اور حالت نازک ہے جب میں نے
لحاف اس کے سر پر سے ہٹایا تو دیکھا کہ اس کی پتلیاں چڑھی ہوئی ہیں اور حسرت
سے دیکھ رہا ہے اور نزع کی حالت طاری ہے۔ میں اسی وقت خدمتِ اقدس میں
حاضر ہوا اور صورتِ حال عرض کی۔ آپ نے تھوڑا پانی دم کر کے عنایت فرمایا۔ اس
پانی کا ٹپکانا تھا کہ گویا تنِ مردہ میں پھر سے جان آگئی اسی وقت ہوشیار ہوا اور
دودھ پیا۔ اسی وقت میں نے اس کو آپ کی نذر کر دیا، اب ماشاء اللہ وہ چودہ
سال کا ہے۔ انشاء اللہ خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ ملازمت حاصل کرے گا۔

رمضان ۱۱۹۱ھ میں حضرتِ اقدس نے چلہ کشی کا قصد فرمایا اور یہ بندہ
کاتبِ حروف بھی جنابِ کرامت مآب کی جاذبِ عنایات کی بدولت جو ظاہراً بہ راہ
خط و کتابت اور باطناً از روئے توجہات جو اس کے شاملِ حال تھیں فضلِ الٰہی کے
زاد و راہ کے ساتھ نصف شعبان گذرنے کے بعد اپنے وطن سے روانہ ہو کر حاشیہ
نشینانِ انجمن ولایت مسکن کی شرفِ زمین بوسی سے مشرف ہوا اور معتکف جنابِ
کے حوالی کے معتکفین میں منسلک ہو کر ھم قوم لا یشقی جلیسھم[1] کی سعادت
سے مشرف ہوا اور ان مبارک ایام میں سب سے بڑی سعادت جو خاکسار کو نصیب
ہوئی یہ تھی کہ رات دن میں جس وقت چاہتا خلوتِ خاص میں حاضری باریابی
ہوتی۔ وہ معارفِ خاصہ اور اسرارِ خاصہ جو حضرت آپ سے مخصوص تھے ان کے بیان
سے اس خاکسار کو بھی مشرف و مستفیض فرماتے اور ان تمام مبارک اوقات کا

[1] ہم وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔

تذکرہ تحریر کر کے اپنی سعادت کا سرمایہ بنایا! اور تمام خدام ذوی الاحترام جو
شرفِ مجاورت سے مشرف تھے اپنی اپنی حسبِ استعداد فیوضاتِ ظاہری
و باطنی سے بہرہ اندوز ہوئے

خواجہ محمد امین بیان کرتے ہیں کہ اعتکاف میں جلوس فرماتے وقت
ارشاد فرمایا کہ ان ایام میں شغلِ باطنی کی طرف توجہ کرنے میں زائد سے زائد
پابندی کرنا چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑی ہی کوشش سے بہت زائد کشود کار
ہوگا۔ چنانچہ تعمیلِ حکم میں ایک وقت متوجہ ہو کر بیٹھا آپ کے توجہ کرتے ہی
ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ از خود رفتہ ہو گیا اور ایک گھڑی تو یہ حالت
رہی کہ آنکھ کھولنے کی بھی سکت نہ رہی۔ اور وہ اسرار جو اس روز خواجہ صاحب
موصوف پر واضح ہوئے تھے ان کے حالات میں قسمِ ثالث میں لکھ دیئے گئے ہیں

حقائق آگاہ شاہ نور اللہ نے اسی دوران حضرت شیخ محمد قدس اللہ سرہم
العزیز کو واقعہ میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں "بابا عارف وہ ہے جس کے وجود کا ہر ذرہ
عارف ہو اور محبتِ الٰہی سے بھرا ہوا ہو اور اس کے ہر قول و فعل میں ایک تاثیر ہو

انہیں ایام میں ایک روز صبح کے وقت۔ یہ بندہ کاتبِ حروف خلوتِ خاص
میں باریاب ہوا اس وقت حضرتِ اقدس کو دیکھا کہ استغراقِ عظیم طاری ہے
تھوڑی دیر مواجہ شریف میں بیٹھ کر بقدر استعداد فیضِ خاص سے مستفیض ہو کر
اپنی جگہ واپس آیا۔ پھر جب مغرب و عشا کے مابین شرفِ حضوری حاصل ہوا تو
ارشاد فرمایا کہ میں جب خلوت میں داخل ہوا اور متوجہ ہونا چاہا تو اس وقت نہ
قلب کو پایا اور نہ روح کو جس کے ذریعہ توجہ کروں۔ مگر تجرّبت کی کیفیت اجمالی
موجود تھی۔ پھر جب میں متوجہ ہوا تو تجلی اعظم میں تجرّبت کا اضمحلال قوی
ظاہر ہوا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ نفس کلیہ تجرد ہیں۔ تجلی اعظم نے ظہور فرمایا ہے اس تجلی کا

نوٹ: ہر جوہر نفس جزئیہ میں جو اس نفس کلیہ کے تنزلات سے ہو وہ نوع (سپرٹ) ہوتا ہے۔ اور اسی کو تجرّبحت کہتے ہیں۔ اور جس طرح نفس جزئیہ کے ظہور میں تحلیلات طبیعی واقع ہوتی ہیں جو معدنیات سے نباتات کی طرف۔ اور نباتات سے حیوانات کی طرف اور اس سے انسانیات کی طرف پہنچتی ہیں۔ اسی طرح تحلیلات کسبیہ وریاضیہ واقع ہوتی ہیں یہاں تک کہ تجرّبحت بھر تجلی اعظم ~~[illegible]~~ ہوجاتی ہے تب اس تجلی اعظم کو اپنی غذا بنالیتا ہے

یعنی اپنے نو تعین کو جو اس نفس جزئیہ میں اس کو لاحق ہوا تھا خود بخود فنا ہو کر اس تجلی کی شعاع مطلق ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کو اس نفس کے ساتھ جو اس کے تعین کا منشا ہو گیا تھا۔ ایک ربط باقی رہتا ہے اور یہی تجلی اعظم کی افراد مکانی کے ساتھ مناسبت کی راہ ہے۔ اور اسی راہ سے شرائع ونوامیس[1] ....

اور علوم آلہیہ انبیا اور اولیائے کاملین پر نازل ہوتے ہیں اور یہی وہ رابطہ ہے جو قرب آلہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ آفتاب جب موجود ہوتا ہے تو اس میں ایک لطیفہ دہنیہ (کمزور) ہے جو شعلہ کا مادہ ہے جس میں روشنی ودیعت کی ہوئی ہے۔ اور یہی مثال تجرّبحت کی ہے جو انوار کے نور کا ثمرہ ہے اور نفس ناطقہ کی مثال شعلہ، بتی اور چراغ کی ہے۔ اور لطیفہ دہنیہ بمنزلہ استعداد ارضیہ وجسدیہ نسیمیہ کے ہے جو نفس ناطقہ کے افاضہ کو قبول کرلینے والا ہے جب تک رات ہو اور آفتاب پردۂ خفا میں ہو ہماری نظروں سے اوجھل ہو

---

[1] یعنی اس امارات جو افراد ظہور میں آنے والے ہیں۔

نوامیس۔ یہ لفظ فرشتہ اور نیز غیرت کے معنی میں آتا ہے اس سے مطلب محبت وعقیدت وتدبیر زیادہ ہے۔ نوامیس اکبر ملائکہ کو کہتے ہیں جو کہ وہ معلوم ہیں۔ چونکہ اجرائے شریعت انبیاءؑ سے متعلق ہے اس لیے ان کو بھی ناموس کہتے ہیں اور ناموس اکبر جبرئیلؑ کو کہتے ہیں۔

ستاروں کی روشنی اپنی آب وتاب پر ہو اور امتیاز کلی رکھتی ہو اور جب دن ہوا اور آفتاب نکل آیا ستاروں کی روشنی اس میں گم ہوگئی اور اسی کی ایک شعاع ہوگئی اس میں کسی قسم کا امتیاز نہ رہا۔ لیکن باوجود اس گم شدہ روشنی کے درحقیقت ایک ربط اس انشراح کے ساتھ جو اس کے تعین کا منشا ہوگیا تھا باقی ہے اور ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کامل کا نفس ناطقہ اور تمام قوی اگرچہ بسبب اضمحلال تجرّبحت گم ہو جاتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ وہ نعیم جنانیہ کے قابل نہ ہو بلکہ ان نعمات کا افاضہ اس پر علیٰ وجہ الکمال ہوگا۔ اس لیے کہ اب وہ دوسرا اختیار واحاطہ رکھتے ہیں جو گم شدگی سے قبل نہ تھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کی کاملین کے احجار بہتیہ کے ساتھ مصلحت کلیہ کے ظہورات کے اقتضا کے مطابق مختلف نسبتیں ہوتی ہیں جیسے آفتاب کی نسبتیں ستاروں کے ساتھ کہ کبھی وہ آمنے سامنے ہوتے ہیں اور کبھی محاق (حجاب) میں کبھی تثلیث یا تسدیس میں اور کبھی نظر مودت میں اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت کا مقتضا اور نظریات علاحدہ علاحدہ ہیں۔ پس بعض احجار بہتیہ میں اس نسبت کے مطابق جو اس میں ہے لاہوت کا ناسوت میں انجذاب ہے اور بعض میں عبدیت محضہ۔ اور بعض کے ساتھ مودت والفت۔ اور تجلی اعظم کی بعض احجار بہتیہ کے ساتھ ایک بے کیف نسبت ہے جو اس نسبت مذکورہ کے ماورا ہے اور ان جہات ونظرات مشہورہ (اعتبارات ونظریات) کے علاوہ ہے گویا اس کی نظر غیب صرف اور بے جہتی محض سے نمودار ہوتی ہے اور بے تعینی وخالص بیرنگی کے ساتھ جوش مارتی ہے جس کا مشاہدہ حافظ نے اپنی غزل کے اس شعر میں کیا۔ دلے ز طرفِ کلہ خیمہ بر سحاب زدہ) اور اس کا نور ایسا ہو گویا کچھ نہ تھا۔ اچانک اس کے احکام ظاہر ہوتے ہیں

اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سمت سے آئے۔ اور اس معنی کا مقتضا صرف
تیقظ و بیداری ہو اور ہر چیز بے سر کا ادراک اور ہر کلام میں نکتہ فہمی یہی
اصل حکمت ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ شخص کسی منصب خاص سے متعین نہیں ہوتا
پھر ارشاد فرمایا کہ جب (بھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کاملہ میں تفکر
کرتا ہوں تو عجیب قسم کا ادراک ہوتا ہے جو تمام حقایق کا بکمال وسعت سے احاطہ
کیے ہوئے ہے گویا پورے پورا عنوان ہو گیا ہے۔ اور انا فتحنا
لک فتحا مبینا سے اسی طرف اشارہ ہے پھر آپ نے حقیقت جبرئیلی کی معرفت
دقیقہ بیان کی جس کے ادراک سے عقلیں قاصر ہیں۔ پھر بندہ کاتب حروف نے
جو آپ کے فیض خاص کے پرتوے روشن ہوا تھا عرض کیا کہ جس طرح اجزائے موجودات
کا ہر فرد اسماء و صفات کی راہ سے تمام مراتب تنزلات پر گذر کر گے اس ذات
میں متعین و متشخص ہو گیا ہے اسی طرح یہ راہ وسایط سالک کے ذات تک وصول
کے لیے مخصوص ہے دوسرے یہ کہ انانیت کبری جس سے مراد انی انا اللہ ہے اس
میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور وہ چیز ثبوت و وجود سے فوق ہے (یہی امر
کی حقیقت ہے) اور یہ انانیات جزئیہ اسی فوق الفوق نقطہ کا ظہور و انتشار
(تفسیر و توضیح) ہیں۔ یہی معرفت کی حیثیت ہے اور یہی وجہ خاص ہے جس کی طرف
توجہ کرنا بغیر اسماء صفات کی آمیزش کے ذات صرف کی نوصل ہے جس طرح راہ
اول کا سلوک اسماء و صفات کے وصول کا ثمرہ ہے۔ پس توجہ بوجہ خاص جو مصطلح
قوم ہے یہی ہے یا دوسری چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ معرفت صحیح ہے لیکن جو مصطلح قوم
ہے اس سے مراد صورت مقدس کی حفاظت ہے۔ جو لطیفہ اس پر نازل ہوتی ہے اور
یہ معرفت جس کا ذکر تم نے کیا بہت دقیق ہے اور اس کے شعبوں میں سے ایک معرفت
وہ ہے جو سابقا مذکور ہو چکی ہے اور ہر شخص اس تک نہیں پہنچ سکتا اور طریقت کی

روشنی معارف دقیقہ کی جبین تحسین ہوتی ہے۔ بعد ازاں بوجہ خاص توجہ کی تحقیق
میں جو اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی اصطلاح میں ہے ارشاد فرمایا کہ جب
نفس ناطقہ مجرد و بے کیف حقیقت کے شہود سے پر ہو جاتا ہے تو اس جگہ سے اس
شخص کے وہم میں ایک مقدس اور بے رنگ صورت فائز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ
صورت مکانیہ مجرد بے کیف ہو جاتی ہے۔ اس صورت وہمیہ کی محافظت وجہ نفس
کے ساتھ توجہ کرتا ہے۔ اور یہی صورت مورث توجہ و تاثیر و منشا و نسبت ہے جو
کیفیات مقدسہ میں سے ایک کیفیت ہے ورنہ مجرد محض اور بے کیف صرف میں یہ
بات پیدا نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ وہ خاصیت بخشتا ہے (یعنی بے کیف صرف)
ایک تیقظ بسیط ہے۔ اور بعض مشائخ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفس ناطقہ کی یہ
توجہ ذات صرف بے رنگ و بے کیف کی طرف ہے اور یہ صورت وہم کے تعلق سے
ناشی ہوئی ہے (یعنی تفکر سے پیدا ہوئی ہے) لہذا اس کی محافظت سے اور اس
کے پیچھے پڑنے سے منع فرماتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ہے کہ یہ توجہ ذات بحث
کی طرف نہیں ہے بلکہ تجلی اعظم کی طرف ہے۔ جس سے مطلب نفس کلیہ (وہ تقاضا جو
خلق ہوا) میں ذات کا ظہور ہے اور وہ صورت بھی تعلق وہم سے نہیں ہے بلکہ اس
مقام سے وہم میں فائض ہوتی ہے اس لیے کہ اس تجلی کے کئی بروزات ہیں ایک
افلاک کے احجار بحقیقیہ ہیں اور اس کی وہ صورت جو مدرکہ کے ساتھ وہم میں ہوتی
ہے نور قمر کے مشابہ ہے اور وہ مدرکہ کو آسمان کی بلندیوں کی جانب کھینچ لیتا ہے اور
دوسری ملاء اعلی کے احجار بحقیقیہ میں ہے اور اس کی صورت مدارک میں صورت
ہوائی سے مشابہ ہوائی یہ جرہ (چنگاری) اور وہ وہم کو آسمان و زمین کے وسط میں لے
جاتا ہے اور دوسری عالم مثال [illegible] ہے کہ اس کی صورت وہم میں وہ خستگی کے
مشابہ ہے

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ کیفیات و صفات ان بذوات کے لیے ثابت ہیں جو مقدس ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی صورتیں جب مدرکہ میں متخیل ہوتی ہیں تو ان کی تعبیر ان سے زیادہ (واضح) ہوتی ہے گویا یہی الفاظ ان مواطن میں اس کی تمثیل کے لیے موضوع ہیں۔ پس تعقل و وہم کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

ایک روز دوپہر کے وقت یہ بندہ شرف حضوری سے مشرف تھا کہ ایک عزیز نے حضور معارف گنجور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ وجدان یہ معلوم ہوا ہے کہ مرنے کے بعد ان حالات کے بعد جو اس کو اس عالم میں پیش آئیں گے۔ حقیقۃ الحقائق [illegible] فنائے کلی خارجی ہوگی اور بساطت تمام ظاہر ہوگی۔ (یعنی فنائے کلی ہو جائے گی اور ترکیب ختم ہو جائے گی) اس وقت آنجناب کے آفتاب وجدان کی شعاعیں جو اس ذرہ بے مقدار پر پڑیں تو آپ کے اس قول کے بھید کو دریافت کرنے کے لیے عرض کیا کہ جب عالم اجمال کا کوئی شخص علاوہ نبی کے اپنی حقیقت کے اضمحلال کو حقیقۃ الحقائق میں جو نفس الامری ہو پاتا ہے اور تعینات کے مانع ہونے کی وجہ سے ان کا حصول بالفعل نہیں ہوتا تو ان کے بعض ذہن میں ایسے متمثل ہوتے ہیں کہ مرنے کے بعد یہ صورت ظاہر ہوگی۔ حضرت اقدس نے اس حقیر کی بہت تقویت فرمائی (حقیر کی اس عرضداشت کی تائید فرمائی) اور پھر بالتفصیل ارشاد فرمایا کہ زمانہ کے بعض صوفیا کا قول میں نے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ایسا ہوتا ہے جیسے دریا سے ایک کوزہ آب بھر کر لائے جب وہ کوزہ ٹوٹ گیا تو وہ پانی پھر دریا ہی میں مل گیا۔ حقیقتاً اس قول کی تحقیق یہی ہے کہ وہ چونکہ (ایک قسم) ٹھنڈک و برودت اسی اضمحلال کے ساتھ شامل رکھتا ہے اور اس کو بالقوت

پاتا ہے نہ کہ بالفعل۔ اور اسی جسم اور قویٰ کو فعلیہ سے مانع جانتا ہے تو یقینی طور پر یہی گمان کرتا ہے کہ اس بدن کے خراب (فنا) ہونے کے بعد یہ صورت ظاہر ہوگی۔ حالانکہ حقیقۃ الحقائق تک دوسرے تعینات بھی ہیں اگر مکمل اور وسیع ہیں جو کہ مانع ہیں (حقیقۃ الحقائق تک)

اسی وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ باوجود حادث ہونے کے تجرد کے بعد ابدی ہو جائے گا۔ (بدن سے تعلق ختم ہونے پر آزاد ہو جائے گا) انھوں نے نفس ناطقہ کو کما حقہ نہیں سمجھا (اور) یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا جوہر مستقل ہے جس کا تجرد سمجھا نہیں جاتا۔ حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ نفس ناطقہ نہیں ہے بلکہ بطور نفس کلیہ کے ہے اور اس کی ہیئتوں میں سے ایک خاص ہیئت ہے جس نے باعتبار تعلق و تنزل ایک ہیکل خاص کے ساتھ یہ نام پایا ہے۔ پس اگر وہ اس کی حقیقت کے اعتبار سے جو نفس کلیہ ہے یہ بات کہتے ہیں تو درست ہے۔ لیکن وہ حدوث سے برتر ہے۔ پس یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے وہ حادث تھا پھر ابدی ہو گیا اور اگر ان کا تطور یہی ہے تو یہ خود ایک کذب محض ہے۔ اس لیے کہ تطور کی (مختلف صورتوں پر ہونا) حقیقت جس طرح حدوث کا تقاضا کرتی ہے زوال کی بھی مقتضی ہے۔ بعد ازاں وہ حقائق و معارف بیان فرمائے جو بیشتر لوگوں کی سمجھ سے بالا تھے۔

ایک روز حضور معارف گنجور میں بعض ان اولیا سلف کا ذکر ہوا جن کے نزدیک عمدہ و اعلیٰ مقام علم لدنی[1] کا حصول تھا۔ ارشاد فرمایا کہ علم لدنی کے کئی

---

[1] علم لدنی عرفان اور حقائق کو کہتے ہیں جو بلا واسطہ ذات حق سے حاصل ہو مولانائے روم فرماتے ہیں ؎

علم کان نبود ز ہو بے واسطہ   آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ۔ تقی نور
آرائش

مراتب ہیں ان میں سب سے بہتر یہ ہو کہ حادث کا قدیم کے ساتھ یعنی ممکنات کو واجب
کے ساتھ جو ربط ہو وہ حاصل ہو جائے۔ یعنی وہ ابداع و خلق و تغییر و تبدل کے
ظہور کی کیفیت کی معرفت ہو جو کمالات اربعہ آلہیہ ہیں اور اس کے دوسرے کمالات
کا علم کلام نفسی کے احکام پر وہ تفیتے ہے اور اس سے مطلب یہ ہے کہ جب نوع انسان
کے احکام قوائے طبیعیہ و عقلیہ کے مطابق حضرت تجلی اعظم سے (دائرہ) حظیرۃ القدس
میں ثابت ہو گئے تو وہ احکام جو بہ حد اعتدال ہوتے ہیں یعنی ملاء اعلیٰ کے مدارک
و علوم کی جگہ اوہام و واہیات سے اور شبہات کے رد کے بیان میں جس سے ان لوگوں
کے قوائے علمیہ و عملیہ کی تہذیب ہوتی ہو تاکہ حضرت تجلی اعظم کے ساتھ اس
صورت نوعیہ کے اقتضا کے مطابق مناسبت پیدا کریں اس مقام میں علی وجہ
الکلی تعیین فرمایا۔ چنانچہ قوائے علمیہ کی تہذیب کے لیے تسبیح بحمدہ یعنی اثبات
کمالاتی کے معانی جو کہ عقول کو کیفیت تنزیہی باز لیس کمثلہ شئی کے ساتھ ادراک
ہوتے ہیں یہ مقرر کیا اور یہ معنی ایک اعتبار سے اس مقام سے حظیرۃ القدس میں
متمثل ہو گئے ہیں اور وہی کلام نفسی ہو۔ دوسرے شرائع خاصہ کے احکام پر اطلاع
اور ان کے بہر کا ادراک ہو اور یہ آتیناہ من لدنا علما کے موطن سے پہلا شعبہ ہے
اور تدبیر جزئیہ کے مطابق یہی جارحۂ الٰہیہ کا دورہ ہو۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں سے فرمایا کہ میں تم کو دو چیزوں کا حکم
دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں ایک تو شرک کرنے سے دوسرے غلام
سے حسد کرنے سے اور حکم دیتا ہوں توحید کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ
کا اور یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے اور اس
کلمہ میں بہت سے رموز پوشیدہ ہیں مثلاً (ایک تو) غیر اللہ سے نفی معبودیت اور

نفی مقصودیت و محبوبیت بلکہ فاعلیت اور موجودیت بھی اور یہ کلمہ ان حجابات کے
دفعیہ کا تریاق ہے۔ اور دوسرے سبحان اللہ و بحمدہٖ کا۔ کیونکہ یہ وہ کلمہ ہے جس کے
ذریعہ تم رزق دیئے جاتے ہو۔ یعنی ان تعریفوں اور کمالات کا اثبات جو
باہم اس کی مدح کرتے ہیں لیکن اس طرح کہ مخلوقات سے ممتاز اور اشیاء کی شکل
سے منزہ ہے اور یہی وہ معرفت ہے جس کا اقتضا مخلوق کی خالق کے ساتھ نسبت ہے
یہاں یہ کلمہ اپنی دلالت کے مطابق اس بات پر اس حال کی مثال ہے
جو کہ مستوجب تربیت ہے کیونکہ رزق رسانی اسی کی ایک قسم ہو گئی ہے۔ اور اسی
سبب سے حیوان کا رزق ہے جو انسان کے رزق سے کمتر ہے اس لیے کہ چوپایوں کا
رزق چارہ ہے اور آدمی کا رزق جو تسبیح بحمدہ بحیثیت اس کی ترقی کے عقل و
ادراک و اثبات محامد تنزیہیہ میں حیوانوں سے افضل و اعلیٰ ہے اس سے حبوب و
ثمار ہوئے جو چارہ سے افضل ہیں اور یہی انسان کی فضیلت کی دلیل ہو گئی ہے پس وہ کلمہ
ان کی رزق رسانی کا سبب ہوا۔ واللہ اعلم

ایک روز ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو علی سینا نے نفس ناطقہ کے بیان میں ایک
قصیدہ کہا ہے جس کا نزول مقام تجرد سے ہوا ہے جو محل ارفع ہے اور اس میں
حضیض ناسوت اور اس کی پائے بندی کا ذکر کیا ہے اور اس کی معنوی حکمت پر اظہار
حیرت کیا ہے یہ امر معرفت کی کمی کے باعث ہے کیونکہ ظہور نشأت میں مصالح کلیہ منظور
ہیں نہ کہ مصالح جزئیہ جو ہر فرد کی نسبت سے کمتر ہوتے ہیں۔ پس اس تنزل و تعلق
میں اس حکمت نشأۃ و کمالیہ انسانیہ کا حصول مراد ہے جو تنزل سادسہ ہے یعنی حجر بحت
کا ظہور جو نفس انسانی میں تجلی اعظم کا نمونہ ہے۔ (اور) اس کی وسعت اور ملاء اعلیٰ
سے اس کا اتصال نیز نفس (حجر بحت) میں نظام عالم کا انعکاس ہے یہاں تک
کہ وہ جارحۂ الٰہیہ ہو جاتا ہے اور وہ نظام اس نفس سے ظہور فرماتا ہے اور یہ بات بغیر

اس تعلق کے ممکن نہیں ہو۔ اور یہی صورت توحید کلیہ کے ظہور کا اقتضا ہی کہ کچھ افراد
اس کمال سے فائز ہوں۔ اور اس ظہور سے مقصود بالذات وہی افراد ہیں اور دوسرے
ناقص افراد کا بھی ظہور ضروری ہو تاکہ وہ انتظام ان میں متحقق ہو، یعنی جب
کیفیت ناقص منضبط نہ ہوگا تو کامل مرتبہ کا علم کیسے ہوگا، پس حیرت محض اسرار تنزلات
کی عدم معرفت سے چھائی ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ابو علی نے ان لوگوں کی عبادت کو جنھوں نے جنت کے
شوق میں عبادت کی ہو بہت برا کہا ہو اور کہا ہو کہ یہ تجارت کی ایک قسم ہو، ان
کا شمار کمالات میں نہیں ہو اور یہ بھی جنت کی حقیقت کا ادراک نہ کرنے کی وجہ
سے ہو اور انبیاء کی دعوت کے بھید کی نا واقفیت جس میں بہشت کی طرف
رغبت اور جہنم کی طرف بے رغبتی ہو۔ اس لیے کہ جنت در حقیقت مومن کے نفس
کے کمالات و تہذیبات و تمثیلات و تجسمات ہیں چنانچہ چشمہائے بہشت تسنیم
وکافور و زنجبیل جن کا ابرار و مقربین کے لیے قرآن میں ذکر آیا ہو بحسب اختلاف
نفوس اور ان کی تہذیب کے ان کے کمالات نفسیہ کی تمثیلات ہیں اور اس حدیث
میں اسی بات کی طرف اشارہ ہو کہ الجنة قیعان غرسها سبحان الله
والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر۔ اور اس میں رغبت دلانا در اصل ان
کمالات کے ظہور میں علی وجہ الکمال رغبت دلانا ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بو علی اور ان کے
تبعین کا یہ خیال ہو کہ جو کچھ مبدء و معاد کے بیان میں شارع علیہ السلام سے وارد
ہوا ہو سب محض مجازات وکنایات ہیں۔ اس لیے کہ مخاطبین عرب اُمّی تھے اور ان
دقیق معانی کی قابلیت نہ رکھتے تھے لہٰذا شارع نے ان معانی کو بطریق تمثیل و
تصویر ان سے بیان کیا حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہو بلکہ حقیقت یہ ہو کہ
دقیق معانی جو صور مثالیہ میں متمثل ہوئے ان کو کلام نفسی میں انھیں شکلوں و

[illegible]

صورتوں میں بیان فرمایا ہو۔ مثلاً مبدا میں جو مواثیق (عہدوں) کا بیان وارد ہوا ہو
اس کی تحقیق یہ ہو کہ نوع انسانی اپنی تمام استعدادات وقویٰ و احکام کے ساتھ
حظیرة القدس میں متحقق ہو اور انھیں کے مطابق رب الارباب کے فیوضات
کو قبول کرے اپنے حال و استعدادات کے ساتھ حقوق ربوبیت کا اقرار کیا کرے
اور یہی مثالاً بصورتِ مواثیق کلام نفسی میں متشبح ہو گئے۔ دنوع انسانی کی
کمال تربیت کا افاضہ ان کی استعدادات کے مطابق اس موطن میں متعین ہے
(اور یہ سب) انھیں تشبیہات کا بیان ہو۔ مثلاً معاد میں جو حوض کوثر کا بیان
ہو، تو وہ در حقیقت وہ حضرت ربوبیت سے ایک لطف اور فیض جدید ہو جو انبیاء
علیہم السلام کی بعثت کے ضمن میں ظاہر ہوا اور پھر وہی فیض حوض کوثر کی صورت
میں متمثل ہو گیا پس کلام نفسی میں اسی تشبیہ و تمثیل کے اعتبار سے اس کا بیان
واقع ہوا ہو۔ اس جگہ شارع علیہ السلام نے خود کوئی تصرف مجاز و کنایت اپنی
طرف سے نہیں کیا ہو۔ در اصل وہی حکایات نفس الامری ہو دہ حقیقت واقعی ہی جو
خلق کے سامنے پیش کی۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ تجدد امثال[1] کا مسئلہ جو صوفیاء کے نزدیک محقق ہوا ہو

---

[1] تجدد امثال یعنی تعینات کی صورتوں کا جدید ہوتے رہنا بعض لوگ (یہ) [illegible]
اس کو بھی تناسخ سمجھتے ہیں در اصل حقیقت یہ ہو کہ [illegible] بل هم فی لبس من خلق جدید
تمام موجودات خواہ حرکت میں ہوں یا سکون میں ہر آن عدم محض کی طرف جو [illegible] کرتے ہیں کیونکہ
وہی ان کی اصل ہو۔ مگر حضرت حق سے ہر آن ان کو ایک نیا لباس وجود کا ملتا ہو اس سے ہر ساعت قیامت
برپا ہو۔ اور ہر شخص اور ہر شے فنا و بقا میں ہو ہر شے میں لگی ہے جو فرق پیدا ہوتا ہو اس کا باعث یہی ہو
اور یوم ولادت سے یوم وفات تک انسان میں جو تبدیلی ہوتی رہتی ہو اس کا سبب بھی یہی ہو کہ جسم
[illegible] تبدیلی ہوتا رہتا ہو۔ یہاں پر تبدیل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جس طور میں ہوا اس سے
فانی ہو جائے اور حضرت وجود سے دوسرے طور پا اس کو بقا حاصل ہو جائے۔ تقی انور

اس میں دو باتیں ہیں اور دونوں معقول کے قریب ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شے کے وجود کا
افاضہ فیض دینے والے سے ہوتا ہے جو زبان و بیان سے بالا ہے کہ اس اعتبار سے ایجاد
و بقا ایک ہی مرتبہ میں ہیں یعنی اس جگہ استداد زمانی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایجاد و بقا
ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور یہ موجود متعاقب زمانی ہے جس میں تعاقب اوقات مخلوط
ہوتا ہے پس اس افاضۂ ایجادی کے لیے جس میں کوئی تناقض نہیں ہے اس شے زمانی
وجود شے زمانہ کے اعتبار سے ہے کے ساتھ جس میں ہر آن تعقل موجود ہے ان میں اختلاف
ثابت ہے پس اسی اختلاط مجرد با زمانی سے تجدد امثال (کا مسئلہ) ظاہر ہوتا ہے یعنی وہی
ایجاد فرقت زمان میں لمحات متعاقبہ کے ساتھ صورت اختیار کر کے تجدد امثال ہوتا
ہے دوسری یہ کہ (انھوں نے) ان معقولات میں جن میں حرکت واقع ہوتی ہے جو ہر
کے حرکت کرنے کے اعتبار سے تجدد امثال کا ان میں اثبات کیا ہے لیکن جوہر میں
ثابت نہیں کیا ہے کیونکہ جوہر کی ذات میں حرکت نہیں ہے اس لیے کہ حرکت دینے کے لیے حرکت
دینے والا چاہیے ہے اور اس جگہ سوا نفس جوہر اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے
کہ مقولۂ جوہر میں بھی حرکت ثابت ہے اور اس میں متحرک وجود ہے اس لیے کہ وہ
کبھی شکل انسانی میں جو کہ جوہر ہے متلبس ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ کی صورت میں
وعلی ہٰذا القیاس۔ اور یہی حرکت ہے لیکن جب شخص اکبر[1] کی حرکت میں جو کہ عالم

[1] شخص اکبر حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک شخص اکبر عالم جسمانی کا دوسرا نام ہے یہ عالم
جسمانی یا شخص اکبر اپنے اندر ایک وحدت لیے ہوئے ہے، دیگر اجساد جو اس میں پائے جاتے
ہیں ان کی حالت ایسی ہے جیسے سمندر اور اس کی لہریں۔ اس عالم جسمانی کے اندر ایک روح ہے
جو روح اعظم یا نفس کلی کہلاتی ہے یہ انسانی ارواح سے اس طرح وابستہ ہے کہ اسے ان سے
جدا نہیں کیا جا سکتا۔ شخص اکبر میں وہ عالم پائے جاتے ہیں عالم ارواح۔ عالم مثال، عالم ارواح
مادہ اور محسوسات سے پاک و منزہ تسلیم کیا گیا ہے اسے شخص اکبر سے وہی نسبت ہے جو صورت عقلی
(باقی اگلے صفحہ پر)

کی حیثیت مجموعہ ہے اور اس کے تناقض اور وقت میں وہ حرکت شامل ہے اگر تم
اس میں غور کرو تو شمس آفتاب کے جو تموج رکھتا ہے پاؤ گے۔ اسی وجہ سے کہ
حضرت وجود اپنے تمام شیون و کمالات مقتضیہ لآثارہا کے ساتھ ایک دفعہ ہر شے
جو فوق زبان ہے اس صورت میں جلوہ گر ہوا ہے۔ پس خلع (تنزیہ) و لبس (تشبیہ)
اس میں متحقق ہوا ہے لہٰذا اس صورت کلیہ جامعہ میں من حیث ھی تجدد امثال پیدا ہے
اور چونکہ وہ وجود متلبساً اسی سے موجودات کے ہر ذرہ میں متجلی ہے بالضرورت
یہ تجدد مخفی تحقق رکھتا ہے۔ وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب[1]
وتر راتوں کی پہلی رات یہ خاکسار تہجد کے وقت خلوتِ خاص میں حاضر ہوا
تھوڑی دیر مراقبہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس شب نورانیت و عبادت کے معانی متأثر
پائے جاتے ہیں دو کہ مناسب بہ تجلی۔ پھر دوسری رات قریب صبح یہ خاکسار جب شرفِ
حضوری سے مشرف ہوا تو رات کی حالت و کیفیت کے سلسلہ میں دریافت کیا۔
ارشاد فرمایا کہ صرف عبادت کے انوار ادراک کیے گئے ہیں اور گذشتہ شب جو

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) کو انسانی دماغ کے ساتھ ہے۔ عالم مثال شاہ صاحب کے نزدیک
شخص اکبر کی خیالی قوت کا دوسرا نام ہے۔ شخص اکبر کی عقلی قوت کو وہ عالم ارواح سے تعبیر کرتے
ہیں۔ جیسا یہ بات ملحوظ رہے کہ قوت خیالی کے توسط سے انسان ان صورتوں کو دیکھتا ہے جو
مادی صفات سے متصف تو ہوتی ہیں لیکن مادہ نہیں ہوتیں (مثلاً کسی شے کی شکل، رنگ یا مقدار
وغیرہ) اس کے برعکس عالم ارواح ہر لحاظ سے مادی صفات سے پاک اور منزہ ہوتا ہے
غرض شخص اکبر کے دماغ میں عالم مثال اس طرح ہے جیسے انسانی دماغ میں خیالی تصویر ہوتی ہے
(بشکریہ الرحیم ماہ اپریل ۱۹۶۳ء از عباد اللہ فاروقی) فقی اور

[1] اور تم پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ جمے ہوئے ہیں اپنی جگہ سے نہیں ہلتے لیکن
ہیں حالانکہ وہ ایسے چلیں گے جیسے بادل چلتے ہیں۔ (پارہ ۲۰۔ سورہ نمل رکوع ۶)

باٸیسویں شب تھی اس میں تجرد کی طرف بہت زائد میل محسوس ہوا لیکن تعجب کی بات یہ ہے
کہ ان راتوں میں برکات وتریہ میں سے کچھ نہیں پایا جاتا۔ اور عالم مثال میں لوگوں کے
افادہ کے لیے ایک شے مثل برق چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے نہیں کہا جاسکتا کہ کس
شخص پر پڑے گی۔ اور کیا صورت اختیار کرے گی۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ فرد بشری
تنزلات کے وسایط کی وجہ سے ذات بحر دم قدس کے مرتبہ سے انتہائی بُعد میں ہے لیکن
حجر بحت کی راہ سے جو ذات الٰہی کا طلسم ہے حقیقت انسانیہ میں غایت قرب میں ہے
اس کی مثال ایک آئینہ کے ٹکڑے کی طرح ہے جو آفتاب کے مقابل زمین پر پڑا ہو
ہرچند آفتاب اپنے مقام ارفع پر ہے لیکن زمین پر پڑے پڑے اس آئینہ کے ٹکڑے
سے اپنی انھیں شعاعوں سے تاباں و درخشاں ہوا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اولیاء
قدرت اسرایم کے انتشار کا سبب یہ ہے کہ جب طلسم الٰہی کی اس راہ سے ایک
انس نازل ہوتا ہے اور نفس ناطقہ کے ساتھ مل جاتا ہے تو اسی وجہ سے وہ کلمات
فرزیان سے جوش مارتے ہیں اور انھیں مفاخرات سے نفوس ضعیفہ مقہور
ومغلوب ہوتے ہیں اور ان کے کمالات کا اعتقاد پیدا کرتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی
بھی ان (برگزیدوں) کو نہ پہچانتا۔ مگر خاتم الانبیا علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات
جن میں عبدیت محض ہے۔ مع ہذا ان کے انقیاد سے عالم بھرا ہوا ہے (یعنی آپ
سراپا عبدیت تھے باوجود اس کے عالم آپ کا مطیع و منقاد ہے) اور یہ بھی اس
ذات عالی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خصوصیت امتیازی ہے۔

انھیں متبرک راتوں میں ایک رات وقت تہجد جب یہ بندہ خلوت خاص
میں باریاب ہوا تو ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کا عالم اور اس میں حجر بحت کا اضمحلال
ایک عجیب انداز میں ظاہر ہوتا ہے اس علم سے یہی مطلب لیا جاسکتا ہے کہ صرف تحقق و
تقرر ہے اور حجر بحت کا اضمحلال یہ ہے کہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ایک شے ہے یا دوسری تھی یا

اس کا جزو۔ بالجملہ اعتبارات انانیۃ فردیہ جزئیہ سے نکل کر عموم و کلیہ کا حکم اختیار
کیا ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی تمام جہتوں کا مستوجب تقرر (واجب کر لینے والا)
ہے۔ بحیث لا یشذ منه شئ۔ (اس حیثیت سے کہ اس سے کوئی چیز نہ چھوٹے)

دوسری رات بھی یہ خاکسار وقت تہجد خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ ارشاد فرمایا
کہ اس عالم سے انتقال کرنے کے بعد وہی لطیفہ جو اس شخص پر اس کی فطرت کے مطابق
غالب ہوتا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسی لطیفہ کے احکام بر وجہ استقلال ظاہر ہوتے
ہیں۔ اور دوسرے وہ احوال جو دوسرے لطائف کے پیچھے تھے پوشیدہ ہو جاتے
ہیں اور اس موطن میں اسی لطیفہ کی راہ سے حقیقۃ الحقایق میں اضمحلال کی کیفیت
ظاہر ہوتی ہے اور اس نشاۃ میں وہ شخص جس کے حجر بحت نے[1] تجلی اعظم کے ساتھ اتصال
پیدا کر لیا ہو صورت مقدسہ کے مدارک میں اس حجر بحت کا نائب ہو جاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ بعض احادیث میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ ایک مطربہ تھی جو "زہرہ"
ہو گئی اور ایک "عشار" تھا جو "سہیل" ہو گیا۔ اس کے معنی اس طرح واضح ہوتے ہیں
کہ ان کی روحوں کو اس مناسبت کی اقتضاء کے مطابق جو کسی وجہ سے ان میں تھی
ان کو اکب میں مقید کر دیا۔ کمال انسانی کا یہ سبب ہے اور کمال انسانی سے مراد اس کی
سیر اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اس کا الحاق (اتصال) نور القدس کے اس نقطہ کی
راہ سے ہے جو حقیقت انسانیہ میں ودیعت رکھا ہوا ہے اور اس نقطہ کے احکام کو حق
الشرت سے تعبیر کیا۔ اسی لیے وہ محروم رہے اس لیے کہ ان کو اکب کی حظیرۃ القدس تک
رسائی نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ تجلی اعظم کے (چھوٹا سا حصہ) بذات میں سے
دوسرا ہی جزو ہے۔ اور یہ کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی

---

[1] انائے بشری یا انائے انسانی ہے جو عرش میں آنے کے بعد اور عرش کے رنگ میں رنگ جانے
کے بعد حجر بحت کہلاتی ہے۔ اگر طینت میں جگہ پاتی ہے تو نورانی ہوتی ہے اور اگر سجین میں جگہ پاتی ہے تو
نقطہ کی شکل میں ہوتی ہے۔ — نقی انور

ہیں وہ ان کے اعمال ناجیہ کی صورتیں ہیں کہ وہ اس راہ سے نعمت و لذت
حاصل کرتے ہیں۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج صبح کے وقت بہت انشراح ہوا جیسا اس دن
صبح کے مراقبہ میں انشراح ہوا تھا جب میں حلقہ سے اٹھ کر خلوت میں آیا تھوڑی
دیر بعد غنودگی طاری ہوئی اسی دوران (بی بی) فاطمہ گوہر جو حضرت اقدس کی عزیزہ تھیں
اور فوت ہو چکی تھیں، دیکھا کہ بہت خوبصورت جگہ ہے اور وہاں وہ زرق
برق کپڑوں میں ملبوس جیسے دلہن بنتی ہے موجود ہیں اور اسی جگہ محمد علی شیخ صلاح
الدین (حضرت اقدس کے بڑے بھائی) اور ان کی قدیم رفیقہ حیات بھی ہیں اور
ان کے سامنے ایک انتہائی حسین لڑکا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بی بی
فاطمہ گوہر کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں انہیں عطا فرمایا ہے اس کے بدلے میں
کہ اس دنیا میں ان کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ جب ان مغفورہ سے استفسار حال کیا
تو انہوں نے کہا کہ جس زمانہ میں میری شادی ہوئی تھی انتہائی سردی کا زمانہ تھا
رات و دن سردی کی تکالیف میں نے اٹھائیں اور اس وقت سے جب سے میں یہاں
آئی ہوں تمام تکالیف دور ہو گئی ہیں اب بہت آرام ہے یہی دو تین باتیں تو انہوں
نے کہیں اس کے بعد وہاں اور بھی دو تین لوگ دکھائی دیئے اور کنیزوں میں سے
ایک کنیز کو دیکھا جس کے چہرہ کا رنگ و روغن بہت خوبصورت ہو گیا تھا اور سفید
براق لباس پہنے تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ حقیقی مخدوم بھی اس مکان
میں موجود ہیں لیکن ان کی زیارت کا اتفاق نہ ہو پایا اور اس لڑکے کے وجود سے
یہ معلوم ہوا کہ چونکہ ان مغفورہ کے دل میں اس کی خواہش ہوگی لہٰذا اس عالم
میں وہ عطا کیا گیا۔ بمقتضائے حدیث کہ جب بعض بہشتیوں میں زراعت کی
خواہش ہوگی تو اسی وقت وہ اپنی تمناؤں پر قادر ہو جائیں گے (اور ان کی تمناؤں

کی تکمیل ہو جائے گی)، اور اس لڑکے کی تمنا کے ظہور میں بھید یہ ہے کہ انسان کی صورت
نوعیہ کے مقتضیات سے افراد کا ظہور ہو اور چونکہ اس دنیا میں کبھی نافرمانیاں
مادہ ظلمت بن جاتی ہیں تو وہ اقتضا ظاہر نہیں ہوتا۔ اور وہ عالم عصیان مادہ
کا مقام نہیں ہے۔ جو کچھ اس کا مقتضی ہے وہ علی وجہ الکمال ظہور پاتا ہے اور اسی
معنی کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تمام اہل جنت ایک آدمی کی صورت
پر ہوں گے یعنی وہ اختلاف جو بسبب عصیان مادہ کے تھا درمیان سے اٹھ جائے گا
اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو زمانہ شیر خوارگی میں وفات
پا گئے تھے یہ وارد ہوا ہے کہ ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والیاں ہوں گی
تاکہ ان کی مدت رضاعت کی تکمیل کر دیں نیز یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس
صورت نوعیہ کا وصول اپنے کمال کے ساتھ تدریجاً ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ معتزلہ آخرت میں رویت کے منکر ہیں اور صاحبان
ذوق و وجدان احادیث نبویہ کے مطابق صحت رویت کے شاہد ہیں۔ اس لیے
کہ وہ حضرت تجلی اعظم کا ایک عکس ہے جس نے صورت نوعیہ انسانیہ کے مقابل
اور اس کی حسب استعداد ظہور پایا ہے اور وہ صورت کلیہ بمنزلہ حجر بحت کے ہے۔ چونکہ
آخرت صورت نوعیہ کے احکام کے کمال کا ظہور ہے (جذبۂ شکر گذاری کے ساتھ) اسی لیے
مادہ بھی اس جگہ ہیئات نفسانیہ کا مکمل طور پر مطیع ہو گا جیسا کہ بعض احادیث میں
وارد ہوا ہے کہ جنت کے شوق میں جس صورت میں کوئی شخص استحسان سے توجہ چاہے
گا اسی صورت میں ظاہر ہو گا اور نفس ناطقہ کی حجر بحت پر ایک خاص نظر ہو اور اس
کا اس دار دنیا میں مادہ کے مانع ہونے کی وجہ سے ہر فرد میں ظہور نہیں ہو اور اس
نشاۃ میں یہ مانع نہیں ہے پس اس ذات مقدس کا انکشاف تمام موجودات سے
بہ نسبت جمیع افراد نوع انسانی کے اسی برزخ کی راہ سے جو صورت کلیہ کے حجر بحت

کی طرح ہو واقع ہو گا۔

اور ستائیسویں رات جو ختم قرآن کی رات تھی اکثر مخصوص مخلصین خلوت خاص کے باہر شب بیداری میں مصروف ہوئے وقت تہجد حضرت اقدس خلوت سے باہر تشریف لائے اور دعائے خیر و عافیت دارین سے تمام فریقوں کو سرفراز فرمایا اور حافظ محمد افضل کشمیری نے جو حضرت اقدس کے مخصوص مرید تھے اسی وقت خود بدولت کا قصیدہ اطیب النغم وغیرہ کے اشعار انتہائی پُر سوز آواز میں پڑھنا شروع کیے اور حاضرین وقت کو نہایت مسرور کیا۔ اور اسی کے دیباچے سے دعائے خاص سے سرفراز ہوئے۔ رمضان المبارک کی آخر شب مغرب و عشا کے درمیان جب کہ یہ خاکسار خدمت اقدس میں حاضر تھا ارشاد فرمایا کہ وحشی (جو حضرت امیر حمزہؓ کا قاتل تھا) کے اسلام لانے پر جو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے کو ہماری قربت سے دور رکھ اور ہماری نگاہوں سے اوجھل رہ (اوکما قال) اب یہ نکتہ بخوبی سمجھ میں آگیا یہ اس وجہ سے تھا کہ وحشی میں حضور سے فطری نسبت کا فقدان تھا نہ محض کراہت طبعی جو حضرت حمزہؓ کے قتل کی وجہ سے ہوئی۔ اس لئے کہ اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو ضرور من جانب اللہ کوئی ممانعت وارد ہوتی۔ جیسے عَبَسَ وَ تَوَلّٰی اور لیس لک من الامر شئی وغیرہ میں واقع ہوا ہو کہ الاسلام یمحو ما قبلہ اسلام پچھلی لغزشوں اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور آنجنابؐ کے ساتھ کراہت طبعی کی نسبت میاز قتل ہو (نفرت کی فطرت ناممکن ہے) اور اسی نکتے کے مصداق یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان سے کئی بار شراب نوشی کا ارتکاب ہوا چنانچہ

لے یعنی وحشی کا تیرگی فطرت کی بنا پر حضورؐ کو عرفان کامل نہ تھا ان کے نفس کو حضورؐ کی ذات گرامی سے کتنا بعد و تفاوت تھا اور وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ انھوں نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا اور اس قتل کی وجہ سے حضورؐ کو ان سے نفرت تھی۔ نقی عفی عنہ

تو آپ نے اُن کو حد لگائی لیکن جب وہ باز نہ آئے تو آپ نے نعیں ... بند کر دیا اور وقت تہجد جب حجرۂ خاص میں باریابی ہوئی تو آپ نے بہت سے حقائق و معارف اور اسرار تکوین و تشریع بیان فرمائے کہ ابتداءً یہ دونوں امر غیب الغیب میں متعین ہوتے ہیں پھر وہاں سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور پھر بتدریج یہ تمام کمالات جو بالقوت تھے بالفعل ہو جاتے ہیں جیسے غنچہ کا رنگ و روپ جو ابتداءً پھول میں ظاہر ہونے والا ہوتا ہے پہلے کلی کی صورت میں مندرج و مندمج ہوتا ہے پھر اس سے درجہ بدرجہ پھول میں ظاہر ہو جاتا ہے

گر تا ملؔ قفس بقفیہ طاؤس شود　　　در شبستان عدم نیز چراغانے ہست

پھر ارشاد فرمایا کہ جو کچھ قیامت کے روز شفاعت کے بارہ میں احادیث میں وارد ہوا ہے اس سب سے مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر محبت کے دریا سے فیض کا ظہور ہے جس سے شفاعت ظاہر ہو گی (اور) درحقیقت وہ من جانب آنحضرتؐ ہی ہے اس لیے کہ آپ ہی تمام ملاء اعلیٰ کا عنوان ہیں اور جس کو بحر محبت کی معرفت نہیں ہے شفاعت کرنا بھی اس کے نصیب (امکان) میں نہیں ہے اور جو اس منصب پر قائم ہے وہ یقیناً اس راز سے بخوبی آگاہ ہے اور اس مجلس کے آخر میں مرزا محمد مراد بدخشی نے جو اس بابرکت مقام کے معتکفین میں تھے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ستائیسویں شب اپنی غفلت کی بنا پر یہ خاکسار دعائے خاص سے محروم رہ گیا تھا عرض پرداز ہے کہ اس کے حق میں بھی دعا فرمائی جائے پس حضرت اقدس نے ان کے حق میں دعا فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ آدمی کی سعادت دو چیزوں میں ہے ایک تو یہ ہے کہ اس کا ظاہر شرع کے موافق اور باطن خدا کے ساتھ ہو اور اس کی بہت تفصیل ہے ہر ایک اس سے اپنی استعداد کے مطابق فوائد حاصل کرتا ہے اور جتنا جس کو میسر آجائے غنیمت ہے غرض کہ کیا ہی اچھا وہ

لے اگر تم بغور اپنے باطن کو دیکھو تو حیات آئینہ ہو جائے گی کہ عدم کے شبستان میں بھی امکان نور پایا جاتا ہے۔

وقت تھا جس کی خوبی تشریح سے باہر اور بیان سے بالا ہو۔ الحمد للہ الذی ہدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

حافظ جو بیان کرتے ہیں کہ ایک عزیز شاہ غلام حسین نے جو ایک صوفی اور صادق القول آدمی تھے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جو سراپا نور ہیں کہہ رہے ہیں کہ اس دور میں امت محمدیہ میں کوئی شخص شاہ ولی اللہ کے مثل نہیں ہے۔

۱۱۴۳ھ میں جب حضرت اقدس نے حسب عادت رمضان میں چلہ کشی کا قصد فرمایا اس خاکسار کو تا بحکم انداو وجدان غیب کر خود بہ دولت اس سے واقف [illegible] حضرت قبلہ گاہی کا اپنے دستعال کے جوار میں رحلت کر جانے کا دن تھا کہ رمضان کے آخر میں آپ فریش ہوئے اور بارہ ماہ شوال کو رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ اور اس سلسلہ میں جو پریشانی و اضطراب جملہ متعلقین کو لاحق ہوا بیان کی تاب نہیں۔ اس استاد فیض ارشاد سے دوری تجویز فرماتے ہوئے وطن ہی میں اعتکاف کا حکم رحمت فرمایا۔ اسی سبب سے ان ایام میں حضور کے اوقات کو بالاستیعاب اور بعض فیوض کے اکتساب کا موقع حاصل ہو گیا۔ ورنہ زندگی بھر اس کے فوت ہونے پر حسرت و افسوس رہتا۔ اگرچہ ان ایام میں شب و روز باطن کے مطابق توجہات اس دور استاد کے حال پر مبذول تھیں تاہم اعتکاف کے معارف خاصہ سے بھی اس بندہ کو اپنے فیض عام سے محروم رکھنا پسند نہ فرمایا۔ اور زبان فیض ترجمان کے ذریعہ خطاب مستطاب کی امانت سے معزز فرمایا ہر چند کہ اس مقام پر ان دقیق معارف کا اظہار جو شروع کتاب میں میں نے لکھ

---

[1] سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو اس کے لیے ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا۔ [2] یعنی ان کے والد ماجد

دیئے ہیں مناسب نہیں معلوم ہوا لیکن بحکم ؎

سوختہ ہائے عاشقی وا نگاہ می سپر ایں محالی باشد کہ جان نہ سپر

اعتکاف کے سلسلہ میں وہ شرط اختیار سے باہر ہو گئی اور اسپ خامہ اس قید سے نکل کر مسائل غوامض کے بحر ناپیدا کنار میں تیز رفتار ہو گیا۔ اس بنا پر اس میں کچھ معارف بحسب مناسبت ملفوظات میں جو قسم ثانی ہے تحریر کر دیئے اور اس میں سے کچھ بیاں بھی لکھے جاتے ہیں تحدیثاً بالنعمۃ و شکراً لہا۔ اور ہر مسئلہ کو لفظ معرفت سے معنون کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین یحملون العرش ومن حولہ جان اللہ تجھ کو سعادت عطا کرے اور حقائق اشیاء کی معرفت جیسی کہ وہ ہیں عطا فرمائے جب نفس کلیہ پیدا ہوا تو ایک حقیقت عظیمہ اس کی تربیت کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ ذات بحت کے رقائق سے (ایک) حقیقت رقیقہ ہے اور ہماری اصطلاح میں وہ تجلی اعظم سے موسوم ہے۔ تجلی اعظم کے لیے نفس کلیہ کی تربیت بالکل ویسی ہی ہے

---

[1] لے محبوب عشق کی سوزش اور جلن اور پھر اس پر صبر ناممکن اور بڑی سخت چیز ہے

[2] جب اللہ تعالیٰ نے بمضمون احببت ان اعرف معرفت ذات سے ظہور میں لانا چاہا تو اپنی ذات بحت کی طرف متوجہ ہوا۔ محققین صوفیاء کے نزدیک اس توجہ سے شیون ذاتیہ میں جو معرفت ذات میں گم تھے امتیاز پیدا ہوا یعنی حی۔ علیم۔ قدیر۔ مرید۔ سمیع بصیر۔ کلیم اپنے اپنے رنگ اور شان میں متجلی ہو گئے۔ اور ان کے انوار ایک دوسرے سے منفرد ہو کر اس توجہ میں جلوہ گر ہوئے اور ذات کی صورت کہلائے گویا توجہ نے آئینہ کا کام کیا اور شیون ذاتیہ کے انوار توجہ میں منطبع ہو گئے اس توجہ پر اسم رحمٰن کا اطلاق ہوا ادعو اللہ او ادعو الرحمٰن اور صفات کی صورت پر اسم اللہ کا اطلاق ہوا کیونکہ باوجود مختلف قرار کا ظہور ہونے کے وہ ایک صورت تھی بالفاظ دیگر اللہ کا چہرہ اسم رحمٰن کے آئینہ میں ظاہر ہوا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جیسی افرادِ انسانی میں فردِ واحد کے بدن کے لیے نفسِ ناطقہ کی تربیت و للہ المثل الاعلیٰ۔ پس تجلی اعظم کا پہلا انعکاس (یعنی تجلی) عالم امر میں نفس کلیہ کے فواد پر واقع ہوا (حدیث شریف ہے۔ ان فی جسد آدم لمضغۃ وفی المضغۃ فؤاد وفی الفؤاد قلب

پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ: اس لیے محققین صوفیا نے جن سے ہماری مراد وہ صوفیائے کرام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حقیقت کا مشاہدہ کرایا اور انھوں نے جو دیکھا اور سمجھا اس کو بیان فرمایا یا تحریر کیا اور یہی ہمارے مذہب کی بنیاد ہے جس کی ابتداء رسول اکرمؐ نے فرمائی۔ چنانچہ ان صوفیائے محققین نے جن کی ابتداء خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے ہے حقیقت کے مشاہدے کے بعد روح کو وہ توجہ ذاتی قرار دیا جس میں ذاتِ بحت نے اپنی صورت کو پہچانا یا اپنی خوبی کا مشاہدہ فرمایا۔ اور اس صورت کو ذاتِ بحت کا نفس قرار دیا اور اس عمل کو تجلی اول خود بخود در خود کی اصطلاح دی۔ چونکہ ذات کی توجہ شناخت ذات کی نیت سے تھی لہٰذا اس صورت کی شانِ کلیمی نے ندائے کن بلند فرمائی جس کے ساتھ ہی فیکون ہوا اور سارے شیونات کی تفصیل کا ادراک ذاتِ بحت کو ہونے لگا۔ مرتبہ مرتبہ ہوتے ہوتے ہو گیا خلقۃ الخلق سے نہ صرف ملائکہ بلکہ [illegible] بھی مراد ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ذاتِ بحت کی اسی صورت معنوی کو تجلی اعظم کی اصطلاح سے موسوم فرمایا ہے کیونکہ ذاتِ بحت کی پہلی توجہ یا تجلی سے یہ صورت مشاہدہ کی گئی۔ دوسرے صوفیائے محققین جن کا شہود عشق ذاتی ہے، تو اس معنوی صورت کو حقیقت محمدی کی اصطلاح سے موسوم فرماتے ہیں اور اول ما خلق اللہ نوری و خلق کلہم من نوری کی دلیل لاتے ہیں۔ اور اول ما خلق اللہ القلم سے وہ آنجنابؐ مراد لیتے ہیں جس میں وہ صورت جلوہ گر ہوئی اور پھر عالم امر میں جو تفصیل کن فیکون سے ظاہر ہوئی اس کے بیان کے لیے روح کے پرتو کو قلم اعلیٰ اور صورت کے پرتو کو لوح محفوظ یا نفس کلیہ قرار دیتے ہیں۔ والتفصیل فی [illegible]

۱؎ جسم انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور اس لوتھڑے میں فواد ہے اور فواد میں قلب ہے اور قلب میں روح ہے اور روح میں نور اور نور میں سر اور سر میں انا۔ تفصیل قوم۔

وفی القلب روح وفی الروح نور وفی النور سر وفی السر انا کی رو سے فواد مضغہ اور قلب کا درمیانی واسطہ ہے) جیسے نفس ناطقہ کی تجلی اس روحِ ہوائی پر جو افرادِ انسانی میں فردِ واحد کے قلب میں ہے (یعنی جس طرح آدمی کا نفس ناطقہ اس کی روح ہوائی پر تصرف کرکے اس کے بدن کی تربیت کرتا ہے) اور کلام الٰہی میں اس فواد کو عرش سے تعبیر کیا گیا ہے اور تجلی اعظم کی قلب پر تجلی الرحمٰن علی العرش استویٰ۱؎ سے عبارت ہے (یعنی جب شاہ صاحبؒ کے فواد پر تجلی اعظم کی تجلی ہوئی تو آپ نے عرش کا مشاہدہ۲؎ فرمایا اور اس پر رحمٰن کو مستوی پایا) منجملہ اللہ کی نعمتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے عرش کا مشاہدہ میسر فرمایا جس کی بلندیوں پر افلاک کے اجساد بہیمیہ (یعنی نفس کلیہ کے وہ نقاط جن میں رحمٰن کی تجلی قبول کرنے کی صلاحیت ہے، بالفاظ دیگر افلاک کے سویدائے دل ہیں) اور جن کے اٹھانے والے افلاک کے نفوس ناطقہ ہیں۔ اور اس موطن کا رنگ آفتاب کے رنگ کے مثل ہے اور اس سے کمتر ملائکہ اور اکابر بنی آدم کے اجساد بہیمیہ ہیں اور جملہ ارواح ملائکہ اور انبیاء کا رنگ

۱؎ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا

۲؎ محققین صوفیا کے نزدیک عالم امر میں لوح محفوظ کی تفصیل متعدد ارواح میں ہوئی یہاں تک کہ جسمانی ہیئت تمام ہوئی جس کو عرش کہا جاتا ہے اور جو عالم امر اور عالم خلق کا درمیانی واسطہ ہے۔ عرش کے اوپر عالم امر اور عرش کے نیچے عالم خلق ہے جس کی ابتداء افلاک سے ہوتی ہے اور عالم خلق عالم امر کی تفصیل ہے۔ اور یہ تفصیل جو وقت اور مکان کے قیود میں ہے اس کا کرنے والا وہی رحمٰن ہے جو عرش پر مستوی ہے اور افلاک کے نفوس ناطقہ زہرہ و مشتری وغیرہ ہیں جو اپنے فلک کی روح بھی کہلاتے ہیں اور انھیں ارواح کے ذریعہ اشیاء کی اثرات زمین تک پہنچتے ہیں۔ تفصیل قوم۔

اس ہوائے لطیف کے رنگ کے مثل ہے جو بسبب تفرد آفتاب نورانی ہو گیا جیسے
شفق) اور اس سے کمتر وہ احجار بہیتیہ ہیں جو احکام نفوس کے حجابات سے ڈھکے
ہوئے ہیں اور اس موطن کا رنگ ہوا کے مثل ہے جو ایک قسم کی سرخی لیے ہوئے
ہے پھر اس سے کمتر دوسرے نفوس ہیں وما یعلم جنود ربک الا ھو[1]۔
جو مثل سراب کے نظر آتے ہیں، جیسے ہوا کی حرکت سے سراب نظر آتا ہے،
پس افلاک، اور ملائکہ اور انبیاء اور کاملین کے احجار بہیتیہ عرش کی بلندی پر ہیں
اور احجار منشیہ جو حجابات نفوس ہیں (یعنی ان کے سویدائے دل پر سیاہی
کا نفوذ ہے) اور وہ دوسرے احجار جن میں حجر بہت کے احکام بہت ہی مخفی ہیں
(یعنی ان میں رحمٰن کی تجلی قبول کرنے کی صلاحیت بہت کم ہے) اور احکام
ملکیہ پر ظاہر ان دونوں قسموں (یعنی احجار بہیتیہ اور احجار منشیہ) کی تعبیر
ان حوالے سے لی جا سکتی ہے۔ اول ارادہ متجددہ اور وہ اخبار جو تجلی رحمٰن کے درمیان
عرش پر پیدا ہوتے ہیں۔ پھر وہ عرش اور حاملان عرش کے درمیان منفصل ہوتے ہیں
(یعنی تجلی اعظم کے ارادہ کو رحمٰن قبول کرتا ہے اور عرش کے اخبار یعنی احجار بہیتیہ
کے تقاضے بھی قبول کرتا ہے تب اس کی مفصل تجلی احجار بہیتیہ پر ہوتی ہے
جن کے نفوس ناطقہ حاملان عرش ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء صفات کی
تعریف میں اسی تجلی اعظم کے احکام و آثار بیان فرمائے ہیں اور ان صفات کی
امہات (یعنی مبدأ) دو صفتیں ہیں (یعنی تجلی اعظم ہی ذو الجلال والاکرام ہے)
ایک صفت قہر و غلبہ مافی الکون ہے جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وھو القاھر
فوق عبادہ جس سے قدرت، ارادت، سمع اور بصر کی صفات ثابت ہوتی
ہیں کیونکہ ان صفات کے بغیر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا، قدرت اختیار کلی ہے

---

[1] تمہارے رب کی افواج کو سوا اس کے کوئی نہیں جانتا۔

ارادت اس اختیار کا عمل میں لانا ہے اور سمع و بصر نفوس اشیاء کے تقاضوں
کی دریافت ہے جو صاحب اختیار پر عدل کا اطلاق کرتی ہے اور ظلم کا اطلاق
نہیں ہونے دیتی) دوسرے ذات بحت سے ناشی ہونے والے حقائق کا تجلی
اور قدرے پہلے تجلی اعظم کے سامنے حاضر ہونا اسی سے ثابت ہے (یعنی پہلے
ذات بحت سے ناشی ہونے والے حقائق تجلی اعظم کے سامنے پیش ہوتے ہیں
اور تجلی اعظم ان حقائق کے اندازے کے مطابق احجار بہیتیہ اور احجار منشیہ پر ان کی استعداد
کے مطابق متجلی ہوتی ہے) واللہ اعلم حظیرۃ القدس (یعنی عرش) ایک طلسم الٰہی
ہے جس کے بغیر بنی آدم کے ساتھ عالم کا ربط و نسبت مطلقاً ناممکن ہے (یعنی عرش
عالم امر اور عالم خلق کے درمیان واسطہ ہے اور بنی آدم دونوں عالموں سے مستفید
ہوتے ہیں) پہلے نفس کلیہ کو بمنزلہ لوح کیا تاکہ اس میں وہ سب ظاہر کرے جو مرتبۂ
عقل میں متحقق ہے۔ پس وہاں سب سے پہلے ذات بحت کی صورت کا ظہور ہوا
پھر اس کے ذریعہ تمام استعدادات اور صورتیں جو مرتبۂ عقل میں مخفی تھیں بروئے
عمل آئیں اور اس صورت الٰہیہ نے جو ہمارے نزدیک تجلی اعظم سے معبر ہے تمام
اجزائے کلیہ پر ان شعاعوں کی رسیوں سے جو مثل رشتہ ہائے نورانی اس سے باہر
آتی ہیں غلبہ کر لیا ہے ہر نقطہ ہر جزو تک پہنچا اور باطن کی جہت سے غالب آیا اور
اس کے ظاہر پر باطنی غلبہ کیا۔ پس اس نقطہ کا وجود و ظہور اسی کے مشابہ ہے اور نیستی
سے ہستی میں آنا اور عدم سے وجود میں پہنچنا اور اس بارہ میں جو کچھ کہا جائے
سب ایک شے[2] ہے لیکن غلبہ ظاہری مسببات کے ساتھ اسباب کا اقتضا ہے اور مسببات

---

[2] یعنی جوہر بغیر عرض کے پایا جاتا ہے اور عرض بغیر جوہر کے نہیں پایا جاتا اور جوہر ظاہر نہیں
ہوتا اس کی شناخت اعراض سے ہوتی ہے اور یہ اعراض اضداد ہوتے ہیں۔ جیسے صفات ذات
حیات و علم و قدرت و ارادت و سمع و بصر و کلام ذات باری تعالیٰ ہیں بغیر اضداد کے ہیں یعنی
(ق، کلمہ صحیح)

میں ان اسباب کا تسلط اور ان کے احکام کا اجرا، اعراض کو منزاے قریب کرنا
ہے اور اس مقام کو ورا الملک سے تعبیر کیا ہو (یعنی صفات حقیقی کے اضداد کہیں عالم
میں نہیں پائے جاتے لیکن جب صفات حقیقی کا عکس اعیان ثابتہ پر پڑتا ہو تو نفس
کلیہ میں ان صفات حقیقی کے اضداد پیدا ہو جاتے ہیں اور اس مقام کو ورا الملک
سے تعبیر کیا جاتا ہی) اللہ تعالی ہدایت یافتہ اشاعرہ کی حقیقت الامر ساعی کو مشکور
فرمائے کہ انھوں نے ایک جگہ کہا ہو کہ کسی حادث کا حدوث بغیر تاثیر قدرت واجب
بے واسطہ نہیں ہو سکتا وہ اعراض ہوں یا افعال عباد وغیرہ (یعنی صفات ذات قدیم
ہیں اور ان کے اضداد جو عکس کے اٹھنے سے پیدا ہوئے حادث ہیں اور ان کا حدوث
قدرت واجب کی تاثیر سے ہے) کیا اچھی بات انھوں نے کہی پھر جو کچھ عالم میں فیکون
کے نفس کلیہ میں ہے یہ ایسی چیز ہے جو ہوئی یعنی یکون (یعنی یا ممکن الوجود)

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) موت جہل عاجزی وغیرہ جو ان صفات کے اضداد ہیں ذات باری تعالی
میں نہیں پائے جاتے لیکن صفات ذات کا ظہور بغیر اضداد کے ناممکن ہے لہذا انسان کی روح
میں صفات ذات پوشیدہ رکھے گئے، اور انسان کے نفس کو انھیں پوشیدہ صفات کا موضع
بنایا گیا اور روح و نفس میں محبت کرا دی گئی تاکہ انسان سے صفات ذات کا ظہور ہو اور اس
ظہور کو وقت اور مکان سے مقید کیا گیا۔ یہ اضداد کہاں سے آئے تو اس کی مثال وہ عکس ہی
جو آئینہ میں منطبع ہوتا ہو یوں کہ عکس کا داہنا بائیں کا بایاں ہوتا ہی۔ اسی طرح صفات حقیقی کے
اٹھنے سے اضداد پیدا ہوئے۔ یعنی جب صفات حقیقی روح انسانی سے نفس انسانی میں منجلی ہوئے
تو وہ الٹے ہو گئے۔ اس عمل کو نیست سے ہست ہونا یا عدم سے وجود میں آنا جو بھی کہا جائے
سب ایک ہے۔ درحقیقت نفس کلیہ کی صورت پر صفات حقیقی نے باطنی غلبہ کر لیا یعنی صفات
حقیقی اپنے اضداد پر غالب ہو گئے اور یہی الرحمن علی العرش استوی کے
معنی ہیں۔ (تقی انور)

وہ نہیں ہو پس وہی نفس کلیہ (آدم کی ذریت کے لیے) خود نفس جزئیہ ہو جاتا ہے
اس لیے صورت آلیہ نفس جزئیہ میں مندرج ہو گئی اور وہی ہیئات عالم کا اندراج ہی
ہم نے اصل کا مطالعہ کر لیا ہو (یعنی یہ ہمارا مشاہدہ ہو) لیکن منجمین نے اس کے ذاتی
نفس جزئیہ کے، تولد پر اکتفا کیا ہو۔ اور وہ تحقیقات نفخ نفس کے جاریہ ظہورات
سے ہے اور وہ درحقیقت مدار کار اور محل اعتبار نہیں ہو (یعنی منجمین نے نفخ روح
کو نفخ نفس جانا اور نفس جزئیہ کے موجودہ ظہورات پر اپنی تحقیق کا مدار رکھا ہے جو
درحقیقت قابل اعتنا نہیں ہی) لیکن یہ نفخ روح کی حالت احوال علویہ کے ساتھ

۱؎ یعنی جو مخلوق کن کے حکم سے فیکون ہوئی وہ نفس کلیہ میں پوشیدہ تھی اس حکم سے ظاہر ہو گئی
یعنی وہ عدم میں نہ تھی بلکہ اس کا وجود نفس کلیہ میں پوشیدہ تھا لیکن انسان کی تخلیق کن
کے حکم سے نہیں ہوئی اس کو اللہ تعالی نے اپنے ید قدرت سے اپنی ہی صورت پر بنایا اور نفخ روح
سے فرازا (یعنی اپنی یا تجلی اعظم کی معنوی صورت پر آدم کا پتلا بنانے کے بعد تجلی اعظم یا نور
محمدی اسے سونپا گیا یعنی انسان کا وجود ہی تھا جس اللہ تعالی نے درحقیقت اپنے اسماء جامع
اور صفات حقیقی کی تفصیل فرما دی اور اس کو بشر کے نام سے موسوم فرمایا مگر وہ بشر آدم علیہ السلام تھے
جو تجلی اعظم اور نفس کلیہ دونوں کے حامل تھے اور ان کی حوا ان کی پسلی میں تھیں۔ پھر حوا کو
ان کی پسلی سے الگ کر کے نوع بشر کی بغرض مزید تفصیل تقسیم فرمائی اور ان کی ذریت سے انھیں
اسماء و صفات کی تفصیل اب تک جاری ہے اور جاری رہے گی۔ حشر و نشر جنت و دوزخ
سب انھیں اسماء و صفات کی جن کا ظہور ان کے اضداد سے ہے تفصیل ہیں۔ پھر اس کے بعد
آدم کو ذریت [illegible] (یعنی اپنی حوا کو اپنی پسلی میں سے کر کے) بعض میں
داخل ہو گئی اور لم یلد ولم یولد ولم یکن له كفوا احد کھل
جائے گا۔ (تقی انور)

۲؎ وہ ہیولا جسمانی جو تھا کہ بس ذات اور نفخ روح سے قبل تھا۔

تمام احوال کے مشابہ ہوگی (یعنی منجمین نے اس مشابہت کی وجہ سے دھوکا کھایا)
اور نفس جزئیہ کے امہاتِ سفلیہ اس شکل کے موافق ہیں جو نفخ روح کے وقت
مردہ ہو (یعنی نفخ روح) اس وقت ہوتا ہے جب نفس جزئیہ میں عمل کی صلاحیت
نہیں ہوتی گویا عملی صلاحیت مردہ ہوتی ہو) اور ہماری زبان میں نفخ روح سے
نفس جزئیہ کے نفس کلیہ ہو جانے کی طرف اشارہ ہو۔ طلسم آلہی کی ابتداء
اسی مقام سے ہو کہ وہ جزو جو صورتِ آلہیہ ہے اسی نفس جزئیہ میں اس کے شکل
ہونے کی وجہ سے یہ نفس جزئیہ ان تمام ہیئات عالم پر جن کا اندراج صورتِ
آلہیہ میں ہو اجمالاً صورتِ آلہیہ کی طرف منجذب ہوا۔ یہ انجذاب دراصل طلسم
آلہی ہے۔

پہلے تمام افلاک کے احجار بہیتہ (عرش پر) آفتاب کے رنگ پر مجتمع ہوتے ہیں
ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں ان احجار بہیتہ کی طرف صورت آلہیہ کی جو حقیقت
مجردہ ہے ایک درخت کی صورت ہو (یعنی) ہم صورت آلہیہ کی مثال ایک درخت
سے دیتے ہیں جو ایک حقیقتِ مجردہ ہو کیونکہ درخت کی حقیقت درخت کا ہیولیٰ
ہے) اور ہمارا تعلق اسی ہیولیٰ سے ہو جس کی شکل و صورت وہ پتے اور شاخیں
اور پھول و پھل ہیں جن کو دیکھنے سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے درخت کو دیکھا
پس یہ نسبت جو درخت کی حقیقتِ مجردہ اور پتوں اور شاخوں، پھولوں اور پھلوں
کے مابین واقع ہے بعینہ وہی نسبت ہے جو نفس کلیہ کے صلب میں صورتِ
آلہیہ مجردہ کے درمیان پیدا ہوئی ہو (یعنی نفس کلیہ کا ہیولیٰ صورت آلہیہ مجردہ
ہے اور نفوسِ جزئیہ بمنزلہ پتوں شاخوں، پھولوں اور پھلوں کے ہیں۔ جنہیں
دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے صورت آلہیہ کو دیکھا) اور نیز افلاک اور ملائکہ
کے احجار بہیتہ اور ان کے انوار کے درمیان (بھی یہی نسبت ہو) پس یہ سب

بمنزلہ شاخوں اور پتوں کے ہیں اور صورتِ مجردہ بمنزلہ نفس شجری کے ہے
اور دوسری مثال یہ دیتا ہوں کہ صورتِ آلہیہ مجردہ کے ساتھ احجار بہیتہ کی نسبت
وہ صورت علمیہ ہے جو معلوم سے ہمارے دل میں آتی ہے اور انکشاف کا مبدا
معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کی دو جہتیں ہیں ایک جہت سے عرض ہے باب کیفیات
سے جو نفس ناطقہ سے متعلق ہے اور اس کی مثال اس تصویر کی مثال ہے جو
زید اور عمرو کے حال کا انکشاف کرنے والی ہے جسے مصور مختلف رنگوں سے
کاغذ پر بناتا ہو۔ یہ صورت حقیقتاً ان رنگوں کی ایک قسم ہے اس کو زید سے
کیا نسبت۔ بجہت دیگر وہ عین معلوم ہے اور وہ جہت کونسی ہے وہ یہ ہے کہ ہم
اس عرضیہ صورت کی طرف التفات نہ کریں اور اس صورت کے قیام سے
اس نفس کی طرف نظر نہ کریں بلکہ ہمارا التفات اس معلوم کے ساتھ مصور ہو جا
(یعنی زید و عمرو کی اس صورت کی طرف جو ہمیں معلوم ہے) اور اس اعتبار سے یہ
صورتِ علمیہ عین معلوم ہو۔ اسی طرح احجار بہیتہ کی دو جہتیں ہیں ایک جہت سے
وہ عین صورتِ مجردہ ہیں اور دوسری جہت سے ان کے غیر۔ پس یہ احجار بہیتہ
افلاک کے احجار بہیتہ کی اصل فطرت کے مطابق مختلف ہو گئے۔ حالانکہ درحقیقت
نزدیک ترین احجار ہیں اور ان کا رنگ آفتاب کی صورت کے مشابہ ہو بعد
ازاں ملائکہ اور بنی آدم کے فاضلین کے احجار بہیتہ ہیں جو کامل ہیں اور کامل
کے معنی ہمارے نزدیک یہ ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ایجاد عالم کا ارادہ کیا
تو وہ ارادہ بعینہ چند تعین (یعنی لوازمات) کے ساتھ منشرح ہو گیا کہ بنائے عالم
انہیں تعینات (یعنی لوازمات) پر موقوف تھی۔ اس کی مثال ایسی ہو جیسے
کوئی حکیم ایک کرہ کو متحرک کرنا چاہے تو اس کا ارادہ تحریک بعینہ منطقہ
(دینکر یا کمر بند) اور قطبین (کھینچے یہ دائرے) کا تعین ہوا۔ بلکہ دوسرے دائرے

جو تدریج منطقہ سے قطبین تک تنگ تر ہو گئے ہیں اور وہی نقطہ بعینہٖ کرہ کا مدار
(گردش کی جگہ) ہو کیونکہ کرہ کی حرکت کا دار و مدار اسی دائرہ پر ہو (یعنی جیسے زمین
اپنے محور پر گھومتی ہو جس سے رات و دن کا تعین ہوتا ہو اور رات و دن کی ساعتیں
بدلتی رہتی ہیں لیکن کبھی دن دس گھنٹہ کا اور رات چودہ گھنٹہ کی ہوتی ہو جیسے
موسم سرما میں اور پھر موسم گرما میں اس کے برعکس ہوتا ہو دوسری مثال اس چرخی
کی گردش کی ہو جس پر رسی (رسّی) بٹی جاتی ہو اور دائرے منطقہ سے قطبین تک
چھوٹے ہوتے جاتے ہیں) اسی طرح تمام عالم کا ارادہ ان افراد سے جو اصل وجود میں
ان کے انتظام کا واسطہ ہیں یا تکمیل افراد میں ان کے کمال کی صورت کی جگہ
ہو رہیں (یعنی جب ارادۂ الٰہی ایجاد عالم سے متعلق ہوا تو اس کے ضروریات یا لوازمات
یعنی منتظمین ظاہری و باطنی اسی ارادہ میں شامل تھے جو اولیائے اہل خدمت
اور صاحب ارشاد ہیں) اور یہ کاملین کے احجار بہیئہ ہیں جو بمنزلہ ہوا نور میں فانی
ہو گئے ہیں گویا وہ نور کے عین ذکر ہو گئے ہیں اور اسی طرح کاملین کے ان احجار سے
کثرت سے احجار جمع ہو گئے ہیں اور اس کا آخر سرخ رنگ مائل بہ روشنی ہے
اور آخر شکل سراب کے ایک ہوا ہے۔ الحاصل یہ ایک موجود ہے جو رب الارباب
کے روبرو قائم ہو گیا اس کا اول شکل آفتاب اور آخر شکل سراب جیسا ہے اور کتب الٰہیہ
میں اس کو علیین کہتے ہیں اور جو اس کے مقابل ہے اس کو سجین کہتے ہیں۔ اعاذنا
اللہ منہا۔ (یعنی عرش علیین اور سجین پر مشتمل ہے۔ اور سجین علیین کی پشت پر واقع

لہ یعنی شاہ صاحبؒ نے اپنے مشاہدہ میں عرش کو تجلی اعظم کے سامنے جو حقیقت مجردہ ہو ایک موجود پایا
جو انوار و الوان پر مشتمل تھا یہ الوان احجار بہیئہ کے مظاہر تھے جن سے انوار پیدا ہو رہے تھے عرش
کا بالائی حصہ آفتاب کے مثل اور زیریں حصہ سراب کے مثل تھا اور کتب الٰہیہ میں اس کو علیین کہتے
ہیں اور اس کے مقابل جو دوسرا موجود ہے اسے سجین کہتے ہیں جو نفس کلیہ کی مخالفت سے متحقق ہوا ہے
([illegible])

ہو اور یہی حظیرۃ القدس میں ناشی ہونے والے حقائق کا تجلی اعظم کے سامنے تجلی اور
قدر سے پہلے پیش ہوتا ہو۔ کیونکہ ان پر رحمٰن کی تجلی سے قدر کا تعین ہوتا ہے کہ احجار
بہیئہ میں سے کون علیین کے لائق ہیں اور کون سجین کے لائق) پھر اسی علیین کا
مختلف عوالم میں ظہور ہوتا ہے اور اس ظہور کو جنت کہتے ہیں وہ کبھی زمین کے اس
خطہ کی طرف ظہور کرتا ہو جس کی طرف افلاک کی خبر دینے والے (یعنی ارواح
افلاک) متوجہ ہوتے ہیں اور اس میں انعقاد (پیدا) کرتے ہیں (یعنی ارواح
افلاک جو زہرہ و مشتری وغیرہ سیارگان کے نام سے موسوم ہیں کسی خاص خطۂ
زمین پر اپنی تاثیرات ڈالتے ہیں جن کی وجہ سے وہ خطۂ زمین آئینہ کا کام کرتا ہو
اور اس میں علیین منطبع ہو جاتا ہو) جیسے جابرصا اور جابلقا جن کو فلاسفۂ قدیم
بیان کرتے تھے اور جب حظیرۃ القدس زمین کے کسی خطہ میں منطبع ہوتا ہو تو ان
احجار بہیئہ کے نفوس اپنے ابدان مناسبہ کے ساتھ ان سے متعلق ہو جاتے ہیں اور
افادۂ فیوض کے تمام قویٰ ظاہر ہوتے ہیں اور ہر قوت کی لذت اس نفس کو جو ان کا
حاصل ہوتی ہو اور ہر لذت کا مقتضا اپنے مستحق کو تصور کرتا ہو اور اس کی حقیقت کا
افادہ سابقہ غلبہ (صورت الٰہیہ کا نفس پر باطنی غلبہ) کی طرح حس مشترک
میں صورت جمیلہ کے افادے کا سبب ہوتا ہو اور بھوک کے غلبہ کے وقت کھانے
کی صورت میں اور پیاس کے غلبہ کے وقت پانی کی صورت میں حس مشترک میں
مخلوق ہوتا ہو۔ لیکن اس معنی میں یہ عالم اور وہ عالم (ایک دوسرے سے) مختلف ہیں کہ
اس معنی میں عالم جنت ان تاثرات کا ہیولیٰ ہو جو ہیئات نفوس سے بوجہ قوت

لہ مشرق و مغرب کے دو قدیم شہر۔
کہ یہی وہ جنت ارضی تھی جس سے شاہ صاحب کا گزر ہوا تھا، ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۲-۳۰۳)
ضروری نہیں کہ وہ اب بھی وہاں موجود ہو۔

مثال اور ارواح افلاک کے ظہور سے متاثر ہے اور عالم شہود کو اس کی حاجت
نہیں (یعنی یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب حظیرۃ القدس خطۂ زمین پر منطبع ہو)
اور کبھی عالم مثال کے مواطن میں سے کسی موطن میں زمین سے بالاتر منطبع ہوتا ہے
یہی بہشت ہے کیونکہ بہشت کا مطلب حظیرۃ القدس کا کسی موطن میں منطبع ہونا ہے
جو تشکل و تشبح میں آئینہ کا کام کرے یہ ہے طلسم الٰہی کی تشریح۔ واللہ اعلم بحقیقۃ
الحال۔

تجربیت کی نسبت تجلی اعظم[1] کے ساتھ کس طرح ہوتی ہے وہ اس طرح ہے کہ جب
آفتاب نے آسمان کی بلندیوں پر اپنا نور پھیلایا آئینہ کو اس کے مقابل کر دیا اس نے
اس کی شعاعوں کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ وہ (عکس) ایسا واضح ہوتا ہے کہ اگر تجربیت
والے عالم میں نہ ہوتے تو سارا عالم دہری ہو جاتا۔ اس لیے کہ ارادہ و اختیار کی
تجلی اعظم سے جوش مارتا ہے۔ اور تجربیت کے علاوہ اس کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہے....

محاجّہ کفار کے بیان میں اللہ کے بندوں پر اور بندوں کے اللہ پر حقوق
سے وہ غافل تھے اس لیے کہ ان اشیاء کے ظہور کو جلا دینے والی ایک ایسی شعاع
ہے جو تجلی اعظم کے گرد قائم ہے اور حکمت میں دلیلوں سے ثابت شدہ ہے کہ اگر چراغ
کو ایسی جگہ رکھا جائے جہاں اس کے اور دیکھنے والے کے درمیان اچھا خاصا
فاصلہ ہو اور اس چراغ اور دیکھنے والے کے درمیان ظلمت متحقق ہو تو ناچار چراغ کی لو

---

[1] تجلی اعظم مجرد شے ہے یعنی عالم قدس کا پہلا شخص جس کا وجود علمی ہے اور وہ موجود نہیں ہے
اللہ جس کو چاہتا ہے اس پر مشہود فرما دیتا ہے صرف کاملین کے تجاربیت اس کا ادراک کرتے
ارادہ و اختیار کو اس سے جوش مارتے دیکھتے ہیں۔ دوسرے تجاربیت جو وہ کمال سے محروم
ہیں صرف اس عکس کا ادراک کرتے ہیں جو ان میں منطبع ہوتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ارادہ و [illegible]
بھی اسی کو حاصل ہے اور اکثر گروہ ان حقائق علمیہ سے غافل ہیں۔ (تفہیم [illegible])

میں جو ضعف ہے وہ دکھائی دیتا ہے (یعنی اگر چراغ بلندی پر ہو تو بہت دور سے
نظر آتا ہے اور درمیانی فاصلہ میں ظلمت متحقق ہوتی ہے اور چراغ ٹمٹماتا نظر آتا ہے
یہ ٹمٹماہٹ دراصل چراغ کی لو کا ضعف ہے جو نظر آنے لگتا ہے اگر قریب سے دیکھا
جائے تو چراغ کی لو بغیر ٹمٹماہٹ کے نظر آئے گی) اس کی وجہ یہ ہے کہ چراغ جو شعلہ
چراغ کو محیط ہے اس حالت میں بصورت شعلہ ظاہر ہوتا ہے یہی مثال تجلی اعظم
کی شعاع کی ہے جو اسفل السافلین کی طرف دیکھنے والوں میں تجلی اعظم کی صورت
میں ظہور کرتی ہے (یعنی کمزور تجربیت والے تجلی اعظم کے ادراک سے محروم رہتے ہیں
صرف اس کے گرد کی شعاع کا ادراک کرتے ہیں اور اسی کو تجلی اعظم جانتے ہیں) اب
ہم بیان کرتے ہیں کہ تجربیت والے (یعنی کاملین) تجلی اعظم سے کیوں راہ یاب ہوتے
علوم وجدانیہ میں علم اور معلوم کے درمیان نسبت ہونا ضروری ہے اس لیے حکمائے
متقدمین کا قول ہے کہ مدرک عین مدرک ہے (یعنی ادراک نسبت عینیت کے بغیر
حاصل نہیں ہوتا) بالجملہ کیونکہ ان کے (کاملین کے) نفوس ناطقہ میں تجربیت شعاع
انگیز ہوا تو وہ تجلی اعظم کی توجہ کی طرف جبلی ہی حرکت میں مضطر ہو گئے ان میں طلب
تھی یا نہ تھی (یعنی جاذب نے ان کی غیریت ختم کر کے عینیت کے ساتھ متوجہ کر لیا)
اس کی مثال اس شخص کی ہے جو خاک سے پیدا ہو کر اسفل کی طرف بمقتضائے
اصل فطرت کر وہ نہیں جانتا کہ اس کی اصل فطرت میں کون سی چیز حرکت دینے
والی ہے۔ اور اس نے کس چیز کو حرکت کا قبلہ بنایا ہے (یعنی جب آدمی اپنی اصل
فطرت سے مجبور ہو کر اضطراری حرکات کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس کی
فطرت میں کون سا عنصر غالب ہے اور یہ حرکت اضطراری کس عنصر کے غلبہ سے
سرزد ہوئی جب یہ حرکت (اضطراری) کاملین میں ظاہر ہوتی ہے تو تجلی اعظم کے
علوم مناسبہ ان کی ارواح اور سر میں فوارہ مارنے لگتے ہیں اس مقام پر مختلف

رنگ ظاہر ہوتے ہیں۔ کچھ الوان طبیعیہ جو اس موطن کے اصل مقتضا ہیں میں بیان
کرتا ہوں۔ نور صرف کی صورت اشیائے متعددہ میں تمام الوان پر غلبہ کی صورت میں
صورت سریان شے واحد ہو (یعنی نور صرف کی صورت بے رنگ ہو اور ہر رنگ
میں سریان کئے ہوئے ہو لہذا ہر رنگ کی حقیقت بے رنگی ہو جو شے واحد ہو)
ان تمام الوان میں سر کی صورت تجلی اعظم سے فیض حاصل کرتی ہو لیکن حجریت کی
فطرت سے اطلاع جوش مارتی ہو۔ (یعنی حجریت اپنی فطرت کے باعث حقیقت
پر مطلع ہونا چاہتا ہو) کہ یہ سب (الوان) صورتیں ہی صورتیں ہیں جو آتی جاتی رہتی
ہیں۔ یہ ایک امر مستمر ہے جس میں تغیر کا گذر نہیں (یعنی حجریت کی یہ فطرت ام
جاری ہو جس کو بدلا نہیں جا سکتا یعنی یہ ناممکن ہو کہ حجریت کی حقیقت پر مطلع
نہ ہونا چاہے) کبھی عین کشاکش میں (یعنی رنگوں کی صورتوں اور حجریت کی
فطرت سے جو کشاکش سر میں پیدا ہوتی ہی تمام الوان نیست و نابود ہو جاتے
ہیں اور صرف حقیقت مجردہ (بے رنگ) باقی رہ جاتی ہو (جیسے تجلی ذات کے وقت
آدمی محو ہو جاتا ہو اور اس کی محویت کا ادراک صرف تجلی آثار و صفات والے
کرتے ہیں یعنی وہ عام لوگوں کی نظر میں علی حالہٖ موجود ہوتا ہو لیکن تجلی آثار
و صفات والوں کو نظر نہیں آتا۔ یہ نہ دیکھنا در اصل دیکھنا ہوتا ہی) یہاں پر پردہ
اٹھ گیا اور غطا منکشف ہو گئی۔

جاننا چاہیے کہ بنی آدم کی ملکیت وہ شے ہے جس میں وہ تصرف کر سکے گھوڑے
کا مالک وہ ہو جو اگر سوار ہونا چاہے سوار ہو خواہ کسی کو عاریتاً دے دے یا فروخت
کر ڈالے علیٰ ہذا القیاس۔ مالک زمین اور مالک بندہ وہ ہو جو اس میں تصرف کرے
اور اس جگہ ایک دوسری خصوصیت یہ ہو کہ انواع کی صورتیں ان کی اصل فطرت
کے مطابق واقع ہوتی ہیں جس طرح بچہ کی پیدائش کے بعد دودھ کا پستان میں آنا

ایک طرح کی فطرت ہو اور فطرت تدبیر الٰہی کا مقتضیٰ ہے اور اس تدبیر الٰہی کے
اجزاء کے لیے اسباب کا آپس میں ارتباط ضروری ہے جیسے پہلے مزاج میں رطوبت
پیدا کر کے محفوظ کی گئی پھر وہ رطوبت حیض کی شکل میں نمودار ہوئی دوبارہ جنین
کی غذا بنی اور سہ بارہ مولود کی غذا کے لیے خالص دودھ بن گئی۔ پس ارتباط خاص
کو قرآن عظیم میں ملک سے تعبیر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو "ما خلق لکم من
انہ واحد لہ"۔ پس اللہ تعالیٰ نے اصل فطرت میں تصرف کر کے نوع انسانی
کو مرد و عورت میں تقسیم فرما دیا اور تناسل کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد میں ذکر اور
خصیتین ظاہر فرمائے اور عورتوں کے خصیتین کو ان کے جسم میں پوشیدہ رکھا اور
اور مرد کے خصیتین سے مادہ ذکر میں ظاہر فرمایا اور عورت کے خصیتین کے مادے کو
بھی پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ یہ سب چیزیں تناسل و توالد کی (بغرض تفصیل)
مقتضی ہوئیں پھر ایک کو دوسرے کی رغبت دی اور ایک کی حاجت دوسرے
پر موقوف رکھی۔ لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً سے یہی مراد ہو اور اسی طرح
کتب الٰہیہ میں آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں کو آدمی کے لیے پیدا کیا اور اس
کا مطلب یہ ہو کہ آدمی کو صاحب عقل اور صناع پیدا کیا تا کہ وہ صنعت سے
رسی بنائے اور گائے بیل اور گدھوں کی گردنوں میں ڈالے اور حیوانات سے
دودھ حاصل کرے اور ان جانوروں کا سختی اور نرمی سے علاج کر کے ان کو
اپنی حاجتوں کے لیے مسخر کرے (اولم یروا انا خلقنا لھم انعاماً فھم
لھا مالکون) اور وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون، کا مطلب یہ ہو
کہ ان کی صورتیں ایسی بنائیں کہ ان کی نوع کا اقتضا عبادت ہو۔ یعنی تخلیق کا
مقصد در اصل عبادت ہو۔ پس جب تک افراد نوع اپنے مزاج کی سلامتی سے
موافقت رکھیں ان کی قوت عاقلہ ان کی قوت سبعیہ اور بہیمیہ پر غالب رہے

ان میں اشیاء کی طرف (قوت سبعیہ وبہیمیہ کی وجہ سے) التفات پیدا ہو اور
عقل کے غلبہ کی وجہ سے طلب اللہ کے لیے ہو اور اس کے سامنے تضرع وزاری
اور انکسار سے یقین کے ساتھ عبادت کریں اور عبادت کو نہ چھوڑیں یہ جزالا
کے تاکیدی لام سے معتبر ہیں اور اس جگہ یہ نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ پوری شریعت
انھیں اختصاصات کا بیان ہے کیونکہ نوع انسان کی ابتدائی صورت نے
انھیں اختصاصات کا تقاضا کیا ہو (نوع انسانی کی ابتدائی صورت
ان اللہ خلق آدم علی صورتہ ہو اور یہ وہی معنوی صورت الٰہیہ ہو جس کو
شاہ صاحبؒ تجلی اعظم سے معنون فرماتے ہیں) اور مرتبۂ کلام نفسی میں خدائے
تبارک وتعالیٰ نے صورتِ انسانیہ کی طرف گہری نظر فرمائی (یعنی صدرِ نوعیہ
کے مقتضیات کو کلام نفسی سے سمع فرمایا) اور انھیں مقتضیات کے موافق تدبیر
منزل، تدبیر مدنی تہذیب نفسی، علماً اور عملاً (یعنی پوری شریعت کے احکام
واجب فرمائے اور جمود ذاتی استعدادات علیہ اور بیانات فطرہ سے مشق ہوئی۔ یہ
تمام احکام نوع انسانی کے صدرۂ نوعیہ کے مقتضیات ہیں۔ پھر افراد انسانی کے

لے جب ذات بحت بعنوانِ ذاتیت ان اعراف اپنی جانب متوجہ ہوئی تو اس توجہ سے وہ تمام
شیون جو صرافتِ ذات میں گم تھے متجلی ہو کر ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے یعنی ان شیون کے
انوار اپنے اپنے رنگ میں ظاہر ہو گئے۔ یہ شیون حی، علیم، قدیر، مرید، سمیع، بصیر،
کلیم ہیں۔ حضرت مجددؒ اسے وجودِ ظلی اور تعین اول مانتے ہیں کیونکہ یہیں سے وجود کی ابتدا ہو۔ حضرت
شاہ صاحبؒ نے صوفیاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے اسے تجلی اعظم کی اصطلاح سے تعبیر فرمایا کیونکہ
اصطلاحات تصوف میں اسی توجہ ذاتی کو تجلی ذات یا ظہور ذات کہا جاتا ہو اور چونکہ اس چہرہ میں
رنگ کے ساتوں انواع شامل ہیں اور انہیں رنگوں کی تفصیل ساری کائنات ہو لہٰذا اس
انقلاب سے صدرِ نوعیہ کی اصطلاح استعمال فرمائی یہی چہرہ مع اس توجہ ذاتی کے بطن ہو اور
(باقی اگلے صفحے پر)

درمیان ایک فرد کا ظہور جس کا جوہر بہت حجاب ہوتا ہو کہ وہ صحیح طور پر مراقبہ نہ کر سکے (یعنی

(پچھلے صفحے کا بقیہ) بعنوانِ قل ہو اللہ احد احد کا چہرہ ہو جو مفصل ہو کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنا۔
اس چہرہ کے دو رخ ہیں۔ ایک ذات بحت کے بالمقابل جسے ولایت ذاتی کہا جاتا ہو۔ جو فیض رحیمی کے لیے
مخصوص ہو اور دوسرا رخ جو ہونے والی خلق کے بالمقابل تھا نور نبوت کہلاتا ہو (اور) یہ فیض رحمانی
یعنی فیض عام سے مخصوص ہو۔ سرور کائناتؐ جب بعثت کے بعد معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ کا
یہ سفر بحیثیت رحمن کے تھا اور جب اللہ نے اپنے دونوں ہاتھ آپ کے کندھوں پر رکھے تو آپؐ نے تمام
معقولات اور محسوسات کا بیک آن ادراک فرما لیا یہ دولت عرفان خلعت رحیمی تھی یعنی ولایت
ذات بحت آپ کے حوالہ ہوئی اور آپ الرحمن الرحیم ہو کر معراج سے واپس تشریف لائے اور اپنی
باطنی خلافت مع خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمائی۔ اسی احد کے چہرے یا حقیقت محمدی کی
شعاعوں سے عالم امر میں قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ ظاہر ہوئے جن سے مزید قلام وارواح ظاہر
ہوئے۔ قلم اعلیٰ کو روح کلی اور لوح محفوظ کو نفس کلیہ کہا جاتا ہو جس میں ثنویت پائی جاتی ہو جو
مادّہ کی ابتداء ہو۔ عقول ونفوس کی تخلیق عالم امر میں مکمل ہونے پر احد کے چہرے کو میم کے اضافہ
سے احمدؐ کا چہرہ قرار دیا گیا یعنی جو چہرہ ذات میں احد تھا وہ عالم امر میں احمدؐ کے نام سے معنون ہوا
اس میم میں چالیس مراتب وجود جو میم کے اعداد ہیں شامل ہیں۔ اور وہ عقول ونفوس کا مجموعہ
عرش اعظم کی شکل میں احد کے چہرہ کے بالمقابل پہلے موجود کی حیثیت سے قائم ہوا جس پر رحمن
مستوی ہوا اور جس کو عالم امر اور عالم خلق کا درمیانی واسطہ قرار دیا گیا اور عرش کو علیین وسجین
سے آراستہ کیا گیا پھر احد کے نوری اور احمدؐ کے معنوی چہرے خلق کے استنانے کی خاطر آدمؑ سے
محسوس بنانے کے لیے علیین میں ایک مٹی کا پتلا بنایا گیا مٹی اس زمین سے لائی گئی جو ارض
اللہ واسعۃ کہلاتی ہو اور جس سے یہ زمین حشر میں بدل جائے گی اور پانی بھی اسی ارض کے
دریا سے جو عرش کے نیچے ہو حاصل کیا گیا۔ پھر نفس الرحمن کی ہوا اس میں پھونکی گئی اور اس
کے قلب میں نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کی آگ سلگائی گئی۔ اور پھر خاد اسویتہ

ایسے شخص کا ظہور جس کے حجر بہت پر احکام نفوس کے غلبہ سے اسے یکسوئی حاصل نہ ہو سکے
اور اس کی توجہ تجلی اعظم کی جانب ناقص رہی اور وہ مراقبہ نہ کر سکے یہ بھی صدور نوعیہ کے
مقتضیات سے ہی) اور پھر حکم آلٰہی سے اس فرد کے حجر بہت کا جاری ہونا اور اس شخص
کے عقل و قلب میں فوارے کی طرح جوش مارنا پھر اس کے زبان و فعل سے جاری ہونا
اور لوگوں تک پہنچنا اور قوائے ملکیہ کے درمیان سے اور ملاء اعلیٰ کی تائید اور ان کے
الہام سے تالیف دینا اور شریعت و ملت کے درمیان دہری ثابت کرنا (یعنی دہریت
کی تبلیغ کا باعث بھی حجر بہت کا اس شخص کے روح و سر کے بجائے عقل و قلب میں
فوارے کی طرح جوش مارنے سے ہوتا ہے اور وہ شخص اضطراری طور پر دہریت کی تبلیغ
کرتا ہے اور اسے ملاء اعلیٰ کی تائید اور ان کے الہامات کی تالیف حاصل ہوتی ہے یہ سب
صورت نوعیہ کی گل افشانیاں ہیں (یعنی خیر و شر دونوں صورت نوعیہ سے ہیں) اگر تم بنظر

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ: ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین سے یہ اعلان کیا گیا کہ آدم
کا چہرہ احمد کا چہرہ ہے۔ اس نفخ سے احمد کا نوری اور احمد کا معنوی چہرہ اس پتلے کو سونپا گیا اور بشری
تخلیق عمل میں آئی پھر نوع بشر کو آدم و حوا میں تقسیم کر کے ناسوت میں اتارا گیا۔ آدم کے صفات میں
نوع بشری کی تقسیم سے جو نقص واقع ہوا جس کے سبب انھوں نے شجر ممنوعہ کھایا اور نقص کو بطریق سلسلۂ
تناسل کے ذریعہ ختم کیا گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احمد کے حقیقی صفات لے کر عالم ناسوت
میں جلوہ گر ہوئے اسما فاحمد علیہم اور من رآنی فقد رأی الحق کا اعلان فرمایا۔ حضرت
ابو بکر شبلی کا قول ہے کہ جس کو حق نہ ملا تو وہ ہمارے نزدیک محمد و احمد جیسے خلق محمدی کہتے ہیں وہ درحقیقت [illegible]
خدا ہی نوع بشر کے ہر فرد کی ساخت میں اس کا دماغ عالم امر [illegible] کا مخزن اور نفس ناسوت کا مخزن
اور پورا جسم نے جلیات نظاموں پر ترتیب ہے یہ نظام حیات [illegible] اور کلام کے نظام
ہیں اور جب خون اپنے دوران میں نفس و قلب کے تقاضے [illegible] دماغ تک پہنچتا ہے تو دماغ اس [illegible] کے مطابق
احکام [illegible]

تحقیق خود کرو تو تشریع تقدیر میں داخل ہو (یعنی تقدیر وہ اندازہ ہو جو اجزا ربتیہ پر
احکام ملکیہ یا احکام نفوس کے غلبہ کے مطابق قرار پایا۔ اور تشریع احکام ملکیہ اور احکام
نفوس کا بیان ہے) اور اس کو پورا کرنے والی ہو۔ (یعنی اندازے کو صحیح ثابت کرنے والی
ہو) اور افراد کا حکم انواع کے حکم میں داخل ہو اور اس کا پورا کرنے والا ہو (یعنی پر کے
ابہر کارے ساختند۔ قدر کے وقت جس فرد کے حجر بہت پر جو احکام ملکیہ یا احکام نفوس
غالب کر دیئے گئے وہی اس کی شریعت ہیں لقد حق القول علیٰ اکثرھم فھم لا یومنون)
جس شخص نے یہ کہا ؎

خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست
دریا بمحیط خویش موجے دارد

(یعنی جس نے اپنے آپ کو مجبور محض جان کر اللہ کے فعل کو الزام دیا) تو یہ دہریوں کا
مذہب ہو (جس میں غیریت بھی ہو اور جہالت بھی کیوں یہ سب در حقیقت انسان
ہی کے صدور نوعیہ سے ہے) اور محمدیوں کا مذہب یہ ہے کہ اسی طریقہ پر یہی تقدیر و تشریع
اور یہی جزو و کل ہیں جنھوں نے تجلی اعظم سے (یعنی انھیں کی صدور نوعیہ سے) جوش مارا
ہے اور قصد و تاثیر نے فوارہ مارا ہے (یعنی محمدی اپنے نفس کے مقتضیات کو پہچان کر
اللہ تعالیٰ کو الزام نہیں دیتے بلکہ اپنے نفس کو ملزم جان کر اس سے چھٹکارا چاہتے ہیں
دع نفسک و تعال۔ بہ الفاظ دیگر دہریت غیریت کی پیداوار ہے اور ایمان عینیت
کی پیداوار) یہ تمام غایات و تعلیلات متحقق ہیں اور یہ تمام ربط و ضبط ثابت ہے

۱؎ یعنی افراد انسانی کے درمیان ایک ایسے فرد کا ظہور ہوا جس کے حجر بہت پر تجلی کے مثل حجاب تھا
یعنی اس میں نہ تجلی اعظم کی صورت قبول کرنے کی استعداد تھی اور نہ مراقبہ کی صلاحیت پھر جب اس پر
تجلی اعظم کی شعاعیں پڑیں تو صورت نوعیہ کے مقتضیات اور حکم الٰہی سے اس کے حجر بہت سے ایک سیلان جاری
ہوا جس نے اس کے عقل و قلب میں فوارے کی طرح جوش مارا پھر اس کے زبان و فعل سے جاری ہو کر
لوگوں تک پہنچا اور یہ سب کچھ قوائے ملکیہ کی امداد اور ملاء اعلیٰ کی تائید اور ان کے الہام سے ہوا اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

وهذه الحجة البالغة (یعنی تجلی اعظم کے ساتوں شیون بغیر اضداد کے ہیں اور وہ انسان کی روح
میں موجود ہیں لیکن جب ان کا عکس اس کے نفس پر پڑتا ہو تو وہ اثر کر اپنے اضداد بن
جاتے ہیں اور یہی مجموعہ اضداد اس کا نفس ہو اور نفس کے بغیر ظہور ناممکن ہو۔ بالفاظ
دیگر انسان اللہ تعالیٰ کا تقاضائے ظہور فاحببت ان اعرف ہے۔ جس پر انسان
معنوی دانا صورۃ شاہد ہو)

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت لاتعداد اور بے شمار علوم اس بات
سے جو کہ ہر موجودات میں سے ہر موجود میں ہیں خواہ وہ جوہر ہو یا عرض قول ہو یا
فعل قوائے متعددہ آلیہ و امکانیہ کی مشارکت سے ہوتے ہیں واقع ہوئے یہاں تک
کہ ان تمام موجودات نے متشکل ہو کر افاضہ کیا اور یہ حقیقت ایک بازار کی صورت
میں متمثل ہوئی جہاں ایک انبوہ عظیم ہے اور ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول ہے
اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے اس نے ایک فعل کیا اور اس کے صادر ہونے
میں مثلاً ایک تہائی قوت شہوی اور ایک چوتھائی قوت غضبی اور اسی قدر
قوت عقلی مرکب ہوئی اور اسی طرح اس کے قلب و روح وغیرہ کے لطایف نے
مختلف مقادیر (خصوصیات) سے مداخلت کی (اتنا اتنا نفوذ ہوئی) اور یہی قسم کو اکب

(پہنچنے کو بتانا ہے) اس سے قوم و شریعت وقت کے درمیان وہ ہیت ثابت ہوئی یہ سب
صورت وحیہ کی کل اختلافیاں ہیں۔ اگر تم بنظر تحقیق غور کرو تو تشریع تقدیر میں داخل
ہے اور اس کو پورا کرنے والی ہو اور افراد کا حکم انواع کے حکم میں داخل ہو جس شخص نے
یہ کہا ہے: دریا بہ محیط خویش ہوتے وارد   خس چند ز کوہی کشش باد وست
تو یہ بہر دین کا مذہب ہو اور محمدیوں کا مذہب یہ ہو کہ کوئی طریقہ تقدیر و تشریع اور جزو و کل یہاں
جنھوں نے تجلی اعظم سے جو حق ملا ہو اور اسی کے تصدق تاثیر سے قرار دیا جاتا ہو یہ تمام غایات و تعلیلات
متحقق ہیں اور یہ ربط و ضبط ثابت ہو یعنی حق کل من عند اللہ اور وهذه الحجة البالغة۔

(حق اور)

افلاک کے قویٰ کی ہو جو متفاوت اندازوں سے ممتزج (شامل) ہوتے یہاں
تک کہ فعل کی صورت اختیار کی جس طرح کسی معشوق نے عاشق سے مزاحاً کوئی
بات کہی ہیں اس بات میں کتنی قوت شہویہ داخل ہوئی اور کتنی قوت عقلیہ
صرف ہوئی اور قلب کی تاثیر کس انداز سے اور لطیفہ روح کا اثر کس طرح واقع
ہوا۔ علیٰ ھذا القیاس۔ غرضکہ تمام حرکات و سکنات اور لطائف و قویٰ میں
ترکیب و امتزاج اور ہر ایک کے میزان و مقدار کا میں نے مشاہدہ کیا اور ان علوم
کا افاضہ ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے تیز بارش ہو رہی ہو اور ان اجسام
متشکلہ کی حقیقت میں وہی تمام علوم جمع ہیں جنھوں نے صرف مشاہدہ و معاینہ کے
لیے یہ تشکل اختیار کی ہو۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ اس قسم کے علوم کا افاضہ بجز کواکب
علویہ کے اوقات میں یکجا ہونے کے نہیں ہوتا ہے۔

حضرت اقدس کے ایک مخلص عزیز تھے جن کے ایک لڑکی تھی اور ان کو اس کی
استطاعت نہ تھی کہ اپنے خاندان کے رسم و رواج کے مطابق دھوم دھام سے
شادی کر کے رخصت کر سکیں۔ ہر چند حضرت اقدس نے ان سے بہ تکرار اور بتاکید
یہ فرمایا کہ وقت کی نزاکت اور حالات دیکھتے ہوئے کسی کے ساتھ اس کی شادی
کر دو لیکن وہ مفلسی کے خوف اور غیرت کی وجہ سے حضرت کی تعمیل حکم نہ کر سکے اور اس
معاملہ میں اتنی زائد تاخیر کی کہ خود اس عالم سے چل بسے جس کی وجہ سے لڑکی کی
ماں اور زائد بے سروساماں ہو گئیں اور وہ لڑکی حد مراہقت[1] سے بڑھ گئی لیکن
پھر بھی پاک دامن و صالحہ رہی اور کبھی کبھی حضرت کی زیارت کے لیے خدمت
اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ اپنی پرانی عادت و معمول کے مطابق ایک روز
آپ کے دولت کدہ پر حاضر تھی حضرت اقدس پر جناب الٰہی سے یہ الہام ہوا کہ

---

[1] یعنی حد بلوغ سے بڑھ گئی۔

فلاں عورت نے جو دعائیں کیں، ہم نے سنیں اور ہم کو بہت پسند آئیں۔ بلکہ اس دعا
کے الفاظ بھی آپ پر القا ہوئے اور وہ یہ تھے کہ "میں بے کس ہوں اور میرا کوئی دستگیر
نہیں" یہ بات بارگاہ ربوبیت میں پسند آئی لیکن اس میں اس کی صلاحیت نہیں ہے
کہ ہم براہ راست اس کے قلب پر القا کریں۔ تم اس سے یہ بات کہہ دو کہ ہم اس کی
اس طرح کارسازی کریں گے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔ لیکن اس کو چاہیے
کہ قرآن سیکھے اور اس کے پڑھنے میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کرے۔ پس حضرت اقدس
نے اس کو یہ بشارت سنائی اور جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ وہی کلمات (الفاظ)
تھے جن سے اس نے دعا کی تھی۔

ماہ شعبان سنہ ۱۳۹۲ھ میں جب کہ اعتکاف چلہ کشی حضرت مولائی و ملجائی قریب
پہنچا دل عقیدت منزل بوجہ عادت مالوفہ اعتکاف کے شرف مجاورت کے لیے بےچین
ہوا۔ چونکہ حضرت قبلہ گاہی کا حکم وطن ہی میں قیام کا تھا لہذا اس مقصد نیک کے
لیے سفر آپ کے حکم کی بجا آوری کے خلاف کرنا سخت دشوار معلوم ہوا۔ اپنا اضطراب
تاسعت بذریعہ عریضہ حضرت اقدس کی خدمت میں تحریر کیا۔ آپ نے جواب میں
اس عنوان کا والا نامہ تحریر فرمایا۔

"حقایق و معارف آگاہ سجادہ نشین اسلاف کرام عزیز القدر میاں محمد
عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام
معلوم ہو کہ اللہ کی عنایت سے یہاں سب خیریت ہے اور تمھاری خیر و عافیت
جناب الٰہی سے نیک مطلوب ہے۔ تمھارے خطوط پہنچے جن سے یہ معلوم ہو کے
کہ تم اس اعتکاف میں نہ پہنچ سکو گے میرا تو عجیب حال ہوگیا اور تمھاری
ملاقات سے جو سکون اور انس حاصل ہوتا تھا اس کے نہ ہونے سے ملال ہوا اور
پھر یہ سوچ کر کہ جس کام کے لیے جہاں مقرر ہیں ان کے لیے وہی جگہ زیادہ مناسب ہو سے

آں روز کہ مرشدی نمی دانستی[1] — کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

ہر حال اس ظاہری جدائی کی تلافی بھی ضرور ہونا چاہیے اور دل میں یہ بات جاگزیں
کر لی ہو کہ اس اعتکاف میں ان اوقات میں تم سے بالمشافہ معرفت کی باریکیاں
جو ہوں گی تمھاری صورت مثالیہ سے ان کا خطاب کیا جائے گا اور اس دوران جو
کچھ بھی تمھارے دل پر وارد ہو اس کو بقدر اپنی سہولت قلم بند کر لو تاکہ "المکاتبۃ[2]
نوع المخاطبۃ" کا رنگ ظاہر ہو جائے۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ جہاں حضور و
غیب یکساں ہو اور ناقابل بیان اس کو تمھارے قلب کے حوالہ کرتا ہوں۔ والسلام"

اس تسلی کی بدولت اس عاجز نے وطن ہی میں ان مخاطبات پر امید و بھروسہ
کرتے ہوئے اور ان نفحات کو مد نظر رکھتے ہوئے اعتکاف چلہ کشی اختیار کیا اور
اس دوران جو فیوض و برکات معنویہ آپ نے افادہ فرمائے کیا بیان کیے جائیں
جس کے شکر کی ادائگی تقریر و تحریر سے باہر ہے ؎

گر[3] بر تن من زبان شود ہر موئے — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

اور جو کچھ مخاطبات موجودہ آپ کے قلم اعجاز رقم سے صادر ہوئے اس کی تحریر سے
اس رسالہ (کتاب) کو مزین کیا جاتا ہے اور ہر مقدمہ لفظ "مخاطبہ" سے معنون کیا جاتا ہے۔

افادہ:- ایک بار ایسا ظاہر ہوا کہ ملک عمان میں جس کا بندرگاہ اور ساحل سقط ہے
اہل اللہ کے صفات سے متصف ایک بہت ضعیف العمر اور صالح بزرگ رہتے
ہیں جو ملک یمن کے قبیلہ حمیر سے ہیں اور اب (فی الحال) عمان میں مقیم ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی ان کی طرف ایک خاص نظر ہے۔ اور ان کا رجحان علمائے حدیث کی

---

[1] تم کس دن چاند ہو گے یہ تم نہیں جانتے اور اس دن ایک عالم کی نظروں میں تم ہی تم ہو جاؤ گے

[2] مکاتبت مخاطبت (ہم کلامی) کی ایک قسم ہے

[3] اگر میرے جسم کے ہر رونگٹے کو قوت گویائی عطا ہو جائے تب بھی تیرے ہزار شکروں میں سے ایک شکر بھی ادا
نہیں ہو سکتا۔

جانب ہو اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ شافعی مسلک کے ہیں۔ نورانیت ان کے چہرے
سے ظاہر ہو لیکن وہ گمنامی اور گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے ہیں اور اُن کا رنگ سیاہ ہے

مخاطبہ۔ اور بعض اوقات میں ایک وقت یہ القا فرمایا کہ ہم نے تجھ میں
اس وقت ایک دوسری طرح سے ظہور کیا ہے اور یہ ظہور سو سال تک رہے گا۔ پس
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برکات انوار و کمالات نسبیہ و لطائف بارزہ کی جانب ہے کہ جو
حلاوت و اسرار لطائف کا منشا سے زائد نفع بخش ہوں گے۔

مخاطبہ۔ سرزمین ماوراء النہر کے متاخرین طریقہ احراریہ تہجد کے وقت ایک ہزار
ایک بار یاخفی الالطاف ادرکنی بلطفک الخفی۔ پڑھا کرتے تھے
فقیر نے بھی ان کی موافقت میں چند بار رات میں اعتکاف میں اسے پڑھا۔
ایک رات اس کے پڑھنے کے دوران الطاف خفیہ کے سمندر کے موتی ظاہر
ہوئے انہی میں سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص زراعت کرتا ہو یا تجارت اور اس سے
اپنی گذر بسر کرتا ہو تو لطف خفی اس شخص کے حق میں یہ ہے کہ اس کی کوشش
رائیگاں نہ جائے اور مقصد حاصل ہو جائے اور زراعت و تجارت میں جو بہت آفتیں
اور مصیبتیں ہیں جو اس شخص کے علم کے بغیر اس سے دفع کر دی جاتی ہیں۔ اللہ فرماتا ہے
لَہٗ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ بعد ازاں
حق تعالیٰ کارات اتفاق و نگہداشت وغیرہ کے ساتھ الہام کرتے ہیں اور ان
احراریوں کی ایک جماعت جب آپس میں ملاقات کرتی ہے تو لطف خفی اس جماعت
کے دل سے جوش مارتا ہے پس وہ ایک دوسرے سے پیار و محبت سے ملتے ہیں ملاطفت
و مبادلہ کرتے ہیں اور ان کے رغبت کرنے میں محبت ہوتی ہے تو وہ بھی اسی وجہ
سے ہوتی ہے اور جو شخص اس کا دوست ہوتا ہے اس کے فوائد اس کو بھی پہنچتے ہیں

لہ انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ یہ اس شخص کی دوستی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے
اور جو شخص اس کا دشمن ہوتا ہے اس کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ اور اس کے دل میں یہ
آتا ہے کہ یہ اس شخص کی دشمنی کی وجہ سے پہنچا ہے تو وہ توبہ کرتا ہے اور دشمنی سے باز آجاتا ہے
پھر یہ دیکھا کہ جب یہ شخص یاخفی الالطاف ادرکنی بلطفک الخفی پڑھتا ہے تو اس
اسم کی حقیقت اپنی گردن اٹھا اٹھا کر اس کو دیکھتی ہے اور اس کی اس غائر نظر کی وجہ سے
اس بندہ کے نفس ناطقہ کے صلب میں جو لطیفۂ خفی ہے اس سے ایک چشمہ جاری ہو کر
پوری طرح پھیل جاتا ہے۔ اور جس جگہ بھی کسی قلب کو پاتا ہے بغیر اس قلب کے نظام میں
کوئی خلل پڑے اس میں در آتا ہے۔

مخاطبہ:۔ فیض ہر جگہ ہے۔ اور یہ فیض سالک کے نفس پر اس کی فطری استعداد کے
مطابق ہوتا ہے۔ ورنہ فیض سب پر عام ہے اور اس کلیہ کے مدنظر ہر لطیفہ کے فیض کو
مبدأ کے فیض کی طرح جو سورج کی شعاع کی شکل ہے نفس پر قابل قبول بنانا چاہیے
اور جس طرح مستفیضین کی استعدادات کا تفاوت، اثر قبول کرنے میں ہوتا ہے اسی طرح
اجسام کا تفاوت شعاع قبول کرنے میں پس برف سورج کی شعاعوں سے حرارت
قبول نہیں کرتا اور پانی کر لیتا ہے۔ اور زمین پانی سے بہت زائد اثرات قبول کرتی ہے
اور لوہا سب سے زائد اور سب سے اعلیٰ مرتبہ میں آتشیں شیشہ ہے جو اپنے مقابل جسم
کو صورتوں کے انعکاس کی وجہ سے بوضع خاص جلا ڈالتا ہے۔ حُبِّ خاص جو بندہ کی
صفت ہے حقیقت سے مبدأ کی محبت کے لیے ناگزیر ہے وہ اس بندہ اور مبدأ کے
درمیان چھپی ہوئی نسبت ہے جو ان کے کسب کی وجہ سے ظاہر ہوئی اور اس ظہور کے مبدأ
کی محبت بندہ میں اس ظہور کا اثر ہے کہ وجود بندہ وجود خالق میں روپوش (گم) ہو جائے
اور اسی طرح ہر وہ محبت، جو اپنے محبوب کی طرف ہو۔

مخاطبہ:۔ جب یہ کلیہ معلوم ہو گیا تو اب یہ جان لینا چاہیے کہ تجلی اعظم کے مقابل آدمی

کے نفس میں ایک نقطہ ہو اور تجلی اعظم کی رغبت و محبت اسی نقطہ کی طرف ہو جیسا ذکر
ہو چکا۔ اگر یہ نقطہ مثل براق صاف شفاف اور نورانی ہو، کدورت اور گرد و غبار
اس میں عارض نہ ہو تو جو شخص مثل شیشہ آتشیں ہو تو وہ تجلی اعظم سے اس کی شعاعوں
کو جذب کرتا ہو اور قبولیت کا اثر اس میں دکھائی دیتا ہو یہاں تک آثار خارقہ اکثر (یعنی
خوارق عادات) اپنے بعض حالات میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان
حکایات کی تشریح (بھی) کر دیں۔ تجلی اعظم کی نشانیوں سے پہلی نشانی اس میں تجلی اعظم
کی شناخت ہو اور ہمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے کو اس کے سپرد کر دینا
اور اس میں متلاشی رہتا ہو (فنا ہو جاتا ہو) جس طرح بعض نفوس کے قویٰ کہ ان میں
کواکب سیارہ کے قویٰ بھی پیدا کیے ہیں اپنے ہی اندر گردش کرتے ہیں اور بعض تجزیہ کرنے
بعد اپنے ہی پر مطلع ہوتے ہیں اور ایک طرح سے ان کی نظر خود اپنے ہی پر پڑتی ہو۔ اس نقطہ
کے نتیجے میں کواکب سیارہ کے بعض علوم اس نفس پر نازل ہوتے ہیں اور اسی سے عالم میں
ایک گردش دکھائی دیتی ہو۔ اسی طرح یہ نفس اپنے ہی اندر گردش کرتا رہتا ہو اور اپنے
سر پر مطلع ہوتا رہتا ہو اور اپنے میں ایک قسم کی بیداری پاتا ہو اور تجلی اعظم کے بعض
علوم اس میں گردش کرتے ہیں اور ان میں سے بعض علوم بہت زیادہ ظاہر ہیں جن کے لیے
لہٗ ملک السماوات والارض۔ وھو القاھر فوق عبادہ۔ یعلم ما بین ایدیھم
وما خلفھم ہو (ان آیات سے ان کا اظہار ہوتا ہو) اور ان علوم میں سب سے زائد
روشن ان اشیاء کی معرفت ہو جن کا استعمال بدن میں نسمہ کے ساتھ اس نقطہ کی تلاش
کو تجلی اعظم میں واضح تر اور بارونق بنا دیتا ہو یا اس کی تلاش سے بہت دور پھینک

۱؎ آسمانوں اور زمین کے ملک اسی کے ہیں
۲؎ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔
۳؎ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے

دیتا ہو اور اس سے الگ ہو جاتا ہو۔ اسی لیے یہ اسرار قرآن عظیم میں ہر سورت میں
مکرر بیان کیے گئے ہیں کہ اس نقطہ کے الحاق کی طبیعت یہ علوم تجلی اعظم کو دے
دیتی ہے۔

مخاطبہ: خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں — گفتہ آید در حدیث دیگراں

آفتاب کو صفات کمال میں سے جو کچھ چاہیے سب حاصل ہے مگر جزئیات
کمال میں سے ایک جزو جو آفتاب کو بغیر حجاب کے حاصل نہیں ہوتا وہ روئی
اور کوئلہ کا جلا دینا ہو۔ پس آفتاب کا تمام بلکہ فوق التمام ہونا اس کا حامل ہوا
کہ وہ کمال جزئی بھی اس کو حاصل ہو جائے۔ بنی آدم کے حکماء کو یہ الہام ہوا
کہ وہ لوہے اور بلور سے آئینہ بنائیں اور اسے تراش کر سورج کے سامنے رکھیں
شعاع جو ایک نقطہ کی شکل میں عائد ہو گی اس میں جلانے کی قوت پیدا ہو جائے
گی۔ یاقوت کو اپنی ذات کی حد تک جیسا کہ چاہیے شعاعوں کے رنگ حاصل
تھے لیکن اس کا دوسرا کمال یہ ہو کہ وہ بغیر مختلف روشنیوں کے اجتماع کے ظاہر نہیں
ہوتا اور وہ بھی اس روشنی کے تعاکس و تموج کا فرق ہو۔ پس یاقوت کی خاصیت
یہ ہو کہ وہ مختلف روشنیاں پیدا کرے اور ان روشنیوں کو اپنا خادم بنائے اور پھر
اس میں دوسرا کمال ظاہر کرے۔ (جیسے کہ نقطہ جنیہ۱؎ سب سے پہلے کسان کی جانب
منتقل ہوا تاکہ وہ اسے بوئے اور اس نے اس کے بونے میں ہل و بیل وغیرہ مہیا
کر کے زمین کو اس قابل بنایا اور اس میں وہ سرسوں کا بیج بویا اور آسمان اور
زمین کی برکتیں اس کے شامل حال ہوئیں یہاں تک کہ وہ درجہ بدرجہ پیدا ہو کر اُگ
آیا پھر اس نے (کسان نے) اس کو مانڈا اور اندر کا حصہ نکال کر باقی (بھوسی وغیرہ)

۱؎ اس سے مراد وہ حقیقت کبریٰ ہے جو مختلف ادوار و تبدلات سے گذری اور ہمیشہ
ترقی یافتہ رشتے کے ساتھ رہی۔

وہیں چھوڑی اور یہ ولادتِ ثانیہ ہے۔ بعد ازاں وہ نقطہ جنیہ تیلی کی جانب منتقل
ہوا اس نے اسے خرید کر کوڑے کرکٹ سے صاف کیا اور مختلف ترکیبوں سے مرتب کیا
اور پھر اصل تخم (مغز) نکال کر اس سے تیل نکالا اور باقی چھوڑ دیا اور یہ ولادتِ ثالثہ
ہے۔ بعد ازاں بادشاہ کے شعلچی نے اس کو خرید کر مختلف قسم کی شعلیں بنائیں اور
ان میں تیل ڈالا پھر اس میں آگ لگا دینے سے ان کا فیض ظاہر ہوا اور روشنی کا
ہنگامہ پیدا ہوا پھر بادشاہ نے ان شعلوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور ان کی روشنیاں ایک
دوسرے پر صادق آ گئیں اور ایک ہی حقیقت نظر آنے لگیں اور مقدار کے فرق کی
وجہ سے ان کی روشنی میں فرق و تموج ظاہر ہوا اور یہ ولادت رابعہ ہے اس وقت
یاقوت کو جلوہ بخشا اس کی سرخ روشنی سفید روشنی کے ساتھ جمع ہو گئی اور رنگوں اور
روشنیوں کی قلت و کثرت سے اتنی شعاعیں اور تجلیات ظاہر ہوئیں جن کا شمار نہیں
کیا جا سکتا۔ یاقوت کا اصل مقصد اپنی تجلیات کا ظہور تھا (اس نے) روشنیوں کو اپنا
مظہر بنایا اور پھر یاقوت مقدس نے ان شعاعوں کو خطاب فرمایا لولاک لما
خلقت الافلاک ولولاک لما اظهرت ربوبیتی وفی حدیث المعراج ظهرت
علی السدرة الوان لا ادری ما هی وتلك الامثال نضربها للناس وما
یعقلها الا العالمون۔

مخاطبہ:- بعض اوقات یہ دکھائی دیا کہ افراد کاملین نیز ملاء اعلیٰ کی ارواح اور
اسمائے حسنیٰ کے انوار مشخصہ (ذوات۔ اسمائے حسنیٰ) جو عالم مثال میں قائم ہیں
اور دین کے انوار (جن میں) تجلی اعظم کا حکم ہے افراد بنی آدم کے قوائے نسمیہ کی پرورش

ل اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ظاہر
نہ کرتا۔ اور معراج کی حدیث میں ہے کہ سدرة المنتہیٰ پر بہت سے رنگ ظاہر ہوئے میں سمجھ نہ سکا
کہ وہ کیا تھے اور ہم لوگوں کو یہ مثالیں دیتے ہیں اور ان کو صرف سمجھدار لوگ ہی سمجھتے ہیں۔

سے چاروں قسمیں مثل کواکب منتشر ہوئیں اور ہر کوکب سے خط شعاع اس بندہ کے
نفس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اس نفس کی انتہائی گہرائیوں میں چلی گئی۔ اور اپنے
کوکب کا محبوب پایا اور ہر کوکب کی عنایت کے ذکر کو دیکھا۔

مخاطبہ:- بعض اوقات ایسی حالت کا ظہور ہوا جو موت کے بعد پیش آئے گی۔ تو
علم حصولی جو حجر بحت سے مثل فوارہ نکلتا ہے اس کے اندر لپٹ گیا اور اس میں گم ہو گیا
اور علاوہ حجر بحت کے اور اس کا تجلی اعظم کا آئینہ ہونے کی حیثیت سے اپنے میں اس
کی حضوری کے سوا کچھ باقی نہ رہا بلکہ تجلی اعظم کے سوا کسی طرف توجہ نہ تھی۔ نہ یہ کہ کوئی
ایسی چیز ہو جو تجلی اعظم کا آئینہ ہو۔ اس وقت ایک عجیب فنائیت طاری ہوئی جو
بیان میں نہیں آ سکتی۔

مخاطبہ:- اگر ہم کسی عالم کی زبان میں یہ کہیں کہ زید اس صنم کا فاعل ہے پھر اگر جب
بہ نظر غائر اس کو دیکھیں اور یہ کہیں کہ یہ تو پتھر کا صنم اور اینٹ کے ساتھ مضبوط کیا
ہوا ہے بذات زید من حیث ہی (زید کی نفس ذات کے اعتبار سے) بلکہ زید کا نفس ناطقہ
قوائے نسمیہ سے منعکس (ملبوس) ہوا اور ان قوائے نسمیہ میں خشت و حجر کے مادہ پر تصویر
کی قوت بطور کسب و جبلت ظاہر ہوئی۔ اور یہ صورت جو مادہ میں ظاہر ہوئی بلا
واسطہ اس استعداد خاص سے مستند ہے جس کو ہم نے تصویر کا نام دیا ہے۔ اور وہ
قوائے نسمیہ میں متعین ہے اور وہ قوائے نسمیہ کا نفس ناطقہ کا کلی فیض ہے ان دونوں
میں فرق اجمال و تفصیل کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح ایمان بالغیب کی زبان
میں اگر ہم تمام آثار وجودیہ کو اللہ کے نام سے مستند کریں پھر بہ نظر غائر ہم کہیں کہ
اللہ کے نام کے دو کمال ہیں۔ ایک کمال ہر موجود کی ایجاد کی وجہ سے ہے اس جگہ
ایک چیز کو دوسری چیز پر ترجیح نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اشیاء کو حرام و حلال
کرنے والا ہے۔ حُسن کو حسن دینے والا اور بُرے کو برائی دینے والا ہے اور

اشیا میں امتیاز پیدا ہو گا۔ اور اگر ہم صفات واجب کے ہر کمال کا ایک منتہٰی نہیں
کریں (تو) اس کا مزاحم قول اجمالی نہ ہو گا جب یہ بات صاف اور واضح ہو گئی تو
جان لینا چاہیے کہ ذات الٰہی حقیقتاً ہر حکم کی مصداق ہو لیکن ہر حکم کی ایک
جہت ہو۔ جب اشیائے کثیرہ ظاہر ہوئیں تو انھوں نے تدبیر و ربط و ضبط کی حیثیت
سے ظہور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ ثم استوی علی العرش۔ تو چند احکام اس
ظہور کے ساتھ مخصوص ہو گئے جس طرح نفس ناطقہ اور استعداد کسبی و جبلی کی
مثال کے بارہ میں ہم نے کہا جو قوائے نسمیہ میں ظاہر ہوئے اور اسی مقصد
کو ہم تجلی اعظم سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۱

عباراتنا شتی وحسنک واحد — وکل الی ذاک الجمال یشیر

مخاطبہ:۔ تجلی اعظم کے احکام جو بواسطہ اجسام بجنسہ افراد بشر پر یورش کرتے ہیں
اور وہ یہ ہو کہ استعانت و عبادت خاص تجلی اعظم کے لیے مخصوص ہو۔ اس
کے علاوہ کسی کو معبود و مستعان نہ بنائیں اور تجلی اعظم کے مرتبے لائق تعظیم کو کسی
دوسرے کی طرف متوجہ نہ کریں۔ اسی لیے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے
اسی پر اتفاق کیا ہو۔

مخاطبہ:۔ علیین کی تشریح۔ جس طرح نفس نباتیہ اشکال و الوان سے عبارت ہو
لیکن تقاضا کرتا ہو کہ جسم میں اس نفس کے تعلق سے اوراق و اغصان اپنے
اپنے محل میں اسی طرح ظاہر ہوں۔ اسی طرح تجلی اعظم اپنی صورت [illegible]
[illegible] ہے لیکن اس کی مقتضی ہے کہ عالم میں اس کا
ایک خلیفہ ہو جس قدر موہوم کی اعلیٰ جانب میں ملائکہ کے اجسام بجنسہ کی [illegible]

۱ ہماری عبارتیں [illegible]

ظہور کیا گیا اور اس سے بکثرت ملائکہ علوی کے اجسام بجنسہ ہیں جو کہ وجود پر حاکم تھا
کیا گیا ہو۔ پھر اس کے بعد افاضل بنی آدم یعنی انبیاء اور اکابر اولیاء اللہ کے اجسام بجنسہ
ہیں۔ پھر ان کے بعد دیگر ادنیٰ اجسام بجنسہ نسیفہ ہیں جو نفس ناطقہ و نسمہ کی پردہ میں
لپٹے ہوئے ہیں اور اس قسم میں ایک گرانی ہو جو یا ساتی بیان میں نہیں آ سکتی پھر
کے بعد بہت سے نفوس ہیں کہ اکثر وجوہ یا بعض وجوہ کی بنا پر قوائے ملکیہ ان میں ظاہر ہو کر اس
حضرت میں یعنی علیین میں منجذب ہوئے جس طرح لوہے کے ٹکڑے مقناطیس کی طرف
کھنچ جاتے ہیں (لیکن ان میں سرایت نہیں کرتے) پس اس مقام پر اجمال اہل نجات
کی ارواح میں سے ہر روح ایک روح پر قائم ہو یعنی اجسام بجنسہ اور ان کے صور مثالیہ
پر اور اس مقام کا نام شریعت میں علیین ہو۔

مخاطبہ:۔ عارف جب اس مقام پر پہنچا ہو تو کتاب مرقوم میں اپنی جگہ پہچان لیتا ہے
مثلاً جب اس نے دیکھا کہ اس کا حجر تحت علم حضوری کے ساتھ خود عالم ہو۔ سب اشیا
اس سے پوشیدہ ہیں اور عین علم حضوری میں جو علم حضوری تجلی اعظم میں ہے پھر دوبارہ تجلی اعظم میں غائب
ہوا اور علم حصولی کا متلاشی ہوا وہاں وہی علم حضوری پایا جس میں خود حاضر تھا۔
اس تیرگی سے پہلے تو متحیر رہ گیا بعد ازاں معرفت کے دریا نازل کیے گئے اور حجابات اٹھا
لیے گئے۔ تو وہ سمجھ گیا کہ جس طرح آفتاب آسمان کے افق میں بلندی رکھتا ہو اور آفتاب
کی صورت آئینہ میں عکس فگن ہو جب دونوں خصوصیت فردیہ سے دامن سمیٹ لیں
تعینہ وحدانیت ہی باقی رہ جائے گا کیونکہ یہ دونوں اس میں متحد ہوتے ہیں
ثانیہ الٰہی سے یہ اتحاد ظاہر ہو گیا تو اسی جگہ سے اپنا مقام اس پر واضح ہو گیا۔

مخاطبہ:۔ عابد پر اپنے معبود کی اتباع کی تشریح اور اس کی رویت جاننا چاہیے
ہر آدمی کے نفس میں بتقاضائے صورت نوعیہ انسانیہ تجلی اعظم کی طرف ایک

انجذاب رکھا ہو پس اگر وہ حاسہ مفتوح ہو جائے تو بقدر انجذاب اس کو حاصل کرے گا لیکن قوائے بہیمیہ کے حجابات اس کے مانع آتے ہیں کہ وہ انجذاب پا دے اور حاسہ کھل جائے۔ جب انتقال کا وقت مقررہ آئے تو اس کی قوت بہیمیہ کمزور مضمحل ہو جائے اور صورت نوعیہ کا اقتضا غالب آجائے اور صورت فردیہ کا اقتضا مغلوب ہو جائے۔ اس وقت اس انجذاب کی طرف نظر پڑے اور یہی انجذاب توجہ بصری کو عالم مثال میں آمادہ کرے۔ اگر اس شخص میں تجلی اعظم کی شناخت ہے یعنی وہ اس کو رنگوں اور اشکال سے منزہ جانتا ہے اور عالم میں اس کے تصرف اور قدرت کے سیر کو اپنے اس اعتقاد کے موافق جانتا ہو تو یہی علاقہ جذبی تجلی اعظم کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہو۔ اور دید بصری عالم مثال کے بازار میں کھل کر سامنے آجاتی ہو۔ اور اگر اس کو ان شخصوں میں سے جن میں اس نے آثار خارقہ دیکھے ہیں کسی شخص میں محصور سمجھا ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام تو توجہ کا انجذاب انہیں کی شکلوں میں نمایاں ہوتا ہو اور اوپر سے ایک بلا کا ظہور ہوتا ہو جس کا باعث ملاء اعلیٰ کی نفرت و لعنت ہوتی ہو اور اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر بحث سے نفس الامر میں علم و قدس کا ایک چشمہ جاری ہوا ہو (اور) بنی آدم اپنی استعدادات کے مطابق اس چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں اور علم خوابات میں پانی اور دودھ کی شکل میں متمثل ہوتا ہو اگر یہ صورت متمثل ہو جائے تو حوض کوثر ظاہر ہو گی۔ اسی طرح شریعت آج بھی ایک واقعہ ہو جو شہوات کی آگ پر قائم ہو اور وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہو اگر قوت مثالیہ اس پر قابض ہو جائے (تو) وہ صورت انسانیہ کے لیے مجسم صراط مثل ہو جائے اور اسی طرح توحید اور صوم و صلوٰۃ ایک نور معنوی ہو جو بعض خوابات میں

چراغ کے نور سے متمثل ہوتا ہو اور اسی کے مانند ہو جاتا ہو اگر حشر کے روز وہ صورت مثالیہ سے صورت نوعیہ کی استعدادات کے لیے جو قدر مشترک ہے متمثل ہو جائے (تو) افراد میں نور کی صورت ظاہر ہو گی۔ اور منافقین کے لیے ظلمت ہو گی۔

مخاطبہ:- اللہ تعالیٰ کے اس قول الرحمٰن علی العرش استویٰ[1] اور وتری الملائکۃ حافین من حول العرش[2] کی تشریح کے بارہ میں۔ بہ نظر کشف جو کچھ بہ تصریح معلوم ہوتا ہو یہ ہو کہ ان آیات میں عرش سے مراد عرش مثالی تکوینی ہو۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہو کہ عرش جسمانی اور افلاک سب کے سب صاحب روح ہیں اور ان کی ارواح میں ایک نقطہ ہو جو تجلی اعظم کے مقابل ہو اور وہ عرش و افلاک کے اجزاء بجنبہ ہیں (اور یہی) رحمان کو مستوی ہیں اور ملائکہ مقربین بھی اس بات پر ملہم ہیں کہ اس عرش مثالی کے گرد طواف کریں۔ اور اس کے حامل ہوں۔ ان کے حقائق کا انجذاب بجہت ضرورت تجلی اعظم اور بسبب اعتماد تجلی اعظم عرش مثالی پر یہ ہو کہ افلاک کے ہر جز بحث کی ان افلاک کی ارواح کی طرف ایک کشادہ راہ ہو۔ جب حکم اجمالی تجلی اعظم سے ریزش کرتا ہو تو یہی عرش تکوینی بصورت خاصہ اس کے حکم اجمالی کی تشخیص کرتا ہو۔ اور فرشتوں کی ایک جماعت کا اس عرش کو اٹھانے کا سبب یہ ہو کہ وہ نظام خیر میں اس طرح واجب الصدور ہیں (یعنی جن کا وجود میں آنا ضروری ہو) جیسے کہ جب حرکت میں آئے تو منطقہ محور اور قطبین کا ظہور یعنی آنا واجب ہے۔

مخاطبہ:- حقیقت بہشت مثل عرض[3] عام کے ہو۔ حقائق مختلفہ نے عرض عام کے معنی میں

[1] رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔

[2] اور تو دیکھے گا فرشتوں کو پھر رہے ہیں عرش کے ارد گرد۔

[3] عرض کے معنی ہیں جس کا خود کوئی وجود نہ ہو بلکہ کسی شے کے وجود پر اس کا وجود منحصر ہو۔

اتفاق پیدا کیا ہو اسی وجہ سے ایک ہی نام اس کے لیے جاری ہو گیا ہو کہ (وہ) بہشت
ہو۔ پس علیین کا جا بجا اور جابلقا میں یعنی زمین کے اس بقعہ میں جس میں قوائے
شمالیہ ظاہر ہوئے اور عالم مثال صرف اور عالم مثال ممتزج اعراض کے ساتھ
مثل اضواء شفافیہ کے ظہور سے ہو۔ پس بہشت ان میں سے ہر ایک میں ہو سکتی ہے
اور آنحضرت صلعم نے جو فرمایا ہو کہ بہشت مسجد کی دیوار قبلہ میں ظاہر ہوئی (وہ) محض
مجاز و استعارہ نہیں ہے۔

افادہ: جب ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ آیا اور حضرت اقدس کی خلوت چلہ کشی کے ایام
قریب آئے اس خاکسار نے اس اضطراب کی بناء پر جو اس کو درپیش تھا اور وہ
یہ تھا کہ آپ کے شرف مجاورت سے محروم تھا چاہا کہ فیوضات کے حصول کے
لیے وطن ہی میں ایک گوشہ میں بیٹھے اس سلسلہ میں حضرت اقدس کی خدمت
میں عریضہ لکھا آپ نے اس مضمون کا سرفراز نامہ تحریر فرمایا۔

حقایق و معارف آگاہ سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ
فقیر ولی اللہ کی طرف سے بعد سلام محبت التیام معلوم ہو کہ الحمد للہ یہاں سب خیریت
ہے۔ تمہارا نامہ مشکین شمامہ پہنچا جو قصد اعتکاف اور فوائد آتی کی فتوحات کے
سلسلہ میں دعا کی استدعا پر مبنی تھا (میری یہ دعا ہے) اس خلوت میں اللہ تعالیٰ
تمہارے تمام احوال کی اصلاح فرمائے اور تم پر وہ رازہائے سربستہ ظاہر فرمائے
جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا خطرہ
گذرا اور تم میں اپنی ذات سے انس و محبت پیدا فرما دے اور تم کو بھی ان چیزوں
سے حصہ عطا کرے جس کو اس نے اپنے کاملین مخلصین کے لیے مخصوص کر دیا ہے ہر چند
اس بارہ میں ہمت کی طلب صرف سنت کی پیروی ہے ورنہ حقیقتاً تم، اس فرقہ
میں ہو جن کے لیے زبان نبوت سے ارشاد ہوا۔ اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِیْ حُبًّا
ہوا جب

لی مع نفس ... آپ کی کارکشا دعاؤں اور ہمت عالیہ نے اثر دکھایا اور توجہات
مبارکہ نے دستگیری فرمائی جن کا شکر ادا کرنا بندہ کے امکان سے باہر ہے ؎

گر بر تن من زبان شود ہر موئے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

اور چلہ کشی سے فارغ ہونے کے بعد اس کے اسرار سے اس بندہ کو مطلع فرمایا
اور اس میں کچھ حصہ کو جو حقایق و معارف کے مکاتیب پر مشتمل تھا اس سے
اس رسالہ کو مزین کیا جاتا ہے عنایت فرمایا۔

"حقایق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق
سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام محبت معلوم ہو کہ الحمد للہ علی العافیۃ الظاہرۃ
والباطنۃ والمسؤل من اللہ تعالیٰ کذلک لکم ولاولادکم ولجمیع
من یلوذ بکم۔ حضرت احدیت کا احسان کس زبان سے ادا کیا جائے جو صوری
و معنوی بھی اس چلہ میں حاصل ہوئی حظیرۃ القدس کا انکشاف الوان مختلفہ
اور ہیئات متعددہ سے کتنی بار متحقق ہوا اور ہیئات جمیلہ کے بعض وعدوں کی
بشارت کتنی ہی بار ظاہر ہوئی چونکہ سابقہ اس کا بیان گذر چکا ہے اس لیے
دوبارہ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ع مثنوی در شش مجلد یک فوات
(دیاں) چند باتیں جو پہلے نہ لکھی گئی تھیں وہ تحریر کی جاتی ہیں۔

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ عوارف المعارف میں تحریر
فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر میں سے ایک سے
روایت کرتے ہیں کہ میں کسی آیت کی تلاوت اس وقت تک کرتا رہتا ہوں یہاں
تک کہ اس کے کہنے والے سے اسے سن لیتا ہوں۔ اور اس کی توجیہ اس بات سے
کرتے ہیں کہ (وہ) خود مثل درخت موسیٰ ہو جاتے ہیں اور اپنے ان کلمات متلفظہ
کو بطور فوارہ ادا کرتے ہیں یہ ہے جو کچھ شیخ الشیوخ نے فرمایا لیکن بطور ذوق و

حال جو پھر اس بندہ ضعیف پر گذرا وہ یہ ہے کہ کلام نفسی کا مقام منکشف ہوا اور
آنحضرت کے نزول قرآن کے مقام کی یافت ہوئی کہ ہمیشہ ان معانی کو بہترین
اسلوب کے ضمن میں زمین والوں پر مثل بارش نازل کرتے ہیں اس لیے کہ اسکے
مخاطب نوع انسانی ہے اور اس انکشاف نے مرتبۂ عقلیہ صرف سے تنزل فرمایا اور
خیال و وہم کو اپنے ہی رنگ میں رنگ ڈالا اور ذات صرف کی طرف توجہ میں مثل القا
کے ایک عجیب حالت حاصل ہوئی چنانچہ تین ختم اسی طرح پر کیے گئے۔ ظن غالب یہ ہے کہ
ان بزرگ نے اسی حالت کا ارادہ فرمایا ہوگا جس طرح صوفی شہود کو کبھی رویت و نظر
کہتا ہے اور اس حالت کو سمع سے نامزد کیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

افادہ:- حضرت اقدس نے فرمایا جس سر عظیم کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے اس کی
حفاظت قیام قیامت تک اس کا مقصود ہوتا ہے۔ ایک شخص کو اس پر متنبہ فرمایا کہ وہ
ان کتب آلہیہ اور معارف کو جو انبیاء پر نازل ہوئے جمع کرے اور وہ اس وقت
اطراف عمان میں مقیم ہیں۔ اور ان کے انتقال کے بعد یہ مقام اس شخص کو جو معلوم
ہے سپرد کیا جائے گا۔ اور ان کتابوں اور معارف کی اشاعت اگرچہ اس زمانہ میں
مطلوب نہیں ہے تاہم اس کی حفاظت خود ہی (اس کا) مطلوب و مقصود ہے۔

افادہ:- حضرت اقدس نے اس حدیث کی حقیقت کے کشف میں کہ روزانہ صبح کو
ایک فرشتہ ندا کرتا ہے الا سبحوا الملک القدوس فرمایا کہ ظاہر بینوں کو یہ شبہ لاحق
ہوتا ہے کہ فرشتہ کی اس ندا سے کیا فائدہ۔ اگر تسبیح کی طلب ہے تو وہ لوگ خود فرشتہ
کی آواز نہیں سنتے اور اگر آنحضرتؐ کی احادیث نے اس ندا کا انکشاف فرمایا تو حضرت
آنحضرتؐ کی احادیث سے ہی تسبیح مطلوب ہے اور یہی کافی ہے پھر ارشاد فرمایا کہ حقیقت
واجبہ [illegible] و صفات کثیرہ رکھتی ہے اور پھر ہر ایک اسم و صفت کے مطابق اس کے
ذکر کی طلب بندوں کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کے ذکر اور اس سے التجا کا افادہ

تکلیف اولا صورت نوعیہ کی گردنوں میں پھر افراد کی گردنوں میں ڈالا گیا پھر جب نشأت ملائکہ پیدا ہوئے تو
حکمت آلہیہ نے ان کو مختلف اصناف بنایا اور ہر نوع اور ہر صنف میں ایک خاص
استعداد رکھی۔ ہر فرشتہ قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے اس کا منتظر رہتا ہے کہ غیب سے
کیا الہام ہوتا ہے تاکہ اس کے مطابق وہ عمل کرے۔ ہر فرشتہ کو الہام نہیں کرتے مگر یہ کہ
اس کی استعداد اس کی متقاضی ہو اور وہ بزبان استعداد اس کی طلب کرے اور اس
کی فطرت میں اس کے اسمائے صفاتی کے ساتھ ایک مناسبت ہو۔ الحاصل وہ فرشتہ
جس کی فطرت میں ان دو اسموں کے ذکر کی طلب میں میلان رکھا ہے اور اس طلب کو
جو عالم غیب میں پوشیدہ ہے افراد انسانی کی طرف متوجہ ہے تو یہ فرشتہ اپنے دل میں آثار
لیتا ہے و محفوظ کرلیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آئینہ کو ستاروں کے مقابل
کردیں تو وہ ستارے اس آئینہ میں منطبع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ جبلت کا حکم ان
پر غالب و نافذ ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سر عظیم کی جو
آفاقی نشانیوں کی جانب سے ہے خبر دی ہے اور اس کے بیان کے سلسلہ میں ان
دونوں اسموں کے ذکر کی مطلوبیت بلیغ انداز میں بیان فرمائی ہے اور اہل اللہ
کو اللہ تعالیٰ تجلیات صوریہ و معنویہ سے برگزیدہ فرماتا ہے اور حقیقت تجلی صوری
یادداشت مجردہ کے مشابہ ہے صورتوں اور لباسوں کے ساتھ کہ حکمت الٰہیہ نے بسبب
نشاء اس کی مثال کی تخصیص فرمائی۔ اور دونوں صورتوں میں اس عارف کا نفس
مجردہ حقیقت مجردہ فعالہ کا آشنا ہو جاتا ہے اور اس سے ایک علاحدہ رنگ اس پر
منعکس ہو جاتا ہے اور اس کے قوائے علمیہ و عملیہ باوجود اس تجرد کے اس کی اطاعت
کرتے ہیں اور لطیفۂ روح میں ایک انس و انجذاب پیدا ہوتا ہے اور لطیفہ بہ اسی
حقیقت مجردہ کے ساتھ ان لباسوں اور حجابات کے ساتھ جدا جدا ہوتا ہے اور ایک
عجیب اتصال اور عجیب حالت ظاہر ہوتی ہے۔ الحاصل جو صوری و معنوی تجلی سے

اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہ صورت خاص اسی سے برآمد ہوئی ہو۔ محقق عارف
کو اسی کام کی طرف اشارہ کیا گیا ہو نہ اس صورت کی طرف۔ اس تمام تمہید کے بعد
یہ جان لینا چاہیے کہ عالم میں حقیقت فالہ آسمان کے افق میں شمس آفتاب ظاہر
ہوئی اور کوہ زہرہ سے مقام زہرہ اس کی شعاع صورت دحیہ سے مخلوط ہو کر جس کے
مطلب افراد بشری ہیں۔ ان پر کمال نزاہت اور کمال سہولت بوصف موت اور لطف
احسان جلوہ گر ہوئی اور اس ضمن میں یہ آگاہ کرایا گیا کہ یہ ہو اسم الملک القدوس
اور ہر اس فرد میں جو اپنی فطرت میں زہرہ مسعود کی قوت رکھتا ہو اس تجلی معنوی کی
ریزش کرتے ہیں اور اس کو اس تجلی سے انس و انجذاب دیتے ہیں اور اس کو اس
تجلی کے ساتھ التجا۔ فنا اور بقائیت عطا کرتے ہیں اور اس شخص کی دونوں آنکھوں
کے بیچ سے اور زبان سے نور الملک القدوس نکلتا ہو جیسے پانی اپنے چشمہ سے
بطور فوارہ۔ اور پھر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ایک فرشتہ اس نداء پر
موکل ہو جو ضوء زہرہ سے ہے (اور) جس نے ساعت محمودہ میں تجلی اعظم کو عالم
میں چمکایا ہو اور اس وقت زہرہ اپنی کمال سعادت میں تھا ظاہر ہو گیا ہے
اور اس سر کو اس کے قلب کی نہایت میں رکھا ہو اور وہ ہر صبح کو ندا کرتا ہو اس لیے
کہ افق عالم سے طلوع زہرہ کا وقت صبح سویرے ہو۔ خواہ طلوع سے پیشتر ہو تعلیلی
یا طلوع کے بعد ہو تعلیلی طور پر۔ الحاصل اس نداء کا غلبہ صبح کے وقت ہو والحمد
للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً۔

حضرت اقدس کے دستخط خاص سے یہ تحریر لکھی دیکھی گئی رأیت فی الواقعۃ

لہ یعنی اس کی کوئی علت ہو

لہ میں ٹھیک واقعہ میں حقیقت عرش کو بصورت اونچے بلند اور بلند و روشن نور کی شکل میں دیکھا
وہ نور ہر فلک۔ ملک مقرب۔ نبی مرسل اور ولی مفخم سے ایک روشن نقطہ کھینچتا ہو جو ان کے قلوب
(باقی آگے صفحہ پر)

حقیقة العرش بصورة نور ساطع متشعشع جدا ینزع من کل فلک وملک
مقرب ونبی مرسل وولی مفخم نقطة شعشانیة هی ودیعة الله فی قلوب
هؤلاء فیطرح فی ذلک النور المتشعشع بمنزلتها وقد النار بالحطب
فاذا وقعت فیه انقلب علمها بنفسها علما فی الحقیقة الجامعة المدبرة
الکلیة ما فی الکون ولا تمیز هنا الکتب عن تلک النقاط فیصیر هذا النور
المتشعشع تجلیا من تجلیات الله تعالی ویکون هذا التجلی مصدر الآثار عجیبة
فی العالم ولولا هذا التجلی لم یعلم احد بالله تعالی۔

خواجہ محمد امین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آج
شب میاں سعد الدین کا جو آپ کے فرزند گرامی ہیں بے وجہ گریہ سنا گیا ان کی والدہ نے
رنجیدہ ہو کر ان کی دائی کو تنبیہ کی جس نے ان کی تیمارداری میں غفلت برتی تھی اور
ہم بھی اس لڑکے کے رونے سے متاثر ہوئے۔ اسی حالت میں نیند آ گئی۔ واقعہ میں
دیکھا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ ماوراء النہر والوں کے لباس میں
ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور ان کے پہلو میں سعد الدین بھی بیٹھا ہوا ہے اور وہ ہماری
طرف متوجہ ہو کر فرما رہے ہیں کہ ہم اس لڑکے کے کفیل ہیں اور اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا
کہ ہم نے اس لڑکے کے حق میں خصوصاً اور دوسرے عام لوگوں کے حق میں عموماً

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) (فلک، ملک، نبی، ولی) میں اللہ کی جانب سے ودیعت کیا ہوا ہے (امانت الٰہی ہے)
وہ اس روشن نور میں اس طرح ڈالتا ہو جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہو۔ جب وہ نقطہ نور اس میں گر جاتا ہے
تو اس کا علم خود بخود جامعہ کلیہ مدبرہ میں اس طرح منقلب ہو جاتا ہو جیسا کہ کائنات میں ہو۔ اس علم
بردار نقطوں کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا تو یہ روشن نور اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں سے ایک
تجلی ہو جاتا ہو اور یہی تجلی عالم میں عجیب وغریب آثار کا منبع اور سرچشمہ مصدر بن جاتی ہو اور اگر
یہ تجلی نہ ہوتی تو کوئی اللہ تعالیٰ کو نہ جان سکتا۔

شفا کی دعائیں کیں اور مشائخ نقشبندیہ وچشتیہ وقادریہ کی ارواح سے مدد طلب کی معلوم ہوا کہ یہ اکابر ہماری اولاد کی طرف بھی نظر عنایت رکھتے ہیں، اور یہ واقعہ بھی اسی ماجرے کی مثال ہے۔

نیز خواجہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد حضرتِ اقدس کو اکثر جلسوں کا اس حجرہ میں جس میں حافظ جی رہتے تھے، اتفاق ہوتا تھا خیال ہوتا تھا کہ اس حجرہ میں آپ کی نشست اتفاقیہ ہو جاتی ہوگی۔ کچھ دنوں بعد ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کی ارواح اس حجرہ سے خاص انس رکھتی ہیں اسی وجہ سے دل اس کی طرف کھینچتا ہے کہ تھوڑی دیر اس جگہ بیٹھ کر اوراد و وظائف میں سے کچھ پڑھا جائے۔ بلکہ وہ ملائکہ بیشتر ذکر زبانی سے الفت رکھتے ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں تھوڑی سی بھی غفلت واقع ہوتی ہے تو ان کا انس وحشت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ناچار دو تین گھڑی اس جگہ مشغول رہنا ضروری ہے کیونکہ ان کی رغبت، اسی کی متقاضی ہے۔

۱۱۶۵ھ کے چلے کے منجملہ اسرار بیان فرمانے کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کشف حقیقی کبھی امر معنی کی صورت کی تمثال میں واقع ہوتا ہے اور کبھی بصورت حدیث نفس، چنانچہ ایک روز حدیث نفس ظاہر ہوئی اس حالت میں کہ حالت بیداری تھی لیکن واقعہ خواب کی طرح ظاہر ہوا۔ گویا میں ایک بحر مواج کے سامنے تنہا کھڑا ہوا ہوں مغرب کا وقت ہے، اسی وجہ سے بظاہر ایک وحشت طاری ہے لیکن (بباطن) دل میں ایک سرور و انس محسوس کر رہا ہوں۔ اسی اثنا میں ایک شخص دیار مغرب کے لوگوں میں سے ظاہر ہوا۔ جوان، سیاہ داڑھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے وقت کا قطب ہے۔ اس کے ساتھ بہت دیر صحبت رہی، اگرچہ دینی اور برکات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ لیکن اسماء و اعمال کی نسبت کی برکات و انوار کا اثر

اپنے میں محسوس ہوتا تھا ابھی تھوڑی دیر بعد حزب البحر کا جو دعا یا مشہور دعا ہے اور شیخ ابوالحسن شاذلی کے ملہمات سے ہے اتفاق ہوا اس وقت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہٗ کی صورت برق خاطف کی طرح نظر آئی جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا اور خشخشی داڑھی تھی۔ بعد ازاں اس فقیر کو شیخ ابوالحسن شاذلی کے مقام پر فائز کیا اور اس تجلی کی طرف جو شیخ کا قبلہ ہمت تھا متوجہ فرمایا اور آپ کی نسبت سے متلبس کیا اور آپ کے شیخ کے مزاج سے ہم آہنگ کر دیا۔ اور اس تجلی اور نسبت کے تقاضہ کو مفصل طور پر بیان فرمایا۔ اور حزب البحر کو صنع اعلیٰ (اللہ کی صنعتیں) کے مشاہدہ کے بے منزلہ کوہ (عظیم سے) بنایا ہے

تَلَقَّیْتُہٗ مِنِّیْ وَمِنِّیْ اَخَذْتُہٗ ۱؎   وَنَفْسِیْ کَانَتْ فِیْ عَطَاءٍ مُمِدَّتِیْ

بیک دفعہ بہت سے علوم اس کوہ سے مشہود ہوئے اس واقعہ کے بعد حضرتِ اقدس نے حزب البحر کی ایک عجیب شرح جو دقیق نکات اور حقائق و معارف پر مشتمل تھی تحریر فرمائی جس کا نام "ہوامع" ہے۔ اس میں اولاً کمالِ الٰہی کی معرفت جو جملہ کمالات اور عالم کی تدبیر ہے اور اس سے مطلب ابداع و خلق و تدبیر و تدلی ہے اور قبولیت دعا کے کیف و کمیت کی معرفت کہ یہ حزب البحر انھیں میں سے ہے بیان فرمایا اور اس میں اسمائے الٰہیہ میں سے تین اسمائے مبارک یعنی اللہ۔ قادر۔ علیم کی تحقیق بیان فرمائی۔ اور حدوثِ حقائق کے چار اسباب قرار دیے۔ (یعنی) قوائے عنصریہ، قوائے ملکیہ، ہیئات مثالیہ، ہیئات طلسم الٰہی جن کا پورا ذکر اس کتاب میں مخاطبات کے ضمن میں لکھا گیا، (دوسرے) اور پھر اس تجلی کا بیان جو شیخ ابوالحسن شاذلی کا قبلۂ ہمت تھا تحریر فرمایا۔ اور اس کی تمہید میں اسم الٰہی کی تحقیق جو تجلی الٰہی کی اصل ہو اور حقیقتِ واجبہ کا انکشاف کرنے والی ہو اور افلاک و املاک و فضائل

۱؎ میں نے خود سے ملاقات کی اور خود ہی سے اس کو اخذ کیا۔ اور میرا نفس اس عطا میں میرا مددگار تھا

افراد انسانیہ کے اجسادِ بجنسہٖ کو اپنی طرف کھینچ کر لباس سے مثال سے متلبس فرمایا (اور) اپنے نور میں فانی کر کے اپنے ساتھ باقی کیا (اور) ان میں دو داعی غیبیہؒ ودیعت کر کے متشخص کیا۔ بعض ان میں سے حاملانِ عرش تکوین ہیں۔ جیسا اس کتاب میں تحقیق ثابت ہو۔ الحاصل یہی وہ تجلی ہو جو شیخ کا قبلہ ہمت ہے۔ اور تیسرے تدلی کل کی تحقیق ہو کہ اس تجلی کا اپنے بعض اعتبارات و کمالات سے ذکر فرمایا ہو۔ بعدازاں حضرت شیخ کی اس تجلی سے نسبت بیان فرمائی جو حضرات صوفیا کے نزدیک تمام نسبتوں میں بہتر نسبت ہے اور وہ نسبتِ انتہا ہے۔ اس حالت سے مطلب یہ ہو کہ جس طرح آفتاب نکل آنے پر شبنم کی صورت ختم ہونے لگتی ہو اس حالت میں اگر شبنم کو اپنی اس فنا کا علم ہوتا تو وہ اپنا موضع علم خدا وندی میں تلاش کرتی جو بغیر تغیر حول و قوت (فنا) سے مبرا ہوتے کے ممکن نہیں ہو۔ اور آفتاب کے ساتھ اس کی کمال تعظیم اپنے کو پگھلا دینا اور اس کے دیکھنے کی تاب نہ لانا ہو جس طرح غشی کی حالت میں ہوتا ہے اپنے سے ساعت بہ ساعت غائب ہو جانا (نظر چھپانا) (چرانا) بعدازاں ان ہیاکل کلیہ کی نسبت انتہا کی تشریح فرمائی جو انبیا کے کمال نفوس (کامل ورثا) کے ہیں حادث (پیدا) ہوئی ہو جس سے مطلب طلب عصمت و طلب کرامت و طلب علوم آلہیہ و مقامات سنیہ اور معاش میں سہولت کی طلب اور ظلمت و بلاہائے آسمانی سے پناہ مانگنا اور تسخیر عالم کی طلب اور منکرین کے لیے دعائے بد ہو اور ان ہیاکل کلیہ نہ گانہ کی جواہات جزئیات انتہا ہیں جدا جدا تشریح فرمائی جو قطب الارشادوں کے لائق ہو۔ بعدازاں ان ہیاکل کے وہ مشخصات جو قوائے کواکب سے بارونق عارف کے نفس میں لاحق ہوتے ہیں بیان فرمائے اور اسی مقام پر یہ بھی فرمایا کہ شیخ زہرہ کی ازواج میں سے ہو۔ بعدازاں کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ کے معانی مختلف انداز مختلف فہم ایسی جو اہل اللہ کے ساتھ مخصوص

لے ہیاکل یا جو شیاطین کے کشف باعث ہوں۔ سے اسکی تشریح ... تذکرہ مصنفات میں ملاحظہ ہو۔

ہیں بیان فرمائے۔ اور قرآن مذکور کی باطنی تحقیق فرمائی۔ (اور) مقطعات قرآنی کی تفسیر بیان فرمائی۔ پھر دعوت ملکیہ (فرشتوں کی ملاقات) کی حقیقت بیان فرما کر اس کے شرائط کی طرف اشارہ فرمایا۔ بعدازاں حزب البحر کے بعض خواص حضرت اقدس سے معلوم ہوئے اور آپ نے حزب مذکور کا طریقہ استعمال بیان فرمایا۔ نیز دعائے مذکور کی وہ اسناد جو آپ کو حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہٗ سے ملی تھیں بیان فرمائیں۔ پھر حزب البحر کے کلمات کی تشریح مترجم تحت اللفظ فرمائی۔ اور اس کے متعلق شرعی نکات اور ان کی تفصیل جو ان کلمات میں ہو اور علم اشارات سے اس کے نکات متعلقہ اور حقائق و تعیین معانی باعتبار اعمال تصریفیہ اعمال میں مصروفیت کی وجہ سے جو حقائق منکشف ہوتے ہیں (تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کون سا کلمہ اصلاحیت کون سا مطلب رکھتا ہو) اس سب کی تفصیل بیان فرمائی اور آخر میں حزب البحر کے پڑھنے کے بعض طریقے جو بعض مشائخ نے اپنی کتب دعوات میں لکھے ہیں تحریر فرمائے۔

صفدر جنگ کے فتنہ کے دوران اور بادشاہ سے اس کی جنگ جس کی وجہ سے مسکن کرامت نشین کے گرد و نواح کے تمام محلات ویران ہو گئے تھے اور حضرت اقدس بعض مخلصین کے اصرار پر مع متعلقین شہر نو (نئی دہلی) تشریف (منتقل) لے گئے تھے اور شہر پرانا شہر تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ انہیں دنوں اس خاکسار کو یہ تحریر فرمایا کہ دو فرشتے بابا فضل اللہ کشمیری (جو ایک جوان صالح اور فقیر کے دوستوں میں ہیں) کے خواب میں متشکل (صورت مثالی میں نمایاں) ہوئے اور یہ کہا کہ لے فلاں اس حویلی میں کیوں ٹھہرا ہوا ہے اب ہم اس حویلی کی حفاظت کے لیے آ گئے ہیں (اس کی ضرورت نہیں ہو) پھر جب کو ملہ ... قبضہ میں دیا تو وہ دونوں فرشتے بعد نماز فجر فقیر کی نظر میں متشکل ہوئے اور ... کہ اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔ ... اسی دن بعض ... میں نے کہا کہ حویلی میں

دیں۔ کچھ عرصہ شب و روز وہ لوگ اس میں رہتے رہے اور پھر تلاش کے بعد یہ معلوم ہوا
دگھر کا کچھ اسباب اٹھ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نقشہ کی وجہ سے سامان سال
بہ سال ادھر ادھر کیا جاتا رہا اور یہ سب ملازمین کی حفاظت کے دوران ہوا کہ انھوں
نے کما حقہ اس کی حفاظت نہیں کی تھی۔ ان دونوں فرشتوں کی بات سچی نکلی۔

(له معقبات من بین یدیه ومن خلفه الخ)

اسی دوران جب کہ صفدر جنگ کی بادشاہ سے جنگ چھڑی ہوئی تھی اور یہ
قصہ طول کھینچ چکا تھا اور عالم کی پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا اور لوگوں کے
خیال میں اس کا غلبہ ظاہر ہو گیا تھا حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک فرشتہ جنگ پر
موکل ہے ایک دن وہ ظاہر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر یہ امرا جنگ میں مزاحم ہوں
گے تو ہم ان کو ہلاک کر دیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ ان جنگوں سے ابھی کے کام ختم
نہ ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں صفدر جنگ کو ایک عجیب حالت پیش آئی کہ اس
کے پیر میں آکلہ[1] نکل آیا۔ جتنا اس کے پیر کا گوشت کاٹا جاتا تھا وہ اور سڑتا
جاتا تھا اور مزید کاٹنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ آخر کار وہ برے حالوں ختم ہوا
اور اس فرشتہ کا کہا ہی واقع ہوا۔

حضرت اقدس نے ماہ رمضان ۱۱۶۶ھ میں حسب عادت مالوفہ اعتکاف
چلہ کشی فرمایا۔ چونکہ یہ خاکسار اپنے آبائی وطن میں مامور تھا اس کی وجہ سے آپ کی
قربت مجاورت سے معذور تھا مجبوراً اپنے کو وطن ہی میں نفحات آلہیہ اور فیوض توجہات
عالیہ کے حصول کے لیے ایک گوشہ میں ڈال کر اسرار احکامیہ کی عنایات کا متلاشی
ہوا۔ آنجناب نے بمقتضائے کرمہائے عظیمہ ان اسرار عظیمہ سے اپنے اس خاکسار کو
نوازا اور اس نوازش سے اس کے سر افتخار کو عرش کی بلندی پر جو عزت بخشی وہ اس

---

[1] گینگرین

مکتوب فیض اسلوب کے واردات سے بعینہ اس رسالہ کو مزین کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہ
اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام محبت التزام معلوم ہو کہ الحمد للہ یہاں
سب خیریت ہے اور تمہاری خیریت خداوند عالم سے نیک مطلوب۔ تمہارا نامہ فرحت خیز
پہنچا جو ان باتوں کے جاننے کے شوق پر مبنی تھا جو چلہ کشی کے دوران صادر ہوئے۔
لہذا اس میں کی چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔ ہر چند کہ اکثر اوقات ان علوم کے
ظہور کے وقت دل ان کو تحریر میں لانے پر مشغول نہ ہوتا تھا اور پھر اس کے بعد وہ
دل سے محو ہو جاتے تھے۔ لہذا اس میں سے بیشتر تحریر نہ ہو سکے۔ ما لا یدرک کلہ
لا یترک کلہ۔

جاننا چاہیے کہ تجلی الٰہی[1] اسم حی کے اسرار سے (یعنی لطیفہ روح سے) لطیفہ سر پر غلبہ پاتی ہے

---

[1] جاننا چاہیے کہ لطیفۂ روح پر تجلی الٰہی باہر سے از روح غلبہ کر کے وارد ہوئی اور سرور روح کے نطاق
کی استعداد تجلی میں قوی دخل رکھتی ہے کیونکہ التجلی لا یکون الا بقدر المتجلی لہ لیکن بعض اوقات تجلی کا
حصول سر میں پوشیدہ ہو جاتا ہے جیسے دیکھنے والے کی آئینہ سے غفلت۔ اور اس کا سبب بس اشتغال
بس ایسی حالت میں جس پر تجلی ہوتی ہو گمان کرتا ہے کہ یہ تجلی قابل کی استعداد کے مطابق متعین
نہیں ہے اور اس کا غیر متعین (یعنی مدد کے والا تصرف) اس جگہ متحقق نہیں ہوتا اور اس کو صوفیہ
کے عرف میں اس عبارت سے تعبیر کرتے ہیں کہ تجلی نے متجلی لہ کی طرف تدلی کی اور بعض
اوقات سرور روح روشن اور نمایاں ہوتے ہیں اور اس تجلی کے ساتھ شوخی نزدیک (انجذاب کلی)[2]
اور اس کا یقین سر کے احکام کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے کہ تجلی دل نے ترقی کی۔ پھر تجلی
کبھی صورت پر ہوتی ہے اور کبھی بے کیف۔ اور ذکر کرنے والے نفوس میں غلبہ کرتی ہے۔ خصوصاً
حالت تیقظ (بیداری) میں بھی ہوتا ہے کہ بے کیف ہو اور بعض لوگوں میں یہ تجلی تمثلی ہی کے طریقہ پر ظاہر

(باقی اگلے صفحے پر)

[2] یعنی انجذاب میں کوئی قدرت نہیں رہی وہ خود سرور روح کی طاقت سے مجبور ہو کر کبھی جذب ہوتا ہے

اور سرّ و روح کی استعداد کا تجلی میں قوی دخل ہو کہ التجلی لایکون الا بقدر المتجلی لہٗ لیکن
بعض اوقات اس کا حلول سر میں مخفی ہو جاتا ہو جیسے دیکھنے والے کی غفلت آئینہ سے
(یعنی آئینہ سے اس کی نظر ہٹ جاتی ہو۔ پس بیشتر ایسا ہوتا ہو کہ متجلی لہٗ یہ گمان کرتا ہو
کہ یہ تجلی قبول کرنے والے کی استعداد اور قابلیت ہونے کی وجہ سے متعین نہیں ہو اور اس
کو صوفیا کی زبان میں اس عبارت سے تعبیر کرتے ہیں کہ تجلی و بکسر اللام ہے متجلی لہٗ کی
طرف نہ لی کی اور کبھی سرّ و روح کی استعداد نمایاں اور روشن ہوتی ہو اور احکام سر
کے ساتھ اس کی طرف کشش اس تجلی اور تعین کے ساتھ ظاہر ہوتی ہو اور اس وقت
کہتے ہیں کہ متجلی لہٗ نے ترقی کی پھر کبھی یہ تجلی بصورت ہوتی ہو اور کسی تشکل میں ہوتی ہو اور
کبھی بے کیف اور نفوس ذکریہ میں غالب خصوصاً حالت بیداری میں یہی بے چو
بے کیف ہوتی ہو اور بعض وقت یہ تجلی اپنی بلندیوں سے بطور برق تجلی ظاہر ہوتی ہو
اور متجلی لہٗ کی استعداد شعاع ہائے الوہیت کی کثرت میں مستور ہو جاتی ہو اور اس
شخص کے تمام قویٰ میں اس کی شعاع سرایت کر جاتی ہو اور وہ علوم جو اس کی قوت
تخیلہ و واہمہ میں جمع تھے اس استعداد قوی کے ساتھ اس کے قریب ہو جاتے ہیں
(حاصل ہو جاتے ہیں) اور پوچھے یا بغیر پوچھے سب نور تجلی سے منور ہو جاتا ہو اور حق
باطل سے متمیز ہو جاتا ہو اور وہ سب الہامات و مکاشفات کا حکم پیدا کرتے ہیں جب

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) ہوتی ہو اور تجلی لہٗ کی استعداد الوہیت کی نورانی شعاعوں کی کثرت میں چھپ
جاتی ہو اور تجلی لہٗ کے تمام قویٰ پر اس کی ایک ایک شعاع پڑتی ہو اور اس کے تخیلہ و واہمہ میں چھپے ہوئے
علوم روشن ہو جاتے ہیں۔ خواہ سوال کیا جائے یا نہ کیا جائے سارے علوم منور ہو جاتے ہیں اور حق و باطل
میں تمیز ہو جاتی ہو اور اسی پر الہامات و مکاشفات کا حکم کیا جاتا ہو۔ عجیب باتیں روشن ہو گئیں تو ان تین
تجلیوں کا بیان کرتا ہوں جو ان ایام میں مجھ پر فائض ہوئیں اور ایک طرح کا اجمال اور ایسا تعین علوم
کو جس کو قوت تخیلہ اور واہمہ نے قبول کیا بیان کرتا ہوں یعنی الاجمال والتفصیل ثم

تحقیق اور

بیانات واضح ہو گئی تو وہ تین تجلیات جو ان ایام میں مجھ پر فائض ہوئیں بہ شرح و بسط سے بیان
کریں گے۔ اور ان علوم کے تعین کو بھی جن کو قوت تخیلہ و واہمہ نے قبول کیا یعنی
الاجمال والتفصیل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ (۱) آخر شب اگذری
تھی کہ تجلی اوّل واقع ہوئی جس نے عقل و سر و روح کو بیتاب اور متحیر کر دیا اس کے
کمال ظہور کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ اس کی حقیقت مدنی کل کا تجر بحت کی طرف اور تجر بحت
کا مدنی کل کی طرف انجذاب تھا نیز تجر بحت کا اس کی شعاعوں میں محو ہو جانا جب
اس حالت سے افاقہ ہوا تو تخیلہ و واہمہ کی قوت نے اپنا حظ قبول کیا۔ منجملہ ان
کے یہ ہو کہ جب حقیقت الٰہیہ نے اپنے نور کو عالم میں بھیجنا چاہا تاکہ عالم اس سے
روشن و منور ہو جائے (تو) سوا اس احدیت کے جو فلک اعظم کی قوت منطبعہ کے وہم و خیال

۱؎ تجلی اول آخر شب میں واقع ہوئی اور عقل و سر و روح کو بیتاب کر گئی اور حیرت چھا گئی جب اس کا
ظہور پورا ہو گیا تو سمجھ میں آیا کہ اس جاذبہ کی حقیقت تجر بحت کے بے تدنی کل تھی اور تجر بحت کا اس کی
طرف انجذاب اور تجر بحت کا اس کی شعاع میں محو ہو جانا واقع ہوا جب اس حالت سے فی الجملہ افاقہ ہوا تو قوائے
تخیلہ اور واہمہ نے اپنا اپنا حظ قبول کیا ان میں سے ایک یہ کہ حقیقت الٰہیہ نے چاہا کہ اپنا نور عالم میں بھیجے تاکہ عالم
اس کے نور سے منور ہو جائے تو سوائے احدیت جیسے کے کوئی اس نور کے قابل نہ تھا اور وہ خیال و وہم کے درمیان فلک عظم
کی قوت منطبعہ سے منطبع ہوتی تھی کیونکہ اس کا احدیت کا نفس مدرکہ یا ناطقہ تھا اور یہ نور عظم عرش رحمان ہو اور
اس میں تین قوتیں جمع ہوئیں (۱) قوت مجردہ جو تجلی عظم سے حاصل ہوئی (۲) قوت عقلیہ جو حیثیت عقلیہ سے حاصل ہوئی
(۳) جیسے خیال و وہم کی بنائی۔ اور ان تین قوتوں کے جمع ہونے کے باعث اس نور عظم کی حیثیت نے تقاضا کیا کہ تجلی لہٗ کے
سر میں اپنی صورت نقش کرے تاکہ نفس ناطقہ تجلی عظم کی صورت ہو جائے اور قوائے نسمیہ قوائے عقلیہ کی صورت ہو
جائیں اور مسئلہ احدیت کا بیچ بین الخیال والوہم کی صورت ہو جائے یہی مناسب ہو کہ یہ تجلی منقش کرنے والی ہو
تجلی لہٗ میں اور یہی کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ان اللہ خلق آدم علی صورتہ میں اشارہ ہے

(تحقیق اور)

کدورت درمیان میں تھی کوئی اس نور کے قابل نہ ہوا اور وہ اسی وجہ سے کہ اس کا نفس
اس عالم کون میں مدبر کلیہ ہے۔ اور یہ نور اعظم عرش رحمان ہے اور وہاں تین قوتیں باہم
جمع ہوئیں ایک قوت مجردہ جو تجلی اعظم سے مفاض ہوئی دوسری قوت ملکیہ جو طبیعت
فلکیہ سے مفاض ہے تیسری واحدیہ یعنی خیال و وہم کی یکتائی۔ ان تینوں قوتوں کے اجتماع
کے سبب اس نور اعظم کی طبیعت نے اس کا تقاضا کیا کہ اپنی صورت کو اس تجلی کے
کے سر میں آمادہ دے تاکہ نفس ناطقہ تجلی اعظم کے مشابہ اور قوائے نسمیہ قوت ملکیہ کے
مشابہ اور مدرکہ احدیت کے مشابہ اجتماع بین الخیال والوہم یہی مناسب ہے۔ اور
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ان اللہ خلق آدم علی صورتہ میں
اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ آگاہی ہوئی سلطان وقت
اور اس کا اضطراب اور ارکان دولت کا اس پر غلبہ کے سلسلہ میں عالم ملکوت
سے اس سلسلہ میں ایک اشارہ اس مضمون کا ہوا کہ اس حالت میں فان
تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ہو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم
سے تمسک آخر شب میں مفید و نفع بخش ہوگا۔ اور نماز کے بعد اس کی تلاوت کا
التزام کرنا چاہیے۔ اسی ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ بندگان خدا کی ایک
جماعت اس کے غلبہ کی دعا کرنے کے لیے مامور ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے اس شخص
کے جواب میں جس نے یہ سوال کیا تھا کہ تیری نسبت قوم کی نسبتوں سے کون سی
نسبت سے مناسب ہے کہنا چاہیے کہ اس جگہ کوئی نسبت نہیں ہے کہ تدلی اعظم
نے اپنے نمونہ کو اس نفس میں نقش کر دیا ہے جیسے تصویر اتاری جاتی ہے اور اس
کی بقا نمونہ ہونے کی وجہ سے مطلوب ہے نہ اس کے علاوہ۔ اور ان کی اتباع عام
میں دیگر فوائد چھوڑ جائے گی۔ اسی دوران یہ بھی واضح ہوا کہ اس کو نسبت کہنا
اور اس کی مناسبت قوم کی مناسبت سے تلاش کرنا خیال خام ہے۔ جو سمجھا وہ

سمجھ گیا اور جو نہ سمجھ سکا وہ نہ سمجھا۔ اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نور اعظم کی ایک
عجیب کیفیت پائی گئی۔ ذوق ازل کے علوم کا ہر ذوق جو اس حالت میں یاد
آیا سب اس نور میں مخلوط آئینہ کی طرح نظر آیا۔ لیکن اس طرح نہیں کہ وہ صورت
کی طرف ہوتا ہے بلکہ یہ نور وہی حقیقت ہو جاتا ہے اور اسی رنگ میں ظاہر ہو جاتا
ہے اور ان نیرنگیوں کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام جمہور اہل اللہ کے ذوق
الازل کے علوم اسی نور اعظم سے پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ ذوق ازلی کی استعداد کا ختم
کرتے ہیں تو اگرچہ یہ آئینہ ان کی نگاہوں سے غائب بھی ہو جائے تو وہ سمجھ
جاتے ہیں کہ ان کی نظر حقائق ازلیہ کے آئینہ پر بلا واسطہ پڑ گئی۔ تجلی دوم سے لطیفہ
قلب میں ایک تاثیر واقع ہوئی اور حیرت طاری ہوئی پھر کمال تاثیر کے بعد تدلی حق کے
نور میں فنا ہو گیا اور عجیب استہلاک پیدا کیا۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو چند علوم
مناسب مقام قوت متخیلہ دو ابھر میں ظاہر ہوئے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اس تجلی کو
باعتبار خاص فیض دینے والا تدلی کل ہے اور وہ باعتبار فلک اعظم کی قوت منطبعہ کے
وسط میں تدلی کل کا قیام ہے جیسے جسم انسانی میں قلب۔ اس لیے کہ نفس کل ذات
کلیہ کے ساتھ عالم میں باقی رہنے والا ہے اور وہ اس کی قوت منطبعہ کے نقاط میں
سے ایک نقطہ ہے جو جس انتقاط پر رہتا ہے۔ اور قوت مجردہ جس کو ہم تجلی اعظم کہتے
ہیں وہ وہی نقطہ ہے جس کو اس نے اپنا عرش بنا لیا ہے اور یہی وہ مناسبت ہے
جو اس بات پر حاصل ہوئی کہ یہ تجلی محاذات قلب پر واقع ہوئی اور اس میں سے
یہ ہے کہ بعض علوم ادوار سابقہ (گذشتہ زمانوں) میں فائض ہوئے اور ادوار متأخرہ
(آخر زمانوں) میں ان کا ظہور ہوا بسبب تفاوت استعدادات۔ جیسے کسی کی نسبت
سے بندہ نا امید ہے کہ جو ادوار سابقہ میں نافذ ہوا اور وہ ولایت عنصری کی حقیقت
تھا بعض مشائخ متاخرہ کو سرہند میں اس نسبت کا خفیف حصہ فنا و بقا کی

ایک زمانے کے بعد متحقق ہوا۔ چونکہ کمالات کے حصول کے بعد متحقق ہوا لہٰذا لازماً وہ
رونق اور حسن کا ادراک ہوا جیسے ایک جاہل اور ایک حکیم نے ایک درخت کو دیکھا
جاہل کی نظر ظاہر پر رہی یعنی اس نے اس کے پتوں کی کشادگی اور پھل و پھول
کو دیکھا اور حکیم کی نظر باطن پر یعنی درخت کی مختلف قوتوں پر جیسے قوتِ نامیہ غاذیہ
اور مادۂ منجذبہ کا انتشار۔ دونوں نے اپنی اپنی دید کا حظ حاصل کیا یعنی اس سے
بقدر استعداد حصہ پایا لیکن سہولت کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ ایک نے دوسرا درخت
دیکھا اور دوسرے نے دوسرا۔ اسی طرح لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ولایت علیا اور ولایت
نبوت دو مختلف چیزیں ہیں۔ جو نسبت کہ لوگ ولایت صغریٰ میں کسب کرتے
ہیں جب اس نسبت پر علوم کا فیضان ہوتا ہے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ وہی نسبت
ہے نہ اس کی غیر لیکن بسبب اس کے جو ہم نے بیان کیا وہ لوگوں میں ان کی استعداد
کے مطابق تقسیم ہو گیا۔ اور اسی طرح ذوق الازل کے حقائق کا جلوہ انھوں نے دیکھا
اور سمجھے کہ یہ مسائل ان کے غیر ہیں جو پہلے فائض ہو چکے ہیں اور یہی حقیقت ہے
اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے کلمات و طریقہ میں سرِ علوم الازل مراد نہیں
ہیں بلکہ اسی تدلیٔ کل کا قرب اور اس میں خائیت و نیستی مراد ہے۔ اور اس کی حقیقت
یہ ہے کہ تدلیٔ کل کا نور بعض ان نفوس میں ادراک فرماتا ہے جو حظیرۃ القدس میں داخلہ
کے قابل ہیں۔ لامحالہ اعمال و توجہات نفیسہ سے ان کی تربیت کی جاتی ہے پھر رفتہ
رفتہ ہمراہی ہونے کے بلند مقام پر پہنچائے جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس جماعت
سے وابستہ اور ان کا معتقد کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سعادت پر جو ان کے مناسب ہے فائز
ہو جائیں اور وہ اصحاب یمین ہیں جن کے اعمال و اذکار و توجہات نفیسہ عمدہ و بہتر ہیں
نہ صرف ازل کا ذوق رکھنے والے۔ حادث کے ربط کی معرفتیں قدیم کے ساتھ اگر
ہوں تو بہتر اور اگر نہ ہوں تو بھی ٹھیک ہے۔

تجلی سوم جو قرآن عظیم کی تلاوت کے دوران واقع ہوئی وہ اس سے لطیفۂ
عقل کو جنبش ہوئی اور ایک اضمحلال متحقق ہوا۔ اس کے بعد چند علوم ظاہر ہوئے
ان میں سے یہ ہے کہ اس تجلی کا نزول تمام زمانوں سے ہے اور وہ تدلی [illegible] کی صورت
انبیائیہ اور اس کے افراد کی استعداد جبلی میں نظر مادر ہے کہ تمام افراد اسی میں
متفق ہوتے ہیں اور ظاہری ہونے والے حوادث ان افراد کو درپیش ہوتے ہیں
ان حوادث کا علاج اور تدبیر ان کی اصلاح پر ہے جو وہ جیسے ہیں وہ اس طرح ہیں کہ
مناسبت اور مساحت وہ قوتیں تینوں قوتوں کے باعث ہوتے ہیں۔ جیسا تجلی اول میں
میں نے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ایک شان عظیم پیش آئی اور تینوں باہم مل گئے اور ان وجوب
کی قلت و کثرت سے عجیب صورتیں ظاہر ہوئیں۔ آیات قرآنی ان تمام شراروں کا جل
جاتا ہے جب تک دنیا اور دنیا والے ہیں حق متکلم ہے اور آیات قرآنی تازہ ہیں لیکن
زبان غیب کے ترجمان حضرت خاتم الانبیاء ہیں کہ یہ تینوں قوتیں ان میں بے حد ہیں
نہیں۔ اور وہ دوسرے ان کے دسترخوان کے ریزہ چیں ہیں۔ اور انہیں میں سے یہ
بھی ہے کہ نبوت اور نزولِ قرآن محض تعلیم علم نہیں ہے۔ مدبر السموات والارض
جس طرح شہود جوہر میں سے ایک صورت کو معدوم کرتا ہے اور دوسری صورت
کو موجود کرتا ہے اسی طرح ملکوت میں شرائع تکلیفیہ کی اشباح کو بصورت وجیہہ پھر
وہمیہ پھر خیالیہ مصور و متشکل کر دیتا ہے اور ملائکہ کے طبقات اعلیٰ مرتبہ ملکیہ سے اسفل
مراتب ملکیہ تک سب کے سب اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور اسی مناسبت سے ملہم
ہوتے ہیں۔ اگر کسی جاہل نے شرائع کا انکار کیا اور حق کے علاوہ تاویل کی ہر چند وہ
حقانیت رکھتا ہو گا لیکن ماخوذ ہو گا۔ جیسے رطوبت کہ جب بھی بارش کا موسم آیا آسمان

ع۱ مناسبت۔ قصد کرنے والا۔ مسامت جس کا قصد کیا جائے۔
ع۲ تا خلا ہست دریں معرکہ ما ہم ہستیم۔

سے کہ تحت الثریٰ تک سب مرطوب ہو گیا۔ اور وہ خود اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے
کہ انتہائی شدید گرمی کا موسم ہے اور اس اعتقاد فاسد کی وجہ سے اس کو کوئی فائدہ
نہ ہوگا۔ اور اس کی اذیت ساعت بساعت اور متعفن امراض و سموم ثبت
رہیں گے اور یہ میری آخری بات ہے۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً
و باطناً۔

جب رمضان ۱۲۹۶ھ میں حضرت اقدس نے اعتکاف فرمایا اور بسلسلہ بیرونی
بعض موانع کے سبب جو اس کو درپیش تھے شرف مجاورت کے حصول سے نا امید تھا
آنجناب کے کرم عام نے اس الطاف کریمہ کے خوگر کو اپنے فیض عظیم سے محروم کرنا
پسند نہ فرمایا اور اعتکاف کے دوران یہ خلاصہ جس میں اصل کلیہ اور تبدیلی کا
بیان اور شرح مقدمہ نہ الفصوص کے طور پر تحریر فرما کر عنایت فرمائے۔ اور اس
خاکسار کو سرفرازی بخشی اور ان کو اوراق میں لکھ کر اس رسالہ کو مزین کرتا ہے

ساطعہ۔ یہ تجلی کی حقیقت کے بارے میں اور اس کا اثبات حکمت و علم ظاہر کے
اصول پر عقلاً اور نقلاً بیان ہو کہ تجلی مطلب ہے اس موجود سے جو واجب کا اور
اس کے بعض کمال کا ظہور ہو اور خارج ہو اور تجلی کی شرط یہ ہو کہ کوئی فعل اس تجلی کے
واسطے حق کی طرف منسوب ہو خواہ نسبت یعنی واجب ہو جیسا کہتے ہیں کہ خدا
نے ایسا اور ویسا کیا یعنی اس تجلی کے ساتھ اس کے ظہور کی شرط جیسے حدیث شریف
میں کہا گیا کہ اللہ نے فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھ دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھے
یا معنی مفعولیت جیسے رأیت ربی فی المنام (میں نے اپنے رب کو خواب میں
دیکھا) اور اگر تجلی کا توسط اس اقتران سے کسی صفت واجب کے ساتھ مثلاً تم
چاہتے ہو تو زید کی انگلیوں کی حرکت کو شرط کتابت کے ساتھ دیکھو اور سمجھو زید کی
انگلیوں کی حرکت دوام اس کے شرط کتابت کے ساتھ متصف ہونے میں ثابت ہے

اسی طرح امور حادثہ میں جیسے زید کا آج کے دن زندہ ہونا اور آج کے دن مردہ ہونا
اور یہ بات بوجہ قدرت قدیمہ کے تعلق کے آج بھی حق کے لیے ثابت ہے۔ اور یہ واسطہ
موصوف کے ساتھ قیام صفت میں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مجرد اور متخیل کے
درمیان ایک مناسبت ہے یعنی ایک شارح اور دوسرا اس کی تفسیر ہو سکتی ہے مثل اس
متخیل کے کہ حس مشترک اس کو شجرہ مجرے سے باہر کھینچتا ہے اور جب ہم حقیقت واجب کا
تصور کرتے ہیں اور اس پر اثبات کا حکم کرتے ہیں تو یقیناً ہماری قوت مدرکہ میں اس
کی صورت قائم ہوتی ہے اور اس صورت کی وجہ سے ہمارا حکم درست آتا ہے اور وہ صورت
جسمی جو افراد متحیز میں سے ایک فرد ہے اشکال و الوان اور شاخوں جو سب کے اختلاط سے جو خاک؟
صورت نوعیہ شجرۂ[1] خاصہ (سدرۃ المنتہیٰ) کی مفسر ہے اسی طرح واجب تعالیٰ کا خیال مطلق

---

[1] سدرۃ المنتہیٰ۔ سدرۃ المنتہیٰ روحانیات میں وہ شے ہے جس کے پھل تنہ طور کی طرح [illegible] اور [illegible] کی
پتیاں برابر جھڑتی رہتی ہیں ہر پتی کی شکل ہاتھی کے کان کی ہے اور یہ اسی جھلی کی شکل ہے جس میں
انسانی بچہ لپٹا ہوا پیدا ہوتا ہے تو جس طرح اس جھلی کے اندر انسانی شکل موجود ہوتی ہے اسی طرح
آسمانوں کی ارواح متعلقہ ستاروں میں ہوتی ہیں اس کا جو پتہ جھڑتا ہے ارباب اس کے تقاضے
احدیت سے عرش پر لاتے ہیں۔ پتہ جھڑنے کی اطلاع صرف رحمن کو ہوتی ہے وہ متعلقہ ارباب
کو ان تقاضوں کو احدیت سے عرش پر لانے کا حکم دیتا ہے اور ان کی جگہ علیین یا سجین میں مقرر
کرتا ہے۔ عرش کے رنگ میں رنگ کر یہ تقاضے حجر بحث کہلاتے ہیں۔ یہ ارباب اسماء ہیں جو عرش
سے نیچے آنے والے تقاضوں کو ظہور دینے کے لیے ہر کام کے لیے ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں
جو صرف اس وقت تک کے لیے ہوتا ہے کہ اس شے کا نزول و عروج پورا ہو جائے
جس کی میعاد مصداق آیہ کریمہ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ
فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون، ایک ہزار سال ہے۔ ان فرشتوں کی شکلیں جیومیٹری
کی شکلوں کی طرح ہوتی ہیں (یعنی مسدس، مربع، مثلث اور مسطح)

تقی انور

کی طبیعت میں جس کا حامل فلک الافلاک ہے ایک نمونہ ہے اور وہ اس کی تجلی مطلق ہے
جو خیال مطلق کی طبیعت نے بغیر کسی دوسری شرط کے اس کو دی ہے۔ اور بنی آدم
کے خیالات میں ایک نمونہ ہے جو ان کی استعدادات خاصہ کی شرط کے ساتھ ذہن نشین
ہوا ہے۔ اور جسم اخروی میں ایک نمونہ ہے جہاں بحکم اس نشأت خاصہ کا حکم منعقد
ہے وہ تجلی خود مخلوق اور خالی ہے واجب تعالیٰ سے۔ اور اس کے بعض کمال کی مفسر
ہے یہ ہے تجلی کی حقیقت۔ لیکن چند وجوہ سے اس کا اثبات متکلمین پر ہو سکتا ہے۔ ایک
یہ کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کو خواب میں
دیکھا اور اس رویت کو کہہ سکتے ہیں رَأَیْتُ رَبِّی۔ اور محمد بن سیرینؒ نے رویت حق
کا خواب میں اثبات کیا ہے پس صورت مرئیہ خواب میں ایک مخلوق ہے جو واجب
کا انکشاف کرنے والی ہو سکتی ہے۔ اور وہ اس کی تجلی ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا فلما تجلی ربہ للجبل۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ صورت ہوئی اس کے
بعد کہ وہ نہ تھی اور پھر وہ مجلائے واجب کے لیے خالی ہو گئی اور اسم تجلی اس کے
لیے مقرر ہوا۔ تیسرے یہ کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میدان حشر
میں تجلی لذی کی استعداد کے مطابق مختلف شکلوں میں دیکھیں گے۔ بعض اپنی استعداد
ذاتیہ کے مطابق اور بعض اپنی استعداد صحیح کے مطابق دیکھیں گے۔ چوتھے یہ کہ علم
کے محققین نے یہ مقرر کر دیا ہے کہ یہ الفاظ کلام کے ساتھ قدیمی نسبت رکھتے ہیں جو
ان کی تلاوت کرتے وقت کہہ سکتے ہیں تلاوت اور اس کے سننے کے وقت کہہ سکتے
ہیں سمعت اور اس کی سورتیں لکھتے وقت کہہ سکتے ہیں کتبتہ اور ان کے شان
نزول کے بارے میں جبرئیل یہ کہہ سکتے ہیں کہ نزلت آیۃ کذا وکذا۔ اور متکلمین
نے کلام قدیم کے ماننے میں اسی وجہ سے راہ پائی۔ کلام قدیم میں یہ الفاظ خاص ترتیب
کے ساتھ مرتب ہیں اور یقیناً یہ ایک راہ ہے کہ اس راہ سے ایک کا حکم دوسرے کی

طرف کھینچتی ہے۔ پانچویں یہ کہ صفات فعلیہ بحث میں یہ بات قرار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
صفات قدیم کے ساتھ متصف ہے۔ ان صفات میں سے ایک صفت قدرت بھی
ہے۔ اور قدرت جب کسی چیز سے متعلق ہوتی ہے تو اس جگہ حادث قدرت کے تعلق
ہوتا ہے نہ کہ قدرت (حادث کے متعلق) اور قدرت ان تعلقات کے مطابق مختلف
نام لیتی ہے اور ہر جگہ دوسرا مفہوم پیدا کرتی ہے۔ احیاء اور اماتت (زندگی دینا اور موت
دینا) اور تصویر و رزق (مصوری و رزق رسانی) اسی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان
صفات حادثہ سے بواسطہ تعلق قدرت متصف ہوتا ہے۔ اس سے یہ مطلب لیا
جا سکتا ہے کہ قدرت قدیمہ اور اماتت و احیا کے درمیان ایک خاص نسبت ہے اور
اسی نسبت کی بنا پر یہ تجلی قدیم اور اس کا نمونہ ہوئی لیکن حکمت کے طریقہ پر اس میں
شک نہیں کہ نسمہ اور نفس مجردہ کے درمیان ایک خاص مناسبت ہے کہ اس
کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے اَنَا مریض وَاَنَا فی الدار۔ اور نسمہ کے منجملہ خواص
ہے یہ ہے کہ آنکھ سے اثبات کریں اور کہیں ضرور دیکھو رأیت الاغصان
ذاتہ۔ اور جو شجرہ و اشکال و اغصان (شاخوں) اور صورت نوعیہ شجرہ کے درمیان
ایک طرح کی نسبت ہے جس کے بارے میں کہہ سکتے ہیں رأیت النخل و شممت
النخل و قطعت النخل۔ پس مجردہ و غیر مجردہ کے درمیان ایک نسبت ہے جس کی وجہ
سے ایک کا حکم دوسرے پر واجب ہوتا ہے۔ اور چونکہ فلک الافلاک بلکہ تمام
افلاک قوت متخیلہ رکھتے ہیں تو واجب ہوا کہ پہلی چیز جو ان کی قوت متخیلہ میں فائض
ہو صورت جاذبہ (کھینچنے والی) ہو اور اس مناسبت کا حاصل استعداد خیالی سے افضل
اور تمام موجودات خیالیہ سے خوبصورت ہوتا ہے اور نفوس بشریہ کی تہذیب جمال تک
کہ اس استعداد خیالی کے مشابہ ہوتی ہے مشابہت جبلی کے ساتھ حظیرۃ القدس سے
نفوس کو کھینچنے والی ہوتی ہے۔

ساطعہ:۔ چوں کہ تجلی اعظم کی دو جہتیں ہیں ایک منظر یہ ذات بحت ہے دوسرے
یہ کہ وہ خود ملکوت ہے ہوا ان اعصاب کی طرح جو گوشت اور ہڈی کے درمیان
ہوتے ہیں اور طلسم الٰہی کے مظہر ہیں۔ پس ملکوت اس تجلی کے واسطے سے جبروتیت سے
وابستہ یا متعلق ہوا۔ اور نفوس زکیہ مطلبۂ نسمہ کے ساتھ منجذب ہوگئے اور جبروت
کے معانی کے متحق ہوگئے جیسے مرطوب ہوا جب دریا پر سے گذرتی ہے تو دریا کی رطوبت
کو بھی اپنے ساتھ لے لیتی ہے۔ لہٰذا تدبیر عالم ان نفوس کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے
اور جنت وعلیین بھی اس تجلی کے واسطے سے منتظم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نفس جو غایت
صفا و ذکا میں ہوتا ہے آہستہ آہستہ اس استعداد خیالی کا عین ہو جاتا ہے اور اسی میں غوطہ
زن ہو جاتا ہے یعنی اس میں غوطہ کھاتا ہے صورت وجوب کے ظہور کی استعداد ہے جیسے آئینہ
جلا وصفائی کے بعد آفتاب کی صورت کو قبول کرتا ہے۔

ساطعہ:۔ کمال سے مطلب ہے حق کی تکوین کا خلق کی تکوین پر غلبہ اور اس غلبہ کی دو
قسمیں ہیں ایک غلبۂ صفات دوسرا غلبۂ ذات۔ غلبۂ صفات کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی
گھر میں بہت سی مشعلیں روشن کی گئیں یہاں تک کہ وہ نور سے بھر گیا اور اس گھر کے
چاروں طرف چاہ ہیں ہر ایک کو اس نور سے ایک حصہ پہنچا اور وہ اس سے منور
ہو گیا۔ کسی کو صرف نور لیکن وہ بھی اس کے سوراخ سے ایک انگوٹھی کے حلقہ کے
برابر اور کسی کو نور مخلوط چراغ کے رنگ کے ساتھ جس کو اس نے پہاڑ پر نصب کیا ہے
اور غلبۂ ذات کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص کی روح اس کے بدن سے جدا ہو جائے
اور پھر وہ روح نور چراغ کی طرح عین مشعل ہو جائے اور اسی میں فانی و نیست
ہو جائے۔ اور غلبۂ صفات کی شرط ایک نسبت ہے جو نفس عارف میں قائم ہو جاتی ہے
عبادات کی نسبت کے تعلق سے یا ادب یا یادداشت یا توحید کی نسبتوں کے تعلق
سے جب یہ نشات باہم ہو جاتی ہے تو ان جزوی نسبتوں سے کسی قدر حاصل ہو جاتا ہے

کیوں کہ وہ ایک نور ہے جو مشابہ ہے نور خارج کے پہاڑ سے گھر کی سمت یا حادثہ دائم
ذریعے ذاتی ہے جو نفس خارجہ (کائنات) میں جوارح سے پیدا ہوتا ہے اور مدبر السماوات
والارض۔ ان افعال عجیبہ کے ذریعہ خزانۂ رحمت سے زمین پر منتشر ہوتا ہے۔ اور غلبۂ ذات
کی شرط تین چیزیں ہیں۔ محبت جو آئینۂ نفس میں تجلی اعظم کی صورت ہے۔ اور سنت
اشراق پر جاری ہے کہ جب کسی شخص کو غلبۂ ذات سے مشرف کرنا چاہتے ہیں تو اس
بجز محبت سے اس کے لطیفۂ قلبیہ میں ایک شعاع ریزش کرتے ہیں۔ اور وہ شعاع
اس شخص کے قوائے علمیہ وعملیہ پر اس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ مرضات الٰہی اس
سے جاری ہو جاتی ہیں۔ دوسرے نقطۂ جنیہ جو ہیولیٰ کے اول استعداد میں نفس معتدلہ
قدسیہ کے لیے عالم فیضان حظیرۃ القدس کے وسیلے سے پہنچتا ہے اور نقطۂ جنیہ بمنزلہ
خط شعاع کے ہے جو چراغ سے نکلتی ہے اور وہ نقطۂ تام۔ الا یہ ہیں اس شخص کا متولی
ہو جاتا ہے اور وہی جا تو لی اس کو خیر سے قریب کر دیتا ہے اور شر سے اس کی حفاظت
فرماتا ہے اور اسی پر سنت جاری ہوئی ہے کہ اس نقطۂ جنیہ سے ایک فدمحیط اس
نفس میں پیدا ہو جاتا ہے جیسا حدیث میں آیا ہے اللھم اجعل من عن یمینی
نوراً وعن یساری نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً۔ تیسرے نفس ناطقہ
کے جوہر کا تدبل کل کے نور میں اضمحلال (یعنی فنا ہو جانا) ہے اور یہ یعنی قوم کی تمام
معتبر نسبتوں پر موقوف ہے خصوصاً نسبت التجا اور یادداشت۔ اور نور عباد
اور تمام مہمات میں اس نفس کو ہمت دینا دوچار حصہ بنانا ہے جس کی تفصیل لسان
سے ممکن نہیں ہے۔ اور جو کچھ نفس کے جوہر سے متعلق ہے وہ اضمحلال کے ساتھ
وصول کا مانع نہیں ہوتا۔ ع درون دیدہ اگر نیم ہوا ست بسیار است۔
جب عنایت الٰہی سے نور اعظم نے ان مذکورہ جہتوں سے اس نفس کا احاطہ کر دیا۔

۱؎ حضرت نقشبند کا سلوک، اضمحلال یغشی السدرۃ ما یغشی ہے۔

اور برق سحاب ذات نے پے بعد دیگرے جوہر نفس میں شگفتگی پیدا کر دی تو غلبہ ذات کی قابلیت حاصل ہو گئی۔ عنصری خانہ دیں جدائی کے بعد سطح نور میں متلاشی رفتار ہوتی ہیں۔ اس چراغ کی طرح جسے اس گھر میں روشن کریں اور وہ نور شعلوں کے انوار کے ضمن میں گم ہو جائے۔ عدماً لا وجود بعدہٗ (ایسا عدم جس کے بعد وجود نہیں) ہے

خود از درون دبرون جلوہ کرد ومن زمیان ٭ چو سایہ محو شدہ کان دو سو چراغ آمد

ساطعہ:۔ وہ حضرت آلیہ جو جامعہ ہے ملکوت و جبروت کے درمیان اور ان دو مقاموں کے وسط میں واقع ہے۔ جبروت بمنزلہ اس کی صورت کے ہے اور ملکوت بمنزلہ اس کے مادہ کے۔ اس کا حکم بنی آدم کے وہم و خیال کے ساتھ بلکہ قوت مدرکہ کے ساتھ وہم و خیال پر حاکم ہے اور وحدت دونوں کے درمیان جمع ہے۔ اس میں انسان کی صورت نوعیہ پر ایک خاص نظر ہے۔ جب انسان کی صورت نوعیہ اس جگہ متمثل ہوئی تو عقل و وہم و خیال تینوں بروئے کار ظاہر آ گئے۔ اور ان تینوں کے درمیان ایک عجیب امتزاج ہوا۔ پس حضرت جامعہ سے چند کلمے انسان کی صورت نوعیہ کی جانب جدا ہوئے۔ ہر کلمہ ان تینوں قوتوں کے مزاجوں سے ایک مزاج کے مطابق تھا کہ التجلی لایکون الا بقدر المتجلی لہ۔ ہر کلمے نے جس سے اس کو مناسبت زائد تھی اس کی استعداد کے مطابق اس کا احاطہ کیا اور عشق کی (جس کی وجہ سے) اسمائے اربعینیہ ادریسیہ اس منبع سے باہر آئے۔

ساطعہ:۔ اسمائے اربعینیہ ادریسیہ کا برا اسم اسمائے آلیہ میں سے ایک سر ہے

لہ اس نے ظاہر و باطن سے جلوہ کیا اور میں درمیان سے سایہ کی طرح محو ہو گیا کیونکہ اس کے دونوں سمت چراغ ہیں۔ ہر تجلی متجلی لہٗ کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔

جو کامل کے قلب میں ودیعت رکھا ہے۔ اس اجمال کی شرح اور اس بات کا کشف یہ ہے کہ ہر اس کامل نے جب پروانہ صفت اپنے کو جوہر نار میں فنا کر دیا تو فنا ہونے سے قبل اس پر ایک حال طاری ہوا اور علم نے اس کا گریبان پکڑا اور وہ حال و علم اشیاء میں سب سے زائد قریب تھا۔ جب ان تمام احوال و علوم کو یکجا کر کے جمع کیا تو اسمائے اربعین نکل آئے۔ جیسے برف کو کسی دیگ میں رکھ کر اس کے نیچے آگ سلگائی جائے یہاں تک کہ وہ دیگ سے ہوا بن کر اڑ جائے۔ پانی کا آخری حال جوش مارنے اور دیگ سے آواز آنے اور اتنا ہلکا ہونے پر ہے کہ آواز کے نقطے بھی بکھر جائیں۔ یہ تمام حالات برف کے ہوا ہو جانے تک ہوتے ہیں۔ لہذا واجب ہوا کہ یہ اسمائے نسبتی ہوں گے جو تنزیہ کے نزدیک ہوں گے اور ایک تقییدی ہوں گے مادی خاکی۔ اور بے نشانی کے نمود کا ایک نشان ہوں گے جس کو اطلاق کہتے ہیں۔

ساطعہ:۔ تدلی کل کا ظہور وہم و خیال دونوں کے ساتھ ایک وجہ سے واقع ہوا ہے کہ ان دونوں مقاموں (وہم و خیال) کے مابین جہاں کہ احدیت دونوں مقام کی ہو وہاں متجلی ہو گا لہذا تدلی کل کے ہیاکل کلیہ جو اسماء کے ساتھ معبر ہوتے ہیں اور جو کچھ اوہام بشر کا متواد وہ ہے حکم نوع کے مطابق ہے۔ پس اول ہیاکل کلیہ تدلی کل کی ہر شے پر قدرت ہے اور ہر شے کی ملکوتیت کو ہاتھ میں لے لینا اور ہر ایک میں اس کے مناسب تصرف کرنا۔ اور اصل بات اس مسئلہ میں یہ ہے کہ تدبیر شے کا موافق کرنا ہے خیر مطلق کے ساتھ اسباب کے قبض و بسط کے ساتھ اور قبض و بسط نہیں ہوتا لیکن شے کی طبیعت کے مطابق۔ لہذا ہر شے کا ملکوت مختلف ہوتا ہے۔ ایک یا رب کل شئی وواسع ولہ وماتدہ وس احمہ۔ اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے جو بیج کو طبیعت شجریہ کے ساتھ واقع ہے۔ اس کا نام طبیعت کے اعتبار سے ربوبیت ہے اور برگ کے اعتبار سے عبدیت۔ دوسرے صراط مستقیم پر ہونا۔ یہ مرتبہ جو اس کی

طبیعت نوعیہ وشخصیہ کے مقتضیات سے نہیں گذرتا اور ایسے طریقہ پر واقع ہوتا ہے کہ
اس فردِ مخصوص میں ان اسباب کے ساتھ کوئی چیز اولیٰ واحق نہیں ہوتی اس سے
جو واقع ہوا یعنی اس کی عبادات ہی اس کے لیے اولیٰ واحق ہوتی ہیں) یا اللہ
المحمود فی کل افعالہ ویا حمید الفعال ذالمن جمیع خلقہ بلطفہ۔ اس
معرفت کا ایک سر ہے۔ دوسرے یہ کہ تدلی کل مظہر مجرد تشخص کل کے اس طرح متعلق
ہوا کہ یہ مجرد بشرط تشخص اور اس کے مطابق مبدا المبادی سے ازلاً و ابداً فائض
ہو اور یہ صورت مجرد مبدا المبادی ہو۔ مبدا المبادی کے عموم و بساطت کے مابین
فرق ہو اور یہ مجرد مثل فرق کے درمیان کلی طبعی اور صورتِ ذہنی کلی طبعی کے ہے جو
ہمارے ذہن میں متشکل ہو گئی ہو۔ پس تدلی کل کی عظمت کے اعتبار سے مجرد محض کی اور
مجرد محض کی عظمت کے اعتبار سے مبدا المبادی کی تدلی کل میں ایک شان پیدا ہو گئی ہو
اور وہ شان سب پر اس کا غلبہ ہو اور وہ سب سے بلند ہو (اور) یا الٰہ الالہۃ
الرفیع جلالہ ویا قریب المتعال فوق کل شیء علو ارتفاعہ سے یہی مطلب
ہے۔ چوتھے یہ تدلی کل حسب استعدادات جزئیہ مختلف اطوار رکھتا ہے۔ اس نسبت
کی طرح جو نشأت سافلہ میں پیدا ہوئی اور وہ تدلی کل کی نسبت ہے یہ اعتبار لطوف
خاصہ اور افعال جزئیہ موم کی نسبت کی طرح ہیں مجسموں کے ساتھ جو اس سے بنائے
گئے ہیں وہ موم سب میں باقی ہے اور اس کے مجسموں کے تغیر و تبدل کا موم میں
کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یا واحد الباقی اول شیء و آخرہ یا اللہ لا فناء ولا
زوال لملکہ و بقائہ اسی نکتہ کی ایک شرح ہے۔ پانچویں یہ کہ جب اولاً اوہام
بشر نے جو کچھ اپنے نزدیک ہے حقائق خاصہ سے ادراک کیا تو اس جگہ
تشبیہات دید اور صفات حدوث اور شین نقص متعدد ہوئیں۔ پھر جب ایک سے

لہ عیب   لہ عیب

آگے بڑھا تب کوئی عیب نہ دیکھا یعنی یہ سب تقییدات دید وغیرہ نظر نہ آیا۔ اور
یہ معنی تمام اوہام بشر کے متفق علیہ ہیں۔ اس اعتبار سے اسماء نے اشتقاق کیا
جیسے یا صمدُ بغیر شبہ کے فلاشیءَ کفوًا وبد ایتہ ولا امکانَ بوصفہٖ یا کبیرُ
اَنتَ اللّٰہُ الذی لا یھتدی القولُ بوصفِ عظمتہٖ ومثلٌ لم یلد ولم یولد
چھٹے افعال الٰہی تدبیر کے انحصار کے اعتبار سے۔ اس حالت میں اس میں افعال
بہت ہوتے ہیں۔ ہر جنس کا ایک نام مقرر کر دیا ہے۔ انھیں میں سے اعداء کی کثرت
اور ان کا برہم کرنا ہے اور انھیں میں سے سائل کے سوال کی قبولیت اور مستفید
ہونا ہے۔ یا قہار ذا البطش الشدید انت الذی لا یطاق انتقامہ یا
مُذلَّ کل جبار عنید بقھر عزیز سلطان یا رحیم کل صریخ و مکروب
وغیاثہ ومعاذہ یا عراقی عند کل کربۃ ومعاذی عند کل شدۃ ومجیبی
عند کل دعوۃ ومرجائی حین تنقطع حیلتی یا جواد انت الذی لا یخیب
سائلہ وطالبہ۔ ساتویں یہ کہ اشیائے مثالیہ کی صورتیں بالطبع تدلی کل کے
سامنے موجود ہیں۔ اور صورت عنصریہ کی فنا کے بعد روح صورت مثالیہ سے شدید تعلق
پیدا کرتی ہے اور پھر اعمال کی بوجھ جو روح کے جوہر میں منتج ومتصور ہو چکے
ہیں اسی صورتِ مثالیہ سے واقع ہوتی ہے اس نکتہ کا مطلب دین و عبادات
کے متعلق واقع ہوتا ہے۔ اذا برز الخلائق لہ عوقہ من مخافۃ بادیا
العباد کل یقوم خاضعًا لہ ھیبتہ ومن غضبہ۔ آٹھویں حقائق امکانیہ کا
تدلی کل کے سامنے موجود ہونا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ حقیقۃ الحقائق کا مقتضی ہے
بے شرط یا باشرط اور اس نکتہ کی تعبیر علام الغیوب سے ہی متعلق ہے۔ اور تدلی کل
کی معرفت کے لیے بہت سے ہیولے تو اے اوہام و خیالات بشر نے کسب کیے جو

لہ وہ حقائق جو ممکن تھے، عدم میں تھے اور وجود میں نہ آ سکے۔

ملکوت میں منتشر ہوگئے۔

سطعہ:۔ اللہ کی سنت اس بات پر جاری ہوئی ہے کہ جب کسی شخص کا جوہر بیدار ہوتا ہے تو اس سے شعاعیں (کرنیں) پھوٹنے لگتی ہیں اور اس شخص کے قوائے علیہ و جلیلہ بڑھنے لگتے ہیں۔ یہ شعاعیں بعض اسمائے الٰہی کے طریقہ پر ہوتی ہیں اور ان شعاعوں کا ظہور اس شخص کی تعلق کے اسماء کے نہج (طریقہ) پر ہوتا ہے۔ ان اسمائے الٰہی کے ساتھ اور پروردگار عالم کے ساتھ اس کی بہترین معرفت کا سبب وہی اسماء ہوں گے۔ اگرچہ ان کی شناخت سب کو حاصل نہیں ہوتی۔

سطعہ:۔ اسمائے عظام کی تاثیر میں ایک بھید ہے جو کئی وجوہ سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ہر شخص میں جو ترکیب ہے وہ ایک دقیقہ ہے جو اس نے عناصر علوی سے لیے ہیں اور ہر ترکیب کی حقیقت ان اسماء میں سے ایک اسم کے ساتھ منسوب ہے۔ جس طرح نوع حیوانیہ کسی ایک کوکب کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں۔ پس جب تسبیح کرنے والا کسی اسم کی تلاوت کرتا ہے تو وہ دقیقہ کہ جو حق تعالیٰ کے ساتھ جس کے مقابل وہ اسم ہے حرکت میں آجاتا ہے اگر وہ اسم مذکر ہوتا ہے یعنی اور تشبیہ سے مجرد ہو تو اس کا نفس ناطقہ خوش ہوتا ہے اور اگر یہ اسم مذکور معنی رفعت ہوتا ہے تو جو شخص وہ شرف میں پائی جاتی ہے تو وہی دقیقہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح مقبول و محبوب معنی ہیں اور اسی طرح علم اور غیبیات (آثار غیبی) کے معنوں کی معرفت اور حلاوت و قہر وغیرہ کی معرفت۔ اگر کسی کے لیے پڑھتا ہے اور پڑھنے کے وقت ملائکہ کے وصف سے متلبس ہوتا ہے جن کا الہام بنی آدم کے قلوب میں شائع ہوتا ہے اور اپنے مطلب کو دل میں مستحضر کرتا اور ہمت باندھتا ہے کہ مطلوب شخص میں تاثیر کرے تو یقیناً الہام کی طرح وہ اس کی طرف میلان کرتا ہے اور اس شخص کے دقائق میں سے ایک دقیقہ کو جنبش دیتا ہے جیسے تسبیح کرنے والے کی آواز کا

سکوت یا تمام شرارت و شوخی و بے باکی سے اس کا رک جانا (یعنی مسبح نے جو حرکت دی تھی اس سے رک جاتا ہے) کبھی یہ دقیقہ بہت ضعیف ہوتا ہے پڑھنے والے سے اس شخص کے مقابلے میں جس کے لیے وہ پڑھ رہا ہے۔ پس دقیقہ پر اس اسم کی تلاوت گراں ہوتی ہے اور وہ دقیقہ اس تلاوت کے ساتھ مقصد کی کار برآری کرتا ہے۔ اور اس تلاوت کا حکم اور ہیئت جو نفس کو تلاوت سے حاصل ہوتی ہے طلسمات کے حکم میں ہے۔[1]

سطعہ:۔ آدمی میں بہت سے لطائف ہیں اور ہر لطیفہ ایک مقام رکھتا ہے اور ہر مقام ایک تم اور ایک معرفت کو اپنا تبیع کر لیتا ہے اور یہ واضح الہامات کے ساتھ علم معرفت کی شعبہ و دبد و جو ذواتیہ نفس (صاحبان نفوس) میں رکھی ہے اور حظیرۃ القدس نفوس ذکیہ کو کھینچنے والا ہے جیسے مقناطیس لوہے کے اجزا کو اس سبب سے واجب ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک جماعت حظیرۃ القدس کی جانب عکس و رغبت کرے اور اس حرکت (نیچے سے اوپر) اور قوت سے فعل میں آتا ہے وہ علوم ان پر کھل جاتے ہیں اس طرح جیسے آگ لوہے اور پتھر سے روشن ہوتی ہے اور ان علوم میں غالب اسی لطیفہ کا حکم ہے جو لطائف کے درمیان سے قوت و ظہور سے موصوف ہے اور ہر نکتہ جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے ایک مستی و ذوق عطا کرتا ہے اور شدت مستی میں پست و بلند الفاظ ان کی زبان سے ادا ہوتے ہیں (جاری ہوتے ہیں) اگر شریعت کی تنبیہ کی باگ نے ان کی زبان کو اعتدال پر کھینچ رکھا تو خیر اور نہ کھینچ رکھا تو وہ مبالغہ کریں گے

---

[1] یعنی خاصیت تلاوت آواز کی مرد میں ہے جو عناصر میں جیسے کہ اور آواز کی لہریں جیسی خاصیت چاہتی ہیں عناصر میں پیدا کر دیتی ہیں۔ یہی امر کا فعل میں آنا اور قوت کا نکلنا ہوتا ہے۔ (محقق ؟)

ملکوت میں شبہ ہو گئے۔

ساطعہ:- اللہ کی سنت اس بات پر جاری ہوئی ہے کہ جب کسی شخص کا جوہر جب بیدار ہوتا ہے تو اس سے شعاعیں (کرنیں) پھوٹنے لگتی ہیں اور اس شخص کے قوائے علیہ و عملیہ پڑنے لگتی ہیں۔ یہ شعاعیں بعض اسمائے الٰہی کے طریقہ پر ہوتی ہیں اور ان شعاعوں کا ظہور اس شخص کی تخلیق کے اسمار کے نہج (طریقہ) پر ہے۔ ان اسمائے الٰہی کے ساتھ۔ اور پروردگار عالم کے ساتھ اس کی بہترین معرفت کا سبب وہی اسمار ہوں گے۔ اگرچہ ان کی شناخت سب کو حاصل نہیں ہوتی۔

ساطعہ:- اسمائے عظام کی تاثیر میں ایک بھید ہے جو کئی وجوہ سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ہر شخص میں کواکب سیارہ سے ایک دقیقہ ہے جو اس نے عناصر علوی ہیں اور ہر کوکب کی حقیقت ان اسمار میں سے ایک اسم کے ساتھ منسوب ہے۔ جس طرح ذرع مولیہ کسی ایک کوکب کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں۔ پس جب تسبیح کرنے والا کسی اسم کی تلاوت کرتا ہے تو وہ دقیقہ کوکبی دقیقہ نسانی کے ساتھ جس کے مقابل وہ اسم ہے حرکت میں آجاتا ہے اگر وہ اسم مذکر ہوتا ہے یعنی لوٹتا ہے جیسے سے مجرد تو اس کا نفس ناطقہ خوش ہوتا ہے اور اگر یہ اسم مذکر یعنی رفعت ہوتا ہے جو شمس و مشتری میں پائی جاتی ہے تو وہی دقیقہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح مقبول و محبوب کے معنی ہیں اور اسی طرح علم اور غیبیات (آثار غیبی) کے معنوں کی معرفت اور جلال و قہر وغیرہ کی معرفت۔ اگر کسی کے لیے پڑھتا ہے اور پڑھنے کے وقت ملائکہ کے وصف سے متلبس ہوتا ہے جن کا الہام بنی آدم کے قلوب میں شائع ہوتا ہے اور اپنے مطلب کو دل میں مستحضر کرتا اور ہمت باندھتا ہے کہ مطلوب شخص میں تاثیر کرے تو یقیناً الہام کی طرح وہ اس کی طرف سیلان کرتا ہے اور اس شخص کے دقائق میں سے ایک دقیقہ کو جنبش دیتا ہے جیسے تسبیح کرنے والے کی آواز کا

سکوت یا تمام شرارت و شوخی و بے باکی سے اس کا رک جانا (یعنی مسیح نے جو حرکت دی تھی اس سے رک جاتا ہے) کبھی یہ دقیقہ بہت ضعیف ہوتا ہے پڑھنے والے سے اس شخص کے مقابلے میں جس کے لیے وہ پڑھ رہا ہے۔ پس دقیقہ پر اس اسم کی تلاوت گراں ہوتی ہے اور وہ دقیقہ اس تلاوت کے ساتھ مقصد کی کاربراری کرتا ہے۔ اور اس تلاوت کا حکم اور ہیئت جو نفس کو تلاوت سے حاصل ہوتی ہے طلسمات کے حکم میں[1] ہے۔

ساطعہ:- آدمی میں بہت سے لطائف ہیں اور ہر لطیفہ ایک مقام رکھتا ہے اور ہر مقام ایک علم اور ایک معرفت کو اپنا متبع کر لیتا ہے اور یہ واضح الہامات کے ساتھ علم معرفت کی نشیمہ وجود کہ جو دولت نفس (صاحبان نفوس) میں رکھی ہے اور حظیرۃ القدس نفوس ذکیہ کو کھینچنے والا ہے جیسے مقناطیس لوہے کے اجزا کو اس سبب سے واجب ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک جماعت حظیرۃ القدس کی جانب مکمل رغبت کرے اور اس حرکت انچے سے اوپر اور قوت سے فعل میں آنا ہے وہ علوم ان پر کھل جاتے ہیں اس طرح جیسے آگ لوہے اور پتھر سے روشن ہوتی ہے اور ان علوم میں غالب اسی لطیفہ کا حکم ہے جو لطائف کے درمیان سے قوت و ظہور سے موصوف ہے اور ہر نکتہ جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے ایک مستی و ذوق عطا کرتا ہے اور شدت مستی میں پست و بلند الفاظ ان کی زبان سے ادا ہوتے ہیں (وہ جاری ہوتے ہیں) اگر شریعت کی تنبیہ کی باگ نے ان کی زبان کو اعتدال پر کھینچ رکھا تو خیر، اور نہ کھینچ رکھا تو وہ مبالغہ کریں گے

---

[1] یعنی خاصیت تلاوت آواز کی مردوں میں ہے عناصر میں نہیں ہے اور آواز کی لہریں جیسی خاصیت چاہتی ہیں عناصر میں پیدا کر دیتی ہیں۔ یہی امر کا فعل میں آنا اور کن کا فیکون ہونا ہے۔ (محشی اردو)

اور ناپسندیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور ایک جماعت کا جو بحث مربی ہوتا ہے اس کی شعاعیں ان کی عقول پر غالب آجاتی ہیں تب وہ کہنے لگتے ہیں کہ اجزائے الٰہی فلاں میں موجود ہیں اور اس کہنے سے وہ حلول اور شرک کے مغالطہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اگر شریعت کا اعتدال ان کی تہذیب نفس کرتا تو یہ کہتے کہ نفس کے آئینہ میں حق کی صورت ہے اور اس بے ادبانہ تعبیرات سے باز رہتے اور ایک جماعت کا مربی نفس رحمانی ہوتا ہے جو صورت کے تعین کا محل ہے۔ یہ جماعت دو فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ حکماء کے ایک فرقہ نے اسے ہیولے اور صورت سے تعبیر کیا اور دوسرا فرقہ جو صوفیا کا ہے وہ توحید و اتحاد کا قائل ہوا۔ اگر توفیق الٰہی ان کا (حکماء) ساتھ دیتی تو وہ نفس رحمانی کو عماء اول کہتے اور بڑے الفاظ درمیان میں نہ لاتے۔

ایک عزیز نے جو منجملہ اصحاب علم و صلاح میں حضرت سے مستفید تھے اور وہ اہل حدیث کا ایک گروہ ان سے سند یافتہ تھا اور وہ اعمال و اوراد میں ہمت رکھتے تھے اس دوران حضرتِ اقدس سے حزب البحر کی اجازت مع شرائط حاصل کی۔ انھوں نے بیان کیا کہ حضرت اقدس سے اجازت حاصل کرنے کے بعد میں نے بارہ روز روزہ رکھنے کا اپنے لیے معمول بنا لیا۔ اور جلالی و جمالی کو ترک کر کے اس حزب کو پڑھنے میں مشغول ہو گیا لیکن کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ اور جن ثمرات و اثرات کی اس کے پڑھنے سے توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی تو بہت افسردہ ہوا بلکہ بہ تقاضائے بشریت حضرت اقدس سے جو حسن ظن تھا اس میں نقص پیدا ہو گیا جو مزید تنگ دلی کا باعث ہوا۔ ناچار آپ کی خدمت میں عرض کیا اور مقصد میں ناکامی بیان کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس ناکامی کا علاج صرف یہ ہے کہ از سر نو اس ورد کو تمام شرائط و آداب کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد کیا ظاہر ہوتا ہے۔

ناقل کہتا ہے کہ آپ کے حکم کے بموجب پھر دوبارہ میں نے خلوت کا التزام کیا اور راتوں کو اس وظیفہ کے لیے وقف کیا۔ تین راتوں تک میں نے اس کی تلاوت اور مقررہ شرائط کے ساتھ پابندی کی۔ جب تیسری رات ختم ہوئی اور قبولیت کے آثار کچھ ظاہر نہ ہوئے تو مزید دل تنگ اور افسردہ ہوا۔ اسی دوران سو گیا خواب دیکھا کہ حضرتِ اقدس ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور میں نیز ایک اور عزیز وہاں موجود ہیں۔ اور حضرت اقدس میری جانب خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ ہم شرح صدر رکھتے ہیں اور شرح صدر کا سبب یہ ہے کہ ایک روز شاہ ترکمان قدس سرہٗ نے ہمارے حضرتِ بزرگوار کی دعوت کی اور کہا کہ اپنے لڑکے کو بھی ہمراہ لانا حضرت والد ماجد فقیر کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے اور شاہ ترکمان کی دعوت میں شریک ہوئے۔ اسی دوران شاہ ترکمان نے والد بزرگوار کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اس لڑکے کے لیے دعا کرو۔ والد ماجد ہاتھ اٹھا کر دعا میں مشغول ہوئے۔ حضرت شاہ ترکمان آمین کہتے جاتے تھے اور دعا کے الفاظ یہ تھے۔ اللّٰھم اعط مالاً و ولداً و شرح صدر فی الدنیا و السلامۃ عند الموت و مغفرۃ بعد الموت و فردوساً فی الجنۃ۔[1] ناقل کہتا ہے کہ ان الفاظ کو میں نے یاد رکھا۔ اور دو تین الفاظ اور بھی تھے جو یاد نہ رہے اور اس واقعہ کے بعد ایک اطمینان و سرور دل پر وارد ہوا۔ اور مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔ اور حسن ظن اور عقیدت میں جو کدورتیں اور نقائص پیدا ہو گئے تھے کافور ہو گئے اور حضرت اقدس سے عقیدت و خلوص میں ترقی ہو گئی۔

---

[1] اے اللہ دنیا میں مال و دولت اولاد اور شرح صدر اور موت کے وقت سلامتی اور موت کے بعد مغفرت اور جنت میں فردوس عطا فرما۔

افادہ:۔ خواجہ محمد امین حضرت اقدس سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۹ ر جمادی الآخر روز پنجشنبہ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوں اور وہ مسجد جامع مسجد دہلی ہے یا مسجد بیگم اکبرآبادی۔ ناگاہ لوگ کہنے لگے کہ اس جگہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریمہ ظاہر ہوگی۔ یہ سن کر مشتاقوں کی ایک جماعت آپ کے جلوۂ دل افروز کی آرزو میں صف بستہ ہو اور میں بھی جمال باکمال کے مشاہدہ کی تمنا میں جدھر بتایا گیا تھا متوجہ ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریمہ آہستہ آہستہ ظاہر ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ پوری طرح ظاہر ہوگئی۔ اور پھر اس آئینہ سے نکل کر خارج میں جلوہ گر ہوگئی۔ اور ہم نے عرض کی کہ حضورؐ کی عنایت و توجہ ہماری شریک حال ہو اور علم حدیث کی اشاعت و ترویج میں عالی ہمتی عطا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہوگی۔ پھر عرض کیا کہ اس علم کی اشاعت ہمارے ہاتھوں نیز ہماری اولاد اور بھائیوں کے ہاتھوں ہو۔ اس سلسلہ میں بھی مدد (و توجہ) درکار ہے قبول فرمائی جائے۔ ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر وہ صورت کریمہ روپوش ہوگئی۔ اور ہم نماز کے لیے مسجد کی جانب چلے ہی تھے کہ یہ آواز آئی کہ آپؐ کی صورت کریمہ پھر جلوہ افروز ہوگی ہم پھر اس سمت گھومے دیکھا کہ اس مرتبہ بھی وہی صورت آئینہ میں متجلی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ پوری صورت ظاہر ہوگئی۔ اسی اثنا ایک سولہ سالہ جوان حاضر کیا گیا اور آنجناب کی جانب سے ہماری طرف ارشاد ہوا کہ اس جوان کو خرقہ پہنا دو۔ میں نے آپ کے فرمانے کے مطابق اپنی چادر اس جوان کو اڑھا دی۔ اور آنحضرت کی طرف سے بھی اس کو خرقہ عطا ہوا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ جوان کون تھا ع

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد

افادہ: ایک زمانہ تک [illegible] کی خدمت میں [illegible] خلوت خاص میں [illegible] ارشادات کا

منتظر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بعض نفوس کا عالم برزخ میں استقرار اس بات کا مقتضی ہے کہ جو کچھ وہ اس عالم میں چھوڑ گئے ہیں محفوظ رہے۔ گو اسباب خارجیہ اس کے منافی ہوتے ہیں۔ پس ایسا ہو رہا ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ابدالوں میں سے کسی کے پاس ہے یعنی وہ نفوس جن پر صرف قوائے روحیہ غالب ہیں اور وہ صرف انجام فوقانیہ کے کام کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں کتاب مذکور محفوظ ہے اور انجام کار وہ ہم کو یا ہمارے بعض منتسبین کو پہنچ جائے گی۔

قد یکون الامر فی الملکوت مطویا علی غرہ محتوما علی بدرہ فیجیء صاحب الوقت فیکشف استارہ عنہ ویصیر کونہ مطویا علی غرہ ان یثبت الشیء ویکون لہ لوازم وامور مستتبعۃ تعد من لوازمہ من وجہ ولا تعد منہا من وجہ فیساع فی الحکم ویجعل من اللوازم قطعا دفعا عن بقیتہا مع ثبوت الشیء وهو الکشف ان یکون رجل من عداد الملأ الاعلیٰ فیجیء همہ الی الخیر[1]

امر عالم ملکوت میں اپنے حسن و خوبی کے ساتھ لپٹا ہوا ہوتا ہے مہر کیا ہوا اپنی حقیقت کے ساتھ۔ پھر آتا ہے صاحب وقت اور کشف ہوتے ہیں صاحب وقت کے اسرار۔ اور اس کا اپنی خوبیوں پر لپٹے ہونے کا راز یہ ہے کہ ثابت ہو اس کے لیے شے اور ہوں اس شے کے لیے لوازم اور امور متبعہ اس کے لوازم ایک اعتبار سے شمار کیے جاتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے نہیں شمار کیے جاتے

[1] بعض اوقات عالم ملکوت میں کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جن کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے اور جو ولی صاحب وقت (ابو الوقت) ہوتا ہے وہ ظاہر کو باطن سے تمیز کر لیتا ہے اور اصل حقیقت کو سمجھ لیتا ہے قصہ بھی اسی طرح پر ہے جس میں ظاہر باطن کے خلاف نظر آ رہا ہے جس کو صاحب وقت نے سمجھا اور دوسرے لوگ ظاہری معنوں پر معترض ہوئے صاحب وقت نے کہا چونکہ حجر اکلی کی تم کو اطلاع نہیں تھی اس لیے واقعہ کے ظاہر پر تم نے اعتراض کیا۔ (تقی نور)

الملأ الاعلى ويكون انما اثباته الحكمة
تميز كل ملتبس عما التبس به ويجعل
كل وجه مستقلا بنفسه فيحكم على احدهما
انه حق وعلى الآخر انه باطل ولنا
في هذه المسألة حكاية اجتمع
اناس روحانيون في غاية من
علالي الملكوت فدخل موطن الخيال
فجاءهم السيد شجاع الدين باولاده
واحفاده وشكى اليهم صاحب الوقت
وقال هذا الرجل اساء في
حقنا وسعى بنا حيث ضربنا
بنعلين فقم او تذرى بنا اين
قال صاحب الوقت معاذ الله ان
يفعل هذا احد معكم وانتم
اهل سوابق الاسلامية والمآثر
العلوية والمكارم الجلية
وان احد سعى بكم كيف
يكون سعيه بكم وقد
سبقت لكم الحسنى في الاولى
والاخرى فتوجه الى السيد
ملأ الروحانيين وقالوا

پس حکم میں تسامح ہوتا ہو اور وہ لوازم
میں سے قطعی طور پر مقرر کر دیا جاتا ہے
اور اس کے ثبوت کا شے کے ثبوت کے
ساتھ یقین کیا جاتا ہو اور کشف کا ماذیہ
ہو کہ جو کوئی انسان ملاء اعلیٰ کے مقابل
پر پہنچتی ہیں اس کی حتیٰ کہ ملاء اعلیٰ کے
آخر تک ، اور اس کی حکمت کی یہ شان
ہوتی ہو کہ وہ ہر مشتبہ کو غیر مشتبہ سے
تمیز کرے (دونوں میں امتیاز پیدا کرے)
اور ہر وجہ کو اس کی ذات کے اعتبار سے
مستقل کر دے ۔ پھر وہ حکم کرتا ہو ان دونوں
میں سے ایک پر جو حق ہو اور دوسرے پر
جو باطل ہے اور ہمارے لیے اس مسئلہ
میں ایک حکایت ہو اور وہ یہ ہے کہ
(چند) روحانی اشخاص عالم ملکوت
کی بلندیوں میں سے ایک بلندی پر جمع
ہوئے جسے موطن الخیال کہتے ہیں وہاں
سید شجاع الدین اپنی اولاد اور پوتوں
کے ساتھ آئے اور روحانیوں کی جماعت
سے صاحب وقت کی شکایت کی اور کہا کہ
اس شخص (صاحب وقت) نے ہمارے حق

ايها السيد السند بيّن لنا
جلية الحال فقد عسرت
في المقال فقال السيد كنا
اهل كرم واهل فضل ولا
ننكر ممن ثبت له الفضل
بالوجه ولا يستبعد ممن
خص له بالكرم ذكاوة
فكان الامر في الملكوت
مطويا على غره مختوما على
سره فجاء هذا الرجل
فكشف المستور واستخرج
المعمور وابرز الشين من
الشين وابان الغث من
السمين ، فقام صاحب الوقت
وقال فهل كان هذا التوفيق
وهل فعلت ذلك بقدرتي
قال لا ولكنه كالجارحة
للتدابير الالهية وكل ميسر
لما خلق له قال فما ذنبي
اذن وما العيب على
فسكت السيد وقال القوم

میں ہوا کہ اور کوشش کی اس گوشہ
میں جہاں ہم تھے ، قرار کو جوتے مارتے
ہوئے ، اور ہم کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھا
رہو تھے ۔ صاحب وقت نے (یہ سن کر) کہا
معاذ اللہ آپ کے ساتھ کوئی شخص ایسا
سلوک کرے ، حالانکہ آپ لوگ سوابق الاسلام
اور بلند مرتبہ ہیں ۔ اور اگر کوئی اس کی کوشش
کرے تو اس کی کوشش کیسے بار آور ہو سکتی
ہو ، حالانکہ آپ کے لیے سابق ہو چکا ہو مرتبہ
حسنیٰ مرتبہ اولیٰ میں بھی اور مرتبہ اخریٰ میں
بھی ۔ پس ملاء روحانیین نے سید شجاع
الدین کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ اے سید
سند صورت حال کو ہمارے لیے واضح
کر دیجیے کیونکہ اس گفتگو میں مشکل پیدا
ہو گئی ہو ۔ پس سید نے کہا کہ ہم اہل کرم اور
اہل فضل ہیں اور ہم انکار نہیں کرتے اس
شخص کا (منکر نہیں ہیں) جس کی بزرگی
بالوجہ ثابت ہو اور ان میں سے کسی کو
حقیر نہیں سمجھا جاتا جس کے لیے کرم کی نص
موجود ہو (یہ امر عالم ملکوت میں ہونے
ہی والا تھا) تقدیر الٰہی سے تھا پس یہ

اما هذا فقد صدق. تمت الحكاية. ولا حول ولا قوة الا بالله۔

اور عالم ملکوت میں اپنی خصوصیات پر بیٹھا ہوا تھا اور سر کیا ہوا تھا اپنی حقیقت پر۔ پس آیا ایک شخص (صاحب وقت) اور

اس نے کھول دیا سر مخفی، اور نکالا اصل حقیقت کو۔ اور ظاہر کر دیا عیب کو عیب
اور کھوٹے کو کھرے سے۔ پس صاحب وقت کھڑے ہوگئے اور (انتحابا) کہنے لگے وہ
کیا سبب ہے جو قوت تھا اور گیا اس کو میں نے اپنی قدرت سے کیا۔ اس نے کہا نہیں
وہ تو جاہ خلعت ہے میری آگہی سے ہو۔ اور ہر مخلوق کے لیے وہ چیز آسان کر دی گئی ہے جس
کے سبب وہ پیدا کیا گیا ہو۔ پس صاحب وقت نے کہا تو پھر اس وقت میرا کیا گناہ ہے
اور غیب کا مجھے علم نہیں (اور یہ چیز عالم غیب میں متعین ہو چکی تھی) پس سید خاموش
ہو گئے اور قوم نے کہا کہ اگر واقعتاً ایسا ہے تو انھوں نے (صاحب وقت) سچ کہا

افادہ۔ حقائق آگاہ میر ابو سعید نبیرہ علیم اللہ[2] بریلوی قدس سرہٗ نے جو اکابر مشائخ
نقشبندیہ میں سے ہیں بیان کیا کہ میں ایک بار رمضان کے زمانہ میں شاہ جہاں آباد

---

[1] عالم ملکوت افعال ذات کا مظہر ہے جو عقول یعنی ارواح ملائکہ کا مسکن ہے، ناسوت
میں پیدا ہونے والے اشخاص کی ارواح بھی اس میں متمکن ہوتی ہیں جن کو فرشتے
بوقت وضع عالم ناسوت میں لاکر رحم مادر میں پھونکتے ہیں۔ اور دوسرے فرشتے اشخاص
کے قلوب میں اپنے عزائم پھونکتے ہیں جو تقدیر ازلی کے مطابق افعال سرزد کراتے ہیں۔ سید
شجاع الدین امر کے سربستہ ہونے کی وجہ سے عالم امر میں اس کو نہ دیکھ سکے اور صاحب
وقت کی شکایت کر کے عالم ملکوت میں پہنچ گئے۔ (تحقیق خود)

[2] شاہ صاحب کے مطبوعہ ملفوظ میں علم اللہ لکھا ہے گو کہ بعض قدیمی نسخوں میں علیم اللہ لکھا
ہے عرفی دال حضرات صفات کو ذات سے وابستہ کر کے نام رکھتے رہے ہیں۔ جیسے کلیم اللہ
سمیع اللہ، حبیب اللہ اور احسان اللہ وغیرہ وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ (تحقیق خود)

میں تھا۔ وہاں مشائخ صوفیہ میں سے ایک کے سامنے شب قدر کے ادراک کے
سلسلہ میں اشتیاق ظاہر کیا۔ وہ صاحب اس کی وجہ سے بے انتہا غمگین ہوئے
اور کہا کہ مجھے اتنا زمانہ ہوگیا اور اس تمنا میں بوڑھا ہوگیا میں نے کبھی اس کو
نہ پایا تم کہاں سے پا گئے۔ میں ان کے اس جواب سے نہایت افسردہ ہوا۔ اور
مایوس ہو کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال عرض کر کے شب
قدر کے بارہ میں دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک
صحابی سے فرمایا تھا کہ شب قدر میں یہ دعا بہت پڑھنی چاہیے۔ اللهم انى اسئلك
العفو والعافية والمعافاة فى الدين والدنيا والآخرة۔ اور اس انداز
میں فرمایا کہ جیسے ہمارے لیے ہی ارشاد فرما رہے ہیں اور بشارت دے رہے ہیں۔ پھر عرض
کیا کہ وقت کون سا ہے۔ فرمایا کہ آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے
پس ستائیسویں رات کو شب جمعہ تھی مدرسہ غازی الدین خاں میں شب
بیداری کے ارادے سے میں بیٹھا۔ بیٹھتے ہی زمین پر ایک نورانیت پائی۔ جب
آسمان کی طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ مسجد کے اوپر مغرب سمت ایک حجاب ہٹا
اور نور عظیم ظاہر ہوا جس سے اطراف و جوانب منور ہوگئے۔ اس مشاہدہ سے
اپنے دل میں بے انتہا سرور پایا اور قوی ہمت کا احساس ہوا۔ پھر میں اٹھا اور دعا
میں مشغول ہوگیا۔ اور وہ نور نصف گھڑی تک قائم رہا پھر آہستہ آہستہ ہلکا ہوتے
ہوتے غائب ہوگیا۔ اور ایک قسم کی ہمت اور خوشی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ صبح
کی اذان ہوگئی اور مناجات و مشاہدہ کے ذوق کی شدت میں مجھے یہ ہوش ہی
نہ رہا کہ کب رات گذری۔ صبح کو حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا
عرض کیا فرمایا کہ وہ شب قدر تھی۔ پھر آئندہ (دوسرے سال) رمضان میں حضرت
اقدس نے اپنے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ حکم کے بموجب میں آپ کی

خدمت میں حاضر رہا اور آپ کی بابرکت صحبت سے دوبارہ شب قدر کے نظارہ سے مشرف ہوا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

افادہ:۔ احمد شاہ ابدالی کے فتنہ میں جو عزیز الدین عالمگیر کے عہد میں ظاہر ہوا حضرت اقدسؒ نے جو کچھ زبان غیب سے فرمایا وہ بے کم وکاست پورا ہوا۔ اول یہ کہ جب احمد شاہ ابدالی ہندستان سے ایک دو بار شکست کھا کر چلا گیا آپ نے بارہا فرمایا کہ اس ملک میں اس کا غلبہ ہونے والا ہے لیکن وقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ پھر جب عزیز الدین عالمگیر کے عہد سلطنت میں صفدر جنگ مذکور نے فتنہ کے بعد ہندوستان کا قصد کیا اور دریائے اٹک پر پہنچا اور امرائے سلطانی میں اس کا شہرہ ہوا بہادر خاں بلوچ نے اس وقت اپنی جان و مال کے بارہ میں آپ سے انکشاف چاہا۔ آپ نے ان کو جان و مال و آبرو کی سلامتی کی بشارت دی۔ پھر انہوں نے ابدالی کے سلسلہ میں انکشاف چاہا۔ آپ نے بہ تصریح فرمایا کہ "اس ملک میں اس کا مکمل غلبہ ہو جائے گا"۔ عرض کیا کہ پھر ان ارکان سلطنت کا کیا ہوگا۔ فرمایا کہ "ان کا حال نہ پوچھو۔ لیکن بہرحال تم محفوظ و سلامت رہوگے"۔ جس وقت ابدالی قریب پہنچا تمام ارکان سلطنت اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور ان سے کوئی تدبیر بن نہ پڑی (ناچار) بادشاہ و وزیر نے حضرت اقدس سے رجوع کر کے اس کے بارہ میں عرض کیا آپ نے بادشاہ عالمگیر سے فرمایا کہ "تم اس فتنہ میں محفوظ رہوگے" اور وزیر عماد الملک سے مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ "جنگ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ تمہاری جان کے ہم ضامن ہیں۔ یعنی تمہاری جان محفوظ رہے گی لیکن تمہارے مال و دولت کے ہم ذمہ دار نہیں"۔ جب نادر شاہ درانی دار السلطنت کے قریب پہنچا تو بادشاہ اور وزیر نے اس سے صلح کر لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ دیکھا بس شہر سے باہر نکل کر بادشاہ کے ہمراہ ہو گئے۔ بادشاہ عالمگیر کی تعظیم و توقیر بجا لایا اور تخت شاہی پر

بٹھا کر سلطنت اس کے سپرد کر دی۔ اور حضرت اقدس کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور باوجود اس کے کہ عماد الملک کے لیے جلاوطنی کے تمام اسباب موجود تھے اور ہر شخص نے چغلخوری سے اس کی شکایتیں کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی لیکن بادشاہ نے اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے نہ صرف اس کی جان بخشی کی بلکہ اُسے ہندوستان کی وزارت پر بحال رکھا۔ (اور) جو کچھ حضرت اقدس نے اس کے حق میں زبان غیب ترجمان سے فرمایا تھا وہ بے کم وکاست پورا ہوا۔ اور بہادر خاں نے بھی بادشاہ کے وزیر کی معرفت جس کا نام شاہ ولی خاں تھا صلح کر لی اور اپنی جان و مال و آبرو محفوظ کر لی۔ بلکہ بادشاہ کی نگاہ میں عماد الملک کے رفقا کو جو اعتبار حاصل تھا وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ اور جس کو جتنا اعزاز و جاہ و حشمت حاصل تھا اتنی ہی زائد اس کو پریشانیاں اٹھانا پڑیں اور دولت کی فراوانی کا فاسد مادہ جوان سب کے دلوں (مزاجوں) میں رچ بس گیا تھا اس کا مکمل تنقیہ (صفائی) ہو گیا اسی دوران اس خاکسار کو والا نامہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ یہ افواہ پھیلی ہے کہ درانی افواج بارہہ کی طرف جا رہی ہے جس کی وجہ سے فکر و تشویش و تعلق خاطر ہے ہرچند گمان غالب یہ ہے کہ پھلت و بڈھانہ کی طرف ان کا رخ نہ ہوگا۔ اور اللہ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ وہ ہم کو اور تم کو تمام آفات سے محفوظ رکھے گا اور اسی وجہ سے دل مطمئن ہے۔ حالانکہ ظاہری حیثیت سے (بہ لحاظ بشریت) فکر ہوتی ہے۔ انتہی۔ جیسا ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ظاہر ہوا کہ درانی افواج نے قصبۂ پھلت سے تین چار کوس کی مسافت پر پہنچ کر لوٹ مار کی لیکن قصبہ مذکورہ بہمہ وجود محفوظ رہا۔ اور اسی طرح قصبۂ بڈھانہ بھی۔ اور شہر شاہجہان آباد میں محلہ کشنگ[1] نزد جو حضرت اقدس کی قیام گاہ ہے لوٹ مار کرنے والوں کی دست برد سے اور ان نادانوں سے جو خانہ اے شہر پر لگ گئے تھے محفوظ رہا۔ اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ فالحمد للہ

---

[1] اصل میں اس کا نام پہلے "کوشنگ اوز" تھا۔ (مقامات طریقت صفحہ ۲۴)

ذٰلک حمدًا کثیرًا دائمًا سرمدًا ۔

افادہ ۔ ان ایام میں جب کہ دکنی فوج نے ابدالی افواج کو لاہور کے اطراف سے شکست دے کر ہندوستان سے باہر کر دیا اور اس کے تدارک میں اس طرف سے تاخیر ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے یہ مشہور ہو گیا کہ احمد شاہ ابدالی مر گیا اس خاکسار نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ "حضور اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ احمد شاہ اس ملک میں پھر آئے گا اور ان کفار کو نکال باہر کرے گا۔ اور اس کو باوجود اس قدر مظالم کرنے کے (زندہ) رکھا گیا ہے"۔ یہ بات گو کہ اس وقت بہ ظاہر امر بعید معلوم ہوتی تھی لیکن آخر کار ایسا ہی ہوا پھر جب دکھنی افواج اپنے ملک لوٹ گئیں (تب) اس ملک والوں کو اطمینان ہوا۔

انھیں ایام میں اپنے ایک مکتوب میں جو اس عقیدت مند کے نام صادر ہوا تھا۔ (ان الفاظ میں) ارشاد فرمایا کہ "ایسا نظر آ رہا ہے کہ بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گا اور ایک عالم تہ و بالا ہو گا۔ اور مبارک ہو وہ شخص جو (اس وقت) تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے اور اسے ہاتھ سے نہ جانے دے"۔ یہ بات بھی بظاہر اس وقت ناممکن معلوم ہوئی اسی دوران کفار دکھنی نے دوبارہ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر نجیب الدولہ افغان کے ساتھ جنگ کی پیش کش کی اور تقریباً تین ماہ اطراف بارہہ میں ہنگامہ جنگ جاری رہا۔ اس دوران ایک عالم قتل ہوا اور یہ علاقہ (بعض کے اطراف و جوانب تباہ و برباد ہو گئے۔ اسی ہنگامہ کے دوران حضرت اقدس نے نجیب الدولہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ "اس امیر المجاہدین (آپ کے) کے حق میں دعائے خیر کی جا رہی ہے اور ہاتف غیب سے فتح کی بشارت سنی جا رہی ہے"۔ پس ان کفار نے ہر چند اس مقام پر کوشش کی جو نجیب الدولہ نے جنگ کے لیے تیار کرایا تھا لیکن قابو نہ پا سکے اور جب دشمن کی فوجیں دریائے گنگا کو عبور کر کے اس کے ملک میں داخل ہوئیں اور

لوٹ مار شروع کی تو اچانک شجاع الدولہ پورب کی سمت سے افغانوں کی کمک کو پہنچ گیا جس کی وجہ سے دشمن کی حالت خستہ ہو گئی اور پریشانی کے عالم میں ہزارہا آدمی دریا میں ڈوب گئے اور ہزارہا قتل ہوئے اور ہر بار جب وہ نجیب خاں پر حملہ کرتے تھے کفار کے سردار قتل ہوتے جاتے تھے۔ ہر چند وزیر اور امیر مدد کو پہنچ گئے تھے لیکن کچھ بس نہ چلا اور اس دوران جب کہ یہ کفار و مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی یہ خاکسار حضرت اقدس کی آستان بوسی سے مشرف تھا ایک روز زبان غیب سے ارشاد فرمایا کہ دسویں ذی الحجہ میں میں نے دیکھا کہ "یہ وزیر جس کو ایک عرصہ سے ہماری ضمانت میں رکھا گیا تھا اور اسی سبب سے اس کے حق میں دعا کی جاتی رہی ہے اب ہماری ضمانت سے نکال دیا گیا ہے۔ اور اس وقت سے دعا کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا"۔ پس بے اختیارانہ اس واقعہ کا ان احباب کے سامنے جو اس وقت موجود تھے اظہار فرمایا میں نے کہا اب اس وقت جو لوگ موجود ہیں وہ اگر اس واقعہ کو یاد رکھ سکتے ہیں تو یاد رکھیں۔ میں نے اب تک اس واقعہ کو یاد رکھا تھا اب اس ذمہ داری سے سبک دوش ہو گیا۔ اور اس دوران یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ابدالی بارہہ کی طرف رخ کرے گا اور تمام روہیلوں کو اپنے ساتھ لے کر مرہٹوں سے جنگ کرے گا۔ اس وقت تک اس کا آنا متحقق نہ ہوا تھا۔ (اس کے آنے کی کوئی بھی صحیح خبر نہ تھی)۔ اگاہ ابدالی نے دریائے جمنا کو عبور کر کے مرہٹوں کی فوج کو جو اس کے مقابلے سے بھاگ کھڑی ہوئی تھی بیشتر کو قتل کیا اور بقیہ کو شکست فاش دی اور سہارن پور میں داخل ہوا۔ وزیر اور مرہٹوں نے اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر شاہ جہان آباد پہنچ کر جنگ کی تیاری کی اور شاہ ابدالی نے تمام روہیلوں کو اپنے ہمراہ لے کر شاہ جہان آباد کا رخ کیا اسی دوران وزیر مشائخ نقشبندیہ میں سے ایک بزرگ کی سفارش سے حضرت اقدس

کی خدمت میں حاضر ہوا اور الحاح وزاری کرتے ہوئے اپنی نیز شاہ ابدالی
کے تفصیل حال کے بارہ میں انکشاف چاہا۔ آپ نے بے دھڑک فرمایا و
بادشاہ غالب آئے گا اور کفار کی فوج کو شکست ہوگی اور تم بھی عنقریب جنوب
کے مابین جو جگہ ہے وہاں تنہا رہ جاؤ گے۔ اور اس سے قبل جو تم کو ہماری ضمانت
میں دیا گیا تھا تو اس کی وجہ سے دل تمہاری طرف متوجہ تھا اور اکثر اوقات
تمہارے حق میں دعا کی جاتی تھی لیکن اب تم کو ہماری ضمانت سے نکال
دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اب ہماری وہ توجہ بھی باقی نہیں رہی ہے اور دعا بھی
جس طرح پہلے کی جاتی تھی اب نہیں کی جاتی۔" وزیر یہ جواب سن کر مایوس ہو کر
چلا گیا اور اس واقعہ کے تین روز بعد شاہ ابدالی اطراف سرہند میں پہنچا
اور روہیلوں کو ساتھ لے کر وزیر اور مرہٹوں کی فوج سے جنگ کی۔ گھمسان
کا رن پڑا جس میں کفار کی فوج کا سردار مارا گیا اور تمام فوج شکست کھا کر
بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس جنگ میں ہزارہا کفار جہنم واصل ہوئے اور وزیر اس
مقام پر جس کی حضرت اقدس نے زبان غیب سے نشان دہی کی تھی یکہ و تنہا رہ گیا
اور بھاگ کھڑا ہوا۔ بعد ازاں خوں ریز افواج نے شہر میں داخل ہو کر قتل و
غارت گری شروع کی جس سے لاتعداد آدمی مقتول ہوئے اور ایک جہان تباہ و
برباد ہوگیا اور حضرت اقدس کا مسکن بھی اس کے صدمہ سے محفوظ نہ رہا۔ اور وہ بات
جو آپ نے پہلے فرمائی تھی کہ مبارک ہے وہ شخص جو تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے" اس
کی طرف اشارہ تھا اور بعض رمز شناسوں نے اس کو دریافت کرکے متحقق کر دیا تھا لیکن
اس وقت قولی خاص تھی جس سے مطلب وھو یتولی الصالحین[1] ہے اور جو مجذوبین کا حصہ ہے،

[1] یہی وہ مقام محبوبیت ہے جس میں محب بجز حب محبوب کے وہ تمام طاقتیں
معطل کر دیتا ہے جو اس کی ذات سے وابستہ ہیں۔ [illegible]

آنجناب کے حق میں ان صورتوں سے جلوہ گر ہوا۔ فالحمد للہ رب العالمین
پھر آپ وہاں سے منتقل ہو کر شہر پناہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اور اس مقام
پر یہ فرمایا کہ اب یہ نظر آ رہا ہے کہ پرانے شہر پر مریخ[1] کی کردی (گرمی) نظریں ہیں
اور جنات ان اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جب تک ہم اس محلہ میں رہے
وہ وہاں آمد و رفت رکھتے رہے اور اس کی تشریح کسی مصلحت کی وجہ سے
آپ نے ظاہر نہ کی تھی۔

افادہ:۔ سنہ ۱۱۷۲ھ کے فتنہ میں اس شہر کے فدویوں کی استدعا پر حضرت
اقدس نے وطن مالوف سے مع تمام اعزہ و اقربا قصبہ بڈھانہ میں وہاں
کے لوگوں کی سعادت ازلیہ کے تقاضہ سے نیز بعض وجوہات اور مصالح کی بنا
پر کہ آپ خود انبیاء کے کمال وراثت پر مامور ہیں قیام کے ارادہ سے ہجرت
فرما کر سامان سفر اتار دیا۔ اور ان عقیدت مندوں کو اپنی عنایت و کرم سے
نوازا۔ اور اس خصوصیت سے ان کے پایۂ افتخار کو بلند فرمایا۔ جب ماہ رمضان
المبارک آیا تو حسب معمول قدیم اعتکاف چلہ کشی فرمایا۔ اور آپ کی ابتدا
ہی سے عادت شریفہ یہ تھی کہ اگر یہ خاکسار ان ایام میں شرف مجاورت سے
مشرف ہوتا تو خلوت خاص میں بلا کر ان اوقات کے اسرار و واردات سے ممتاز
فرماتے۔ اور اگر اپنی بدقسمتی سے اس شرف سے محروم ہوتا تو حضرت اقدس از خود
ان تمام واردات کے افادات اپنے اس فدوی کو بالتفصیل تحریر فرماتے
اور شرف امتیاز بخشتے۔ اس چلہ میں گو کہ وہ اس سعادت سے مشرف نہ ہوا
لیکن حضرت اقدس کے بے پایاں کرم عام نے اس دیرینہ خوگر عنایات کو محروم

[1] مریخ کی خاصیت فی نفسہ قہاری ہے لہٰذا ایسا دہر کہ خاصہ ظہور فلک مریخ سے ہوتا
ہے اور وہی اس کا رب ہے۔ [illegible]

رکھنا پسند فرمایا۔ اور اعتکاف کے فتوحات بالتفصیل تحریر فرما کر عنایت و کرم سے
سرفراز فرمایا۔ لہٰذا وہ اس رسالہ کو ان تمام واردات و کیفیات سے مزین کرتا ہے
اور ہر مسئلہ کو لفظ "واردہ" سے معنون کرتا ہے۔

(وارده) صوفیہ کے درمیان معتبر نسبت اتصال کی نسبت ہے یعنی سرشارئ
محفوظ ہوتا ہے اور روح انس و انجذاب کے ساتھ جب اس نسبت کے دونوں
اجزاء میں تفکر کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں جزو عالم کبریٰ پر وسیع نگہ رکھتے ہیں (یعنی)
مشاہدۂ صرف جبروت و انس پر نگہ رکھتا ہے اور روح عالم ملکوت ہے۔ پھر ان دونوں
عالموں نے ایک باب عظیم کھول دیا۔ ان میں سے قدرے ان اوراق میں لکھا
جاتا ہے۔

(افاده) مجھے بتایا گیا کہ بہشت دو قسم کی ہے اور لفظ بہشت کا اطلاق دونوں
معنی پر مشترک امور کے لیے بطریق تشکیک[۱] ہے۔ ان دونوں قسموں میں ایک قسم
اس بہشت کی ہے جس کے حصول کا دار و مدار اعمال پر ہے وہ تلک الجنة التی
اورثتموها بما کنتم تعملون۔ (اور) میرا اس کے وجود میں نفس کی توجہ ہے
تدبیر الٰہی کے مطابق موت کے بعد عالم مثال میں۔ پس اعمال صالحہ اور ملکات منتجہ
نفس میں سود مثالیہ کے ساتھ ظہور کرتے ہیں اور اس بہشت کا تفصیلی بیان دوسری
کتابوں میں تلاش کرنا چاہیے۔ اور دوسری قسم بہشت کی وہ ہے جو عناصر کے درمیان ہے
اور جہاں کی آب و ہوا نباتات و حیوانات کے مزاجوں کی لطافت کی مناسبت سے
انتہائی معتدل ہے۔ ایک جماعت افراد بشر میں سے (تمام بشر میں جو فرد ہیں) ان کی ہے

[۱] کسی امر کا شدت اور ضعف کے ساتھ صادق آنا جیسے وجود واجب تعالیٰ پر شدت کمال اور
اولویت کے ساتھ صادق آتا ہے اور ممکنات پر وجود کا صدق ضعف و نقصان کے ساتھ
صادق آتا ہے۔ (تقی انور)

جن کے طالع میں سعادت، سہولت، الاعدم کوشش غالب ہے یعنی ان کی ولادت
حوت جدی اور ثور میں جو برج ہیں ...... اور زہرہ میں
ہو کوکب میں سے ہو۔ ہوتی ہے پس مرتے ہی اس عالم کی کیفیات جو حیات دنیا
کی تابع تھیں درہم و برہم ہو جاتی ہیں اور اس میں سوائے زندگی کے کوئی کیفیت
باقی نہیں رہتی۔ اس حالت میں فیض الٰہی اس کو تسکین دیتا ہے اور اس تسکین سے
اتنا زائد لبریز کر دیتا ہے کہ وہ اس کیفیت سے مست ہو جاتا اور تمام حرکات و
سکنات سے باز رہتا ہے اور تسکین کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح کسی شخص نے موسم
گرما میں شدید جسمانی محنت کی ہو جس کی وجہ سے اسے مزید گرمی کی اذیت پہنچی ہو
اسی حالت میں اس کو برف کا شربت جس میں گلاب و شکر ملا ہو اتنا زائد پلا دیں
کہ ساری کلفت کافور ہو جائے۔ اور اس تسکین کی کیفیت میں مست و سرشار ہو جائے
اور یہ کیفیت اس عالم کی کیفیات میں ایک چیز ہے جس کو صورتوں کے خالق نے
اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ اور اس اصل کیفیت میں اس نفس پر وہ کیفیت
حوت، جدی اور زہرہ اور مشتری سے سیلاب کی طرح آ کر اضافہ فرماتی ہے اور
اجزائے نسیمہ جو حالت نزع میں منتشر ہوتے ہیں ایک قسم کی قوت عملیہ سے
اس کو کامل کر دیتی ہے کہ خواب و خور سے اور اس کی صورت بشریہ کو اس کے
لیے عالم مثال میں اس طرح مخلوق کر دیتے ہیں کہ وہ نہیں جانتا کہ میں روح
صرف مجرد ہوں اور بدن سے جدا ہو گئی ہوں اور کھانے پینے کی حاجت مجھے نہیں ہے
بلکہ اپنے کو زندہ خیال کرتا ہے اور ان مواقع پر اس سے (یہ) مطلب لیا گیا کہ ابتدا
میں بعض شاہان روئے زمین نے بعض معتدل سرزمین پر اپنی خواہش کے مطابق
ایسے مقامات بنائے تھے وہاں افراد سے بشریہ احساسات کا ازالہ کر کے ان
ارواح کا مسکن کر دیا گیا۔ غالباً یہ ہندوستان کے جنوبی جزائر میں ہے جہاں کی

آب و ہوا ہمیشہ معتدل رہتی ہے، زہرہ و مشتری کے غلبہ اور احوال ارضیہ میں سے دوسرے امور کے غلبہ کی وجہ سے ان کی روزی کھانا پینا عالم مثال سے متعلق مثالی ہے جو صبح و شام انھیں دیا جاتا ہے اور اس کام کے لیے ملائکہ عنصریین اور آدمیین کی جیسی ایک جماعت کو مقرر کر دیا ہے۔ اور بہ طریق ندرت آدمیوں کی ایک جماعت جو ابھی موت طبیعی سے مردہ نہیں ہوئی ہے ان کے پاس جاتی ہے اور قیام کرتی ہے، جب اس بہشت میں میرا گذر ہوا تو دیکھا کہ ہزاروں لاکھوں ارواح وہاں موجود ہیں اور کسی کو کسی سے کوئی واسطہ یا ربط و ضبط نہیں ہے اور ایک دوسرے سے بے تعلق ہے، نہ کوئی کسی سے یہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے، وہاں دلنشین ہیں اور نہ ان کو گذشتہ باتیں یاد ہیں، نہ کوئی مرض ہے اور نہ بول و براز انھیں ناک چھنکنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کھانسی اور تھوک آتا ہے بلکہ تسکین ہی تسکین ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں، نہ وہاں اس کی فکر ہوتی ہے کہ میں کل کیا کروں گا اور روز گذشتہ میں نے کیا کیا۔ اور کھانا پینا ہمارے پاس کہاں سے آتا ہے اور جو لباس فاخرہ لانے والے کون لوگ ہیں اور ان کی غرض اس لانے میں کیا ہے۔ اس قسم کی باتیں کبھی ان کے خیال میں نہیں گذرتیں[1]۔ اگر وہ حدیث نفس کرنا چاہیں تو تسکین مانع التفات ہوتی ہے ان نعمات کے استحقاق کا سبب اور اصل ان کے اعمال نہیں ہیں بلکہ وہ شکل فلکی ہے جس نے ان کی پیدائش کے وقت معاملات و مناظرات کا تقاضہ کیا تھا لہذا وہی معاملات ظاہر ہوں گے، جس طرح ہم اگر سرو دگل کی صورت بنائیں تو ہماری منظور نظر وہی صورت ہوگی نہ کہ کوئی اور۔ خواہ وہ مٹی سے ہو یا موم سے یا اینٹ چونے سے، اسی طرح وہ معاملات و مناظرات ہر اس مادہ سے جو ہوتا ہے متشکل ہوتے ہیں۔ اور بعض افراد میں وہ مختتن جو دراصل میں

[1] یعنی ان کو ایسی حالت میں اس قدر کیفیت ہے جو حیطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔

وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان نعمتوں کے حصول پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ تنبیہیں صورت جیبیہ کو راہ راست پر لگا دیتی ہیں۔ اسی طرح میں نے طاقتوں کو اس میں موثر دیکھا ہے اور کسی دوسرے عمل کا اس میں دخل نہیں دیکھا[2]۔ اور ایک جماعت ان میں بادشاہوں کی ہے جو تاج و تخت رکھتے ہیں اور ایک فوج ان کے ہمراہ ہے اور ایک جماعت صاحب خانہ کی ہے جن کی اپنے جنس مزاج کے مطابق بیوی اور خادم ہے اور ان معتدل جگہوں پر وہ اجتماع رکھتے ہیں اور کھانا پینا تخیل یا تحقق کھاتے پیتے ہیں۔

واہب دلا۔ مجھے بتایا گیا کہ نبی آدم کی جماعتوں میں ایک گروہ ایسا ہے جن کا مزاج تقریباً اسی نہج پر پیدا کیا گیا ہے اور ان کا نام ملائکۃ الانس ہے اور وہ خلق کے درمیان کائن و بائن موجود و غیر موجود ہیں ان پر تسکین غالب ہے۔ اہل و عیال مال و دولت ہم نشین اور تکلفات معیشت اور پوشاک وغیرہ میں ہیئت معینہ ایک خاص طرز رکھتے ہیں جو ان کے طالع نصیبہ کا مقتضا ہے اور یہ ایسا نقش ہے کہ کبھی ایک مادہ پر ہوتا ہے اور کبھی دوسرے مادہ پر۔ اسباب کے تفکر و تجسس میں نہیں پڑتے اور فطرت و جبلت کے مطابق ایک خاص وضع کے خواستگار رہتے ہیں، اس کی مزید تغییر کرنے سے مجبوری ہے۔ اور ان قسموں میں سے ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو ایسی عورت کی طلب کرتے ہیں جو ان کے ہم مذاق ہو اور جماع سے قبل غسل کرتے ہیں اور ابھی ان کے بال خشک بھی نہیں ہو پاتے کہ جماع سے فارغ ہو جاتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں اس جماع کو اپنے مزاج کے مخالف نہیں جانتے اور ان کی غذائیں چند صفات سے متصف ہوتی ہیں، سکن نہ کہ نفاخ بلکہ معدہ پر سبک، خوشبودار خوش شکل، میٹھا یا کھٹ میٹھا، جس میں شل ساق از برنج سفید یا شکر سفید

[2] چونکہ اس میں زہرہ کا غلبہ ہے اور وہ طہارت کا متقاضی ہے۔

ملی ہوئی ہو اور اس میں گلاب پڑا ہوا ہو یا از قسم ترمیوہ جات جیسے انار، سیب
اور خربوزہ اور ..... وغیرہ۔ اور ان کی شرط یہ ہو کہ ان کی نیند رات و دن کا
چھٹا حصہ ہوتا ہو۔ اور ان کا کھانا چوتھائی پیٹ ہوتا ہو اور اللہ تعالیٰ ان کے
لیے ایسے اسباب مہیا کرتا ہو وہ جانتے بھی نہیں۔ اور وہ خوشی خاطر کے تابع رہتے
ہیں۔ دیگر لوگوں کے رسم و رواج کو معتبر نہیں سمجھتے، اور ان کی باتیں مختصر، مفید اور
مفرح ہوتی ہیں۔ اصحاب منازل ہوں یا ملوک زمین۔ فکر کا ان کے قلوب میں گذر
نہیں وہ ایک جماعت کو اپنے طالع کے مطابق مسخر کر لیتے ہیں اس جماعت میں
زمانہ کے (ساز و سامان) کی ضروریات ان کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور ایک گروہ
بسبب الہام جبلی جو قوائے فلکیہ سے نشو و نما پائے ہوئے ہو ان کا مسخر و مطیع ہو جاتا ہے
اس طرح (اس اعتبار سے) ان کی ریاست (سرداری) کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔

وارده:- مجھ پر آئی کہ اس قسم کی تکوین کا سبب ہمارے عالم جبر میں بھی ہے
اس میں سے ایک صبح صادق کی طرف گہری نظر رکھنا ہے۔ اور اسی میں معتدل اور
خوشگوار ہوا ہے اور اسی میں سے نوم غیر مستغرق ہے جو لطیف غذاؤں کے بخارات
کے سبب سے یا آب شیریں سے حاصل ہوتا ہے اور اسی میں سے ملائکہ مقربین عنصرین
کا تقرب اور ان کا اثر قبول کرنا ہے۔ اور انہیں خصوصیات میں سے حدیث نفس سے
زمانہ دراز تک باز رہنا ہے اور لڑائی جھگڑوں وغیرہ سے بھی باز رہنا ہے وغیرہ وغیرہ

وارده:- مجھے بتایا گیا کہ ملائکۃ الانس (یعنی) اکثر حرکات و خیالات میں قوائے فلکیہ
کے خواطر کے تقاضا پر چلتے ہیں۔ مثلاً کسی کے دل میں بوجہ اس بیقراری کے جو اس
عورت کی طرف ہے جو اس کے طالع میں ہو نکاح کی خواہش ہو تو اس صورت میں
وہ خیال کو مشتبہ کر دیتا ہے۔ اور اگر دل میں کسی عمارت کی تعمیر کا خیال گزرے تو وہی

۱؎ عمل باسہ پتانا۔

مکان جو اس کے طالع میں مقرر ہو اس کے خیال میں منتشر ہو گا اور اگر کسی لباس کا خیال
آئے تو وہی لباس جو اس کے طالع کا مقتضی ہو اس کے دل میں منتشر ہو گا علیٰ ہذا القیاس
جب کوئی شخص ایسا ہوتا ہو تو اس کا خیال معتبر ہوتا ہے اس کو حضرت اجمالؒ کہتے
ہیں اور وہ خیال بمنزلہ خواب کے قابل تعبیر اور لائق اعتماد ہوتا ہے۔ فقیر کی والدہ نے
ایک عجیب قصہ بیان کیا کہ وہ اپنے بچپن میں خاندان کی لڑکیوں کے ہمراہ کھیلا کرتی
تھیں اور اس وقت ہمیشہ وہ کھلونے (گڑیا) اپنے کھیلنے کے لیے بنایا کرتی تھیں
بعد از آں خارج میں وہی صورت واقع ہوئی یعنی بڑھاپے میں (وہی) دو لڑکے
ان کے پیدا ہوئے۔ نیز والدہ اپنی نانہال کی ایک عورت کا نام لیا کرتی تھیں کہ وہ
ہمیشہ ایک گڑیا بنایا کرتی تھی کرتہ پہنے ہوئے بیوہ کی شکل میں (چنانچہ) وہ بھی
ابتدائے عمر میں بیوہ ہو گئی اور تمام عمر بیوگی کی زندگی گزارتی رہی۔ نیز ایک دوسرا
قصہ بھی بیان کرتی تھیں کہ میرے لڑکوں میں سے جب کوئی بیمار ہونے والا ہو
تو میرے دونوں پستانوں میں بڑی تکلیف ہوتی ہے اور کھجلی پیدا ہو جاتی ہے جس سے میں سمجھتی
ہوں کہ میری اولاد میں سے کوئی بیمار ہوگا۔ اور جب میرے سر میں درد ہو کوئی سانحہ ہوتی
ہو تو میں اپنے کو دیکھتی ہوں کہ میں نے لڑکا جنا ہے یا لڑکی۔ وہ [illegible] حقیقۃً میرے [illegible]
کرتی ہے۔ فقیر ایک سفر میں تھا اور سخت گرمی و تپش میں راستہ چل رہا تھا جب لوٹ
کر آیا تو بیوی نے بیان کیا کہ فقیر کی والدہ کئی بار بے قرار [illegible] ہوئیں اور
سخت گرمی کے باوجود وہ صحن میں [illegible] کہ سب لوگ [illegible]
و خوشامد [illegible] انہیں سایہ میں لے گئے۔ جب میں نے حساب لگایا تو وہ وہی وقت تھا جب
میں راستہ میں تھا اور آفتاب کی تمازت و شدت کی وجہ سے بہت پریشان تھا

۱؎ ان بیانات میں [illegible]
[illegible]

گروہ ہے جو بس شکم پری اور دودھ پینے میں مشغول ہے اور لذات حسیہ سے حظ
حاصل کرنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مطمح نظر نہیں۔ اور ایک جماعت درندوں سے
ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ وہ گروہ ہے جو اپنے ساتھیوں پر غلبہ و حسد کرنے میں
مشغول ہے ان کی ہمت کا مطمح نظر سوا خود بینی و خود پسندی کے اور کچھ نہیں ہے
اور ایک جماعت حشرات الارض سے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ وہ گروہ ہے جو
جنگلوں میں رہتا ہے اور جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہے اور قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا میں
اشارہ اسی جماعت کی طرف ہے اور ایک جماعت شیاطین سے ایک قدم نزدیک تر ہے
اور وہ گروہ ہے جو معاصی کے ارتکاب میں مبتلا ہے اور پشت در پشت یہی ان کا کام ہے
مثل شراب فروش اور مزمار نواز کے یہ گروہ کاسب رذیلہ سے رکنے کے بعد چند پشت
گذرنے پر اعتدال کے ساتھ صورت نوعیہ انسانیہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

واردہ۔ آگاہی آئی جس طرح بہشت برزخ جو کہ طاعت کی سعادت کا سبب ہے واضح
ہوئی اور بہشت مجازات جو اعمال پر منحصر ہے منکشف ہوئی۔ اسی طرح دوزخ برزخ
جو گناہ کا سبب ہے اور دوزخ مجازات جو اعمال و ملکات کے ساتھ وابستہ ہے
عالم برزخ میں واقع ہے لیکن چونکہ تم کو حقائق کا کشف بطریق ذوق ہوتا ہے نہ بطریق
جبر لہٰذا تم پر غیب نے ان معارف کو تم سے موقوف رکھا۔

واردہ۔ آگاہی آئی کہ جس طرح وہ جماعت جس کا حال واضح ہو چکا بسبب قوت
سعادت بہشت میں داخل ہوں گے اور مقامات عالیہ پر متمکن ہوں گے اسی طرح
ملائکہ خدا کی ایک جماعت ایسی ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور اس کو ملائکہ
موکل اور حظیرہ نشینان کے ساتھ معاملہ واقع ہوتا ہے ان کے دلوں میں ملائکہ کی طرف
سے اور ملائکہ کی طرف سے ان کے دلوں میں ایک وسیع اور کشادہ راہ ہے۔ اس جماعت

سے وہ نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملایا۔

کو اس دنیا سے انتقال کرنے کے بعد چشم فراخی عطا کرتے ہیں اور مسجد حرام یا بیت اللہ
میں یا مدینہ طیبہ میں چھوڑ دینے کا حکم دیدیتے ہیں۔

واردہ۔ آگاہی آئی کہ نفسانی امراض میں سب سے سخت تر رسوائی کے اعتبار سے
قیامت کے روز حقد (کینہ) و شہوت خفیہ ہے حقد سے مطلب یہ ہے کہ غصہ کا تقاضا
پیدا ہو اور اس وقت اس کا اظہار ممکن نہ ہو یا خلاف مصلحت جانتا ہو تو نفس اسے
اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور ظاہری اعتبار سے کان کو مطمئن بنا دیتا ہے اور پھر مغضوب
علیہ سے (بظاہر) محبت و موافقت کرتا ہے اور اپنے کو بشاش بشاش دکھاتا ہے پھر موقعہ
و قدرت پاتے ہی اپنا انتقام لیتا ہے اور شہوت خفیہ سے مطلب یہ ہے کہ بتقاضائے
(بشریت) شہوت پیدا ہو اور نفس اس پر عمل کرنے کی طلب کرے لیکن اس پر قدرت
نہ ہو تو نفس اس کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور کان کو مطمئن بنا دیتا ہے پھر صالحین
کا رنگ اختیار کرتا ہے یعنی نماز و ورد و ذکر کرتا ہے اور مسجد میں بیٹھتا ہے اور کتاب اللہ
کی تلاوت کرتا ہے نیز واعظ کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور ہر مکر و حیلہ سے جو شہوت کے
مقابل ہوتا ہے تمسک کرتا ہے۔ پھر موقعہ ملتے ہی شہوت پر عمل کرتا ہے۔ یہ دونوں
(حقد اور شہوت خفیہ) قیامت کے روز انتہائی ضرر رساں ہیں اور دنیا میں ان
دونوں کا علاج مشکل ترین علاج ہے۔

واردہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریمہ سے بیعت کے وقت جو کہ
میرے طریقہ میں ہے آگاہی آئی کہ انبیاء علیہم السلام سے تمسک کرنے والوں کی
دو قسمیں ہیں۔ ایک جماعت صرف مقلد ہے اور وہ عام مومنین کی ہے اور ایک جماعت
نے عقل کی شہادت سے یہ پایا ہے یعنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شرع کے احکامات اور
ہر چیز میں جو معاد و ملکوت کے سلسلہ میں شرع میں وارد ہوا ہے عالم میں مصلحت
کے مطابق اور سنت اللہ کے موافق ہے اور یہ جانتے ہیں کہ شریعت انسان کی صورت

وعدہ کے مطابق وارد ہوئی ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ (اور صورت نوعیہ کی
مقتضی ہے) اور یہ جماعت خاص مومنین کی ہے۔ اور امت میں بہت کم لوگ ایسے
ہیں جو شریعت کو شہادت طبعی و عقلی سے قبول کرتے ہیں ان دونوں سے
مطلب یہ ہے کہ اس کی طبیعت بشری عقل و تقلید سے صرف نظر کر کے نفس امور
کو جانچتی ہے اور منہیات سے متنفر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول افمن کان
علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ اور کلمہ اوحینا الیہم فعل الخیرات
سے اشارہ اسی جماعت کی طرف ہے اور یہ اخص الخواص ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر
احسان رکھتا ہے کہ تجھ کو حضرت اقدس (قسم ثالث) میں پیدا کیا ہے۔ بیت۔ اول میرے
طالع میں شمس و زہرہ و عطارد و برج حوت میں واقع ہے۔ حزب البحر پڑھتے
وقت جب میں نے کہا یا علی یا عظیم یا حلیم یا علیم زہرہ نے کہا علی میرے لیے ہے
اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور شمس نے کہا عظیم میرے لیے ہے اور
وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور عطارد نے کہا علیم میرے لیے ہے
اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور حوت نے کہا حلیم میرے
لیے ہے اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے بعد ازاں ہر وہ فقرہ
جو میں پڑھتا تھا ان چاروں میں سے یا تین یا دو یا ایک، ہر ایک ان میں
سے اپنی طبیعت کے موافق آمین کہتا تھا۔

لے یعنی کیا جو لوگ اپنے پروردگار کے کھلے راستہ پر ہوں اور ان کے ساتھ ان ہی کا ایک
گواہ ہو پارہ ۱۲ سورۂ ہود

کے اور ہم نے ان کو خیرات نیک کام کرنے کی وحی بھیجی ۱۷ سورۂ انبیاء رکوع ۵

ے اس کی تفصیل بضمن ولادت حضرت اقدس سابقہ اوراق میں معہ نقشہ گذر چکی ہے۔

واردہ: آگاہی آئی کہ شمس ذات الٰہیہ کے منسوبات سے ہے عالم اکبر میں اور
از منسوبات عقول سے ہے عالم ارض میں اور مجوسی جو یہ سمجھتے ہیں کہ آتش (نار)
قبلہ ہے مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے قبل تخلیق آدم وہ ٹھیک کہتے ہیں
لیکن جب عالم کی صورت تبدیل ہوئی اور تبدیل کل کی نوبت بصورت نشئہ
احیاء جنسیہ [illegible] افراد بنی آدم ہوئی (تو) وہ قبلہ منسوخ ہوگیا۔ اب سورج
سیاروں میں سے ایک سیارہ ہے اور نار عناصر میں سے ایک عنصر ہے۔

واردہ: آگاہی آئی کہ میرے پیر لڑکے جن کو الطاف الٰہی نے عطا فرمایا ہے سب
کے سب سعداء یعنی نیک بخت اور خوش قسمت ہیں ایک قسم کی ملکیت ان میں
ظہور فرمائے گی لیکن تدبیر غیبی اس کی مقتضی ہے کہ ان کے علاوہ دو شخص اور پیدا
ہوں گے جو کہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں رہا انسال (مدتوں) احیائے علوم دین کریں
گے (دینی علوم رائج کریں گے) اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لیں گے اپنی ماں
کے رشتہ سے مجھ سے متعلق ہوں گے (یعنی حبا) گو کہ آدمی فطری طور پر اپنے وطن
مادری سے رغبت رکھتا ہے تو اس سرزمین کو چھوڑنا جہاں اس کی والدہ رہتی ہوں
اسے بڑا شاق گذرتا ہے لیکن بدرجہ مجبوری کرنا پڑتا ہے۔

لہ شمس ذات کا مظہر ہے اور قمر نفس کا۔ مجوس دو خدا مانتے ہیں ایک کو اہرمن کہتے ہیں اور دوسرے کو
یزداں۔ اور ان کو نور و ظلمت بھی کہتے ہیں۔ فرقہ مجوسیہ کہتا ہے کہ جب دنیا میں نور غالب رہتا ہے تو اس
وقت دنیا کا حاکم یزداں ہوتا ہے اور جب شر غالب ہوتا ہے تو اس وقت دنیا کا حاکم آہرمن ہوتا ہے
یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے تفصیل کے لیے علم کلام کی کتابیں ملاحظہ کریں۔ تقی انور

کے شاہ عبدالعزیزؒ کے دو نواسے شاہ محمد اسحاقؒ و شاہ محمد یعقوبؒ شاہ صاحبؒ مجدد شاہد
اس وقت کہ ہے جب شاہ عبدالعزیزؒ طفل خوردسال ہوں گے۔ تقی انور

وارد ہو۔ آگاہی آئی (مجھے بتایا گیا) کہ جبروت اللہ تبارک و تعالیٰ کی صورت مثالی سے
عبارت ہے کیونکہ جبروت عالم اسمائے الٰہی ہے اور ان اسماء کا مسمّٰی وہ صورت مثالی
ہے جو عالم مثال میں موجود ہے۔ اس معنی میں عالم مثال میں ایسی صورت [illegible] جو مجرد
محض کی حکایت کرتی ہے اور اس [illegible] کا تعلق [illegible] خواب [illegible] کی طرح ہوتا
ہے اور کبھی اس ربط و تعلق کی طرح ہوتا ہے جو ایک [illegible] سے ہے [illegible]
نسبتیں جیسے کوئی [illegible] شخص آج [illegible] شخص کی حکایت کرتا ہو
یعنی اس شخص کا جاہ و جلال ہونے کے جاہ و جلال کی تعبیر ہو) اسی طرح عالم مثال میں ایک حقیقت پیدا
ہوتی ہے جو مجرد محض کی حکایت کرتی ہے [illegible]
ذہنیہ ہے جو عرش کے حال کے ایک [illegible] ہوتی ہے وہ یعنی عرش [illegible]
ہے اس کا جو نقطہ ذہن میں منقش ہوتا ہے اور مجرد شخص کے [illegible]
حق کی صورت مثالی کی حکایت کرتا ہے یا نقطہ ایک [illegible]
وجہ سے ذات الٰہیہ کی تحقیق ہوئی اس کے بعد ہر کمال میں اس [illegible]
صورت الٰہیہ رکھی گئی جو حس کے وہم و خیال کے درمیان ہے کیونکہ وہ نفس کلیہ
مقید ہو کر نفس جزئیہ ہو گیا عرش کی صورت ذہنیہ بمنزلہ جوہر[1] کے ہے جو تابندہ ہے اور
اس سے نکلنے والی صورتیں اپنے کمال میں خواہ فلک کی صورت ہو خواہ ملک کی
خواہ آدمی کی اس جوہر تابندہ کی ایک شعاع کے مثل ہیں۔ اللہ کے علم میں وہ ساری
روشنی جو جوہر و شعاع سے نکلی اس کے علم پر محیط ہے۔ اس طرح علم [illegible] اس روشنی کے
ایک واسطے ہوا اور یہ وحدت مبدا فیاض کے سامنے قائم ہو گئی یہ حقیقت کل اور
باقی رہنے والا چاند ہے کیونکہ جسم کلی کے نقطہ نے مجرد محض کو قبول کر لیا ہے۔ و تبدیل
اور متغیر ہونے والے افراد کا عین وہ دن نہیں ٹھہرتا (یعنی ہر روز تغیر و تبدل بفحوائے

۱۔ وہ شے جو قائم بالذات ہو اور اپنے وجود میں [illegible] محتاج نہ ہو۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے۔ عالم شہادت کے افراد کائنہ فاسدہ کے
عین وجود میں یہ فرد مقدس متحقق ہوتا ہے اور یہی فرد دوسرے چاند کی طرح ملکوت
سے محسوب ہوتا ہے اور افراد کائنہ فاسدہ عالم شہادت سے بفحوائے مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ
وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ[1] اسی ملکوتی فرد سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور
دوسرا فرد جو مقدس تر ہے کیونکہ ابداً اور ازلاً موجود ہے اور وہ جبروت سے محسوب
ہوتا ہے۔ اس طرح ایک وجود میں تین وجود پیدا ہوئے۔ شہادتی، ملکوتی، جبروتی
اس اعتبار سے ایک شخص قائم ہوا اور وسط عالم میں کھڑا ہو گیا جس سے مطلب
جبروت ہے۔ اور اس واحد شخص میں ایک جزو ہے جو فعل سے متصل ہے منفصل نہیں
کہ جو جبروت سے بالفعل ہر کمال کا نصیبہ ہے اور اس نے ان سارے متفرق اجزاء کو
وحدت کی شکل دی ہے جیسے دس وحدتوں کو جمع کرنے سے عشرہ کا پوشیدہ وجود
ظاہر ہوتا ہے اس وحدت کو اچھی صورت دی گئی۔ کیونکہ یہ واجب تعالیٰ کے محاذی
(مقابل) ہے اس کی مثال واجب تعالیٰ کی نسبت سے روح و بدن کی نسبت ہے
ہر چند کہ جبروت کا تعلق عالم شہادت اور عالم مثال سے ہے خدائے تعالیٰ نے اس کو
اپنے لیے اصطفا فرمایا (منتخب فرمالیا) اس جگہ صورتوں کی دوگانگی بفحوائے فِي
مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ[2] تعدد متعددہ کے سبب محذوف ہو گئی
اس شخص قدسی میں عالم کی تشریح کرنے والی ساری کثرت مندمج ہوئی اور تعدد
مضمحل (نیست) ہو گیا لیکن وہ ماہ بقوت باقی رہا۔ اسی صورت جبروت کی نمائش
تین طرح پر ہے۔ نمائش اول میں وہ احجار بجنبہ افلاک کا مبدا ہے اور اسی اعتبار سے
یزداں کے نام سے موسوم ہے اس کا نور نہایت سفید اور رنگ صبح صادق کی طرح

۱۔ گوبر اور خون میں سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ پارہ ۱۴، نحل، رکوع ۹

۲۔ سچی جگہ قادر مطلق کے مقرب ہوں گے۔ پارہ ۲۷، سورۂ قمر رکوع ۳

سفید ہو اور دوسری نمائش میں وہ ملائکہ ملاء اعلیٰ کے احجار بختیہ کا مبدا ہو اس کا
رنگ شفاف بیرنگ مائل بہ سفیدی ہو اور تیسری نمائش میں بنی آدم کے احجار بختیہ
کا مبدا ہو جن کی ضو (روشنی) آفتاب کی روشنی کی طرح یا بادلوں کی روشنی کی طرح
جو غروب آفتاب کے وقت منعکس ہوتی ہیں اور اس کا رنگ ہوا کے رنگ کی طرح
مائل بہ سرخی ہوتا ہے۔

وارده۔ آگاہی آئی کہ جس طرح آفتاب اپنی حد ذات میں شعاع رکھتا ہے
کانہ آب موجود ہیا نہ ہو اسی طرح ذات سے ایک شعاع نکلی اور عوالم کے سرے
تک چلی گئی ہو۔ جب یہ شعاع خیال عرش سے لفظ معقیہ[1] پر پڑی (تو) وہ تدلی کل کی
اصل ہوگئی (پھر) جب آسمان و زمین و موالید و نفوس فلکیہ و ملاء اعلیٰ و آدمیین
پیدا ہوئے تو وہی شعاع ریزش کر کے عرش پر مستوی ہوگئی۔ اور چوں کہ ایک طرح کے
قیود و توحد و کثرت و وحدت والے بنی آدم کے علوم میں تین نمائش سے ظہور کیا۔
بیرنگ یزداں اور وہیں سے دو کثرو پیدا ہوئے۔ ایک اعتبار سے وہ سب دائم
بدوام حق ہو اور ایک ہی چیز ہے۔ اور ایک اعتبار سے متعدد ہے۔ آسمان و
زمین کی تخلیق کے بعد تمام عالم پیدا ہوئے۔

وارده۔ آگاہی آئی کہ جبروت فطری طور پر ایک اعتبار سے اس بلور سے مشابہت
رکھتا ہو جس کی شکل ایک گنبد کی ہو۔ جو شخص اس کی طرف دیکھتا ہو اس کی نظر اس
گنبد کی طرف نفوذ کرتی ہو۔ اور جو شخص اس میں دیکھتا ہو اولاً اپنی ہی صورت دیکھتا
ہو اور نظر کا نفوذ آخر کو رنگ اپنے چہرہ کے عکس کے ساتھ محفوظ رہتا ہو۔

وارده۔ مجھے آگاہی آئی کہ ایک حجر بحت جو کسی کامل میں پیدا ہوتا ہو اس کا احسان
تمام عالم پر ثابت ہو جس نے حق کو خلق کے نزدیک کر دیا ہو۔ (یعنی اس (کامل) کا حجر بحت

[1] خیال کو صورت میں لانا یعنی مافی الضمیر ادا کرنا یا باطن کو ظاہر کرنا۔ تفہیم فو

حق کو خلق کے نزدیک کر دیتا ہو)

وارده۔ مجھے آگاہی آئی کہ علیم الٰہی کی اس صفت کے ساتھ معرفت کہ اس کی لمیت[1]
اور انیت[2] واضح ہو اور اس کے اسرار و رموز اور نمائش ظاہر ہوں خاص طور پر یہ
نمائش جوش کو وہ بطور ہم نے بیان کی وہ اعلان کرنے والی ہو معرفت علیم الٰہی کے
دورہ کو ختم کرنے کی ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ اس کے بعد آثار قیامت ظاہر ہوں
گے یا کوئی دوسرا دورہ شروع ہوگا۔

وارده۔ مجھے آگاہی آئی کہ جس طرح مراتب ترقیات تکوین میں معدن بصورت نباتیہ
اور نبات بصورت حیوانیہ اور حیوان بصورت انسانیہ مقتضی ہوئے (فیصلہ یا
حکم کیے گئے)، اسی طرح مراتب تشریع میں ملتیں تدلی اعظم کے سامنے ایک دوسرے
سے پہلے صف بستہ ہوگئیں اور ایک خاص وضع پر نزول فیض کی آماجگاہ ہوگئیں
اور یہ فیض ملت متأخرہ ہوگیا۔ پس ملت جو یہ دعوت تھی بر و اثم و اخلاق و ملکات
محمودہ کے اصول کی۔ پھر زمانہ گزرنے کے بعد ملت یہودیہ آئی اور ملت یہودیہ دعوت
تھی حدود و اوضاع مقدرہ تدبیر منزل[3] اور سیاست مدنیہ[4] اور اعلائے ملت
حقہ کی (تبلیغ کی)، اور ملت نصرانیہ دعوت تھی حکمت تہذیب نفس اور فنا فی الرسول
کی۔ جب یہ سب ملتیں تدلی اعظم کے سامنے حظیرۃ القدس میں قائم ہوئیں تو شریعت محمدیہ
کے نزول کی استعداد رکھنے والی (پیش خیمہ) ہوگئیں اور بر و اثم کا خلاصہ ملت
مجوسیہ سے اور اوضاع مقدرہ کا خلاصہ ملت یہودیہ سے منتخب کر لیا گیا اور فنا
فی الرسول کو ایک جز بنا کر متابعت کی گئی اعتدال کر کے برگزیدہ کر لیا گیا اور

[1] لمیت علت سے معلول کو سمجھنا جیسے آفتاب سے دھوپ کا علم ہونا۔
[2] انیت معلول سے علت کا علم حاصل کرنا (جیسے دھوپ سے آفتاب کا علم ہونا) (تفہیم فو)
[3] معاشی کوشش
[4] شہری انتظام

ان سب کا مجموعہ ملت محمدیہ ہوگئی اور پھر افضل الانبیاء پر جو افراد بشر میں سب سے
زائد عادل ہیں منزل ہوئی۔ ذلک تقدیر العزیز الحکیم۔

افادہ:۔ ان ایام میں جب کہ شاہ درانی اور نجیب الدولہ کفار دکھن کی افواج
سے مقابلہ کر رہے تھے اور ان ملعونوں کی ایک فوج شاہجہاں آباد پر بھی مسلط
تھی اور وزیر عماد الملک نے ایک شخص کو برائے نام تخت سلطنت پر بٹھا دیا اور بادشاہ
ان ملعونوں کے محاصرہ اور توپ خانہ اور ان کی کثرت سے سخت پریشان ہوگیا تھا ان
دنوں حکیم ابوالوفا کشمیری نے جو حضرت اقدس کے قدردانوں میں سے تھے آپ کی
خدمت میں ان حالات کے انجام کا استکشاف چاہا۔ فرمایا کہ فقیر کے دل میں جو
القا کیا گیا وہ یہ ہے کہ ملکی مصالح میں بادشاہ کی پریشان خاطری اور اپنے
بائیں سے پریشانی میں پڑنے اور اپنی کسی کوشش کو کارفرمانہ پانے اور
کچھ عرصہ کے لیے اس کی بدنصیبی اس وبال ظلم کی وجہ سے ہیں جو اس نے شہر
کے مسلمانوں پر ڈھائے ہیں بعد میں نئے اثرات ملائکہ عالیہ کی جانب سے ظاہر
ہوں گے جو تخت دہلی کے لیے مقدر ہیں۔ سابق وزیر بڑی ذلت اٹھائے گا اور کفار
بھی ذلت اٹھائیں گے۔ بعد ازاں بادشاہ ختم ہوجائے گا اور سلطنت کا کام ایک
دوسرے شخص کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس شخص کے تعین کے بارہ میں ملاء اعلیٰ
میں غیر متعارف الفاظ میں بحث ہو رہی تھی۔ یعنی فریدون کو ہم پھر تخت پر بٹھا
دیں گے۔ اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سبب اس کی اصلاح مقصود ہے اور
شخص محمود مقررہ اولاد ملوک میں ہوگا۔ خصوصاً وہ شخص جس کا باپ ظلم و ستم
سے مارا گیا۔ انتہی۔ پس ایسا ہی ہوا کہ کفار باوجود کثیر تعداد کے اور تعداد بھی کیسی
کہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد تھی اور سامان جنگ بھی بے شمار بہا تھا سرنگوں ہوئے
جس وقت کہ غازیان دین اور شیران شجاعت آئین مقابل ہوئے تھوڑی سی

ہی جنگ میں حواس باختہ ہوگئے اور شکست کھا کر مفرور ہوئے۔ کانہم حمر مستنفرۃ
فرت من قسورۃ[1]۔ اور اس بھاگنے میں ہزارہا لوگ جہنم واصل ہوئے اور ان کفار
کے تمام سردار فی النار والسقر ہوئے اور جو باقی بچے وہ قید ہوئے اور جس کو تخت
سلطنت پر بٹھایا تھا وہ پھر قید ہوگیا اور وزیر نے فرار ہوکر قلعہ میں پناہ لی۔ اور بادشاہ
باوجود اس فتح کے جو وہ چاہتا تھا اس پر قابو نہ پاسکا اور پھر اپنے ملک لوٹ گیا۔
بعد ازاں شاہ عالم عالی گوہر پسر عالمگیر شہید ملک پورب کے نواحی میں تخت پر بیٹھ کر
شاہجہاں آباد کی طرف جو اس کا موروثی تخت گاہ تھا متوجہ ہوا۔ اسی زمانہ میں
نواب زینت محل والدہ شاہ عالی گوہر نے حضرت اقدس کی خدمت میں اپنے اوپر
گذرے ہوئے مظالم کا تفصیلی خط لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "حق
بات تو یہ ہے کہ آپ کے خاندان عالی شان پر جو ظلم ہوا ہے اس کے شرارے افق
کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ چکے ہیں۔ تو ہی امید یہ ہے کہ عدل الٰہی اور جبار
ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً فلا یسرف فی القتل انہ کان
منصوراً[2] ثابت ہوگی۔ فقیر دعاؤں میں مشغول ہے اور قبولیت کا منتظر۔ ہاتف غیب نے حصول
مراد کا افادہ فرمایا ہے بلکہ وہ تدبیر بھی گوش ہوش میں ڈال دی ہے جو صاحب معاملہ کو
تین چار سال کی مدت میں کرنا چاہیے اور وہ تدبیر بھی جو سات آٹھ سال بعد
مطلوب ہوگی۔ ان تدبیروں کو ان شاء اللہ وقت پر لکھا جائے گا۔ اسی دوران جب مسلم
افواج اور کفار کی فوجوں کا تصادم ہوا۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ۲۰ ربیع الثانی

---

[1] گویا وہ جنگلی گدھے ہیں اور شیر سے بدک کر بھاگتے ہیں ۲۹ سورۃ رکوع ۲

[2] اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل سے قصاص لینے کا اختیار دیا ہے تو اس کو چاہیے کہ خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے کیونکہ وہ بھی بدلہ لینے میں بھی اس کی جیت ہے۔ ۱۵ بنی اسرائیل رکوع ۴

شب شنبہ کو واقعہ میں دیکھا کہ گویا مسلمانوں کو مشرکین پر فتح یاب ہونے میں دیر لگ
رہی ہے جس کی وجہ سے ایک قسم کی فکر لاحق ہو اور یہ چرچا ہو رہا ہو کہ لڑائی طول
کھینچ گئی۔ میں نے کہا کیوں نہ اس سلسلہ میں فال دیکھی جائے حضرت سلطان نظام
الدین اولیاؒ کے ملفوظات موجود ہیں اس کو میں نے فال کے لیے جیسے ہی کھولا پہلے
ہی صفحہ پر یہ مضمون نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی جانب تشریف
لے گئے تو ایک شخص نے حضورؐ تک خبر پہنچائی کہ فلاں کافر حضورؐ کو قتل کرنے
کا قصد کر رہا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس بات پر قادر نہ کرے گا۔
اور اگر وہ سامنے آجائے تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ
اس خواب کی تعبیر خود واضح ہے لیکن وجدان کے مطابق اس کے معتبر ہونے کی
وجہ یہ ہے کہ (ان ملعونوں کی نحوست عالم ملکوت کی بلندیوں میں تا حال یقینی ہو
مقرر ہے) اب ملاءِ اعلیٰ کے ذریعہ نزول کیا ہے اور اہل علیین کی ارواح نے
اس داعیہ (بیخ کنی) کو قبول کر لیا ہے۔

واسما دکا:- اسی دوران حضرت اقدس نے اس خاکسار کو سرفراز نامہ عنایت
فرمایا اور اس میں یہ تحریر فرمایا کہ تین تلواریں مشہور ہوئی ہیں اول تو وہ
تلوار جو کفار پر اٹھی اور کفار سے مراد فی تمام مرہٹہ اور جاٹ ہیں۔ ظن غالب
یہ ہے کہ وہ ایسی ذلت و نکبت اٹھائیں گے کہ کبھی اس کے مثل نہ دیکھی
ہوگی اور لوگوں کو کبھی اس کا گمان بھی نہ گزرا ہوگا۔ اور دوسری وہ تلوار
اس شیعہ فرقہ پر اٹھے گی جو ہندوستان میں ہے وہ بہت ذلت و خواری اٹھائے
گا اور اس کی جمعیت منتشر ہو جائے گی اور ان کا زوال ہو جائے گا۔
اور تیسری تلوار ان مبغضین اہل رائے[1] پر اٹھے گی جو اپنی بے بصری سے
اپنی رائے کو غالب اور مذہب کو مغلوب رکھتے ہیں اصلھا ثابت و فرعھا

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فی السماء۔ فقیر کو ان تینوں تلواروں کے اٹھانے پر مامور کیا ہے اور باطن میں
اس عزیمت سماویہ کے جاری کرنے کا داعیہ اور طلب رکھی ہے۔ واللہ علیٰ ما نقول وکیل

افادہ:- ماہ رمضان ۱۱۷۰ھ میں جب کہ حضرت اقدس نے قصبہ بڈھانہ میں
اعتکاف فرمایا اور اس اعتکاف میں جو بھی حقائق آلہیہ کونیہ اور معارف اسرار
شرعیہ صادر ہوئے ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے حسب فرمائش والتجا اس
خاکسار کو تحریر فرما کر عنایت فرمائے۔ پس وہ تذکرا تلک الحالات والتذا
ذ بتلک الواردات اس کی تحریر سے اس کتاب کو زینت بخشتا ہے اور ہر مقدمہ
کو ایک لائحہ[2] سے معنون کرتا ہے واللہ ولی التوفیق۔

لائحہ:- شخص اکبر کے نفس منطبعہ نے حیدا کی صورت قبول کی پس شخص اکبر اس
پانی کے حوض کی طرح ہے جس کے وسط میں عین نصف النہار کے وقت آفتاب
کی صورت منطبع (منعکس) ہوتی ہے اور اس کا ماحول ان شعاعوں سے پر ہو جاتا
ہے اس کی مثال ایسی ہے جس طرح آفتاب حقیقت کا ظہور اول شخص اکبر کے
نفس میں ہے اور اس کی مشابہت سے آفتاب کی شعاعیں تمام افلاک
کے نفوس میں نیز نفوس قدسیہ انسانیہ میں ظاہر ہوئی ہیں۔

لائحہ:- شریعت سماویہ میں تکلم فطرت انسانیہ کے مطابق واقع ہوا ہے اور انسان
کی فطرت میں مجرد محض کی معرفت نہیں رکھی ہے۔ جب آدمی کو اپنی فطرت پر چھوڑ
دیتے ہیں تو وہ اس کو خارج از فہم کر دیتی ہے اور خارج سے ماورا جہات تک
(یعنی مجردات ان کی سمجھ میں نہیں آتے) اور وہ مادہ و مدت کے ماورا سے

(دیکھیے صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [1] شاہ صاحبؒ کی مراد اہل رائے سے وہ طبقہ ہے جو عقل کو اونچا مقام دیتا
ہے اور وجدان اور قوت باطنی سے قطع نظر کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (تقی انور)

[2] جو چیز عقل سے حاصل ہو وہ لائحہ ہے۔ (تقی انور)

تجاوز نہیں کرتا۔ پس دعوتِ شرع اسی تجلی پر مقصور (ٹھہری ہوئی) ہے جو خارج میں
واقع ہے اور اس تجلی کے ماورا اسم یا مادہ و افراد ہیں جو حق ہیں وہ بذاتہٖ مستغنی بکیفیہ
سے مخصوص ہوئے۔ اور یہی تجلی حجابِ نور ہے۔ حجابہ النور[2] لو کشفہ لاحرقت
سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ (یعنی بے محابا) ذات
حق کو دیکھنا محال ہے نفس انسانی کی ترقی گردشِ احوال کے اعتبار سے اس تجلی کے
علاوہ متصور نہیں ہے۔ لیکن نفس انسانی کی ترقی فہم و عقل کے اعتبار سے مجرد محض تک
بواسطہ عینک پہنچتی ہے بغیر اس کے نہیں۔ جس طرح وہ توحید جو قرآن عظیم نے بیان
کی ہے وہ توحید عبادت ہے نہ کوئی اور۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت جو قرآن عظیم
میں بیان ہوئی ہے اسی تجلی کی معرفت ہے نہ کوئی اور۔ قوموں (لوگوں) نے چاہا کہ
اس معرفت کو مجرد محض سے منطبق کریں اور اس توحید کو توحید وجود یا توحید واجب الوجود
یا توحید خلق پر منطبق کریں (اور جنھوں نے ایسا کیا) وہ جہل ابد میں پڑے رہ گئے
(دائمی جہل میں مبتلا رہے) سہ

ہر کہ دور انداز تر او دور تر ۔۔ از چنیں صید است او مہجور تر

لاشخہ:۔ جس طرح انسانی صورت یا گھوڑے کی صورت جو ہمارے ذہن میں موجود
ہوتی ہے وہ وجود رکھتی ہے ایک وجہ وجودِ خارجی کے مقابل ہے جس سے غرض ہمارا
نفس ناطقہ ہے اشیائے محسوسہ کے ڈھنگ کی طرح اور دوسری وجہ سے انسان و فرس
کا وجود ذہنی ہے۔ انسان و فرس کی حقیقت اس مدرک اور مدرک سے قطع نظر کے
اسی صورت سے ظاہر ہوئی ہے اور وہ صورت خارجیہ کے علاوہ ہے اسی طرح اس صورت جلیلہ

لہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔

کہ اس کا حجاب ایک نور ہے اگر وہ اس کو ہٹا دے تو اس کے چہرہ کا جلال اس کی مخلوق کو جو
تک جلا دے۔ سہ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات ؛ تو عین ذات می نگری در تبسمی۔

([illegible])

عقلیہ میں جو فلکِ اعظم کے نفس منطبعہ نے قبول کیا ہے وہ دو طرح سے موجود ہے ایک
وجہ سے تو وہ فلک کے نفس منطبعہ کا کمال ہے اور دوسری وجہ سے مبدا اول کا
وجود۔ عارف کو اس تجلی سے دو قسم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ صوفی اور حکیم اس
وجودِ ذہنی کی طرف رغبت کرتے ہیں جو وجود ذہنی کی مانند ہے اور کیا ملائکہ علویہ اور
اور کیا عقلیہ اور نفوس انسانیہ وہ جس طرح اپنی حرکتِ انقلابیہ کی طرف مائل ہیں
اسی طرح اپنی معرفتِ تصوریہ کی طرف (بھی) مائل ہیں جس کا مدار و مدار حرکتِ انقلابیہ
پر ہے۔ شرع کی طرف جو مائل ہے وہ وجود خارجی کے مقابل تحت الشعور خارجی وجود پر بلحاظِ شریعت[1]
بھی مائل ہے جیسے ملائکہ علویہ و عقلیہ اور نفوس قدسیہ انسانیہ فتدبر۔

لاشخہ:۔ حدیث میں آیا ہے کہ لوگ سوال کیا کریں گے یہاں تک کہ وہ اس جگہ کہیں گے کہ
خلق اللہ الخلق فمن خلق اللہ۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ شیطان وسوسہ
ڈالے گا خلق[2] اللہ الخلق فمن خلق اللہ کا۔ جب یہ حالت پیش آئے تو چاہیے کہ
اپنے دل کو روکے اور سنبھالے رکھے۔ یہ حدیث علم اشارت کے اعتبار سے اس بات پر
دال ہے کہ جب حق تعالیٰ بندہ کے لیے خیال الخلق یا مقید میں تجلی کرتا ہے
تو اس بندہ کو چاہیے کہ اس بات کی طرف متوجہ ہو کہ یہ تجلی کون سے موطن میں
ہے اور اس تجلی سے اشارہ حقائق جبروت میں سے کون سی حقیقت ہے اور وہ تجلی
کے لیے کس استعداد سے تجلی ہوئی ہے کہ شخص اس فکر سے حلاوت لیتا ہے وظیفہ وقت
یہ ہے کہ جس طرح کتاب دیکھنے والے کی نظر کتاب کے صفحہ پر ہوتی ہے نہ کہ عینک پر
کہ وہ کس چیز سے بنائی ہے اور کس طرح آئی ہے اسی طرح یہ عارف خطاب بحث کو
متوجہ ہوتا ہے اور تجلی کو بمنزلہ اپنی عینک کے بناتا ہے (اور) تجلی کے احوال کی تفتیش

لہ یعنی شریعت خارج سے تعلق رکھتی ہے اسی لیے وجود خارجی پر مائل ہے

کہ اللہ نے خلق کو پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

حاصل کیجیے بغیر جنبت رحمت کو اکب کی سعادت جبلی کی وجہ سے ظہور کرتی ہے اور سبد اُصول اس نفس میں عالم مثال کے ساتھ امداد کرتا ہو جیساکہ تھوڑے اس موضوع پر اعتکاف سابق کے بیان میں لکھا گیا ہو اور اگر نسمہ نے روحانیت (عظیمہ) کا حکم باحسن وجوہ قبول نہ کیا تو عالم برزخ میں جنت اعمال پیش آئے گی —

وتلک الجنۃ التی اور ثتموھا بما کنتم تعملون۔ ملکات، استخراد اور وہ اعمال جو ملکات کے مشابہ ہیں جن میں تمثل ہوتے ہیں گویا عجب الذنب کی حدیث شریف میں ایک مثال دی گئی ہو۔ جو انسان کے قوائے ثلاثہ اصلیہ یعنی عقل و قلب و نفس کی حامل ہو سکتی ہو۔ اگر اجزائے بدن میں سے کچھ بھی گوشت و پوست باقی ہو اور خیال نفس اس کے ساتھ چپاں ہو تو وہی جزو جسد انسانی کی تکوین کا معاد میں اصل ہوگا اور اگر وہ باقی نہیں ہو تو جس جزو سے وہ چپاں ہو وہی جزو جسد معادی کی تکوین کا اصل ہوگا۔ اس بدن سے نفس کا تعلق نشات کی تکمیل کا متقضی ہے اس لیے کہ نشات (ان) ملکات و اعمال کے تمثل کا اقتضا کرتی ہو جو نفس کے جوہر میں سرایت کر گئے ہیں۔ اور اس کی مثال اس درخت کی طرح ہو جس کی شاخیں کٹی ہوئی ہیں اور اصل تنہ باقی ہو اور فصل بہار میں اس کے قوائے نامیہ حرکت کرتے ہیں اور بارش سے اس نفس نباتی کے سارے اجزا کا ظہور پورے طور پر ہو جاتا ہے۔

لاشعہ: ملت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کو مثل ایک چڑیا کے تصور کرو کہ بارش کا پانی اس کے بازوؤں میں پہنچا ہو اور اس کو تھوڑی دیر بعد اپنے سے جھٹک دیتی ہو یا مثل دریا تصور کرو جس میں باد ہائے مخالف بصورت امواج ظاہر ہوتی ہیں، پھر چند ساعت بعد فطرت آبی ان تمام امواج کو

لے وہ عادات و خصائل جو نفس انسانی میں راسخ ہو گئے ہیں۔

میں نہیں پڑتا۔

لاشعہ: قرآن عظیم میں جو اللہ نور السماوات والارض آیا ہو تو اس میں ایک باریک نکتہ ہو یعنی اللہ جو اپنی تجلیات اور اپنے جبروت کے الوان کے ساتھ ذات صرف ہو وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہو یعنی یہ نور تجلی وہی حقیقت وحدانیہ ہو یہ نہیں کہا گیا کہ نور السماوات والارض ھو اللہ۔ اس لیے کہ خارج اول میں اللہ تعالیٰ بعد ازاں نور السماوات والارض ہو گیا۔ پھر ترتیب خارجی کی رعایت کی مثل کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ یعنی اس تجلی الٰہی نور السماوات والارض کی مثال ایک روشن فتیلہ کی ہو جو اپنی شعاعوں سے محراب کو منور کرتا ہو اسی طرح اس نقطۂ بسیطہ نے جو شخص اکبر کے وسط میں ظاہر ہوا ہو تمام آسمانوں و زمینوں کو اپنی شعاعوں کے گھیرے میں لے لیا ہو۔ (اسی لیے) المصباح فی زجاجۃ کہا گیا اور کمشکوٰۃ فیہا زجاجۃ مصباح نہیں کہا گیا اس لیے کہ بات آسمانوں اور زمین کی اس نور کی نسبت کے بیان میں تھی اور اس نور کا تمام آسمانوں و زمین کے کناروں کو اپنے نور سے مسخر کرنا۔ المصباح فی زجاجۃ کا ذکر تتمۂ کلام ہو تشبیہ کے بیان میں دخل نہیں رکھتا۔

لاشعہ: یہ شخص معین جو زید ہو یا عمرو وغیرہ بہ تہ ہو۔ ایک طبقہ گوشت و ہڈی کا ہے دوسرا طبقہ نسمہ یعنی روح ہوائی کا جو حامل قوی ہو اور تیسرا طبقہ روحانیت کا ہو جو قوائے سیارات سے ظہور پذیر ہوا ہو اور عالم کے نفس کلیہ کی سطح میں منقش ہو گیا ہو۔ جب نفس کل اس نفس جزئیہ کی شکل میں برآمد ہوا تو اس روحانیت نے قالب میں ظہور کیا۔ جب ان افراد بشر میں سے کوئی فرد مر جاتا ہو اور گوشت و ہڈی کا طبقہ ختم ہو جاتا ہو اور نسمہ اور روحانیت نسمہ باقی رہ جاتی ہو تو اگر نسمہ نے روحانیت نسمہ کا حکم باحسن وجوہ قبول کر لیا تو عالم برزخ میں ملکوتی اعمال

ختم کر دیتی ہو۔ اسی طرح فقہا، صوفیا و متکلمین جب ملتِ محمدیہ میں بالتحقیق کلام
کرتے ہیں تو وہ ان کے تفکر و تجسس کا اقتضا ہو نہ کہ اصل ملت کا اقتضا۔ بلکہ ان
ہر فرقہ کی تقلید نے اپنے شیخ کی تحقیق و افکار کو مزید بڑھا دیا جیسے بارش کا پانی ایک
جگہ پہنچا ہو یا بہت سی امواج ہواؤں کے چلنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ملت کا
اصل ان رطوبات کا ڈالنا اور بکھیرنا اور ان امواج کا برہم کرنا اور ڈالنا ہو اور اس برہم
کرنے کا کام مجھ ضعیف کے ذمہ کیا گیا ہے ع مصلحت را تجتے بر آب جو بستہ اند
اس زمانہ میں موطا امام مالک پر عمل کرنا اصل مراد ہو۔ اور تخریجات کی پُرکاری اور
ظاہر حدیث پر اکتفا لغت عرب کے جاننے والے کے نزدیک ترادش کرتا ہو اور
انکار روبیہ سے عقلمندانہ ہاتھ کو روک دیتا ہے اور اسی طرح حق سے مراد اس زمانہ میں
صوفیا کے مکاشفات اور اشغال و اوراد کو دریائے زخار میں بہا دینا ہے ؎

دوش گر بر پا بو ستگی[1]   دگی پندرو دو ستگی
ایں قدر بس بود جمالی را   عاشق رند لاابالی را

و تلک ھی القیامۃ التی وعدت لی[2]۔ اور یہ وہی قیامت ہو جس کا مجھ سے وعدہ
کیا گیا ہو۔ اللہ ہی جانے کہ ان مجاہدات عظیمہ میں کیا پیش آئے ؎

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقاں ریزد   من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم[3]

لاغہ۔ مصلحت کلیہ اس کو کہتے ہیں کہ نقطہ بسیطِ عالم کی اصلاح کے لیے بصفت شعاع نزول کرتی

---

[1] وہ دو تین گز تک ٹاٹ اور بوریا چین۔ لیکن دل دوست کی محبت اور درد سے بھرا ہوا۔ عاشق
رند لاابالی کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔

[2] اور یہ وہی قیامت ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

[3] اگر غم عاشقوں کا خون بہانے کے لیے لشکر کشی کرے تو میں اور ساقی باہم مل کر اس
کی بنیاد کو ڈھا دیں گے۔

کرتا ہو ہر زمانہ میں ایک نئی شکل اور نیا رنگ رکھتا ہو۔ جس طرح آفتاب کی شعاع جسم
صیقل اور جسم کدر میں اور وہ شعاع جو گھر میں ہو اور وہ جو کرہ میں ہو مختلف طبقے اور جگہ
رکھتی ہو اسی طرح آفتاب حقیقت کی شعاع عالم میں مختلف طبقے رکھتی ہو اور شیخ ابوالحسن
اشعری کی تحقیق حق ہو اور وہ آفتاب حقیقت کی شعاع سے نازل ہو لیکن چونکہ معتزلہ
اور مرجیہ وغیرہ کے شبہات سے عالم بھرا ہوا تھا۔ لہذا لوگ انھیں شبہات پر
مطمئن ہو گئے تھے (چنانچہ) اس شعاع نے ان کے درمیان طرح طرح کے معارضات
(مناقشات) پھیلا دیے تاکہ ان کے اطمینان کو درہم برہم کر دے۔ اور فقہا کی وہ
تحقیق بھی حق ہو جو جمع احادیث بلدان سے قبل کی تھی۔ اور وہ بھی شعاع حقیقت سے
نازل ہوئی ہو۔ لیکن اس وقت مسلمانوں کے درمیان احادیث بلدان جمع نہیں ہوئی تھیں
اگر اس جماعت (فقہا) کا فتویٰ ظاہر ہوتا تو نماز روزہ کی تقسیم کیسے ہوتی اور مقدمات
کس طرح فیصل ہوتے اور ان کا ورع و تقویٰ کون سی شکلوں میں متعین ہوتا اور صوفیا
کے اشارات و حدیات بھی حق ہیں اور وہ بھی شعاع حقیقت سے نازل ہوئے ہیں
لیکن سمجھدار آدمی اگر تمہارا نکتہ نہ سمجھ پائے تو اپنی مشغولی کا حق اس اصل کے ساتھ
ادا کر سکے گا جب دریائے حقیقت نے اپنی موجوں کو شکست دے دی تو دوسری صورت
ظاہر ہوئی ؎

چوں بآں وحدت رسی کاں داشتی[1]   موسیٰ و فرعون دارند آشتی

لاغہ۔ حدیث شریف میں آیا ہو کہ الانبیاء بنو علات ابوھم واحد و امھاتھم
شتیٰ[2]۔ یہ واحد مصلحت کلیہ ہو جو نقطہ بسیط سے نکلا ہو اور علات شتیٰ
استعداد و محال ہو جن پر شعاع پڑتی ہو اس قیاس پر دین محمدی کے مجدد و تبعلات میں

---

[1] جب تم اس وحدت تک پہنچو گے جو تمہارا مقصود ہو تو وہاں موسیٰ اور فرعون دونوں صلح رکھتے ہیں

[2] انبیاء علیہم السلام باہم علاتی بھائی ہیں ان کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف۔

اور دین منقول جو حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰت والتسلیمات سے ہو ان کا باب ہے،
اور عالم کے اوضاع مختلفہ جو کہ شریعت محمدیہ کے اسالیب بیان کے تعدد کے مقتضی
ہیں اور قوم کو ان شبہات سے روک دینا جو گمراہی پیدا کرنے والے ہو سکتے ہیں وہ
علاتِ شتّی ہیں۔

لاعۂ:- اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت پر نزول کتب کا بھی ارادہ فرمایا ہو اور عالم
غیب سے عالم شہادت کی طرف علوم حقہ (صحیح علوم جو باطل نہ ہوں) کے القا سے
صلاح عالم و اصلاح عالم کی اصل حاصل ہوتی ہو لیکن بعض احوال میں قوم کے
شبہات خراب اور تاریک افکار سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان شبہات کا سدّباب یہ
ہو کہ ان کے نفوس علوم حقہ غیبیہ کی اطاعت کریں۔ اس (سبب) اعتبار سے ان
لوگوں کے شبہات کا رد مقصود بالعرض ہوتا ہو (نہ کہ مقصود بالذات) اور ایسی
حالت میں قوم کے طغیان کا ختم ہو جانا اپنے شبہات ردیہ کی وجہ سے ضروری ہو جاتا
ہے۔ خواہ منع کے ساتھ ہو یا مقدمات خطابیہ کے ساتھ (یعنی اس کے مقدمات یقینی
نہ ہوں) اسی وجہ سے قرآنِ عظیم میں بعض مقدماتِ خطابیہ کی وجہ سے مخاصمت
واقع ہوئی، جیسے قوم خواہ مخواہ سے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (الملائکۃ
بنات اللہ، الکم الذکر ولہ الانثیٰ (تمہارے لیے مرد ہوں اور اس کے لیے عورتیں)
کہہ کر مخاصمہ کیا گیا، حالانکہ اگر اس کا نقض کیا جائے یعنی دلیل کو توڑا جائے
یدین و رجلین سے تنزیہ کرتے ہوئے (یعنی اللہ عزوجل سے پاک اور جسمانیت سے
بری کا ہو) کہ اتثبتون لکم الیدین والرجلین ولا تثبتون لہ الیدین
والرجلین (کیا تم اپنے لیے یدین و رجلین ثابت کرتے ہو اور اس کے لیے یدین و
رجلین نہیں ثابت کرتے) تو انہیں مقدمات پر نقض ہوتا ہو اور انہیں مقدمات پر اصلاح
عالم کو قیاس کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی نیابت میں مجددین

ملت کو مقرر کیا ہو اگر وہ لوگ جو نیابت کے قائل نہیں ہیں اس کو تسلیم نہ کریں اور ان
کی نیابت کو توڑ دیں اور یہ لوگ زنادقین) اس کے رد پر قادر نہ ہوں تو مجبور ہو کر
شریعت ظاہری کی طرف رجوع کریں۔ تو مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح کوئی فقیہ
جب کوئی فقہ قوم کے واسطے مرتب کرے ہر چند اس میں استحسانات اور تخریجات
جو پسندیدہ نہیں ہیں داخل ہو جائیں تو اس مجدد کی دیانت داری ارکان اسلام
کے ساتھ اور گناہ کبیرہ سے اجتناب اور اصل قضا کے فیصلے اپنی جگہ مسلّم ہیں
اسی قدر پر اکتفا کرنا چاہیے[1]۔ اور تمیز کا حل تلاش کرنا کسی دوسرے مجدد کی مرضی و تکمیل
پہ چھوڑ دے۔ مجددین کا کلام خطا اور اغلاطِ فکریہ سے پاک ہونے میں انبیاء
علیہم السلام کے کلام کی طرح ہو۔ (یعنی مجددین کی باتیں انبیاء علیہم السلام کی باتوں
کی طرح ہیں کہ وہ خطا اور غلط فکریہ سے پاک ہوتی ہیں) سے ہر سخن وقتے و
ہر نکتہ مکانے دارد۔ اسی طرح صوفی کسی قوم کے لیے جب کوئی طریقہ مرتب کرتا ہو
تو ہر چند کہ اس جگہ بعض مکاشفات کو مقاماتِ سلوک کے ساتھ مشتبہ کر دیتا ہو اور
بعض اشارات کو جو تیزی ذہن کی آمیزش سے اور وحدت الوجود کے بعض معارف
اور تنزلاتِ خمسہ[2] جو نظر کی حکمی غلطی سے دوام ذکر اور انصرافِ ہمت کے ساتھ غیب
کی جانب پیدا ہوتے ہیں اصل سلوک میں داخل کرتا ہو (حالانکہ) اصل توجہ سلوک
الی اللہ ہو اور مقامات کی اصل ان تخلیطات کے ضمن میں حاصل ہوتی ہو۔

لاعۂ:- عارف جس اتصال کا قصد کرتا ہو (وہ) انس و سرور و انجذاب روح
ہو یا کشف [illegible] ہو خواہ وہ کسی وقت ہو۔ اگر سر اپنے کام سے باز رہتا ہو
تو روح میں انس باقی رہتا ہو اور نفس اس انس میں سے کوئی چیز اچک لیتا ہو

[1] ایسی صورت میں خود کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے مجدد پر چھوڑ دے

[2] تنزلاتِ خمسہ۔ احدیت۔ وحدت۔ واحدیت۔ الوہیت۔ رحمانیت۔

تقی انور

اگر اس میں عُجب غالب ہو تو وہ شطح کہے گا اور اگر عُجب غالب نہیں ہو (تو) لذات حسیہ
میں سے ہر چیز میں ایک سرور و انس پائے گا حتیٰ کہ سبز رنگ جو درختوں کے پتوں
میں دیکھے گا اور موزوں (اچھی) آوازیں سنے گا اور سمندر کی وسعت میں جو بھی
مشاہدہ کرے گا مجموعۃً انس و سرور ادراک کرے گا، اور اس استغراق میں اگر
شہوت خفیہ بھی شریک ہو گئی تو امردوں کی صورت بھی لذت تام دے گی۔ یہ ہے
بعض عارفین کا بعض اشیاء مذکورہ سے اشتغال کا سبب۔

لاشعہ ۔ وجود کی قسموں میں تفتیش کرنے والوں نے سلوک کی ایک راہ اختیار
کی ہے اور اس کے لیے ایک ترتیب قرار دی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ قسموں میں
ایک قسم انسان کی ہے اور اس سے بالاتر حیوان ہے اور اس سے بالاتر نامی[1] ہے اور اس
سے بالاتر جوہر ہے (اور) جو کچھ ہے وہ سب اسی سلسلہ میں داخل ہے اور جب کچھ وجوہ کے
انسداد کا مبادیات عالیہ[2] میں مقتضی ہے اس کے علاوہ بھی داشتہ[3] ہے اس کی دید کو ہم
بیان کرتے ہیں۔ اس جگہ حیوان جنس عالی ہے حیوان کے تحت انسان ہے اور بیل ہے
اور گھوڑا اور درندے اور چوپائے اور پھاڑ کھانے والے پرندے (یعنی لفظ حیوان
کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے) اور کبوتر اور گرگیاں اور مرغی اور بط اور کوے
اور خشکی کے جانوروں اور آبی جانوروں میں بھی یہی تفصیل ہے یعنی وہ بھی
مثل بیل اور گھوڑے وغیرہ کے ہیں اور پھر اس میں بیلوں کی بھی قسمیں شامل ہیں جیسے
پالتو گائے اور جنگلی گائے اور بھینس اور اونٹ اور پالتو بکری اور جنگلی بکری وغیرہ وغیرہ
اور ہرن اور بارہ سنگھا یہ سب سینگ رکھتے ہیں اور وحشی ہوتے ہیں (انسان سے بھاگتے ہیں)

---

[1] نامی نشوونما پانے والے یعنی نباتات

[2] مبادیات عالیہ عقول بالفاظ دیگر فرشتے

[3] یعنی وجود کا تشخص انہی قسموں کے علاوہ ہے جو انسان حیوانات نباتات اور جمادات میں پایا جاتا ہے

اور غول کے غول ہوتے ہیں اور ان کا نر ایک مادہ پر اکتفا نہیں کرتا اور فرس بھی
اسپ ہی کی ایک قسم ہے (یعنی فرس کے معنی ان سب کو شامل ہیں) اور پالتو
گدھے اور جنگلی گدھے یہ سب سینگ نہیں رکھتے اور وحشی نہیں ہوتے اور
کھُر والے ہوتے ہیں اور بحیثیت جنس سب یکساں ہیں (چاہے اہلی ہوں یا وحشی)
اور درندوں کی بھی ایک جنس ہے جس میں شیر، چیتا، بھیڑیا اور گیدڑ شامل ہیں
اسی طرح پھاڑ کھانے والے پرندے جس میں باز ہے، عقاب ہے اور شکرا اور ایک
قسم ان جانوروں کی ہے جو بیٹ کرنے والے ہیں اور اپنی غذا زمین سے کھود کر حاصل
کرتے ہیں۔ مرغا، شاہین اور چکور سب اسی میں داخل ہیں۔ اور بط جو پانی کا پرند
ہے اس کی بھی کئی اقسام ہیں۔ بعض ان میں مرغی کی طرح بعض کبوتر کے مشابہ
اور بعض چھوٹی چڑیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اور بعض اس جنس کے مشابہ ہیں جو
بیٹ کرنے والے جانوروں کو کھا جاتے ہیں اور کوا اور جو اس کے مشابہ ہو،
اسی طرح نباتات کی بھی بہت سی اقسام ہیں ایک ان میں جیر (یعنی سبزہ کا جڑ جانے
کے بعد پھر اُگ آنا) ہے اور وہ درخت جو شگوفہ نہیں رکھتے جیسے سیب اور
بہی وغیرہ اور ایک قسم ان کی ہے جو زمین پر پھیلے ہوتے ہیں۔ جیسے ماش۔ اور
ایک قسم ان کی ہے جو اپنے تنہ پر قائم ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور ہر دو جنس
میں اختلاط پیدا ہوتا رہتا ہے۔

ہر جنس کے لیے متعدد نوع ہیں اور ہر جنس کے لیے ایک رب النوع ہے وہ
جنسوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والی جنس ملعون ہوتی ہے کیوں کہ اس
کا رب النوع نہیں ہوتا کیونکہ جن جنسوں کے اختلاط سے وہ پیدا ہوا ان جنسوں
کے علیحدہ علیحدہ دو رب النوع ہیں اور اس ملعون کو ان میں سے کسی ایک
سے منسوب کرنا غلط ہے۔ آنحضرت نے اُمیّہ بن صلت کا یہ شعر ؎

افادہ:- ۲۳ ذی الحجہ [illegible] شب دوشنبہ کو ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اپنے گھر سے مغموم باہر نکل گیا ہوں اور حضرت والدہ مکرمہ قدس سرہا پیچھے پیچھے فقیر کی اس حرکت پر (گھر سے باہر نکل جانے پر) ناراض ہیں ہر چند ان سے عذر معقول کر کے ان کو تسلی دے رہا ہوں (وقائل کر رہا ہوں) کہ گھر سے باہر نکل آنے کا سبب کسی قسم کا رنج و ملال نہیں ہے کیونکہ یہ دیوانوں کا کام ہے۔ آپ چند روز کے لیے اس کی اجازت دے دیجئے کہ میں چند ایام گھر سے باہر گذاروں، اسی اثنا میں دیکھا کہ حضرات چشت کا جم غفیر جن میں شیخ عبدالعزیز اور شیخ گنگوہی کے تبعین نیز حضرت شیخ محمد اور شیخ عبید اللہ قدس اللہ سرہم بھی موجود ہیں اسی پر مُصر ہیں کہ گھر واپس جاؤ کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔ ان سے بھی میں یہی عذر کر رہا ہوں کہ کسی پر فطرت نہیں ہے کسی رنجیدگی کے سبب گھر کی سکونت ترک کر دوں۔ اس قسم کی حرکت نا سمجھ آدمی سے صادر ہوتی ہیں میرے متعلق یہ خیال نہ فرمایا جائے لیکن میرے اس سب کہنے کے باوجود میرا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوا اور آخر کار واپس لوٹا کر گھر پہنچا دیا۔ پھر دیکھا کہ بزرگان چشت کے حضور میں محفل سماع منعقد ہے۔ محمد امین نے کہا کہ اس وقت گانے کا موقع نہیں ہے اور میں ہر پا ہیں اب کوئی بات سماع کے جواز اور عدم جواز پر نہ کہہ سکا۔ پھر کشش ہوئی کہ تیج میں ان حضرت کی ضیافت کا خیال آیا خواجہ عبدالحکیم سے میں نے کہا کہ اس وقت گھر سے تو ان کی ضیافت کا انتظام ممکن نہیں بازار سے ڈلیاں وغیرہ لے آؤ۔ اور تقریباً چار سو روٹیوں کی فرمائش کی پھر میری آنکھ کھل گئی۔ جاننا چاہیے کہ اس واقعہ کا ظہور ان ایام میں ہوا جب حضرت اقدس نے فتنۂ ابدالیہ کے سبب وطن سے ہجرت فرمائی اور بڈھانہ میں قیام فرمایا اسی دوران حضرت شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کے عرس کا زمانہ آگیا۔ خواجہ عبدالحکیم مذکور کے دل میں گویا الہام ہوا اور انھوں نے چار سو روٹیاں بازار سے خرید کر ان کے مزار شریف پر لے جا کر فقراء کو تقسیم کیں

افادہ:- خواجہ محمد امین نے بیان کیا کہ ایک بار میں نے عشرہ میں دیکھا کہ جناب حضرت ولی نعمت نے مجھے اپنے خاص مقامات کمالات تحریر کرنے کا حکم فرما رکھا ہے اور بندہ اس کام کو انجام دے رہا ہے

اپنے کو قاصر سمجھتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ کس طرح لکھوں ارشاد فرماتے ہیں کہ لکھو میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو سید آدم بنوری کے مقامات کے مثل لکھوں فرمایا کہ وہ بھی لکھو۔ اس دوران یہ سمجھ میں آیا کہ حضرت کا مقصد دوسرے ہی مقام کا ہے پھر میں نے دیکھا کہ لطفِ خاص خلوت کا مقتضی ہوا چنانچہ آپ ایک سمت چلے اور غلام کو بھی اپنے ساتھ لے چلے۔ چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچے جو لوگوں سے بالکل الگ تھی وہاں کھڑے ہو گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روئے مبارک کو از راہ انکسار چھپا رہے ہیں اور دیوار کی سمت متوجہ ہو کر فرما رہے ہیں کہ لکھو، کیونکہ آنحضرت کے عوض ہر زمانہ میں ایک شخص پیدا ہوتا رہا ہے اور اس شخص سے اشارہ اس وقت بہ نفسِ نفیس اپنی ذات کی طرف تھا۔ غلام سمجھا کہ مقام مجددیہ کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں لیکن پھر آپ کی مراد اس ارشاد سے یہ سمجھی گئی کہ یہ مقام مقام مجددیہ سے بھی بلند ہے۔ اور اسی طرح کتنی ہی بار ایک ہی دن میں لطف و محرمیت خاص کے مشاہدہ کا اپنے حق میں ان اشارات و بشارات سے اتفاق ہوا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

افادہ:- حضرت اقدس نے ایک بار بعد اعتکاف عشرہ تحریر فرمایا کہ عزیز لیلۃ القدر میں یہ واردات مکاشفات کے قبیل سے نہ تھے جن کی تشریح کی جا سکے بلکہ ان حالات کے قبیل سے تھے جو صرف اسرار و رموز میں بیان کیے جا سکتے ہیں اور مختصراً یہ ہے کہ جوارح بعض حوادث کون (یعنی عالم میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں) میں مستی پیدا کرتے ہیں اور اس مستی کی شرح اس مستی کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ (اس مستی و بیخودی کا اندازہ اس مستانہ مستی و بیخودی کے بغیر نہیں ہو سکتا) ان چند اشعار پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ؎

کہ باور دارد ایں حرف از فقیر خاکسار ۔ کہ ظلِ عالم قدس است افکار قبول او

۱؎ یعنی فقیر خاکسار کی اس بات پر کون یقین کرے گا کہ اس کے افکار اور اس کی مقبولیت عالم قدس کا ظل ہے اس کی انا کا اس کے باطن میں آئینہ کی طرح کوئی زنگ نہیں ہے اور اس کا عکس اور فضول علم حیرت میں ڈوب گیا ہے (یعنی حیرت کے باعث اس کی انا بھی آئینہ ہو گئی ہے) آفتاب کی شعاع اسی روزن کی راہ سے

(باقی اگلے صفحے پر)

نہ دارد باطنش از خویش آئینہ صفت زنگے — طلسم حیرت آموزست تمکین و فصولِ اُو

شعاع آفتاب از راہ اس روزن ہمی ریزد — بجز این نکتہ نتواں بست مضمون حصولِ اُو

حباب آساز خود خالی ز سطح بحری جوشد — وجود او نمود او شہود او حصولِ اُو، والسلام

افادہ:- حکیم ابو الوفا نے جو حضرت اقدس کے راسخ الارادت معتقدین میں سے ہیں بیان کیا کہ حضرت اقدس سے عقیدت اور حاضری آستانہ شریفہ سے قبل یہ خواب دیکھا کہ دو بڑے دروازے ہیں ایک دوسرے سے متصل، ایک دروازہ اس کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا ہے اور وہ بند ہے اور دوسرا دروازہ اس کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کا ہے اور اس کو کھول دیا گیا ہے جب وہ کھولا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس اس دروازہ کے اندر تشریف فرما ہیں اس کی وجہ سے حضرت اقدس سے مزید اعتقاد و رسوخ پیدا ہو گیا۔

افادہ:- حضرت اقدس نے ایک بار نیاز گل خاں کو جن کے سپرد نجیب الدولہ نے متعدد پرگنات کئے تھے اور انہیں حضرت اقدس کے حضور میں کافی رسوخ و اعتقاد تھا، یہ تحریر فرمایا کہ تمہارے نائبوں کی شکایات کا جو ان پرگنات میں ہیں عالم ملکوت میں چرچا ہے اس کا تدارک کرنا چاہیے اگرچہ بگڑ کر بعد خود بخود اس کا تدارک ہو جائے گا۔ وہ باوجود آپ کی اس تنبیہ کے اس کو نظر انداز کر گئے بہت دن نہ گزرے تھے کہ پرگنات کے بعض لوگوں نے ان کے ایک نائب کی شکایت نجیب الدولہ سے کر دی اور یہی ان کے مواخذہ کا سبب ہوا اور وہ اس عہدے سے معزول کر دیئے گئے۔

افادہ:- حکیم ابو الوفا نے ایک بار اپنے روزینہ کا دستاویز (کاغذ) جس میں کا کچھ حصہ جاری تھا نیاز گل خاں کو بھیج کر دیا کہ وہ نجیب الدولہ سے دستخط کرا کر باقی بھی جاری کرا دیں

(مجھے منقولہ کا قبیلہ الذکر ہیں اس کے وصول کے متعلق بجز اس نکتے کے کچھ نہیں کہا جاسکتا یعنی اس عالم [illegible] میں فیض جاری اسی کے روزن سے [illegible] ہوا کائنات کو منور کرتا ہے اور یہی اس کا وصول ہے اور مثل حباب آپ سے خالی [illegible] کی سطح سے اس کا وجود نمود شہود جوش مارتا ہے اور یہی اس کا حصول ہے [illegible] بالابیات [illegible] اس وقت سمجھ ہو جب [illegible] اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق کا حصول و وصول حق ہی کو ہے۔) تقی انور

تھوڑے دنوں بعد جب حکیم صاحب موصوف نے ان سے وہ مذکورہ کاغذ مانگا تو خان مذکور کو یاد آیا اور انھوں نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا اس وقت وہ یہ سمجھے کہ وہ گم ہو گیا جواب دیا کہ میرے پاس نہیں ہے شاید تم لے گئے ہو وہ بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیے جو سند تھی وہ بھی گم ہو چکی (اور کوئی ثبوت باقی نہ رہا) پریشان ہو کر حضرت اقدس سے یہ صورت حال عرض کی اور اپنا اضطراب بیان کیا۔ آپ نے اسی وقت دست مبارک اٹھائے اور دستک دی۔ پھر نیاز گل خاں کو تحریر فرمایا کہ خوب اچھی طرح ڈھونڈو۔ انھوں نے آپ کے لکھنے کے مطابق پھر بہت تلاش کیا لیکن کاغذ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ اسی پریشانی میں تھے کہ ایک شخص نے ایک کاغذ لا کر دیا کہ یہ یہاں پڑا ہوا تھا جب انھوں نے اس کو دیکھا تو وہ وہی گم شدہ دستاویز تھی۔

افادہ:- ایک بار حضرت اقدس نے مخدوم محمد معین تھتھی کو (جو بہت بڑے عالم صوفی مشرب نیز راسخ العقیدہ معتقد تھے) تحریر فرمایا اور ان کو زمانہ رحلت کے قرب پر یہ تحریر فرما کر آگاہ فرمایا کہ ان ایام پیری میں جب کہ زمانہ رحلت قریب ہے مرضی آلٰہی یہ ہے کہ اپنے کو اس نسبت پر جو شیخ ابو القاسم قدس سرہ سے حاصل کی ہے قائم رکھیں اور توحید [illegible] تفصیلات [illegible] اپنے کو دور رکھیں۔ اور تجلی اعظم میں جس کو شیخ اکبر نے عرفِ عام میں حقیقت محمدیہؐ سے تعبیر کیا ہے مستغرق رکھیں۔ اسی وقت اسی مجمل بات پر اختصار فرمایا۔ والسلام۔ اس صحیفہ کے موصول ہونے کے چند ہی ماہ بعد مخدوم مذکور نے رحلت کی۔ اسی وقت اس بات کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو گئی۔

افادہ:- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ یہ نظر آرہا ہے کہ جو ملاء اعلیٰ کہ نظر آئے ان کی نسبت ربیت مجوعیہ یقین و تسکین و تعظیم ہے اور ان میں جنبش و حرکت محض داعیہ آلٰہیہ و الہام فرقانیہ سے ہوا کرتی ہے بغیر حسِ نفسانیہ اور خواہش طبیعیہ کی آمیزشوں کے۔

افادہ :۔ محمد جواد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت اقدس سے صحیح بخاری پڑھا کرتا تھا اس
سے کچھ باقی رہ گیا تھا کہ رمضان شریف آ گئے ۔ اور ماہ مذکور ختم ہونے کے بعد میرا چلے
جانے کا قصد تھا ۔ ایک روز میں حضرت اقدس کو وضو کرا رہا تھا کہ میرے دل میں یہ خطرہ
آیا کہ بخاری شریف کے جو چند جزو باقی رہ گئے ہیں اگر اسی رمضان میں وہ بھی ختم ہو
جاتے تو بہت اچھا تھا لیکن اس کے اظہار سے مجھے شرم آئی ۔ اچانک حضرت اقدس
نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ بخاری شریف کو رمضان میں ہی ختم کر لو ۔ سبق شروع ہوا
اور تھوڑا تھوڑا پڑھنا شروع کیا ۔ ایک روز جب اوراق شمار کیے تو معلوم ہوا کہ اس
طرح پڑھنے میں تو وہ رمضان میں ختم نہ ہو پائے گی ۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر کسی اور
وقت بھی سبق ہو تو جلد فراغت ہو جائے گی ۔ آپ نے پھر اسی وقت متوجہ ہو کر فرمایا کہ
ابھی تو بہت سے اوراق باقی ہیں ۔ دوسرے وقت بھی پڑھا کرو ۔ حضرت اقدس
کے سامنے اس قسم کے خطرات سے میں بہت شرمندہ و نادم ہوا ۔

افادہ :۔ شیخ عبدالعزیز صاحب جو حضرت اقدس کے خلف الصدق ہیں بیان
کرتے ہیں کہ ایک بار رمضان میں ایک جگہ سے ایک سو روپیہ حاصل ہوئے تھے ۔
حضرت نے منشا پایا کہ اس رقم سے یتیموں اور مسکینوں پر صرف کریں اور بجائے اس کے
دوسرے خانگی امور کے لیے وہ مانگے گئے ۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ میں جب
اللہ تعالیٰ کو یا رزاق کہہ کر پکارتا ہوں اور اس کے واسطے سے مجھے جو کچھ عطا ہوتا
ہے وہ میں اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور جب یا وہاب کہہ کر پکارتا
ہوں اور اس سے جو کچھ عنایت ہوتا ہے اُسے فقراء و محتاجوں پر صرف کرتا ہوں اور
یہ عطیہ (بھی) اسی قبیل سے ہے ۔

واقعۂ جاں کاہ غم پُرسوز و اندوہ و الم

حضرتِ اقدس قدس سرہٗ الاطہر

جاننا چاہیے کہ حضرتِ اقدس نے زبانِ غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ فرد
میں سے ایک شخص نے (اور اس سے اشارہ خود اپنی ذاتِ اقدس کی طرف فرمایا)
اپنی عمر کے تعین کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ بچپن ۵۵ سال ہو گی ۔ ایک بار
اُسے ایک سخت مرض نے آ گھیرا ۔ اس میں اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ ایک جسم انسانی
پرانا و بوسیدہ ہوا ایک فرشتہ نے اس کے ہر ہر عضو (بند بند) کو جدا کیا اور پھر
اس کے ایک ایک ذرہ میں تجسس و تلاش کر کے اس میں سے ایک چھوٹا سا جزو
انتہائی سفید و براق روشن و چمکدار جس میں زہرہ کی میراث تھی نکال کر اس
شخص کے کان کے اوپر رکھ دیا ۔ اس عمل سے اس کی مقررہ عمر میں اضافہ ہو گیا
اور وہ ساٹھ سال ہو گئی اور عمر میں یہ زیادتی شخص مذکور کی وجہ سے ہوئی ۔ اس کے بعد
اس مقدار عمر پر بعض ارواح کی برکات اس طرح نازل ہوئیں کہ گویا ان ارواح
مذکورہ نے اس شخص کے نفس کو اپنا ذکر قرار دے دیا ساٹھ سال سے بھی دو ایک
سال مزید بڑھ گئی ۔ اس سر کے ارشاد کے بموجب جب ۶۰ سال گزر گئے اور سن شریف

ؒ حضرت اقدس اپنے اس مشاہدہ کو اٹھارہ سال قبل ہی بیان فرما چکے تھے ۔ اس وقت سامعین
میں سے کوئی نہ سمجھ سکا تھا ۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲۱

اکسٹھ سال ہوا واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم آپ کی مسجد میں جو شاہجہاں آباد
میں ہے تشریف لائے اور جسم اطہر سے کپڑے اتار کر تین بار خاک پر لوٹے اس کے
بعد اس جگہ ایک جدید مسجد تیار ہوئی۔ انھیں ایام میں ایک رات حضرت شاہ اہل اللہ
تہجد کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ غیب سے ایک آواز سنی کہ احسان اللہ کا واقعہ
ہوگیا اس سے سخت متوحش اور متفکر ہوئے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس سے مراد اسم صفت
تھی پھر حضرت اقدس نے ماہ شعبان سنہ مذکور میں حسب معمول قصبہ بڈھانہ میں
اعتکاف فرمایا جس میں سخت ریاضات و مجاہدات فرمائے جب رمضان کی ۲ تاریخ ہوئی
آپ کے بازو میں درد پیدا ہوا اور اتنا شدید ہوا کہ ناقابل برداشت ہوگیا تو بغرض علاج
خلوت کو موقوف فرمایا اور علاج کے بعد جب وہ درد زائل ہوگیا تو پھر خلوت اختیار
فرمائی دوبارہ پھر مرض نے عود کیا اور پھر علاج سے دفع ہوگیا لیکن بھوک تقریباً ختم ہوگئی
اور فم معدہ پر ایک سختی پیدا ہوگئی اور تنفس لاحق ہوا اور سوء القنیہ پیدا ہوگیا
آپ اس کے علاج میں مشغول ہوئے کبھی اس میں تخفیف ہوجاتی تھی اور چند روز
بعد پھر عود کر آتا تھا یہ حالت دیکھ کر تمام خدام پر خوف و اضطراب طاری ہوا۔ بس
آنجناب کے معتقدین میں ایک صاحب جو فن طب میں ماہر تھے شاہجہاں آباد سے آکر
علاج میں مشغول ہوئے انھیں ایام میں ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج رات باہمی مخاصمت و
مزاحمت کی نشانیاں مجھ پر ظاہر ہوئیں جس کی وجہ سے بعض علمی اسباب مفتوح ہوئے
میں نے دیکھا کہ زندگی کو منقطع کرنے اور باقی رکھنے والوں کے درمیان مزاحمت و
مخاصمت (باہم کشمکش) واقع ہوئی اس کی مثال بالکل ویسی ہی تھی جیسی ملاء اعلیٰ
کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ صورت حال نصف شب تک رہی پھر اس کے بعد (زندگی کو)
باقی رکھنے والے اسباب غالب آئے یعنی قضائے نفاذ (نافذ ہونے والے فیصلے)

۱؎ مقصد مراستغفار

نازل ہوگئے۔ اگرچہ بقا کی مدت بھی معلوم ہوچکی ہے لیکن اس کے اظہار کی اجازت
نہیں ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس عالم سے انتقال کے بعد اخلاق رذیلہ و حمیدہ کے
مابین بھی مخاصمت واقع ہوتی ہے کبھی ایک فریق دوسرے کو بالکل فنا کر دیتا ہے اور
کبھی ایک فریق دوسرے کے حکم کی تعمیل کو روک دیتا ہے یا اس مخاصمت کے تہائی
یا چوتھائی حصہ کو فنا کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے
قضا یا بقا اسی صورت سے نازل ہوتی ہے۔ اور وہ کیفیت کی صورت اس شخص کا
مستقر اور مقام ہوجاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جو یہ واقع ہوا ہے کہ "تخاصم اہل النار"
اس سے اشارہ اسی تخاصم اخلاق کی جانب ہے اور اسی کی مثال دیتے ہیں۔

انھیں ایام میں ام المریدین یعنی صاحبزادوں کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ
میں نے خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے اور اس مقام پر ہم بیٹھے ہوئے ہیں
اور ایک شخص طویل القامت سیاہ داڑھی سبز رنگ کا ایک کپڑا بغل میں دبائے سامنے
بیٹھا ہے اور اسی مقام پر ایک دوسرا شخص بھی صالحین کی صورت کا بیٹھا ہے
اسی اثنا میں فرزند عزیز عبدالقادر آکر کھڑے ہوگئے۔ وہ شخص جو سامنے بیٹھا ہوا
تھا اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ دنیا سے چلا گیا ورنہ اپنے لڑکے کی خود تعلیم و
تربیت کرتا میں نے اس کی یہ تلخ بات سن کر نہایت غصہ سے اس سے کہا کہ تم جو
کچھ کہہ رہے ہو کیا ہمارا گھر برباد اور ہم کو بے سروسامان کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگا کہ
کیوں خراب ہوگا اور کیوں برباد ہوگا۔ میں جتنا ہی اس کی باتوں پر غصہ کر رہی ہوں
وہ اتنا ہی اپنی بات پر اڑا ہے۔ اتنا میں دوسرے شخص نے کہا کہ ان بچوں سے
قطع نظر کرکے کچھ خیال دین کا بھی کرنا چاہیے پھر وہ کہنے لگا کہ دین کا کیا نقصان
ہے یہ لوگ جب اس عالم میں چلے جاتے ہیں تو ان کی ہمت دین کی بقا کے لیے
دوگنی ہوجاتی ہے۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ اور اسی پہلے

شخص کی طرف متوجہ ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے خندہ پیشانی سے باتیں
کرنے لگے یہ دیکھ کر وہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ اب تو حضرتِ اقدس نے اس سے
ملاقات کر ہی لی اسی کی بات پر مصالحت ہو جائے گی۔ جب اس خواب کے بعد
میری آنکھ کھلی تو نہایت متفکر ہوئی اور یہ خواب حضرت سے بیان کیا۔ آپ نے
اس وقت تو سکوت فرمایا اور دوسرے دن یہ فرمایا کہ ناسوت و ملکوت کے ملائکہ کو
ملاءِ اعلیٰ سے حکم مل چکا ہے۔ اور اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ پھر ایک دوسرے موقع
پر فرمایا کہ موت جبلی چند وجوہات سے ہوتی ہے بعض کامل افراد کا صرف یہی انتقال
ہے۔ آپ کا یہ فرمانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بعض کاملین ورثۂ نبوت کو کلیتاً
ورنہ اس دنیا سے انتقال کے بعد ایک اور زندگی اس دنیاوی زندگی کی طرح عطا
ہوتی ہے اور وہ وہاں سے اس دنیا کے بعض امور کی طرف توجہ کرتے ہیں چنانچہ
انہیں ایام میں اسی سلسلہ میں ایک بار صاحبزادوں سے ارشاد فرمایا کہ پچیس سال
محض تمہاری تعلیم و تربیت کے لیے ہم کو عطا فرمائے ہیں۔ جب مرض نے شدت اختیار کی
تو بعض خدمتیوں کی عرضداشت پر ۲ ذی الحجہ کو شاہجہان آباد کی طرف ہجرت فرمائی۔ وہاں
تمام اطباء حاضر ہوئے ہر ایک نے اپنی تشخیص کے مطابق مختلف تدابیر کیں اور
جو کچھ ممکن تھا وہ کیا لیکن کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ ایامِ مرض میں آپ کی
رقتِ قلبی اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ اگر کوئی ذرا سی نازک بات بھی زبان حقائق
ترجمان سے نکلتی تو ایسا شدید گریہ طاری ہوتا کہ اپنے کو بڑی مشکل سے روک پاتے
اور ضبط کرکے بات کو پوری فرماتے اور شاعر کے اس قول کے مصداق معلوم ہوتے

کرامت کن دلِ نازک چو شبنم　　کہ گر بادش بجنبد پاشد از ہم

۱؎ شبنم کی طرح نازک دل عطا فرمائیے کہ اگر ہوا بھی اس کو جنبش دے تب بھی وہ
بکھرا کرے۔

اور یہ حال تمام حاضرین مجلس میں سرایت کر گیا تھا۔ انہیں ایام میں ایک روز یہ فرمایا
کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز بیشتر اوقات ہماری نظروں
کے سامنے جلوہ گر رہتے ہیں (برزخ قائم رہتی ہے) اور جب وقت پانی کا گلاس ہاتھ میں
لیتا ہوں یا کھانے کی کوئی چیز سامنے لائی جاتی ہے تو دیکھتا ہوں کہ وہ موجود ہیں اور اس
سلسلہ میں اہتمام فرما رہے ہیں۔ انہیں ایام میں ایک افغانی شخص محمد بیگ نام جو
آپ کا مرید تھا، ایک رات آپ کے پائے مبارک دبا رہا تھا اسی حالت میں اسے غنودگی
آ گئی دیکھا تو حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کے سر مبارک کے قریب کھڑے
ہوئے فرما رہے ہیں کہ روانہ ہو جلو (جلدی) اسی وقت وہ جاگ پڑا اور جو دیکھا تھا
خدمتِ اقدس میں عرض کیا فرمایا کہ وہاں وہ تشریف لائے تھے۔ انہیں ایام میں
ایک روز مزاج مبارک نہایت متغیر ہوا ایسا کہ ہاتھ پیر سرد ہو گئے اور نبض غائب
ہو گئی اور سانس انتہائی تیز چلنے لگی۔ یہ دیکھ کر سب پر قلق و اضطراب طاری ہوا
اور حکما بھی مایوس ہو کر روتے ہوئے اٹھ گئے۔ حضرتِ اقدس نے جب یہ صورتِ حال
ملاحظہ فرمائی تو اپنی حالت پر رجوع ہو کر تمام حاضرین کو تسلی و تسکین دینے لگے اور
فرمانے لگے کہ اللہ کی قدرت اور رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیے ع

باشد کہ از ایں حال افاقت بخشد

اور اس وقت غلام کی اضطرابی کیفیت کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

گر بدانستی کہ ظل کیستی　　فارغی گر مردہ گر زیستی[۱]

اور بعض احباب (مخصوصین) نے انتہائی مضطرب ہو کر عرض کیا کہ یہ ہماری شامتِ
اعمال کا خمیازہ ہے۔ از بسکہ حضرتِ اقدس ہماری پشت پناہ ہیں یہ تکلیف ذاتِ
ملکی صفات ہماری ہی وجہ سے ہے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ تمام امور عالم بشریت سے

۱؎ اگر تم یہ جان لو کہ کس کا سایہ ہو تو موت و زیست کے خیال سے فارغ ہو

کے لوازم ہوتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہاں کبھی کبھی خانگی معاملات میں شرکت صاحب
مجلس کے ساتھ بھی مواخذہ کو ایک دوسرے واجب کر دیتی ہے یعنی جب ایک
سے پرسش ہوتی ہے تو اس کے ساتھی سے بھی کی جاتی ہے جو اس خانگی معاملات میں اس کا
شریک ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ما بال اُناس لا یحسنون
الوضوء فیلبس علی صلوتی۔ (لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور ہم
پر وہ وہ نہیں سمجھتے) اس ارشاد سے تمام حاضرین نہایت متعجب ہوئے کہ ایسی حالت
میں اس قسم کی دقیق معرفت کے ساتھ کلام کرنا کسی انسان سے ممکن نہیں۔ اس وقت
آپ کے بڑے صاحبزادہ میاں محمد صاحب انتہائی مضطرب و بےچین ہو رہے تھے اور
لوگ انہیں تسلی دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت اقدس نے اس خاکسار کی طرف متوجہ ہو کر
ارشاد فرمایا کہ کیا سمجھتے ہو۔ اس سلسلہ میں جو کچھ بلا ہو ان پانچوں بھائیوں پر ہی ہو، تو متعدد
حضرات نے آپ کے اس فرمانے سے اشارہ سمجھ لیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ پانچوں بھائی
خلافت کے مستحق ہیں پھر آپ کو افاقہ ہو گیا۔ انہی دوران ایک روز شیخ عبد العزیز نے
(جو ظاہری اور باطنی ہر حیثیت سے آپ کے حقیقی جانشین ہیں) فرمایا کہ ہمارے
حضرت قبلہ گاہ نے جب اس عالم سے رحلت فرمائی تھی تو ہم تمہاری ہی عمر کے تھے اور
میاں اہل اللہ (یعنی آپ کے برادر خورد) رفیع الدین کی عمر کے تھے۔ اور اکثر اوقات ہم
مزار شریف پر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے اور حقیقت کی راہ ہم پر
کھل جاتی تھی۔ یہ واقعات بیان فرما کر اپنی قرب رحلت کی طرف آگاہ فرمایا اور
ایک روز فرصت کے اوقات میں اپنے دونوں فرزندان گرامی کو ان بشارات عظیمہ
سے نوازا (شیخ عبد العزیز صاحب سے فرمایا کہ میرے فرزند شیخ محمد کی نسبت مع الٰہی
مثل شاہ حسین کی نسبت کے بتائی گئی جس کو زوال نہیں ہو گا اور تمہارا نام ملاء اعلیٰ میں
حجۃ اللہ ہے اور شیخ رفیع الدین کا نام ابو العجائب یعنی معاصرین ان کے مسخر ہوں گے جو کچھ ان کی

زبان سے نکلے گا ویسا ہی واقع ہو گا۔ اور عبد القادر کا نام معین الحق ہے جو حجۃ اللہ کی کسی
طرح پر اعانت کرے گا مال سے یا کسی دوسری طرح سے۔ اس پر شیخ عبد العزیز نے عرض
کیا کہ کیا مجھے ولایت حاصل نہ ہو گی فرمایا تم نہیں سمجھے اللہ تعالیٰ کی مراد پوری کرنے میں
حجۃ اللہ جا بجا آلۂ الٰہی ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ ان بشارات کے آثار ان میں سے ہر ایک میں ظاہر
و باہر ہیں۔

جب محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کی آخری تاریخ ہوئی اور عمر شریف کا باسٹھواں
سال شروع ہوا سنیچر کے روز صبح کے وقت حضرت مرزا جان جاناں (حضرت مرزا
مظہر جان جاناںؒ جو سلسلہ نقشبندیہ احمدیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں مع اپنے
احباب کے عیادت کو آئے ان کی آمد پر تخلیہ کرایا گیا اور بجز چند مخصوصین کے جن کا
طفیلی یہ غلام بھی تھا کوئی اور نہ تھا۔ حلقۂ مراقبہ ہوا اور تقریباً آدھ گھنٹہ صحبت
گرم رہی۔ جب مجلس مراقبہ ختم ہوئی اور مرزا صاحب نے رخصت چاہی اسی وقت
مزاج شریف متغیر ہوا اور آناً فاناً آثار وصال ظاہر ہوئے اور اسی روز وقت
ظہر طائر روح پاک نے عالم قدس کی طرف طیران فرمایا اور رفیق اعلیٰ سے
واصل ہو گیا۔

نظم

آں ہادی زمانہ رُخ اندر نقاب کرد — زیں شیوہ خانماں جہاں را خراب کرد
در روزگار عمر نہ دیداست ایں چنیں — زیں صعب تر غمے کہ دلہا پر آب کرد
ہر کس کہ نالہ ہائے جگر ریش ما شنید — شب را تمام روز قیامت حساب کرد
خوں نفس ہر گزیدہ دیدہ یاراں فراق داد — خود بادہ خوردہ و جگر ما کباب کرد

غرضکہ اس مصیبت کی کیا شرح کی جائے اور اس غم کے ماتم کا کیا حال بیان

لے اگر تم پہچان لو کہ کس کا سایہ ہو تو موت و زیست کے خیال سے فارغ ہو جاؤ۔

کیا جائے کہ من لم یرض بقضائی و لم یصبر علیٰ بلائی فلیطلب ربا
سوائی و لیخرج من تحت سمائی۔ کی وعید شدید دل کو خون کیے دیتی ہو
اور زبان کو حرکت کی سکت نہیں دیتی۔ جس رات حضرت اقدس نے اس دار فانی
سے اعلیٰ علیین کی طرف رحلت فرمائی بابا افضل اللہ جو آپ کے مخصوص خلفا میں
نماز تہجد پڑھ رہے تھے اسی اثنا میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ شاہ عبد الرحیم قدس
سرہٗ کے مقبرہ کے اندر تین مزار ہیں اور وہاں لوگ بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے
ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ یہ تیسرا مزار کس کا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں حضرت
نظام الدین اولیا دفن ہیں۔ انھوں نے کہا کہ حضرت نظام الدین اولیا، کا مزار
تو شہر سے باہر ہے کہنے لگے کہ نہیں وہ اسی جگہ دفن ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان
کو نہایت رنج ہوا جب دن ہوا تو ظہر کے وقت یہ واقعۂ جانکاہ رو نما ہوا۔ پھر
آپ کا مزار پُر انوار اسی جگہ بنا جہاں کا انھیں مشاہدہ ہوا تھا۔ نیز جس روز حضرت
اقدس نے وصال فرمایا ایک مرد صالح جس کو آپ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہوا
تھا نے خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات اور صحابۂ کرامؓ ایک مقام پر
تشریف فرما ہیں اور یہ شخص بھی (اس مقام پر) حاضر ہے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ وہاں سے اٹھ کر ایک جانب تشریف لے گئے اس نے
پوچھا کہاں تشریف لے گئے لوگوں نے کہا کہ شاہ ولی اللہ آ رہے ہیں ان کے
استقبال کو تشریف لے گئے ہیں۔ ایسا ہی ایک دوسرے شخص کا بھی واقعہ ہے
جو تین منزل راہ پر تھا اس نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا چبوترہ ہے جس پر فرش
بچھا ہوا ہے اور اس پر حضرت اقدس انتہائی حسین شکل میں لباس فاخرہ زیب تن کیے

۱؎ جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے تو اسے چاہیے کہ میرے علاوہ کوئی اور
رب تلاش کر لے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جاوے (حدیث قدسی)

ہوئے تشریف فرما ہیں اور یہ (دلی خواب دیکھنے والا) بھی خدمت اقدس میں
حاضر ہے۔ ناگاہ آنحضرت صلعم کی سواری پہنچی جس کا ہودج انتہائی پر تکلف مثل حجلۂ
عروسی کے ہو اس کو اس چبوترہ کے قریب اتارا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ
مبارک اس حجلہ سے باہر نکال کر حضرت اقدس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے
لگے کہ ہم محض انھیں کی وجہ سے آئے ہیں اور حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادے
شیخ محمد صاحب نے فرمایا کہ وصال کے دوسرے روز حضرت اقدس ہماری نظر
میں متمثل ہوئے (آپ کی برزخ ہمارے سامنے آئی) اور فرمانے لگے کہ جس وقت
میرا انتقال ہوا تو مجھے عالم ملکوت میں سے ان عوالم سے جن کی کسی کو اطلاع
بھی نہیں ہے دور دور لے گئے۔ انتقال کے وقت سے لے کر پوری رات تک
بلکہ دو گھڑی دن تک ہم کو نہ تمھاری طرف توجہ تھی اور نہ تمھارے حال کی کوئی
خبر۔ مگر اب ہم تمھاری تربیت کی طرف متوجہ ہیں۔ پھر چند ساعت بعد دیکھا
کہ اس عالم کے معاملات کی طرف متوجہ ہیں جیسے کوئی تخت شاہی پر بیٹھا
ہوا امر و نہی اور سزا و جزا کے احکام صادر کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ اور اسی دن
ایک جوان طالب علم نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت اقدس زرد لباس میں
ملبوس تشریف فرما ہیں اور میاں شیخ محمد صاحب اس واقعہ جانکاہ سے
نہایت بے قرار اور مضطرب ہیں یہ دیکھ کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیوں
پریشان ہوتے ہو۔ کیا موت کا گمان کرتے ہو اس کے کون سے آثار ہم میں
ہیں۔ اگر جسم سے روح کا انقطاع سمجھتے ہو تو دیکھو کہ ہم (خود) موجود ہیں اور
بیٹھے ہوئے ہیں اور اگر تمھارا مطلب نقل مکانی ہے تو چونکہ وہاں گرمی
تھی اس لیے ہم وہاں سے منتقل ہو گئے اور بڈھانہ سے چلے آئے ہیں۔ اور
آپ کے سوم کے روز جب کہ انبوہ عظیم و جمع کثیر تھا اور تمام مشائخ عظام

وعلمائے شہر موجود تھے شیخ محمد صاحب نے اس درمیان بحالت بیداری یہ مشاہدہ کیا
کہ عالم اعلیٰ کا ایک جم غفیر صحن مسجد میں جہاں مجلس سیوم منعقد تھی موجود
ہے اور ان کی اتنی کثرت ہے کہ ہجوم کی وجہ سے ان کے بدن کا صرف نصف
اوپری حصہ اور سر دکھائی دے رہے ہیں۔ ان میں بعض بوڑھے ہیں اور بعض
لحیم شحیم جوان۔ بعض ضعیف و نحیف ہیں اور بعض پگڑی باندھے ہوئے ہیں
اور ایک فریق کے سر پر بڑے بڑے بال ہیں اور تہبند باندھے ہوئے ہیں
اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح سر اقدس پر بڑے بڑے
بال اور نیلی تہبند باندھے ہوئے مجلس میں تشریف لائے اور حضرت اقدس
بھی حاضر ہوئے۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ ہم نے اس وقت انتہائی بیقرار
ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت ہم کو کس کے سپرد کیے جاتے ہیں فرمایا کیوں پریشان
ہوتے ہو فلاں (شاہ محمد عاشق) تو موجود ہے اور اپنے اس خاکسار (یعنی
مولف کتاب ہذا) کی طرف اشارہ فرمایا اور میاں اہل اللہ جو حضرت اقدس کے
برادر خورد ہیں وہ بھی موجود ہیں۔ پھر ہم نے کہا کہ آپ ہی ہمارا ہاتھ پکڑ کر
ان کے سپرد کر دیں۔ حضرت اقدس نے پانچوں بھائیوں کے ہاتھ لے کر
اپنے اس خاکسار مولف کے ہاتھ میں دیدیئے۔ پھر فاتحہ سیوم وغیرہ کے
اختتام کے بعد بموجب اشارہ جو کلام کرامت نظام سے سمجھا گیا تھا دستار
سجادہ نشینی (شاہ عبدالعزیز کے سر پر) و نیز دستار خلافت (دیگر) صاحبزادگان
کے سروں پر باندھی اور جلیل القدر کام کی انجام دہی اس بندہ مولف نے

لہ ان صاحبزادوں کی اس وقت عمر کیا تھی اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا نور الحسن
راشد صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۱۷۶ھ میں آپ کی عمر اٹھائیس یا انتیس سال ہوگی۔ تذکرہ و نظر
ماہ شوال و ذی الحجہ ۱۱۷۶ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی عمر سترہ سال کی تھی اور بعض
روایات کی رو سے سترہ سال چھ مہینے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی عمر ۱۴ سال اور
حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی عمر دس سال تھی اور چھوٹے صاحبزادہ شاہ عبدالغنی
الثقافۃ الاسلامیہ کی روایت کے مطابق اس وقت پانچ سال کے تھے اور کلام پاک پڑھا کرتے تھے
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک مکتوب بنام حضرت شاہ [illegible] سے معلوم ہوا کہ آپ نے
(باقی صفحہ [illegible])

کی احساس نعمت عظمیٰ سے اس کمترین کو سعادت کبریٰ کی سرفرازی بخشی۔ [illegible]
علیٰ ذالک حمداً یوافی کرمہ و یکافی نعمۃ
ایک روز حضرت میاں محمد صاحب نے بیان کیا کہ ہم شاہجہان آباد میں تھے
اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت صاحب کا واقعہ (وصال) ہو گیا اس خبر کو سن کر

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) کلام پاک حفظ کیا تھا جس سال شاہ رفیع الدین صاحب فارغ التحصیل ہوئے
اور شاہ عبدالقادر صاحب بھی فارغ تھے [illegible] کے حفظ سے فارغ ہوئے [illegible]
[illegible] تحصیل علوم فارغ شدہ [illegible] حضرت [illegible] علماء و فقراء [illegible] دستار
[illegible] عبدالغنی قرآن [illegible] رمضان گذشتہ در محراب [illegible]
[illegible] تحصیل ہو گئے حضرت کے عرس [illegible] علماء و فقراء [illegible]
دستار [illegible] عبدالغنی حفظ قرآن [illegible] حفظ ختم کر دیا گذشتہ
رمضان میں محراب [illegible] محترم مولانا [illegible]
[illegible] ۱۱۹۶ھ [illegible]
[illegible] حضرات کے چیف [illegible]
[illegible] کے مکتوب گرامی سے [illegible] حضرت کے عرس کی [illegible]
[illegible] تحقیق [illegible]
[illegible] کتب [illegible] موجود [illegible] محترم مولانا
نور الحسن راشد کاندھلوی [illegible] بے باکانہ کام [illegible]
[illegible] ستمبر ۱۹۹۵ء اسلام آباد، پاکستان ص: ۱۴۵ سطر ۸ میں مجلس
عرس نقل [illegible] اگرچہ عرس کے بعد کا لفظ حضرت حذف فرما دیا جس سے یہ ثابت
ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ بھی اپنے اکابرین کے طریقے کے مطابق حضرت اقدسؒ کا عرس
کرنے کے پابند تھے۔ پھر ص ۱۴۶ سطر ۲ میں موصوف نے "مجلس عرس" کا ترجمہ "یادگاری
[illegible]" میں تو انگشت بدنداں رہ گیا۔ کسی لغت میں یہ ترجمہ تلاش سے بھی نہ مل سکا
ہے کسی جدید قلمی لغت میں یا بجدید تحقیق ہو۔ کاش یہ سہواً ہوا ہو نہ قصداً۔

(تقی انور)

مجھ کو انتہائی قلق ہوا اور میں دلی دروازہ (دلی گیٹ) کی طرف روانہ ہوا دیکھا
کہ اس سمت سے حضرت اقدس کا جنازہ آرہا ہے اور ایک جم غفیر آہ و فغاں کرتا
ہمراہ ہے۔ پھر ایک مقام پر اس جنازہ کو غسل دینے کے لیے اتارا اور غسل
دے کر انتہائی پر تکلف کفن پہنایا۔ اسی اثناء میں ایک فرشتہ نے آسمان سے
نازل ہو کر یہ پیام پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو تین ساعت کے لیے تم کو
دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے تاکہ جو کچھ وصیتیں تم کو کرنا ہوں کر لو۔ گویا
حضرت اقدس زندہ ہو کر بیٹھ گئے اور بآواز بلند لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے مجھے اس عالم میں اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کو بری عادتوں سے روکوں
اور بری خصلتوں سے پاک کروں اور اسی طرح بداخلاقی کی برائیاں بیان فرما کر
اور تنبیہ کر رہے ہیں اور گویا کسی کی طرف اپنائیت کی نظر التفات ہی
نہیں فرماتے اور ہم بھی ایک گوشہ میں اس کے منتظر بیٹھے ہیں کہ (اگر) اس
وعظ و نصیحت سے کچھ سکوت فرمائیں تو اپنا حال عرض کریں۔ اسی حالت میں
جاگ پڑا اور اتفاق نہ ہوا۔ پھر اس مشاہدہ کے چند ہی روز بعد شاہجہاں آباد
جانے کا اتفاق ہوا۔ ۱۲ ماہ رجب [illegible]ھ کو مزار پر اسرار کی زیارت کے لیے
آپ کے صاحبزادگان کی معیت میں جن کے ہمراہ ایک کثیر جماعت آنحضرت
کے اصحاب اور مخصوصین کی بھی تھی اور ان میں یہ غلام (مولف کتاب) بھی تھا مقبرہ
میں پہنچی۔ ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا جتنے چھوٹے بڑے تھے سب پر ایک
وجد عظیم طاری ہو گیا اور بار ہا اور گریہ و زاری کا ایسا شور اٹھا کہ کسی نے نہ
دیکھا ہوگا۔ انھیں میں سے ایک[1] جوان صالح کو جو فطرت صافی رکھتا تھا۔

[1] یہ جوان اصلاً مولوی محمد مسقی تھے جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے [illegible]
[illegible] کے بھتیجے تھے جیسا کہ مقامات [illegible] کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔
باقی اگلے صفحہ

ایک عجیب حال پیش آیا کہ پہلے اس کی ناک سے خون بہا اور وہ مضطرب ہوا
بعد ازاں حضرت اقدس کی طرف سے بے اختیار بطور سفارت پیغام وعظ
پہنچانے لگا پھر اس حال میں اتنا زائد مغلوب ہوا گویا وہ خود گم ہو گیا اور سفارت
سے گذر کر حضرت اقدس کے مرتبہ جارحیہ پر فائز ہو گیا اور گویا آپ میں فنا ہو گیا
آپ کے کلمات حقایق و معارف اس کی زبان سے ادا ہونے لگے یہ معلوم ہو رہا
تھا کہ حضرت اقدس خود کلام فرما رہے ہیں) اور مصداق (ان اللہ ینطق علی
لسان عمر) آپ کا نمونہ ہو گیا۔ اور سائلوں کے ویسے ہی جوابات دینے لگا
جیسے حضرت اقدس دیتے تھے (ہو بہو) آپ کے مثل ہو گیا اس وقت جو لوگ
اس سے سوالات کرتے تھے وہ ان کے بعینہ اسی طرح جوابات دیتا تھا جس
طرح حضرت اقدس اپنے زمانہ حیات میں دیا کرتے تھے) اور جو کچھ حضرت شیخ محمد

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) رشح پر فتوح شاہ ولی اللہ صاحب کو تجدید کی ضرورت ہوئی کہ اپنے خلف ارشد
کی کا [illegible] کرے تو اپنے [illegible] کے دن [illegible] سال [illegible] کو مجلس [illegible] میں مولوی محمد مسقی پر جو برادر زادے مولوی
[illegible] شاہ عبدالعزیز صاحب کے تھے ایک حالت شمل پر [illegible] ہوئی اور ان کی زبان
میں شاہ ولی اللہ جوش جاری ہوا۔ اور حرکات و سکنات شاہ ولی اللہ صاحب کے ان سے سرزد
ہونے لگے بعض اشخاص جنوں پر حمل کرنے اور بعض آسیب زدہ جانے۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب
نے اس حال سے آگاہ ہو کر [illegible] کہا کہ اگر فی الواقع شاہ ولی اللہ صاحب ہو تو بعضے مشکلات
[illegible] حل [illegible] حضرت شاہ صاحب پر [illegible] حل کر دو اس وقت ان کو ایسی حالت
[illegible] سے ممکن نہ تھا۔ اور عقدہ ہائے لاینحل ناخن بیان سے حل
شروع ہوئے [illegible] مشکلات کے حل کرنے کے واسطے جو محتاج زبان و بیان کی نہیں حضرت
شاہ ولی اللہ [illegible] مولوی محمد مسقی [illegible] مولوی محمد مسقی [illegible] میں ایسے حقائق و دقائق کی [illegible]
[illegible] مولوی محمد مسقی سے یہ کیفیت [illegible] کے کچھ نہ تھے
(مقامات طریقت اردو [illegible] صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴)

کو مذکورہ بالا خواب کی حالت میں دکھایا گیا تھا وہ اس مشاہدہ کا مصداق ہوا تقریباً چار پانچ ساعت یہی حال رہا جب اس حالت سے اس کو افاقہ ہوا یعنی اپنے ہوش و حواس میں آیا، تو اس سے اس کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا کہ قاری نے جب پنج آیت شروع کی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری پشت سے کوئی چیز آکر ٹکرائی اور قبر شریف کی طرف سے ایک جاذبہ آیا اور مجھ کو اپنی جانب کھینچ لے گیا میں نے دیکھا کہ قبر مبارک شق ہوئی، اور صورت مبارکہ ایک طلسم کی طرح نمودار ہوئی اور اس سے ایک نور مثل آفتاب تاباں و درخشاں میری نگاہوں میں سما گیا اور وہ طلسم صورت ان شعاعوں میں پوشیدہ ہو گئی۔ اور اس وقت آپ کے وجود کا ایسا یقین تھا کہ گویا سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ آنجناب مجھ پر القا فرماتے تھے وہی بے اختیار میری زبان پر جاری ہو رہا تھا بغیر اسے اپنی طرف نسبت دیئے ہوئے (یعنی میرے علم و ارادہ و اختیار کا اس میں مطلق دخل نہ تھا)، اس وقت میں ایسا سمجھ رہا تھا کہ آپ اس کے منتظر ہیں کہ جب یہ تمام امور القا ہو چکیں تو توجہ اٹھائیں۔ جب وہ القا پورا ہو چکا تو وہ نور پوشیدہ ہو گیا پھر مجھے افاقہ ہوا اور میں اپنی اصلی حالت پر واپس آ گیا۔ الحاصل اس وقت بکثرت سوال و جواب درمیان میں لوگ کرتے رہے اور حضرت اقدس اُس جوان کی زبان سے ربیان، افادہ فرماتے رہے اسی دوران کسی شخص نے اس مجمع میں یہ بھی پوچھا کہ کیا اس سے قبل بھی کبھی اس قسم کی باتیں ظاہر ہوئی ہیں جواب دیا کہ نہیں یہ ہمارے ہی لیے مخصوص ہے کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اِنَّ اللّٰہَ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ۔

حضرت اقدس کی بعض تاریخہائے وصال جو مختلف فردوں نے موزوں کی ہیں لکھی جاتی ہیں۔

ایک شخص نے کلام پاک سے نہی النفس عن الھویٰ تاریخ نکالی ہے

از مولوی محمد صدیق اعظم کشمیری

چو قبلہ گاہِ خلائق پناہ محمل راند ۔ ازیں خرابۂ دنیا بہ جنتِ موعود
بہ سالِ رحلتِ آں شاہِ عارفاں بافیض ۔ جنیدِ عصر رفت از جہاں ندا فرمود

ایضاً

قبلۂ سالکان و فخرِ زمن ۔ کعبۂ رہروانِ خیرِ رجال
راسخ العلم و کامل العرفا ۔ کوہِ تمکین و کانِ مجد و جلال
افقہ الخلق در فروع و اصول ۔ اعلم الناس در حرام و حلال
شہ ولی اللہ آں کہ در وصفش ۔ عقل فعّال است ناطقہ لال
یاد فرمود موطنِ اصلی ۔ کرد منزل بہ بارگاہِ وصال
اہلِ جنت بہ سالِ رحلتِ او ۔ از ملائک نمودہ اند سوال
گفت روح الامیں پئے تاریخ ۔ بود ماہِ سمائے فضل و کمال

ایضاً از مولوی محمد دائم بریلوی

شاہ ولی اللہ تاجِ اہلِ فضل ۔ چوں بہ جنت رفت آں فرخندہ خو
از پئے تاریخش تامل ساختم ۔ گفت رضواں شاہِ دار الخلد گو

ایضاً از مولوی حضور اللہ کشمیری بہ تعمیہ

بحرِ عرفاں شہ ولی اللہ ۔ کو ز حق بہرِ خلق رحمت بود
بعد ارشاد و رہنمائی دیں ۔ سوئے خلدِ بریں چو رحلت نمود

بےدل ساک سالِ او گفتا
ہاتفے وارثِ نبوت بود

ایضاً از خواجہ احمد جماز کشمیری

یادگارِ سلف امامِ خلف — کہ بسر بُرد در قیام و سجود
دل و دستش بہ صیقلِ ارشاد — زنگ از آئینہ ہائے خلق زدود
عاقبت نقشِ مرجع الاحرار — شدہ راضی بہ جنتِ موعود
حالِ وصال و سالِ فتحِ اجل — از عزیزاں یکے سوال نمود
من بہ امامِ حق باو گفتم
آں ولی نقشبندِ ثانی بود

ایضاً از حسن خاں کشمیری

شاہِ عرفاء ولی برحق — آں راہ نمائے شارعِ دیں
آں صدر نشینِ بزمِ ارشاد — دل صافِ ضمیر و صدق آئیں
در راہِ سلوک بود دائم — منزل گہِ او مقامِ تمکیں
از منطق و از حدیث و تفسیر — در صدرِ سپہر داشت تزئیں
معلوم نہ کرد عقلِ کلی — اندازۂ علمِ او بہ تخمیں
افسوس ہزار حیف ہیہات — کز گردشِ آسمانِ پرکیں
رفت از دنیا بسوئے عقبیٰ — آں پاک نہاد عاقبت بیں
در بسترِ خاک آرمیدہ — در خشتِ لحد نمودہ بالیں
اے چرخِ ستمگر جفاجوئی — خاکت بسر چہ کردی ایں

زیں واقعۂ کدورت افزا — ہر جا کہ دلیست ہست غمگیں
گر سقفِ فلک فتد عجب نیست — طغیاں کردہ است اشکِ خونیں
آں مجتہدِ زمانہ در خلد — تا گشت انیسِ آلِ یاسین
از بہرِ وصالِ او ز ہاتف — تاریخ طلب نمود تحسیں
ناگاہ ز غیب آمد آواز — او بود امامِ اعظمِ دیں
بادا رحمت بہ روحِ پاکش
آمیں آمین ثم آمیں

ایضاً

دریغا رفت از دنیائے فانی شاہِ اہلِ دل — ولیِ برحق و پیرِ طریقت مرشدِ کامل
کمالِ فضل و دانش منحصر بودہ است در ذاتش — نماندہ در جہاں دیگر نشانِ جوہرِ قابل
ز فوتش می نمود افسوس بر وے زد رقم تحسیں
بہ تحقیق آں ولی اللہ بودہ شاہِ اہلِ دل

ولہٗ ایضاً بہ تعمیہ

قطبِ زمانہ شاہ ولی اللہ آں کہ خلق — از وے علومِ دیں بہ جہاں اکتساب کرد
جائز در اجتہاد چو اصلاحِ خطا نداشت — او کارِ شرع راست بہ حکمِ صواب کرد
پیوستہ داشت میلِ طبیعت سوئے معاد — از عالمِ معاش ازاں اجتناب کرد
چوں روحِ پاکِ او شدہ طائر بہ روحِ قدس — رضواں بہشت را خبرِ فتحِ باب کرد
تا کرد ترک دورِ مہ و روز عمرِ او — از بہرِ ضبطِ سال دلم پیچ و تاب کرد

آگر ز حسنِ تعبیہ چوں گشت پیرِ عقل
سالِ بیحرم و تنبہ حساب کرد لہ

ایضاً از حافظ محمد مقیم

آہ و دیہات دستیاراں ہائے ہائے — کاں شہِ عرفان و گنجِ علمِ دیں
شد نہاں در خاک اندر ماتمش — خاک بر سر کرد چرخِ ہفتمیں
از فراقش عالمے دل چاک کرد — جنگلی بخشست غمگین و حزیں
در مریدان و غلامانش ہمی — شد قیامت قائم اندر صحنِ دیں
ہائے ہائے کربت و وا حسرتا — آمد از ہر سو بہ گوشِ اندر چنیں
شد جہاں زیر و زبر زیں واقعہ — خیرِ عالم شد ز عالم بالیقیں
نیست چارہ از صبر و رضائے دگر — ایں جراحت را بہ علاج ایں چنیں
آنا صبراً جمیلاً ذا دنما — بہ بنا از وصلِ حقانی و الصابرین
سالِ تاریخِ وصالش از خرد — سالت کردم بگو تا چیست ایں
کرد افسوس و بگفت از بہرِ سال
آفتابِ دیں شدہ زیرِ زمیں

مولوی محمد صدیق نے اسی تاریخ کو رباعی میں کتنا اچھا نظم کیا ہے؎

آں راہبرِ شایع عرفاں و یقیں — منزلگہِ خویش ساخت چوں خلدِ بریں
تاریخِ وصالِ او ز ہاتف جستم — فرمود شدہ آفتابِ دیں زیرِ زمیں

لہ ڈو کے بعد کو سنہ بہ محرم و تنبہ سے کم کرنا چاہیے۔

تاریخ دیگر بہ تعمیہ

آں ولی اللہ امیرِ ملکِ دیں — بود ذاتش بحرِ فیضِ سرمدی
سالِ تاریخِ وصالِ او بگفت — ہاتفے از بارگاہِ ایزدی
از سرِ دنیا و دل آں گذشت
آفتابِ شرع و دینِ احمدی

تاریخ دیگر از خواجہ رحمت اللہ ممتاز

آں شاہ ولی کہ در سخن لایق بود — در علمِ کلام حجتش بالحق بود
پیوست بہ رحمتِ حق شد تاریخ — در علمِ حدیث ایں ولی فائق بود۔

منشی محمد فاروق کشمیری نے آنجناب کے مرثیہ میں اپنے دردآمیز اور سوز انگیز نالے نظم کیے ہیں وہ بھی تحریر کیے جاتے ہیں ؎

روزے کہ ایں خبر ز قضا بر زباں فتاد — سخت آتشے بہ جانِ منِ ناتواں فتاد
در چشمِ روزگار قیامت پدید شد — بر فرقِ اہلِ درد مگر آسماں فتاد
چوں شمع بسکہ شعلۂ آہم بلند شد — خشتِ شرر بہ جزرِ چرخ دیاں فتاد
قطراتِ غم ز دیدہ کرد بیاں چکید — چوں گوہرِ یتیم بہ دامنِ جہاں فتاد
ایں تند بادِ غم کہ فرو ریخت ترک و تاز — یا رب چہ شعلہ بود کہ در باغِ جاں فتاد
یعنائے دل شکستہ و کوہِ الم بہ سر — ایں بارِ غم کرا چو من اندر جہاں فتاد
یعنی کہ خاکِ پائے شہِ دیں پناہِ من
جنت فرو گذشت ازیں خاکدانِ کہن
کشتی شکست بحرِ طوفاں مصیبتاہ — بر خاک ریخت آبِ عزیزاں مصیبتاہ

ایں صدر زخم خوردہ دریں دشت ناپدید   آوارہ گشت کوہ و بیاباں مصیبتا
ایں برق خانہ سوز متاع شکیب ما   برباد داد آتش سوزاں مصیبتا
آں غمگسار دیں ز ہمیں خانہ خراب   بیروں زدہ است خیمہ رفیقاں مصیبتا
آں سرو خوش خرام ازیں بوستان خشک   سوئے جناں دواں شدہ یاراں مصیبتا
دارم بہ چنگ دشنہ قانون زہر زباں   زیاد آہ و نالہ و افغاں مصیبتا

واحسرتا کہ آں سرو دیں شد بہ زیر خاک
یاراں زنید جامہ صبر و شکیب چاک

آہ آں زماں کہ مہر رخش در نقاب شد   دلہائے غمکشاں ز مصیبت کباب شد
یارب مصیبتے عجب آمد روزے بہ ما   کز صدمہ اش بنائے طاقت خراب شد
زیں داغ تازہ آبلہ دل کہ بستہ بود   دریا شکست و بر رخ پاکش حباب شد
زیں اشک لالہ گوں کہ بہ صحرا گماشتم   ماہی بہ خوں طپیدہ و دریا سراب شد
در خلق نشست ماتم ایں چرخ نیلگوں   در ماتمش دو چشم مسیحا پر آب شد
احباب را ز گریہ ندانم چہ رفتہ داد   از آہ و نالہ ام کہ دل سنگ آب شد

ایں آہ دردناک بہ گردوں رسیدہ است
سیلاب خوں ز دیدہ بہ جیحوں رسیدہ است

آہ آں زماں کہ بر سر کویت گذر کنم   بر خانقاہ و مسجد پاکت نظر کنم
چوں ابر نوبہار بہ چشم گہر فشاں   بر خاک آستانہ تو دیدہ تر کنم
خالی ز جائے خاص تو چشمم ز خوں زدم   چاکے ز غم بہ سینہ و خاکے بہ سر کنم
از خون دل بہ لوح مزارت رقم کنم   واز آب دیدہ فرش ترا پر گہر کنم
چوں عندلیب ہر نفس از آہ آتشیں   روئے مزار تازہ بہ خون جگر کنم
دہ زیر مقدرت بخشیم خدا قدوم   ایں قصہ دراز مگر مختصر کنم

کاش ایں جہاں نیامدے اندر جہاں دریغ
برباد دادے سر و سامان جاں دریغ

یاد آں زمانہ کہ ز بوئے تو نوبہار   می داد مخلصانِ ترا نافہ تتار
آں مدرسہ کہ خاک تو از فیض فیض خاص   بودہ است خاک دیدہ ارباب افتخار
بر خاک غم نشستہ داز موج بوریا   مردم کشید خنجر کیں بر دل فگار
محراب مسجد از خم ابروئے تو خمید   باز است چشم حلقہ در او در انتظار
از فیض درس و لطف اشارات خاص تو   ساغر گرفت شاہد مقصود در کنار
عالی ز فیض صحبت تو فطرت بلند   روشن ز خاک درگہ تو چشم اعتبار

باز انچہ خاک پائے ترا توتیا کنم
نبشانمت بہ منت و در دیدہ جا کنم

از گریہ بے تو دانہ رہد چشم تر ہنوز   باشد بہ رہ گذار تو مشت خبر ہنوز
آشفتہ زلف سنبل و افروخت روئے گل   واں سرو خوش خرام نیامد بہ بر ہنوز
نرگس شگفتہ دیدہ بادام شد سفید   زاں چشم پر خمار نیامد خبر ہنوز
آراست زہرہ انجمن انجم آسماں   آں ماہ دلفروز نہ شد جلوہ گر ہنوز
مشتاق شوق خوں ز دل خویش می خورند   در کوئے فرقتش نہ کردی گذر ہنوز
گلہا شگفت و سبزہ دمید و صبا وزید   شاید نسیم صبح نہ کردش خبر ہنوز

سرو و سمن بہ دیدہ پر نم نشستہ اند
در باغ انتظار چو شبنم نشستہ اند

اے شان عالم از تو رفیع المکاں بیا   جائے تو در بہشت بریں جاوداں بیا
در انتظار چشم امیدم سفید شد   چوں نور دیدہ در نظرم ناگہاں بیا
قرباں چشم مست تو جان و دل و قرار   گرد سر تو طاقت و تاب و تواں بیا

ساغر کشانِ درد محبت در انتظار | بر رنگِ بے خودی زدہ مینائے جاں بیا
اصحابِ درد جاں بہ لب انداز برائے تو | اے عیسیٰ زمانہ و قطبِ زماں بیا
از مطلع امید چو خورشید خاوری | بر خاکیانِ غم زدہ پرتو فشاں بیا

چشمانِ غمکشاں ہمہ جا خوں گریستند
از ہجر آں کہ بے تو چہ او دیر زیستند

نشئ خوش گریہ ات از بجرہ کاں گذشت | آہ جگر شگافِ تو بر آسماں گذشت
ایں داغِ سینہ سوز کہ بر دل ترا رسید | تنہا نہ بر تو بر ہمہ اہلِ جہاں گذشت
اے تیرگی بہاں کہ بہ دل جا گرفتہ است | بیروں چو نالہ از قفسِ استخواں گذشت
ایں ماتمِ غریب کہ رو دادہ از قضا | نشنیدہ کہ بر ہمہ دوستاں گذشت
سیلابِ موج خیز سرشکم بہر طرف | در رنگ رخنہ کرد چو آبِ رواں گذشت
قمری صفت زنالہ نیا سودہ ام دمے | آہ آں زماں کہ سرو تو زیں بوستاں گذشت

ایں چرخِ نابکار جہاں بے مروت است
ہر صبح دم کہ خندہ زند برق آفت است

افادہ:۔ مزامیر کے حلال جاننے والوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا
کہ تم مزامیر کی آوازوں سے محظوظ ہوتے ہو یا نہیں۔ اس کے اس سوال کا یہ
مطلب سمجھ میں آیا کہ اگر تم ان نغمات کے حسن (خوبیوں) سے واقف ہوتے تو
ان کے اس سماع سے نہ انکار کرتے اور نہ احتراز۔ میں نے کہا تم نے جو اس
سلسلہ میں بات کہی ذرا غور سے سنو اور سمجھو اگر سمجھ سکتے ہو۔ !
اس کی خوبیاں میں سمجھتا ہوں اور اس سے بہت زائد لذت حاصل کرتا ہوں
لیکن اگر چند ہی روز اس کی پابندی کروں تو اس کا خوف ہے کہ کہیں اس میں
گم نہ ہو جاؤں (اور کسی دوسرے کام کا نہ رہوں) اور تمام اشغال سے باز رہوں

دو چیزیں اس سے مانع ہیں ایک شرعی دوسری طبعی۔ مانع شرعی یہ ہے کہ ہر چند
اپنی صفات میں عموم و اطلاق رکھتا ہوں اور کریم مطلق نے اپنے کرم بے علت
سے شرع کا لباس مجھے پہنایا ہے موافق شرع باتوں سے ایک ایسی لذت و
الفت عطا فرمائی ہے اور خلاف شرع باتوں سے میرے دل میں نفرت ذاتی
ہے۔ وہ الفت و نفرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میں انھیں قسم کی
چیزوں میں مشغول ہوں۔ اور مانع طبعی یہ ہے کہ میری شرافت نفس اس کی اجازت
نہیں دیتی کہ میں اور عادت دیے ہوئے جلسوں میں بیٹھوں یا امردوں اور نامحرم
عورتوں سے کچھ سنوں یا کسی غیر شریف عورت کو اپنے عقد نکاح میں لاؤں۔
شرافت نفس سے مطلب اعراض ہے جو اصل فطرت کے مطابق میرے اوضاع
حسنہ کو اس قسم کی حرکات (چیزوں) سے روکنے والا ہے۔ اور اگر اپنی عقل و فہم
کو درست کرو تو ایک دوسرا نکتہ اس سے بھی زائد دقیق بیان کرتا ہوں جس طرح
میرا نفس شرافت رکھتا ہے اسی طرح میری جانِ جاں بھی جو میری جان کا خلاصہ
ہے شرافت رکھتی ہے اور اس کی شرافت یہ ہے کہ وہ طبعی طور پر اس سے مانع ہوتی
ہے اس وجہ سے کہ میری جان جان میں تجلی اعظم کے علاوہ (دوسرے) نقوش
منطبع ہوں۔ بلکہ میری جان جاں فطرتاً اسی لیے پیدا ہوئی ہے کہ اس میں صرف
تجلی اعظم کا ہی نقش منطبع ہو جس طرح انگوٹھی کے نقوش کا موم میں ثبت ہونا۔
اور تجلی اعظم کے نقش کے علاوہ ہر نقش کے انطباع سے میری جانِ جاں انکار
کرتی ہے اور موافق چیزوں سے الفت اور مخالف چیزوں سے نفرت رکھتی ہے
اور یہ وہ سر ہے جو مجھے سید البشر و شفیع یوم المحشر علیہ الصلوات والتسلیمات سے
وراثۃً ملا ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم الا ان اللہ تعالیٰ اتخذنی خلیلاً

وما ینبغی لمن اتخذہ اللہ خلیلاً ان یتخذ غیر اللہ خلیلا اور کما قال
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آگاہ ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل
بنایا اور جسے اللہ نے خلیل بنایا اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ کو
خلیل (دوست) بنائے۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض نفوس ایسے ہیں جن میں بسبب ان کی
جامعیت کے ایک استعداد رکھی جاتی ہے اور وہ اس استعداد کی وجہ سے وہ اعمال
خیر جن کو تمام عالم والے عمل میں لائے اور لا رہے ہیں بغیر اپنے سے صادر ہوئے
بارگاہِ الٰہی میں تقرب حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کو
ہر اس عمل خیر کے ساتھ جو اہل عالم میں سے کسی سے صادر ہو ایک استحسان و داعیہ
پہنچتا ہے۔ پھر ابتداءً اس کو اس عمل کی صورت دکھلائی جاتی ہے بعد ازاں اس
شخص عامل کے نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بحیثیت اس عمل کے ہوتا ہے
اور یہ نفس کامل عمل مذکور کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بغیر
عمل کئے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ گو کہ یہ حال مستقل نہیں رہتا
لیکن ایک ساعت کے لیے حصول ضرور ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے اس قول
فبھداھم اقتدہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "اخوف ما
اخاف علی امتی الشھوۃ الخفیۃ۔ یعنی جو چیز سب سے زائد مجھے ڈراتی
ہے وہ میری امت کی شہوتِ خفیہ ہے۔ بعض راویانِ حدیث نے اس کی مثال
یہ دی ہے کہ ایک شخص اس نیت پر صبح کرتا ہے کہ وہ روزہ رکھے گا۔ پھر جب
اس کو لذیذ کھانا مل جاتا ہے تو اس کھانے کے شوق میں وہ روزہ توڑ ڈالتا
ہے۔ (یہ تو راویانِ حدیث کا قول ہے) اور فقیر کی سمجھ میں جو آتا ہے وہ یہ ہے کہ

لے یعنی عمل عالم والے کرتے ہیں اور فوائد خود بخود ان پہنچتے رہتے ہیں۔

یہ حدیث علم لطائفِ نفس کی باریکیوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ پس
امراضِ نفس میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کا مزاج طبیعی جس سے مراد
عقل کا قلب پر اور قلب کا نفس پر غلبہ ہے وہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔
اور نفس قلب پر اور قلب عقل پر یورش کر کے اسے بیکار (مغلوب) کر دیتے ہیں۔
اور ایک مرض جو اس سے بھی سخت ہے اور اس کا علاج اس سے بھی زائد
سخت ہے وہ یہ ہے کہ نفس بہیمیہ اپنی مخالفت و مضادت کو عقل
و قلب پر ظاہر نہ کرے بلکہ اپنی شہوت کو ضبط کر کے نیست و نابود کر دے
پھر عقل میں وسوسہ ڈال کر رفتہ رفتہ اسے اپنا ہم مذہب بنانے (اس وقت
عمل کرنے کی طرف مزاج متوجہ نہیں ہوتا بلکہ خواطر کی طرف متوجہ رہتا ہے۔
اور وہ بھی نفس کی موافقت میں اور اس کو عقل صریح جانتا ہے اس وقت
جہلِ مرکب پیش آتا ہے اور فطرتِ سلیمہ فنا ہو جاتی ہے اور اسی طرح
اگر نفس قلب میں وسوسہ ڈالے اور جوہرِ قلب کے درمیان ایک خطرہ وہ
(قلب یہ محسوس کرتا ہے) متحس ہو تو گویا یہ اس کی فطرت کا مقتضا ہے اور
اس کی صلب سے نکلا ہے۔ اس صورت میں اس کا علاج مشکل ہوا
اور حق و باطل میں اشتباہ ہو گیا۔ (شبہ پیدا ہو گیا)۔ یہی ہے وہ شہوتِ خفیہ
جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

خواجہ محمد امین اپنے مسموعات میں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے
حضرت اقدس کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو
دعا اور طلبِ فرزند کی التجا کے وقت جو لے انا نبشرک بغلام اسمہ
یحییٰ کی وحی ہوئی تھی پھر اس کے بعد اس کا کیا موقع تھا جو انھوں نے

لے ہم تم کو خوش خبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔

ہ رب انی یکون لی غلام الخ کا سوال کیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملائکہ نے ظاہر ہو کر فرزند کی بشارت دی تو اس پر انھوں نے فرمایا [۲] ابشرتمونی علی ان مسنی الکبر۔ حضرتِ اقدس نے فرمایا جو علم مبداء فیاض سے مترشح ہوتا ہے اس کا پہلا عبور لطائف کا منہ پر ہے شکل بسر اور روح کے اور اس حالت میں استغراق کے وقت ہرچند ان علوم کی حقانیت میں شبہ نہیں رہتا لیکن اس کیفیت سے افاقہ ہونے کے بعد حال مشتبہ ہوتا ہے تاوقتیکہ قلب پر اس کی ریزش ہو۔ پھر جب قلب اس سے بہرہ مند ہو گیا تو یقین کلی حاصل ہو گیا۔ اور شبہ زائل ہو گیا۔ اس لئے کہ اطمینان کے معنی یہ ہیں کہ لطائف بارزہ ان واردات سے پُر ہو کر اسی کے ہم رنگ ہو جائیں اور ولکن لیطمئن قلبی [۳] سے یہی مراد ہے۔

نیز خواجہ مذکور بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ اقدس نے ذکرِ نفی و اثبات کی تعلیم کے موقعہ پر اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا کہ حقیقتِ واحدہ (جو مسمّیٰ باللہ اور مدبر السمٰوات والارض اور خالقِ مخلوقات و رزاقِ مرزوقات ہے) کی جانب توجہ راست رکھنا چاہیئے۔

نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "ہمارے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ سالک نے جب اپنے مبداء کی طرف توجہ درست کر لی اور اس کو فاطر السمٰوات والارض کی صفت کے ساتھ پہچان لیا تو اس سالک کا سر آگاہ ہو گیا۔ اور پہلی صورت جو اس پر منکشف ہوتی ہے وہ عرشِ تکوینی کی صورت ہے جو عرشِ اعظم کی صورتِ مثالی ہے (اس وقت)

---

[۱] اے میرے پروردگار میرے یہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے [۲] کیا تم مجھکو ایسے وقت اس بات کی بشارت دے رہے ہو جبکہ میں بڑھاپے کی منزل پر پہنچ چکا ہوں [۳] تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

وہ اپنی طبیعت سے آگاہ ہوتا ہے اور اس کے الوان و انوار کو زہرہ و بیاض سے تشبیہ دیتا ہے حالانکہ عرشِ تکوینی مجردات سے ہے اور الوان و انوار کی نسبت خصوصیات سے مخصوص ہے لیکن وہ صفت جس کو اس کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں وہ اس کے علاوہ نہیں ہے کہ نورِ سفید کو نورِ زہرہ کے مثل بیان کرے۔

نیز خواجہ مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے نسبتِ اویسیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ارواح سے اخذِ فیض دشوار ہے اور ہر شخص کے بس کی بات نہیں اور زندوں سے استفادہ کرنے کے مقابلہ میں مُردوں سے ہر شخص استفادہ نہیں کر سکتا۔ جو چیز اس شخص کے (جزو دوم) کے موافق ہوتی ہے اسی ایک چیز کی موافقت و مناسبت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اس جگہ نہ کلام و تکلم ہے اور نہ تعلیم و تعلم۔ اگرچہ افراد میں سے بعض ایسے ہیں جو شے کی مناسبت سے ارواح سے مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن شاذ و نادر۔

نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے درود شریف کے فضائل بیان کرتے وقت یہ بھی فرمایا کہ اس کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہے گا۔ اور کوئی آفت اُسے نہ گھیرے گی۔

افادہ:۔ تجلی صوری کی حقیقت شیخ کے ساتھ خزانۂ خیال میں صورتوں اور لباسوں کے ساتھ یادداشت بجود ہے کیونکہ حکمت الٰہیہ نے بحسب نشاء مثال اس کی تخصیص فرمائی ہے اور شیخ کے ساتھ تجلی معنوی کی حقیقت خزانۂ وہم میں معنوی و وہمی صورتوں اور لباسوں کے ساتھ

یادداشت مجرد ہے اور حکمتِ الٰہیہ نے اس کی تخصیص کی ہے اور ان
دونوں صورتوں میں عارف کا نفسِ مجرد حقیقتِ مجردہ فعالہ کے ساتھ آشنا
ہوجاتا ہے اور اس سے ایک علیحدہ رنگ اس میں منطبع ہوتا ہے جس طرح
انگوٹھی کے نقش و نگار موم میں اُبھر آتے ہیں اور اس مرد کے قوائے علیہ
وعلیہ اس کی اتباع کرتے ہیں اور لطیفۂ روح میں ایک انس و انجذاب
پیدا ہوتا ہے اور لطیفہ سر اس حقیقتِ مجردہ کے ساتھ ان لباسوں اور
پردوں کے بیچ میں دیدہ ور ہوجاتا ہے اور ایک عجیب اتصال اور عجیب
حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم تجسس (کھوج) کریں تو تجلی پر تخصیص کا سبب
ان صُوَرِ خیالیہ و وہمیہ کے ساتھ جو اس کا لباس ہوگیا ہے تین چیزیں ہوں گی
ایک تو رقومِ مستجنہ۔ دوسرے اس عارف کی استعدادِ فطری جس کا
اقتضا یہ ہے کہ خاص صورت دکھائے بلکہ اس خاص صورت میں تخصیص رکھتا
ہے جیسے اپنی ودی کو علیحدہ کرنا۔ تیسرے قوائے افلاک جو عالم پر اثرانداز
ہوتے ہیں وہ ان دونوں خصوصیتوں کو مخلوط کر دیتے ہیں جیسے صنف کا
تعین افرادِ نوع میں جن خواص سے وہ صنف قائم ہے۔ اور اگر ہر ایک
کی ایک مخصوص مثال ہم قائم کریں تو یہ کہیں گے کہ آئینہ دیکھنے والا جب
آئینہ دیکھے تو اس میں تین قسم کی خصوصیات جمع ہوں گی۔ اوّل یہ کہ دیکھنے
والے انسان کی صورت گھوڑے اور گائے کی صورت نہیں ہوگی بلکہ وہ
عمرو و بکر کی صورت سے ممتاز ہوگی۔ نیز ذاتِ آئینہ کو اس کے سامنے
دیکھیں گے دوم یہ کہ آئینہ محدب[2] صورتِ محدبہ ظاہر کرتا ہے اور آئینہ مقعرہ[3] صورتِ مقعرہ

---

[1] یعنی صُوَرِ خیالیہ و وہمیہ کو باوجود کثرت کے وحدت کے نور سے دیکھنا۔ متقی نور
[2] اوپر کا ابھرا حصہ۔ [3] نیچے کا گہرا حصہ۔

تیسرے یہ کہ آئینہ کی صفائی و سمائی بھی صورت کے ظہور میں ایک تاثر
رکھتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ جب کوئی شخص سُرخ عینک اپنی آنکھوں پر
لگائے تو جس چیز پر بھی نظر کرے گا وہ سُرخ دکھائی دے گی اور اگر سبز
رنگ کی عینک ہوگی تو سبز رنگ نظر آئے گا۔ اور اگر کسی گنبد پر مختلف
رنگوں کے شیشے نصب کیے جائیں تو جس وقت سورج ان کے سامنے
آئے گا تو اس کی مخلوط شعاع انھیں رنگوں سے گھر کر (گنبد کے) اندر نظر
آئے گی۔ الحاصل ہر تجلی صُوری و معنوی کا ایک مقام ہے اور یہ صورت
خاص اسی سے نکلی ہے محقق عارف کو اسی مقام سے کام ہے نہ اس
صورت کائنہ فاسدہ سے۔ جو ایک وقت تو جوش زن ہوتی ہے اور
دوسرے وقت ساکن۔ اور محقق عارف کے نزدیک جب تجلی صوری
جوش مارتی ہے اور پھر ساکن ہوجاتی ہے تو اس کا مقام منکشف
ہوجاتا ہے اور نیز تجلی معنوی بھی جو اس کی ہم عنان اور دوش بدوش
ہے معلوم ہوجاتی ہے۔ اور جب تجلی معنوی جوش مارتی ہے اور ساکن
ہوجاتی ہے تو اس کا منشا (مقام) منکشف ہوجاتا ہے۔ اور
تجلی صوری بھی جو اس کی دوش بدوش ہے معین ہوجاتی ہے۔

- - - - - - - - - - - - -

دوسری قسم ارشادات کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ حضرتِ اقدس کے کلماتِ قدسیہ جو اسرار و رموز یعنی حقائقِ لاہوتیہ وجبروتیہ اور معارفِ لطائفِ انسانیہ اور احکاماتِ شرعیہ کے بیان میں واقع ہیں ان میں بیشتر اس سے بلند ہیں کہ اہلِ ذوق و وجدان کی ذہن کی رسائی اس کے دامن تک ہو سکے اس کتاب میں ان کے تحریر کرنے سے جس کی بنیاد عوام وخواص کا افادہ ہے کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر کوئی صاحبِ استعداد ان حقائق ومعارف پر مطلع ہونے کا شائق ہے تو اس کو چاہیے کہ آپ کی تصانیف تفہیماتِ الٰہیہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ خیرِ کثیر۔ لمعات۔ ہمعات۔ الطاف اقدس اور فیوض الحرمین وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ لیکن بعض الفاظ نفیسہ اسرار و رموز کے سلسلے میں اور مبدا سلوک اور وسط وانتہا (مبتدی۔ متوسط۔ منتہی) کے آداب کے بارے میں جناب ولایت مآب کے مستفیضین کے ارشادات میں تحریراً یا تقریراً صادر ہوئے ان کی تحریر سے خواہ وہ روایت لفظی ہو یا نقلی اس رسالہ کو مزین کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ھو الولی الموفق۔

افادہ:۔ بُعدِ صوری (ظاہری دوری) مرشد اور مسترشد (رشد و ہدایت حاصل کرنے والے) کے مابین اگرچہ افاضہ (فیض دینے) میں مرشد کے لئے کوئی مُضر (مانع) نہیں ہے لیکن استفاضہ (فیض حاصل کرنے والے کے لئے) ہر دو مُخل (حائل) ہوتا ہے اس لئے کہ افاضہ بُعد کی صورت میں

بوجہ کلی صادر ہوتا ہے اور اس کے اہل کے لئے نفع بخش صورت یہ ہے کہ زیارت کے طریقہ پر ہو اس کے باوجود اگر دوری کی صورت میں کسی فیض دینے والے سے استفاضہ (فیض حاصل کرنا) چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت، دلی فراغت کے اوقات میں سے اور خواہشات میں اعتدال کے ساتھ مقرر کرے اور ایک جگہ جو شور وشغب سے خالی ہو وہاں باوضو اور یکسو ہو کر جس قدر ممکن ہو نماز پڑھے پھر اسی جگہ بیٹھ کر اس کی صورت پر جس سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے اپنی ہمت کو دفع خطرات کے ساتھ بعد متوجہ کرے اور اس (مرشد کی) صورت میں اپنے کو اس حد تک محو کر دے کہ وہ صورت، اس کے خیال و تصور میں قائم ہو جائے اور اس کی اس طرح مداومت (پابندی) کرے کہ مستفیض اور مفیض کے علاوہ تمام احوال وخیالات وخطرات یک قلم فنا ہو جائیں اور یہ حالت پہلے روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز ہی سے حاصل ہونے لگتی ہے اور اس دوران ایک قسم کا غنود۔ اور جسم میں سستی پیدا ہوتی ہے اور ویسی ہی حالت ہو جاتی ہے جیسی نیند کی حالت ہوتی ہے۔ جس وقت یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ اس کو ایک مناسبت اس روحانیت سے فیض کے ساتھ پیدا ہو گئی اور اس کا لوحِ قلب صاف ہو گیا۔ پھر اس (مرشد کی) صورت سے التجا اور استفاضہ کے بعد اس ملاحظہ کو روک کر (شغلِ برزخ سے فارغ ہو کر) ذکر کو لازم کرے خواہ وہ ذکر اسم ذات ہو یا نفی واثبات۔ لیکن ضربات قویہ (ذکرِ جہر) اور دمبی کے ساتھ اگرچہ حبسِ دم نہ ہو۔ اور ؎ ان اللہ محبوبہ وان لا محبوب سواہ پر اس حد تک غور (ملاحظہ) کرے کہ

؎ اللہ اس کا محبوب ہے اور اس کے سوا کوئی محبوب نہیں۔

اس اسما سارے بدن اور رگ میں سرایت کر جائے (من نیہا است باز
سر تا قدم) اور نفس اس عاشق کی طرح مضطرب ہو جائے جو محبوب کی ملاقات کیلئے
آئے اور اس سے ملاقات نہ ہو سکے اس وقت اس کو خفقان قلب اور اضطراب
نفس کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اور اس ذکر و شغل میں یہی کیفیت مطلوب ہے
جب یہ چیز حاصل ہو گئی تو ذکر کو ترک کر کے اس ذوق و شوق کی کیفیت پر
غور کرے جو ذکر کا حاصل ہے لیکن بے تاب [illegible] کے لئے یہ ممکن نہیں ہے
کہ عشق کے شوق و اضطراب میں اختیار برتے یا بھوک سے بے تاب شخص
مختصر غذا کھانے پر اکتفا کرے۔ حالانکہ اس کے پاس دوسری اشیائے خورد
بھی ہوں۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو پھر روزانہ دو ایک ساعت
متوجہ ہو کر (مشغول کرے) پہلے فیض دینے والے (مرشد) کی صورت پر غور
کرے، پھر اسکے بعد ذکر کی طرف۔ پھر کیفیت معہودہ (مذکورہ) کے اختصار پر
اور بقیہ اوقات ذکر و ذوق و شوق سے غافل نہ رہے اور کثرت کلام
(زائد گفتگو) سے محترز رہے ؎ تا در نہ زنی بہ آنچہ داری آتش ۔ ہرگز نہ
شود حقیقت وقت تو خوش۔

افادہ:- جاننا چاہیئے کہ تمام آدمی فطرتاً یکساں نہیں ہیں ان میں سے بعض
فطری طور پر حجاب وہم میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس طبقہ کا علاج یہ ہے
کہ ان کے حق میں توجہ الی اللہ کو مخلوط بہ وہم کر دینا چاہیئے۔ مثلاً مرشد ایسے
سے کہے اپنے قلب کو خالص چاندی کا ایک طبق فرض کر جس پر گل صنوبری بنا
ہوا ہے۔ اور اس پر لفظ اللہ مذہب بخط جلی لکھا ہوا ہے۔ اور اس صورت کو
کو دل میں جما کر قائم کرنے کی کوشش کرے۔ اور بعید نہیں ہے اگر اس شغل

ؔ اس کیفیت سے مراج [illegible] کی طرف بھی اشارہ ہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو کہ
[illegible] محمد توقف کیجئے کہ آپ کا پروردگار نماز پڑھ رہا ہے آپ نے جواب فرمایا [illegible]
[illegible] جب تک اس میں آگ نہ لگاؤ گے ہرگز وقت کی حقیقت تم پر اچھی طرح ظاہر نہ ہوگی۔

کی بسم اللہ ابتداء کراتے وقت مرشد توجہ کرے اور اسکی قوت توجہ سے نکل کر
کرے یا مثلاً یہ کہے کہ لا کے لفظ کو ناف سے نکال اور وہ ایک نور ہے
خالص چاندی کی شکل کا۔ اور اس کو ام الدماغ تک کھینچ اور [illegible] پر ضرب مار۔
اور پھر اسکو ناف تک پہنچا یعنی الا اللہ کی یاد کو۔ اور یہ سمجھے کہ چاندی
کے اس دائرہ میں تیری پشت، دل اور سینہ گھرا ہوا ہے اور اس دائرہ سے
تیرے قلب و سینہ پر ایک شعاع ریزش کر رہی ہے۔ اور کمال شغل یہ ہے کہ
مرکز اور دائرہ محیط ایک دائرہ ہو جائے سورج یا چاند کی شکل پر یا مثلاً مرشد
کہے کہ جب تو میرے سامنے بیٹھے تو میری آنکھوں سے ایک نور سفید
نکل کر زمین پر پھیل جائے گا اور تجھ کو معلوم بھی نہ ہوگا تو اس نور کی طرف متوجہ ہو
اور اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ اور عقلمند کے لئے ایک اشارہ ہی کافی ہے۔

افادہ:- اکثر اشخاص جنھیں راہ خدا کا شوق ہے ان کی استعداد اس
قابل نہیں کہ ان کو تصور مجرد یا دوام محبت یا طمانیت قلبی کی کیفیت کیلئے
مکلف (مجبور و مامور) کیا جائے۔ وہ صرف ذکر کو ہی صبح و شام اپنا مطمح نظر
بنا لیتے ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ان کے حق میں آخر الامر ذکر کی مقدار مقرر
کرنا چاہیئے۔ مثلاً ان سے یہ بتائیں کہ رات و دن میں چار ہزار بار تسبیح پڑھیں
دو تین ماہ اسی تعداد پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ جب ان کا دل اس ذکر سے
مانوس ہو جائے تو [illegible] محبوب اور ہیبت شوقیہ کو اپنے لئے مشروط کر
لیں۔ جب یہ چیز بھی قائم ہو جائے تب ذکر خفی [illegible] میں نے بعد ازاں اس
بات پر غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ اکثر سالکوں کو اضطراب اس لئے پیش آتا ہے کہ

؎ میرے خاندان (خانوادہ) کا طریقہ [illegible] بھی شغل برزخ، تصور قلب صنوبری اور نفی و اثبات کے اسی طریقہ کا
حلقہ قلندریہ کے ساتھ معمول ہے جو حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر کی خانقاہ نے حضرت شاہ قدس
کے مرشد حضرت شاہ ابو سعید بریلوی سے اخذ فرمایا تھا۔ تقی انور

اگرچہ وہ مجرد اور شوقِ توحید کے معنی سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہیں لیکن طبیعت موزوں
کے حسب حال سفلیات کی کشاکش میں پڑکر اس کو قبول نہیں کرتے اور اسی
وجہ سے ان کے حال میں گرہیں پڑجاتی ہیں اور مختلف قسم کے شکوک پیدا
ہوجاتے ہیں۔ غرض کہ یہ سمجھ میں آیا کہ لوہاروں اور بادشاہوں کو یکساں نہیں
سمجھنا چاہیئے۔

افادہ:— سینہ سے بجہد تمام نکال کر اور توجہ کے ساتھ بے حرف و صوت
امر مجرد کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ غلبات جمعیت
اور قلب کے یکسو ہونے میں نفی[1] و اثبات کے ساتھ بلکہ صرف اثبات کیساتھ
مشغول ہونا چاہیئے جب یہ بات نصب العین ہوجائے تو سانس کو زیرِ ناف
مقید رکھکر اس نصب العین کی اس وقت تک محافظت کرنا چاہیئے جبتک
طبیعت ساتھ دے اور جب کسی قسم کی گرفتگی (قبض) محسوس ہو تو اس کو
ترک کرکے اثباتِ مجرد کی طرف رغبت کرنا چاہیئے جب نصب العین ہوجائے
تو دوبارہ سانس کو زیرِ ناف مقید کرکے اس کی محافظت کرنا چاہیئے۔

افادہ:— امر منزہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور یہ جان لینا چاہیئے
کہ علم حضوری جس سے مراد شعور محض ہے امر منزہ مجرد تک نہیں پہنچتا جبتک
علم الکلام اسکو محیط نہ ہوجائے۔ جب ہم علم العلم تک پہنچتے ہیں تو اس سے
اعراض کرتے ہیں یا معمول و موضوع کرکے ایک حکم اس شئے کے ساتھ شامل
کردیتے ہیں کہ جب ہم اس سے روگرداں ہوں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ حضوری
بحث کے علم کو جدا کرنا چاہیئے اور دل کو نفوس کونیہ سے اس طرح آزاد کردینا
چاہیئے کہ علم حصولی اس سے اٹھ جائے۔ اس طریقہ سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ
انا کیا ہے اور اس کی شناخت کرنا چاہیئے کہ یہ انا کہاں تک پہنچاتی ہے۔

---

[1] نفی لا الٰہ۔ اثبات۔ الا اللہ۔ اثبات مجرد ھو۔ نفی اور

اور اس کی اصل کیا ہے۔ اس امر کے احکام کے بعد علم حصولی کو بھی حضرتِ حق
کی طرف مصروف کرنا چاہیئے۔ ہم کو اس بات میں شک نہیں کہ ایسے وقت
میں علم حصولی منزہ قابل حصول ہوگا۔ اور جب علم العلم کے ساتھ مجرد کی طرف
توجہ کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ علم العلم کو چھوڑ دینا چاہیئے اور علم صرف
کو اختیار کرنا چاہیئے اور یقین کے ساتھ یہ جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ
کے تجرد کے متعدد درجات ہیں۔ سب سے ادنیٰ درجہ جو ہے وہ زمان
و مکان سے اس کا تجرد ہے اور محض اس تجرد کی بدولت اس کے بارہ میں
ھو اللہ کہہ سکتے ہیں حاصل یہ کہ اس کی کوشش کرے کہ مدرکہ کو تلفظ
و احساس اور تمثیل و توہم کے قیود سے آزاد کردے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
صورت کا ظہور (حصول) ہوگا اور دل برداشتہ نہ ہونا چاہیئے اور نہ ناامید
ہونا چاہیئے۔

افادہ:— اکثر و بیشتر اوقات بزعم زاعم حضور مجرد حاصل ہوجاتا ہے
حالانکہ وہ واقعی حضور مجرد نہیں ہوتا۔ اس کے لئے[1] [illegible] آئینہ مقرر کیا ہے
کہ زمین کثیف ہے اور پانی لطیف۔ اور اس کی لطافت تلون یا اثر کا قائل
نہ ہوتا ہے گو اس کو چار یا چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ اور ہوا اس سے
بھی (الطف) زائد لطیف ہے اور الطفیۃ کے معنی ہیں ان دونوں صفات
کا انتہائی درجہ ہے۔ اور تمام صفاتِ نفسیہ [illegible] پیاس اور غصہ
یہ سب ہوا سے بھی لطیف ترین ہیں اور ان [illegible] ترین کیفیت
کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو ان کو تقسیم کیا جاسکتا ہے اور نہ وہ کسی شے میں
سما سکتے ہیں اور صورت انسانیہ کلیہ انسانوں کے مخصوص اوضاع و اشکال

---

[1] یعنی جسکو دھوکے سے اکثر میں مجرد سمجھتا ہے وہ مجرد نہیں ہے۔

پاتا اسلئے کہ جب ہمت ایک جانب چلی گئی تو اس کے پیچھے پیچھے اور ادراکات جوا
بھی چلے جاتے ہیں۔ اگر آدمی اپنے میں نسبتی بلیغ اس بات کا کھوج کرے کہ کلام
کرے یا نظم املاء کردے یا کپڑے پہنے تو اپنے میں اس کا شوق و استحسان پائے
نہ اس لئے کہ وہ بیہوش اور بے حس ہے بلکہ اس کو جو قوت ممیزہ حاصل ہوتی
ہے اور کسی امر مقدس کی وجہ سے اشتیاق پیدا ہوتا ہے وہ اسے ان تمام
چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے روکتا ہے چہ جائیکہ وہ حسد، غضب اور
مہلکات دنیہ وغیرہ میں پڑے اور اسی طرح شوق و ارادہ بھی۔ اور جزئیات
ہمت میں سے ہر چیز گم ہو جاتی ہے اور آدمی یک رو و یکجہت رہ جاتا ہے
مجھے یاد ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ ایک شاعر نے اپنے غلاموں کے متعلق شعر
کہا اور ان کے حالات بیان کئے تو یہ بات شعر میں اس کی قوت ممیزہ کی
فنائیت پر دلالت کرتی ہے جب ہو کلی طور پر اپنے سے باہر نکل گیا تو اس
وقت خدا بالمشافہہ متجلی ہوگا اور اگر جہتوں میں سے کوئی جہت باقی رہ گئی ہے
تو تجلی شفاہی محال ہے ؎ کسے در صحن کاچہ قلیہ جوید۔ اضاع العمر فی
طلب المحال۔

افادہ:۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس حالت
کو ارادہ کی فنا کہتے ہیں اور امیر سید کلال اسکی مثال اس کوزہ سے دیتے ہیں
کہ جب تک اس میں کچھ باقی ہے وہ تصرف کے لائق نہیں ہے اور خواجہ نقشبند
نے اس کو وجود سے نامزد کیا ہے ؎ عباراتنا شتی و حسنک واحد
وکل الی ذالک الجمال یشیر۔ تمام اوقات یعنی صبح و شام دن و رات
نشست و برخاست میں اس بات کا خیال رکھ کر محبت تامہ کے وصف
اور ایسی تجرید کامل جس سے کہ غفلت اور غیر کی محبت کا کسی طرح دخل نہ ہو اور

سب نیست ہو جائیں یاد داشت میں مشغول رہنا چاہیے ؎ یا مجو وا آتش
تواں زد یا دلے باید گداخت۔ گر دماغ عشق داری اس قدر باکردنی است
حضرت حق سبحانہ اس وقت تک ہر طلب کے لئے مورد جمع نہیں ہو سکتا
جب تک جگر خون نہ ہو جائیں (طلب شرط است و غواصی کہ نقد آری بکف
ورنہ ؎ صدف را کے پسند آید کہ آوارہ شود گوہر (مولوی تاج الدین جدیکا کوری)
اور یہیں خاک میں مل کر یکساں نہ ہو جائیں۔ اور اس سعادت عظمیٰ کے نزدیک
اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ہر قصد و نیت جو اپنے میں
پاتا ہو معدوم نہ ہو جائے عرفت ربی ؎ اگر اس عادت مستمرہ کا خرق افراد میں
سے کسی ایک کے بارہ میں واقع ہو جائے (تو) وہ خود حساب سے باہر اور
مستثنیٰ ہے۔ اس کا وظیفہ یہ ہے کہ راضی برضا رہنا چاہیے اور ادب
کے ساتھ مقامات آئندہ کا طلب گار رہنا چاہیے۔ انہ جواد رحیم بر کریم۔

افادہ:۔ کھانے کی قلت اور روزوں کی مداومت اگر مزاج پر بار ہو تو
اس کو مزاج کے موافق کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ طبیعت کی تازگی اور شگفتگی
رخصت ہو جائے کیونکہ کام اسی سے وابستہ ہے تخیلات ؎ تشبیہیہ
تخئیلیہ اگرچہ حقائق الٰہیہ یا امور عادیہ کے ادراک میں ہوں تو اس سے
مغلوب اور متاثر ہونا اور اس کی طرف کھنچنا کاروبار کے مانع ہے۔ اس
بات کو اچھی طرح غور کر کے سمجھنا چاہیے اگر اضمحلال موجودات کے معنی
ایک وجدانی بسیط امر کے تحت اس طرح [illegible] پائیں۔ اوپر نیچے سے یورش
کریں کہ اس سے علیحدہ ہونے کی گنجائش نہ رہے تو اس کی طرف محبت تامہ

؎ اپنی خودی میں آگ لگا دینا چاہیے یا پگھلنے والا دل سوز و گداز والا دل چاہیے۔
اگر عشق کا دماغ تم رکھتے ہو تو یہ کرنا ہی پڑیگا۔ ؎ وہ خیالات جو قوت خیالیہ کی مدد سے پیدا کردہ ہو
آئیں۔

سے وصفا کے ساتھ ہمت کو جمع اور دوسرے تمام راستوں سے اور فرماد کرتے
ہوئے رغبت کرنا چاہیے اور اگر اس حد تک جوش نہ پایا جائے (یعنی اتنی
روحانی قوت حاصل نہ ہو)

تو بہتر یہ ہے کہ تعلقات اور پسندیدہ چیزوں کی نفی اور محبت و توجہ
کی ہوا و ہوس کو اس سے زائد اپنے حوصلہ میں نہ پاوے اپنے کو مشغول
کر دینا چاہیے اس وقت تک جب تک اس عشق کی کیفیت کا سلطان ظاہر
اور جلوہ گر نہ ہو جائے اور خود پر اتنی سختی نہ کرنا چاہیے کہ حواس پراگندہ
ہو جائیں اور نشاط جس کو ہندی زبان میں اُمنگ کہتے ہیں ختم نہ ہو جائے
کیونکہ کام اسی سے وابستہ ہے صحت مزاج کی نگہداشت۔ حواس کی سلامتی
طمانیت قلبی اور خلوص نیت باقی رہنا چاہیے اور کسی مسرت کے وقت حکیم
ثنائی کے یہ اشعار پڑھ کر خلوت میں تواجد[۱] کرنا چاہیے فقیر نے خود بھی
ذوق و شوق کی کیفیت میں یہ دو اشعار پڑھے تھے اور ان کی تاثیر کا
تجربہ کیا تھا

زیں بیش دست ما و دامن دوست
زیں بیش کو خوش ما و ساقہ یار

فقیر نے اکثر اوقات نشاط میں یہ دو شعر پڑھے ہیں اور ان کی تاثیر بھی دیکھی ہے[۲]

اے دوست توئی دیدۂ بینائی من — ہم قوت و شنوائی و دانائی من
عشقم تو و ہم تو دل غمدیدۂ من — واندیدۂ غمدیدہ شکیبائی من

۱؎ تواجد کہتے ہیں وجد کی استدعا کرنا اور حالت وجد کا اظہار کرنا۔

۲؎ اے دوست میری عبارت و بصیرت میری قوت و طاقت میری سماعت اور میرا
عقل و ذکاوت تو ہی ہے۔ تو ہی ہے میرا عشق اور میرا وہم و خیال اور میرا غمزدہ
دل بلکہ میرے غمزدہ دل میں صابر بھی تو ہی ہے

افادہ: سالک جب خلوت اختیار کرے تو اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ
رکھے اور اصحاب کہف سے عبرت لے کہ کس طرح انہوں نے صدق ہمت
اختیار کیا اور ان کے رب نے ان کے ارادہ کے مطابق ان سے ویسی ہی
معاملت کی۔ آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے کہ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
اِلَّا اللّٰهَ فَأْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ
لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا[۱]۔ اور جاننا چاہیے کہ آدمی کی ایک عقل معاش ہے
جس سے امور معاشیہ انجام پاتے ہیں اور دوسری عقل معاد ہے جس سے وہ خوف
توکل و تسلیم اور اعمال خیر پر آمادگی سے اپنے امور معاد سر انجام دیتا ہے اور ایک
اور عقل مقدس ہے جس سے اللہ کی معرفت پر تصرف حاصل ہوتا ہے لا غیر
ان عقلوں میں سے ہر ایک کا درجہ ایک دوسرے سے ممتاز سمجھنا چاہیے[۲]

۱؎ اور جب تم نے ان سے اور ان لوگوں سے جو خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں کنارہ کشی کر لی
تو غار میں چل بیٹھو تمہارا پروردگار اپنی رحمت کا سایہ تم پر پھیلا دے گا اور تمہارے
اس ارادہ میں سہولت کے سامان مہیا کرے گا۔

۲؎ عقل کے تین اطوار ہیں۔ عقل معاش، عقل معاد، عقل مقدس۔ عقل معاش مادیات پر
تصرف کرتی ہے۔ اس کا مقتضی معاشی امور کی انجام دہی ہے اور اس کے مدرکات مادی یا
عقلی، مادہ اور صورۃ و اس میں تمیز کرتی ہے اور اس کا مقتضی روحانیت یا نفس پر غالب
کرنا ہے اور اس کے مدرکات مجرد ہیں۔ عقل معاش دلائل کو دیکھتی ہے اور عقل معاد
کا تعلق شعور سے ہے۔ دلائل کے ترک سے شعور غلبہ پاتا ہے اور اس شعور کی وجہ سے
صاحب شعور افکار ربانیہ کے ظہور کو ان کے مبداء سے دیکھتا اور پہچانتا اور ان پر عامل
ہوتا ہے یہی عقل کا تیسرا طور عقل مقدس ہے وہ مرکز دل علوم ربانیہ پر مطلع ہوتا
ہے اور اس کی نظر مبداء پر رہتی ہے

(فتی المد)

معرفت طمانیت کی کنجی ہے۔ جب عقل معاش کو ترک کر دیتا ہے تو عقل معاش کا کام عقل معاد سے پڑ جاتا ہے۔ اس وقت اہل و عیال اور مال و جاہ کی الفت و محبت اس کے لیے مخل نہ ہوگی (لیکن) مگر یہ کہ محبت کامل اور اس کی احادیث نفس باقی رہیں گی اور جب عقل معاد سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی تو وہ عقل الٰہی کے ساتھ باقی رہ گیا۔ اس وقت کوئی خطرہ اور حدیث نفس اس کا دامنگیر نہ ہوگا۔ بس لیس محض اور نیستی محض کی طرف ترقی دبغیر تابع کے میسر آجائے گی اور عقل معاش و معاد کا ترک ان دونوں کی معرفت اور ان دونوں میں امتیاز کے بعد عزلت و تبتل کے وقت اتنا مشکل نہیں ہے اور اس سلسلہ میں نفی و اثبات کی مدد سے ان دونوں کی نفی کا طریقہ ڈھونڈھنا چاہیے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ عقل معاش کیا ہے اور اس کا کیا مقتضی ہے اور وہ کس چیز میں تصرف کرتی ہے اور اس کے مدرکات کا وزن کیا ہے نیز اسی طرح عقل معاد کیا ہے اور وہ کس چیز میں تصرف کرتی ہے کیا تم نہیں جانتے کہ برہانی رائے[1] شعری[2] رائے کے علاوہ ہے۔ جب برہانی رائے ضعیف ہو جاتی ہے اور شعری رائے غالب آجاتی ہے یا اگر اس کے برعکس ہوتا ہے (تو) مرد کی رائے برہانی کو جو افکار برہانیہ کا مبدا ہے، ان کے مبدا سے دیکھتا اور پہچانتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور علوم برہانیہ کے طلب کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور بنظر غائر یہ معنی سمجھ میں آجاتے ہیں۔

افادہ:۔ سالک جب عزلت اختیار کرے تو اس کو قوی الہمت ہونا چاہیے

---

[1] برہانی رائے۔ قطعی یا یقینی امور

[2] شعری رائے۔ خیالی امور

اور سینہ سے ایک نور و طاقت باہر نکالنا چاہیے تاکہ وہ وقت حاصل ہو جائے کہ مدرک اور مدرک ایک ہو جائیں اور متوجہ و متوجہ الیہ کا حجاب درمیان سے اٹھ جائے اور حیرت حائرہ (حیرت میں ڈالنے والی) حاصل ہو جائے اور فنائے کلی ظاہر ہو۔ اس وقت تجلیات الٰہیہ اس شدت سے سالک پر چمکنے لگتی ہیں۔ مصرعہ۔ حیف گر یک دانہ باشد حاصل دہقان ما۔ اس وقت سالک کا قصہ بالکل مجاہد امیر کی طرح ہوتا ہے جس نے تمام اسباب جنگ مہیا کر لیے ہوں اور فتح و ظفر سے اس کے احوال ظاہر ہوں۔ اور فریقین کے مابین مقابلہ و مقاتلہ پڑ گیا ہو۔ اس وقت اس کو نئے سرے سے زور لگانا چاہیے اور اپنی جان پر کھیل جانا چاہیے ورنہ یہ تمام سامان جنگ اور فوج کا اجتماع بے کار ہوگا معاذ اللہ من ذالک۔ اس کا علاج یہ ہے کہ احوال جمعیت و فنا وغیرہ کے تلاطم کے وقت مدرک۔ ادراک۔ اور مدرک کے اتحاد کی طرف توجہ کلی رکھنا چاہیے۔ اور اس نیرنگی خیال سے مردانہ وار باہر آنا چاہیے۔ کیف لا والموجودات کلہا تشترک فی الموجود المطلق الذی ھو مفھوم انتزاعی وھذا من اجل البدیہیات الیس ان بانہ اذا ھذا المفھوم حقیقۃ لولا لما صح الانتزاع الیس ان تلک الحقیقۃ ھی الوحدۃ وحدۃ القصوی لا تعدد ولا تکثر فیہا الا بما تشبہ الوھم و الخیال والاعتبار، اور ہم کب تک وہم و خیال میں مبتلا وگرفتار رہیں گے

---

[1] کیونکر نہ ہو تمام موجودات مشترک ہیں وجود مطلق میں جو مفہوم انتزاعی ہے اور یہ بہت واضح دلائل میں سے ہے۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے اگر یہ نہ ہو تو اس میں انتزاع کرنا ناجائز بھی نہ ہو کیا وہ حقیقت وحدت قصوی نہیں ہے جس کا نہ عدد ہے اور نہ ان میں اشتراک نہ کثرت مگر ایک وہم و خیال اور اعتبار کے لحاظ سے۔

اور حقیقۃ الحقائق سے محروم بیٹھے رہیں گے۔ وا حسرتاہ وا ویلاہ۔ اگر اس نادانی
کے لباس کو ہم چاک نہ کریں اور اس دریائے وحدت میں جہاں نہ رگ اور
رگ کا تقابل و مسامت ہے ہم غوطہ نہ کھائیں حَتّٰی لَا یَبْقٰی عَیْنٌ وَّلَا اَثَرٌ
(یہاں تک کہ کچھ نام و نشان باقی نہ رہے) جس طرح انسان کے اوہام جملہ اور
افعال ناپسندیدہ ہمارے نزدیک لاشئے محض ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی
زائد فنج اور دوشن یہ وہمی اور من و توئی جو محض جہالت سے پیدا ہوئی
حقیقت تصوری اور وحدت کبریٰ کے نزدیک لاشئے محض اور لیس صرف اور
عدم بحت ہے۔ سبحان اللہ۔ ایک خیال ہمارا راستہ روک رہا ہے اور ہمارا مال
و اسباب لوٹ رہا ہے اور ہم کو رجوع نہیں ہونے دے رہا ہے۔ حالانکہ اس
کا نور ظاہر اور اس کی شعاعیں نگاہوں کو خیرہ کئے ہوئے ہیں اور ظلمت
جہالت سر مجبور اور مخذول، وحدت تصوری کی تلوار سر پر حملہ کرتی ہے اور
اس کا سر کاٹ لینا چاہتی ہے اور اس کو نیست و نابود کر دینا چاہتی ہے
وہ بھاگتی ہے اور بحکم اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ (ڈوبتے کو تنکے کا
سہارا) ہماری احادیث نفس کے ساتھ آکر مل جاتی ہے دیکھنا چاہیے کہ احادیث
نفس جو من و تو جھگڑا تراشتے رہتے ہیں کیا وقعت رکھتے ہیں اور کس قدر
زور آوری کرتے ہیں۔ اَلَا قَبَّحَ اللّٰهُ هٰذَا الْمُغِیْثَ وَهٰذَا الْمُسْتَغِیْثَ
اگر اس نابکار ناچیز کے مقابلہ سے جو بلا استحقاق معاندت و سرداری کے
لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے ہم بیٹھ رہیں تو اللہ کی مخلوق میں سب سے کمزور اور ذلیل
ہم ہوں گے۔ سبحان اللہ احادیث نفس ہمیشہ ہمارے گریبان گیر رہی ہیں

لہ وحشت ہوا کرے اس تمثیل کو بادی النظر میں اس کو یعنی جو کچھ سمجھنے کی اگر کسی نے
اس کے خلاف طریقہ اختیار کیا تو وہ دھوکا کھا گیا ہو۔

اور ہم کو حقیقی آرزوؤں و تمناؤں کے وصول سے باز رکھا ہے اور آج یہ چاہتے
ہیں کہ ہم کو شاہ وحدت کے سامنے شرمندہ کرے کہ دشمن اس کی معاندت
کئے ہوئے ہے اور اس کو اس کا موقع ہی نہیں دیتا کہ وہ اپنے لباس سے
باہر آئے تاکہ ہم اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیں۔ ہم کو اس شرمندگی کے
غم سے مر جانا آسان اور بہتر ہے۔ ایک خنجر اپنے مار لیں اور اپنا نرخرہ بھی اڑا
ڈالیں اور دوسرا خنجر اس ملحد کے سینہ میں اتار دیں کہ دوبارہ ہمیں شرمندگی
نہ اٹھانا پڑے اور نہ یہ کافر مردود ہی باقی رہے اور شاہ وحدت اپنے اسی جاہ
و جلال کے ساتھ تخت پر بیٹھ کر شہنشاہی کرے ؎

من و تو گر فدا شد ہم چہ باک ‌ ‌ ‌ غرض اندر میاں سلامت اوست

جس نے اپنے سے ہاتھ دھو لیے اور خود کو معدوم سمجھ لیا اور تمنا کی کہ
خدایا میرے ہونے سے میرا نہ ہونا بہتر ہے (یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا) کاش
ایسا نہ ہوتا کہ تیر غم ہم تک پہنچتا اور نہ تفنگ خبر ہم تک پہنچتی۔ اس جو
عدمًا لا وجود معہٗ ولا قبلہٗ ولا بعدہٗ اس کو اس قسم کی باتیں کیا لغزش
دے سکتی ہیں اور اس کی محبت اس کے دل میں کیسے جاگزیں ہو سکتی ہے جو چیز
ظلمات جمعیت میں مضمحل ہونے سے مقابلہ میں آتی ہے یہی حدیث نفس ہے
جب ہم نے اپنے سے ہاتھ دھو لیے اور مخالفت کر لی اور کوئی چیز اپنے نفس
سے زائد مشغول نہ نکلی کر شاہ وحدت کا شوق ہم پر غالب ہو کر اور ہم کو اپنے
سے جا کر اور ہمارا گریبان پکڑ کر کبھی زمین اور کبھی آسمان پر چکاتا ہے
اس حدیث نفس کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے عقل باور نہیں کرتی کہ وہ ہمارے

لہ اور تم اگر قربان ہو جاؤ تو کیا ڈر مقصد کل تو وہ اصل معشوق کی سلامتی ہے
گمان میں اسیر کرتا ہوں ایسے عدم کی خبر کے ساتھ کوئی وجود نہیں ہو ...

عدم صحت میں کوئی رکاوٹ ڈال سکتا ہے یا اس سینہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

بجز توہم کہ حافظ محو گردد — کہ شورے سخت در سر دارم امشب
شاہ راہ تجوزی راہب درکار نیست — می باید از وجود خود نظر پوشیدہ رفت

(اس وقت قلب نے سرکشی کی اور ہر رطب و یابس جو بھی تھا الگ کر دیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ سفر دیگر سفروں کی طرح نہیں۔ بل ھو اعظم شانا و احوج الی قطع المودات ولنقض المالوفات وبعدہ الوصل الی الوحدۃ التی

۱ے میں فنا ہوں کہ حافظ فنا ہو جائے کیوں کہ آج کی رات میں سخت شوریدہ سر ہوں
۲ے جو اس کی شاہراہ کو کسی بھی راہی کی ضرورت نہیں ہے۔
۳ے بلکہ یہ سفر شان و عظمت کے لحاظ سے عظیم ترین سفر ہے اور زیادہ محتاج ہے محبتوں کے ترک کر دینے اور مالوفات کے چھوڑ دینے کی طرف۔ اور اس کے بعد وصل ہے اس وحدت حقیقیہ کی طرف۔
۴ے عبارت اس وقت اختیار کرنا چاہئے جب بمضمون الم نشرح لک صدرک اس کا سینہ کھل چکا ہو پھر خلوت کی ساعت میں خطرات کی [illegible] اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ [illegible] میں نجات پائے۔ یہی خطرات دل [illegible] کا باعث ہوتے ہیں اور [illegible] وسعت سے سالک کی نظر کو محدود کر دیتے ہیں۔ یہی خطرات [illegible] کہلاتے ہیں اور تفرقہ کا باعث ہوتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ نفس کو بالکل خالی کر دے اور [illegible] اس حالت میں [illegible] ایک ہو جاتے ہیں اور [illegible] اور حیرت حاصل ہوتی ہے یہی توحید وجودی یعنی [illegible] سے تعبیر فرمایا ہے اور [illegible] توحید شوق کے غلبے سے حاصل ہوتی ہے اور سالک کی زبان سے اس کے حاصل ہونے پر [illegible] گیا ہے۔ [illegible]

افادہ: جس شخص کو توحید منکشف ہو گئی اور وہ مقام فنا پر پہنچ گیا اس کے لیے تین چیزیں واجب ہیں۔ ایک تو نفس کا ہر تعلق سے مجرد ہو جانا ہے خواہ مال سے ہو یا جاہ سے یا انسانوں میں سے کسی سے اور اس معنی کا حصول نفی و اثبات پر مداومت کرنے سے قطع تعلق کے ملاحظہ کے ساتھ ہے۔ (یعنی نفی و اثبات کے ساتھ ساتھ فکر بھی جاری رہے) اور اس تخصص میں مالوفات سے (یہ) ضروری ہے کہ جس کو اپنے دل سے متعلق پائے ابتدا ہی سے اس کی نفی کرے اور اس حالت توحید کی دریافت میں نکتہ یہ ہے کہ توحید کی حالت جو حق سبحانہ عطا فرماتا ہے اس لیے ہے کہ نفس کی سختی اور اس کی حجت اس سے منقطع ہو جائے اور اس کا انقطاع

۱ے اس توحید کی حالت حق سبحانہ کی کرامت ہے تاکہ نفس کا اصل توہم منکسر ہو جائے اور یہ کمال طاقت بشریت سے باہر ہے یعنی توحید حق کا وصول وہبی ہے لیکن نفس کے اعراض میں کوئی جاہ کا طالب ہے کوئی مال کا و دیگر امور کا۔ ان کا علاج ذکر نفی و اثبات کے ذریعہ طلب کے انسداد سے کرنا چاہیے۔ توحید حق میں فانی ہو کر وجود حق میں بقا حاصل کرتا ہے جو دوام حضور پر دلالت کرتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فنا کے بعد ہی ذکر تجلی الٰہی ہو جاتا ہے جس کا اثر نفس [illegible] ظاہر [illegible] آثار رحمانیہ ان سے حیات دنیوی قبر اور آخرت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ حیات دنیوی میں نفس کے خفیہ تعلقات (یعنی وہ خواہشات جن کے پورا کرنے پر قدرت نہ ہو) [illegible] اور نفس [illegible] الٰہی سے بدل جاتے ہیں اور توحید ظاہر ہوتی ہے اور [illegible] سے [illegible] دوسرے [illegible] آثار رحمانیہ نفس کی حفاظت کرتے ہیں اور ایک لمحہ بھی غافل نہیں [illegible] شخص مرتے ہیں [illegible] مبعوث ہوتا ہے یعنی [illegible] ذکر سے غافل [illegible] حضور [illegible] بقا [illegible] آخرت میں [illegible] تیسرے [illegible] کی حفاظت ہے کہ کسی قسم [illegible] سے خواہ [illegible] ظاہر ہو [illegible] انکار [illegible] اولیاء اللہ کا منکر ہو کیوں کہ یہ دونوں باتیں باعث خذلان ہیں۔ [illegible]

اگرچہ انسان کے بس میں نہیں ہے لیکن نفس کے مختلف اعراض و احوال ہیں۔
لہٰذا اس کے اضداد سے اس کے لباسوں کو بدلتے رہنا چاہیے تاکہ صورت بقا کی
استعداد حاصل ہو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پانی کو ہوا میں تبدیل
کرنے کا ارادہ کرے، اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کی ٹھنڈک کو حرارت سے
تبدیل کر دے۔ یعنی[1] یسعی التحریر حتی یبلغ ذلک الانصاب التام جس طرح
پانی ہوا میں تبدیل ہو جاتا ہے اسی طرح مرید کی فنا ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ
نفس کے تمام مختلف اعراض جو تعلقات خفیہ ہیں نفس کو حب الٰہی کے انواع سے
مبدل کر دیں اور یہ چیز اگرچہ مشکل ہے لیکن جس پر توحید ظاہر ہو گئی اور جذبہ
کے سیلاب نے دائیں بائیں سے احاطہ کر لیا اس کے لیے آسان اور بہت ہی
آسان ہے۔ دوسرے محافظت نفس ہے یعنی ایک لمحہ بھی اسے غافل نہ ہونے
دے۔ یعنی[2] ذکر اللہ بل عن ذکرہ بضم الذال۔ اس لیے کہ آدمی جس طرح
مرے گا اسی طرح مبعوث بھی ہوگا، کما تموتون تبعثون (جس طرح تم مرو گے
اسی طرح اٹھائے جاؤ گے)، اور فنا بھی موت ہے اور بقا بعث۔ جب دوام ذکر
کے ساتھ فانی ہو جائے گا تو حضور دائمی کے ساتھ بقا حاصل ہو جائے گی
اور اس مسئلہ میں جو دریافت ہے وہ یہی ذکر ہے کہ فنائیت کے بعد تجلی آلٰہی
ہوتی ہے۔ پس اگر ذکر اس طرح ہو جو اس کے فنا و نفس کا مستوجب ہو تو
تجلی آلٰہی بھی مستوجب اور کامل ظہور فرمائے گی۔ پس آثار حقانیہ نسم نفس
ہو دنیا ہو دنیا میں اور قبر میں اور (حساب کتاب کے دن) قیامت میں ظاہر ہوں
گے تیسرے محافظت لسان ہے مسائل شرع کے انکار سے جس طرح تو دیکھتا

---

[1] تجربہ کے طور پر تاکہ وہ پہنچائے کمال تام کو۔
[2] اللہ کے ذکر سے بلکہ اس کی یاد داشت سے (ذال کے پیش سے)

ہے کہ علم توحید بعد علم شعر ہے جس کا سہرا ابھی اس پر خلف نہیں کیا ہے اور یہ
مسئلہ میں اصل علم یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے وجود سے انکار اور ان کی مخالفت ہو جب
خذلان ہے جو کمال کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے والا ہے

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

افادہ: اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ سالک کی رغبت علوم توحیدیہ اور حقائق
شعریہ یا حکمیہ کی شمولیت سے ہوتی ہے۔ اور یہ دوسرے سے بہتر ہے نیز جذبات
توحیدیہ کی شمولیت لطائف خوش آوازی یا صورت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور یہ پہلے
سے دوسرا ہے۔ اور اس سب کا سبب یہ ہے کہ اس مرد کا میل طبعی شعر میں یا حقائق
حکمیہ میں صورت و صوت کے ساتھ فانی ہو گیا ہے۔ جب جوہر نفس پر انکسار
واقع ہوتا ہے۔ تو یہ انکسار و شکستگی، ان اشیاء کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے
(شکل اختیار کر لیتا ہے) اور صاحب کمال کا کام فاسد ہو جاتا ہے (یعنی وہ ان
حقائق اور حکمتوں کی وہی صورتوں کو مشاہدہ سے تعبیر کرتا ہے) ......
...... شیخ الشیوخ نے اس کا نام فاسق رکھا ہے اور مولانا روم نے فرمایا ہے
کو کاش کردے وگذشتے۔

وکما وقع للعراقی فی المزج — بالطائف الشعریۃ والجمالی

غیر معشوق ار تماشائی بود — عشق نبود ہرزہ سودائی بود

ولعلک وقفت نفسک بعدا لسک — وجدت قلبک مزوغا واترعاجا

ایسی حالت میں لوگوں کی صحبت سے اور زیادہ باتیں کرنے، اشعار اور حکمت
کے مضامین پڑھنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ ایسی باریک بینی پر جو سانپ
بچھوؤں سے زیادہ مضر ہے استغفار پڑھنا چاہیے۔

افادہ: فنائے نفس اور صفائے نفس دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ فنا جہت

مخلوقیت کی جہت خالقیت میں بغیر صفائی کے مفقود ہوتا ہے اور نفس کا علاقہ
حبیہ سے اس حد تک مجرد ہو جانا کہ وہ آئینہ بن جائے صفا کہلاتا ہے اس
آئینہ میں مبادی عالیہ کے علوم کی صورتیں منطبع ہوتی ہیں لیکن نفس کی
اس حد تک صفائی محال ہے۔ وَكَذٰلِكَ النَّفْسُ تَحُلُّ ذَاتِيَ لٰكِنْ بِحُلَاهَا
لَا يَتَحَقَّقَانِ اِلَّا اَنَّ الْاَمْنَاسِبَةَ شَدِيْدَةً بَيْنَ ذَاتِ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللّٰهِ
عَزَّ وَجَلَّ وَصِفَاتِهٖ۔ ۱۱ اور اسی طرح ان سب کا مطلب یہی کیوں کہ یہ دونوں متحقق
نہیں ہوتے مگر مناسبت شدیدہ کے ساتھ بندہ اور اللہ عزوجل اور اس کی صفات
کے درمیان لیکن حضرات صوفیہ نظر دقیق سے اس مقام پر فرق کرتے ہیں اور
صفائی نفس کے درجات ملحوظ رکھتے ہیں۔ جیسے شراب کو جب وہ آتش یا
سر آتش کریں تو ہر حال میں صورت خمریہ باقی رہے گی اور کدورتیں رفتہ
رفتہ صاف ہوں گی اور لطیف سے لطیف تر اثرات پیدا ہوتے رہیں گے
اور جب شراب میں نمک شامل کر دیں گے تو صورت خمریہ باقی نہ رہے گی۔
اسی طرح جب سالک علائق حبیہ سے مجرد ہو جاتا ہے تو اس میں محبت جاہ
اور لطیفہ انا باقی رہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سالک کا تقید اور
تعین اس کی دوگانگی کا اثبات کرتا ہے ایسی حالت میں حب جاہ کے
باعث وہ دعوائے الوہیت کا مرتکب ہوتا ہے لیکن کامل صفائی مستلزم
فنا ہے کیوں کہ معرفت نسبتی جو عبد و معبود کے درمیان واقع ہوتی ہو
کشوفات کے لیے اہم مہم ہے اور اسی سے لطیفہ انا کی فنا ہوتی ہے۔
اور اس جگہ راز یہ ہے کہ علم مقدس علم فعلی ہے نہ کہ انفعالی۔ لہٰذا جو چیز
عالم قدس سے بندہ پر افاضہ ہوتی ہے صور علمیہ اس علم کی مظہر ہوتی ہیں۔ اور اگر
سالک کے جوہر نفس میں شکستگی پہلے ظہور کرتی ہے تو وہ لطائف ستہ کی توحید

کو اسی طرح توڑ دیتا ہے جیسے کسی تخت کو لوہے کے گرز سے توڑ کر ٹکڑے
ٹکڑے کر دیا جائے اور پھر ان ٹکڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے اسی طرح وہ توحید
سے لطائف ستہ کو توڑ دیتا ہے اور لطیفۂ قلب کو توحید افعالی سے ایسا نابود
کر دیتا ہے کہ وہ اپنی اصل یعنی صفت تکوین کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور
اس کا مزاج بھی جاتا رہتا ہے جیسے کہ تخت کی صورت مزاجیہ ٹوٹنے کے
بعد جاتی رہتی ہے لیکن اس کی صورت ذہن میں باقی رہتی ہے اور اسی پر لطیفۂ
روح وغیرہ کو قیاس کرنا چاہیے کیوں کہ یہ سب وجود و اعتبارات نفس ناطقہ
کے ہیں وہ ان کو توڑ کر اپنے اصول کی طرف راجع کر لیتا ہے اور اسی طرح انا جو نفس ناطقہ
کی علت صوریہ ہے اور حضرت ذات کی تجلی کا ایک شعبہ ہے اسی طرح جیسے
دریا سے ایک حباب اٹھ کر عدم میں مخلوط ہو جاتا ہے اسی طرح حباب ہوا میں مخلوط
ہو جاتا ہے[1] اور اس لطیفہ انا کا فی نفسہ کوئی مزاج نہیں ہے جس طرح زمین
کو پانی سے مخلوط کرنے پر دونوں میں کسی کا بھی مزاج حادث نہیں ہوتا یعنی ان
دونوں کے امتزاج سے کوئی نیا مزاج پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ لطیفہ حضرت حق کی
طرف عائد ہوتا ہے اور یہی فنا ہے اور یہ صفا کے ساتھ لازم ہے کیونکہ حبیہ میں

---

[1] فرد بے مقدار کا بھی کمال ہے کہ اپنی موہومہ ہستی کو وجود مطلق کے سمندر میں شامل کر دے
اور حباب کی نمود میں اسی قدر ہے کہ وہ بحر کے خوان یغما سے اس کے امواج کے تلاطم کی بدولت
الجھے ایک قطرہ سے بہ آمیزش قدسیہ ہوا وجود جزوی بن کر اپنا کام ادا کرتا ہے گویا [illegible]
[illegible] ہوتا ہے مگر [illegible] کے سوا کچھ نظر نہیں آتا [illegible] وجود مطلق [illegible]
کے وجود میں [illegible] اور [illegible] جزوی سے کامل بن جاتا ہے تب حقیقت کی [illegible]
ہو جاتا ہے قطرہ [illegible] سلوک ہے۔
[illegible]

ساری صفت ہو گئی اور مقدس ہیکل متحیز ہو گئی (جگہ حاصل کر لی) تو لا محالہ معلومات مقدسہ کی صورتوں کا اس میں چھپ جانا (ضرور) متحقق ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ فنا اور صفا کا فرق مرید اور مراد کے فرق کے مثل ہے اور ہر مراد کا آخر دوسری مراد سے وابستہ ہے۔

افادہ:- فنا کی دو قسمیں ہیں ایک شعاعی دوسرے حجابی۔ پہلی قسم سالک کے نفس ناطقہ کا حقیقت ذات کے رنگ میں رنگ جانا ہے یعنی وہ تجلیات میں سے ایک تجلی ہے اور فنا کی یہ قسم جبلت پر مخصوص ہے اور وہ جبلت سالک کی صورت مزاجیہ کی سختی ہے کہ وہ تجلیات مذکورہ (سمیٹنے والی) یا جذب قوی کے بغیر ظہور نہیں کرتی۔ جاذب اتنا قوی ہو کہ سالک کی تمام قوتوں اور تدابیر پر غالب ہو اور اس وقت تک غالب و قاہر رہے کہ سرحد کمال کا وصول ہو جائے اور دوسری قسم جو حجابی ہے وہ وجوہ سے ہوتی ہے حجاب یا تو فانی کی طرف سے ہوتا ہے یعنی اس کی فنا صرف علم میں متحقق ہوتی ہے نہ کہ حال میں اور وہ فنی حوادث سے مغلوب ہو جاتی ہے یا اس کا جذب فنا سے پہلے ختم ہو جاتا ہے یہ جذب کا قصور ہے۔ یا حجاب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی فنا اسماء میں سے کسی ایک اسم میں ہوتی ہے فنائے ذاتی نہیں ہوتی۔

افادہ:- ہم نے اچھی طرح غور کیا فنائے شعاعی کے موانع کے بارے میں جن میں سے چند چیزیں ہم نے پائیں۔ ایک یہ کہ مرد کی مرادات سفلیہ میں سے کوئی مراد باقی رہ گئی ہو اور لا محالہ اس کی حد تک نفس ناطقہ اس سے علاحدہ نہ ہو سکے گا۔ ایسی حالت میں جذب طاری ہو تو فنائے حجابی ہو گی۔ دوسرے یہ کہ مرد کی محبت مزاج اور مادۂ جیون سے مخلوط ہو گئی ہو وہ ہر چند تمام مالوفات سے علاحدگی برتے اس کی تجرید اختلاط مزاج کی حد سے ہو۔ اس کی

فنائے شعاعی نہیں ہے۔ لہذا اپنی بات کو بعض اقوال میں سلامتی مزاج اور دور نشاط کے ساتھ ہم نے مشروط کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ باریک طبع ملاذ حیا اور تشبیہ اور نکتہ فہمی و لطیفہ گوئی سے طبعاً مجبول ہوتا ہے جو اس کے نزدیک تمام لذتوں سے زائد لذت بخش اور محبوب ہوتی ہے اور وہ سبک روح ہوتا ہے اور اس کی دقیقہ فہم تجلی اس کے دقیقوں کے مطابق ہوتی ہے شعاعی نہیں ہوتی۔ صفا ایک امر محمود ہے لیکن باریک طبعی اس کے علاوہ ہے اور لوگوں کی عادتوں میں ہونے کے علاوہ محمود نہیں ہے۔ دوسرے یادداشت دائم اس کو حاصل نہ ہو یا یادداشت ضعیف رکھتا ہو اور یہ تجلی دوسری حالت میں وہی یادداشت ہے فاذا اضعف ضعف التجلی۔
دوسرے یہ کہ اپنے کو دیکھنے سے قبل فانی ہو جائے اور یہ مسئلہ بہت ہی باریک ہے مقصد یہ کہ فرد پہلے حال میں مستغرق ہوتا ہے اور اس کی نگاہ حال کے ساتھ اس وقت تک محیط نہیں ہو سکتی جب تک اس میں مہارت نہ پیدا کرے۔ اس وقت اپنے میں غور کرے اور حال کو اپنے میں گم پاوے اور اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔ اس وقت دوسری ہوا چلے گی اور اس کو اس کی جگہ سے لے جائے گی۔ اور امر تجلی پورا ہو گا اور اس بیان سے مقصد وہ موانع پنجگانہ ہیں جس سے بصیرت رکھنے والا احتراز کرتا ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ سالک کو (اپنی) کوشش اور روش پر قائم رہنا چاہیے تاکہ اپنا مقصد پورا ہو۔ بحمد اللہ جتنا علم روشن اس ناچیز کو عطا فرمایا، معلوم نہیں کہ کسی دوسرے کو بھی عطا کیا گیا۔

افادہ:- جاننا چاہیے کہ جو شخص باوقت پر احساس ہے وہ اپنے ادراک پر یقین نہیں کرتا لیکن رفتہ رفتہ اس کو علم یقینی سے پہچان لیتا ہے۔ پھر جب

اس حالت سے ترقی کرتا ہے تو ان علوم کا تیقن حاصل ہوتا ہے اور اس کو
مداومت اُسے محبوب و لذیذ معلوم ہوتی ہے اور اسرار و معارف ظہور
کرتے ہیں وہ ان کو سب چیزوں پر اختیار و ایثار کرتا ہے اور قریب ہو
کہ اس کو یہ یقین ہو جائے کہ احساس کوئی چیز نہیں ہے جو کچھ کمال ہو
وہ یہی تعقل ہے اسی پر سلوک کا راستہ ظہور کرتا ہے اور حق بات معلوم
ہو جاتی ہے پھر وہ پروا نہیں کرتا محسوس۔ موہوم۔ متخیل۔ محاط یا دریافت
کرنے والے حس کی ادراک سے۔ اور وہ وہ یادِ حق ہے جس میں سالک
مستغرق ہو جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اس کو نہیں جانتا نہ یہ کہ اس کو اطراف
و جوانب سے علم و ادراک کے ذریعہ احاطہ کر لیتا ہے اور یہ معنی باطل محض ہیں
ہرگز آسان نہیں۔ ہاں وہ یادِ حق اور وہ علم جس کو تعقل اور ادراک سے حاصل
کیا ہے شروع شروع کبھی وہ متشکل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سالک
امارت (نشانیوں) و علامت کا محتاج ہو جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ حق و
باطل میں امتیاز حاصل کرے اور وہ امارت ہمارے نزدیک نفس کا تمام
علوم سے مجرد ہو جانا ہے علاوہ اللہ کی محبت کے یکے بعد دیگرے اور ان
سے فراموشی اس وقت باطل محو اور حق محکم ہو جاتا ہے۔ اور تجرید تام
اور غلبۂ محبت کی زیادتی حاصل ہوتی ہے اور یہ امارت عوام کے لیے ہے
نہ کہ خواص اور سمجھدار لوگوں کے لیے۔ پس ہیئت اضمحلالیہ و نیستی کی
صورت اور وجود تقضی میں اور اس میں استغراق غیر کے ادراک کے احاطہ
سے بھی باہر ہے کیونکہ یہ ایسی حیرت حائرہ ہے جو ان کے نزدیک
اظہر من الشمس ہے۔

افادہ: سالک کو کبھی تشویش پیش آتی ہے اور یہ چیز ناامیدی قلب

کی تنگی اور غمی کا باعث ہوتی ہے جس کا کوئی سبب نہیں ہوتا۔ پھر وہ غیر
واصل رہ جاتا ہے۔ لاچار تشویش کے اسباب اور وجود کا تفحص اور ان کا
علاج ضروری ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ تشویش کا ظہور دو وجہ پر ہوتا ہے ایک تو
وہ فنا فی اللہ کے قبیل سے ہے یا بعد فنا اور فنا سے مراد اس جگہ سالک کے
نفس ناطقہ کا اللہ کے رنگ میں رنگ جانا ہے۔ اول وجہ یہ ہے کہ تشویش
فنا کے قبیل سے ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانچ متصور ہوتی ہے۔ کبھی
محبت و شوق کے فساد سے ہوتی ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ امور سلوک جو
کا باعث سالک کی بقائے نشاط ہے جو ذاتِ حق میں ہے اور وہ شوق
یہی ایک امر ہوتا ہے اور اس کے انحصار سے ذاتِ حق میں فنا حاصل ہوتی
ہے۔ جب بعض سالکین ریاضات شاقہ کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں اور بہت
زائد سلوک و بیاس اختیار کرتے ہیں اور نفس کو اس کے مالوفات سے
یک دم مقید کر دیتے ہیں تو یہ بات ان کے انقباض خاطر کا سبب ہو
جاتی ہے اور قصد سے وہ شوق جو اس سے قبل وہ رکھتے تھے بسبب فتور
حواس تشویش غم سے بدل جاتا ہے اور ان کو اس انقلاب کا کوئی احساس
نہیں ہو پاتا۔ اور نہ اس کا کوئی سبب ہوتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ جائز
خواہشات۔ حبس اور ریاضاتِ شاقہ جن سے فتور حواس پیدا ہو کرنے
سے لگام کو اس وقت تک روکے رکھے جب تک کہ وہ نشاطی کیفیت عود
کر آوے۔ پس شوق کیفیت نفی و اثبات مع التوحید کی تکرار کے ذریعہ پھر
سے حاصل کرے اور نشاط کی محافظت اور اس کی بقا کو لازم جانے اور
بعد تک اس کو ذاتِ حق میں منحصر کرے تو فانی ہو جائے گا۔ اور کبھی اس کا
سبب یہ ہوتا ہے کہ بقیہ نفس اور اس کی غفلت باقی رہ جاتی ہے اور سالک

کے جوہر میں جو فی الجملہ ذہین ہوتا ہے اسی وجہ سے اپنے نفس کو شہوتِ
مقصودہ کی طرف راغب نہیں پاتا۔ لیکن خلوِ نفس سے ایک ظلمت اجمالی
اس کے عالم میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کو اس باریک بات کی خبر بھی
نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ حیران و سرگرداں رہ جاتا ہے اور اس ظلمت کی وجہ
سے اس پر غم و یاس غالب ہو جاتا ہے اور اس کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی اور
اس کا علاج صرف شکستگیِ نفس ہے خواہ تزکیہ[1] سے ہو یا تصفیہ[2] سے جو شخص
کہ سخت مزاج ہے اس کے لیے تزکیہ زائد مناسب ہے۔ پانچویں وہ امور
جن میں ذلت اور فنا رجاہ کا نفاذ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نفس پر
گراں گزرتا ہے اور اس سے ایک قسم کی کراہت اور انقباض ہوتا ہے۔
اور جو ضعیف المزاج ہے اس کے حق میں تصفیہ زائد بہتر ہے اس لیے کہ
اس کی ظلمت ضعیف ہے۔ قریب ہے کہ وہ ذکر کی مداومت اور خلوت
کی شرائط کے ساتھ فنا ہو جائے گی۔ اور کبھی تشویش و بزدلی کی وجہ سے
ہوتی ہے جو سالک کی طبیعت میں موجود ہے۔ جب طویل مسافت اور
راستہ کی دوری پر نظر کرتا ہے تو نا امید ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نفس ترک
ماؤلفات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے اس کو فکر و غم لاحق ہوتا
ہے اس کا علاج ترغیباتِ موزوں اور حتمی وعدے میں مقصود کے پانے کے لیے

[1] تزکیہ کہتے ہیں نفس کو صفاتِ ذمیمہ کے [illegible] پاک کرنا [illegible] کی طرف سے بلا [illegible] بلا ریاضت و مجاہدہ کے نہیں ہوتا۔
نفس کی اصلاح پہلے کر یا نفس سے تو [illegible] نفسِ امّارہ [illegible] نہیں
[2] تصفیہ کہتے ہیں دل کو غیر حق اور اپنی خودی سے پاک کرنا۔ اور بجز حق کے کسی کو
اپنے دل میں جگہ نہ دینا، اس کو تطہیرِ قلب بھی کہتے ہیں۔ تقی انور
[illegible]

اور امید دلانے والی حکایات سننا اور اپنے حالات کو مستحسن بنانا تاکہ سلوک
پر جسارت اور جرأت اختیار کرے۔ اور کبھی اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ سالک
رسوم کے ملابس اور فضول باتوں اور دیگر اشیاء سے بھاگتا ہے۔ اور
نفوس کو نیز اس کے لوحِ ذہن میں آہستہ آہستہ قائم ہو جاتے ہیں اور اس کو
اس کا کوئی شعور نہیں ہوتا۔ اور جب یہ مرض سرحد کمال پر پہنچتا ہے تو سالک
اجمالاً اذیت پاتا ہے اور ان نقوش کو محبت و شوق کے ترک ہونے کی وجہ سے
بالتفصیل ادراک نہیں کرتا۔ (۱۰) اس کا علاج گوشہ نشینی اور عدم صحبت
خلوت اور جمع ہمت کے ساتھ ذکر کی مداومت پر ہے تاکہ ان نقوش میں
کمی ہو اور جب وہ پورے طور پر دفع ہو جائیں گے تو فنا حاصل ہو گی اور
حق سبحانہ تعالیٰ متجلی ہو گا پھر اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی اور کبھی
ان افکار کی جہت سے ہوتا ہے جو شیطان اس کے دل میں ڈال دیتا ہے
مثلاً طبیعت کو وصول سے نا امیدی کی طرف مائل کر دیتا ہے یا بعض فیض
دینے والے امور میں عیب جوئی اور قدح کرتا ہے۔ اس کی مثال ذبحِ شیطانی
کا سوتے میں ڈرانا ہے۔ اور اس کا علاج ہمت کو کمال کی حد تک جمع
کر لینا ہے اور ان خیالات و برائیوں کو عزم بالجزم کے ساتھ چھوڑ دینا ہے
اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فنا کے بعد تشویش کا ظہور ہوتا ہے۔ پس وہ ضروری
ہے نفس کے باقی رہنے کے سبب سے (جب تک کہ نفس کا زوال کلی طور
پر ثابت نہ ہو گیا ہو رد ہو جائے) اس طرح فنا حاصل ہو گی لیکن فنا کے بعد
اس کو ایک قسم کا ترتب پیدا ہو کر مستحکم ہو گیا۔ پس اس کی آفت عظیم ہو گی
اور علاج مشکل ہو گیا اور ایسا مریض ہمیشہ مشوش الحال رہتا ہے۔ جب
اس پر نفس غالب آ جاتا ہے تو دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کچھ

جب اس کو محتاجی، اولاد کی موت اور اپنے چشموں میں ذلت کے مصائب
گھیر لیتے ہیں، تب اس کا حال صاف ہو جاتا ہے۔ پہلی حالت میں اس
محبت و شوق کی وجہ سے جو اس کے دل میں ہے ایک تنگ دلی پیدا
ہوتی ہے اور دوسری حالت میں وہ واویلا کرتا ہے یعنی نفس کو
کسی حالت میں راحت نہیں ہے اس کا علاج وہ ہے جس کا امیر
سید کلال قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا ہے اور انشاء اللہ اس کے بعد اس کا
ذکر کیا جائے گا۔ حاصل یہ کہ اس سے انجذاب خاطر اور میلان بہ عروج کا
انتظار کرنا چاہیے (منتظر رہنا چاہیے) جب یہ بات (چیز) حاصل ہو جائے
تو رسوم و اموال و اولاد وغیرہ سے مجرد ہونے پر مجبور کرنا چاہیے تاکہ اس کو
کسی چیز سے تعلق باقی نہ رہے پھر محبت تامہ حاصل کرنے کا حکم دینا چاہیے
نیز ذلت تو یہ برداشت کرنے کا جو اس کے لیے سخت ہو حکم دینا چاہیے اور
اس کے تحمل میں تقویت محبت اور مالعزبرائیاں دکھلا کر اللہ کے ذکر کے
ذریعہ تدبیر کرنا چاہیے۔

افادہ ۷۔ امیر سید کلال قدس سرہٗ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک کوزۂ
وجود تعلقات کی نمی سے خشک نہ ہو جائے تصرف کے خزان میں رکھنے کے قابل
نہیں ہے اور ان میں سے بعض کوزے ٹوٹ کر نکلتے ہیں (جن میں تعلقات کی نمی
ہوتی ہے) ان کا علاج یہ ہے کہ پھر ان کو باریک کرے اور دوسری مٹی
شامل کرے شاید اس بار خالص اور پاکیزہ نکلے۔ غرضکہ جو شخص ایک بار توحید
میں مستغرق ہو گیا۔ اگرچہ اس کی فنا ابھی ناقص ہے لیکن اس کے لیے
ایک قسم کا مرتبہ پیدا ہو گیا۔ پھر وہ بارہ اس کو خزانِ تصرف میں جس سے
مطلب کوزہ ہے نہیں لا سکتے لیکن اس وقت جبکہ طبیعت مصائب پر قوی

ظاہری و باطنی کے تصادم کے بعد رجوع ہو۔ تصادم (صدمہ) خواہ مال سے ہو
یا اولاد سے یا جلد یہ عود کبھی رجوع کا باعث ہو جاتا ہے۔

سأطلب بعد الدار عنکم لتقربوا   وتسکب عینای الدموع لتجمدا

بعید نہیں ہے کہ کامل طور پر رجوع ہونے کے بعد پھر ذوق و شوق کی
کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور اس بار عجز و قصور کے اعتراف کے بعد حضرت حق
ایک راہ عطا فرمائے۔ اطباء کہتے ہیں کہ نزول الماء آنکھوں میں جب تک
پورے طور پر نہ آ جائے اس کا علاج (قدح کرنا) غلطی ہے اور کامل ہونے کی
علامت عدم یافت بے شوقی یافت کے عدم کے ساتھ اس کے بعد ممکن ہے کہ نئے
سرے سے راستہ اختیار کیا جائے۔

افادہ ۸۔ حق سبحانہٗ کا ادراک کرنے والا اگر تمام اشیائے ثابتہ کے اضمحلال کو
(فنا ہونے کو) اللہ کے وجود میں بجائے اس کی شرح کے رکھے تو موافق
بیٹھتا ہے۔ (یعنی اگر تمام اشیائے ثابتہ کے وجود کو ہم باری تعالیٰ کے وجود
میں نیست خیال کریں تو یہ درست ہے) اور اگر امر مجرد کا حضور بہ طریق
حصول صورت اس کی شرح کی جگہ پر رکھیں تو بھی ٹھیک ہے (یعنی حصول
صورت تمام اشیا کا اس کی ذات میں گم سمجھیں تو بھی صحیح ہے) ان سب
کا مدرک نہ حس ظاہر ہے اور نہ حس باطن۔ اور نہ قلب جو کہ منبع اخلاق
اور صاحب احوال ہے مثلاً خوف و رجا اور محبت و صلابت اللہ کے
امر میں ایک امر دیگر ہے جو نہایت اعلیٰ اور اکمل ہے اس سے یہ بہت تعجب خیز

---

[1] میں تم سے وطن کی دوری چاہتا ہوں تاکہ تم دل میں بس جاؤ اور میری آنکھیں
آنسو بہاتی ہیں تاکہ وہ خشک ہو جائیں۔ بقول مومن ؎

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی   آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

(تقی انور)

بات ہے کہ عارف کو اس سر کے ساتھ جب اس کی حس باطن طبیعت کے انقباض
سے قلب کو تشویش میں ڈال دے کیونکہ انسان کی فطرت ہی اللہ نے ایسی
پیدا کی ہے کہ اس کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں
تشویش میں پڑا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب قلب مطمئن ہو تو اس کی مثال ایسی
ہے جیسے بادشاہ کوئی کام کر رہا ہے اور اس کی فوج اس کی اتباع کر رہی ہو
اور اس طریقہ سے ملکی امور انجام پا رہے ہیں اور جب قلب مشوش ہو تو اس کی
مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ ایک کام کر رہا ہے اور کسی کام کا حکم دے رہا ہے
لیکن کوئی اس کی بات بہ سمع قبول نہیں سن رہا ہے۔ لیکن بادشاہ کی ذات کسی
حال میں تغیر نہیں ہے۔ اگر وہ شکایت کرے تو قلب سے کرے نہ کہ نفس ناطقہ
سے۔ اور ہر حال میں دل کو مضبوط رکھنا چاہیے۔

افادہ:۔ جاننا چاہیے کہ آدمی کا قلب رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے
ایک انگشتِ جلال، دوسری انگشتِ جمال۔ تو ضروری ہے کہ ان دونوں
کا مقتضا جلوہ گر ہو۔ انسان کی ان وحشتوں کو اس کی استعداد سے سمجھنا چاہیے
اور ہر وحشت ایک دوسرا ہی اُنس لاتی ہے۔ اگر تم کو یقین نہ ہو تو اس کا
تجربہ کر لو۔

گوئیہ سنگ لعل شود در مقام صبر ۱؎ آرے شود ولیک بخونِ جگر شود

اگر غور کریں تو معلوم کر لیں گے کہ طبیعت کو قلق دینے والی وحشت
جو اسمائے جلالیہ کے انعکاس سے ہوتی ہے وہ دوسری ہے۔ یہ وحشت ایک
اُنس ہے رنگ کی وحشت اور مزاج کی وحشت بخلاف اول کے۔ جیسے ہی
طبع کو چھوڑ دیا اور اپنے کو مردہ سمجھ لیا تو وحشت اول معدوم ہو جائے گی۔

۱؎ کہتے ہیں کہ جو مقام صبر میں لعل ہو جاتا ہے۔ ہاں ہو جاتا ہے لیکن جگر خون ہونے سے ہوتا ہے۔

اس وقت اگر وحشت ہوگی تو دوسری قسم کی ہوگی ۔

تنگ شو ای خفتہ شکل و بے ادب ۱؎ سوئے او می خیز و خیز و او طلب

جب کسی فعل کا کام مشہود ہوا کہ وہ عین جمال ہے اور اس کا ہر فعل دوسرے
قسم کا جمال ہے تو کیا رہ جاتا ہے سوا اس کے کہ ہر جمال ایک جدا تماشہ کرتا ہے جمال
جلالی دوسرا ہے اور جمال جمالی دوسرا۔ جب ہر فعل وہاب حقیقی سے آتا ہے تو وہ
بخشش تازہ ہے بجز اضمحلال کے نعمات کے مشاہدہ میں اور گم ہونے میں اور حیران
رہ جاتے ہیں۔ لیکن اس سے لذت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رونا ایک
بخشش ہے اور ہنسنا دوسری بخشش۔ جب جلالی جلوے دل میں ہر سمت سے چمکتے ہیں
اور ایک سمت سے آتے ہیں تو ان سب کو اسباب وصل کہہ سکتے ہیں نہ کہ اسباب
وحشت ۔

آب نیل است و بہ قبطی خوں نمود ۲؎ قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود

افادہ:۔ اپنے کو قیام لیل اور سبق باطنی کی طرف شب و روز مشغول رکھنا
چاہیے۔ اگر کسی وقت خطرات کا ہجوم ہو تو یہ ذکر کرنا چاہیے یعنی سبحان اللہ و
بحمدہٖ۔ سبحان اللہ کی دل پر ضرب کریں اس طرح کہ سب دل پر کہیں اور معانی
دل میں رکھیں اور بحمدہٖ کو حق سبحانہ کے نور پر جوش کے اوپر ساکن ہے
ضرب کریں۔ سبحان اللہ صفاتِ محدثات سے تنزیہ ہے۔ اور بحمدہٖ اثبات ہے
جو حضرت وجود کے مناسب ہیں اس ذکر کے درمیان فصل نہ کرے بلکہ متواتر
بے بیان تک اپنے میں ایک انشراحی کیفیت دیکھے اور اگر اس ذکر کے بعد

۱؎ [illegible] سونا اور بے ادب یعنی بے شعور بچہ کی طرح آداب سے لاعلم [illegible]
جانب سے قائم ہو کر چل اور اسے طلب کر۔

۲؎ نیل پانی ہے اور قبطی کے لیے خون ہو گیا موسیٰ کی قوم کے لیے خون نہ تھا پانی تھا

نورِ عظم کا جو فرق العرش ساکن ہے اس طور پر خیال کرے کہ یہی تجلی میں غیبت واقع ہو جائے تو نفی یاس اور دفع اندوہ اور انشراح خاطر کے لیے انتہائی مفید ہے۔ اس نور کی حقیقت بڑی عجیب ہے۔ الحاصل وہ عالم مثال سے ایک حقیقت آئینہ ہے۔ اور بعید نہیں جو شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرش تکوین سے یہی مراد لی ہو اس لیے کہ تکوین بغیر مخالطت مثال نہیں ہو سکتی۔

افادہ۔ شجاع کو لڑائی میں پہچان سکتے ہیں اور مومن کو کہ صبر کرنے والا شکر گزار ہے اور یہ مصائب کے ہجوم کے وقت اس کی صفت ہے ورنہ ہر بے سروپا ایمان و اطاعت کا خیالی پکاؤ اپنے ذہن میں پکاتا رہتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ انما الصبر عند الصدمۃ الاولی۔ اور صبر سے مراد صرف جزع و فزع کا ترک ہی نہیں بلکہ اس طرح خوش رہنا کہ اگر اس مصیبت کو اس پر نازل نہ کرتے اور اس غم کو اس کے دل پر نہ پہنچاتے تو اس کی جزا (یا اجر) اس تک کیسے پہنچتی اور اس کا دل پژمردہ ہو جاتا اور وہ واویلا کرتا اور اگر پہنچ گیا تو گویا خشک سبزہ کو پانی مل گیا۔ اور آب شیریں سے تشنہ لب کی تشنگی دور ہو گئی۔ پھر نئے درد کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس سے مدد ڈھونڈنا چاہیے۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ بہت دقیق بات ہے۔

افادہ۔ کشف و کرامات اور علوم و مکاشفات یہ سب آنے جانے والے ہیں صبح کو آتے ہیں اور شام کو چلے جاتے ہیں۔ لوگ اس کھیتی سے جو کچھ برابر حاصل کرتے ہیں اور قبر میں اور جو کچھ ان کے سامنے ہوتا ہے وہ بھی یادداشت ہے اور بس لیکن وہ یادداشت نہیں جو علم حصولی کا ایک شعبہ ہے اور استحضار وہی ایمان بالغیب ہے جو ایمان لاتے وقت کسب کیا جائے۔ بلکہ ایسی یادداشت ہے جو ہر نفس کے انکسار اور توحید میں اضمحلال سے حاصل ہو (وہ) نہ حضوری ہے نہ حصولی۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کو قوت و

طاقت، اس یادداشت میں گم کر دینا چاہیے۔ سہ

بہر صفت کہ میسر شود بکن جہدے[لہ] ‌ ‌ ‌ کہ خویش را بہ سر کوئے آں نگار کشی

افادہ۔ اعلم ان اصل السعادۃ الاخرویۃ ثلاثۃ اشیاء احدھا ان یکون العقل ممتلیا بالتصدیق بان السعادۃ تنحصر فی العبودیۃ التامۃ المستوعبۃ بظاہر الانسان وباطنہ وبمعرفۃ اسباب حصول ھذہ العبودیۃ ومقدماتہا وثانیہا ان یکون القلب ذا ہمۃ وعزم قوی اذا قصد شیئا لم یضعف عنہ ولم یتکاسل دونہ حتی یرتقی ذروۃ سنامہ، وثالثہا ان یکون النفس منقادۃ القلب فی جبلتہا، فاذا وجدت ھذہ الاشیاء نزل من العقل خاطر حق، واستقر فی القلب وتلقتہ بما اودع اللہ تعالی فیہا من الہمۃ والعزیمۃ،

جان لو کہ سعادت اخرویہ کی اصل (بنیاد) تین چیزوں پر ہے۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ عقل اس بات کی تصدیق کے ساتھ معمور ہو کہ سعادت منحصر ہے عبدیت تامہ میں جو انسان کے ظاہر و باطن کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کو اس عبدیت اور اس کے مقدمات کے حصول کے اسباب کی معرفت ہو اور دوسرے یہ کہ قلب میں ہمت نافذہ اور عزم قوی کے ساتھ ہو۔ جب وہ کسی چیز کا قصد کرے تو اپنے میں کسی قسم کی کمزوری پائے اور نہ اس کے مقابلہ میں سست ہو یہاں تک کہ وہ ترقی کر جائے اس کی (قصد کی) بلند چوٹیوں تک۔ اور تیسرے یہ کہ نفس قلب کا فطرت کے اعتبار سے مطیع ہو۔ پس جب (نفس) ان اشیا کو اپنے تو عقل سے وہ چیز نزول کرے گی جو

لہ تم سے جس طرح بھی ممکن ہو کوئے محبوب میں پہنچ جانے کی کوشش کرو۔

فتنة أن هناك زاجر قوي يتوجه
إلى النفس فيأخذ بتلابيبها
ويعصرها ويغلبها، فعند
ذلك يحصل مقام التوبة
ومقام الإرادة وهما
بمنزلة النواة والملقاة
في الأرض البطية، فإذا
اشتغل العبد بدوام
العبودية ظاهرا وباطنا
تخلص منها نور يكون بمنزلة
الماء في أصل الشجرة توفي
جنسية النواة وتنمو فيها
الذي قلناه حقيقة السلوك
وأنواع الانسلاك وإن
كانت كثيرة تنحصر
في أربعة أنواع إن لا يكون
العقل ممتليا بالإيمان والمعرفة
وإن لا يكون القلب ذا العزيمة
في أصل جبلة وإن لا يكون
النفس منقصرة تحت حكم
القلب وإن يكون اشتغاله

حق ہے اور قلب بیدار ہو جاتا ہے
اور قلب اسے ... اس چیز کی طرف
جو اللہ نے اسے ودیعت فرمایا ہے یعنی
ہمت و عزیمت پھر اس جگہ ایک زاجر
قوی پیدا ہوتا ہے جو نفس کی طرف متوجہ
ہو کر اسے پکڑ لیتا ہے اور سرزنش کرتا ہے
اور پچھاڑ کر اس پر غالب آ جاتا ہے۔
اس وقت مقام توبہ اور مقام ارادت حاصل
ہو جاتا ہے اور وہ دونوں ایک گٹھلی کی
طرح ہیں جو نرم زمین میں ڈال دیئے
گئے ہیں۔ پس جب بندہ ظاہر و باطن کے
اعتبار سے دوام عبودیت کے ساتھ مشغول
ہوتا ہے تو اس سے ایک نور خارج کیا
جاتا ہے جو بمنزلہ پانی کے ہوتا ہے درخت
کی جڑ میں جس سے گٹھلی نشو و نما پاتی ہے
اور وہ پھر اپنے نکلتے ہیں۔ اور ہم نے
اسی کو حقیقت سلوک کہا ہے اور انواع
سلوک اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ چار
پر منحصر ہیں پہلی یہ کہ عقل ایمان و معرفت
سے بھری ہوئی نہ ہو۔ دوسری یہ کہ قلب
اپنی اصل جبلت میں عزیمت والا نہ ہو

بالعبودية قليلا لا يسمن
ولا يغني من جوع، فالسعيد
من تفحص عن مرضه وعرف
سببه وعالج نفسه فإن كان
قصور في الإيمان والمعرفة
عالجه بتذكر مقدمات
تصحح عنده الإيمان و
المعرفة، وإن كان ضعف
في قلبه عالجه بمقدمات
تنبعث عن الهمة وإن كانت
صفوته في نفسه عالج
برياضات قوية وإن كان
قلة الاشتغال بكثر من
الطاعات بالعبودية، ومن
الأمراض التي يكثر وقوعها
ويعظم بلاؤها أن يقبل
الانسلاك إلى طريقة
القوم أعلى الله تعالى
درجتهم، شديد فعله
الهواجس الطبيعية
عنها فيغوص في بعض الأقلام

تیسری یہ
کہ نفس قلب کے حکم کے تابع نہ ہو چوتھی
نہ ہو۔ چوتھی یہ کہ عبودیت کے ساتھ اس
کا اشتغال بہت تھوڑا ہو نہ موٹا ہو اور
نہ بے پرواہ ہو بھوک سے، پس نیک بخت
وہ ہے جس نے اپنے مرض کی تفتیش کی
اور اس کو پہچانا پھر اپنے نفس کا علاج کیا
پس اگر ایمان و معرفت میں قصور پائے تو
اس کا علاج کرے ایسے مقدمات یاد
کر لینے سے جو اس کے نزدیک ایمان
و معرفت کی تصحیح کر دیں (کرتے ہیں)
اگر قلب میں ضعف ہے تو ان ایسی
چیزوں سے علاج کرے، جو عزیمت کے
طور پر ہیں اور اگر اس کو صفائی قلب
نصیب ہے تو ریاضات قویہ سے علاج
کرے اور اگر عبودیت کی طرف قلت
اشتغال کم توجہی ہے تو عبادات
کی کثرت کرے۔ اور وہ امراض جن کا
وقوع بہت زائد ہوتا ہے اور ان
کی بلائیں بہت عظیم ہیں ان کا علاج

ویقعد غارب الهوى عاد
بسبركان لم يكن قطاع عن
طريقتهم ثم بعد برهة
من الزمان يزجره زاجر
الالهي فيعوده الى الحق
ويرجعه حيث كان ولكنه
يبقى امرا مترددا الى هذا
تارة وعلى ذلك اخرى
واحسن ما يعالج به هذا
المرض ان يلتزم المحاسبة
كل يوم مرة او مرتين فيفرد
نفسه ويتوضأ ويصلي
ما قدر له ثم يتذكر الموت
ويحضره بين عينيه وربما
ينفعه ان يتلقى كميتة
الموتى ويتصور انفكاك
الاهل والمال منه ويقول
امه بقلبه سرا او املا بلسانه
مع لا اله الا الله وينوى
بذلك ان لا نافع لذى
معاذه الا الله تعالى مربه

ہے کہ راہ سلوک میں قوم (صوفیاء)
کے طریقہ پر چلنا قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ
ان کے مدارج بلند فرمائے۔ پھر اس کے
نفس سے ہوا جس طبیعہ (وساوس)
کو۔ پھر وہ انقلاب کے سمندر میں غوطہ
لگائے گا اور خواہشوں کو جدا کر کے بیٹھ
جائے گا خواہشات کو ترک کرے گا اور
ایسا ہو جائے گا گویا کبھی دنیا تھا ہی نہیں
پھر تھوڑا سا وقت گزرنے کے بعد اللہ
کی طرف سے ایک تنبیہ کرنے والا اس
کو تنبیہ کرے گا اور اس کو حق کی طرف
لوٹا دے گا اور اس کو اس جگہ لوٹا دے گا
جہاں وہ تھا۔ اور اسی طرح باقی رہتا ہے
اور زیادہ زندگی گذارتا ہے (متردد ہوتے)
ہوئے کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف
اور اس مرض کے علاج کا سب سے بہتر
طریقہ یہ ہے کہ روزانہ ایک یا دو بار
اپنے نفس کے محاسبہ کا التزام کرے پھر
منفرد ہو اپنی ذات کے ساتھ اور
وضو کر کے نماز پڑھے جس قدر ممکن ہو
پھر موت کو یاد کرے اور اسے پیش نظر

وجدل كلمة مشوقة او زاجرة
اعادها مرات وترك
المطالعة فهذه هي
الاسباب المنجية العزيمة
وخذ هذا والحمد لله
اولا واخرا وظاهرا و
باطنا.

زبان پر یا اس کی صحبت میں ایسی چیز
کھول دے گا جو اسے نفع دے گی جو
اچھی طرح یہ عمل کرے تو خلوت کی
جانب رجوع کرے (خلوت میں چلا جائے)
اور یہ بات بھی اسے نفع دے گی کہ
وہ روزانہ قوم (صوفیاء) کی کتابوں
میں سے کسی کتاب کے مطالعہ میں
مشغول رہے جیسے عوارف المعارف
اور احیاء العلوم اور مشغول رہے
تصحیح نیت میں شروع ہی سے اور
رجوع کرے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے
قلب کے ساتھ۔ پس جب کوئی کلمہ شوق
دلانے والا زجر کرنے والا پائے تو اس
کا اعادہ (کئی بار) کرے اور مطالعہ کو
ترک کر دے (یعنی جب یہ کیفیت
حاصل ہو جائے)۔ پس یہی وہ اسباب
ہیں جو عزیمت پیدا کرنے والے
ہیں (اسے قبول کرو) والحمد للہ
اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

ظاهرًا او باطنًا حتى يجد
في قلبه انشراحًا وفي نفسه
انزجارًا او مثل ذا يفعل كل
يوم مرة او مرتين وينفعه
ايضًا ان يتوضأ ويصلي ما
قد الحقه يتوجه الى بعض
الصوفية المستعين بربهم
ظاهرًا او باطنًا ويستشعر في
قلبه ادبًا وخضوعًا وينوي
بها ذلك معالجة مرضه
الذي اعتراه فلا بد ان
يفتح الله على لسانه او في
صحبته ما ينفعه فاذا احس
ذلك رجع من ساعته الى
الخلوة ويقبل على الذكر
وينفعه ايضًا ان يشتغل
كل يوم بمطالعة كتاب من
كتب القوم مثل العوارف
والاحياء وتصحيح نية في
اول مطالعة ويرجع
الى الله تعالى بقلبه فاذا

رکھے اور بسا اوقات یہ چیز بھی مفید
ہوتی ہے کہ مردہ کی طرح چت لیٹے اور
اپنے سے اہل و مال سے جدا ہونے کا
تصور کرے۔ اور لا الہ الا اللہ بآواز
دل میں کہے یا بہ آواز بلند زبان سے
اسی بات کی نیت کرتے ہوئے کہ اس
کے سوا میں کوئی نفع دینے والا نہیں
(اور) ظاہری و باطنی طور پر اپنے رب
کی طرف مشغول ہو، یہاں تک کہ اپنے
اپنے قلب میں انشراح اور نفس میں
انزجار۔ اور روزانہ ایک یا دو مرتبہ
ایسا ہی کرے اور یہ بات بھی اس کو
نفع دے گی کہ وضو کرکے اپنے امکان
بھر نماز پڑھے۔ پھر بعض ان صوفیاء
کی طرف متوجہ ہو جو ظاہری و باطنی
طور پر اپنے رب سے مدد حاصل کرتے
ہیں۔ اور ادب و خضوع کے ساتھ
اپنے دل میں شعور پیدا کرے اور ادب
کا خاص خیال رکھے، اور اپنے اس
مرض کے علاج کے سلسلہ میں اسی طرح
جد و جہد کرتا رہے۔ پس یقیناً اللہ ہی کی

افادہ ۹: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ راہ حقیقت کے سالک کو بہت سی چیزیں پیش آتی ہیں۔ ان میں سے بعض مقامات ایسے ہیں جن کو عبور کرنا سلوک میں ضروری ہے اور بعض احوال وہ ہیں جو ان مقامات کی صور و اشباح ہیں جن کا حصول سلوک کیلئے شرط نہیں ہے کیونکہ عبرت مقامات کے ظہور سے ہے نہ کہ احوال کے ظہور سے مثلاً انسان کے ادوار میں طفولیت ہے، شباب ہے، ادھیڑپن ہے اور بڑھاپا ہے۔ اور ہر ایک کا ایک مقام ہے لیکن قوت غضب اور بے قراری شباب میں احوال سے ہے کہ بعض میں یہ صور ظہور کرتے ہیں اور بعض میں نہیں۔ ہمارا راہ میں اول اول اذکار لسانی و قلبی میں مشغول رہنا ہے۔ اور یہ پڑھنے والوں کے حق میں الف، با، تا، کے مثل ہے جس کا شمار مقامات میں نہیں ہے۔ پس اس وصف محبت کے ساتھ قلب کا اللہ سے دوام تعلق ہے اور اس کی توحید محبت کی انتہا ہے جس سے مراد ماسوی اللہ سے قطع الفت ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جسکو حاصل کئے بغیر کسی کام کا کشود نہیں ہوتا۔ اور اس مقام پر عجیب غریب حالات اور واقعات مثلاً غرق و فنا، اور انس و ہیبت، تجلی و استتار بعض کو پیش آتے ہیں اور بعض کو نہیں۔ اور دوسرا مقام توحید افعالی ہے۔ اور اس سے مطلب توحید قیسی وجدانی کا انکشاف ہے رزق و ذریت وغیرہ کے تمام حوادث یومیہ اسکی تفصیل میں [illegible] کے [illegible] تمام اور الہام [illegible] اور پھر وہ تعبیر بقضیہ جو اپنے میں یا اپنے غیر میں دیکھے سب کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے بوصف شہود کے ساتھ دیکھے۔ اس میں حال غالب ہوتا ہے۔ اور اس مقام کی انتہا تو کل میں ہے تفویض و توکل ہے۔ اور یہ مقام حاصل ہونے کے بعد بعید تحقیق سے ان افعال کے فیصلہ ورکی عدم رویت سلوک کا نقصان نہیں ہے مثلاً کسی کو کسی کو دل کی مدبر حرکات و سکنات کے صادر کرنے میں صور و اشباح میں واضح ہوئی اب اگر تماشہ کی وقت اشکال سے حرکات کی تفصیل کو مقصود رکھے تو کیا نقصان ہوگا۔ تیسرا مقام توحید صفاتی ہے۔ اور اس سے مطلب وجود واحد میں تمام موجودات کے اضمحلال کا انکشاف ہے۔ اور اس کا ظہور دو طرح پر ہے۔ ایک تو یہ کہ تمام اشیاء کا آئینہ میں مشاہدہ کرے دوسرے یہ کہ تمام اشیا میں مشاہدہ کرے۔

ومن بعد ھذا ما انت قاصدہ[۱] ۔ وما کنتہ خلق لدی وجھل

یہ ان مقامات ہفت گانہ کا بیان ہے جو اکابر اولیا۔ اللہ کی راہ سلوک ہے جس کسی کی توفیق
دستگیری کرے وہ یہ راہ طے کر کے انجام کو پہونچتا ہے۔ ورنہ زندگی بھر ایک یاد ہی پڑا رہتا
ہے اور اس کا جذب ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ رجعت قہقری کیساتھ مخلوق کی طرف پلٹ
آتا ہے۔ العیاذ باللہ الحور بعد الکور۔ اور بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ یہ سب بطور ضعف و
وجمال ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یا ارادہ ازلی کے سبب سے ہے کسی اور کو اس میں دخل
نہیں۔ الحاصل شاعر نے انہیں سات مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

ہفت شہر عشق را عطار گشت[۲] ۔ ماہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

دوسرے یہ کہ اس جگہ ایک نکتہ یہ ہے کہ جس شخص نے سلوک شروع نہ کیا ہو۔ اور وہ ابتدائے
حال ہی قوی الہمت ہو۔ اور بڑا دلیر اور اپنے مزاج پر بڑا قابو ہو اسکے تمام آثار و
احوال دلیری۔ بزرگی۔ اور تسلط کے رنگ میں ہوں گے۔ اور اگر ابتدائے فطرت
میں یہ سب چیزیں نہ ہوں گی۔ تو اس قسم کی باتیں کہاں سے لائے گا۔ وہو الموفق نعم
المولیٰ ونعم النصیر۔

افادہ ۶۵ : وصول ذات کے بعد فنا کے ضمن میں۔ اور یادداشت بے کیف
اور آگاہی بے فرد کے حصول میں بعض وہ لوگ جنکو اس مرتبہ میں قیام اور توجہ کی مدد
اس طرح نہیں ہوتی۔ ان کا سلوک مکمل نہیں ہوتا لیکن وہ لوگ رحمن کی جہت تدلی
عظیم سے ملی ہوئی ہو۔ اور وہ اس پر اپنی نگاہیں گاڑے ہوئے ہوں۔ اور تدلی عظیم
سے مطلب وہ حقیقت الہیہ ہے جسکی صورت جلیہ عرش عظیم ہے۔ اور اسکی ذات کی طرف
توجہ عالم کی تمام استعداد کے مطابق اس ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس نے عالم
مثال میں ایک نوع سے ظہور فرمایا ہے۔ اور وہی تدلی ان تمام تدلیات کی اصل ہو

---

۱ ۔ اس کے بعد وہ جس میں ہیں جملی صفات ذہنی ہیں۔ اور اس کا پہچاننا جسکے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

۲ ۔ عطار عشق کے سات شہروں میں گھوم گئے ہم ابھی تک ایک ہی کوچہ کے پیچ و خم میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ہو خلیفۃ القدس اور وہ دوسرے مواطن عالیہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت
رکھتے ہیں وہ بھی اس تدلی کی توجہ کے نتائج ہیں تاکہ ان کے اور ان کے مستفیدین کے
درمیان رابطہ کا سبب ہو۔ اور اس بات کے حصول کا سبب اس شخص کی تحقیق قلب
سے زائد قوی نہیں ہے جس کا آشیانہ یہ تدلی ہو گیا ہو۔ اور یہی افادہ سابقہ میں مذکور
ہو چکا۔ اور یہ صرف اسکے لئے ہے جس نے اپنے کو اس کے حوالے کر دیا ہو اور ہمت بھی اس
میں صرف کر دی ہو۔

افادہ ۶۶ : حضرت حق سے تعلق قلبی کے باوجود سالک کو چند وظائف ظاہری
بھی اپنے اوپر لازم کر لینا ضروری ہیں۔ اس لئے کہ مرد کامل وہ ہے جو ہر نسبت
نفیسہ میں سے ہر ایک کو ایک حصہ پہنچتا ہے۔ یہ بات چشم وجدان سے محسوس کی جاسکتی ہے
کیونکہ مجذوب خالص کو دار الجزاء میں وہ وقعت و عظمت حاصل نہیں ہے۔ جو سالک
خالص کو ہے۔ ہاں وہ کمال جو اس میں فی نفسہ ہے وہ ایک دوسری ہی چیز ہے۔ اور
دار الکسب اور دار الجزاء دونوں اس کمال کے مطابق مستوی ہیں[۱] اور لا یکسب تقوی
النفس ولا یجازی علیہ حین ثبات علی ارفع عین النفس۔ جس طرح کوئی غازی
میدان جنگ میں اور مال غنیمت تقسیم ہونے کے وقت عام لوگوں کے ہم رنگ ہوتا ہے
اس کا عرفان ایک ایسی چیز ہے جس نے جزاء کے لئے اسکو نہیں چاہا بلکہ وہ مطلوب لذاتہ
ہے۔ اور تمام لطائف میں سے جو ہمارا اختیار کیا ہوا ہے تین وظیفے ہیں۔ ایک یہ کہ جیسا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ استعینوا باللہ وحدہ والغدوۃ والروحۃ وشئ
من الدلجۃ[۲]۔ جب تہجد کے لئے اٹھے تو سات یا نو یا گیارہ رکعتیں پڑھے جس میں الم
یٰسین۔ سورۂ واقعہ۔ اور سورۂ یوسف پڑھے۔ پھر ان سورتوں میں سے جو دعا

---

۱ ۔ پہلے وہ حوالے تسبیح کے ذریعہ کسب کرتا ہے ابھی کمال حاصل کرتا ہے۔ اور اس کسب پر اس کو بدلہ نہیں
دیا جاتا افعال ضمیر پر ثابت رہنے تک۔

۲ ۔ مدد حاصل کرو اللہ سے صبح کے وقت۔ اور شام کے وقت اور رات کے آخری وقت۔

اس کے وقت کے مناسب ہو پڑھے۔ اور دعا اتنی دیر تک پڑھے جتنی دیر میں سورۂ
اور اس کے مثل اور کوئی سورت پڑھی جائے۔ اور حصن حصین کی فصل دعا کو جیسا کہ
سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ پھر تفکر و تعلق قلب میں جہاں تک ہو سکے مشغول رہے۔

پھر سو بار لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے پھر
آفتاب بلند ہونے تک حضرت حق کی طرف تعلق قلبی سے مشغول رہے۔ پھر دو رکعت پڑھے
اور آفتاب گرم ہونے تک چاشت چار رکعت۔ تیسرے بعد عشاء سو بار تہلیل جلی اور درمیانی
دھیمی آواز سے پڑھے۔ پھر سورۂ ملک یا مسبحات میں سے کوئی سورت پڑھے ہو بستر پر
جائے۔ اور معوذات پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو پھونک کر اپنے پورے جسم پر پھیرے

افادہ ۵: کسی حال میں توجہ بحضرت حق میں فتور نہ آنا چاہیے۔ اور نہ
کو کسی حال میں شعائر اللہ اور علم باللہ سے مستغنی رکھنا چاہیے۔ کہ یہ بدنصیبی کی علامت
ہے۔ اور ہمیشہ تقصیر کے ذکر کو لازم رکھنا چاہیے۔ اگرچہ وہ [illegible] ہو
اور بدنی و مالی عبادات کی رغبت میں اپنے کو معاف نہ رکھنا چاہیے۔ اگرچہ وہ
جانتا ہو جو عبادات کا مغز ہے تو اور زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ عاشق جلد
مشتاق ہے۔

افادہ ۶:

مرغ بیت وصال من کرتا ہی — شکم بود از شوق لعبت منا ہی
مشتاق میان بحر [illegible] یا لی — تشنہ نیست کہ شاکی بود از آبی

سعادت مندوں کی صفت یہ ہے کہ لوگوں کو شغل باطن سے بھی فائدہ دینا چاہیے اور
اگر وقت [illegible] جس سے مطلب نسبت ہے میسر آئے تو اس کو توجہ کے اسباب میں سے بڑا
سبب سمجھنا چاہیے۔

افادہ ۷: سالک کو بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ اور مشق ریاضت کرنے سے
جو کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا نفس اس سے مشحون ہو جاتا ہے۔ اس کو نسبت
و سکینت کہتے ہیں۔ اور نسبت کی کئی قسمیں ہیں۔ اور جمہور اہل اللہ اقسام پنجگانہ

کے لیے خاص نہیں رہے ہیں۔ اور ہر قسم میں ایک خاص اثر ہے۔ اور علیحدہ طریقہ جس سے
مراد حضرات الٰہیہ میں سے ایک حضرت ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر سالک کا نفس ناطقہ اپنی فطرت
کے مطابق اس کے احکام و کمالات کا عکس پذیر ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس آئینہ کی
ہے کہ جب اسے شمال کے مقابل کیا جائے تو شمال کے تمام ستارے اس میں منعکس ہو جائیں
گے۔ اور جب اسے جنوب کی جانب پھیر دیا جائے تو جنوب کے تمام ستارے اس میں اتر
آئیں گے۔ اور نسبت یادداشت میں سے ایک نسبت موجودات کی وجود واحد میں اضمحلال
کی نسبت ہے۔ اور نیز تمام اشیاء کا اس میں اندراج و قیام۔ اور اس نسبت کا اثر جو
آفاق سے بحیثیت تعرض ہے خیر و شر کے درمیان فرق کرنے سے اور خیر و شر کی جوش میں [illegible]
[illegible] ہے۔ اور اس استعداد کا اثر نفسی مرتبہ اطلاق کا انکشاف اور اس کی خصوصیت کا آثار
ہے۔ اور کمالات الٰہیہ میں سے اس کمال کا منبع ابداع و تحقق ہے۔ جس سے مطلب اشیاء کو وجود
کی جاتی ہے جس کا اول قلم اعلیٰ ہے پھر لوح اس کے بعد عرش اس کے بعد [illegible] اس کے بعد
مرتبہ تحقق ہے۔ اور دوسری احسان کی نسبت ہے۔ اور وہ ایسی حالت ہے جو دو جزء
سے مرکب ہے۔ ایک ان انوار کا مطالعہ جو طہارت و ذکر کا سے ناشی ہوتے ہیں۔ دوم حق
حقیقت الٰہیہ کی طرف خضوع و تعظیم کے وصف سے متعلق ہونا جس سے مطلب تدلی الٰہی ہے جو
وہی فطری صورت و استعداد کے مطابق صورت عجیبہ سے متدلی ہوتی ہے۔ اور اس کا منبع
وہی تدلی الٰہی ہے۔ اور اس کا اثر جزء اول کے مطابق خطرات کا بیٹھ جانا ہے اور
اطمینان کی یافت اور اس شخص کے بدن و نفس میں راحت۔ اور نسبت قلبی کا حصول اور
اس کے انوار حال کا انکشاف اور حدیث شریف اللھم اجعل فی قلبی نورا و فی
سمعی نورا اس پر دلیل ہے۔ اور یہ حدیث واغسل خطایای بالماء والثلج والبرد
اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اس کا اثر استعداد کے جزء ثانی کے مطابق معاد میں
حضرت حق کی رویت ہے چنانچہ یہ حدیث شریف انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر

علم [illegible] یہ کہ تم اس طرح دیکھو گے جس طرح دیکھتے ہو چودھویں رات کے چاند کو۔ اگر تم کر سکتے ہو [illegible]

وجود ملفوظی و ملحوظی کی تاثیر اہل دعوت کے نزدیک ثابت ہے اسی طرح اس وجودی
کی تاثیر کی محافظت نقشبندیہ کے نزدیک ثابت ہے۔

اے دوست قول دیدہ و بینائی من — شنوائی و دانائی و گویائی من

عشقم تو و ہم تو دل غمدیدۂ من — واندر دل غمدیدہ شکیبائی من

ایسے اشعار و حق تعالیٰ شانہ کی توجہ کی جاتی ہے۔

افادہ :- اگر کسی کے لطیفۂ قلب کو جنبش دینا اور بیدار کرنا چاہیں تو اس کو
جنبش دینے اور بیدار کرنے کا علاج عشق لطیف ہے کہ اس مقام پر آگے بڑھتے ہیں ایک
سرور اور پیچھے ہٹتے ہیں ایک وحشت پیدا ہوتی ہے۔ اور معشوق کی بعض ادائیں اور اس کی
صورت قلب سے متعلق ہو جاتی ہے۔ اسی وقت اس کو خواہش جماع ہوتی ہے اور نہ خواہش
بوسہ اور نہ آلات طرب کا سننا اور نہ واعظ کے قول کو سن کر وجد حاصل ہونا۔ اسی طرح
ذکر جہر کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر اس کو لطیفۂ قلب سے روح کی طرف منتقل کرنا ہو
تو اس کی منتقلی کا علاج طہارت و مناجات کی نسبت کو نسبت اویسیہ کے ساتھ ممتاز
کرنا ہے یعنی بکثرت غسل و وضو کی کثرت کرنا۔ اور ان باتوں پر عمل پیرا ہونا جو سبحات میں
میں لکھا گیا ہے۔ اور درود شریف حضور قلب کے ساتھ طویل سجدوں میں اپنے کو باب کبریا پر
ڈال دینا اور پیشانی رگڑنا۔ اور تیسرے بارگاہ رسالت میں بعد طہارت و تعظیم و خشوع
و بیداری قلب درود شریف کی کثرت اور دلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ کا ورد رکھنا
اور اگر اس لطیفۂ عقل کو جنبش دینا اور بیدار کرنا چاہوں تو اس کا علاج مراقبات و
افکار پر لگا دینا۔ اور محبت قوی ہے اس کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن
عربی نے فرمایا ہے کہ میرا شیخ اس عمل میں مشغول تھا کہ ہے جو خوب ہے کہ اس کی طرف متوجہ
یہ سبق ہم نے کس سے سیکھا ہے۔ اور اگر اس کو لطیفۂ عقل سے لطیفۂ نفس کی طرف منتقل کر دوں
تو اس کا علاج کثرت مراقبہ ہے ہر لطافت کے باوجود تمام ماسوی سے توڑ اور شغل

نہ وہ عشق جو انسان کے قلب یا فطرت میں پنہاں ہے۔

دواعی اثر کرتے ہوئے۔ اور یہ عمل بہت مشکل ہے۔ اور اگر نشست و برخاست ایسے شخص کے
ساتھ میسر آ جائے جس کا ربط قوی ہو تو اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھے تاکہ
کسی وقت یہ شعلہ اس میں اثر کر جائے جیسے ایک چراغ کا شعلہ دوسرے چراغ کی بتی میں
اثر کر جاتا ہے۔ اور لطیفۂ خفیہ کے بیدار کرنے کا علاج لا موجود الا اللہ کا ورد اور
ماسوا سے تبتل یعنی انقطاع کے ساتھ اور محبت کا جمع رکھنا اس معنی کے ساتھ اور اگر اس کا
حاصل ہونا کسی ایسے شخص اور ہم مشرب کی صحبت پر منحصر ہو جو اس بات کا ملکہ رکھتا ہو تو جب
تک اس کے رنگ میں نہ رنگ جائے اس کا شعلۂ شوق اس میں اثر کر جائے۔ تب تک
طالب اپنے نفس میں غور کرے اور تمام غیر حاصل شدہ لطائف کا حصول کتاب و سنت
و توجہ کیسا ہو نہیں ہے بلکہ ایک ایسے امر کا تجربہ ہے جو اس کی اصل میں متعین کر دیا گیا تھا
یہ ایک تعلیم اللہ اور جمیل الفاظ سمند ہے۔ اور شاہ ہمعات جل فیدہ پھر مجھے اس
کی توفیق دے کریں اسے مزید شرح و بسط سے بیان کروں۔ ان شاء اللہ علی کل شیء
قدیر۔

افادہ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جبروت کی تکمیل کے بعد جو کوئی
شخص اس کے ذکر کو لطیفۂ نالیہ پر زبردستی کرنا چاہے۔ اور اس کے اعضاء و جوارح اسی
میں رنگے جائیں تو اس کی تدبیر یہ ہے اور ذکر لسانی کی کثرت ہے اس شرط کے ساتھ کہ ان
اوقات میں جبروت کی توجہ سے غافل نہ ہوتا کہ اس کا اثر دل میں سرایت کر جائے

افادہ :- حضرت اقدس نے فرمایا لفظ لاہوت کی ایک خاصیت ہے کہ
وہ اس کے ساتھ متعلق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ باوجود ذاتی عزت کی قرارگاہ میں
استقرار کے کبھی حرکت بھی کرتا ہے۔ اور اس جگہ متحرک اور متحرک لیے ایک ہیں
اس کے باوجود ایک حرکت نفس الامر میں واقع ہے۔ اور وہ دو مرکز میں ایک نقطہ جسم
رکھتی ہے۔ اور یہ چیز اس نقطہ کے علاوہ اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اصل میں نقطہ
ہے ایک رقیقہ فرق ہوتا ہے اور دیگر انشائات میں ایک طبقہ کے بعد دوسرا طبقہ منقوش ہے
ہے اور افراد میں سے ایک فرد کے ہیکل میں استقرار کرتا ہے پھر ایک سے دوسرے میں

دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ ہماری اصطلاح میں وجہ یقین ظاہر ہے۔ اور وہ یہ کہ
انسان کی حقیقت میں ایک نقطۂ وحدت ہے جس کو ہم جوہر بحت کہتے ہیں اور وہ اس سے
مطلب ذات ہے۔ اور اسی نقطہ سے ایک مرئیہ دشمن تجلی کے پیدا ہوتا ہے۔ اور عارف کے
متخیلہ میں پہلے ایک صورت دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ صورت شرح خیال میں کس طرح
منشرح اور منتشر ہو جاتی ہے کہ عارف کو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ وہ علانیہ کہتا ہے
کہ یہ نقشہ میں نے خدا سے حاصل کی ہے۔

افادہ:۔ نیز خواجہ موصوف نے تحریر کیا کہ ایک عزیز نے حضرت اقدس کی
خدمت میں مولانا روم کے اس شعر ؎

آں یکے نادر رہ استغنا بخفت　　جان اولیا جان استغناست بفت

کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کے معنی مشکل معلوم ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب حضرات انبیاء
علیہم السلام عدم استغنا پر ماخوذ ہوئے تو اولیا کس شمار میں ہیں۔ پس حضرت اقدس نے
ان کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ کاملین دو قسم کے ہیں۔ ایک تو اولیائے عارفین وہ جو
سلوک کے بعد مرتبہ فنا پر پہنچیں۔ اور پھر فنا کے بعد ان کو صورت بقا عطا ہو تو صورۃً
اسی ابتدائی حالت پر واقع ہوگی جس پر انھوں نے ابتدا میں سلوک کیا تھا۔ پس ان کا حال
یہ ہے وہ عوام کی صورت پر رہیں گے۔ اور عوام یقیناً ترک آداب اور ترک سنن زائدہ پر
ماخوذ نہیں ہیں۔ اور جان اولیا جان استغناست وحدت کے یہی معنی ہیں یعنی وحدت میں
استغراق اور اس میں کثرت کی دید اور ان حقائق کے انکشاف کی وجہ سے بقا کے وقت
عوام کے سکون کی طرح سکون ایک سکون عطا کرتے ہیں جو طبعاً طالب فوق　　ہے۔
اس لئے کہ تعبیر و ارادہ نے ایک طرح تفوق حاصل کیا تھا۔ اور بقا کی حالت میں بھی پھر
صفات نفسانیہ، دوبارہ اختیار کر کے عود کریں گے۔ برخلاف انبیاء اور ان کے ورثہ
کی استعداد کے جو ان کے شعور کے مثل ہے۔ اور وہ ہمیشہ بلندی کا طالب ہوتا ہے۔ ان کو

؎ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اس کی شرح آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔

فنا کے بعد جب بقائی خلعت پہناتے ہیں ہر چند بصورت اولیٰ کہ سالک کی ابتدا میں سے ہوتی
ہے ان کی بقا ہو جائیگی لیکن ان کی بلندی کی طلب حقیقتاً ختم نہیں ہوتی۔ پس ان کی
استعداد ہر ترک ادب پر مواخذہ کی مقتضی ہے۔ لہٰذا عدم استغنا پر اگرچہ وہ زوائد میں
سے ہوں تب بھی ماخوذ ہوتے ہیں (حسنات الابرار سیئات المقربین)

افادہ:۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ رُوْحَ
الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَہَا اَلَا فَاجْمِلُوْا فِی
الطَّلَبِ۔ اس حدیث میں اشارہ ہے علم سلوک کی دقیق معرفت کی طرف۔ اور وہ یہ ہے
کہ آدمی تو جاہل مبتدی ابتدا میں افعال کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ درحقیقت
وہ ایک قدری ہے طریقت میں۔ ہر چند شریعت کے اعتبار سے سنی ہوتا ہے۔ بعد ازاں
توحید کے ساتھ ترقی کرتا ہے پھر تمام عالم کی حرکات کو کٹھ پتلیوں کے تماشے کی طرح
جو پردہ کے پیچھے سے مستند ہے ایک فاعل کے ساتھ مستند دیکھتا ہے۔ اور وہ اس حال
میں فرقہ جبری ہے۔ پھر دونوں صفتیں اس میں مجتمع ہو جاتی ہیں۔ اور ایک کی رویت
دوسرے کی رویت کے مانع نہیں ہوتی۔ اور اس حالت میں وہ یعنی سالک پھر قدر
میں متوسط ہو جاتا ہے۔ لایمان بین الخوف والرجاء۔ اور امر بین الامرین کا قائل
ہو جاتا ہے۔ اور مقام ابتدائیت کے مرتبہ کی طرف رجوع کر کے طریقت میں سنی ہو جاتا
ہے پھر سلوک دوسری پوشاک پہناتے ہیں۔ اور اس کی نگاہ میں اسباب کو محکم اور درست
کر دیتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ اسباب اصلی توحید کے منافی نہیں ہیں بلکہ اسباب جتنے زائد
ہوں گے اس کی توحید بھی زائد ہوگی لیکن باوجود اس کے وہ طلب میں اقتصار اختیار
کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی زبان سے کھل جانے اور سوال کے جاری ہو جانے سے مستفید ہوتا

؎ حسنات الابرار سیئات المقربین۔

؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات [illegible]

[illegible]

[illegible]

بعد ازاں یہ آیت ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ
نازل ہوئی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام یقیناً حقیقت استثناء سے متصف تھے لیکن
باوجود لفظ استثناء کے ترک پر مواخذہ ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلالت کے
زعم میں یہ کہا کہ انا اعلم پس اس بات پر وہ عتاب کئے گئے۔ حاصل یہ کہ انبیاء اور ان
کے وارثان کے ظواہر سیر فی اللہ و باللہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد قصد الی اللہ کی طرف
مائل ہوتے ہیں۔ اور اس کا سر یہ ہے کہ سالک کو اس کی اصلی فطرت کی صورت پر
بقا دی جاتی ہے پس انبیاء اور ان کے وارثان اصل جبلت میں کسی وضع پر مخلوق
ہوئے ہیں کہ ان کی قوت ملکیہ انتہائی طاقت ور ہوتی ہے۔ اور ان کی قوت بہیمیہ اپنی
قوت کے باوجود ملکیہ سے رنگی ہوئی اور اس سے متاثر ہوتی ہے۔ اس چراغ کی لو کی
جو بالطبع مائل بہ بلندی ہے اور فنا کے بعد جو صورت ان کو عطا کی جاتی ہے تو وہ بھی مائل
بہ بلندی اور قوت بہیمیہ کا قوت ملکیہ کے ساتھ رنگ جانا ہے۔ بخلاف ان کے غیر کے
اور علم السلوک کے اقوال مختلفہ کے درمیان یہی وجہ ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند نے
یہ تحریر فرمایا ہے ؎

موسیٰ اندر درخت آتش دید | سبز تر می شد آں درخت از نار
شہوت و حرص مرد صاحب دل | ہمچنیں داں ولے چنیں انکار

اور خواجہ نقشبند کے بعض متبعین نے لکھا ہے کہ فانی و باقی غضب عامی غضب سے زائد
سخت ہے۔ اور سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فنا و بقا حاصل ہونے کے
بعد ایک دوسرا حجاب پیش آتا ہے۔ اور پھر دوبارہ نفس کی کشاکشی لازم ہوتی ہے۔
ان میں سے ہر ایک نے ایک مقام کی خبر دی ہے۔ اور اقوال کا اختلاف احوال کے اختلاف
کے لئے ہے۔ اور یہ مسئلہ علم سلوک کی باریکیوں میں سے ہے۔ فتدبر و تشکر۔

افادہ ۶:- ایک سائل نے حضرت اقدس سے یہ سوال کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا
کہ اسم اللہ مجھ پر ایک رسی کی شکل میں نازل ہوا اور مجھ کو گھیر لیا۔ آپ نے ارشاد
فرمایا کہ یہ اسم مبارک الفاظ و کلمات کے نشانات میں ذات الٰہیہ سے ملتی ہو؟

اور عام مثال میں اس کی ایک عظیم شان ہے۔ اور یہ واقعہ اس کی بعض تحقیقات مثالیہ
کے ملاحظہ سے ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میرا نفس مثل آب
جاری کے سیلان کر رہا ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب خطرات خارجیہ
ختم ہو جاتے ہیں تو نفس ناطقہ اپنے علم حضوری کے ساتھ آدمی کی صلب تحقیق سے نکل کر
منتقل ہو جاتا ہے۔ باقی یہ سیلان بھی علم حضوری کی نمائش ہے۔ پھر اس نے سوال
کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اپنے کو فنا ہوتا جان رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سیر آفاقی
کی انتہا ہے۔ حق اول حال میں سالک کی نظر میں لمعات اشیائے خارجیہ میں تجلی ہوتی ہے
اور پھر آخر میں اس شخص کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر اپنے میں ظاہر و منتظر کے
درمیان فرق کرنے کے ساتھ نظر کرے اگرچہ علم اجمالی ہو تو یہ سیر انفسی ہے۔ اور اگر حق
کو حق میں دیکھے اس معنی کے ساتھ کہ اس چیز کو جس کو خارج میں دیکھتا تھا اپنے نفس میں
دیکھتا تھا بغیر کسی دوسری چیز کے ملاحظہ کے دیکھے۔ اور جانے تو یہ اقوام کی نسبت سے
تجلی ذاتی ہے۔

افادہ ۵:- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی جماعت دعاؤں یا آیات
قرآنی پر مداومت کرے۔ اور ایک مدت اس سے اللہ کا تقرب تلاش کرے اس طرح کہ وہ
اس دار فانی سے انتقال کرتے ہیں تو ان اعمال کو اپنے ساتھ لیجاتے ہیں۔ اور اسے اپنا کمال
سمجھتے ہیں۔ اور بہ نظر استحسان اس کو منظور رکھتے ہیں۔ اسی طرح ایک زمانہ کے بعد دوسرے
زمانہ والے اس سے اشتغال اختیار کرتے ہیں پھر کسی وضع پر زمانے اور صدیاں گذر جاتی ہیں تو
ان دعاؤں اور عزائم میں ایک نورانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اگر کوئی دعوت ان کلمات
کے وسیلے سے جو وجود ہی کے سیلان کا خواست گار ہو تو اس کے آثار و برکات ظاہر
ہوں گے۔ اور اگر انہیں دعاؤں کے معنی دوسری عبارتوں سے ادا کرے تو کوئی اثر نہ
ہوگا۔ اور یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہے۔ اس معنی میں دعائے سیفی کو کوئی خصوصیت
نہیں ہے بلکہ ہر وہ دعا جو اس وضع سے عمل میں لائی ہو کو سیفی کرے۔ مثلاً دلائل الخیرات
کہ اس زمانہ میں ملک عرب میں بکثرت لوگ اس سے اشتغال رکھتے ہیں۔ اگر کوئی کسی خاص

ساتھ نسبت کا ظہور رکھتے ہو۔ بعض نے ایک بزرگ پیر سبیت الدین جو کابل رہتے تھے
اور ایک واسطے سے ان کی نسبت حضرت خواجہ خاوند محمود لاہوری سے متصل ہوتی ہے،
کا نام لیا۔ اور انھوں نے کہا کہ ایسی بے معنی نسبت جس کے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے کیا
بیان کی جائے۔ حضرت اقدس نے اس کی تسکین کے لئے فرمایا کہ اتنی ہی نسبت کافی ہے
ہم نے عہد کیا اور رکھتے کہ اگرچہ وہ یاد نہ رہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں
(بزرگوں) کا دامن پکڑنا اور ان سے عہد بیعت کرنا ایک معتمد علیہ امر ہے۔ گو ان عہد
و پیمان کے حقوق کی رعایت کا حق ظہور نہ کرسکے [illegible]
خانقاہ کی گفتگو کے دوران آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ نسبت نقشبندیہ خلوت کے مقابلہ میں جلوت میں
زائد رونق پاتی ہے بر خلاف دوسرے اکابر کی نسبتوں کے کہ ان کی نسبتوں کی جلا
خلوت میں بہت زائد ہے۔ اور خلوت کی رعایت ان کے نزدیک بہت ضروری ہے۔ اور
نسبت قدیم نقشبندیہ اس وقت دو خاندانوں میں بغیر زیادتی و کمی کے پائی جاتی ہے۔ ایک
خاندان خواجہ محمود خاوند کا۔ اور دوسرا خاندان میر ابو العلی کا۔ ان کی وضع اصلی میں
کوئی تغیر نہیں ہوا۔ بر خلاف دوسروں کے کہ ان میں طریقہ میں کچھ تبدیلی آگئی ہے۔

افادہ:- میں نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب حق
اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے۔ تو حضرت جبرئیل کو حکم دیتا ہے کہ میں اس
بندہ کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اس کو دوست رکھو۔ اور تمام ملک و ملکوت آسمانوں
اور روئے زمین میں یہ ندا کردو کہ تمام ارواح و اجسام میرے بندے کی دوستی پر آمادہ
ہو جائیں۔ اور علم حدیث کی رو سے یہ افادہ کیا جاتا ہے کہ ملاء اعلیٰ میں اس کے نام کا چرچا
پھیل جاتا ہے کیا ایسا ہی ہے۔ یا کوئی دوسری تاویل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ افراد محبوبین میں سے ہر فرد کا ذکر ملاء اعلیٰ میں اس کے نام کی تعیین کے ساتھ ضروری نہیں
ہے بلکہ یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کاملین کا مرتبہ ہے۔ اور اس سے مراد اس جگہ
اعمال صالحہ اور ملکات محمودہ کا تمثل ہے ملاء اعلیٰ میں جو اس شخص کا مقصد رہ گیا ہے۔
اور ان ملکات و اعمال کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوئی ہے۔ اور وہ اس سے راضی

ہوا ہے۔ وہ اس کی اسی رضامندی کو محبت سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہی روحانیین جسمانیین
کی بہشتی کا سبب اس شخص کی ہو سکے۔ واللہ اعلم

افادہ:- ایک بار دوران تقریر اس حدیث شریف من رآنی فی المنام
فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی کے معنی ارشاد فرمائے کہ ہمارے نزدیک آنحضرت
کو دیکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک رویائے الہیہ۔ دوسرا رویائے ملکیہ۔ رویائے الہیہ یہ ہے
کہ دیکھنے والے کی روح آئینہ کی طرح ہو۔ اور عالم قدس کے ساتھ پوری مناسبت پیدا
کرلے۔ اسی وجہ سے آنحضرت کی روح کریمہ اس آئینہ میں منعکس ہو جاتی ہے۔ اور دیکھنے
والے کے حق میں اس قسم کا خواب بشارات عظیمہ اور کرامات فخیمہ کا مقتضی ہوتا ہے۔ اور
یہ شاذ ہوتا ہے۔ اور رویائے ملکیہ یہ ہے کہ اس کا دیکھنے والا کمال محبت کے سبب سے
جو آنحضرت کی نسبت رکھتا ہو تو اسی محبت کی صورت کو آنحضرت کی صورت میں مشاہدہ
کرے گویا آپ پر بالصدق تعظیم و تکریم صلوٰۃ وسلام بھیج کر اس پر مداومت کرے تو اعمالی
وہ تعظیم و تکریم آنحضرت کی صورت کے ساتھ متمثل ہو کر اس کی نظر میں جلوہ گر ہوگی۔
یہ بیان فرماتے ہوئے آپ نے مثالاً یہ فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت نے جس نے اپنی
ساری عمر معاصی میں گزاری تھی ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا اس سے
کہہ رہا ہے کہ اپنے گھر کو تیار رکھو آج حضرت سرور کائنات تمہارے یہاں تشریف
لائیں گے جب وہ بیدار ہوئی تو پورے طور پر متنبہ ہوگئی۔ اور رقت و نفرت اپنی
بد اعمالی سے دل میں محسوس کرکے تمام اسباب ناجائز اپنے گھر سے دور کردیئے۔ اور شراب
کے برتنوں کو توڑ ڈالا۔ اور صبح ہی سے پورے گھر کو پاک و صاف کرکے رات کے انتظار
میں بیٹھ گئی۔ اور خواب کی حالت میں حضور کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئی۔
اور اس کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہی اس مدت میں پوری ثابت قدمی اور استقلال
سے کاربستہ رہی اور اعمال خیر کی توفیق یافتہ رہ کر مقربین کے درجہ پر فائز ہوگئی۔ اور یہ

۱۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متشکل نہیں ہوسکتا۔

تو بھی رویائے الہیہ کے قبیل سے تھا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نسبت پیری و مریدی درحقیقت نسبت پدری و پسری ہے۔ اس نسبت کی رعایت اور اس رابطہ کی حفاظت لازمی ہے جس طرح اگر لڑکے سے کوئی لغزش ہو جائے جو باپ کی رنجیدگی کا سبب ہو تو اس کی وجہ سے بلکہ بیچ میں پڑے گا اور اس حرکت کی وجہ سے باپ اس کو اپنی فرزندی سے خارج کرے گا ہر چند وہ باپ کی مرضی کے خلاف چلے لیکن اس کی وہ نسبت باقی رہے گی۔ اسی طرح اگر مرید سے کوئی لغزش ہو جائے تو شیخ کو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ ایسی معاملت نہ کرے جو اس کے اور اس کے مطلوب کے درمیان حجاب ہو جائے یعنی مرید کو مثل فرزند دل کے جاننا چاہیے۔ اور ان کی لغزشوں سے درگذر اور صرف نظر کرنا چاہیے۔ اور تمام امور میں ان کا معاملہ مثل پدر با فرزند ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اور جس میں یہ حقدار مرتبہ اس کی قابلیت نہیں ہے اس کو اس کام میں عجلت نہ کرنا چاہیے۔ اور طالبین کے امور کی قولیت سے جو اولاد معنوی ہیں احتراز کرنا چاہیے۔ اسی ضمن میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص جس نے ہم سے رابطہ بیعت قائم کیا تھا۔ اور انتہائی خصوصیت تھا بمقتضائے تقدیر ایک وقت عنان نفس اس سے چھوٹ گئی اور ایک ایسی حرکت اس سے سرزد ہو گئی کہ حد شرعی کا مستوجب ہوا۔ چنانچہ ہم نے اس کو سزا دینے میں عجلت کی لیکن ہمارے اور اس کے درمیان جو نسبت تھی اس میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔ اور نہ اس سے دل ہٹا بلکہ اس وقت اس کی شدت حاجت مزید ملاطفت و ملاطفت کی باعث ہوئی۔ اگر پہلے وہ محتاج تھا تو اب اور زیادہ محتاج ہو گیا۔ اور اس کا حال اس حالت میں اور زیادہ اصلاح و ترحم کا مقتضی ہوا۔ اور اسی قسم کی بات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بیان فرمائی کہ اپنے بعض صحاب سے کچھ نامناسب باتوں کے صادر ہونے

(منور لزشاہ جیو) (پیری محبت نہیں رحملا)

کی پر ملال فرمایا۔ جب چند روز اسی ناراضگی میں گذر گئے تو ایک دن حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میری رنجیدگی فلاں کی نسبت اس لئے نہیں ہے کہ وہ اپنے اصل مقصد سے دور جا پڑے۔ بلکہ میرا مقصد محض اس کی اصلاح ہے تاکہ وہ متنبہ ہو کر آئندہ اس قسم کے افعال سے پرہیز کرے یعنی اس گروہ کا ملال درشیخ کی بانفسانیت سے نہ ہونا چاہیے۔ اور نہ اس حد تک پہنچے کہ مرید اور مراد آپس سے مطلب حق سمجھاتا ہے کے درمیان رکاوٹ بن جائے۔ انشاءاللہ۔ اور یہ حدیث شریف بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اللھم انی اتخذت عندک عھدًا لن تخلفنیہ فانما انا بشر فای المؤمنین آذیتہ اوشتمتہ اولعنتہ اوجلدتہ فاجعل ذالک صلوۃ وزکوۃ وقربۃ تقربہ بہا الیک یوم القیامۃ۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ سعادت دنیوی کی پانچ قسمیں ہیں ان میں سے ایک سعادت نفسانی ہے۔ اور اس سے مراد انشراح قلب، سکون و طمانیت قلب اور انبساط خاطر کا دوام اور باطن کی عدم تشویش ہے۔ اور دوسری سعادت بدن کی صحت و عافیت اور ظاہری تندرستی ہے۔ اور تیسری سعادت اسباب معاش کی انجام دہی ہے۔ اس طرح کہ رنج و محنتوں کی سختیاں اس کے حال کو پریشان نہ کریں۔ اور اپنے ہم عمروں اور ہم جنسوں میں عزت و آبرو سے گذر بسر ہو۔ اور چوتھی سعادت حسن نسل و نسب کی بقا کے لئے وجود اولاد ہو۔ پانچویں یہ کہ ملک و مال اور جاہ و حشم حاصل ہو کیونکہ ظاہری عزت و تعظیم اس سے وابستہ ہے۔ چونکہ ان تمام سعادتوں کا باستیعاب کسی شخص میں جمع ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے ان میں سے جو سعادت بھی آدمی کو نصیب ہو جائے اسے غنیمت سمجھے اور اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔

افادہ: حقیقت الحقائق کی طرف میلان جو آدمی کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور جس کا نام محبت ذاتیہ ہے۔ اس کا منشا ہستی خاص کا ہستی مطلق کے ساتھ انجذاب اور کشش و انجذاب اس وجود مطلق کے ساتھ وجود مقید کے اتصال کا باعث ہوتا ہے

[illegible]

جب یہ دونوں جزو دل کی آپس میں مل گئے۔ اور مرتبۂ اتصال متحقق ہو گیا تو وہ کمالات
جو مرتبہ اطلاق میں تھے اس مقید میں بحسب اقتضائے وقت وحال جلوہ گر ہوئے۔ اور
اس وقت انانیتِ مطلقہ کی وسعت وبے نشانی کے انطباق سے انانیت مقیدہ کی تنگنائی
میں ایک دوسرا کاروبار پیدا ہو گیا۔ اور ایک جدا حالت اور ایک دوسرا رنگ ظاہر ہو گیا
اور اسی حالت کا شہود اس کا موجب ہو جاتا ہے کہ تمام عالم کو اپنے میں دیکھتا ہے۔ اور
جب اس سے مزید ترقی ہوئی اور محویت کی حاصل ہو گئی تو عبادت واشارت بھی گم ہو گئی
اور عالم سے کلیتاً فراموشی اختیار کر لی۔ اور حقیقۃ الحقائق کا محقق متحقق رہ گیا۔ اس شان
میں یہی کہا جا سکتا کہ وہ عارف بے یادلی کر۔ ع آنچہ ہمہ آنست کہ برتر زبیان است

گاہ خورشید وگہے دریا شوی ۔۔۔ گاہ کوہ قاف وگہ عنقا شوی
تو نہ این باشی نہ آں در ذات خویش ۔۔۔ اے بروں از وہم‌ہا و ز بیش بیش
اے زبانی نفس! چند بس صورتا! ۔۔۔ ہم منزہ ہم مشبہ خیرہ سر

افادہ ۴ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نبوت کی دلائل کے اثبات میں

[illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] رکھا ہے تو اس کے خلاف نہیں کرے گا کیونکہ
یہ ایک شر ہوں [illegible] یا لعنت کروں [illegible]
[illegible] کو تو اس کے لئے رحمت وشفاعت کا ذریعہ کر دے اور یہی قربت کرو وہ قیامت کے روز مجھے [illegible]
[illegible] ہو جائے۔ اور کبھی [illegible] ان دونوں میں متحقق ہو جاتا ہے کبھی کوہ قاف اور کبھی عنقا
یعنی بے نشان ہو جاتا ہے [illegible] ذات میں [illegible] وہم وادراک سے بھی بالاتر ہے
[illegible] مظاہر کے ہونے [illegible] تشبیہ اور [illegible] توجیہ بھی حیران ہیں [illegible]
[illegible] انسان [illegible] سمجھا جائے [illegible] انسان کامل [illegible]
[illegible] تمام عالم میں [illegible]
[illegible]

دلوں کے متعدد طریقے اور طریقے ہیں جمہور علماء نے معجزات وکرامات کے ظہور کو دلائل
میں سب سے زائد قوی رکھا ہے جن کا صدور انبیاء کے علاوہ محال ہے۔ اور امام رازیؒ
نے آنحضرتؐ کی نبوت کے اثبات میں ایک دوسرا طریقہ بیان کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ صدیاں گزر جانے کے بعد عام مخلوق کی ہدایت کے لئے
ظاہر ہوئی اور وہ تمام عالم جو ظلمات جہل وضلالت سے بھر گئے تھے اور انبیاء علیہم
السلام کے علوم محرف ہو رہے تھے اور مٹ رہے تھے تو داعیہ الٰہی عام لوگوں پر رحم
وکرم کا مقتضی ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو جو رحمت عالمیان ہیں ارسال فرمایا
اور تمام مشرق ومغرب کو اسی نیر اعظم اور مظہر اتم کے نور سے منور کیا اور اسلام کا جھنڈا
تمام اطراف عالم میں غلبہ کے ساتھ نصب کر دیا بس وجود کہ غایت نبوت کی علت ہے
آنحضرتؐ کے دعویٰ صدق پر دلیلوں میں سب سے اول ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک ایک
دلیل جو آنحضرتؐ کی نبوت کے اثبات پر ظاہر اور قوی ہوگی وہ شریعت مطہرہ کے علاوہ
نہیں ہو سکتی کیونکہ از روئے وجدان یہ معلوم ہے کہ نوع انسانی کی تکمیل کے لئے افراد
خاصہ کے قطع نظر بھی کتاب وسنت درکار ہے پس اگر کسی کو اللہ تعالیٰ فراست سلیمہ
عطا فرمائے تو یقیناً وہ سمجھ جائے گا کہ نوع آدم کی تکمیل انہیں دونوں اصلوں سے
وابستہ ہے۔ اور ہدایت عام اس کے بغیر متصور نہیں۔ پس آنحضرتؐ کی امت کیطرف قرآن
وسنت کی تبلیغ آپؐ کی نبوت کی عظیم دلیل ہے۔

افادہ ۵ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عقائد حقہ کے
علوم میں سے ایک قسط (حصہ) اپنے فضل سے الہام فرمائی اور وجدان سے اسے
سمجھایا تو ہم خود اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو اشاعرہ کے مذہب کے مطابق پاتے ہیں۔
اس طرح کہ اگر ان علوم وہبیہ مجردہ کو ایک عبارت سے جو عوام کی خاص پسند ہیں ادا کرنا
چاہوں تو وہی مذہب اشاعرہ ہوگا بلا فرق۔ پس ان کا مذہب عقل ونقل ووجدان کے زائد موافق
ہے اور کتاب وسنت پر منطبق ہے۔

افادہ ۶ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوق کے سلسلے میں انبیاء واولیاء

کی شفاعت میں حکمت ایسے وجدان سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب گنہگار لوگ عذاب و عقاب کے
مستوجب و مستحق ہوں تو داعیہ الٰہیہ بمقتضائے رحمت گنہگاروں کے گناہوں کے لئے
کی شفاعت اور عذاب جہنم سے ان کی خلاصی فرما دے۔ اور اس داعیہ کی صورت انبیا
و اولیاء کے آئینہ جبلت میں منطبع ہوگی۔ اور یہ انعکاس و انطباع صحرائے عصیاں میں پڑے
ہوؤں کے لئے شفاعت کا سبب ہے۔ (اغتماس یعنی غوطہ لگانا) اور پہلا شخص جو اس دروازہ
کھولے گا وہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ پھر ان کے بعد انبیاء پھر
اولیائے کاملین پھر اور پھر اور۔

افادہ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اولیائے کاملین کو بھی حیرت ہوتی
ہے لیکن ایسی حیرت نہیں جو قلق و اضطراب پیدا کرے۔ یا وہ ذاتی معرفت میں شک رکھتے ہیں
بلکہ ان کی حیرت کیفیات عظیمہ کے وارد ہونے کی وجہ سے ہے ان کے آئینہ جبلت پر جو تعلق
قلب کے ادراک سے خارج ہے۔ اور یہ واسطہ ہر دو روح ان کی کیفیات کا پرتو تعلق قلب
کی جانب نفوذ کرتا ہے۔ اور عارف اس کی تعبیر سے عاجز آکر حیرت میں پڑ جاتا ہے اور کبھی
اس عجز کو قلق و اضطراب کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے لیکن یہ قلق وجدان کی لذت و راحت
کے منافی نہیں ہے بلکہ موجب زیادتی لذت ہے جیسا کہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت
واندراں برگ و نوا خوش نالہ ہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت ما را جلوۂ معشوق در ایں کار داشت

افادہ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت والد بزرگوار اور عم محترم

ایک بلبل اپنی چونچ میں خوش رنگ پھول کی پتی لئے ہوئے نالہ و زاری اور گریہ و فریاد کر رہا تھا جب میں نے اس سے پوچھا کہ اس وصل میں تو یہ نالہ و فریاد کیوں کر رہا ہے۔ کہنے لگا کہ معشوق کے جلوے نے ہی مجھے اس میں لگا رکھا ہے

قدس سرہما تسکین و اضطراب کے مسئلہ میں جو اہل وجدان کی اصطلاح ہے مختلف الرائے تھے
ہمارے حضرت اقدس صفت قلق کو ہر حال میں اس راہ کے سالکوں کے لئے ضروری سمجھتے
تھے۔ اور اس کیفیت کا انفکاک (علیحدگی) دونوں عالموں (دنشاتین) میں اس گروہ سے ممکن
نہیں سمجھتے تھے اور برخلاف اس کے حضرت عم محترم قدس سرہ تسکین و آرام اس زمرہ کی
سعادت دائمی سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ عارف وصول کے بعد ہمیشہ ہمیشہ سکون و آرام
میں رہتا ہے۔ اور مطلوب کی یافت ہونے پر قلق و اضطراب سے محفوظ ہو جاتا ہے (انتقال
بزرگوں کے مسائل کا حل اور ان دونوں کے درمیان مطابقت یہ پائی گئی کہ ہمارے حضرت
اقدس کی مراد قلق و اضطراب کے لفظ سے صرف شوق و اشتیاق کی کیفیت ہو سکتی ہے
کیوں کہ یہ بات یعنی یہ کیفیت شوق ان عزیزان عالیشان کی ذاتی صفت ہے اس لئے کہ
لطیفہ قلبیہ کا کمال اس صفت کے کمال کے ساتھ وابستہ ہے پس حقیقت شوق کی کیفیت
کا انفکاک (علیحدہ یا جدا ہونا) اس لطیفہ سے یقیناً مسلوب (باہر نکلا ہوا) ہے خواہ اس عالم
میں ہو یا اس عالم میں اور شوق کی زیادتی ان حضرات کے حال کیلئے ضروری ہے۔ اور
حضرت عم بزرگوار قدس سرہ کی مراد بظاہر تسکین سے غالباً قیود بشری کا اضمحلال اور دنیاوی
لوازمات سے تجرد تام اور تنگنائی عالم سے مکمل خلاصی اور لطیفہ روحیہ کے حکم کا غلبہ
راحت اس کے لوازمات ہیں۔ اور حقیقۃ الحقائق سے اتحاد و اتصال اور حضرت بیرنگ
کے ساتھ یک رنگی ہوگی۔ پس لامحالہ یہ احوال موجب تسکین و آرام اور لذت و راحت
ابدی ہیں۔ اور ان کی اصطلاح میں قلق و اضطراب سے مراد وجد و مجبوری و نایافت ہے
بلکہ حالت شوق۔ فلا اختلاف فی الحقیقۃ (یعنی یہ اختلاف صرف لفظی ہے حقیقت
میں کوئی اختلاف نہیں ہے)

افادہ :- ایک روز حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ ہندی شعر جو حضرت
محبوب صمدیت سیدنا شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کی جانب منسوب ہے پڑھا۔

دنیا اندھیری چاندنی رنا   نیکی جو جیو پیستم نانا

آپ نے اس کے معنی اس طرح بیان فرمائے کہ دنیا سے مراد مرتبہ ظہور اور ذات سے مراد

اور دعا لانکہ اس کا سبب حقیقت کار سے ناواقفیت ہے۔ اس لئے کہ فیض دینے والا خزینہ
کہ جامع کمالات ہے لیکن اس نسبت کا استفاضہ بغیر لطیفۂ روحیہ کی قوت کی وساطت
کے نہیں ہے۔ پس یقیناً (ان کو) ان کمالات کا افاضہ ہوگا جو اسی لطیفے سے مناسبت
رکھتے ہیں۔ اور نیز استفاضہ روحی شئ طبیعی پر ہوتا ہے کہ اس میں ایک نسبت سے
دوسری نسبت کی طرف منتقل (اپنے) ارادہ واختیار سے نہیں ہوسکتی پس یہ شخص دوسری
نسبتوں کے استفاضہ کے لئے جو لطائفِ اخری تک پہونچانے والے ہیں تکمیل میں مرشد
ظاہری کا محتاج ہے۔

افادہ: ایک موقع پر تاثیر صحبت کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک
شہزادہ فقراء اسلام و نیز دیگر فقراء کی صحبت رکھتا تھا۔ ایک روز ایک شاخ اور پھول
ہاتھ میں لیکر حاضرین مجلس کے سامنے لایا (اور یہ کہا) کہ اگر تاثیر صحبت محقق ہے۔ اور
اس کی کوئی اصلیت ہے تو یہ سبز پتے جو اس پھول کے ہم صحبت ہیں۔ اس کی خوشبو اور
اس کا رنگ قبول کرلیتے۔ ایک جوگی جو اس مجلس میں موجود تھا اس نے وہ پتے دار
شاخ مع پھول کے لیکر ریزہ ریزہ کردی اور پھر سے ایسا مسلا کہ وہ ایک ذات
اور ایک رنگ وبو ہوگئے۔ اور سبز و سرخ کی تمیز درمیان سے اٹھ گئی۔ پھر اس کو
شہزادہ کے سامنے رکھ دیا وہ سمجھ گیا کہ یہ اس کی بات کا جواب ہے۔ پھر جوگی کیطرف
خطاب کرکے کہا کہ ہاں لیکن بڑی مشقت اور دقتوں کے بعد۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ کی زیارت کیفیت
پہلی ہی توجہ میں ادراک حیاتی کی کیفیت اس بقعۂ شریفہ میں ادراک ہوئی لیکن
نفس نے اس گھر کے بارے میں جو پتھر اور اینٹ کا بنا ہوا ہے حیات کے تسلیم کرنے سے
انکار کردیا پھر میں متامل ہوا۔ اور بہ نظر غائر اس کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس
مکان رفیع الشان کی ابتدائے تعمیر سے لیکر اس وقت تک تمام ملاء اعلیٰ تعظیم و توقیر
کی صفت کے ساتھ اسکی طرف منجذب ہیں۔ اور انطباع وانعکاس اور ان کی ہمتوں
کے پرتو نے ملاء سافل میں ایک قوی تاثیر پیدا کردی ہے۔ اور تمام ملائکہ اور

بطون ہے دن کی مثال عالم شہادت ہے اور رات کی عالم غیب سے ہے۔ اور
برخلاف قیاس دن کی تاریکی سے مراد ہے عالم شہادت میں کمالات خفیہ کا عدم ظہور
اور ان کمالات کی پوشیدگی تاریکی سے نسبت پائے ہوئے ہے۔ اور روشنی شب اشارہ
ہے عالم غیب کے حقائق الٰہیہ کا وجود۔ اور اس عالم میں ان کا غایت ظہور اور اس نشأت
میں ان کا نہایت بطون۔ یہی وجہ ہے جو وہ نور و ظلمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم
بحقیقۃ الحال۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ہماری نسبت کا حصول دو امر یعنی
انتظار کی زیادتی اور کمال محبت پر موقوف ہے۔ اور ہماری نسبت تمام نسبتوں میں
جامع نسبت ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی
کا رسالہ جو اذکار و اشغال سلوک و آداب نقشبندیہ کے بیان میں ہے اس کو اپنے بچپن میں
حضرت والد ماجد قدس سرہٗ سے پڑھا تھا یہی وجہ ہے کہ ان اعمال و اشغال کا تعلق جس
کیساتھ اور محبت دل میں قائم ہے جو دوسرے اشغال سے نہیں ہے باوجود اس کے اللہ
تعالیٰ نے مشہور مشائخ طریقت کے اذکار و اشغال و اعمال پر بھی اطلاع بخشی ہے اور تقسیت
عطا فرمائی ہے لیکن رغبت دلی اور محبت قلبی بیشتر انہیں اشغال نقشبندیہ کی جانب
ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نسبت اویسیہ یعنی انفرادیت
کے ساتھ (حسب استعداد تعین سالک) تہذیب روح کا اثر ہے۔ اور اس نسبت والوں کی
متعدد اقسام ہیں ان میں سے ایک جماعت ان اویسیوں کی ہے جن کو آنحضرت کی روحانیت
سے براہ راست فیض حاصل ہوا ہے اور اپنی ترقی کو یقین کے ساتھ اسی مرتبہ پر منحصر سمجھتے
ہیں اور کاملین میں سے کسی اور کی طرف رجوع تربیت ظاہری میں اس خیال کے ساتھ
بے فائدہ سمجھتے ہیں کہ شیخ کل اور تمام مشائخ کے سلاسل کا منتہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہی ہیں۔ پس جو شخص بھی آپ سے فیضیاب ہوجائے دوسرے کی تربیت کی ضرورت نہیں۔

افادہ:- ایک بار ارشاد فرمایا کہ تقریر اس حدیث شریف نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام جو عباس بن مرداس سے مروی ہے۔ اور جسے ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہو اور وہ یہ ہے:- ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ فاجیب انی قد غفرت لہم ما خلا الظالم فانی آخذ للمظلوم منہ قال ای رب ان شئت اعطیت المظلوم من الجنۃ وغفرت للظالم فلم یجب عشیتہ فلما اصبح بالمزدلفۃ اعاد الدعاء فاجیب الی ما سأل قال فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قال تبسم فقال لہ ابوبکر وعمر بابی انت وامی ان ہذہ لساعۃ ما کنت تضحک فیہا فما الذی اضحکک اضحک اللہ سنک۔ قال ان عدو اللہ ابلیس لما علم ان اللہ عز وجل قد استجاب دعائی وغفر لامتی اخذ التراب فجعل یحثوہ علی رأسہ ویدعو بالویل والثبور فاضحکنی ما رأیت من جزعہ۔ اس کے معنی اس طرح بیان فرمائے کہ سرور کائنات کی عنایت و شفقت امت پر آپ کے قلب مبارک سے بہت قوی کے انبعاث کا سبب ہوئی۔ اور وہ دعا جو مغفرت عامہ اور تمام لغزشوں اور وجوہ معاصی کے ازالہ پر مشتمل تھی بارگاہ الٰہی میں پیش کی اور حضرت ربوبیت کی جانب سے آپ کی امت شریفہ کے مقابل دریائے رحمت جوش زن ہوا اور تمام گنہگاروں کی گناہوں کی سیاہی کو محو کر دیا بجز ان چند کے جنہوں نے جبلی استعداد میں فطرت میں اس عنایت کی قبولیت سے منکر ہوئیں۔ یعنی جو شقاوت ازلی میں مبتلا رہے۔ اور ان کے موانع کی شدت اور استعداد خصوصی نے ان کو اس مغفرت کے وسیع دائرے سے محروم رکھا۔ نعوذ باللہ منہا۔

افادہ:- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بزرگی کی سعادت ایک نعمت ہے جو اس راہ میں ارباب تحقیق میں سے کسی ایک کی تقلید کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالات کا ظہور اور ان حضرات کی نسبتوں کے آثار کا حصول بغیر اس کے کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔ پس جو شخص متابعت میں ثابت قدم ہے اس کا کشود کار اور قوی و احکام کے آثار

لہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کی شام کو (یعنی عرفہ کی شام کو) اپنی امت کی مغفرت کیلئے دعا فرمائی۔

کا ظہور اور فکر اور رویت طبیعت (طبعی خیالات) اور ذہن کی جولانی اس میدان میں کام نہیں آتی ہے۔

افادہ:- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث علوم شرائع ہیں جس کے عام و خاص سب محتاج ہیں۔ اور ان کی دعوات تامہ الخیر علوم کی جانب ہے۔ پس قوت حفظ اور اس علم کے اسناد کا اتصال بلاشک موجب برکات عظیمہ اور فضائل جلیلہ ہے۔ اور تصحیح و تجوید اور سلسلہ اسناد کتب حدیث اور قرآن عظیم کے بیشمار فوائد و برکات اور اطمینان ظاہری کا میں نے اپنے میں مشاہدہ کیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

افادہ:- ارشاد فرمایا کہ مقربین کا ایک گروہ ایسا ہے جن کی زبان ان کے حالات بیان کرنے کے تابع نہیں ہوتی اور اولیاء کاملین کا ایک فرقہ ایسا ہے جس کو اللہ نے اس کی قدرت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ اپنے کمالات کی تعریف و توصیف میں اس شرح و بسط کیساتھ جن کا ان کو حکم ہوتا ہے دفتر کے دفتر لکھ ڈالتے ہیں۔ اور یہی وہ حضرات ہیں جو اپنے میں حقیقت الحقائق کے سریان کو کلیۃً پاتے ہیں۔ اور اس

[illegible] اللہ نے آپ کو جواب دیا کہ آپ کی دعا قبول فرمائی کہ میں نے بخش دیا سب کو سوا ظالم کے کیونکہ میں مظلوم کا بدلہ ظالم سے لوں گا۔ آپ نے فرمایا اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا فرما اور ظالم کو بخش دے مگر جواب نہیں دیا۔ آپ کو اس کی شام کو آپ کی یہ دعا نہیں قبول فرمائی۔ جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو آپ نے دوبارہ وہی دعا فرمائی۔ آپ کو اس چیز کا جواب دیا گیا جس کا آپ نے سوال کیا تھا یعنی دعا قبول فرمائی گئی۔ راوی نے کہا کہ آپ ہنسے یا آپ نے تبسم فرمایا۔ پس حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ حضور پر قربان ہوں یہ تو ایسی ساعت ہے جس میں آپ ہنستے نہ تھے پھر کس چیز نے آپ کو ہنسایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ دشمن خدا ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور میری امت کو بخش دیا تو وہ مٹی لیکر سر پر ڈالنے لگا اور واویلا کرنے لگا۔ مجھے اس کے واویلا کرنے پر ہنسی آگئی۔

ہے جن کے لئے یہ دنیا اور وہ دنیا رضوان اور جنوان اور بہشت در بہشت ہے۔ اور یہ
گروہ عزیز الوجود اور نادر ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے ان کے حال کے سلسلہ میں بہت
ہی مختصر فرمایا ہے اشارہ کیا ہے۔ اور یہ گروہ عرفاء باللہ کا ہے جو حقیقت واحد مطلق
کے مشاہدہ میں ہیں کہ تمام موجودات عالم میں سریان ہے۔ اس جہان سے آنجہانی ہو گئے
ہیں اور محققین کریم جل شانہ نے محض اپنی عنایت سے قیود و کوئی کے حجابات کو ان کے دیدۂ
بصیرت سے اٹھا دیا، زائل کر دیا۔ پس وہ نعمت موعودہ جو مردوں کو آخرت میں
بڑی محنت و مشقت سے حاصل ہوتی ہے ان کو دنیا ہی میں بغیر مشقت و تکلیف کے
عطا فرمائیں۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جن کو
اس نے کوئی نعمت عطا فرمائی لیکن خود ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ اور اس دنیا میں اس
نعمت کو ان سے پوشیدہ رکھنے میں مصلحت الٰہی یہ ہے کہ ان کا جو اصل انعام کے قابل ہو چکیں
اس دنیا میں انعام کی وجہ کے قابل ہو جب وہ اس دنیا سے انتقال کریں گے تو ضرور
اس حقیقت کا بے پردہ مشاہدہ کریں گے۔ اور بعض بندگان خدا ایسے ہیں جن کو اس نعمت
کو عطا فرمائی اور اس نعمت کا علم و شہود بھی انہیں عطا فرمایا تاکہ اس آیۂ کریمہ و اما
بنعمة ربك فحدث کے مطابق نعمت کا شکر ادا کریں۔ اور اس کے عطا فرمانے والے کی
قدر و منزلت پہچانیں۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ توجہ الی اللہ کی تین قسمیں ہیں۔ پہلے
ذکر زبانی۔ دوسری ذکر قلبی۔ تیسری توجہ صرف ذات مجردہ کی طرف۔ اور یہ تینوں قسموں
میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

افادہ: سالک کی باطنی لغزشوں کے ازالہ کے سلسلہ میں حضرت اقدس نے
ارشاد فرمایا کہ پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ سالک اگر صاحب مقام قلب ہو تو اس کو آگاہ کرنا
جائے۔ اور اس کے خصائل ذمیمہ کے جزئیات وکلیات پر اسے واقف کرنا ہے۔ اور اس
کی بری باتوں پر اسے متنبہ کرنا چاہیئے۔ اور وہ اذکار واشغال جو اس کے حال کے مناسب ہوں
تعلیم کرنا چاہیئے تاکہ وہ جذب ہو جائے۔ اور وہ [illegible] اس سے دور ہو جائیں
اور اگر وہ مقام قلب سے روح کی طرف گذرنے والا ہے تو اس کے حال پر چھوڑ
دینا چاہیئے۔ اور اس کے حال سے کوئی تعرض نہ کرنا چاہیئے کیونکہ جب وہ اپنے مقام اصلی پر
واصل ہو جائے گا تو یقیناً یہ اوصاف اس میں باقی نہ رہیں گے۔ اور صاحب سر وروح
معالجات وقت کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اس کے اخلاق خود بخود تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور
اس کو بآسانی تہذیب نفس میسر ہو جاتی ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ عقلاء زمانہ اس بات کو ضروری
سمجھتے ہیں اور زور دیتے ہیں کہ دل کے تعلق کا حصر ایک سمت سے دوسری سمت تک کے فنا
سے ہے بلکہ وہ منقسم ہو ایک سمت دل کی طرف اور دوسری سمت دوسری طرف ہو وہ خلق
خدا کی پرورش ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ دونوں صورتیں ان کو راہ سے بیگانہ کر دی ہیں۔ اور
اس بات نے ان کو سیدھی راہ سے دور کر دیا ہے اس لئے کہ دل کا تعلق جب متعدد جہتوں
کی طرف ہوتا ہے تو بجز تشویش و تفرقہ کی زیادتی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور دو رخی
دوئی سوا حیرانی و پریشانی کے کوئی فائدہ نہیں دیتی خصوصاً سلوک و تصوف میں۔
جب تک یہ شخص یکطرفہ و یک رو و یکسو نہ ہوگا یعنی ساری توجہ ایک ہی جانب مرکوز نہ ہو
گی اور ایک ہی مقصد پر صرف ہمت نہ رکھے گا۔ تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنی باطل
کشش پر کمربستہ ہو گیا۔ اور تضییع اوقات کی۔ اس قسم کے آدمیوں سے کسی چیز کی کوئی
توقع نہ رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ غلط راستہ پر پڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ کے مشائخ کی غیرتیں جن کا
عوام و خواص میں ذکر ہے (اس سے) یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس گروہ نے نفس کے باقی رہنے
والے ہیجان کا نام غیرت رکھ دیا ہے۔ اگرچہ اکابر سلف سے اس سلسلہ میں کچھ چیزیں منقول
ہیں لیکن ان کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ ان میں اس کے ساتھ ساتھ ہیجان نفس کے

بکری کا اثر توسن (گھوڑے) کے جسم پر ہوتا ہے۔ جب وہ گھمائی جاتی ہے۔ اور
کبھی بغرض خواہش (اسباب و ذرائع کے) رغبت کرتا ہے۔ اور یہ بات اہل کمال کو پیش
آتی ہے۔ بہر تقدیر یہ انجذاب عبادات کا خواہاں ہوتا ہے۔ اور عبادات انجذاب
کو کامل کرنے والی اور تربیت کرنے والی ہوتی ہے۔ اور گناہ وغیرہ اس کے انجذاب
عوارف کو روکنے والے ہیں۔ پس اس نے اس لطیفہ کے اقتضاء کو حق تعالیٰ سے تعبیر کیا
ہے۔ اس لئے کہ حق ایک لطیفہ ہے جو لطائف سریہ ذات حق کا نمونہ ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اپنے مقام عین ثابتہ
کے انکشاف سے قبل راہ سلوک کا مقلد ہے اور تقلید کی کشاکش میں گرفتار رہتا ہے
اور خواہشات و مرادات اس کے حال کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب توفیق
بخشے اپنے عین ثابت کے شہود پر فائز ہو جاتا ہے تو تقلید اور دوسری تمام کشمکش
کی تنگنا سے فراغت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور عین ثابت کے مشاہدہ سے اصل مطلب
حضرت وجود کے انوار میں سے جو رنگ اس کی معرفت جو اس حضرت الٰہیہ مظہر ہے کیا تقاضہ ہے
پس ہم کو نظر آتا تھا۔ اور اس عظیم قدر کے داخل ہونے کے بعد اور اس مقام ثابتہ
کا تحقق کے بعد اپنے کو حضرت وجود کے غلبہ میں مغلوب پاتا ہے۔ اور اس راہ میں انبساط
و سرور اس کو گھیر لیتے ہیں جس کی وجہ سے دوسرا مقتضیات طبیعہ اور ارادات نفسیہ
تمکین نہیں پہنچاتے اور پریشان نہیں کرتے کیونکہ اس کے احکامات و ماجریات جو اس کے
لئے مفہوم ہوچکے ہیں۔ وجوب کیساتھ قریب ہوجاتے یا لازم ہوجاتے ہیں۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بعض صاحب عظیمہ کا کشف باطنہ
واقع ہوتا ہے جس سے فرحت و سرور میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اس انبساط کا
وجود اس کے تحریر کرنے پر جو آمادہ کرتا ہے گو کہ ہم اس کو بار بار لکھ چکے ہیں۔ اور
متعدد بار بیان کر چکے ہیں لیکن اس کا بیان کافی نہ رہا جب دوبارہ ہجوم گر ہوتا ہے تو

۱؎ [illegible]

دل کو یک گونہ مسرت و سرور عطا کرتا ہے اس کو تحریر کرنے کے لئے دل بے اختیار اور مجبور
ہوتا ہے۔ اور وہ وجہ یہ ہے کہ انکشاف اور اس کی اشاعت ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنے
علم کا علاقہ اور اس پر اپنا اعتماد (لطیفہ انا کے علم کے علاوہ رہے) کہ وہ علم کیساتھ
منقطع نہیں کرتا۔ اور اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ خوف نیت اور زمانہ گزرنے کے بعد
اس علم کا تعقب یعنی عظمت کا واقف ہوگا۔ اور تجلی اعظم کی طرف علم کے تعقب کا
مطلب ہے کہ ابھی یہ عارف سے کھاتا ہے اور وہ مجہول اور اس کے بعد وہ عالم ہوگا۔
اور یہ معلوم یعنی یہ شخص اس کی شناخت اور شیون ہو جاتا ہے پھر ذات کی تعبیر اپنے
نفس کے ساتھ علم حضوری ثابت معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ بالمعلومات میں درجہ ہوگیا تو
فنا سے ممکن (ثابت) متحقق ہو گئی۔ اور حادث معدوم ہوگیا۔ اور سوا قدیم واجب کے کچھ
باقی نہ رہا۔ سفر ختم ہوگیا۔ اور نقطہ اپنی اصل سے مل گیا۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کیساتھ
بہت سی مصلحتیں رکھتا ہے۔ اور کبھی اس کا ارادہ کسی محبت والے پر مشقت کے لگا
نے کا متحقق ہوتا ہے لیکن محبوبیت کا منصب چونکہ تکلیف و مشقت کے بار کا متحمل نہیں ہے
لہٰذا ایک قسم کی لطافت و نرمی سے اس بار کے برداشت کی اس کو طاقت دیتے ہیں
تاکہ اس کا دل نئے خوشی خوشی گوارا کرلے۔ چنانچہ بعض متقدمین کے بارے میں یہ
منقول ہے کہ وہ ترک عبادت پر مامور ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی فطرت سلیمہ کے حکم
کے مطابق اس امر کی حکمت کو دریافت کرتے ہوئے اور حق ربوبیت و مرتبہ عبودیت
کے احکام کو تولتے ہوئے اور حدوث و قدم کے کارخانے کے نظام کو سمجھتے ہوئے
یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھ کو ترک عبادت اور ترک عبودیت کی تکلیف سے معذور رکھ
کیونکہ میری راحت و آرام تو تیری بندگی ہی میں ہے۔ پھر وظائف عبادات
ریاضات کی پابندی میں پورے ذوق و شوق سے قدم بڑھا دیا۔ اور اس کے

۱؎ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۲؎ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

ریاضت و مشقت باعث غفران کو بعین نہ آیا۔ اور اس جگہ یہ معلوم ہوا کہ ترک عبادت کے
حکم سے مراد اسکو غیر مسنون کرنا نہیں تھا بلکہ مجاہدات و ریاضات میں اس کی رفع تکلیف
کا ارادہ تھا تاکہ یہی مشقت عین اس کی راحت و مسرت ہو جائے۔ اور ایسا ہی محبوب
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے غرض حق کی زبان بلطف عنہ لیحبہ واذا...
اور یہ اس بات کی مشعر ہے کہ تم اور خوشحالی کا ترک اختیاری ہوتا ہے اور ...
ذھبا من اللہ تعالی سے مطلب ہو لطف و انعام اور اس محبوب رب الانام علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے حق میں اس کا اختیار دینا ہے۔ ہر چند کہ مغفرت کیلئے عفو مقدور اور محبوب
تھا اس کے علاوہ یہ چاہا کہ اپنے اختیار سے اس بات کو اپنے لئے ترجیح دیں تاکہ
محبوبیت کا مقتضا وجود میں آجائے اور مشقت عین لطف ہو جائے۔ واللہ اعلم اختیاری
نہ تھا آپ کا اختیاری تھا۔

افادہ:- آیہ کریمہ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ
اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ کی تفسیر میں حضرت اقدس کے جو عجیب
افادات محفوظ ہیں یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ادوار متعاقبہ کی تدبیر میں قرآنی
کلمہ کے بہت سے اقتضاء ہیں یعنی ایک دورہ کے اختتام کے بعد جب دوسرے دورہ
کا نشو و مقصود ہوتا ہے تو تمام احکام و آثار و اوضاع و اطوار اس دورہ کے اقتضاء
کے مطابق تجلی اعظم کے برزہ مثالیہ سے جس کا ثبوت عالم مثال میں ہے۔ اور ادوار
کے اطوار و اوضاع کا مبدأ و منشا بمقتضائے مصلحت کلیہ دفعۃً فوراً کر کے عالم شہادت
کی طرف انتقال کرتا ہے۔ اور یہ سارا عالم ان احکام و آثار کے رنگ کے انتشار سے
رنگ جاتا ہے۔ جب تک یہ دورہ باقی ہے اس کی مقتضیات اس سلسلے سے متجاوز نہ

---

۱ حضرت ... لے کر ... حاجی ... کے واسطے ...
۲ یعنی آسمان ... ایک ہزار سال ... انتظام ... ہے ... دنیا ... کے مطابق ...
ہے ... اس ... انتظام ... کا مجموعی ... حالات ... گذرے گا۔

ہوں گی۔ اور جب اس کی مدت بہ انجام کو پہنچ گئی اور وقت فنا متحقق ہو گیا تو وہ تمام رسوم
و عادات منتقضیہ اس کی بہتبع ہو جائیں گی۔ اور ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ عالم مثال سے اپنے
مبدأ کی طرف عروج کریں گے۔ اور ان کے اصل الاصول کی طرف رجوع کرنے کے بعد اب
مولیٰ کو دورۂ جدیدہ کے احکام کے نزول کی بھی ضرورت پڑے گی۔ اور اسی طرح ہوتا رہے
گا جب تک اللہ چاہے گا۔ اور اس نزول احکام کو یدبر الامر من السماء کے لفظ سے تعبیر
کیا ہے۔ اور اس کے اس رجوع اور اپنے مبدأ میں مل جانے کو ثم یعرج الیہ کے کلمہ
سے ظاہر فرمایا۔ واللہ اعلم

افادہ:- ایک بار میں نے اس حدیث شریف کے بارے میں دریافت کیا
جو لوگوں میں مشہور ہے اذا احب اللہ عبدا لم یضرہ ذنب۔ آپ نے ارشاد
فرمایا کہ احادیث کی کتابوں میں گو یہ حدیث بعینہٖ ثابت نہیں ہے لیکن اس کے مثل دوسری
حدیث صحیح پائی جاتی ہے قول اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد
غفرت لکم۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر زمانہ میں صوفیا کا ایک گروہ ایسا پیدا ہوتا ہے
کہ باوجود ارتکاب معاصی کے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے
اور نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ الحاصل بعض افراد کے حق میں رحمت الٰہیہ بغیر انکی
توبہ کے بھی گناہوں کی مغفرت کا سبب ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ نادر ہوتا ہے۔ اور
بعضوں کو توبہ اور ندامت کی توفیق عطا کر کے ان کے گناہوں کی تلافی کر دیتا ہے
اور نجاست و میل کچیل سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔ اور اس بات کو شاذ ہونے کی
وجہ سے شرع نے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور نہ اس قسم کی باتوں سے تعرض کیا ہے۔
برسبیل تذکرہ اس کی مثال دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک معصوم شخص کو خواب
میں دیکھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اس شخص نے ہماری طرف متوجہ ہو کر آسمان کی

---

۱ جب اللہ کسی بندے کو پیار کرتا ہے تو گناہ اس بندے کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔
۲ اللہ ... والوں کے حال پر مطلع ہوا جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

فصلٌ فی تمیز الملتین

افادہ:- حدیث متواتر میں آیا ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ۔ اور صحابہ کرام کی فضیلت کا راز ان لوگوں پر جو ان کے بعد ہوئے یہ ہے کہ وہ واسطہ ہیں پیغمبر اور اس جماعت متاخرہ کے درمیان نعمت اسلام کی وجہ سے جو ان کے ذریعہ ہوا نیز ان کے ذریعہ علم حاصل ہوا۔ مجموعہ اگر کو سنجیدہ ہو کر امت کی مشابہت اس دیوار کی ہے جس کی اوپر کی ہر اینٹ نیچے کی اینٹ پر جمی ہوئی ہے۔ اور اس کے قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں تک کہ کام بار تخلیق تک پہنچ جائے۔ اسی طرح ہر قرن متاخر قرن متقدم کی منت پذیر ہے ہیں اسلام کی نادرتی علوم و ہدایت اور فنون تک میں احسان مند ہے۔ تا کہ صاحب شرع تک کام مکمل ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے شریعت کو بلا واسطہ لائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی کافر اگر آج مسلمان ہونا چاہے تو اس کو کفر اور رسوم کفر سے نکلنے کے لئے کس قدر سخت محنت و تندہی کرنا پڑے گی۔ اسلام کی ابتدائی باتیں (مسائل) یاد کرے۔ اور ان سے متعلق و متفق ہو جائے (یعنی اپنے اخلاق و عادات چھوڑ کر اسلام کے اخلاق و عادات اختیار کرے) اللہ تعالیٰ ہمارے اساتذہ اور مشائخ کرام پر رحمت نازل فرمائے جنہوں نے ہم کو اپنے آغوش تربیت میں پرورش کیا۔ پہلا گھر جو ہم کو ملا وہ اسلام کا گھر تھا۔ اور پہلا طریقہ جو ہم کو بتایا وہ اسلام کا طریقہ تھا اور دشوار گذار مشقتیں ہمارے سر سے دور کر کے ہمارے لئے آسانیاں پیدا فرما دیں۔ رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا۔ اور کامل رضی ان پر بھی ہوں جنہوں نے ہمارے ان اساتذہ اور مشائخ کرام کو اپنے آغوش تربیت میں لے کر منت شاقہ سے آزاد کیا اور اسی طرح سلسلہ

حضورؐ کی خدمت میں صلوٰۃ تام اور تحیات کاملہ کا تحفہ پہنچے اور ہر وہ مسلمان جو بعد میں بھی اس امت حقہ سے مستفید ہوں علماً اور عملاً۔ ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔ اور ہمیشہ دل و جان سے ان کا احسان مند رہنا چاہئے۔ تاکہ اپنے آباء کے ظاہر و باطن کے ساتھ ہم نیکی کرتے رہیں۔ اور ان کی نافرمانیوں سے دور رہیں۔ والحمد للہ رب العالمین

افادہ:- خذوا جوامع الکلم عنی۔ خذوا جوامع الکلم عنی۔
ہر توحید کا انکشاف ولایت خاصہ کے ارکان میں سے ایک بہت بڑا رکن ہے اور ایک علم شریف ہے لیکن جب حد سے متجاوز ہو جائے اور قوت بہیمیہ اس کی موافق بن کر اس کو دہریت کی جانب کھینچے۔ اور رب و مربوب کے احکام کو خلط ملط کر دے۔ اور حقائق اشیاء ثابتہ کے قوانین کو اٹھا دے تو یہ سم قاتل ہو جاتا ہے۔

افادہ:- ورع و تقویٰ تہذیب نفس کے اصولوں میں سے ایک دوسرے کے بہت مشابہ ہیں لیکن جب وہ حد سے تجاوز کر گئے تو ایک قسم کا وسواس پیدا ہو جاتا ہے جو جنون کر دیتا ہے۔ اور وہ اس کو ورع کہتا ہے۔ اور اپنی اس غلطی پر بجائے متنبہ ہونے کے غلو کیا جاتا ہے۔

افادہ:- جب کوئی علم مبدأ فیاض سے ریزش کرتا ہے تو اس نفس کیلئے اس جگہ سے استعداد تام ضروری ہے اس لئے کہ تجلی متجلی لہ کی حسب استعداد ہوتی ہے اور جب استعداد تامہ ہو تو ممکن ہے کہ یہ علم خیال کا تراشیدہ ہو (یہاں) سوال یہ تھا اور یہ اشتباہ پیدا ہوا کہ اس کا فیصلہ کیسے کیا جائے (تو) اس اشتباہ کا فیصلہ یہ ہے کہ ایک شخص ہے جس کو تمکین تمام کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ علوم متضادہ اس کو مشوش نہیں کرتے۔ اس کا مزاج ہر اس مشتبہ چیز کی تمیز کے لئے جو عالم میں پیش آوے ایک ذائقہ ہے۔ اس علم کو اس کے لئے پیش کرنا چاہئے اور وہ صورت حال کو چکھے (دیکھے) اور اپنے ہر جوہر شناس کو مقابل کرے تو اس قطرے سے ایک چنگاری نکلے گی۔ اور وہ چنگاری دو احتمالوں میں سے ایک کی تصحیح کرے گی۔ اس کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

افادہ:- قواعد طب سے ثابت ہوگیا ہے کہ آدمی کے بدن میں سودا کا استغ

حواس کو معطل کر دیتا ہے۔ بس دل سے ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ وہ نیند میں ہے۔ حالانکہ
وہ جاگتا ہوتا ہے اور دل سے یہ محسوس ہوتا ہے، کہ وہ تنہا ہے حالانکہ وہ مجلس میں بیٹھا
ہوتا ہے۔ اس قسم کے آدمی پر آنے والے حادثات اور دل کی پوشیدہ باتیں منکشف
ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ان کو بیان کرتا ہے۔ اور اس کو عرف عام میں مجذوب کہتے ہیں۔
اور حقیقت میں اس کا نام مجنون ہے۔ اولیاء اللہ کے دفتر میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔
اگرچہ عوام اس سے خرق عادات وکرامات دیکھتے ہیں۔ اور اس سے اعتقاد عظیم رکھتے
ہیں کبھی اسباب سماویہ حوادث میں صورت حادثہ پر اجماع کرتے ہیں۔ اور اس سے
ملکوت میں ایک صورت مثالی منقش ہو جاتی ہے۔ اور اس (تصویر) مثالی سے افراد
انسانی میں سے اہل صفا کے نفوس پر اس کی روشنیاں منعکس ہو جاتی ہیں۔ اگر اس کا عکس
قلب پر پڑا تو عزم وہیبت کی صورت پیدا ہوتی ہے اور اگر عقل پر پڑا تو مکاشفہ و
واقعہ کی صورت میں ہوتا ہے کبھی یہ شخص تفصیل جانتا ہے اور کبھی نہیں جانتا بہرحال
وہ اس کو اپنے دوست واحباب سے بیان کرتا ہے۔ اور وہ سلوک اس کے مقامات میں
سمجھ لیتے ہیں۔ اور تاثیر ہمت پر قیاس کرتے ہیں۔ اور ارباب خرق اسباب کو
نظام شمار کرتے ہیں (یعنی وہ لوگ جن کو قوت ملکیہ حاصل ہو اور کرامات ان سے
ظاہر ہوں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں سبب پایا جاتا ہے) حالانکہ حقیقتاً اس جگہ
کچھ نہیں ہوتا بجز ان روشنیوں کے انعکاس کی قبولیت کے جو عالم ملکوت میں بمنزلہ
خواب کے ہیں۔ اور ان مقامات نویسوں کو اس قسم کے بہت سے اشتباہ پیش
ہوتے ہیں۔

افادہ:- احوال نفسانیہ جیسے وجد و زہد و قناعت سب دو اصل
کی ترکیب سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک مزاج طبیعت جو ہیأت نفسانیہ کا مقتضی ہے۔
اور دوسری طلب جمع ہمت۔ پس دیکھا مزاج طبیعت کے تغیر کا مقتضی ہے۔ اگر مرد
راہ عشق کا سالک نہیں ہے تو عشق میں نشأت اور مطعومات کی طرف رغبت ہوتی
ہوتی ہے۔ اور اگر سلوک اختیار کر لیا تو وہ سب خدا کے لئے اور راہ خدا میں صرف ہو جاتا

ہے۔ اور اسی لئے خلق سے نفرت ہر مقام کے سالک کو نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اس کے
مزاج پر سودا کا غلبہ نہ ہو جائے۔ اور اس وقت تک لذت (وجد) حاصل نہیں ہوتی
جب تک کہ بخار مسی دماغ تک نہ پہنچ جائے۔ پھر ان احوال کے لوگ بھی دو قسم کے ہیں۔
ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جن پر احکام مزاج غالب ہیں۔ اور نفس ناطقہ کی تہذیب
ان احوال کے ساتھ ضرورتاً نشأت کے مطابق ہے۔ اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے
جن پر نفس ناطقہ کی ہیأت غالب ہے۔ اور اسی وجہ سے بحکم ضرورت مزاج کا تغیر نشأت
کے مطابق ہے۔ اور دونوں قسموں کے درمیان تمیز کرنا علوم کی باریکیوں میں سے بہت
باریک بات ہے۔ جو اہل تمکین کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہوتی۔

افادہ:- بنی آدم کی دعائیں حظیرۃ القدس کی جانب بلند ہوتی ہیں۔ اور
کتنی ہی بار شکستہ ہو کر خلع ولبس کی صورت میں مختلط ہو کر تجلی اعظم کی شعاع میں مل
جاتی ہیں۔ اور نیز ملائکہ علویہ جن کا انتشار نوع انسانی کی تکمیل کیلئے ہے۔ ان
دعاؤں کو بہ سمع قبول سنتے ہیں۔ اور ان کا استماع بخشش کے دروازہ کا کھلنا
ہوتا ہے۔ ان دونوں کی ترکیب سے اصل تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اور زمین کی جانب
اتر کر الہام واحاطہ اور تقرب سے تصرف کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دعائیں متحقق ہو
جاتی ہیں۔ اگر نظام اسباب کو ہم ملاحظہ کریں کہ وہ جزم نہیں ہوا۔ اور اگر ان دونوں
چیزوں کے ساتھ دعاؤں کے ارتفاع کے نظام کو اور ملائکہ کے زمین کی طرف نزول کو
ہم ملاحظہ کریں یہ بھی منجزم نہیں ہے۔ اب وہ حوادث جو دعا کے متعلق ہوتے ہیں
دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو مستجاب دعا کی صورت میں حظیرۃ القدس میں
متمثل نہیں ہے۔ اس جگہ پر نشأت کے احکام کی نہایت غالب تر ہے۔ اور دوسری
قسم یہ ہے کہ ملکوت میں انعقاد اور اس کی تجلیات اس سے زائد ہیں جو خارج میں دیکھا
اور سنا جاتا ہے۔ اور اسباب مستجابات کے احکام کی رعایت اس قسم میں بہت زائد
غالب ہے۔ اگرچہ عرف عام کے مطابق صورت حادثہ کوئی عجیب چیز نہیں ہے۔

ویقال فی مثل ذٰلک ھٰذا البقال لہٗ عند اللّٰہ عظیم شأنٌ وھٰذا البزاز
عند اللّٰہ جناح بعوضۃ[1]۔

افادہ :- ہر خرق عادت اور ہر عجیب واقعہ جو انبیا علیہم السلام سے
ظاہر ہوتا ہے عارف کی نظر میں لطائف نفس کے کسی لطیفہ یا قوائے فلکیہ کی کسی قوت کی وجہ
جو ان کے وجود میں پنہاں رکھا گیا ہے یا ملاء اعلیٰ کی تائید جو شش ایک متصل انتشار
کے ان کے نفوس پر ریزش کرتی رہتی ہے یا خصوصیت وقت کے اقتضاء پر مبنی ہے جب
ان اسباب پر نظر پڑتی ہے تو خوارق عادات عادات ہو جاتے ہیں۔ جیسے قوت
میں جو پتھر رستم اٹھا سکتا ہے یا جو کمان رستم کھینچ سکتا ہے عام لوگوں میں سے
کوئی اٹھا یا کھینچ نہیں سکتا۔ ہزاروں میں سے ایک پہلوان ایسی قوت و شجاعت اور
زور آوری کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح افعال نفسانیہ جیسے فراست و ذہانت
و شجاعت میں بھی ہزاروں میں سے ایک فرد صدیوں میں مسعود ساعتوں میں ایسا پیدا
ہوتا ہے جو ان صفات کا حامل ہو اور دوسروں میں ان صفات کا عشر عشیر بھی
نہ ہو۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کیا کہ یا رسول
اللّٰہ ان یطعمھم فان اللّٰہ تعالٰی عودک الاجابۃ تو انھیں معنوں کی طرف اشارہ
فرمایا ہے لفظ عودک میں اسی مضمون کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ جب یہ مسئلہ تحریر
ہو گیا تو ایک مشکل در پیش ہوئی کہ خرق عادت درحقیقت عادت ہی ہے اور معجزہ
درحقیقت معجزہ ہے۔ ایسے ضعیف لوگ جن کو اتنی قوت نفسانیہ نہیں ملی جتنی پیغمبران
کو ملی ہے تو وہ کس طرح ایسی قوت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ ہم ان اشکال کے حل کے طور
پر یہ لکھتے ہیں کہ دراصل مرسلین کا انقیاد مرسل الیہم پر واجب ہونا امر جبلی ہے۔ جیسے
گھوڑے پر چارہ کھانا۔ درندے پر گوشت کھانا۔ اور بچہ پر ماں کے پستان سے دودھ
کھینچنا واجب ہے۔ اسی طرح پیغمبر کے لئے رشد و ارشاد اور مرسل الیہم کے لئے ان کا

---

[1] اور یہ چیز اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی۔

مطیع و منقاد ہونا واجب ہے۔ یہ سب ایسے مجہول ہیں کہ ان سب کی تخلیق مجبورًا نوعی
کی اصل صورت نوعیہ ہے لیکن لطف الٰہی بنی آدم کے ہر فرد کے ساتھ علیحدہ معاملت
کے لئے صورت نوعیہ کے خواص کی نسبت سے تنزل فرماتا ہے۔ اور لوازمات میں سے
کسی ایک لازم کو جو عادت کے طور پر بنی آدم میں عام اور مسلم ہو گئی ہے لے لیتا ہے
اور اس کو اقتضاء خواص نوع کے مقام پر اقامت بخشتا ہے جیسے طعامات جو جن کو
خدائے تعالیٰ نے انعام کے طور پر ہر فرد متوسط طور پر ادا کرتا ہے بحر بحت کی ہیئت
کے مطابق۔ اسی طرح انبیا کی نبوت کا اثبات معجزات پر مبنی ہے۔ اور یہ ان کے
شرف نفس پر۔ نیز اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نفوس ملاء اعلیٰ سے ملحق ہیں۔ اور
یہ انبیاء ہی کا خاصہ ہے کیوں کہ اصل نبوت ان کو ہی دی گئی ہے۔ سب عوام کے اور
میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا وزیر بنائے تو وزارت کی
ظاہری علامت یہ ہوگی کہ وہ اپنی پرانی عادت کو تبدیل کرے۔ یہ اس کی سچائی کی
دلیل ہوگی۔ یہ علم حق اس علم مالوف میں شامل ہو گیا۔ اور ایک نے دوسرے کی جگہ
لے لی لیقضی اللّٰہ امرًا کان مفعولًا۔ جس طرح افراد انسانی کی یہ نسبت جو
وجوب انقیاد کی مقتضی ہے یعنی وہ بادشاہوں کے احکام کی تعمیل سیاسی معاملات میں
کرتے ہیں کیونکہ بادشاہ سیاسی رازوں سے واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح شریعت کے
راز سے کسی شیخ کو واقف اسرار بناتے ہیں۔ اور اس سے مستفیض ہونا شرط صحبت پر مبنی
ہے۔ اور یہ اس شیخ کے شرف نفس اور ملاء اعلیٰ سے علماً اور عملاً اتصال پر دلالت کرتا
ہے۔ اور اللّٰہ کی مرضی پر راضی رہنا بھی مشروط ہے۔ اور علوم حقہ خصوصًا احکام شریعت
اور کلام نفسی کے اجزاء سے مستفیض ہونا بمنزلہ جریان نہر دہنر کے جاری ہونے کی طرح
بسوئے نفس پیغمبر ہے لہٰذا سحر و طلسم خوارق کی حد سے نکل آئے۔ کیونکہ جو خوارق عادات
سحر و طلسم کے حصول کے لئے کئے جاتے ہیں ان میں دنیاوی مفاد مدنظر ہوتا ہے۔
اور وہ علم کسبی ہوتا ہے لیکن احوال قدسیہ معجزات کی حد میں داخل ہو گئے کہ ان کی
شناخت عارف ہی کر سکتا ہے کہ جب آنحضرت فتح مکہ میں باب کعبہ کو پکڑ کر کھڑے ہوئے

اور عالم میں عجیب تسخیر و تابعیت و فرمان و تشریف پھیلا دی۔ جاہل کہے گا کہ یہ معجزے نہیں ہیں اس لئے کہ جو شخص بھی ایسے طالع میں پیدا ہوا اس سے بھی ایسے ہی معجزے سرزد ہوں۔ اور یہ ہمیشہ نہیں ہوتا ہے (یعنی معجزات صرف انبیاء علیہم السلام کیلئے مخصوص ہیں)

افادہ:۔ مزامیر کو حلال جاننے والوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم مزامیر کی آوازوں سے لذت پاتے ہو یا نہیں۔ اور اس کہنے سے اس کی غرض یہ معلوم ہوئی کہ اگر ان نغمات کو تم اچھا سمجھتے ہو تو اس کے سننے پر انکار اور احتراز نہ کرتے۔ میں نے کہا تم نے بات کا سلسلہ شروع کیا اب اپنے حواس کو جمع کرو اور سمجھو اگر سمجھ سکتے ہو۔ ہاں میں اس کی خوبیاں سمجھتا ہوں۔ اور اس سے بہت زائد لذت(؟) ہوں۔ اگر چند روز میں اس پر مداومت کروں (یا پابندی) تو اس کا خوف ہے کہ میں تمام مزہ ہو جاؤں۔ اور تمام اشغال سے باز رہوں۔ لیکن دو چیزیں اس کی مانع ہیں۔ ایک شرعی۔ دوسری طبعی۔ مانع شرعی یہ ہے کہ ہر چند اپنی حد ذات میں کریم مطلق کے اخلاق نے اپنے کرم بے علت سے تشریع کی قمیص مجھے پہنائی ہے اور میری لذت اس میں رکھی ہے جو شرع کے موافق ہو۔ اور جو چیز خلاف شرع ہو اس سے مجھے نفرت دی ہو وہ نفرت مجھے اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں اس قسم کی چیزوں کی طرف مشغول رہوں اور مانع طبعی یہ ہے کہ میری شرافت نفس اس کو جائز نہیں سمجھتی ہے کہ میں بدعتیوں کی مجلس میں بیٹھوں۔ اور امردوں یا نامحرم عورتوں کا گانا سنوں۔ یا کسی غیر شریف عورت سے نکاح کروں۔ شرافت نفس جس سے مطلب اعراض نفس ہے اس قسم کی حرکات سے اصل فطرت کے مطابق اوضاع خسیسہ سے مجھے روکنے والی ہے۔ اگر تم عقل سلیم رکھتے ہو تو ایک دقیق نکتہ اس سے زائد میں بیان کر دوں۔ جس طرح میرا نفس شرافت رکھتا ہے اسی طرح میری جان جاں جو میری جان کا خلاصہ ہے وہ بھی شرافت رکھتی ہے۔ اور اس کی شرافت یہ ہے کہ وہ فطرتاً اس بات سے مانع ہے کہ میری جان جاں میں تجلی اعظم کے نقوش کے علاوہ کوئی اور نقش منطبع ہو۔ میری فطرت ایک

اور منادیہ قریش کی ایک جماعت کو جنہوں نے آپ کی ایذا رسانی میں سعی بلیغ کی تھی اور ان کے سینے حضورؐ کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے دیکھا کہ سب جمع ہو کر کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا کہنا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ آپ آج کریم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (کیا) قصہ یوسف دہرانا چاہتے ہو۔ کہنے لگے ہاں۔ فرمایا میں بھی کہتا ہوں لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ یکدم ان کے دلوں سے (چشم زدن) میں نکل گیا۔ اس لطف کیوجہ سے یہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ اور ان لوگوں کے قلوب کی صفائی بلاشک خرق عادت ہوئی لیکن اس خرق عادت کی اصلیت (وہ) قوت زہرہ تھی جس نے نفس نفیس آنحضرتؐ میں جوش مارا اور ان قوائے زہرہ کو جو ان کفار کے نفوس میں تھے ہیجان میں لائی۔ اور دونوں نے مل کر عجیب علاج کی صورت ظاہر کر دی۔ اور ایک عجیب انجذاب در وجد و رقت و بہجت و سرور ظاہر ہوا۔ اور اسی طرح وہب بن عمیر آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی نیت سے آیا۔ اور آپ نے اس کو بعض امور جیسے خفیہ ارادہ قتل آنحضرت پر مطلع فرمایا۔ اس اطلاع دینے کے درمیان آنحضرتؐ کے نفس سے عجیب قوت زہرہ برآمد ہوئی۔ اور اس کے نفس پر مثل چنگاری کے گری۔ اور اس کی رعونت کو کلیۃً جلا ڈالا۔ اور ایسا ہی واقعہ ثمامہ ہرزنائی اور چند دوسرے ابوسفیان کے ساتھ پیش آیا۔ یہ سب قوت زہرہ ہے جو صاحب دولت کے نفس سے نکل کر دوسروں کے نفوس تک پہونچتی ہے۔ اور ان کے کامنہ کو ہیجان میں لاتی ہے۔ اور عجیب طلسم ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جنگ بدر میں قوت مریخیہ نے قوت شمسیہ سے دو چند شامل ہو کر آنحضرتؐ کے نفس نفیس سے جوش مارا۔ اور اسی طرح فتح مکہ میں قوت مریخیہ قوت شمسیہ سے تجلی یا جوشی قوت سے مل کر نفس نفیس آنحضرتؐ میں جوش زن ہوئی۔ اور غالب کو اپنا مسخر کیا۔ اور ایک ماہ کی مسافت تک آپؐ کا رعب طاری رہا۔ اور اسی طرح حجۃ الوداع کے دن قوت مشتری قوت شمسیہ لیا تھا۔ قوت قمر قوت زہرہ کے ساتھ۔ قوت زحل قوت عطارد کے ساتھ اس میں ایسی مل گئیں کہ ایک جز ہو گئیں۔ یہاں تک کہ تینوں ایک ہو گئیں

پیدا کی گئی ہے کہ اس میں تجلی اعظم ہی کا نقش منطبع رہے جس طرح انگوٹھی کے نقوش موم
میں اور جو کچھ تجلی اعظم کے علاوہ ہے اس کے نقوش کے انطباع سے میری جان انکار
کرتی ہے۔ اور ایک قسم کی الفت و نفرت رکھتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا بھید ہے جو میں نے
سید البشر شفیع یوم الحشر علیہ الصلوات والتسلیمات سے میراث میں پایا ہے۔ قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الا ان اللہ تعالیٰ اتخذنی خلیلا و
ما ینبغی لمن اتخذہ اللہ تعالیٰ خلیلا ان یتخذ غیر اللہ خلیلا۔ او کما
قال:۔

افادہ:۔ بعض صفات محمودہ صفات غیر محمودہ کے ساتھ مشتبہ ہوتے ہیں
اور نادانوں پر دشوار ہوتے ہیں۔ جس طرح بعض مواد میں جبن حلم کے ساتھ اور حلم
جبن کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ کراہیت کے مقام پر ہوتا ہے۔ اسی
طرح بہت سے نافہموں کی نگاہ میں عالی ہمتی اور تشویش مختلط و ملتبس ہوتی ہو اور غلط
ہو جاتی ہے۔ عالی ہمتی نفس کی پاکیزگی کی صفت ہے جو عنصر کے میل کی طرح اپنی مطمح
باطنی کی طرف رغبت کرتا ہے۔ یعنی بعض ان مناصب شریفہ کی طرف جو اس کی جبلت
میں رکھے ہوئیں۔ لیکن اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ وہ بالفعل اس نفس میں متحقق ہو جائیں
پس نفس طبعی طور پر اس کی طرف رغبت کرتا اور اس کی طلب کرتا ہے۔ اور اپنے قوائے
عقلیہ، عملیہ کی افواج کو اس کی تحصیل پر مقرر کرتا ہے۔ اور یقیناً آخرکار اس مطلب
و مقصد پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور تشویش سے مطلب یہ ہے کہ آدمی اصل فطرت میں
ماؤف (بے سبب) ہوتا ہے۔ اس کی ظلمت نفس سے ایک بخار جو سودا کے بخار کی مثل
ہوتا ہے نکل کر اس کے قوائے عقلیہ کی طرف صعود کرتا ہے۔ اور اس کے حزم و عاقبت
اندیشی کو مشوش اور عقل کو تیرہ و تار کر دیتا ہے۔ اس حالت میں جو مقصد بھی
اس کو نظر آتا ہے وہ مناصب وغیرہ کے عادات و استحسان سے اسکو متحقق پاتا ہے۔ اور
اس کے فقدان سے وہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ نہ اس کے قویٰ اس کا تقاضہ کرتے ہیں۔ اور نہ
اس کے نفس کی جبلت میں وہ ودیعت رکھے گئے ہیں۔ اور نہ قوائے عقلیہ و عملیہ کے

اعمال ان مطالب کے حاصل کرنے میں اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ پس تشویش اور
عالی ہمتی میں فرق کئی وجوہ سے پیدا ہوتا ہے۔ عالی ہمتی میں استعداد اس کے مطلب
و مقصد کے مناسب ہے۔ اور اس مطلب کا اجمال اس کے نفس میں ودیعت رکھی
اور اس کی تفصیل دوسرے سے وابستہ کر دی گئی ہے اور اعمال قویٰ اسی کے مطابق
متحقق ہوتے ہیں۔ آخر کار اس امر پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور تشویش میں استعداد مناسب
نہیں ہے۔ اور نہ اس کی طلب میں کوشش کرے۔ اور نہ استعداد و اجمال ودیعت کیا
گیا ہے۔ اور نہ انجام کار اس پر فائز ہوگا۔ اور اگر کوئی دوسری خواہش اور مطلب
اس کے پیش نظر ہو جائے تو اس کو حاصل کرنے کی بھی خواہش اس میں پیدا ہو جائیگی
اس کی مثال ہرجائی آدمی ...... کی ہے جس طرح کوئی آدمی جسکو عرف عام میں
فقیر بن فقیر کہتے ہیں جو نہ عقل معاش رکھتا ہے۔ اور نہ شجاعت و کفایت۔ اگر طلب
سلطنت اس کے دماغ میں آشیانہ بنالے تو اس کو ارباب جنون میں شمار کریں گے
برخلاف اس کے، اگر کوئی شہزادہ جو عقلمند بھی ہو اور شجاع بھی اور اسی کے ساتھ
ساتھ، تالیف قلوب اور ہردلعزیزی بھی حاصل ہو وہ اگر سلطنت حاصل کرنیکی
کوشش کرے تو اس کو عالی ہمت شمار کریں گے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی تو جان
لینا چاہیئے کہ مرضیٔ الٰہی ہر اس شخص کے حق میں ہے جو امور دینیہ و دنیاویہ سے اس کو
طلب کرتا ہے۔ اور اس کے قویٰ اس کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں۔ اور فکر و تشویش
میں پڑنے میں مرضیٔ الٰہی یہ ہے کہ استقامت نفس طلب کرنا چاہیئے۔ اور وہ تمام
نفسی ہے ہر قسم میں موجود ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ استقیموا
ولن تحصوا۔ اکثر افراد بنی آدم اس کے مستعد ہیں کہ اپنی قوت بہیمیہ و سبعیہ کو پابند
شرع کریں اور طہارت و عبادات و مناجات کے انوار سے منور ہوں۔ نہ یہ کہ فنائے
ہوت اور مقامات توحید پر پہنچ جائیں۔ ان کو سوا اس مطلب کیلئے استعداد [illegible]
کوشش کرنا اور نایافت کی تشویش میں متألم ہونا ان کے کاروبار میں مانع
ہے۔ اور اگر سالک خود اپنی استعداد کا تعین نہ کرسکے تو اسے کسی متمکن اہل دل کے

پاس جانا چاہیئے۔ اور اس سے استفسار کرنا چاہیئے۔ ذٰلک تقدیر العزیز العلیم

تیسری قسم ان بزرگوں کے اقوال و احوال کے سلسلہ میں جو حضرت
اقدس سے نسبت و قرابت رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں شیخین جلیلین (جو حضرت اقدس
کے بڑے اور چھوٹے ماموں صاحبان ہیں) کے ذکر سے ابتدا کی جاتی ہے۔ اگرچہ بندہ
کاتب حروف کا ارادہ یہ ہے کہ اگر توفیق الٰہی شامل حال ہو جائے تو ان دونوں حضرات
کے مآثر میں مع بعض دیگر اصحاب کے ذکر کے ایک علیحدہ رسالہ ترتیب دے گو کہ اس
رسالہ میں بھی جو اس خاندانِ عالیشان کے بزرگوں پر مشتمل ہے۔ اور جن کی خدمت با
یہ غلام شرف اندوز رہا ہے۔ اور ان کے واردات۔ واقعات۔ افادات اور کرامات
سے سعادتِ دو جہانی کا ذخیرہ اندوز ہوا ہے۔ تاکہ اگر دوبارہ تائید الٰہی سے اس
ارادہ کو عمل میں لانے کی توفیق حاصل ہو تو مصداق ھو المسک ما کررتہ یتضوع
(وہ ایک ایسا مشک ہے کہ تم اس کو جتنا زیادہ گھسو گے وہ اتنی ہی خوشبو دے گی)
ورنہ بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اس دولت سے محروم بھی نہ رہے۔
قدرے ان بزرگوں کے حالات بھی شامل کرتا ہے۔ چونکہ یہ قسم موضوع ان بزرگوں
کے ذکر میں ہے جو حضرتِ اقدس سے نسبت و قرابت خاص رکھتے ہیں۔ لہٰذا اصولاً
حسب ترتیب مکتوب کے قاعدہ کے مطابق پہلے حضرتِ اقدس کے دونوں بھائیوں کا
ذکر ہونا چاہیئے تھا لیکن حضرت اقدس کے حکم کے مطابق جو حکمت و مصلحت سے خالی
نہیں ہے شیخین کا ذکر مقدم کیا جاتا ہے۔

بیان قدرے احوال کرامت اشتمال و اقوال اسرار مآل
صاحبِ مقاماتِ عالیہ و کمالاتِ ظاہرہ، صاحب ریاضات و
مجاہدات کثیرہ و معارف عظیمۃ الراسخ فی الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ
جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت عارف باللہ شیخ عبد اللہ
ادام اللہ ظلال ارشادہم۔ جو حضرت اقدس کے بڑے ماموں صاحب
ہیں اور غلام کاتبِ حروف کے والد ماجد۔

افادہ۔ اس فقیر نے ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ حضرت قبلہ کی ولادت سے قبل
آپ کے والد ماجد قبلۂ اربابِ معرفت و شہود کعبۂ اصحاب ذوق و وجود مظہر کامل
اسم اللہ الصمد حضرت شیخ محمد قدس سرہ العزیز نے ایک مبشرہ میں حق تعالیٰ کو تجلیٔ
صوری کیساتھ دیکھا کہ ایک بچہ کی انگلی پکڑ کر لایا اور فرما رہا ہے کہ کیا تو چاہتا
ہے کہ اس بچہ کو تجھے دیدوں۔ انھوں نے عرض کیا کہ خداوندا! بندہ تیرا ہے
جہاں تو چاہے اس کا وجود ظاہر فرما (جس کو تو چاہے عطا فرما) اس مبشرہ
کے بعد ہی حضرت قبلہ پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کے دست حمایت
میں تربیت پائی۔

افادہ۔ حضرت جد امجد کے (خادموں میں سے) ایک خادم بیان کرتے ہیں
کہ ابتداءً حضرت قبلہ تحصیل علم کی طرف زیادہ راغب نہ تھے اور نہ پابند۔
ایک روز میں نے حضرت مرشدی قدس سرہ سے ان کے عدم شوق کی شکایت کی۔
آپ نے فرمایا "اے فلاں تم کیوں فکر کرتے ہو یہ لڑکا جیسا ہونے والا ہے وہ
ہو کر رہے گا" پس جلد اس فرمانے نے ظہور کیا ایک بار حضرت قبلہ نے خود زبان شریعت
سے بیان کیا کہ میں عربی ہی تھوڑا سا جانتا یک پڑھ چکا تھا لیکن میرا حال یہ تھا کہ کچھ
بھی ترکیب عبارات معلوم نہ تھی۔ جب والد ماجد کے حضور میں درس لینے جاتا تو ناچار

درس کی مقدار بھر مطالعہ کر کے لیجاتا تھا لیکن صحت اعراب اور ان کی غلطی
سے کوئی خاص واقفیت نہ تھی (عبور نہ تھا) ایک روز میں مطالعہ کر رہا تھا
اور اعراب قاعدۂ نحوی کے خلاف زبان سے نکل رہے تھے اسی اثنا میں میرے
ماموں شیخ بدر الحق (وہاں) پہونچ گئے اور اس کو سنکر مجھے ان کی اغلاط پر متنبہ
فرمایا اور صحت فرمائی اور ان کی تراکیب کے طریقے بتائے۔ جب اس دن میں
والد ماجد کے حضور سبق پڑھنے گیا اور تمام عبادت صحیح پڑھی تو آپ نے تعجب سے
مجھ سے پوچھا کہ آج عبارت کو تم نے صحیح کیسے پڑھ لیا جب میں نے آپ سے
اسکی وجہ عرض کی تو بہت مسرور ہوئے اور اسی وقت سے میرے مطالعہ کا
فتح باب ہوگیا اور ذہن کھل گیا اور مطالعہ کا اس حد تک شوق پیدا ہوگیا کہ بیشتر تو
پوری پوری رات مطالعہ میں گذار دیا کرتا تھا اور اپنے تمام ہم سبق طلبا کو کہ
وہ جو پڑھائی میں مجھ سے بھی آگے تھے سب کو درس دینے لگا اور انھوں نے
مجھ سے کتب متداولہ (مروجہ) پڑھیں

افادہ:- حضرت قبلہ تحصیل علوم کے بعد اشغال طریقت میں مشغول ہوئے جس میں بڑی
سخت ریاضتیں کیں اور متعدد چلے کھینچے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ
انوار طریقت اور اسرار حقیقت پر فائز ہوگئے اور اپنے والد ماجد (مرشد کامل)
کے حضور میں صاحب تصرف اور مشکلات حل کرنے میں ماہر ہوگئے اور درس
تدریس کا کل کاروبار انھیں سے متعلق ہوگیا اور والد ماجد کی رحلت کے بعد
مسند ارشاد و تلقین پر ان کے سجادہ نشین ہوئے اور ان کے والد کے تمام کارکردہ
اصحاب نے آپ سے رجوع کیا اور آپ کی خدمت میں ظاہری و باطنی استفادہ کیا
اور تعظیم و توقیر خاطر خواہ بجا لاتے تھے اور حضرت قبلہ نے بھی فقراء اور طلباء کی
رضا جوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور افادۂ علوم اور افاضۂ اسرار
پر کمر بستہ ہوئے استقامت میں راسخ القدم اور عالی مرتبہ ہوئے اور باوجود تمام
امور پر کلیتاً ثابت قدم رہنے کے پھر کرامت شاد باندھ کر مرشد شیخ بزرگ

امام الطریقہ قطب الحقیقہ حضرت شیخ عبد الرحیم قدس سرہ العزیز کے آستانہ
فیض آشیانہ پر دہلی میں حاضر ہوئے اور اپنی مشیخت کو یکسو رکھکر تجدید بیعت
کی اور از سر نو سلوک شروع کیا ایک سال تک آپ کی خدمت میں آستانۂ
کرامت آشیاں پر قیام کر کے فیوض حاصل کئے یہاں تک کہ اس شعر کے
مصداق ہوگئے ؎ کان لله بوده ورما معنی ۔ تاکہ کان الله له آمد جزا ...
حضرت شیخ بزرگ قدس سرہ نے اجازت ارشاد بلا واسطہ عنایت فرمائی
اور اس مضمون کی مثال تحریر فرما کر مرحمت فرمائی

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا الصراط المستقيم
ووفقنا العروج الى معارج المنهج القويم
والصلوٰة على رسوله محمد صاحب الخلق العظيم
وآله واصحابه الهداة الى النعيم المقيم اما بعد
فيقول العبد الضعيف النحيف الراجي الى رحمة الرب
المعين عبد الرحيم بن وجيه الدين والده عفى الله عنه
له ولوالديه واحسن اليهما واليه لما صحبت
الشيخ عبيد الله بن محمد الحقاني والعارف
الشيخ محمد قدس سره اشتغال الطريقة القادرية
والچشتية والنقشبندية والمدارية زاد الله
لاهلهم شرفا وعزا. رأيته فيه آثار الفناء
والبقاء والواردات واسرارها فاجزته الارشاد
للطالبين والسالكين الى الله والمسترشدين
المشائخ قدس الله اسرارهم كما اجازني في
المسمى مشائخ الطرق المذكورة فمن صحبه

سب تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو صراط مستقیم
کی ہدایت دی اور ہم کو سلوک کے معارج کی طرف عروج
کی توفیق دی اور درود ہو اس کے رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر جو صاحب خلق عظیم ہیں اور ان کی آل و اصحاب
[illegible]
رب معین کی رحمت کا امیدوار عبد الرحیم بن وجیہ الدین [illegible]
[illegible] اور ان کی مغفرت فرمائے
[illegible]
شیخ [illegible]
یعنی طریقہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ اور مداریہ
[illegible]
[illegible]
اور [illegible] ارشاد [illegible]
[illegible] ارشاد کی اجازت دی اور [illegible]
[illegible]

فکانما صحبنی ویدہ کیدی فمن بایعہ فکانما بایعنی، وایضا اجزتہ لدرس التفسیر والحدیث، اللھم ارزقنی ایای وایاہ الاستقامۃ علی سجادۃ المشائخ واجعل الآخرۃ خیرا من الاولی بعزتک وبحرمۃ نبیک وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین قال اللہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم، اللھم وفقہ لما تحب وترضی

شائخ طریق مذکورہ نے مجھکو مجاز کیا اور خرقہ پہنایا جس نے ان کی صحبت اٹھائی اس نے درحقیقت میری صحبت اٹھائی، ان کا ہاتھ گویا میرا ہاتھ ہے جس نے ان سے بیعت کی اس نے مجھ سے بیعت کی نیز میں نے ان کو حدیث و تفسیر کے درس کی اجازت دی ہے۔ اے اللہ مجھکو اور ان کو مشائخ کرام کے سجادہ پر استقامت عطا فرما اور آخرت کو ان کی دنیا سے بہتر بنا اپنی عزت و رحمت اور اپنے نبی کریم اور ان کے آل و اصحاب کی حرمت کے طفیل سے دنیا ہے ... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی لوگوں سے کہدو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا۔ اے اللہ ان کو ان باتوں کی توفیق عطا فرما جن کو تیری مرضی چاہتی ہے اور جن کو تو پسند کرتا ہے۔

....

اور اپنی مہر خاص کے نزدیک دستخط فرما کر یہ الفاظ تحریر فرمائے "اللھم ارزقہ الاستقامۃ واجعلہ صاحب الکرامۃ" اے اللہ ان کو استقامت عطا فرما اور صاحب کرامت بنا۔

افادہ: حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ جو کسی جگہ کے صاحب ولایت ہوتے ہیں ان کی ہمت کو اس دیار کے لئے فائدہ پہونچانے والا اور نقصان کو دفع کرنیوالا بنا دیتے ہیں اور اس چیز کو عالم مثال میں متشکل اور مشبح کر دیتے ہیں۔ اور اس دیار میں افاضۂ برکات کا ذریعہ بنا دیتے ہیں اور وہاں والوں کو انکا مسخر و مطیع کر دیتے ہیں اور ان کے خیر خواہ کو مقبول اور بدخواہ کو مخذول بنا دیتے ہیں اور یہ بات بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ نے میرے بڑے ماموں صاحب کو اللہ ان کو سلامت رکھے عطا فرمائی ہے۔ ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ کو

عوام وخواص کے قلوب میں قبولیت عامہ (مہر دلعزیزی) عطا فرمائی (اس وقت سے) تمام امراء و غرباء، اور فقراء آپ کے معتقد ہیں اور اپنی مقصد برآری میں دعا و توجہ و تعویذات وغیرہ میں آپ سے رجوع کرتے ہیں۔ اور آپ کے قدموں کی برکت سے برکات حاصل کرتے ہیں اور اپنے مسائل کا حل آپ کی کلید توجہ ہمت سے وابستہ پاتے ہیں اور حضرت قبلہ خود بھی دوسروں کی مصالح کی خاطر بذات خود شدت و کلفت اختیار فرماتے ہیں اور متعلقین کی حاجت برآری اور غرباء کے ساتھ سلوک کرنے میں بے اختیار مال و دولت صرف کرتے ہیں اور تمام مخلصین کی دینی و دنیوی آسائش میں قلباً اور قالباً کوشش فرماتے ہیں عطا اور بخشش انکی جبلت ہے دنیاوی مال و متاع کی ان کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بارہا فرمایا کہ اکثر اوقات خواب میں سیم و زر نجاست کی صورت میں مجھے نظر آتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ہاتھ اور میرے نجاست میں ملوث ہو گئے ہیں اور شدت نفرت سے میرے پورے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسی وقت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتوحات ہونے والی ہیں اور پھر ایسا ہی ہوتا بھی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ مال و دولت درحقیقت نجاست کے سوا کچھ نہیں۔ اور حضرت قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے لباس جبروت عطا فرمایا جس کے رعب و ہیبت سے کسی کو آپ کے سامنے بجز ادب و تعظیم کے مجال سخن نہیں ہے اور نہ ہر شخص آپ کے روبرو بے جھجک بات کر سکتا ہے

افادہ: حضرت اقدس نے فرمایا کہ ان کی ہمت جس چیز سے وابستہ ہوتی ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ اور واقعتاً تصرفات آفاقی حضرت قبلہ سے بکثرت ہوئے اور جس کام کا قصد فرماتے ہیں وہ لوگوں کی نگاہ میں کیسا ہی سخت ہو لیکن آپ کے حسب منشا ہوتا ہے اور اگر عمل کاموں میں مثل عمل ختم خواجگان وغیرہ کرتے ہیں تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ خلاف پڑے۔ چنانچہ ایک بار اطراف بارہ کے ایک ظالم شخص نے ایک امیر کی بیٹی سے اسکی وفات کے بعد بغیر اس کے گھر والوں

اور اعزہ کے رضامندی کے شادی کر لی اور اس کا تمام مال و اسباب از قسم نقد و جنس
جو بھی اسکے گھر میں تھا بالجبر لے گیا اور حد سے زائد اسکی بے حرمتی و بے عزتی کی۔ اس
لڑکی کے اعزہ نے اس سلسلہ میں حضرت قبلہ سے عرض کیا اور اپنی تشویش اضطراب آپ سے
بیان کی ایسا کہ آپ کے قلب مبارک کو خود بھی بہت قلق و تکلیف ہوئی۔ اور جب اس
ظالم کا ظلم آپ پر ثابت ہوگیا تو آپ نے اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائی۔ اور
پھر تھوڑی دیر بعد ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ اطمینان رکھو انشاء اللہ تعالیٰ ظالم کو
اسکی سزا ملیگی آپ کے اس فرمانے کے مطابق بہت دن نہ گذرے تھے کہ اس ظالم
شخص اور اس کے بھائیوں کے مابین دشمنی ہوگئی اور رفتہ رفتہ اس حد تک نوبت
پہونچ گئی کہ جنگ چھڑ گئی اور اس میں وہ مارا گیا رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ اس لڑکی کے ولی
اسکو مع تمام اسباب خانگی کے جس طرح وہ لے گیا تھا لے آئے اور اس طرح ان سب
کو تشفی خاطر حاصل ہوگئی۔

افادہ :- حضرت اقدس نے متعدد بار فرمایا اور تجربہ بھی ہوا کہ جس کسی نے بھی
حضرت قبلہ کی خلاف مرضی کوئی کام کیا تو وہ ضرور مخذول و ذلیل ہوا اور اس کا کام
زیر و بالا ہوگیا۔ چنانچہ ایک شخص کا جو آپ کے والد ماجد کے ساتھیوں میں سے تھا اپنے
بعض شرکاء سے جھگڑا ہوگیا اس سلسلہ میں طرفین نے حضرت قبلہ کو حکم مقرر کیا اور وہ
مخلص بڑی منت سماجت کر کے آپکو اپنے گھر لے گیا اور اس قضیہ کا فیصلہ کرنے کی
آپ سے دعا کی آپنے فرمایا کہ اے فلاں مجھے دوستی کا پاس ہے اس لئے تمہارے لئے بہتر یہ کہ
(میں تمہاری خیر خواہی دیکھتا ہوں) کہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے سے کروالو۔ اس نے
عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے آپنے فرمایا اسکی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے
فیصلے سے تم خوش نہ ہوگے اور یہ چیز تمہاری تکلیف کا باعث ہوگی ہم نہیں چاہتے کہ اس سے
تمہیں کوئی تکلیف پہونچے اس نے عرض کیا اگر حضور ہمارا گھر بار بھی دیدیں تب بھی ہمکو
قبول ہے ہم ہرگز عدول حکمی نہ کریں گے۔ آپ نے پھر وہی بات فرمائی اس نے پھر وہی
جواب دیا آخر آپنے فرمایا کہ تمکو اختیار ہے جو بات تھی وہ میں نے تم سے بتا دی۔ اب تم جانو

اور تمہارا کام۔ پھر بہت بحث و مباحثہ کے بعد جو کچھ از روئے شرع آپنے بہتر سمجھا
اس سلسلہ میں فیصلہ فرمایا۔ اور آپ کے اس فیصلہ پر اس مجلس میں موجود تمام لوگ بظاہر
اور طرفین راضی ہوگئے پھر وہ مجلس برخاست ہوگئی کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اس شخص
کے احباب نے اس سلسلہ میں گفت و شنید کر کے اس کی طبیعت کو منحرف کرادیا۔ جب حضرت قبلہ
کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا جس کا مجھے پہلے سے اندیشہ تھا اور میں کہتا تھا ویسا ہی ظاہر
ہوا ماشاء اللہ کان۔ اور پھر تھوڑی ہی مدت نہ گذری تھی کہ وہ سارا کا سارا معاملت درہم برہم ہوگئی
اور ان میں باہم معانقہ ہوا جس میں وہ شخص مع اپنے لڑکے اور رفقاء کے مارا گیا۔ نیز
اسی طرح حضرت قبلہ کے مخلصین میں سے ایک شخص نے مرضی مبارک کے خلاف غلط روش
اختیار کی جسکی وجہ سے آپ اس سے بہت بد دل ہوگئے اور تھوڑا عرصہ نہ گذرا تھا کہ اس
کے سارے کام نہایت درہم برہم ہوگئے اور وہ ایک حادثہ میں زخمی ہوگیا اور وہ لوگ اسے
مردہ کی طرح اٹھا کر لے گئے اور افاقہ ہونے کے بعد اسکو قید کر لیا اور ایک مدت تک
اسے مقید و پابہ زنجیر رکھا پھر اس نے حضرت قبلہ کی خدمت میں بڑی توبہ و منت
سماجت کروائی آپ نے اس کے حال زار پر شفقت و توجہ فرمائی جس سے اس کو
رہائی حاصل ہوئی اور اس کے کام کو خوب فروغ ہوا پھر اسکو ایک ظالم و جابر شخص نے
ناحق قید کر کے قتل کر دیا جس سے قلب مبارک کو نہایت صدمہ ہوا اور اس واقعہ
کو بہت دن نہ گذرے تھے کہ وہ ظالم بھی اسی طرح سے ہلاک ہوا جس کا لوگوں کو گمان
بھی نہ تھا۔ اور اس واقعہ سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی اور یہ جاننا چاہیے
کہ حضرت قبلہ کو جب کسی کی نسبت انقباض خاطر ہوتا ہے تو عادت شریفہ یہ ہے کہ کبھی اسکے
حق میں بددعا نہیں فرماتے لیکن آپ کا ایسا دل پر اثر لئے رہنا (ہی) اس کے لئے موجب
وبال ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر یہی سکوت فرماتے ہیں [illegible]

افادہ :- حضرت اقدس نے بارہا فرمایا کہ وہ نہایت صائب الرائے ہیں اور حقیقتاً
اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات مجمع کمالات کو عقل معاش کے ساتھ ساتھ عقل معاد بھی
بدرجہ کمال عطا فرمائی ہے کہ باوجود اسکے معاملات دنیوی میں غور و خوض سے کما حقہ نظر

رکھتے ہیں اور حتی الامکان اس قسم کے امور دوسروں کے سپرد فرماتے ہیں لیکن
جو تدبیر اور رائے آپ کی ہوتی ہے وہی سب سے بہتر اور صائب ہوتی ہے
اس دور میں عبادات وریاضات میں متقدمین مشائخ کی یادگار ہیں۔
تقریباً چالیس سال سے باوجود ضعف ونقاہت کے بجز ایام ممنوعہ افطار نہیں فرمایا
وہ بھی قطرۂ آب سے۔ اور خواہ سفر ہو یا حضر صحت کی حالت ہو یا بیماری کی قیام لیل
کبھی فوت نہیں ہوتا اور اوقات کو منضبط ومعمور رکھنے کے بہت پابند ہیں ایسا کہ
اس سے بہتر ممکن نہیں ہے ان کا وقت یا تو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کی تدریس
میں صرف ہوتا ہے یا اوراد ووظائف میں لیکن اوقات مراقبہ میں ان سے کوئی فتور
نہیں پڑتا عام مجلسوں میں بھی خلوت در انجمن کے شغل کے پابند ہیں کہ باوجود آمد و
روند کی کثرت کے مذکورہ امور پر مکمل پابندی اور پورا اہتمام رکھتے ہیں اور اسی
ضمن میں لوگوں کے مطالب ومقاصد بھی ادا فرماتے ہیں اور بیشتر اوقات ساکت و
صامت رہتے ہیں اگر بات کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو بہت مختصر بات کرتے ہیں
اور کبھی کبھی تصوف کا درس مثل فصوص شیخ اکبر اور مثنوی مولانا روم بھی دیتے ہیں
اور حقائق ومعارف اور وحدت الوجود کے بیان میں محققانہ ذوق ومذاق رکھتے
ہیں ایسا کہ توحید وجودی اور توحید شہودی میں کوئی مخالفت نہیں رہتی ہے۔ اور
خلاف شرع صوفیوں سے نفرت عظیم رکھتے ہیں ۱۳۴۲ھ میں حضرت اقدس کی رفاقت
میں حج کے لئے تشریف لے گئے نو ماہ مکہ معظمہ میں اور چار ماہ مدینہ منورہ میں قیام فرمایا
دو حج ادا کئے اور ۱۳۴۳ھ میں واپس وطن تشریف لائے۔ الحاصل ان کا وجود باجود
آیۃ من اللہ ہے

افادہ :- مخدومی شاہ اہل اللہ سلمہ اللہ برادر خورد حضرت اقدس نے ذہن کے
کمالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت قبلہ کو اپنے سامنے دیکھا کہ آپ کی
جبین مبارک سے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک نور ساطع نکل رہا ہے بہت
بہت ذات آپ کی جبین مبارک سے ظاہر ہوئی۔ وہ نور

ساعت میں اسکے مشاہدے میں محو رہا پھر وہ نور میری نظروں سے غائب ہوگیا
افادہ :- حقائق آگاہ شاہ نور اللہ نے قصبۂ بڈھانہ سے جو تھوڑے عرصے سے انکا
مسکن ہے بندہ کاتب حروف کو لکھا کہ قریب وقت صبح میں حالت نیم خوابی میں تھا کہ
مجھے ٹھنڈک معلوم ہوئی چاہا کہ چادر اوڑھوں لیکن بوجہ کاہلی اس میں دیر ہوئی۔
میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ آئے اور چادر میرے اوپر ڈال دی اس طرح کہ ٹھنڈک کی
تکلیف ختم ہوگئی اور بدن گرم ہوگیا اور میں آرام سے سوگیا اور یہ گرمی صبح تک باقی رہی
اور اسوقت یہ افاضہ فرمایا کہ نسبت عشق توحید آمیز ایسی ہو کہ وہ شعور میں حاضر
وموجود رہے اور ماضی ومستقبل کو بھول جائے اور یہ القا ہوا کہ صوفی ابن الحال کے
یہی معنی ہیں اس آگہی سے عجیب لذت حاصل ہوئی علی الصباح حضرت قبلہ کا والا نامہ
مجھے موصول ہوا۔

افادہ :- نیز شاہ صاحب نے بیان فرمایا کہ جب میں نے حضرت قبلہ سے توسلات
پڑھکر شاہجہاں آباد جانے کا ارادہ کیا تو شب میں آپ سے اپنا ارادہ بیان کیا
فرمایا بہتر ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ سورہ واقعہ بعد نماز مغرب وعشاء پڑھ لیا
کرو انشاء اللہ اس کے ورد کی برکت سے کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوگے مجھے اسی وقت
یقین ہوگیا کہ آپ نے جو فرمایا وہ محض از روئے وجدان ہے ورنہ اسوقت اسکا
کوئی موقع اور ذکر نہ تھا اور نہ میرے دل میں اس کا خیال ہی تھا بہرحال آپکے
فرمانے کے بموجب میں نے اسکو اختیار کرلیا (پابندی کرلی) اور اس وقت سے لیکر
اب تک تیس سال سے اوپر ہوچکے ہیں کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوا۔ والحمد للہ علی ذالک

افادہ :- میرے بیٹے صاحبزادے عبدالرحمن نے اللہ ان کو مقام احسان عطا
فرمائے اور حلاوت عرفان کا ذائقہ نصیب کرے ۲۱ ماہ ذیقعدہ [illegible]ھ کو مبشرہ میں
دیکھا کہ ایک جگہ مکان ہے جس میں حضرت قبلہ اور بندہ کاتب حروف اور فرزند بندہ کو ر
جا رہے ہیں حضرت قبلہ نے اس سے فرمایا کہ آگے آگے چلو یہاں تک کہ ایک وسیع میدان
تھا پھر بچے جہاں بڑے بڑے خیمے نصب ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس مقام پر آنحضرت ﷺ

تشریف فرما ہیں جب اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ چند لوگ دروازہ پر بیٹھے ہیں حضرت قبلہ نے ان سے اس مکان میں داخلہ کی اجازت چاہی دربانانِ مذکور نے اجازت دی ہم جب اندر داخل ہوئے دیکھا کہ ایک مجلس عظیم منعقد ہے اور بکثرت لوگ جمع ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے ہیں آپ کی ریش مبارک سیاہ ہے اور روئے انور پر بھی نکلی ہیں۔ اور چادر مبارک کو بطور اضطباع دوش پر ڈالے ہوئے ہیں حضرت قبلہ نے آگے بڑھ کر بتعظیم سلام عرض کیا۔ آنحضرت خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے اترے اور دو تین قدم آگے بڑھے اور حضرت قبلہ نے بکمال انقیاد و عقیدت و خضوع آپ کے قدمہائے مبارک پر سر رکھ دیا آنحضرت نے ان کو اٹھا کر گلے لگا لیا پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے اور خطبہ سے فراغت کے بعد منبر سے اترے۔ راقم کہتا ہے کہ منبر کے نیچے اس فقیر کاتب حروف کو شرف بغل گیری سے مشرف فرمایا (معانقہ فرمایا) اور راقم نے شرف قدمبوسی حاصل کیا پھر جب مجلس میں تشریف فرما ہوئے تو ایک خوان لایا گیا جس میں ایک سفید دستار بہت بڑی اور ایک پرانا پیوند لگا ہوا لباس رکھا ہوا تھا آپ نے حضرت قبلہ کو حکم دیا کہ اس دستار کو اپنے سر پر باندھ لو۔ وہ کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر باندھ لیا اس کے بعد اس چادر کو اوڑھنے کا حکم دیا اسکو بھی انہوں نے اوڑھ لیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دستار میری ہے اور یہ چادر ابراہیمؑ کی۔ راقم کہتا ہے کہ جب اس جگہ کھڑے ہوئے تھے تو آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے ہم کو حضرت قبلہ کی طرف اشارہ فرمایا اس وقت میرے دل میں آیا کہ شاید آپ ہم کو حضرت قبلہ کی قدم بوسی کا اشارہ فرما رہے ہیں پس میں اسی وقت حضرت قبلہ سے قدم بوس ہوا لیکن یہ شک رہا کہ آپ کے اشارہ کا مطلب ان کی قدمبوسی تھی یا ان کی بیعت کا اشارہ تھا بعد ازاں اس مجلس سے باہر نکلے اور لوگوں نے ہر طرف سے ہجوم کر لیا اور ہر شخص کوئی چیز طلب کرنے لگا

؎ چادر کو بغل کے نیچے سے لا کر کندھے پر ڈالنا۔

جس طرح کسی بادشاہ کے ملازمین و خدمتگار انعام کی درخواست کرتے ہیں جاننا چاہیئے کہ اس حدیث شریف من رآنی فقد رأی الحق ومن لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قیل یا رسول اللہ وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المؤمن او یری لہ کے مطابق اس قسم کے مبشرات کو مناقب عظیمہ میں شمار کر سکتے ہیں

افادہ: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے خواب میں مشرف ہوا آپ نے مجھے بہت سی مٹھائی عطا فرمائی میں نے اسمیں سے بہت سی مٹھائی لیکر کھائی اور وہ بوجہ زیادتی میرے اطراف دہن سے بہنے لگی اور میں اسکو فرطِ ذوق سے کھانے لگا اور بقیہ خوان سر پر رکھ کر لوگوں میں تقسیم کر دی

افادۂ دیگر: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے اپنی پشت مبارک کی میرے سر سے ٹیک لگا کر میرے سر کو اپنا تکیہ بنایا اور اپنا پورا بوجھ (وزن) اسپر ڈال کر آرام سے بیٹھ گئے اور میں نے اس حالت میں اپنے سر کو بغایت ادب خفیف سی جنبش بھی نہ دی کہ مبادا آپ کے آرام میں خلل پڑے اور شدت ذوق کی حالت مجھ پر طاری تھی

افادۂ دیگر: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں آپ کے دہن مبارک کے اندر بیٹھا ہوا ہوں انہیں ایام میں میرے ماموں شیخ بدرالحق نے مجھے لوگوں کو وعظ کہنے کا حکم فرمایا میں نے ان کی فرمائش پر مشکوٰۃ اور تنبیہ الغافلین کے مضامین کا لوگوں کو وعظ دیا اس سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی تعبیر یہی تھی

افادۂ دیگر: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک مکان

؎ جس نے مجھکو دیکھا اس نے یقیناً اللہ کو دیکھا اور نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہ رہیگی سوا مبشرات کے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سچا خواب جسکو مومن دیکھتا ہے یا اسکو دکھایا جائے۔

نہایت بلندی پر بنا ہوا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ آنحضرتؐ کا ہے میں اسکے اندر
داخل ہوا دیکھا دو چارپائیاں بچھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک پر آنحضرتؐ کا سر
اور ریش مبارک نظر آرہی ہے معلوم ہورہا تھا کہ ایک نمونہ ہے جو اس پر بنادیا گیا
ہے اور جو دوسری چارپائی ہے وہ خالی ہے اور اس مکان میں عمدۃ العارفین رنگا
ولی اللہ کو بھی میں نے دیکھا پس لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے پھر میں چونک پڑا

افادۂ دیگر :- ایک بار رمضان کی ستائیسویں شب کو آنحضرت اعتکاف کی
حالت میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ میں ملائکہ کو دیکھ رہا ہوں
کہ وہ حلقۂ ذکر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان سے آجا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ
آج شب قدر ہے اور واقعتاً اس رات ایک عجیب نورانیت اور انشراح تھا

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ نے ایک بار ماہ رمضان میں فرمایا کہ اس ماہ شب قدر
کے بعض آثار تیرھویں شب میں معلوم ہوئے واللہ اعلم

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ نے ایک بار رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں
اعتکاف فرمایا اور فرمایا کہ جب میں ستائیسویں شب کو تہجد کے وقت اٹھا اور
وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوا اسی وقت اچانک اپنی حقیقت کو سجدہ ریز
پایا اور نیز مسجد کو سجدہ ریز دیکھا اسی وقت یہ معلوم ہوا کہ آج شب قدر ہے

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ ایک بار ماہ رمضان [illegible] کے عشرۂ اخیرہ
میں اعتکاف میں تھے فرمایا کہ طاق راتوں میں جب پچیسویں رات ہوئی میں نماز
تراویح میں تھا ناگاہ میرے قلب میں یہ الہام ہوا کہ آج شب قدر ہے لیکن اسوقت
شب قدر کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے جب میں نماز اور اوراد و وظائف سے
فارغ ہوا تو مجھے نیند نے آلیا یہاں تک تہجد کا وقت آگیا۔ اچانک میری آنکھ کھل
گئی کیا دیکھتا ہوں کہ حجابات اٹھے ہوئے ہیں میں نے وہاں سے بسرعت تمام لیک

بعض دوستوں کو بیدار کیا اور مسجد سے باہر آکر اس کے صحن میں کھڑا ہوگیا جس جگہ پر
نگاہ ڈالتا تھا اسکو نور ذات میں فانی پاتا تھا اور میں نے اس بات کا بچشم ظاہر
مشاہدہ کیا دائمی طور پر اسی وقت میں نے وضو کیا اور نماز تہجد پڑھی اور دعا
مانگی اور اسوقت تک یہ بات جلوہ گر اور مشہود تھی جب ایک ساعت اسی میں گذر
گئی اور میں اپنے اوراد میں مشغول ہوگیا تب وہ آثار غائب ہوگئے

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار ایک شخص نے فوج جمع کر کے بلہٹ
پر چڑھائی کر دی اور تمام مویشی ہنکالے گیا بعض برادران وطن ان مویشیوں کو چھڑانے
کیلئے اس کے پاس گئے اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ اس ظالم نے ان سب کو قید کر لیا ہے اور
پھر دوبارہ کثیر فوج لے کر لوٹ مار کریگا اس خبر وحشت اثر سے تمام اہل قصبہ پریشان
اور مضطرب ہوئے اور یہ قصہ حضرت مرشدی قبلہ گاہی کے حضور میں عرض کیا۔
حضرت قبلہ گاہی نے وقت عشاء فرمایا کہ اس آفت و مصیبت کے دفعیہ کیلئے تمام
لوگ نماز استخارہ پڑھکر ختم خواجگان پڑھیں ہم نے آپ کے فرمانے کے مطابق
اٹھ کر وضو کیا اور نماز شروع کی اثناء نماز میں نے دیکھا کہ قصبہ کے چاروں سمت
بہت مضبوط و مستحکم دیوار کھنچی ہے جس میں کوئی آمد و رفت کا راستہ نہیں ہے۔ نماز
سے فراغت کے بعد اس واقعہ کو حضرت قبلہ گاہی سے عرض کیا فرمایا کہ اب اطمینان
ہوگیا اور یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اس قصبہ کی شامل حال ہے۔
چنانچہ صبح کو وہ تمام لوگ جو گئے تھے صحیح سلامت واپس آگئے اور اس
ظالم نے پھر قابو نہ پایا

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا
جب ۲۹ رمضان ہوئی اور لوگ رویت ہلال کے منتظر ہوئے اور لوگوں کو
گمان غالب تھا کہ آج چاند ہوگا اسی دن میں عصر کے وقت ایک ضرورت سے
اعتکاف سے باہر آیا۔ ایک بزرگ کو دیکھا کہ میرے سامنے آئے اور کہا کہ آج
چاند نہیں ہے میں نے یہ واقعہ اپنے دوستوں سے بیان کیا پھر ہر چند لوگوں نے تفتیش کی

اور بڑے ماہ کوششیں کیں لیکن نہ چاند دکھلائی دیا اور نہ کہیں سے چاند کی اطلاع آئی۔

افادہ دیگر:۔ ان ایام میں جب مغلیہ افواج سادات کے مقابلہ کو نکلیں اور بہٹ کے قریب پڑاؤ ڈال کر محاصرہ کیا اور سادات کی فوج بھی قصبہ کے دوسری سمت خیمہ زن ہوئی اور میدان جنگ کے لئے یہ قصبہ مقرر ہوا اسکی وجہ سے قتل و غارت گری کے خوف سے لوگوں کے دلوں پر ایک اضطراب عظیم طاری تھا کہ اس آفت کبریٰ سے کس طرح نجات ہوگی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ایک روز مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک پرندہ مور کے مشابہ مسجد کے دروازے پر آکر میرے مقابل بیٹھ گیا اور میری جانب رخ کرکے دو تین بار کہا کہ دفع ہوگی، دفع ہوگئی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس قصبہ سے آفت کے دفعیہ کی خبر دے رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ویسا ہی ظہور بھی ہوا کہ باوجود اس کے کہ معرکۂ عظیم قصبہ کے قریب ہی ہوا اور ایک عام قتل ہوا اور ملک غارت گری کا شکار ہوا لیکن یہ قصبہ بہمہ وجوہ محفوظ رہا۔

افادہ دیگر:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ نصف شب کے بعد میں ایک ورد کا پابند تھا ایک رات اتفاق سے مجھے نیند آگئی اور اس کے ورد کا وقت نکل گیا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ ارواح ہجوم کئے ہوئے ہیں اور ان کی اس قدر کثرت ہے کہ میرے لئے وہ جگہ تنگ ہوگئی ہے میں اٹھا اور اس وظیفہ میں مشغول ہوگیا اور وہ بدستور ہجوم کئے رہے یہاں تک کہ میں قرأت وظیفہ سے فارغ ہوگیا۔

افادہ دیگر:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک رات میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ رہا تھا ناگاہ اس کلمہ کی حقیقت کے نور کا شعلہ جو تجلی حق تعالیٰ ہے بصورت غبار ظاہر ہوا میں دیکھ رہا تھا کہ جب وہ زور شور مارتا ہے تو نفس کے پندار کی ظلمت غائب ہو جاتی ہے اور جب وہ شعلہ فرو ہو جاتا ہے تو وہ ظلمت غبار دخانیہ کی طرح نمودار ہوتی ہے۔ پھر جب وہ شعلہ جوش مارتا ہے تو وہ صورت دخانیہ نابود و معدوم ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں دل بہ نہایت تعب اسے ڈھونڈھتا تھا اور نہیں پاتا تھا تہجد کے وقت سے

بیٹھکر بھی اسی کیفیت کے تماشہ میں محو رہا۔

افادہ:۔ ایک روز حضرت قبلہ امام ناصر الدین رضی اللہ عنہ کے مرقد اطہر کی زیارت کو قصبہ سونی پت تشریف لے گئے اور ان کی قبر منور کے قریب مراقب ہوئے جب وہاں سے اٹھے تو فرمایا کہ روح ان کی روح مبارک مثل آفتاب کے ہے جس کی شعاعیں اطراف و جوانب سے منعکس ہو رہی ہے۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ کو ایک بار ایک سخت مرض لاحق ہوا ان ایام میں آپ فرماتے تھے کہ ارواح کا اس قدر ازدحام ہجوم ہے اور میرے ساتھ وہ اس طرح اختلاط کر رہے ہیں کہ منہ۔ ہاتھ۔ بغل غرضکہ ہر جگہ انہیں پارہا ہوں جو بظاہر اعمال و اولاد کے موکل ہیں یہ رات دن انہیں سے مناسبت ہے اور انہیں سے سلام و کلام ہے۔

افادہ:۔ انہیں ایام مرض میں جب اس شدت مرض سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ کیا کوئی گانے والا موجود ہے جو مجھے گانا سنائے (اس وقت) ایک گانے والا حاضر ہوا اور آپ کے حکم سے اس نے گانا شروع کیا اسی اثنا میں اس فقیر سے فرمایا کہ عالم ناسوت سے انقطاع کلی ہوگیا ہے۔ گویا یہ عالم ایک عالم وہم و خیال تھا جو غائب ہوگیا یا ایک خواب تھا جو فراموش ہوگیا۔ پھر دوسرے وقت اس فقیر نے عرض کیا کہ عالم ناسوت سے جب اس حد تک انقطاع ہوگیا تو پھر نسبت کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نسبت کیا معنی "ہمہ اوست"۔ فقیر نے عرض کیا کہ کیا یہی مراد ہے۔ بس آپ پر ایک جوش و خروش کی کیفیت طاری ہوئی ایک نعرہ مارا اور فرمایا کہ "ہمہ اوست" نہ "ہمہ از اوست"۔ بلکہ فقط ایک چیز ہے یعنی وحدت صرف ہے اور بس۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ جب حج کو تشریف لے گئے، ماہ رمضان میں مکہ معظمہ میں روزانہ ایک یا دو عمرہ ادا فرماتے اور مبارک راتوں میں ساری ساری رات بیدار رہتے تھے اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے اور عشرۂ اخیرہ میں مسجد حرام میں حجر شریف میں بیت اللہ میں اعتکاف فرمایا اور ان دنوں میں جبکہ آپ مع تشریفین

میں قیام پذیر تھے اکثر اوقات حدیث شریف کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے چنانچہ اس دوران تمام صحاح ستہ اور مسند دارمی اور موطا امام مالک اور شفاء شریف کو بغور و خوض تلاوت فرمایا اور بکثرت کلام پاک ختم کئے۔

افادہ:- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ عرفات میں ان تمام مخلصین کے حق میں جو حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ کے مرید ہیں اور وہ لوگ جو ہم سے رابطہ رکھتے ہیں ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی امید ہے کہ وہ قبول ہوئی اور اکثر دوستوں کی طرف سے طواف بیت اللہ اور مسجد حرام اور مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات میں نمازیں ادا کیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے اسکی قوی امید ہے کہ اس کے فوائد ان کو حاصل ہوں گے۔

افادہ:- حضرت قبلہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران شب کے وقت بکثرت طواف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اکثر اوقات طواف کعبہ کے دوران حقیقت کعبہ کو دیکھتا ہوں کہ میری طرف متوجہ اور نگراں ہے اور جب حجر اسود سے ہاتھ لگاتا ہوں اور اسے بوسہ دیتا ہوں تو یہ نظر آتا ہے کہ وہی حقیقت میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔ اور جب اپنے سینہ کو ملتزم سے ملاتا ہوں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میری حقیقت بیت اللہ کی حقیقت میں پیوست و جذب ہو کر فنا ہو گئی ہے۔

افادہ:- حضرت قبلہ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور مزار اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ فرمایا کہ میں اکثر اوقات جب مواجہ شریف کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ درمیان سے حجابات اٹھ گئے ہیں اور اپنے کو حجرہ شریف میں پاتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ بعنایت شفقت مجھکو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور جس طرح باپ بچوں کو فرط شفقت و محبت سے لپٹاتے ہیں اسی طرح پیار و محبت کا برتاؤ فرما رہے ہیں۔

افادہ:- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اس دوران جب میں مدینہ منورہ میں تھا اکثر اوقات آنحضرت ﷺ کے مواجہ شریف میں بعض دوستوں کیلئے سفارش اور دعا کرتا

اور اس حالت میں بعض دوستوں کی حقیقت کو اپنے قریب دیکھتا تھا لیکن ان میں سے ایک شخص کو دیکھتا تھا کہ وہ محجوب ہے اور گویا مواجہ شریف سے میری پشت پر چھپ رہا ہے اور متعدد بار یہ بات ظاہر ہوئی اور اسکی وجہ سے متفکر ہوا ہر چند غور کیا لیکن وجہ سمجھ میں نہ آئی اور معلوم نہ ہو سکی، آخر جب وطن پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص ان دنوں بری حرکتوں میں مبتلا ہو گیا تھا اس بات سے واضح ہو گیا کہ اس کی محجوبیت کا یہی راز تھا۔

افادہ:- حضرت قبلہ نے بندہ کاتب حروف سے اپنے ابتدائے سلوک کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ پہلے حضرت مرشدی والد ماجد قدس سرہٗ نے اسم ذات (اللہ) کا تصور قلب صنوبری پر نقش کرنے کی تعلیم دی اور اس پر اسم مذکور کی ضرب یا نفس کی آمد و رفت کے ساتھ مع اس نقش کے معائنہ و ملاحظہ کے تعلیم فرمائی۔ آپ کے حسب الحکم میں نے اسکے عمل پر مزاولت کی (مشق) اور مداومت حاصل کر لی (اس کا پابند ہو گیا) لیکن کسی قسم کی کوئی کیفیت ظاہر نہ ہوئی پھر آپ نے شغل نفی و اثبات اس طریقے سے جو اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا معمول رہا ہے تعلیم فرمائے۔ آپ کے تعلیم فرماتے ہی نفی کی صورت ظاہر ہوئی پھر تھوڑے عرصہ بعد مجھے اعتکاف میں بٹھایا اور خود بھی معتکف ہوئے اور بار بار مجھ پر توجہ فرمائی ان ایام میں صورت اثبات (الا اللہ) نور محیط کے رنگ میں جلوہ گر ہوئی اور پھر دوسرے اعتکاف میں شغل اسم ذات با اسم متکلم یعنی پہلے تقدیم اسم متکلم اور دوبارہ اس کے برعکس اس طرح پر کہ اسم متکلم اسم ذات کے نیچے مغلوب ہو جائے یعنی بجائے اسم متکلم اسم ذات تعبیر کیا جائے۔ اور اسکا معائنہ زیر ناف تعلیم فرمایا۔ میں نے شغل مذکور کو اختیار کیا یہاں تک کہ اس کے قوائم ظاہر ہوئے اگرچہ طبیعت اس کیفیت کی مغلوب نہ ہوئی لیکن دل ان تمام کیفیات سے ہستی صرف (یعنی وجود ذات واحد) سے متعلق ہو گیا بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ وہ بغیر اس کے کچھ نہیں ہوتا یعنی ہمہ اوست کے ملاحظہ اور دید کے بغیر کشود نہیں ہوتا۔ پس میں اسی شغل میں منہمک اور مشغول ہو گیا۔

اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے تمام اشیاء نگاہ سے مخفی ہو جاتی تھیں۔ پھر فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس بات کا محاذ و ملاحظہ نفی و اثبات کے ساتھ بہتر ہے اور اسکو بارہا آزمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں جب حضرت شیخ بزرگ عبد الرحیم قدس اللہ اسرارہم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اللہ اول اللہ آخر اللہ ظاہر اللہ باطن اللہ محیط کا شغل تلقین فرمایا۔ بفضلہ تعالیٰ ان تمام اشغال کے ثمرات ظاہر ہوئے (فوائد حاصل ہوئے)۔ اور فرمایا کہ دوسرے سلسلوں کے اشغال کی بھی اسی طرح اجازت ملی ہے اور دونوں حضرات نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ اور فقیر کاتب حروف سے فرمایا کہ دوسرے سلاسل کے اشغال جو رسالہ میں لکھے ہوئے ہیں ان پر بھی تھوڑے دن عمل کرنا چاہیے تاکہ اگر کسی کو تعلیم دو تو باثر ہو۔ اور فرمایا کہ میں نے اعمال میں سے ایک عمل سورہ مزمل کا اکتالیس مرتبہ بعد غسل ایک پیر سے کھڑے ہوکر اور دوسرے پیر کی جگہ عصا جنگل میں جا کر کیا اور اس کی اجازت کی سند (بھی) حضرت شیخ بزرگ قدس سرہ سے مجھے ہو گئی۔ اور ان کو شاہ رزاقی سے جو دعوتوں کے حاکم تھے۔ اور سورہ یٰسین کا عمل سات بار روزانہ میرے ورد میں ہے اور اس کی متعدد طریقوں سے اجازت حاصل ہوئی ہے اور مشاہدہ کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اس کے ختم قرآن کا طریقہ ستر مرتبہ روزانہ ورد رکھتا ہوں۔ اور فرمایا اسم یا بدیع العجائب بالخیر کا ختم کئی بار باشرائط کیا ہے اور اس سے برکات حاصل ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسم یا باسط کا نقش دو پانی استر و رنگ میں نے لکھا ہے۔ اور اس اسم کو بہت سے اجازت دی گئی ہے باشرائط پڑھتا ہوں۔ اور حضرت قبلہ دعائے عرز یمانی موسوم بہ دعائے سیفی کو روزانہ تین وقت یعنی اشراق، ظہر اور عشاء پڑھا کرتے تھے۔ غرضکہ ان تمام اعمال و اشغال وغیرہ کو بالتفصیل بیان فرما کر بندہ کاتب حروف کو اجازت عطا فرمائی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

یعنی ہوا ان کے تردد میں تھے اور اعمال و دعوات میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔

افادہ :- حضرت قبلہ ایک بار اعتکاف میں تھے فرمایا کہ ان ایام میں تین شبانہ روز ایسے گزرے کہ جب بھی اپنے کو تلاش کرتا تھا نہ ملتا تھا۔ بڑی تلاش جستجو سے ایک چیز حاصل ہوگئی۔

افادہ :- حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں بیدار ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میرا ہاتھ چارپائی کے نیچے آویزاں ہے اور اس سے ذکر جاری ہے اور وہ بے اختیار حرکت وجدیہ کر رہا ہے اور اس حرکت و گردش کی وجہ سے قدرے قدرے لمبا و عریض ہوتا جاتا ہے۔ بالآخر وہ اتنا لمبا چوڑا ہوگیا کہ پورا حجرہ جس میں لیٹا ہوا تھا اس کے لئے چھوٹا پڑ گیا۔ پھر بتدریج ذکر اس سے کم ہونے لگا اور اس حرکت کے مطابق آہستہ آہستہ ہاتھ بھی ساکن ہوگیا اور اس کا وجود بھی چھوٹا ہوتا گیا یہاں تک کہ اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

افادہ :- حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ میں ایک بار حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں کی آمد و رفت بند کئے ہوئے تھا۔ انہیں ایام میں ایک وقت میں خواب سے بیدار ہوا (بچشم ظاہر) دیکھا کہ حجرہ کی دیوار کا حجاب درمیان سے اٹھا ہوا ہے۔ ایسا دیوار کی پشت پر تمام لوگ نظر آ رہے ہیں۔ اس وقت میں نے خود سے کہا کہ تو لوگوں سے خلوت اختیار کرکے یہاں تنہا بیٹھا تھا اب وہ سب ختم ہوگیا اور اب تو یہ خلوت مکمل جلوت ہوگئی۔ اسی اثنا میں اس مکان میں جس میں بیٹھا ہوا تھا نظر پڑی ہر ہر ذرہ میں کل عالم نظر آ رہا تھا۔ اپنی طرف نظر کی تو تمام ذرات عالم اور موجودات کو اپنے میں پایا۔ اور تمام عالم کا اپنے مراتب وجود کے ہر جز میں مشاہدہ کیا۔ اس وقت کے خاص الفاظ کاتب حروف کے ذہن سے محو ہوگئے لیکن مطلب یہی تھا ذہن میں ایسا ہی تھا۔

افادہ :- حضرت قبلہ ایک بار حجرہ میں بیٹھے ہوئے تھے (کہ) ایک عجیب حالت ظاہر ہوئی کل عالم کا قیام اپنے سے پایا اور اپنی حقیقت کو تمام ذرات عالم کا قیوم دیکھا۔ اس حالت کو اپنے والد بزرگوار سے بیان کیا۔ آپ نے سنکر فرمایا کہ یہ تجلی ذاتیہ

افادہ:- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی ہستی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا
اور یہی وحدت کی دید ہے اور اگر کبھی اشیاء کا وجود دکھائی دیتا رہتا بھی ہے تو وہ ایسا ہے
جیسے کوئی شخص خواب میں کچھ دیکھتا ہے پھر جاگنے کے بعد ان خوابوں کی صورتوں
کو (صور منامیہ کو) ملاحظہ کرتا ہے اس ملاحظہ کے دوران یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تحقق
خارجی میں کوئی حصہ نہیں ہے کثرت در وحدت کا شہود بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

افادہ:- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ قرآن عظیم کے ساتھ ایک عجیب ذوق و نسبت
حاصل ہوئی (ایسا کہ) کسی کو سماع میں دلکش نغموں سے بھی وہ سرور و انبساط
حاصل نہیں ہوتا جو ہم کو قرآن سننے میں حاصل ہوا اگر رات دن اسی میں گزر
جائیں تب بھی سیری نہ ہو اور میں نے اپنی حقیقت کو قرآن کی حقیقت ہی میں ضم
پایا۔

افادہ:- ایک بار رمضان المبارک میں حضرت قبلہ کی خدمت میں بغرض
قرآن عظیم پڑھنے کا شرف حاصل کر رہا تھا اسی اثناء میں حضرت قبلہ نے اس فقیر
کی طرف متوجہ ہو کر دو تین بار یہ آیت تلاوت فرمائی فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ
نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔ بس یہی گھڑی میرے لئے گویا راہِ خدا کے سلوک کا تخم شوق ہو گیا اور اسی
وقت سے اپنے میں انجذاب پانے لگا۔

افادہ:- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ طریقت میں اول ذکر ہے خواہ زبانی
ہو یا قلبی۔ اور سالک کو اس وقت سوائے تلفظ کے ذکر سے کوئی حظ نہیں ہے
(یعنی سالک کا کام صرف ذکر کرنا ہے) اور نہ وہ دوسرے دل سے متاثر ہے سوائے
اس کے کہ یہ شخص تلفظ بہ ذکر ہے اور دوسرے نہیں ہیں۔ اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ
ذاکر کا دل ذکر سے آرام پاتا ہے اور اس لفظ سے ایک حظ اور لذت و انس پاتا ہے
یہاں تک کہ جب وہ اس سے منقطع ہو جائے تو وہ متألم و ملول ہو (اسکے بعد)
یہ ہوتا ہے کہ شوق مذکور پیدا ہوتا ہے اور وہ لذت و آرام جو اس سے قبل ذکر
سے حاصل ہوتا تھا اب سیر قرار نہیں ہوتا (یعنی شوق بڑھتا ہے) اور دل

اس سے مطلق نہیں ہوتا اور بمنزلہ خیالِ ضعیف کے ایک چیز اپنے میں پاتا ہے۔
اور جب اس کا وجدان قوی تر ہو جاتا ہے تو معقود شہود کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے
بعد ازاں اس میں شہود کے ساتھ ایک بساطت ادراک کرتا ہے اور تدریجاً اس میں
وسعت پیدا کرتا ہے اور اس وقت ھو کے معنی ہر جگہ اسکے نصب العین ہو جاتے ہیں اور سالک
کی انانیت اب بھی اپنی جگہ پر رہتی ہے لیکن ضعیف بمنزلہ خیال کے۔ بعد ازاں
اس معنی کا شہود اور زائد غالب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس درجہ پر فائز ہو جاتا
ہے جہاں بے تکلف اسے اَنْتَ سے خطاب کر سکتے ہیں۔ اس حالت میں بھی
انانیت باقی رہتی ہے لیکن شہود تمام حاصل ہو جاتا ہے۔ بعدہٗ اس شہود میں سالک
کی انانیت فنا (نیست) ہو جاتی ہے اور ہمہ اوست کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے
اور نظیر ہو رک کے صرف ادراک باقی رہ جاتا ہے۔ بعد ازاں ہستی صرف تجلی فرماتی ہے
(اور اس کے تجلی فرماتے ہیں)، اس مقام میں اَنَا اَنْتَ اور ھُوَ سب گم ہو جاتے
ہیں اور ہستی صرف کی حقیقت اور وجود بحت رہ جاتا ہے اور یہی راز و سبب
توحید حقیقی کے حاصل ہونے کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔

افادہ:- حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ قلب کی بصیرت جب بصارت میں
سرایت کرتی ہے تو سالک کہتا ہے کہ میں خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں
اسی طرح وہ بصیرت کان ہاتھ اور تمام اعضاء میں جاری و ساری ہو جاتی ہے
پس اس بنا پر کسی کا یہ کہنا کہ میں خدا کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ دیکھ رہا ہوں اسکی یہی
توجیہ ہے۔

افادہ:- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں شغل نفی و اثبات
اس طرح ہے کہ پہلے لا کو ناف سے کھینچکر داہنے سینہ کی طرف سے ذرا بلند اور پر
لے جاتے ہیں اور پھر وہاں سے اِلَّا اللہ کی دل پر ضرب لگاتے ہیں اور اسی میں مشق
کرتے ہیں۔ آگاہی بھی اسی طریقہ سے ظہور کرتی ہے کہ نفی کی کیفیت نیچے سے اوپر تک
ظہور کر کے سب احاطہ کر لیتی ہے اور ہستی حق کا ظہور اوپر سے غلبہ پا کر سالک کی

حقیقت کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے گویا ایک چیز ہے جو ظاہر سے باطن کی طرف جاری
اور یادداشت میں ایک اسم جو قلب کے اندر سے اسم ذات کو کھینچ کر ایسی آواز
پیدا کرے جیسی تانبے کے برتن کی آواز نکلتی ہے ، کھنکا کے ، اور اس آواز کی
محافظت کرتے ہیں جس طرح شعبۂ احمدیہ[1] میں مقرر ہے ۔ آگاہی اس صورت
سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو باطن سے ظاہر بدن اور فوق کی جانب ہوتی ہے ۔
جس طرح شیخ المشائخ حضرت سید آدم بنوری قدس سرہٗ نے بھی اسی بات
کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان کے جذبہ کی نسبت کا ظہور بدن پر بھی ظاہر ہوتا
ہے لیکن وہ نیچے سے اوپر کی طرف کھینچتا ہے الخ اور اس کا سر یہ ہے کہ جب
سالک کا خیال ابتدا سے اس بات کا عادی ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ نے ظہور
و شہود انا عند ظن عبدی بی کے مطابق اسی طرح جلوہ نما ہوتا ہے اور
وہ آگاہی جو نفی و اثبات کی مشق سے حاصل ہوتی ہے وہ سالک کی ہستی میں
سے کچھ باقی نہیں چھوڑتی کہ اس جگہ نفی تمام کے بعد وجہ اللہ کا ظہور ہے برخلاف
اس آگاہی کے جو اسم ذات کے شغل سے حاصل ہوتی ہے اور وہ سالک کی ہستی
کو حق کے رنگ میں رنگ دیتی ہے اس صورت میں اسکی انانیت باقی رہتی ہے
اس لئے صاحب اسم ذات کی توجہ کی تاثیر بہت زائد و تیز اور سریع الاثر ہے
کیونکہ وہ بقائے انانیت کے خواص میں سے ہے برخلاف صاحب نفی و اثبات کے
کہ وہاں فنائے مطلق ہے ۔

افادہ ۱۔ ایک دن اس فقیر نے حضرت قبلہ کی خدمت میں اللہ سمیعٌ
اللہ بصیرٌ ۔ اللہ علیمٌ کے شغل کے بارے میں جو طریقۂ علیہ قادریہ میں مقرر ہے
استفسار کیا آپ نے اس کے اثنائے ذکر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت
کی صورت پر جو تجلی فرمائی ہے اور اس میں اپنے صفات کی ہر صورت کیساتھ

---

[1] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شاخ احمدیہ بھی ہے ۔

تجلی ہوا ہے (تو وہ) اسمائے گر دوہ) وہی ذات ہے جو اس صورت پر نمودار ہوئی
ہے ۔ اور وہ ذات تمام صفات کی جامع ہے ، مثلاً جس طرح صفتِ علم میں تمام
صفات کے ساتھ ظہور فرمایا ہے اسی طرح بصر و سمع وغیرہ ہیں ۔ صاحب لمعات نے
اجمالاً فرما گئے ہیں کہ الحقیقۃ کالکرۃ (یعنی حقیقت مثل ایک گیند کے ہے) یعنی
گیند میں جس جگہ (بھی) انگلی رکھو گے (وہی اس) کا درمیان ہوگا ۔ پس اگر کسی پر
ایک صفت کا بھی منکشف ہو جائے تو اس کے ضمن میں تمام صفات کا عرفان اس کو
حاصل ہو جائے گا ۔ صاحب گلشن راز کیا اچھا کہہ گئے ہیں ؎

[1] دل یک قطرہ را گر بر شگافی ۔ برون آید ازو صد بحر صافی

اور اس قسم کے اشغال اسی بات کے لئے مقرر ہوئے ہیں ۔ پھر فرمایا کہ جس طرح وہ
ذات بے کیف ہے اور تمام قیود و تعینات سے مطلق (آزاد) اور تمام
اطوار سے ظاہر ہے اسی طرح اسکی صفات بھی مطلق اور بے کیف ہیں اور تعینات
جو بے شمار اور لاتعداد ہیں وہ ظاہر ہو کر بھی اسی طرح اپنی بے رنگی پر ہیں مثلاً
صفت بصر بے شمار تعینات کے ساتھ ہر ذی بصارت میں ایک علیحدہ طریقہ اور
جدا طور پر اور مقررہ انداز کے مطابق ظاہر ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود اپنی بیرنگی
پر ہے (آپ یہ سب بیان فرما رہے تھے) کہ اسی اثنا میں کہیں دور سے بانسری
کی آواز گوش مبارک میں پہونچی ۔ فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس بانسری کی آواز ایک
خاص تعین رکھتی ہے کہ اطلاق و بے کیفی اسکی آواز میں ہے اور اسی ایک آن میں

---

[1] اگر ایک قطرہ کا دل چاک ہو اور دیکھو اس میں مخفی ہے ظاہر ہو ۔ اور قطرہ قید خودی سے آزاد ہو جائے [illegible]
[illegible]

ہزاروں اسکو سنتے ہیں اور ہر سننے والے کے کان میں اپنے اسی تعین کے ساتھ سرایت کئے ہوئے ہے لیکن اس سب کے باوجود وہ اپنے مقام صرافت پر ہے اور کسی کی مقید نہیں ہے بلکہ جس جگہ کوئی سننے والا موجود نہیں ہے تو وہاں بھی (اپنے غیر کے علاوہ) وہ خود موجود ہے۔

افادہ:۔ ایک بار ایک فاضل شخص نے حضرت قبلہ کی خدمت میں خواجہ حافظ کا اس مصرعہ۔ حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو۔ حافظ کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ[1]۔ احسان یہ ہے کہ عبادت میں وہ حضوری ہے جو مرتبہ رویت و دید پر پہنچ گئی ہو۔ اور اگر حضوری اس طرح میسر نہیں ہے یعنی عدم عینیت ہے تو ایسا کل تحفظ اس میں ہے کہ اس ذات تعالیٰ کو اپنا نگراں سمجھے کیونکہ اس کیفیت کا حامل اس کیفیت کے ذریعہ شہود تک پہنچانے والا ہوتا ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ[2] اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس فاضل نے اسکو قبول کیا۔ پھر سوال کیا کہ صوفیا جو اشتغال فرماتے ہیں وہ یہی لفظ اللہ کا تلفظ ہے یا اس کے علاوہ۔ پھر اس سے وصول بذات منزہ کس طرح ظاہر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ اسم کو عین مسمیٰ کہا ہے اور حدیث میں آیا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ[3]۔ پس جب کوئی اس اعتقاد کے ساتھ اسم مبارک کا شغل اختیار کرے تو وہ ضرور منتج وصول بذات منزہ ہوگا۔ اس نے اسکو بھی تسلیم کر لیا۔

افادہ:۔ ایک عزیز نے حضرت قبلہ کی خدمت میں سوال کیا کہ نفی و اثبات

---

[1] احسان کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا اسکو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ نہ ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ [2] اللہ کو یاد کرو تم اسکو اپنے سامنے پاؤ گے۔ [3] میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں۔

کے معنی صوفیاء کے نزدیک کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پھر فرمایا کہ صوفیہ صافیہ کا مذہب جبر متوسط ہے یعنی ظاہر میں قدری ہو تاکہ احکام شرع بجا لانے میں تمام افعال کو اپنے سے مستند رکھے اور باطن میں ایک دوسری چیز ہوگی یعنی اس کی نگاہ بصیرت میں تمام افعال و سکنات و حرکات مستند بذات حق ہوں کہ اَللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ[1]۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ نسبت طریقت کی راہ علیحدہ ہے اور طاعات و اعمال کی راہ علیحدہ۔ چنانچہ اول (نسبت طریقت) جو ہے وہ کیفیات علیہ اور تجلیات الٰہیہ تک پہنچاتی ہے اور دوسری (طاعات و اعمال کی راہ) انوار و برکات تک پہنچاتی ہے۔ اور یہ دوسری اس عالم کیساتھ بہت زائد مناسبت رکھتی ہے اور وہ گویا اشیاء بیرونی میں سے ہے بخلاف اول کے۔ اور بعض اشخاص میں اول کیساتھ مناسبت پائی جاتی ہے اور گویا دوسری کی اسکو خبر و اطلاع ہی نہیں ہے اور بعض میں دوسرے کے ساتھ مناسبت ہے اور پہلے کی کوئی خبر نہیں ہے۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک وقت واضح ہوا کہ انا ضمیر متکلم کے معنی میں ہے جو حدیث قدسی فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کے لفظ اُعْرَفَ میں واقع ہو کر تمام وجود میں مضمر ہے بلکہ تمام اشیاء میں اسی کا ظہور ہے اور یہی سر ہے حب خود اور تمام موجودات میں اپنے اظہار کمال کا بلکہ وہ محبت بھی جو ایک کو دوسرے سے ہوتی ہے وہ اسی سبب سے ہے کیونکہ انانیت ایک ہے جو دونوں چیزوں میں ظاہر ہے۔ پس حقیقت میں یہ حب اپنا کمال ہے جب یہ معرفت ظاہر ہو گئی تو مظاہر کی حد اور نظر سے اوجھل ہو گئی وہی ایک انائے مطلق بے نسبت و اعتبارات باقی رہ گیا۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اسمائے الٰہیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبارات

---

[1] تم کو اور جن چیزوں کو تم بناتے ہو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا۔

ہیں لیکن نفس الامر میں وہ عین حقیقت ہیں، مثلاً پانی میں ایک اعتبار تو یہ ہے کہ وہ جوہر
مبرد ہے اور دوسرا الطہارت۔ اور تیسرا ازالہ تشنگی جو کہ اسمائے مشتقہ کے نزاع
کا منشا ہوگیا ہے، وہ عین ذات ایک ہے صفات بہت ہوگئے ہیں (پھر) فرمایا کہ حق
تعالیٰ نے علوم میں سے ہر علم کے مقام و منشاء پر اطلاع بخشی ہے۔ انشاء اللہ اس کو
بیان کیا جائے گا۔

افادہ :۔ حضرت قبلہ نے صوفیہ کے اس قول العلم هو الجهل کی تمیز
میں فرمایا کہ علم کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت اس کی ذات عالم کی نسبت کے ساتھ
ہے اس حیثیت سے وہ حضوری ہے اور دوسری جہت اس نسبت کے ساتھ
ہے جو اس کی ذات سے خارج ہے اور اس حیثیت سے وہ کسبی اور حصولی ہے
اور اسی جہت سے وہ عالم و معلوم کے مابین دوگانگی و اثنینیت کی مقتضی ہے۔
اور عرف عام میں اسی جہت سے معروف (مشہور) ہے پس حقیقۃ الحقائق
کے ادراک میں جب تک علم حصولی درکار رہے توحید کا انکشاف کما حقہ میسر
نہیں ہوتا اور جب اس علم سے روگردانی کر لی اور علم حضوری سے کام پڑ جاتا
(تو) توحید منکشف ہوگئی پس علم توحید جہل ہے علم حصولی سے۔

افادہ :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ظہور وحدت دو طرح پر ہے۔ ایک ظہور ہوا
وہ علوم کے ساتھ جیسے تنزہ و لطافت و روحانیت غالب ہے۔ دوسرا ظہور ہوا
کے ساتھ جس میں حکم کون غالب ہے پس جو شخص صورت اول میں توحید کا منتہی
ہوگیا اس کے تصرفات کی اتنی قوت اور اس کی وفات کی اتنی بقا معلوم نہیں
ہوتی اور وہ شخص جس نے صورت ثانی میں توحید میں فنا پیدا کی اس کے تصرفات قوت
کے ساتھ اور اس کی موت کے بعد باقی نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

افادہ :۔ حضرت قبلہ ایک بار مخدوم جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے
موقع پر ان کی قبر شریف کی زیارت کو موضع بھلاوہ تشریف لے گئے۔ وہاں
لوگوں کا ایک انبوہ عظیم تھا اور ایک کثیر ہجوم ان کی قبر کو بوسہ دے رہا تھا

حضرت قبلہ وہاں تھوڑی دیر کھڑے رہے اس کے بعد مقبرہ کے اندر سے باہر آ کر
بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آدمی جب تک قید حیات میں رہتا ہے اور اس میں ہر چند
یاد حق کرتا ہے اور ترقیات کرتا ہے لیکن بسبب تعلق جسمانی اس کو بشریت
ناسوتیت سے کلی طور پر نجات میسر نہیں ہے اور جب اس عالم سے انتقال کر گیا
تو اس وقت بشریت سے مکمل طور پر نجات حاصل ہو کر صفت لاہوتیت غالب ہو
جاتی ہے لہٰذا وہ مسجود خلائق ہو جاتا ہے۔

افادہ :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ تمام عالم علم الٰہی میں ثابت ہے اور حقیقتاً
وجود علمی کے سوا کچھ نہیں ہے مگر اس جگہ تفصیل ہے جو ایک مثال سے واضح ہوتی
ہے مثلاً ہم نے اپنے خیال میں ایک بڑے درخت کی بیج کی صورت قائم کی اور جو
کچھ اس بیج میں شاخوں، پھولوں، پتوں اور پھلوں کی قابلیت ہے سب کو
علی سبیل الاندماج[1] یا بحیثیت الاندراج تصور کیا پھر اپنے خیال میں ان شاخوں
وغیرہ کو مرتبہ بعد اخریٰ ظہور بخشا یہاں تک کہ پورا درخت مرتب ہوگیا پس دونوں
مراتب میں وہ خیالی درخت کہ ایک اس کا اجمال ہے جو مرتبۂ تخم میں تھا اور دوسرا
اس کی تفصیل جس نے بحسب قابلیت ظہور پایا (بہرحال) سوا خیال کے اور کچھ نہیں ہے
پس حقائق عالم کو علی وجہ الاول صور معلومہ سے نامزد کیا ہے اور وجہ ثانی پر اس کا
وجود خارجی رکھا ہے اور یہ دونوں حالتیں علم میں موجود ہیں پس جو لوگ
یہ کہتے ہیں کہ الاعیان الثابتة ما شمت رائحة الوجود[2] تو ان کی رائے بہت
صحیح ہے اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ عالم کا ایک وجود خارجی ہے وہ بھی درست
کہتے ہیں پس جس کسی کو مذکورہ معنی مشہود ہوگئے تو وہ اپنی ہستی التبینہ
کو محض فانی و نیست پاتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ (اس حالت میں)

---

[1] داخلی یا شاملی طور پر۔

[2] اعیان ثابتہ نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی۔

چالیس سال ہوگئے اپنے کو ڈھونڈھتا ہوں اور نہیں پاتا ۔

افادہ:- حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں قرآن سن رہا تھا جب
آیت ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ پڑھی گئی تو انوار مختلف نمودار ہوئے اور ان کلمہ
کے نور سے جدا ظہور کیا الفاظ کا نور علیحدہ ظاہر ہوا اور کلام اللہ کی حیثیت کو نہ
متمیز اور روشن ہوئی اور ہستی حق کا نور صرف جو اس میں متجلی تھا بجاز منکشف ہوا
پھر سب کو ایک نور کی حقیقت میں پایا اور یہ سب اقسام اسی ایک نور سے مشہور
ہوئے پھر جب آیت نور پر پہونچا یعنی اللہ نور السموات والارض تو اس کے سننے سے
ایک سکون روحانیت وطمانیت حاصل ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ صورت جو قائم
ہوئی تھی اسی آیت کے پڑھنے سے ہوئی جس نے اس کے پڑھنے پر سبقت کی
(یعنی اس کے پڑھنے سے پیشتر ہی وہ ظاہر ہوگئی) اور ایک مدت سے جو اس کے
معنی میں تردد تھا وہ کلیتاً رفع ہوگیا ۔ والحمد للہ علی ذالک ۔

افادہ:- حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک بار حافظ نے آیت کریمہ
اللہ نور السموٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی
زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ
ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور پڑھی تو اس کے
سنتے ہی یہ ظاہر ہوا کہ مشکوٰۃ سے مطلب عالم ناسوت وملکوت ہے اور زجاجہ
سے مراد حضرت حق کے صفات اور نور ذات ہیں یعنی ذات کا عالم میں ظہور
بغیر صفات کے توسط کے نہیں ہے اور یہ معرفت حاصل ہونے کے بعد معنی مکشوف ہوگئے

ف اور اپنی نظروں کو حرام کاری سے بچائیں ۔ ف اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اسکے نور کی
مثال ایسی طاق کی سی ہے جس میں چراغ رکھا ہوا ہو اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہو اور قندیل ایسی صاف شفاف
جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ پورب کے
رخ واقع ہو نہ پچھم کے رخ [illegible]
بلکہ نور ہی نور ہے ۔

افادہ:- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ قرآن عظیم سب کا سب توحید کا بیان ہے
لیکن اسی وضع پر جس پر وحدت نے لباس غیر وغیریت میں ظہور فرمایا ہے اور
اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کو لفظ غائب سے تعبیر فرماتا ہے کبھی صیغہ متکلم سے اور کبھی خطاب سے اور
ارشاد ہے کہ غیب میں اور خطاب میں بھی اور تکلم میں بھی وہی ذات واحد حقیقی ہے

افادہ:- ایک بار حضرت قبلہ نے ایک حافظ کو یہ پڑھتے سنا کہ
لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر فرمایا ہاں سمیع وبصیر کے عالم موجودات
میں جیسی بھی سماعت وبصارت ہے اس کے مقابل کون ہے اس لئے کہ جو بھی
اس کے سوائے سماعت وبصارت کی صفت میں وہ اسی سے مخصوص ہے (بی یسمع
وبی یبصر)

افادہ:- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ہر ایک تقیید ہے اس کا نزول کی طرف میلان ہے
اور اس کا سر یہ ہے کہ مرتبہ اطلاق میں کمالات بہت ہیں اور جس قدر تقیید تضییق
کرتا ہے کمالات کا دائرہ اس تقیید کے مطابق تنگ ہوجاتا ہے پس مقید کو وہ
کمالات تقیید کی حالت میں حاصل نہیں ہوتے ۔ اور ہر شی اپنی اصل فطرت کیساتھ
طالب کمال ہے اور مطلق کو وہ کمالات جو مراتب تقیید میں ظاہر ہوتے ہیں سامنے
موجود وحاضر ہیں اس لئے مقید ہر مطلق کو اپنا کمال سمجھتا ہے ۔

افادہ:- ایک دن حضرت قبلہ کے سامنے یہ آیت مذکور ہوئی .....
وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون
اولئک علیہم صلوٰت من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون تو آپ نے فرمایا

ف اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۔ ف اور اے پیغمبر [illegible]
خوشخبری ان لوگوں کو سنا دو جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ ہی کے لئے ہیں
اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی عنایت ہے اور رحمت ہے اور
وہی راہ راست پر ہیں ۔ صفحہ ۲۱ سورہ بقرہ ، رکوع ۱۹ ۔

کہ اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جو تمام مصائب و حوادث کو حضرت الٰہی ذات کی طرف
سے دیکھتے ہیں رو دیتا ہے کہ علماً بلا ابتلا کے وقت جب توجہ اور میل مبتلا کی طرف
ہوتا ہے تو ان مصائب و آلام کے مشاہدہ میں ایک ایسی لذت ہوتی ہے جو لذات
سے اعلیٰ ہے۔ جس طرح مجنوں کہ جب لیلیٰ نے اس کا کاسہ برتن، توڑ دیا تو اس نے
رقص کیا اور فرط لذت سے وجد کرنے لگا گویا اولٰئک علیہم صلوٰت من ربہم و رحمۃ
میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب یہ دانش و بینش قوت حاصل کر لیتی ہے
تو اپنی ہستی اور اس کے لوازم کو بھی اسی کے ساتھ مستند پاتی ہے یعنی وہی
ہے جو ہستی کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے پس شرک سے خلاصی کی ابتدا اسی سے ہے۔ اور
اگرچہ نعمات حاصل ہونے میں بھی یہی معاملہ ہے لیکن از بس کہ حصول نعمات کے وقت
اکثر لوگوں میں غفلت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور مصیبت کے وقت بے اختیار اللہ
تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ اس حالت مصیبت میں اس دولت کا حصول
آسان ہو جاتا ہے۔

افادہ: حضرت قبلہ نے ان تینوں آیتوں۔ الم تر الی الذی حاج
ابراھیم اور او کالذی مر علی قریۃ۔ اور واذ قال ابراھیم رب ارنی
کیف تحیی الموتیٰ کو لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی
کے بعد ہی کی تاویل میں ایسا فرمایا کہ جب آیت سابقہ میں رشد کا غی سے امتیاز
ذکر فرمایا (اور) بطور تنبیہ اس مدعا پر ان تین قصوں کو جو رشد کے ظہور میں
[illegible]

ؔ [illegible] ابراہیم سے جھگڑا کیا ؔ یا اسی طرح اس شخص کو [illegible]
[illegible] حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے کہا کہ اے پروردگار [illegible]
[illegible] پارہ ۳
رکوع ۳ سورۃ بقرہ ......

افادہ: حضرت قبلہ نے اس آیت لن نصبر علی طعام واحد
فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض کے بیان میں فرمایا کہ چونکہ آدمی
کی تخلیق ارضی ہے اسی لئے ان میں ان کی فطرت کے مطابق فطری اور طبعی طور پر
ان کھانوں کی رغبت جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں غالب ہوتی ہے لہذا وہ کھانے
جو آسمان سے اتارے گئے تھے چونکہ طبیعت ارضی کا حکم ان پر غالب تھا لہذا
وہ اس سے اعراض کر کے ارضی کھانوں کی طرف مائل ہو گئے اور طعام آسمانی کا
نزول حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رغبت کے مطابق تھا
اور ان کی طبیعت پر روحانیت کا حکم غالب تھا اور ملکوت کے رنگ میں رنگ
گیا تھا لہذا انھوں نے اسکو بحسب مناسبت اس عالم سے کھینچ لیا تھا۔ واللہ اعلم
بالصواب۔

افادہ: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ عالم کا وجود اعداد کے مثل ہے جیسے حساب
کرنے والا اپنے ذہن میں ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دیکر اکائی، دہائی،
سیکڑہ، ہزار، دس ہزار بلکہ لاکھوں تک بڑھاتا رہتا ہے اور ہر خاص مرتبہ
کے احکام صادقہ نفس الامریہ اس کے ذہن میں متحقق ہو جاتے ہیں اور اس جگہ
ہر فرد دوسرے فرد سے اپنے حکم خاص کے ساتھ متمیز و منفرد و متشخص ہے۔ اسمیں
کوئی شک نہیں ہے۔ حالانکہ ان تمام احکام و اعداد کا اس کے ذہن سے خارج
کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ پس اسیطرح اس عالم کی صورتوں کو علم الٰہی نے
کثرت بخشی ہے اور ان میں کا ہر فرد ان احکام و خواص کے ساتھ جو نفس صادق
و راست میں اس موطن میں متشکل ہے اور وجود خارجی کی کوئی بو تک نہیں رکھتا
اور اس کا صدق احکام اسکے خارجی عدم تحقق کیساتھ تناقض نہیں رکھتا۔

ؔ ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا ہے اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ جو نباتات
زمین سے اگتی ہیں ہمارے لئے پیدا کر دے۔ پارہ ۱ رکوع ۷ سورۃ بقرہ ......

افادہ:- جاننا چاہیے کہ ان اوراق کی تسوید یہاں تک ہوئی تھی کہ حضرت
قبلہ کی رحلت کا حادثۂ دلخراش و جانکاہ واقع ہوا۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے
کہ ماہ شعبان [illegible] ابتدائے عشرۂ اخیرہ سے حضرت قبلہ نے غیر معمولی عبادت
کا اپنے اوپر التزام فرمایا کہ حتی الامکان ایک ساعت بھی آرام پر راضی نہ ہوتے تھے
دن بھر مراقبہ و اوراد میں گذارتے اور رات کو قرآن سننے سے (جو فرزندم محمد حافظ
اللہ شفاہ اللہ ان کو ان کے نام کیطرح علم و عمل میں برتری عطا فرمائے پیش الحزب میں
پڑھتے تھے) پورا اہتمام رکھتے تھے۔ اور جب رمضان کا عشرۂ اخیرہ آیا تو بنیت
اعتکاف مسجد میں اقامت فرمائی ۲۹ رمضان کو جس دن کہ ختم قرآن تھا نہایت
خوش ہو کر شکر الٰہی ادا کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ تمنا بھی
پوری ہوئی۔ پس انتیسویں رمضان سے مزاج اقدس میں قدرے کسلمندی لاحق
ہوئی لیکن اس کے باوجود اوراد و وظائف معمولہ میں کوئی کمی و فتور رونما نہ ہوا
دوسری شب جو شب عید تھی اعتکاف سے فارغ ہو کر اندرون خانہ تشریف لے گئے
اور معمول کے مطابق گھر سے باہر آئے اور نماز عشاء سے فارغ ہونے کے ایک
ساعت بعد حرارت نے غلبہ کیا (اس حد تک کہ بہزار دقت و خرابی [illegible]
و کلفت تمام) وقت صبح حجرہ سے مسجد شریف لا کر نماز فجر ادا کی لیکن مصلیٰ پر بیٹھے
رہنے کی (جو حسب معمول مراقبہ کی) طاقت نہ پا کر حجرہ میں واپس آ گئے۔ اور اس فقیر کو
حکم دیا کہ مصلیٰ پر جا کر نماز عید پڑھاؤ۔ جب آپ نے میرے اس رنج و غم اور

حاشیہ [illegible]۔ در اصل مقصود اصلی کی کہ ذات [illegible] سے حاصل ہوتی ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

آپ کو تنہا چھوڑنے میں مذبذب دیکھا تو مزید تاکید سے فرمایا کہ یہ ملت کا شعار
ہے اسے جا کر ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ القصہ اس روز سے رفتہ رفتہ مرض میں
اضافہ ہی ہوتا گیا اور سوائے نماز پنجگانہ بیٹھ کر ادا کرنے کے کوئی نشست و
برخاست کی طاقت نہ رہی۔ انھیں ایام میں ایک روز اس فقیر نے عرض کیا
کہ حضور نے اس چلہ میں بنفس نفیس طاقت سے کہیں زائد اجتہاد فرمایا۔ فرمایا کہ
کیا کیا جائے اوقات غنیمت تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے (ایک) شغل باطنیہ
کی استدعا کی آپ نے باوجود ضعف و نقاہت بیٹھ کر اسکو شغل طریقت تعلیم
فرمایا۔ انھیں ایام میں ایک روز فرمایا کہ بیماری نے غلبہ پالیا ہے اور علاج فائدہ
نہیں کر رہا ہے دوا ترک کر دینا چاہیئے اور خدا کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ ماہ شوال
کی بارہویں شب جو شب جمعہ بھی تھی نماز مغرب ادا فرمانے کے ایک ساعت بعد
اس طرف سے توجہ منقطع ہو گئی اور عالم قدس کی طرف کلیتہً متوجہ ہو گئے۔ پس
ثلث اخیر جو صادق مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کے مطابق
اذا کان ثلث اللیل الاخیر ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ الی السماء الدنیا
تھی اور نزول الٰہی کا وقت قریب تھا اور مصداق حدیث قدسی کا اذا اتانی
بشی اتیتہ ہرولۃ ظاہر ہوا اور آپ کی روح پر فتوح نے عالم ناسوت کی پستی
کے تعلق سے آزاد ہو کر رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا اور روز نے نور میں حل کر
عالم کو ان جہان کے خاک نشینوں کی نظر میں تیرہ و تار کر دیا۔ آفت کبریٰ ہی
برپا ہو گئی اور جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ وقت غسل یہ فقیر کھڑا ہوا دیکھ رہا
تھا کہ انوار چہرہ مبارک سے ایسے تاباں و درخشاں تھے کہ معلوم ہوتا تھا
آفتاب کی شعاعیں جبین مبارک سے پھوٹی پڑ رہی ہیں۔ پس والد بزرگوار کے

---

۱ جب رات کا آخری تہائی حصہ [illegible] ہمارا رب آسمان دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے ...
۲ اگر وہ بندہ میری جانب چل کر آئے تو میں اس کی جانب دوڑ کر [illegible] ...

مزارِ پُر انوار کے برابر آسودۂ خواب ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً
حضرت اقدس نے جب مصیبت زدوں کی تعزیت و تسلی کے لئے دلی کرامت
مسکن (دہلی) سے تشریف لاکر مقبرہ میں مزارِ اقدس کے قریب نشست فرمائی
تو بعد مراقبہ و توجہ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں قبروں میں ایک عجیب و غریب
کیفیت ہے۔ ایک کیفیت میں شہود روشن ہے اور انوار کم ہیں اور دوسرے
میں شہود کم ہے اور انوار غالب اور متصل ہیں گویا دونوں ایک دوسرے کی
متن و شرح ہیں۔ اور میاں شاہ اہل اللہ جیو نے فرمایا کہ جس وقت میں انکے مزار
کے نزدیک بیٹھتا ہوں تو ایسا ادراک کرتا ہوں کہ گویا موت نے ان میں حلول
نہیں کیا ہے کیونکہ آپ جسطرح اپنی زندگی میں مخلوق کی حاجت برآری کے لئے متوجہ
رہتے تھے اب اس حالت (بعد الوفات) میں بھی بلا کسی فرق کے اسی طرح انکی
توجہ محسوس ہوتی ہے۔ جب حضرت اقدس نے آپ کے حادثۂ جانکاہ اور بیماری
کا قصہ سنا تو فرمایا کہ ایام بیماری کا اور ان کی وفات روایت کے مطابق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض اور رحلت کی مدت کے مثل ہوئی اور اس سلسلہ میں
بھی آپ کو اقتدائے نسبت سنیہ میسر آئی۔ وللہ الحمد۔

افادہ:- حضرت اقدس فرماتے تھے کہ میں ان کو دیکھتا ہوں تو [illegible]
وہیبت و عظمت کا ادراک ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے
وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَہُوْنَ۔

افادہ:- جاننا چاہیے کہ حضرت قبلہ کے خلفاء میں سے ایک ارشاد مرتبت
ہدایت منقبت شاہ محمد معصوم ہیں جو شیخ بزرگ حضرت جد کا قدس سرہ کے اصحاب
میں سے تھے اور ایک مدت تک آنجناب کے حضور فیض گنجور سے فیوض و برکات
حاصل کرتے رہے پھر ان کی رحلت کے بعد حضرت قبلہ کی خدمت میں آکر استفاضہ

---

* عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کی ہے لیکن منافقین نہیں سمجھتے ہیں۔

باندگی اور ریاضات و مجاہدات کئے اور جنگلوں اور آبادیوں میں نہایت زائد
چلے کھینچے اور فضائل و کمالات حاصل کئے۔ حضرت قبلہ نے ان کو قابلِ اجازت
دیکھ کر حرمین شریفین جاتے وقت خرقۂ خلافت سے مشرف فرمایا۔ شریعت میں
راسخ القدم اور مستقیم الاحوال ہیں اپنے اختیار و ارادہ سے اپنے کو شیخیت میں
نہیں ڈالا اور اس کار و بار میں مشغول نہیں ہوئے اس وقت تو ضعیف بھی ہیں۔ جو
اطراف میرواڑہ کے مواضعات میں سے ہے آبادی کے باہر ایک زاویہ بنا کر
کمال قناعت سے بفراغت تمام گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہ بیان
کرتے ہیں کہ دورانِ سلوک ایک وقت انوارِ لطائف اس آفتاب کی شعاع
کے مثل ظاہر ہوئے جو پہاڑ سے گھڑیوں مختلف رنگوں کے ساتھ سرخ و زرد
وغیرہ ہر ایک سے زائد روشن پڑتی ہے۔ اور ایک نور سیاہ (سواد اعظم) نہایت
لطیف و شریف نظر آیا۔ اور اسی اثنا میں یہ دیکھا کہ مجھ کو [illegible] کی طرف سے
اوپر لیجا رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایک بلند مقام پر پہونچا وہاں حضرت خواجہ
بابا شماسی کے سامنے مجھکو کھڑا کر دیا انھوں نے مجھ پر ایک نگاہ ڈالی۔ میں نے
دیکھا کہ ایک رشتہ نورانی ان کی دونوں آنکھوں سے نکلا اور میری طرف آنے
لگا پھر ارشاد فرمایا کہ اس رشتہ کو اپنے دل میں لے لیں اس رشتہ کا ایک سرا
میں نے اپنے قلب پر رکھا اور دوسرا سرا انھوں نے اپنے قلب پر رکھا۔ بعد
ازاں ایک غیبت طاری ہوئی ایسا میں بے خود ہو گیا۔ دوسرا واقعہ یہ بیان کیا
کہ ایک وقت لطیفۂ قلبیہ کا نور مثل شمع ظاہر ہوا جس کی روشنی سے بدن کے
باطنی احوال نظر آنے لگے۔ اور ایک واقعہ یہ بیان کیا کہ وہ لطیفہ جس کا مقام
دونوں ابروؤں کے مابین ہے۔ اور جو ایک سمت زائد مائل ہے اور دوسرے
لطائف سے زائد قوی ہے ایک وقت ایک نور اس سے پیدا ہوا
جس میں میں اس نور سے بھر گیا پھر وہاں سے چلا اور سر کے حد تک تمام فضا
کو پُر کر دیا اور مجھکو بے خود کر دیا۔ اور ایک بار ایسا ہوا کہ بازار کی نشا

اور میں اس مسجد میں جو اس کے مقابل تھی بیٹھا ہوا تھا کہ ایک قوت و تاثیر اس کی لطیفہ سے نکلی اور تمام اہل بازار کو مسخر و مغلوب کر دیا ایسا کہ اگر میں اپنا ہاتھ بلند کرتا تو تمام بازار والوں کے ہاتھ بلند ہو جاتے تھے۔ اسی طرح جو کچھ میں کرتا تھا وہی سب وہ بھی کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس سب کے کسی کو کوئی شعور نہیں تھا۔ اور ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا کہ ایک وقت پر مشاہدہ ہوا کہ یہ نور عرش سے اس لطیفہ کی جانب جو تارک سر اور اس کے نیچے ہے فائض اور باہم متصل ہے۔ پھر ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا کہ ایک بار میں حجرہ میں معتکف تھا دیکھا کہ اس کی چھت کا حجاب درمیان سے اٹھ گیا اور حضرت حق نے بصورت ستارہ اسمیں تجلی فرمائی اور کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف مجھ سے تکلم فرمایا اور اس کے معانی و اسرار بیان فرمائے اور اس قسم کی بہت سی باتوں سے کلام کیا۔

بیان قدرے از کلمات معارف سمات و حالات کرامت آیات قدوۂ ارباب محو و فنا عمدۂ اصحاب صحو و بقا حضرت عارف باللہ شیخ حسیب اللہ قدس سرہ جو حضرت اقدس کے چھوٹے ماموں صاحب تھے اور بندہ کاتب حروف کے عم مکرم

وہ شریعت و طریقت کے علوم کے جامع تھے اور تمام صفات سے متصف تھے۔ ان میں عنوان شباب ہی سے آثار شجاعت ظاہر تھے فنون تیر اندازی و برق انداز میں بڑے ماہر تھے متعدد بار کفار سے مقابلہ ہوا ایک ایک تیر میں ان سب کو جہنم رسید کر دیا خط نستعلیق میں کمال رکھتے تھے۔ جوان مردی۔ تقویٰ۔ اور طہارت ان کی فطرت تھی۔ بمصداق من المهد الی اللحد عفت و عصمت میں پیدا ہوئے اور نشو و نما پائی اور انھیں صفات میں اس عالم سے رخصت ہوئے۔ عفو و حلم کی خصلت اس حد تک رکھتے تھے جو دوسروں میں متصور نہیں ہو سکتی۔ متبعین و ملازمین کی گستاخی۔ شوخی اور بے ادبی سے اس طرز پر تبسم و شگفتہ روئی کیساتھ درگذر فرماتے کہ دیکھنے والے متحیر رہ جاتے تھے غرضکہ اس سلسلہ میں حضرت غفور حلیم کے اخلاق سے متخلق تھے بلکہ ان دونوں ناموں سے متحقق تھے گویا بے آمیزش نفس ایک روح مجسم تھے۔ اور گویا اس مقام کے خاتم تھے۔ ارادۃ اللہ اور رضی بقضا ربہ کی صفت میں اس کے اہل کمال سے سبقت لے گئے تھے۔ وجود کی نیستی و نفی از سرتا پا ترشح تھی۔ غرضکہ چاروں خصلتیں جن سے مطلب طہارت و خضوع اور جوانمردی و بردباری اور انصاف پسندی ہے۔ اور تمام خوبیوں کا دار و مدار انھیں صفات پر ہے ذات شریف میں علی وجہ الکمال تھیں۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک سے فراغت پا کر محراب سنائی اس کے بعد تحصیل علوم میں مشغول ہوئے

لے ذات احدیت میں بحیثیت کے ساتھ کو ہونا۔ اور اصطلاح صوفیہ سے مراد قومیت کے بعد بعید اور کی ہے۔

اور یہ لا نہ لم فنش ؟ [illegible] ولا و لم کا پر توے ۔ ۔ ۔ تم [illegible]

اس کے بعد اجازت ارشاد پا کر وطن آئے اور مسند ہدایت پر بیٹھ کر
علوم ظاہری و افاضۂ اسرار باطنی میں مشغول ہوئے ۔ ہمیشہ قرآن و حدیث کے درس کے
پابند رہے ۔ اور تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی ۔ بہت سے چلّے کھینچے
اور چند چلّے ایسے کھینچے جس میں باوجود عدم اجازت کے سکوت محض اختیار کیا اور دن
اپنے کاموں میں مشغول رہتے تھے ۔ ایک عالم نے ان کے فیض صحبت سے نور باطنی حاصل
کیا اور جس شخص کے سلوک میں آپ اپنی توجہ مبذول فرماتے ضرور اس کی استعداد کے
مطابق برکت ظاہر ہوتی ۔ ایک شب اس بندہ کا تپ حرارت پڑ گئی جس پر تمام توجہ فرمائی
اور اس فقیر نے بارہا ان کے حلقۂ مراقبہ میں جلوس حاصل کیا ۔ امیدوار ہے کہ بحکم
هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيسُهُمْ ؎ ان کی برکات سے محروم نہ رہے گا ۔ اور دقائق تحقیق
کے اسرار اور اہل سنت کے عقائد میں رسوخ و بصیرت و تحقیق رکھتے تھے اور حقائق و
معارف کے وجدان میں انبیاء علیہم السلام کے وارث تھے ۔ توحید وجودی کا جس
طریقہ پر محققین کا مذہب ہے اعتقاد رکھتے تھے لیکن ان پر مشرب توحید شہودی
غالب تھا اور جب ارکان و احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو اس کے اسرار بسبب تحقیق بیان
فرماتے تھے اور اس قسم کے امور میں اس فقیر کو اکثر اوقات خطاب سے مخصوص فرماتے
تھے اور اس کے لکھ لینے کا اشارہ فرماتے تھے اور اسکی طرف متوجہ رہتے تھے ۔

افادہ :- حقائق آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان ایام میں جب
ہماری ابتدائی تحصیل کا زمانہ تھا ایک بار حضرت والا اعتکاف اربعین (چلہ) سے
عید کے دن فارغ ہو کر باہر آئے اسی وقت ہم پہنچے اور سلام کیا آپ نے اس حالت
میں میری طرف ایک نگاہ ڈالی ۔ آپ کے نگاہ ڈالتے ہی میں نے دیکھا کہ گویا مجھ پر ایک
گرہ پڑی ہوئی تھی جو کھل گئی اور اسی وقت اس بیچ زمانہ مجھے اور کچھ معلوم نہ ہوا ۔ دو
تو سال بعد اس بات کو آپ کے خدام میں سے ایک سے بیان کیا ۔ انھوں نے حضرت کا

؎ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا ۔

جس میں اس کا اظہار کر دیا آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اس نے ہماری صفت و احسان کو
یاد رکھا ہے ۔ اس واقعہ کے بعد ایک دن میں حضرت والا کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا
کہ فلاں شخص تجھ سے ایک چیز بیان کرتا ہے (نقل کرتا ہے) میں نے عرض کیا شیخ کہتا
ہے آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات نہیں یاد ہے مجھے نہیں جو میں نے عرض کیا
جی ہاں مجھے یاد ہے پھر آپ نے بہت کرم و عنایت فرمائی ۔

افادہ :- آپ فرماتے تھے کہ ابتدائے حال میں (جب میں) حضرت شیخ
بزرگ شاہ عبدالرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا اور سلوک کر رہا تھا ایک
روز کسی کام کے سلسلہ میں بازار گیا تھا اس وقت میرا دیدۂ بالبصیرت وا ہو گیا
اچانک ایک راہ گیر پر نظر پڑی میں نے دیکھا کہ اس کے تمام حرکات اس کے شخص
مستند دکھائی دیتے ہیں یعنی فاعل حقیقی کا فعل ہے جس نے اس صورت میں ظہور کیا
ہے ۔ چونکہ اس سے پیشتر اس قسم کی بات ظاہر نہ ہوئی تھی اس وجہ سے بہت تعجب
اس وقت سے کبھی وہ صورت ظاہر ہوتی تھی اور کبھی پوشیدہ ہو جاتی تھی اور کے
پوشیدہ ہونے سے دل اس کے دیکھنے کا بہت مشتاق ہوتا تھا ۔ انھیں ایام میں ایک روز
جب کہ سلطان فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھ کر دارالخلافت میں داخل ہوا اور
وزیر اعظم سید عبداللہ خان قلعہ سے استقبال کے لئے مجمع کثیر کے ساتھ نکلا ۔ اور
صاحبزادگان بمقتضائے صغر سنی گھر سے تماشہ دیکھنے کے لئے باہر آئے ہوئے تھے
اور میں ان کے ساتھ تھا ۔ بس اس وقت جب کہ ہزاروں کا مجمع تھا ایک عجیب حالت
ظاہر ہوئی کہ تمام کو بہ نیرنگ فعل واحد پر میں نے دیکھا یعنی ایک حقیقت
فعلیہ ہے جس نے ہر ایک جگہ پر ایک دوسری صورت سے جلوہ گری کی ہے ۔ بعد ازاں
بتدریج وہ ادراک ملکہ ہو گیا ۔

افادہ :- حضرت والا فرماتے تھے کہ ایک بار میں نماز عشاء کی امامت
کر رہا تھا جب رکوع میں گیا تو دیکھا کہ میرا سر غائب ہو گیا پھر اسی صورت سے
سجدہ میں بھی مشاہدہ کیا پھر دوسری رکعت کے لئے اٹھا تو سر کو اسی حالت پایا

پھر جب رکوع اور سجود میں پہونچا تو وہی پہلے والی حالت ظاہر ہوئی۔ اس کیفیت سے میں تعجب کر رہا تھا آخر بدرجہ وجود اپنے کو معدوم پایا اور فنائے کلی حاصل ہو گئی۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار میں چلہ میں بیٹھا ہوا تھا اچانک میری نظر اپنے پر پڑی دیکھا کہ مجھ میں ایک نور سونے کے رنگ کا ایسا پیدا ہوا جس سے تمام اشیاء کی حقیقت ظاہر ہوئی اس طرح جیسے چراغ کی روشنی میں اندھیرے کی چیزیں نظر آتی ہیں میں اس نور سے تمام اشیاء کی حقیقتوں کو دیکھ رہا تھا اور یہ صورت دوپہر تک نمودار رہی بعد ازاں ایسی کیفیت ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا میری آنکھوں پر ایک پردہ باندھ دیا گیا ہے اس سے انتہائی اضطراب اور ناقابل بیان رنج پیدا ہوا۔ تمام رات اسی حالت میں گذر گئی دوسرے دن اشراق کے وقت پھر وہی گمشدہ کیفیت رونما ہوئی پس میں حقیقتوں کے تماشہ میں محو ہو گیا میری پہلی نظر اس درخت پر پڑی جو مسجد کے صحن میں تھا میں نے دیکھا کہ اسکی جڑ کی جانب سے فیض الٰہی ظاہر ہوا اور دو شاخ وہ بتی ہو کر بلند ہوا زمیں وہ آتش بازی کے رنگ میں اس سے پھلجھڑیاں چھوٹ رہی ہیں اور مخصوص شکلوں پر بلند ہو رہی ہیں اور اس وقت بقدر امثال کی حقیقت واضح ہوئی اور معلوم ہوا کہ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مراد یہی وجودات نورانیہ ہیں جنہوں نے تمام اشیاء کو اس عالم میں جو ناسوت سے مافوق ہے منور کیا ہے۔ اور اسی طرح اس نور کے ساتھ جس چیز کی طرف مثل چوب و سنگ و آہن نظر کرتا تھا اس کا وجود وراء وجود ظلی الٰہی کے سوا دیکھ رہا تھا اور ان اسمائے الٰہیہ کے ضمن میں جو تمام اشیاء کے اصل الاصول ہیں مثلاً اسم مبارک المتین جو پتھر اور لوہے کا اصل الاصول ہے مشاہدہ کر رہا تھا اور اس وقت اپنے وجود کو ایسا پا رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا دریائے محبت کے فوارہ کے مثل ہے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس سمندر کی موجیں شاداب ہے۔ اور اسی سمندر میں گر رہا ہے۔ اور رات دن سیر آفاقی میں رہتا تھا۔

جب اللہ کے فضل و کرم سے یہ سیر بہ تفصیل میسر ہو گئی تو سیر انفس کی طرف رجوع ہوا۔ پس میں نے دیکھا کہ پہلے پاؤں کی راہ سے اپنے بدن میں داخل ہوا اور اس نور سے اول ہر جزو کی حقیقت کا علحدہ علحدہ مشاہدہ کیا نیز ہر اس چیز کے مقام کا جو عالم کبیر میں موجود ہے اپنے وجود میں ادراک کیا یہاں تک کہ اپنے سر کی سیر تک پہونچا۔ پس اس کے اور پیشانی کے درمیان ایک سنہرے رنگ کا نور ظاہر پایا (دیکھا) جو روئی کی عرطی کے مثل تھا اور آسمان سے باتیں کر رہا تھا ——— اور وہ نور جس چیز کو چاہتا ہے اپنے احاطہ اور اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ گویا وہی حس مشترک ہے جس سے ادراک پیدا ہوتا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ تمام حواس ظاہری و باطنی جیسے سماعت و بصارت و حافظہ و خیال وغیرہ ایک انگلی کے برابر بشکل چراغ کی لو کے ہیں مختلف رنگوں کے ساتھ بعض زرد بعض سرخ ہر رگ و پے میں جوان قوی میں دوڑتے ہوئے ہیں فیض الٰہی سے ان زبانوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس تیل کی طرح کہ جب وہ فتیلہ پر پہونچتا ہے تو شعلہ ہو کر نمودار ہوتا ہے اور یہ دکھائی دیا کہ فیض پشت کی دونوں جانب سے جاری ہو رہا ہے اور منھ کی جانب شعلہ زن ہو اس وقت یہ واضح کیا گیا کہ یہی سر ہے جو شارع علیہ السلام نے منھ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ بعد ازاں یہ ظاہر ہوا کہ شانہ چپ کے نیچے سے مضغۂ صنوبریہ قلبیہ کی جانب ایک نور سرخ رنگ ریزش کرتا ہے اور اس جگہ سے ایسا انتشار و ارتفاع قبول کرتا ہے جو تمام آفاق کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور اس نور سے یہ دکھائی دیا کہ ناف کے مقابل جانب چپ ایک جز ہے اور واقع میں زہرہ وہی ہے اس سے تین چار انگل کے فاصلہ پر ایک نور شعلہ وار شعلہ زن ہے اور اس میں قدرے کدورت بھی ہے اور اسکی شعلہ زنی سراسر غرور و نازش ہے اس حد تک کہ گویا تمام عالم کے کمالات اس پر منکشف ہیں اور ایسا واضح ہوا کہ نفس یہی ہے۔ اور یہ لطیفہ جب اس لطیفہ سے آمیزش کرتا ہے تو پورے طور پر توجہ الی اللہ ہو جاتی ہے

اور اسی سبب سے وہ لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ
عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ کا مورد ہو جاتا ہے اور اسی شعلہ زنی کے درمیان یہ
بات ظاہر ہوئی کہ اس لطیفہ سے جس کا مقام بالائے حاجب یمین ہے ایک تیر اس
نفس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کے ظاہر ہوتے ہی اسکی شعلہ فشانی ختم ہوگئی
اور وہ کلی طور پر پوشیدہ ہوگیا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ لطیفہ زاجرہ روح ہے۔
دوسری بات یہ منکشف ہوئی کہ سیاست قلبیہ مضغیہ بالائی جو بائیں سمت لطیفہ
کا حاجب ہے انتہائی نورانی صنوبری شکل پر جس کے سر کی نوک سیاہ ہے اور وہ
معلق رہتی ہے اور اس مضغۂ صنوبریہ کو اس لطیفہ کے ساتھ انتہائی باریک [illegible]
دھاگہ کی طرح ایک تعلق ہے۔ اور اس لطیفہ کی کیفیت یہ ہے کہ [illegible] سو
قرار نہیں ہے۔ وہ کبھی اپنی منقار کو لطیفہ نسیمہ میں اور [illegible] میں اور کبھی
دماغ و تخیلہ و حافظہ میں ڈالتا ہے اور اسکی وجہ سے ان حواس و قویٰ میں ادراک
پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ مکشوف ہوا کہ وہی لطیفہ مدرکہ ہے جو اس کی حقیقت قلب
ہی ہے اور اس کے قلب کی وجہ تسمیہ حواس ظاہرہ اور قوائے باطنہ کے ساتھ
اس کا تقلب ہے۔ بعد ازاں تاریک سر میں وہ لطیفہ جو چنے کی دال کے برابر ہے
اور ایک ہیئت رکھتا ہے نمودار ہوا اس سے خطوط نورانیہ سورج کی شعاعوں
کی طرح نکلتی ہیں اور تمام اشیاء کا احاطہ کر لیتی ہیں اور عرش سے گذر کر ذات
مقدس کی طرف پہونچ رہی ہیں اور اس وقت عرش عظیم جو کہ محدود ہے ایسا
ناچیز معلوم ہو جاتا ہے اور اسکی کوئی انتہا نہیں ہے۔ عروج روح بھی اسی طرز
پر ہوتا ہے اور نفخ روح جو مدلول نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ہے وہ بھی اسی
راہ سے ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ حقیقت انا جیسی (ایک) لطیفہ ودیعت کیا ہوا تھا کی
راہ سے گذر کر ذات میں فنا ہوگیا اور یہ میرا حال تھا کہ جس وقت چاہتا تھا

؎ میری سمائی نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں لیکن میری سمائی مومن بندہ کے قلب میں ہے

اس راہ سے عروج کرتا تھا پس انا کا اضمحلال ذات الٰہی میں علی وجہ الکمال
پوری طرح متحقق ہوگیا بغیر حلول [illegible] نعوذ اور یہ معلوم ہوا کہ ادائے امانت
میں جو آیت کریمہ اِنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا میں وارد ہے اسی رجوع انانیت کی
طرف اشارہ ہے اس ذات تعالیٰ کی طرف جو اس راہ سے ہوتی ہے اور امانت
سے مراد اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ
ظَلُوْمًا جَهُوْلًا کی آیت ہے جس کو مرتبہ انسانیت میں امانت رکھا ہے اور
کہاں ظلوماً جہولا کے معنی اختیار ظلوماً جہولا ہے۔ اس کا ظلم یہ ہے کہ اس
امانت کو وہ اپنے سے سمجھا اور جہول اس وجہ سے ہے کہ اس نے یہ نہ جانا
کہ اس میں بجز امانت اور کچھ نہیں ہے۔

افادہ:۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز میں نے واقعہ میں دیکھا کہ
ایک چیز ہے ایسی جیسی لڑکیاں کپڑے کے ٹکڑوں سے آدمی کی شکل پر بناتی ہیں
(گڑیاں بناتی ہیں) اور رنگ برنگی گڑیاں میرے سامنے ڈال دی جاتی ہیں
اور مجھکو اسکے تماشہ میں بہت لذت مل رہی ہے اور میں اس نظارہ سے
تعجب کر رہا ہوں اور رفعت حاصل ہو رہی ہے۔ پھر مجھکو اس سے ایک ملال پیدا
ہوا میں نے اس میں سے ایک کو پکڑ کر غور کیا تو دیکھا کہ وہ پرانی پتیاں ہیں ایک
رنگ برنگی ہیں۔ اور دوسری سادی ہیں۔ پس میں اس سے بہت متنفر ہوا
اور اس گڑیا کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پھر جب ان ٹکڑوں کو ایک دوسرے سے
کھولا تو اس [illegible] اندر سے ایک انگلی برآمد ہوئی پھر میں ہوشیار ہوگیا جب
اس واقعہ کی تعبیر میں میں نے غور کیا تو یہ بات منکشف کی گئی کہ اس گڑیا کی شکل

؎ ہم نے بار امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا
اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسکو اٹھالیا۔ بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا۔۔۔۔۔۔

سے مراد نفس تھا اس کا مقام ناف کے برابر ہے اور وہ مختلف رنگ جو دکھائی
دے رہے تھے اس کے خطرات تھے جو اس لطیفہ پر جو قلب کے مقابل داہنی سمت
مثل آئینہ کے ہے ڈالتا ہے۔ اور یہ الہام فرمایا کہ اس کے دفعیہ کا علاج ہو کہ
ہے پس میں نے اس کو اختیار کیا۔ جب ایک مدت گذر گئی تو اس جگہ سے جو نفس
کا مقام ہے ایک شور اٹھا اور آسمان تک پہونچ گیا پھر سوخت ختم ہو گیا
اسی طرح چندروز یہ شور وغوغا میں اس سے ستارہا۔ پھر میں نے اس کو اسی جگہ سے
اکھاڑ ڈالا دیکھا کہ اس کی جڑ کے ریشے مثل پیاز کے ریشوں کے ہر طرف سے
نکل رہے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ جڑیں (رگیں) شمول اور اسکی طرح طرح کی خواہشات
اور اس کے تعلقات تھے۔ جب اسکی وہ تمام رگیں (جڑیں) اکھاڑ ڈالی گئیں
تو سکون واطمینان حاصل ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جب مجھ پر توجہ ظاہر
ہوئی تو اپنے وجود کو ایک نقطہ کی طرح ہستی حق کے دائرہ کے درمیان پاتا تھا
بعد ازاں جب انانیت فنا ہو گئی تو اس کی ہستی کو اپنے میں ایسا پایا جیسے
ہوا کمال میں۔ جس سے کہ تو بار اپنی ہستی دھو چکے ہیں اور یہ ادراک ہو رہا تھا
کہ تمام آثار اسی سے مستند ہیں۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ انانیت فنا ہونے کے بعد نفس مطمئنہ
پر آفاق کا حکم کرتا ہے اور یہ صاحب مقام اپنے نفس کو اپنے غیر سے ممتاز نہیں
پاتا اور اسی مقام میں حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والتسلیمات لا یؤمن
احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ متحقق ہوتا ہے۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ سالک پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ

[illegible] تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ
اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

کی حقیقت کی توجہ عالم ارواح کی طرف ہو جاتی ہے اور اس وقت انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح اس پر
متوجہ ہو جاتی ہیں۔ اور اس فقیر نے اکابر طریق قدس اللہ اسرارہم کی ارواح سے
عالم مثال اور رؤیا میں صحبت اٹھائی ہے اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں بعضوں
کی صورت کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور بعضوں کے مزارات کی زیارت کی ہے چنانچہ
ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت سید آدم بنوری قدس سرہٗ مسجد کے جنوبی در میں
تشریف فرما ہیں اور حضرت قبلہ گاہی مسجد کے صحن میں ہیں۔ اسی اثنا میں ایک
شخص تھوڑے پیاز کے بتاشے لایا۔ حضرت قبلہ گاہی نے مجھ سے شربت بنانے
کا اشارہ فرمایا۔ میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے شربت تیار کر کے اور اسے پیش
کر عرض کیا۔ حضرت قبلہ گاہی نے پیالہ میرے ہاتھ سے لیا اور خود بصد ادب و تعظیم
اسکو حضرت سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا آپ نے تعظیماً حضرت قبلہ گاہی
کو پلایا اور پیالہ ان کے ہاتھ سے لیکر سیر ہو کر پیا اور بقیہ دوسروں کو تقسیم
فرما دیا۔ اور ایک بار شیخ بدیع الدین مدار قدس سرہٗ کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے
ہیں۔ آپ کی شکل نورانی ہے اور سر مبارک پر سفید دستار ہے اور بالا بند سیاہ
ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر انوار کی
زیارت کا شوق اگرچہ مجھے بہت زائد تھا اور اس سے مجھے بہت تعلق تھا بلکہ قریب
تھا کہ مزار شریف کی زیارت کا میں احرام باندھ لیتا اور سفر کے لئے روانہ ہو جاتا
اسی اثنا میں میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ گویا حضرت مجدد میرے حجرہ میں تشریف
فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرا فیض ہر جگہ ہے (آپ کے اس فرمانے سے) وہ
بے کلفت دور ہو گیا۔ اور تسکین ہو گئی۔ اگرچہ اس خواب میں آپکی صورت مبارکہ
کا میں نے معائنہ نہ کیا تھا۔ اور میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا تجلیوں
کی صورت میں مشاہدہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ تمام شجر و حجر تجلیوں کی صورت بنے ہیں
اور ہر جگہ ہزاروں لاکھوں تجلیاں پیدا ہیں۔ بعض کی شکل پوری اور بعض کی ناقص

دنا تمام ۔ اور بعض ایسی ہیں کہ ایک مچھلی بہت بڑی ہے اور اس کے اندر بہت
سی مچھلیاں (مندرج) ہیں لیکن وہ سب اسی حوتِ اعظم کی حیات سے زندہ
زندہ ہیں ۔ اس وقت میں نے پڑھنا شروع کیا (پڑھنے لگا) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اور جب [illegible]
وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ میری زبان پر جاری ہوتا
تو میں دیکھتا تھا کہ اس کلمہ سے ایک سر پیدا ہوتا ہے اور ان تمام مچھلیوں میں
داخل ہوجاتا تھا اور اس کی وجہ سے سب کو مسرت و خوشی حاصل ہوتی [illegible]
جس طرح مصنوعی (کپڑے کے بنے ہوئے) شیر وغیرہ جو ابھرے ہوئے ذکر [illegible]
جنبش دیتی ہے ایسے میں نے معلوم کیا کہ یہ صورتیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی
ارواح ہیں اور الصلوٰۃ کا کلمہ تمام انبیاء کے ساتھ میں نے پایا ۔ اور ان کی
تشبیہ اور ادا کا سر بصورتِ ماہی مولوی روم قدس اللہ سرہٗ کے کلام سے [illegible]
کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہے[1]

ہر کہ دید آں بحر را او ماہی است　　ہر کہ دید اللہ را اللّٰھی است

پھر فرماتے ہیں ۔

ہر کہ جز ماہی است زآبش سیر شد　　واں کہ بے روزی است روزش دیر شد

---

[1] جس نے اس سمندر کو دیکھا وہ مچھلی ہے ۔ جس نے اللہ کو دیکھا وہ اللّٰھی ہے ۔ مراد اس بحر [illegible]
تمام موجودات میں جو حق کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اللّٰھی یعنی ولی کامل ہے ۔ اور جس کی نظر [illegible]
ذات ہے اور موجودات کو بصورت جہاں دیکھتا ہے وہ مثل ماہی (مچھلی) ہے ۔ [illegible] جسم [illegible]
ظاہر ہیں تعلق ہے وہ مثل ماہی کے ہے یہ جہاں مثل دریا کے ہے ۔ اور تن مثل ماہی کے ۔

[2] جو مچھلی کے علاوہ ہے اس کے پانی سے سیر ہوا ۔ جو بے روزی ہے اس کا وقت ضائع [illegible]
رہے کہ سب مستفید (یعنی انسان) تین قسم کے ہیں اول عارف کامل و عاشق واصل جو [illegible]
حق اور تجلیات حق سے کبھی سیر نہیں ہوتے جس طرح مچھلی پانی سے کبھی سیر نہیں ہوتی [illegible]

اور ایک بار مخلصین میں سے ایک شیخِ تربیت نے توجہ کی استدعا کی ۔ جب میں خلوت میں
بیٹھا اور ان پر توجہ کرنا چاہی تو دیکھا کہ صاحبِ سلسلہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ
کھڑے ہیں ۔ بسرخ و سفید رنگ ۔ نورانی شکل ، میانہ قد ، گٹھا جسم ۔ اس صورت
کو مشاہدہ کرتے ہی شیخ مذکور پر ایسی غیبت طاری ہوئی کہ انھیں اپنا ہوش نہ رہا ۔ اسی
دوران میں ایک شخص نے حجرہ کے طاق کی طرف ہاتھ دراز کیا ۔ اس کے ہاتھ دراز کرنے
سے کچھ آواز پیدا ہوئی جس سے وہ چونک پڑے ۔ اور کہا کہ ایک مدت سے اسی
بے خودی اور غیبت کی تمنا و آرزو تھی اب یہ جاکر میسر آیا ۔ اور ایک بار میں نے
اپنے کو دیکھا کہ ہوا پر جنازہ دار جا رہا ہوں (اڑ رہا ہوں) یہاں تک کہ شہر اجمیر میں
حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مقبرہ میں پہونچا اور ان کی قبر شریف
کی زیارت کی ۔ میں نے اس مزار پر انوار کو سنگ سفید کا دیکھا اور اس مقبرہ کے
احاطہ کو دو در کا پایا ۔ جب میں نے خادمین سے دو لوگوں سے ، اس مقام کے بارے
میں دریافت کیا تو انھوں نے بھی ویسی ہی نشاندہی کی جیسا میں نے مشاہدہ کیا تھا ۔
ایک بار میں نے اپنے کو دیکھا کہ ایک کنویں میں جا رہا ہوں ۔ میں نے دیکھا
اس کے ہر ہر زینہ پر حضرت پیر دستگیر (غوث الاعظم) اور حضرت خواجہ معین الدین
قدس سرہما کی صورتیں جلوہ گر ہیں ۔ یہ دیکھ کر میں مؤدب ہو گیا ۔ اور اپنے پیروں
کو احتیاط سے رکھنے لگا ۔

افادہ :- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں ام المومنین
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ ایک چارپائی بچھی ہے اور
آپ اس پر تشریف فرما ہیں ۔ اور سفید کپڑے پہنے ہیں لیکن وہ کپڑے ایسے ہیں
جیسے عورتیں اپنے شوہروں کی زندگی میں پہنتی ہیں ۔ اور اس سے متصل ایک دوسری

ہیں اور وصول داشتہ ۔ دوسرے غیر ماہی یعنی عام مسلمان جنہیں ہدایت حاصل کرنے کی استعداد ہے
تیسرے وہ لوگ جو ناقابل و بید اور بدبخت ہیں ۔

میں سے ایک حالت کا بیان ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو سیر
آفاق کے وقت پیش آتی ہے۔ اور اس سے مطلب ہے نفوس اکوان کو ذاکر کے
نور سے منور دیکھنا۔ سالک خواہ مرتبۂ یادکرد[1] میں ہے یا نور مذکور میں۔ اور اگر وہ
اور یادداشت[2] کا ملکہ اسے حاصل ہوگیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ جب سالک کا
نفس اس نور کے ساتھ متلون ہوگیا۔ اور بمنزلہ عینک اکوان کی رویت کے لئے
مخصوص ہوگیا۔ تو اس نفس کے ساتھ وہ جس چیز پر بھی نظر ڈالے گا اس چیز کو اسی ایک
نور سے منور دیکھے گا اور اس کو حق تعالیٰ کا شہود سمجھے گا۔ اور یہ بھی ایک وجہ
رکھتی ہے لیکن ذکر اور نورِ ذکر میں فرق کرنا بغایت دقیق ہے۔ اور دوسری قسم
یہ ہے جو سالک کو سیر انفس کے وقت پیش آتی ہے۔ اور اس سے مطلب ہے نفس کو
بیئت [illegible]ت کے ساتھ نور یادداشت سے متلون دیکھنا۔ یعنی جب سالک توجہ
کے ساتھ اکوان سے گذر جائے، تو اسی وقت اس کی توجہ اس کے نفس میں منحصر
ہو جاتی ہے اور اکوان سے ذہول رونما ہوتا ہے۔ اور اس حالت میں اسکی نظر
مثل نور کے جا کر ایک وجدانی صفت شئی پر جو اس کا نفس ہے اور متصور بنور الٰہی
ہے مشہود ہو جاتی ہے اور اس شہود سے اسکے نفس کو ذہول نہیں ہوتا اسلئے کہ
خیال نفس کا استلزام ہے۔ اور یہ شہود کا رخیال ہے۔ میں نے آپ سے بسا اوقات
سنا ہے قولہ قدس سرہٗ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے قول کے معنیٰ میں
کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے ہی میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ

لے یادکرد۔ ذکر لسانی اور قلبی کو کہتے ہیں۔ یادِ خنہ فراموشی ہے اور اصطلاح میں فرق
کو فراموش کرنا اور رو بحق کے بحر مواج میں مستغرق ہونا اور اپنی خودی کو نیست و نابود کرکے
اسم کی یاد سے مسمّیٰ میں پہونچنا اور اس میں گم ہونا۔

ٹے اس سے مراد توجہ صرف بجز الفاظ اور تخیلات سے بے حقیقت واجب کی طرف۔ اور بغیر
فنائے تام اور بقائے کامل کے حاصل نہیں ہوتی.............

ہیں اپنے ہی میں پہچانتے ہیں۔ ان کی غیرت اپنے ہی وجود میں ہے۔ ہی.....
اور اس سے اشارہ انھیں دو لفظوں "می بینند و می شناسند" کی طرف ہے
اور انھیں دونوں مرتبوں میں فرق ہے۔ کاتب حروف کہتا ہے کہ لفظ "می بینند" سے
اشارہ "توحید شہودی" کی طرف ہے جو دید و شہود سے تعلق رکھتا ہے اور لفظ
"می شناسند" سے اشارہ "توحید وجودی" کی جانب ہے جو معرفت سے
تعلق رکھتا ہے۔ یہ معرفت بھی معرفتِ وجود کے حصۂ خاص کا تحقق حاصل ہوئے
بغیر جو اس مظہر خاص کا حصہ ہے جو کہ نفس سالک ہے میسر نہیں آتا۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ جب وہ یہ پہچان لیتے ہیں کہ تحقق اور ہمارا وجود دراصل حق کا ہی وجود ہے
ہمارا نہیں ہے۔ تو تمام ممکنات کا تحقق بھی وہی سبحانہٗ تعالیٰ ہے۔ اور اس کلام
سے غرض یہ ہے کہ توحید وجودی نفس الامر کی حقیقت کا بیان ہے مکاشف
کے کشف اور شاہد کے شہود سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ اور توحید شہودی
حالات بیان کرنے کے قبیل سے ہے جو سالک کو دکھائی دیتا ہے (کیلئے ظاہر
ہوتا ہے)۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ اکثر اہل شہود حق کا مشاہدہ عوالم
میں کرتے ہیں اور مبتدی عالم ناسوت میں خواہ وہ وجود لوازنیہ جو عالم روح
ہیں۔ خواہ عالم ملکوت میں خواہ عالم جبروت میں۔ اور اس کا سبب ان عوالم
کے ساتھ علاقہ حبی ہے۔ پس جب تک کہ انسلاخ کلی کما تنسلخ الحیۃ من[1] جلدہا
کر دہی ان عوالم کے ساتھ ارتباط کا سبب بے ظاہر نہیں ہوتا۔ اہل شہود ان سے
باہر نہیں آتا۔ اور جب بفضل الٰہی اس سے باہر آگیا تو شہود نفسی پیش آتا ہے۔
اور پھر جب اس کے کرم بے غایت سے اپنے وجود کی نسبت سے مراقب کی طرف
منسلخ (علٰحدہ) ہوگیا تو اس وقت وہ بے رنگی اور بے نشانی سے مشرف ہوجاتا ہے

لے جس طرح دانہ اپنے چھلکے سے الگ ہوتا ہے۔

لیکن جب اس کو اس کی حالت پر واپس کر دیں (عروج سے نزول کرے یعنی
وہ سیر عن الحق الی الخلق کے وقت شہود حق فی النفس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور
اسی لئے کہا گیا ہے کہ نفس کو صورتِ خیالی سے ذہول نہیں ہوتا اس کے باوجود وہ
بے رنگی سے خالی نہیں ہوتا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس لفظ حیرت سے (جو حضرت خواجہ
بزرگ قدس سرہٗ کے (اس) قول میں واقع ہوا ہے کہ "ان کی حیرت اپنے کو
وجود میں ہے") اشارہ اسی بے رنگی کی جانب ہو۔ واللہ اعلم۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ جب تک (اپنا) وجود علمی بھی باقی
ہے فنائے اکمل بھی اتم نہیں ہے۔ اور جب تک وجود علمی کی بساط جس سے
مطلب قوت عرفانیہ ہے لپیٹ نہ دی جائے فنائے حقیقی جس سے مراد موت ہے
میسر نہ آئے گی اور یہ بات بوجہ اکمل سوائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے دوسرے میں معلوم نہیں ہوتی۔ اور ان کے فضائل جو بعض احادیث میں
مروی ہیں ان سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم منؔ سرّہٗ ان ینظر الی میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی
ابن ابی قحافۃ۔ او کما قال۔ اور کسی دوسرے کے بارہ میں یہ لفظ معلوم نہیں
کہ وارد ہوا ہو۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز مقام قرب میں غور کی نگاہ
گئی تو ہر چند نظر دوڑائی لیکن وہ جہت خاص جو حضرت علی مرتضیٰ میں تھی
اس سے زائد کسی میں نہ دیکھی گئی۔ اور اس جہت میں کسی دوسرے کی ان پر فضیلت
نہیں دکھائی دی۔ اور آپ اس جہت (یعنی مقام قرب) کے اعلیٰ مرکز پر
ہیں۔ اور اسی لئے آپ ہی مبدأ عرفان ہوئے ہیں

---

۱ جو اس بات پر واقف ہونا چاہے کہ مردہ کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو قحافہ
کے بیٹے کو دیکھ لے۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ اکابر قدس اللہ اسرارہم کا قول ہے
مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ۔ اور بعض دوسرے حضرات کا قول ہے کہ
مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ طَالَ لِسَانُہٗ۔ دونوں اقوال صحیح اور صادق ہیں اگرچہ
متضاد ہیں) اس لئے کہ طال لسانہ سے مطلب وہ معرفت ہے جو اسماء و صفات
کے مرتبہ میں ہو کیوں کہ جب ظہور اسمائی کے اطوار منکشف ہوتے ہیں اور ان
کے علوم و اسرار ظاہر ہوتے ہیں تو وہ ہر علم کو غنیمت شمار کرتا ہے۔ اور بوقت
ضرورت اس کے اظہار میں عجلت کرتا ہے اور کلّ لسانہ ذات سبحانہٗ
کی معرفت میں ہے جو بے نشان اور بے رنگ ہے۔ اور اس بے رنگی کے
ساتھ جو علم کے احاطہ اور ادراک کی حد سے خارج (باہر) ہے اور جو اس کے
مقابل ہوتا ہے وہ فانی ہو جاتا ہے۔ نہ اس سے کوئی مطلب لیا جا سکتا ہے نہ
بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور شیخ سعدی شیرازی کے اس قول ع کاں را کہ خبر
شد خبرش باز نیامد کے یہی معنی ہیں۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ جب
حق تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے اور اس کا کوئی مکان نہیں ہے تو
معراج میں فوق العرش عروج سے کیا مطلب (کیا نکتہ ہے)؟ میں نے جواب دیا
کہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے سب عالم چوں سے ہے اور وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ
اپنے مرتبۂ وجوبی میں کہ کل لسانہٗ کا۔ مطلب اس مرتبہ کا قرب و وصول ہے جو
بے چوں ہے۔ اور چوں جب تک مقام چونی میں ہے اسکو بے چوں کا وصول
علمی و ذہنی سے زائد نہیں ہے اور جب عالم چوں سے خروج جس سے مطلب
عروج فوق العرش ہے جو خارجی اور نفس الامری متحقق ہے تو قرب خارجی اور

---

۱ جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اسکی زبان گنگ ہو گئی۔ ....
۲ جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اسکی زبان تیز ہو گئی۔ ....

کرے اور اپنے کو احکام اللہ میں دے ڈالے اور اپنے ارادوں کو یکسو
رکھ کر کالمیت بین یدی الغسال کے تصرفات میں ہو جائے اور احکام الہیہ
اسکو فنا حاصل ہو جائے اور فنا جو داخل مقصود ہے اور بندگی کی حقیقت
ہے ہر حال میں اس کو حاصل ہو جائے۔ پس جو شخص خلاف شرع چیزوں کا
مرتکب اور اپنے نفس کا تابع ہے وہ فنا سے بے بہرہ ہے۔ واللہ اعلم

افادہ:- حضرت والا نے اس حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرونی
ما ترکتکم فانما اھلک من کان قبلکم کثرۃ سوالھم واختلافھم
علی انبیائھم کے بارہ میں فرمایا کہ اسلام انقیاد ہے شرائع الہیہ کا جو منقول
ہے اور جب شارع علیہ السلام نے قل ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ
علی بصیرۃ بیان کیا ہے اور وہی مقدار نافع ہے۔ سوال اور تحقیق و تدقیق
سے بجز فضولی کے جو صورت ہلاکت ہے کچھ بھلا نہ ہوگا

افادہ:- حضرت والا نے اس حدیث شریف ان ذکرنی فی ملاء
ذکرتہ فی ملاء خیر منہ کے معنی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ
شخص جس کی تاثیر سے جماعت کے نفوس میں ہماری یاد پیدا ہوتی ہے وہ
جسوقت ذکر کرے تو تمام نفوس اس کے ذکر سے پر ہو جائیں۔ پس ہم بھی اس
کا ذکر ملاء خیر میں کریں گے۔ فاذکرونی اذکرکم یعنی اسکو محبوب کر لیں گے

۱؎ جیسے مردہ غسل دینے والے کے سامنے ۲؎ مجھے چھوڑ دو ان باتوں کے پوچھنے سے جن کا
باتیں نہ ہوں۔ یا جن کو میں نے بیان نہیں کیا ہے کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ کثرت سوال
اور اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ۳؎ کہہ دو یہ راستہ تو ہے جو اللہ کی
طرف بلاتا ہوں از روئے یقین و برہان سمجھ بوجھ کر پارہ ۱۳ رکوع ۱۱ سورۂ یوسف
۴؎ جو مجھے یاد کرے جماعت میں میں اس کو یاد کروں گا ایسے مجمع میں جو اس سے
بہتر ہے یعنی ملائکہ۔

کہ تمام عالم یعنی ملائکہ اور جن وانس وغیرہ اسکی محبت سے پر ہو جائیں گے جیسا کہ
حدیث میں وارد ہو کر اذا احب اللہ عبدا نادی جبرئیل الیٰ قولہ صلی اللہ
علیہ وسلم فیوضع لہ القبول فی الارض۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ ایمان میں زیادتی بحسب کیفیت ثابت
ہے چنانچہ آیۂ کریمہ لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم اسی پر دلالت رکھتی ہے
اور اس کا مقتضیٰ وہ احادیث ہیں جو اس بارہ میں وارد ہیں اور وہ بھی
بحسب ظاہر یہی ہے اور از روئے کشف و وجدان ایسا ہی متحقق ہوا ہے اور
ایک حدیث میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کا ایمان ستر آدمیوں
کے ایمان کے برابر ہوگا وہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی ایک بیت کی
جماعت ایک شخص کے ایمان کے ساتھ متلون ہو جائے گی۔ اور اس جماعت میں
ہر ایک کا ایمان ایمان کا ایک جزو ہوگا پس اس کا ایمان بسبب اجزاء کی
کثرت کے ستر آدمیوں کے ایمان کے برابر ہوگا۔ اور یہی سر ہے کہ ایک شخص بمنزلہ
امت اپنی پیشوا نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کی شان میں وارد ہوا ہے کان امۃ قانتا للہ۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب میں یا ایھا الرسل واقع ہوا اور اگرچہ کیفیت
کی زیادتی کی بھی روایت محتمل ہے لیکن بظاہر از روئے احادیث اور نیز از روئے
کشف و وجدان وہی اول ہے۔ (یعنی وہ معنی جو اوپر بیان ہوئے۔)

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ
جب کوئی شخص مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ اس
سے زائد جاننے والا ہے اس شخص کے بارہ میں کہ اس کی معاملت خلق کے ساتھ
کیسی تھی اگر اس کی معاملت حق کے ساتھ اچھی تھی تو تم بھی اس کے ساتھ
[illegible]

۱؎ تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے پارہ ۲۶ رکوع ۱۰ سورۂ فتح

اور اسی میں سر یہ ہے کہ شریعت کی تکمیل دراصل حق اور خلق کے ساتھ حسنِ معاملت
کو ہوتا ہے لیکن حق اللہ کی ادائیگی میں اگر کمی ہو تو اللہ کی رحمت اسکے غضب پر
سبقت لے گئی ہے۔ اور حقِ خلق کے سلسلہ میں سلطان الحکم غیرہ کا حکم لاتا ہے (یعنی
حقوق العباد کے سلسلہ میں اللہ بری ہے) اور اس نے حقوق العباد کے سلسلہ میں جو
قانون بنا دیا اس میں رد و بدل اور معافی نہیں) اور حاصلِ کلام یہ معلوم ہوا
۔ اس شخص کے ساتھ جس پر خلق کا اطلاق ہوتا ہے خواہ قتل کے ساتھ ہو خواہ کسی
دوسرے طور سے وبال و نکال کا سبب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح وہ شخص جو ہنوز
مرتبۂ علقیہ میں ہے (یعنی عالم وجود میں نہیں آیا ہے) خلق کا اطلاق اس پر بھی واقع
ہوا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (یعنی اگرچہ وہ ابھی رحم مادر
ہی میں ہے لیکن خلق کا اطلاق اس پر ثابت کر دیا گیا) اس جگہ سے اسقاطِ حمل کا حکم
مستنبط ہوتا ہے (یعنی جب اس (نطفہ) پر مخلوق کا حکم نافذ ہو چکا جیسا کہ آیت مذکورہ
سے ثابت ہے تو اب اسقاطِ حمل ممنوع ہو جائے گا) کیوں کہ وہ انصاف کے درجہ
میں ممنوع ہے اور اسقاطِ حمل بنیادِ رب کو ڈھا دینا ہے بخلاف عزل کے کہ وہ منی کو
ضائع کرنا ہے اور ہنوز (ابھی تک) نطفہ کا حکم جو رحم میں قرار پانے کے بعد ہوتا ہے
۔ اس پر حمل کا اطلاق آتا ہے وہ نہیں لیا (یعنی عزل کی صورت میں حمل کا اطلاق
ہوتا ہے خلق کا اطلاق نہیں ہوتا) اور بنیاد الرب کا حکم نہیں پایا جاتا کہ اس کا انہدام
سبب لاعتراض ہو جائے۔ اور بعضوں نے اسکو مکروہ جانا ہے۔ واللہ اعلم

افادہ :- حضرت والا نے مولانا روم قدس سرہٗ کے اس شعر سے

من ز قرآں مغز را برداشتم ۔۔۔ استخواں پیش سگاں انداختم

کے معنی یہ بیان فرمائے کہ قرآن دو قسموں میں وارد ہوا ہے اسکی بعض آیات محکمات

؎ پھر ہم نے اس کو ایک نطفہ بنایا معیّنہ (محفوظ) جگہ میں۔

ہیں اور بعض متشابہات۔ محکمات جو ہیں وہ ہیں اُمُّ الکتاب بمنزلۂ مغز کے ہیں
اور متشابہات وہ ہیں جن کا نزول محض امتحان و اختبار کے لئے ہے اور وہ
بمنزلۂ استخواں ہیں۔ پس جو لوگ راسخون فی العلم سے ہیں وہ محکمات کو برائے تبعیت
و عمل اختیار کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے قلوب حق سے پھرے ہوئے ہیں اور کتوں
کے مثل ہیں وہ متشابہات میں پڑے ہیں۔ پس اس شعر میں اسی بات کی تشریح
فرمائی ہے۔

افادہ :- حضرت والا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے بہت کامل اور حضور
دوام طلب کرتے رہنا چاہیئے (یعنی کسی حال میں بھی رابطہ ٹوٹنے نہ پائے)۔

افادہ :- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار ایک عزیز نے جو صاحبِ ارشاد
اور بزرگ و صالح تھے۔ میرے سامنے اشغالِ طریقت میں سے ایک شغل بیان کیا
مجھکو وہ اچھا معلوم ہوا میں نے اس پر عمل کرنے اور مشق کرنے کا قصد کیا جب
اس مجلس سے اٹھا اور گھر جانا چاہا ابھی دروازہ ہی پر پہنچا تھا کہ یہ آیت ما یقال
لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ بطریق الہام دل میں القا کی گئی۔ اس سے معلوم
ہوا کہ سلوک میں جو جو اشغال ہمارے بزرگوں کے معمولات میں رہے ہیں ہمارے
حق میں بھی وہی مرضی ہے۔ اسی وقت سے وہ شغل کرنے کا قصد میرے دل سے جاتا رہا
اور شب میں اس عزیز نے بھی واقعہ میں دیکھا اور مجھ سے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا
تم دونوں بھائی راستہ میں سوار جا رہے ہو اور میں زمین پر کھڑا ہوں میں تمہیں
آواز دے رہا ہوں لیکن تم میری طرف مطلق التفات نہیں کر رہے ہو۔ پھر تم نے
قدرے توقف کیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ اور ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے اس سے
یہ معلوم ہوا کہ جو تمہاری راہ ہے وہی درست ہے۔

افادہ :- حضرت والا نے ایک مکتوب حضرت اقدس کو تحریر فرمایا کہ :-
قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین حضرت میاں شاہ ولی اللہ صاحب
فقیر محب اللہ کی طرف سے بعد سلام مسنون ہو کہ فقیر کے آنے کا قصد تقریباً ابھی

دیعنی اللہ کی جانب سے میری تربیت ہو رہی تھی) کے سبب سے
جو الطاف خفیہ میں نہیں پہنچ سکتا دوسرے حضرت قدس سرہ
کی روحانیت سے ایک اشارہ معلوم ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ
جو کچھ مکالمات و مشاجرات (باہم بحث و مباحثہ اور اختلافات)
آپ کے اور فلاں کے درمیان ہوئے تھے بظاہر اس کے دل میں
گرانی اور تنگی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے ۔ آنجناب سے اسکی خواہش
ہے کہ معاف کریں اور دعا و توجہ کریں کہ اس کیفیت سے چھٹکارا ہو
اگرچہ اب آپ کی طبیعت میں گرانی باقی نہ رہی ہوگی لیکن گذشتہ
کیفیت کا داغ (کچھ اثر باقی ہے) تو اسکو بھی ختم کر دیں) ....
والسلام علی من اتبع الہدیٰ) ۔

افادہ :- حضرت والا نے بیان فرمایا کہ حضرت شیخ بزرگ عبدالرحیم
قدس سرہ کو ایک مجلس میں امیر عصمت اللہ سہارنپوری سے جو اس دیار کے اکابر
علماء میں سے تھے ملاقات کا اتفاق ہوا انھیں بظاہر تصوف سے جس میں بیعت
و ارادہ و مجاہدہ ہے اور جس کا ثمرہ مکاشفہ ہوتا ہے اعتقاد نہ تھا پس حضرت
شیخ بزرگ نے میر مذکور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کہاں کے مرید ہیں انھوں
نے کہا کہ کیا یہ بات طریقۂ شرع سے ثابت ہے جو اس کی پابندی کرنا چاہیے حضرت
شیخ نے فرمایا کہ حجج شرعیہ میں تین حجتیں ہیں ۔ کتاب ۔ سنت ۔ اور اجماع
مجتہد کا قول بھی حجت ہے ۔ اور یہ بات ان تمام سے ثابت ہے میر نے کہا کہ
کس طرح ہے اسکی وضاحت کیجیے ۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب وہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے
یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا
فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۱؎ اس آیت میں ابتغاء وسیلہ سے مراد کیا ہے

۱؎ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ [illegible] تاکہ تم فلاح پاؤ

بارے میں جو کچھ بعض مفسرین [illegible] اعمال صالحہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے بیان کیا ۔ آپ نے فرمایا
کہ یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے اس لیے کہ ایمان مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ خطاب
مومنین سے ہے (یعنی ایمان والے سے یہ کہنا کہ ایمان لاؤ یہ ایک مہمل سی بات
ہے) اور اعمال صالحہ تقویٰ میں داخل ہیں اور تقویٰ سے مراد امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر پر عمل کرنا ہے (یعنی وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ میں داخل نہیں
ہیں) اور یہ بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ قاعدہ عطف مغایرت چاہتا ہے
(یعنی اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے معنوں میں مغایرت ہے
کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ہم معنی نہیں ہوتے) اور ذکر میں ترتیب اسکی مقتضی
ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہے جو تقویٰ کے بعد ہوتی ہے اور یہی چیز ارادت اور
مرشد سے بیعت ہے ۔ اس کے بعد مجاہدہ و ریاضت ہے تاکہ فلاح حاصل ہو
جس سے مطلب ذات حق کا وصول ہے ۔ پس میر مذکور نے بہت رد و قدح
کے بعد اسے قبول کیا اور اعتراف کیا ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف
میں ہے کہ حضور نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کیف اصبحت مومنا حقا
قَالَ فَمَا حَقِیْقَۃُ اِیْمَانِکَ الخ

پس اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیداری اور بھوک [illegible]
[illegible] حاصل ہوتا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

اور حضرت فرید الدین عطارؒ کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں میر تقیا نے کہا کہ وہ عالم تصوف کے اسلاف

انھوں نے یہ کہا کہ ابھی دو سال ایسے تھے کہ امام نے اس مدت میں امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں

باطنی استفاضہ کیا۔ پس میر حسرت ہوئے اور حضرت والا کی خدمت میں استفاضہ کا قصد کیا لیکن ان کی

دکھن کے سبب یہ بات عملی جامہ نہ پہن سکی۔ (ممکن نہ ہو سکی)

افادہ: حضرت والا نے فرمایا کہ میں ایک دن میر ابو سعید جو حضرت شیخ بزرگ عبد الرحیم قدس سرہٗ کے نواسے تھے کے گھر گیا مجھکو وہ اندر لے گئے اور دکھلایا میں نے دیکھا کہ وہ خوب صاف ستھرا ہے اور وہاں اثاث البیت قسم سے کچھ نہیں ہے سوائے ایک چارپائی، ایک تخت، ایک گھڑا اور ایک لوٹے کے جو حضرت قبلہ کی عطا فرمائی تھی۔ آپ تجرید تمام اور تفرید کامل رکھتے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میری ہمشیرہ ہمیشہ مجھ سے لڑکے کی ولادت کے سلسلہ میں بہ مبالغہ تمام دعا کی استدعا کیا کرتی تھیں اور اس کے لیے مصروف بھی تھیں چنانچہ دعا کی۔ اس کی قبولیت بھی معلوم ہو گئی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فرزند پیدا ہوگا لیکن ہم نہ ہوں گے۔ جب کہ وہ حاملہ ہوئیں اور ولادت کے دن قریب آئے تو آپ نے اس عالم سے رحلت فرمائی۔ آپ کی وفات کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔

افادہ: ماہ شعبان ۱۲۴۵ھ میں آپ نے بہ نیت اربعین حسب معمول اعتکاف فرمایا۔ اسی رات بخار آگیا دو تین روز تک آپ نے کسی سے اس کا اظہار نہ فرمایا۔ آخر جب مرض میں شدت ہوئی تو ناچار خلوت سے باہر آئے یہاں تک کہ رمضان تکلیف میں گذرا ہر چند علاج کیا لیکن خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ آخر اپنے برادر معظم حضرت شاہ عبد اللہ سے عرض کیا کہ اس مرض میں کوئی دوا فائدہ نہیں کر رہی ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ بغیر آپ کی دعا و توجہ شریف کے مرض رفع نہ ہوگا چنانچہ آپ کی استدعا پر حضرت والا نے دعا فرمائی۔ شب کے وقت واقعہ میں دیکھا کہ دو تین اوباش جو مسجد کو منہدم اور بلکہ بنیاد تک سے کھود ڈالنا چاہتے ہیں آپ نے ان کو بزجر و تشنیع منع فرمایا وہ آپ کی اس تنبیہ سے باز آئے۔ علی الصباح آپ نے ان کو مژدہ شفا سنایا پس ایسا ہی واقع ہوا کہ فی الفور شفا ظاہر ہوئی۔ اور کوئی مرض باقی نہ رہا چند روز۔ جب ماہ جمادی الآخر آیا مرض نے پھر عود کیا اور پھر تخفیف ہو گئی۔ اسی اثنا میں ایک پھوڑا سر کے پچھلے حصہ میں نکلا یا دفعۃً رفتہ رفتہ ... یہاں تک کہ ۲۸ ماہ مذکور قبل صبح روز دوشنبہ جہان فانی سے رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ تاریخ وفات ۱۲۴۶

بیان قدرے از احوال فضائل اشتمال صاحب علم و یقین و عرفان مبین مخدومی حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ جو حضرت اقدس کے برادر علاتی اور عمر میں آپ سے بڑے ہیں۔

ان کے والد خواجہ ادہم ... تتمال کی اولاد میں ہیں جو بخارا کے سرگروہ کابرین میں سے تھے اور خواجہ مودود چشتی کی اولاد میں سے تھے۔ فن طبابت میں کمال رکھتے تھے اور انھیں دست شفا حاصل تھا بکثرت لوگ آپ کے علاج سے صحتیاب ہوتے۔ فن تیر اندازی میں اپنے زمانہ کے ماہرین میں شمار کئے جاتے تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ایک بار بہت دور سے ایک درخت پر جو اگرچہ خشک تھا لیکن بہت موٹا اور سخت قسم کی لکڑی کا تھا ایسا تیر مارا جو اس درخت میں تراژہ ہو گیا (یعنی آر پار ہو گیا) چونکہ آپ میں فطرتاً اخفا و کتمان تھا آپ نے دیکھا کہ مبادا یہ بات مشہور نہ ہو جائے اور چونکہ آپ قوی ارادہ تھے اس لئے آپ نے اس تنکے کو دونوں طرف سے کاٹ کر مخفی کر دیا۔ (یعنی اس کا نشان مٹا دیا) اور کبھی آپ کا تیر کسی ٹیلہ پر اتنی تیزی سے پڑتا تھا کہ اس کے پرپلہ کی تنگی کی وجہ سے ٹوٹ کر گر جاتے اور تیر سوفار تک اس میں پیوست ہو جاتے تھے۔ فطری صفائی حاصل ہونے کی وجہ سے ریاضت و مجاہدہ کے بغیر ہی باطن کی راہ ان پر کھول دی گئی تھی۔ توحید شہودی کا مذاق رکھتے

ـــــــــــــــ

۱ تیر کو دھنا۔ نوک

تھے اور مجدین زمانہ (دہریوں) سے بہت ناخوش رہتے تھے۔ بندہ کاتب حروف نے حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہ کی زبان اسرار بیان سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ وہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت سے مستفید و فیضیاب تھے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ نے واقعہ میں ان پر توجہ فرمائی تھی اور ایک تاثیر ڈالی تھی۔ اور کبھی کبھی اپنی ہمت باطنی سے بھی کام لیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ سپاہیانہ وضع پر گذر کرتے رہے لیکن جب سے طریقہ فقر اختیار فرمایا اس وقت سے نہایت درجہ استقامت اختیار کی اور اہل دنیا سے کبھی کسی قسم کے طلبگار نہ ہوئے۔ بلکہ التکبر مع المتکبرین تواضع کا طریقہ اختیار کیا ؎

فقیر کو بے تکبر امیر سے لازم   کہ عاجزی میں یہاں فقر کی حقارت ہے

شاہ تراب کاکوروی

(خاکساروں سے خاکساری تھی سربلندوں سے انکسار نہ تھا (حالی)

افادہ:- حضرت اقدس فرماتے تھے کہ آخر مرض الموت میں شیخ صلاح الدین نے بیان کیا کہ ایک روز شیخ صدر العالم یعنی ان کے چچازاد بھائی آئے اور کہا کہ آج شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت شیخ عبد الرحیم قدس سرہ فرما رہے ہیں کہ شیخ صلاح الدین کے پاس جاؤ اور ان سے توکل کے معنی دریافت کرو۔ نکتہ اس سوال اور مسئول عنہ کی تخصیص میں معلوم نہیں ہے۔ شیخ صلاح الدین نے فرمایا کہ اس کی تخصیص میں نکتہ یہ ہے کہ آج بارات ہم فاقہ سے تھے اور کسی سے بھی قرض مانگا نہ ملا۔ اور آج دن میں بھی اسی طرح ہم فاقہ سے ہیں لیکن اس کے باوجود دل نہایت قوی ہے اور فقر اور وضع فقراء سے پریشان نہیں ہے بلکہ اس سے

ؔ تکبر کرنے والوں کے ساتھ تکبر کرنا ہی تواضع ہے۔

خوش وقت اور مسرور ہے اور کہا قال

افادہ: حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ مخدومی شیخ صلاح الدین نے ایک بار شاہ فخر عالم سے جوان کے ابن عم ہوتے ہیں کہا تھا کہ میری موت قریب آگئی ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی قضا مبرم ہے یا معلق۔ انھیں ایام میں ان کو مرض شدید لاحق ہوا۔ اسی حالت میں میری زبانی شاہ فخر عالم سے کہلا بھیجا کہ اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ بالفعل میرے مرشد کی دعا پر میری قضا معلق ہے اور یقین ہے کہ اس سلسلہ میں وہ ضرور دعا فرمائیں گے۔ پس اس مرض کی شدت انتہا درجہ کو پہنچ گئی یہاں تک کہ امید حیات منقطع ہو گئی اور لوگ تجہیز و تکفین کی فکر کرنے لگے اس وقت شیخ بزرگ حضرت عبد الرحیم قدس سرہ نے دعا فرمائی اسی وقت روح نے معاودت کی اور شفائے کلی حاصل ہو گئی

افادہ: حضرت شیخ حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ مخدومی شیخ صلاح الدین قدس سرہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن ایک بڑھئی کو کچھ کاموں کے سلسلہ میں بلایا۔ اس نے وہ کام حسب دلخواہ نہ کیا۔ جب میں نے اس کو دیکھا اور اپنی مرضی کے مطابق نہ پایا تو انتہائی ناخوش ہوا۔ اور اسی ناراضگی اور ناخوشی کے عالم میں میں نے اس سے کہا کہ کیا تم اندھے تھے جو تم نے ایسا کیا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اس کی بینائی جاتی رہی اور وہ اندھا ہو گیا اور واویلا کرنے لگا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ میں اس ماجرے سے بہت حیران و پریشان ہوا اور افسوس کیا کہ ایسا کیوں کہا اور یہ حرف میری زبان پر کیوں آیا۔ پھر میں نے [illegible] کی

افادہ: جناب ؔ دحضور [illegible] کا بحالت سماع ایک خاص سر تھا۔ میں نے ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ مرض الموت میں جب کہ انتہائی ضعف و نقاہت تھی اور بوجہ ستر ماقوی بلا استعانت دیگرے کروٹ بھی نہیں لے سکتے تھے۔ ایک گانے والے

٥٢٨

والے نے ایک شعر انتہائی پر درد آواز میں گایا۔ آپ کو اس وقت ایسا وجد آیا کہ ایک
جست ماری اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اس واقعہ کے دوسرے ہی روز اس عالم سے
انتقال فرمایا۔

لہ آپ پر چشتیت کی نسبت غالب تھی اور ذوق سماع گویا آپ کا سلوک تھا۔ بہت سے بزرگوں
کے اس قبیل کے واقعات پڑھے اور سنے ہیں۔ اپنے بڑے دادا صاحب (حضرت شاہ حبیب
حیدر قلندر رح) کے ایک مخلص و نظر یافتہ مرید مولوی نظام الدین حیدر صاحب عباسی کاکوروی
(ڈائرکٹر ایجوکیشن) کا واقعہ اپنی نوعمری میں اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ حضرت شیخ کے واقعہ کے
بالکل مماثل۔ سنہ ۱۹۴۹ء تھا۔ موصوف کے فم معدہ پر کینسر کا موذی مرض تھا۔ جسم اتنا لاغر
ہو چکا تھا کہ صرف ہڈیوں اور کھال کا ڈھانچہ تھا۔ خود سے جنبش کرنے کی بھی طاقت و قدرت
نہ تھی۔ مگر اپنی تکالیف پر بے پناہ صبر و برداشت کی قوت تھی کہ شکوہ کرنا تو درکنار اظہار بھی
نہ کرتے تھے۔ عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ بیشتر اوقات آنکھیں بند کئے اپنی مشغولی پاس
انفاس میں رہتے تھے۔ ہاں یہ دونوں حضرات (حضرت صاحب مدظلہ اور دادا جان) روزانہ
عیادت کے لئے جب تشریف لے جاتے تھے اس وقت مولوی صاحب موصوف پر سرخوشی
کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ مسکراتے رہتے۔ بات کرتے بھی تو عارفانہ انداز میں۔ اس حالت
میں بھی آداب طریقت کی جو پابندی ملحوظ رہتی اس کی اب مثال نہیں۔ حالانکہ عمر میں میرے
دادا صاحب (حضرت شاہ تقی حیدر قلندر رح) سے عمر میں چار سال بڑے تھے۔ انتقال سے
ایک روز قبل دونوں حضرات اور ہم دونوں بھائی نیز کاکوری کے اور بھی چند اصحاب بیٹھے تھے
کہ منشی عزیز علی صاحب علوی (مفتی محمد رضا صاحب انصاری فرنگی محلی کے ماموں) آ گئے۔ وہ
مولانا روم اور بعض دیگر اکابرین کا کلام بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ ان کی طرف
دیکھ کر مسکرائے اور اشارہ کیا "کچھ سناؤ" وہ مولانا روم کا کلام سناتے رہے پہلے تو آنکھ

٥٢٩

حاشیہ ما سبق۔

آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ تھوڑی دیر بعد سارے جسم میں تھرتھراہٹ کی کیفیت پیدا ہو گئی چہرہ
سرخ ہو گیا۔ یکایک جست لگا کر اٹھ بیٹھے۔ اندیشہ ہوا کہ کھڑے نہ ہو جائیں دونوں حضرات نے بڑھ
کر سنبھالا پلنگ پر لٹا دیا اور ان کے سینے پر ہاتھ رکھے رہے۔ عزیز علی صاحب کو اشارہ کرکے
منع کر دیا وہ خاموش ہو گئے۔ یہ جذب و سرور کی کیفیت دوسرے روز انتقال کے وقت تک طاری
رہی۔ انتقال کے روز صبح کو بعد الفجر میرے والد صاحب مدظلہ کو اپنے قریب بلا کر بہت رازدارانہ
طریقہ پر بیان کیا کہ "تھوڑی دیر قبل ایک برقعہ سفید انتہائی چمکدار اوپر سے چھت توڑ کر آیا اور
مجھ کو ڈھانپ لیا اس میں سے ایک ہاتھ نکلا اور میرے سینے کے اندر داخل ہو کر قلب کو اس طرح
دبایا جیسے نچوڑا جاتا ہے اس کے بعد وہ برقعہ بلند ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جو لذت وکیف
پیدا ہوئی ہے حضور سے کیا بیان کروں" یہ واقعہ بہت آہستہ اور نحیف آواز میں بیان کر سکے۔ آنکھیں
بند کر لیں۔ انتقال سے ذرا دیر قبل اونچی آواز میں جس کا لہجہ انتہائی عاجزانہ و نوشادانہ تھا یہ
مصرعہ پڑھا۔ اے عشق۔ آ آ جا۔ ارے آ جا آ آ جا۔ ذرا دیر بعد روح نے پرواز کی۔ مولوی صاحب
موصوف کا ایک شعر ان کے حال کا مظہر ہے ؎ افسون ورد و ذکر بصوفی گذاشتم

من کار دو جہاں بنگاہے بر آوردم

نگاہ کرم ہی وہ کیمیا ہے جس سے مراتب سلوک دم بھر میں طے ہو جاتے ہیں جب کہ خام دلوں کو
نہ معلوم کتنی ریاضتوں مجاہدوں کی بھٹی میں تپنا پڑتا ہے پھر بھی یقین نہیں کہ مقصد اعلیٰ تک
رسائی ہو بھی پاتی ہیں ؎

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند

مست شراب عشق بیک آہ می رسد

ان سے بڑے بھائی مولوی محمد حسن صاحب عباسی کا واقعہ انتقال بالکل اسی طرح بر ملا بے تکلیف
کے ... میں ہوا تھا (اس وقت میری عمر اگرچہ چار سال تھی، لیکن اس واقعہ کی شہرت کئی سال
رہی) انبساط حق و حقیقت میں بھی شائع ہوا تھا جیسے یاد ہے) انھوں نے عشاء کی نماز

بیان قدرے احوال کرامت اشتمال وکلمات معرفت سمات جامع اوصافِ کمال مظہر اسرارِ ذی الجلال قدوۂ اربابِ انتباہ۔ زبدۂ مقربان حضرت الٰہ حضرت شاہ اہل اللہ سلمہ اللہ جو حضرت اقدس سے حقیقی برادر خورد ہیں

ان کی ولادت سے قبل ایک روز حضرت شیخ بزرگ شیخ عبدالرحیم قدس سرہٗ نے حضرت اقدس کو اہل اللہ کے نام سے پکارا گھر کے خدام نے عرض کیا کہ ان کا نام مبارک تو ولی اللہ ہے اور حضور اس نام سے پکار رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب ان کا ایک بھائی پیدا ہوگا یہ اس کا نام ہے جو میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ پس تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ پیدا ہوئے اور اسی نام سے موسوم ہوئے اور وہ درحقیقت اسم با مسمّٰی یعنی اہل اللہ ہی ہیں۔ ایام طفولیت سے ہی تقویٰ و طہارت اور علم و فضل میں

او ذکر نے کے بعد اپنے چچا نے بھائی مولوی نظام الدین حید صاحب سے جو اپنی کوٹھی کے دوسرے کمرہ میں تھے پکار کر ان کے ایک شعر کا دوسرا مصرعہ دریافت کیا ؎

اے عشق بہتے کر کم قلعہ پاش پاش

تیغ نغم و حاجبہ و شاہد بر آورم!

اس شعر کو پرجوش آواز میں دہرایا اور خاموش ہو گئے۔ بعد ازیں مولوی نظام الدین صاحب قریب پہنچے تو دیکھا کہ روح پرواز کر چکی تھی۔ آپ تین بھائی تھے (ملاحسن فرنگی محلی کے نواسے تھے) تینوں بھائی ذکر و شاغل اور بڑے باوصول تھے۔ دنیاوی وجاہت کے باوجود اس سے بالکل مستغنی۔ بڑے فیاض و کنبہ پرور تھے۔ حسن معاملت و پاکیزگی میں فرد تھے۔ مختصر حال "باباجان کاکوری و تذکرۂ حبیبا حصہ دوم میں ہے۔

نشو و نما پائی۔ فطرت صافی۔ طبیعت عالی۔ ذہن رسا۔ رائے صائب۔ نکتہ سنجی اور روشن ذہنی میں مثل آفتاب کے ہیں۔ تمام کتب مروجہ حضرت اقدس سے پڑھ کر تکمیل کی۔ ذہانت فہم اور باریک بینی میں عالی رتبہ رکھتے ہیں اور علمی مباحثوں میں طبیعت نہایت و شوار پسند ہے۔ کتاب اللہ کی خدمت کیلئے ایک رسالہ لغات القرآن مشتمل بر شرح غریب قرآنی اور بعض توجیہات ضروریہ و بعض آیات مختصر اور کافی کے متعلق تالیف فرمایا کہ طالب علم کو تفاسیر سے رجوع کرنے کی ضرورت نہ پڑے اور رسالہ چہار باب مشتمل بر عقائد و فقہ و عبادات و اذکار و نصائح و حکم ضروریہ لکھے جو نہایت مفید ہے اور علوم فضائل جیسے نجوم و رمل و اطلاع کا مل رکھتے ہیں اور طب میں دست رسا و فراست حاصل ہے۔ موجز القانون میں بعض ضروری مسائل جو مصنف سے رہ گئے تھے اضافہ کرکے رسالہ کو پورا و مکمل کیا لیکن اس فن میں حذاقت کے باوجود بمقتضائے بے پروائی علاج و معالجہ کی طرف کم مشغول ہوتے تھے۔ ایک دن ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک بزرگ عزیز ایک ہاتھی پر سوار جن کے ہاتھ میں ایک لمبا ڈنڈا ہے آئے اور ان سے کہا کہ میں تم کو مبارکباد دینے کے لئے آیا ہوں اور یہ بشارت لایا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے علاج سے شفا پائی یا یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا پائی اس بات سے ان کو نہایت مسرت و سرور ہوا اور اسی وقت سے خدام کو یہ حکم دیا کہ جس وقت بھی کوئی مریض آجائے تو فوراً مجھے اطلاع کرو جس حال میں بھی میں ہوں اور فرماتے تھے مجھے معلوم نہیں کہ کس شخص کے علاج کی وجہ سے درجہ قبولیت حاصل ہوا۔ اس دوران وہ ایک فقیروں کے علاج کا اتفاق ہوا تھا شاید بمقتضائے حدیث قدسی مسرفت غلمہ تعمد لحل اسی نسبت سے ان کی نے ظہور کیا۔ شاعری اور انشاء پردازی میں نادر البیان ہیں۔ نظم و نثر باقی و لپندیدہ اور نثر لطائف و نثر منتف سے پُر بہایت متین و بے نظیر لکھتے ہیں۔ ایک قصیدہ فارسی زبان میں مشتمل بر بیان

معجزات نظم فرمایا اور دوسرا رسالہ عقائد منظوم تھا۔ تقریباً بارہ سال کی عمر میں حضرت
والد بزرگوار قدس سرہ سے بیعت کی اور اشغال طریقت حاصل کئے ازبسکہ فطرت صافی
رکھتے ہیں لہٰذا تھوڑی ہی توجہ سے مورد برکات طریقت اور انوار حقیقت کی شعاعوں
کے مظہر ہو گئے۔ اسرار ولایت کے بیان میں متمکنین محققین کے [illegible]
جمع فرماتے ہیں اور آپ کی تصانیف میں سے ایک رسالہ فوائد ہے جس میں
آپ نے بکثرت معارف طریقت اور اسرار حقیقت بیان فرمائے ہیں۔ شریعت میں راسخ
القدم ہیں۔ اخلاق میں نہایت متانت اور توکل میں بلند مرتبہ پایا ہے۔ اہل دنیا کے
مزخرفات کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتے اور عقل معاد کی طرح عقل معاش بھی اعلیٰ درجہ
الکمال ہے اور کفایت اور عدالت اور اصابت رائے اور تدبیر بے نظیر بدرجہ اتم ہے
ان تمام اوصاف کے باوجود ان تمام امور اور تمام کمالات سے قطع نظر کرتے ہوئے
[illegible] گمنامی کی فطری حسنت ہے اپنے کو لاشئے محض اور منکسر المزاج رکھتے

افادہ۔ حضرت اقدس نے اپنے پہلے سفر کا جب قصد فرمایا تو دستار خلافت
آپ کے سر مبارک پر باندھی اور اجازت ارشاد و بیعت عطا فرما کر حضرت شیخ بزرگ
قدس سرہ کا جانشین کیا اور فرمایا کہ جس طرح ہم کو حضرت والد ماجد سے خرقہ پہنچا
ہے ہم نے بھی اسی طرح ان کو دیا سب لوگوں کو چاہیے کہ ان کو حضرت بزرگ
قدس سرہ کی جگہ پر سمجھیں اب وہ چند واقعات اور کلمات جو ان سے بلفظہ منقول
ہیں تحریر کئے جاتے ہیں۔

افادہ۔ طریقہ کمال ان خصلتوں پر موقوف ہے۔ تزکیہ۔ تصفیہ
تجلیہ۔ تزکیہ سے مطلب ہے اپنے اعمال و افعال ظاہری کو تربیت مصطفوی
سے آراستہ و پیراستہ کرنا۔ کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ
حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر۔ خلاصہ [illegible]

ف [illegible] سے رسول خدا کی پیروی کرنی [illegible] بقیہ بر صفحہ آئندہ۔

اور تصفیہ سے مطلب ہے طبیعت کی صفائی اور دل کو صفات ذمیمہ سے پاک و صاف کرنا۔
اور تجلیہ سے مطلب ہے اوصاف کریمہ سے اسے متصف کرنا۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر
قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ دونوں رباعیاں اس سلسلہ میں کافی و وافی ہیں۔

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ۔ دہ چیز بروں کن از درون سینہ۔ حرص و امل و غضب
دروغ و غیبت۔ بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ۔ خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم
شش چیز بنفس خویش فرما تعلیم۔ صبر و شکر و قناعت و علم و یقین۔ تفویض و توکل و رضا و تسلیم۔

جب قلب و قالب رذائل کی آلودگی سے مطہر و مصفا ہو جاتے ہیں تو وہ
حقیقۃ الحقائق کی تجلیات کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور تخلیہ سے اشارہ ہے دل
کو خس و خاشاک سے خالی اور ماسوی اللہ کی محبت سے جھاڑ کر پاک و صاف کر
دینا تاکہ کوئی مطلوب و محبوب بجز ذات حضرت بیچوں اس کے دل میں جاگزیں نہ ہو اور
کارگاہ بشریت میں جن ضروریات پر نظر پڑے سوا ایسی چیزوں کے جو لابدی ہوں بقدر
لذات، دوسری چیزوں کی طرف مائل و راغب ہو۔ ولنعم ما قال

شعر: ہر کس قانع نیست بیدل ورنہ ز اسباب معاش۔ آنچہ ما در کار داریم اکثرے در کار نیست

اور اس مقام کا حصول دوام ذکر سے کہ لذات کو ختم کرنے والا اور موت الالام ہے۔
اور تجلیہ سے مطلب ہے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم و محبت جس قدر ممکن
ہو کرے۔ اور اس دولت کا حصول یا تو اہل دل کی صحبت سے ہوتا ہے جو اس کے

[illegible] جس شخص کو [illegible] اور روز قیامت [illegible]
[illegible] راستہ اختیار کیا وہ کبھی منزل مقصود [illegible]
دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف کرنا چاہتے ہو تو [illegible] حرص، آرزو، غصہ، جھوٹ،
غیبت [illegible] ریا [illegible] اور کینہ دل سے نکال دو [illegible]
[illegible] شکر، قناعت [illegible] تفویض [illegible]
[illegible] قانع نہیں ورنہ اسباب معاش سے [illegible]

آفتاب دل کی شعاعوں سے مثل ذرہ تاباں و درخشاں ہو جاتا ہے۔ یا مداومت ذکر
مع لزوم الفکر جو اسم ذات یا نفی و اثبات کا طریقہ ہے حاصل ہوتا ہے اور عطائے الٰہی
جس نااہل پر اسکی سابقہ استعداد کے بغیر بھی توجہ فرما دے تو اس کے دل میں
ایسی قوی کشش اور محکم انجذاب ڈال دیتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ لطوع خاطر یا بالاکراہ
ایثار گریبان حضوری یہ اٹھا ہی نہیں سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَاءُ۔

افادہ۔ (آپ نے فرمایا) ۲۴ رمضان المبارک کو جانک سو گیا۔ دیکھا کہ ایک
محفل منورہ سجی ہوئی ہے اور بعض حضرات طریقت کی ارواح جمع ہیں اور مسجد کے دروازہ
پر بند ہونے کے مسئلہ میں بحث کر رہے ہیں۔ آخر کار روئے سخن اس نیاز مند کی جانب کر کے کہا
کہ تم بھی جو کچھ جانتے ہو بیان کرو۔ اور جو راستہ اختیار کئے ہوئے ہو وہ ظاہر کرو۔
میں نے اس پر عرض کیا کہ ان بحر ذخار علوم و احکام اور سرچشمان عقول و احلام کے
ہوتے ہوئے میری کیا مجال کہ اس دقیق مسئلہ میں زبان تحقیق کھولوں۔ اللہ کی بڑی
نعمت کیا کم ہے کہ اس نے اس مجلس مقدس میں حاضری کا شرف بخشا۔ اور ان حضرات
کی بارگاہ تقرب پر جن کے حق میں لا یشقیٰ جلیسہم واقع ہے مجھے جگہ عطا فرمائی۔ فرمایا کیا
حرج ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ ہر شخص اپنی معلومات کے مطابق جو کچھ
جانتا ہے کہتا ہے۔ اور جو جانتا ہے تلاش کرتا ہے۔ ناچار میں نے عرض کیا کہ فقیر کی تحقیق
یہ ہے کہ دروازہ بند ہونے کی صورت میں اگر سونے والا مسجد سے باہر ہے تو مکروہ
ہے ورنہ کوئی حرج نہیں۔ (میری) اس بات کو سن کر تمام حضرات نے تحسین و آفرین
کی گویا حقیقتاً مسئلہ کا جواب یہی تھا۔ اس اثناء میں جو کچھ ان باتوں کا مقصد تھا

مولف شرح کا قول۔ [illegible] ضروری قرار دیتا ہے
[illegible] بیٹھے بیٹھے [illegible] کھینچ جاتا [illegible]
کیا [illegible] نہیں کیا تھا [illegible] شاہ محمد [illegible] رد کر دی۔

سمجھ رہا تھا کہ مسجد میں نوم سے مراد وہ غفلت ہے جو حسب تقاضائے بشری بنی آدم کو
آرام کیلئے ضروری ہے جیسا کہ حدیث انہ لیغان علی قلبی۔ اور حدیث فی حنظلۃ والی
حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ پس اگر غفلت اس طرح کی ہے جو حضور اجمالی و صفائی قلب
کے مانع نہ ہو تو کوئی حرج نہیں سمجھنا چاہئے اس لئے کہ اس قدر ایک نوع بشر سے
ممتنع الانفکاک ہو جدا نہیں ہو سکتی۔ اور جو کچھ ممتنع الانفکاک ہوتا ہے اس کا وجود
حکم عدم میں ہے اور اگر اس طرح ہے کہ خواب غفلت سے افاقہ اور سنۃ الغفلۃ سے
جاگنے کے بعد نور اور صفائی قلب کا کوئی اثر جو سابق احوال میں بسبب حضوری حاصل
تھا باقی نہیں رہا اور اپنے کو اجنبی محض اور بیگانہ محض پاتا ہے۔ اور اپنی نسبت میں
داخل ہونا محض دور مستانفہ میں سمجھتا ہے۔ پس ابرار و اخیار کے طریق میں لا چار کراہت
تنزیہی کا حکم دے سکتے ہیں۔ اور بعض سالکین کو کراہت تحریمی کی نسبت ہی کی
چاہیے۔

افادہ۔ انی قد رأیت رؤیا عجیبۃ رزقنا اللہ ایاکم من برکتہ۔ واما تعبیرہ [illegible] فحدث کانی فی مجلس ناس علیہم سیما الصالحین حوالیہ حیاض وانهار [illegible]۔ [illegible] بان هنالك شجرۃ موسیٰ علیہ السلام التی تجلی علیہ الرب تبارک وتعالیٰ [illegible] تجلی علیہ [illegible] فاذ الشجرۃ [illegible] لیست بکبیر عظیم ولا صغیرۃ حقیرۃ [illegible] اوراقها فی غایۃ الکمال [illegible] فی نهایۃ الجمال [illegible] حصل حضورہ [illegible] حضور وتظهر نسبۃ [illegible] الملکات [illegible] لا یمکن

ہم نے ایک عجیب خواب دیکھا [illegible] برکات سے [illegible] [illegible]

[illegible] مقصد [illegible] سونے کے لئے مسجد میں آنا ہے۔

قوت مدرکہ ہو سکتی ہے۔ برخلاف مجذوب کے کہ اس کے قوائے ادراکیہ کی سستی و کمی کے ساتھ ساتھ
اسکی نسبت ایسی قوی اور غالب ہوتی ہے کہ مبادی خلقت میں قوت عملی کی شمولیت ضعیف
ہے اس وجہ سے کہ اسکی نسبت قوی ہے۔ اور سالک کی فطرت اصلی میں ادراک قوی رکھا
گیا ہے اس لیے اسکی نسبت ضعیف نہیں ہے۔ پس سالک ظاہری و باطنی کمالات کا جامع ہو
اور مجذوب صاحب باطن صرف۔ لیکن وہ قباحت جو بعض سالکین میں بخوف ہو وہ محبت جاہ
اور خواہش فروت ہے پس خلع عمامہ سے کنایہ اس کا ازالہ ہو اور دستار اتار دینے
کا مطلب اسکو دفع کردینا ہے۔

افادہ:۔ ایک رات خواب میں ایک جم غفیر جواریوں اور شرابیوں کا
دکھایا گیا۔ بعض ان میں بیمار و بعض ننگے مدہوش بڈھے خراب خستہ حال خاک
مذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا حال دیکھکر ایک طرح کی ظلمت قلب پر غالب ہو
گئی ایسا کہ بیدار ہوکر حاضر ہونے پر بھی ایک تیرگی کا حجاب طاری ہوگیا۔ میں اس قوت
کے ازالہ کے لیے نماز میں مشغول ہوگیا لیکن اس کے باوجود ظلمانیت کا اثر پورے
طور پر دفع نہیں ہوا۔ اس وقت یہ سمجھ میں آیا کہ عالم مجازات میں گناہوں کا ارتکاب
مردوں کی ارواح پر زندوں کی حالت کے مشابہ کیفیات ڈالتا ہے (اور) اس عالم
میں نشہ آور اشیاء کا مثالی بدن کے زوال کے بعد ایک شدید ظلمت لاتا ہے کہ اسکا
حاسہ ادراک اپنی خرابی و تنگی کے عمل سے سخت ایذا پاتا ہے۔ چنانچہ اسکا
اثر اس عالم میں محسوس ہوتا ہے اور عجیب نہیں ہے کہ اس عذاب کے باوجود دوسرے

صوفی فقہ کا حاشیہ۔ [illegible] جو مخلوق اور زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور صفات پروردگار کی ذات
جو صاحب جلال و عظمت ہے باقی رہے گی [illegible] بعض وہم حس کا ادراک [illegible] ورنہ [illegible]
کرنے میں [illegible] ہر ایک جس حال پر فطرت [illegible]
اس سے انکار کرتی ہے عقل اور نقل۔ اور یہی چیز لطیفے کی فرع ہیں اور اصل ہیں۔

لہ ناسوت۔ بعض حضرات ملکوت کو بھی ناسوت میں شمار کرتے ہیں۔ یعنی ملکوت [illegible] ناسوت

قسم کے عذابوں سے بھی عذاب دیا جائے۔

افادہ:۔ رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات جو حقیقت میں مطلع
انوار صبح سعادت اور مظہر آثار فخر اقبال تھی عالم خواب میں خواجہ بزرگ حضرت معین الدین
چشتی اور قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ اسرارہما کی ارواح
کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہوا۔ گویا ایک عالیشان مجلس منعقد ہے۔ اور یہ دونوں
بزرگ اس جگہ تشریف فرما ہیں۔ اور غالباً درمیان میں سرود بھی ہے یعنی مجلس سرود و سماع
منعقد ہے اور اکثر حاضرین پر وجد اور شوق و ذوق کی کیفیت غالب ہے ان شیخین میں
سے ایک اس محفل کے کنارہ پر کھڑے ہوئے۔ اور دوسرے ان کے مقابل دوسرے کنارہ
پر کھڑے ہوئے۔ اسی اثنا میں ان حضرات کی توجہ وجہ سے اس فقیر کی حالت میں تغیر
پیدا ہوا۔ اور بے اختیار مثل گرد باد و بگولہ غلطاں و پیچاں مجلس کی ایک سمت سے
دوسری سمت جاتا تھا۔ ان حضرات میں سے جسکے قریب پہنچتا تھا تو ان کی ایک قوی
نسبت تیز آندھی کی طرح میری طرف پہنچتی تھی۔ اور ان کی قوت تحریک سے میں
دوسری طرف متحرک ہوجاتا تھا پھر اس طرف سے بھی تیز آندھی کی طرح ایک نسبت آتا
تھا جسکے سبب سے پھر پہلی سمت دوڑ جاتا تھا۔ اسی لگ و دو میں ایک آواز سنی کہ
وہ فرمارہے ہیں "وہ اسکی نسبت اسی معنی کی نسبت لگتی ہے" اگر اس قدر مشترک کی
میں شرح کروں جو دونوں بزرگوں کی نسبت سے جانی پائی ہے تو وہ یہ ہے
(وہ) محض اسم ذات تھا اس کیفیت کیساتھ کہ اسم عین مسمی ہوگیا تھا اللہ کو عین اللہ
دیکھتا تھا گویا ایک سمت سے دوسری سمت تک میں عین اللہ میں گردش کررہا تھا
اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت فائضہ میں اشتراک کے بعد ایک انتہائی باریک فرق ہو
جسکے بیان سے عاجز ہے زبان و قلم دونوں قاصر ہیں۔ صرف یہ علم اور ادراک ہوا
فالحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

افادہ : ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک قطع کر کے بطور تبرک پانی کے برتن میں رکھے ہوئے ہیں اور اب تک ان میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے اور ایک گانے والا ہندی زبان میں گا رہا ہے کہ چار روزے مسلسل یہ بات (ذہن) میں آ رہی ہے کہ مجتہدان دین (اور) علما نے شرع متین بھی نسبت مع النبی میں راسخ القدم ہیں گو کہ ان کا سلوک سالکین طریقت کی روش پر ہو یا نہ ہو یعنی جو شخص چار روز دنیا میں خدا کے ساتھ ہو اس کی روح کی پذیرائی بدن سے نکلنے کے بعد حیات ابدی و سرمدی سے ہو جاتی ہے۔ خواہ اس کا کمال اتقیا و ابرار کے طریقہ پر ہو خواہ اہل سلوک ذوی الافکار کی وضع پر ہو۔ ہر چند کہ یہ راستوں میں قریب ترین ہے لیکن وہ رسم و طریقہ جس کے لیے کسی کہنے والے نے کہا ہے ؎

صنما رہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

راہ پارسائی یہ ہے کہ اعمال صالحہ پر کثرت مداومت سے ظاہر پر ایک نور اور دل پر ایک سرور ظاہر ہوتا ہے اور صفائی قلب و جلائے قالب میسر آتی ہے جو انوار ذکر اور آثار فکر کے شکل مشابہ ہوتی ہے

افادہ : ایسا واضح ہوا کہ بنی نوع انسانی کے مقابلہ میں بہائم و طیور کو حضرت علام الغیوب کی طرف سے مستقبل کا دائمی علم عطا ہوا ہے لیکن مختصر طور پر بلا اطلاع اسباب و علیات۔ اور چند جو بڑے اور طویل العمر ہیں وہ اس کمال میں زائد ہیں چنانچہ ایک دن خواب میں ایک کوے کو دیکھا کہ اس کی کئی ہزار سال کی عمر ہے اور بوجہ ضعف و سستی بدن دوسرے کوے کی پشت پر سوار ہے اور بعض لوگ اس سے حصول مراد و مطالب کی درخواست کر رہے ہیں۔ میں نے کہا عجیب ماجرا ہے کہ انسان حیوان سے علوم کی معلومات حاصل کرے اور اعلیٰ اسفل سے استفادہ فوائد کرے۔ میرے اس تعجب پر عورتوں مردوں بڑوں اور چھوٹوں کے ایک جم غفیر نے استعجاب کیا۔ ثم الثبوت اور دیگر تحقیق یہ ہے کہ حیوانات آئندہ ہونے والے واقعات کو بنی آدم سے زیادہ جانتے ہیں۔ خصوصاً کوے کی اقسام جن کی طویل العمری اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس بارہ میں اپنے ہم جنسوں میں افضل و اکمل ہے۔ پھر اس فقیر نے بھی بعض متوقع باتوں کا سوال کیا اور اس نے اس کے ہونے کا جواب دیا

۱؎ : اے صنم! قلندر (مشرب حقیقی) کا راستہ لائق و بہتر ہے اگر تم مجھے دکھا دو کیونکہ رسم پارسائی کی راہ بہت دور دراز ہے۔

جب دوبارہ حصول کی مدت کی تعیین اور وصول کے بارہ میں استفسار کیا تو اس
نے جواب دیا اما علی ہذا التفصیل فلا نعلم الا قلیلا و فانتبہت من
المنام و تنبہت بہذا السر والعلم عند اللہ الملک
العلام

افادہ: ایک دن مجلس میں برسبیل تقریب بعض محدثین وقت و اعظم نیز بزمانہ کے
اقوال کا ذکر نکلا جو ہمارے دین متین کے قاعدوں اور اصولوں پر شکوک و شبہات
کا اظہار کرتے ہیں اسی درمیان اس فقیر کی زبان پر گذرا کہ رسول الثقلین علیہ
الصلوٰۃ والتحیات کے عموم رسالت کے اثبات کے بیان میں مخالفین و مخاصمین
کو خاموش ولاجواب کر دینے کے لئے دلائل اقناعیہ کے سوا کوئی دلیل ہے ہی نہیں
اس مسئلہ میں بات یہاں تک بڑھ گئی کہ مناظرہ کے وقت اپنے قول کے اثبات
میں اور پرجوش کلام میں میں مخالف کی طرف چلا گیا (یعنی جوش
و بات کی پچ میں) میں اس کے خلاف بحث کرنے لگا) رات کو خواب میں ایسا دکھلایا گیا کہ دو شخص
آسمان سے نیچے اترے جو دو یکہ رنگ گھوڑوں پر سوار تھے وہ دو خوبصورت جوانوں کی
شکل میں عمدہ لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں اور میری تاک میں کھڑے ہیں اور
میں یہ چاہ رہا ہوں کہ کسی طرح اپنے کو ان کے ہاتھوں سے بہ لطائف الحیل کسی
بہانے سے بچا کر اور ان کی نظروں سے بچ کر کسی گوشے میں چھپ کر نکل جاؤں کہ
ناگاہ ان دونوں میں سے ایک شخص نے اپنے گھوڑے کو کدایا اور دو انگلیوں سے
میرا بازو پکڑا اور گھوڑے کی زین کے آگے (خانۂ زین پر) رکھ دیا اس طرح
کہ اس کی گرفت کا اثر اور اس کی دونوں انگلیوں کا دباؤ تین روز تک میں محسوس

لہ (ایسی دلیل جو مخالف کو خاموش کر دے (مسکت دلائل))

کرتا رہا بعد ازاں وہ اوپر کی طرف چلے گئے۔ ایک کے پیچھے دوسرا کبھی وہ سیدھے
بلندی کی جانب اڑتے تھے اور کبھی پرندوں کی طرح آسمان کے افق پر چکر لگاتے
تھے۔ یہاں تک کہ ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک بہت پرانی عمارت اور ایک
وسیع الفضا محل نظر آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نشانیوں میں سے کوئی نشانی
اور تبرکات میں سے کوئی تبرک مثل قدم شریف وغیرہ وہاں موجود ہے۔ مجھ کو
اس مکان کے کنارے پر اتار دیا۔ اور اس پوری سیر و پرواز میں مجھے سرزنش
اور فہمائش کرتے جاتے تھے کہ تم ہی ہوا میں کنکوا اڑاتے تھے۔ کیا تمہارے لئے
یہ مناسب تھا کہ ان خرافات میں ملوث ہو اور میں معذرت کر رہا ہوں اور ان
ناروا باتوں سے انکار کر رہا ہوں کہ میں نے کبھی بچپن میں بھی پتنگ بازی نہیں
کی چہ جائیکہ ایام جوانی اور ادھیڑ عمر میں لیکن وہ میری باتوں کو نہیں سنتے اور
لعنت ملامت کرتے جاتے ہیں۔ ناچار میں نے کہا کہ التائب من الذنب
کمن لا ذنب لہ۔ میں نے کیا یا نہیں کیا۔ کھیلا یا نہیں کھیلا بہرحال میں
توبہ و استغفار کرتا ہوں کہ دوبارہ اس کام کا مرتکب نہ ہوں گا انھوں نے کہا اچھا
وضو کرو۔ میں نے وضو کیا۔ پھر کہا دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے نماز پڑھی پھر
کہا استغفار پڑھو میں نے استغفار پڑھا پھر کہا (اب) جاؤ جیسے ہی انھوں نے
یہ بات کہی میں جاگ پڑا۔ اس خواب کی تعبیر اور اس عتاب و خطاب کی تاویل
میں ایک تردد دل میں جاگزیں ہو گیا۔ اور ایک اضطراب طاری ہو گیا۔ آخر
کار ایسا سمجھ میں آیا کہ دراصل یہ معاتبت اباطیل میں اس انہماک کی وجہ سے
تھی جو اقاویل باطلہ اور شبہات آمیز باتوں میں تھی۔ ربنا لا تزغ قلوبنا
بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب
(یعنی میرے بے بنیاد خیالات کی طرف انھوں نے تنبیہ کی اور یہ.

کہا کہ آپ ان خرافات اور لہو ولعب میں نہ پڑیئے ۔ آپ تو کسب علوم و معرفت
کے لئے ہیں نہ ان بیکار باتوں کے لئے)۔

افادہ : ایک رات خواب دیکھا کہ اس شخص کی روح کو جسم کی آلودگی سے
مجرد کر کے بلندی کی طرف لے گئے یہاں تک کہ اینیت ختم ہوگئی اور وہاں سے
محیط الاعظم کے اوپر لے گئے جس کی مجازاً تعبیر کر سکتے ہیں وہاں تجرد محض محسوس ہوا
(یعنی میں علائق مادی سے مجرد ہوگیا) لیکن اس تمام سیر کے باوجود جہت علو منقطع نہیں
ہوئی پھر اسی اثنا میں عین تجردیت کی حالت میں اپنی محرومی کے احساس نے اس
طرح متکدر کیا جیسے گلاب صاف میں تار عنکبوت (مکڑی کا جالا) حیرت ہوئی
کہ یہ کیا ہے ۔ تھوڑی دیر بعد وہ طبقہ کدر منقطع ہوگیا (کدورت کی حالت ختم ہوگئی)
پھر تجرد اولی کا مجرد دائمی جو اطمینان قلب کا باعث تھا میسر آیا ۔ اس جگہ یہ سمجھایا
گیا کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد تیری روح کو چار گھڑی میں اس مقام تک ہم
پہنچا دیں گے ۔ اور ایسا ادراک ہو رہا تھا کہ حق کے راستہ میں اس طرح مجرد ہو کر
گذرنا اس شخص کے حق میں ہے جو سب سے پہلے عاقبت میں دکھلایا جائے گا
اور کہا جائے گا کہ یہ تمہارا معبود ہے اور مومنین اس سے منھ پھیر لیں گے کہ یہ
ہمارا معبود نہیں ہو سکتا ۔ بعد ازاں رویت ذات سے مشرف فرمائیں گے ۔ واللہ
اعلم

افادہ ۲۱ رمضان المبارک کی شب میں [illegible]
ہوئی ۔ ایسا معلوم ہوا کہ ارواح کا اپنے جسم لطیف سے جدا ہونے کے بعد آناً فاناً
اور زماناً فزماناً ایک قوی تحلیل اور بحکم اضمحلال تشخصات جزئیہ کے آس پاس
راہ پاتا ہے جیسے نمک اگر پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ رفتہ رفتہ اسی پانی
میں تحلیل ہو جائے گا اسی طرح ان کے عوارض جسمانیہ کا انفکاک آہستہ آہستہ

تاخیر کے ساتھ ان سے ملحق ہو جاتا ہے ۔ یہاں تک جزو لایتجزی٭ اور انانیت
صغریٰ میں سے کوئی نقطۂ بسیط جزو وجود میں باقی نہیں رہتا ۔ گویا تاریک راتوں
میں روشن ستارے دور سے تاباں و درخشاں دکھائی دیتے ہیں اور وہ ہمہ تن عالم
تجرد کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور بقیہ آثار جسمانیہ کا ازالہ کرتے ہیں ۔ اسی دوران
حضرت قبلہ گاہ قدس اللہ سرہٗ کی روح پر فتوح کا شرف ملازمت حاصل
ہوا اس طرح پر کہ بغیر امر بسیط جو عالم کون و فساد کی ترکیب کے مراحل سے
بہت دور ہے کوئی دوسری چیز محسوس نہیں ہوتی مگر صرف دو روشنیاں جو
انتہائی سفیدی و براقی میں اپنی ہی قسم میں سے ہیں اور یہاں پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ
وہ بھی آثار تشخص رکھتی ہیں ان کو بھی چھوڑ دیں اور صرافت اصل سے ملحق ہو کر انانیت
کبریٰ میں داخل ہو جائیں ۔ اسی کے درمیان ایک چھوٹا ستارہ ہے جو حافظ
علیم اللہ جھلیؒ کی روح کی نشاندہی کر رہا ہے اسی صفت سابقہ اور اداء باقیہ
کے ساتھ جو بیشمار تھیں اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی ۔ والسلام علی
من اتبع الہدیٰ

افادہ : رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں سے ایک رات صبح سے قبل
میں مراقبہ میں تھا کہ ناگاہ لطیفۂ قلبی گویا ہوا کہ مخزن علوم غیب اس وقت کھول
دیا گیا ہے جو سوال کیا جائے گا فوراً اس کا جواب دیا جائے گا ۔ دل متفکر ہوا
لیکن سوا چند امور کے اور کچھ یاد نہ آتے جو پوچھے جاتے اور جو کچھ اس سے
سوال واقع ہوا اور اس کے جواب سے متاثر ہوا یہ تھے ۔

سوال : اعمال جوارح کا کیا ثمرہ ہے اور حضرت حق کی حضوری میں ان سے کیا فائدہ
ہے ؟

٭ ایسا جزو جس کی تقسیم نہ ہو سکے ۔

جواب: حضور صرف مثمر جمعیت اور سرور قلب ہے اور اجسام کے انسلاخ کے بعد حضرت حق کا ظہور ہے۔ اور اعمال جوارح نعمات خارجیہ کے اضافہ کیلئے موثر ہیں جیسے حور و قصور اور انہار و اشجار۔

سوال:۔ مذہبوں اور ملتوں میں کون سا مختار ہے؟

جواب:۔ وہ جس میں توجہ الی اللہ ہو وہی بہتر ہے (عالم دوباقی ہے) اور توجہ الی اللہ کے لئے یہ مقرر کیا ہے کہ انسان اپنے مقدم (عالم آخرت) کی طرف اپنے وسیلے کے ذریعہ وسیلہ ڈھونڈتے ہوئے ابھر رہا ہے اس حالت میں کہ سب ذرائع سے بچا ہو اور حق سے عاجزی کرتا رہے (توجہ الی اللہ کے لئے عاجزی کے ساتھ اپنے علو کی طرف وسیلہ اختیار کر کے حرکت کرنا شرط ہے)۔

سوال:۔ دعاؤں کو اس زمانہ میں کیوں زیادہ تاثیر نہیں ہے؟

جواب:۔ روح کی قوت بسبب قرب انقضائے دورہ رباقی نہیں رہی ہے واللہ اعلم بمرادہ۔

سوال:۔ اہل سلوک سے کشف و کرامت کے آثار کیوں نادر الوجود ہیں؟

جواب:۔ اکثر اس زمانہ میں تعرب من اللہ بسبب ذکاء الطبع غالب ہے (وہ اپنی سمجھ کے مطابق یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم کو نقشہ حاصل ہو گیا)، اور مقامات باطنیہ عبور سرسری واقع ہوتا ہے۔ اور یہ مقامات بالمنزلہ عبور، متانت اور کثرت ذکر کا ثمرہ ہیں۔

سوال:۔ اخیر کے احوال کیا ہیں؟

جواب:۔ ذکاء و فطنت

سوال: اخوی شاہ محمد عاشق کے احوال کیا ہیں

جواب میں ایک انتہائی چمکدار تارے کا [illegible] کا مجھے دکھایا گیا جسے کہا ہیں یہ بھا۔ جواب ملا استقامت

افادہ:۔ ایک بچہ کی حالت نزع کے وقت جبکہ اس کی زندگی سے پوری

مایوسی تھی اور اس کی وفات کا انتظار رہتا کہ عام و خاص کو یہ دکھائی دیا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور اس کا نزول و دیوار کے سرے تک دکھائی دیا۔ اس سے یقین ہو گیا کہ ولو نستوفنا ملکاً لقضی الامر۔ دو باتوں میں سے ایک ضرور واقع ہوئی۔ یا صحت از مرض یا عروض بامرض۔ اسکی صورت یہ تھی کہ ارک کی ایک لوح جز رنگ کا ہی برابر جسکی لمبان دو بالشت سے کچھ کم۔ اور اس کا عرض پانچ چھ انگل ایک طرف مربع شکل اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ مدور۔ اس عجوبہ [ ] ۵ شکل کے مطابق۔

افادہ:۔ ایک رات جب نیند سے آنکھیں کھولیں تو ایک ستارہ اپنے سامنے افق پر تاباں و درخشاں دیکھا گویا چشمک زنی کر رہا ہے۔ اور یعنی اس کی طرف سے میرے دل میں ڈالے گئے کہ میں مبدء فیاض کا دریچہ ہوں یعنی قبض و بسط کی حرکت جو مجھ میں ہے وہ ارباب طلب کے سلوک کے لئے ایک دروازہ ہے۔ اور کیفیت حضوری کے افاضہ کے لئے ایک راہ ہے گویا اس ستارہ کی تاثیر اسی بات کے لئے مخصوص ہے حالانکہ اہل نجوم نے اس بات کی نسبت مشتری کی طرف کی ہے۔ اور وہ دوسرا اتفاق اس کے بعد پھر میں نے کتنا تلاش کیا نہ پایا۔

افادہ:۔ ایک دن ایسا مشہود ہوا کہ حضرت حق بلاکیف تشریف لائے اور ساعت بہ ساعت اس فقیر کے متصل ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ سینہ میں داخل ہو گئے پھر دل میں اتر گئے حتی کہ عین انا ہو گئے۔ اس وقت بیچوں احوال عجیب تھے یعنی غیبت، حضور اور انانیت۔ اس کے بعد میں ہوشیار ہو گیا۔ اور دل میں ایسی راحت اور سینہ میں وہ سکون و آرام پایا کہ زبان سے اسکی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ اور شاہ بو علی قلندر قدس سرہ نے وجد کی حالت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے کیا خوب پیارے یعنی ان جاء المحبوب بیت الحبیب ماذا یفعل بہ دنیا ھل معنا۔

[illegible] المحبوب محب کے گھر میں آئے تو وہ محبوب کے ساتھ کیا برتاؤ کریگا۔

عبارت میں آسانی سے بیان کرسکتا ہے۔ برعکس اس فہم اور برخلاف اس وہم کے۔ ایک
رات شام سے صبح تک ایسی حالت گذری اور عجیب کیفیات دل پر اس طرح چھائی رہیں کہ
زبان سے ان کا اعتراف ممکن ہی نہیں اور عجز اس کے کہ اقرار اپنی لکنت اور بیرو پنا کا
بھتا نہیں کہہ سکتے کہ کیا تھا اور کیا نہ تھا اور نہ لکھ سکتے کہ کیا دیکھا اور کیا دکھلایا گیا
والعلم عند الملک الودود ۔

افادہ :۔ ایک چڑیا کو میں نے دیکھا کہ دیوار پر گھونسلا بنا رکھا ہے اور دیوار
کے نیچے دانہ چننے کے لیے اپنا سر گھونسلا سے باہر نکالے نیچے اترنے کے لیے تیار بیٹھی ہے
اچانک وہ خود اسی جگہ بیٹھی رہ گئی اور ایک صورت اس سے جدا ہو کر زمین پر آئی اور
دانہ چنا پھر بطریق رجعت قہقری اپنی اصل سے جا کر مل گئی اور اس انفصال اتصال
کے مابین ایک خط تھا جسے اسکی "جنبل ندی" سے تعبیر کرسکتے ہیں جیسے مکڑا اپنے لعاب سے
ایک رسی بناتا ہے اور اس کے ذریعہ چڑھتا اترتا ہے۔ اور اس خط کے ہر ہر حصہ میں
درحقیقت اسکی صورتیں ظاہر تھیں۔ پس یہ معلوم ہوا کہ گویا دیوار کے اوپر سے نیچے تک
چڑیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اور اس پرندہ کا دانہ چننا گویا بطور متعاقبہ کی وساطت سے
اس دوسری طرف کے پرندہ کا دانہ چننا ہے۔ اور اس کا فعل اس اصل پرندہ کی طرف
جو اپنے گھونسلہ میں بیٹھا ہوا تھا اس ماجرے اور مکاشفہ کی دید کے سلسلہ میں چند
باتیں میرے دل میں ڈالی گئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بنی آدم کو اس قسم کی کرامات
اور خرق عادات صفائی باطن اور انجلائے مواطن کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ بعض جو
کہ جو انسان کے مشابہ ہوتے ہیں بلا سابقہ کسب و اجتہاد اپنی اصل خلقت میں حاصل ہوتا ہے
اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عالم مثال کے انتقالات و انفصالات اسی طرح ہوں گے کہ
اس کی حقیقت سے اس کے ارادہ کے ہمراہ کالبد مثالی منفصل ہو جاتا ہے کہ جہاں چاہے
جائے اور جب چاہے لوٹ آئے۔ اور اپنی اصل کا عین ہو جائے۔ ان کے مابین ایک
ذریعہ ہے جو موافقت اور علیحدگی کا متکفل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ملائکہ علویہ و سفلیہ اور
تنزلات الٰہیہ یہ ہے کہ حضرت حق کی تجلی نار و نور کی صورت میں اس قسم کی ہے کہ اسکی

اصل حقیقت کو حلول و تداخل نہیں ہے لیکن ایک بے کیف ظہور اور بیچوں بروز ہوتا ہے
جو انی انا اللہ رب العالمین متحقق و ثابت کرنے والا ہو سکتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ
اس صورت طاریہ لطیفہ پر اس امر بے کیف کا علم محال ہے

ای معیت در نیایہ عقل و ہوش	زیں معیت دم مزن خاموش

والعلم عند الملک المتعال ۔

افادہ :۔ عوارض جسمانیہ کے مرتفع ہونے کے بعد روح انسانی کو ایک عجیب
سیر درپیش ہوتی ہے جو ہر لحظہ اور ہر گھڑی ایک دوسری کیفیت کا ظرف متحقق ہوتا رہتا ہے۔
اگر وہ اہل سعادت میں سے ہے تو اسکی ہر سیر میں ایک جداگانہ لذت و فرحت اور حیرت افزا ترقی
ہے۔ اور نعوذ باللہ منہا اگر وہ اہل شقاوت میں سے ہے تو اس کا ہر بات میں ایک الم
اور ایک مزید نقصان حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ مسرت و خوشی جو بسبب دولت علوم
کے خصوصی منزلت کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ ... لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا
خطر علی قلب بشر ہے اس لیے کہ اس عالم میں کوئی شخص علاوہ عرفاء کے عالم علم
سے بھی آگاہ نہیں۔ کسی حال تک پہنچنے کو کیا سوال۔ اور عرفاء بھی جو اس دولت علمی
سے فائز ہو گئے ہیں اور اسکو لوگوں میں سب سے بہتر لذت رکھتے ہیں وہ اس کا پرتو بھی
اور یہ اس کا عشر عشیر ہے جو آخرت میں حاصل ہونے والا ہے۔ جب طرح پیشگی تخیل
میں اس کی صورت پیر مصور کردی ہے۔ جس طرح عود کو جب آگ پر رکھتے ہیں تو آہستہ
آہستہ اس کا دھواں اجزائے لطیفہ سے بلند ہو کر ہوا کے ذریعہ دور تک پھیل جاتا ہے
اور مشام عالم میں پہنچتا ہے۔ اور ان کا دماغ اس سے ایک لذت وافر اور حلاوت
مشکل فراہم کرتا ہے۔ یہی ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا عین رأت ولا
اذن سمعت الخ واللہ اعلم ۔

لہ ... عقل و ہوش ... اس معیت کے سلسلہ میں دم نہ مارو اور خاموش رہو۔
لہ ... اور ... کسی انسان کے قلب پر ... خطرہ گذرا۔

استعانتہ بذلک ان تقرر هذه التشبیة
بالشمس فی المرآة والقمر ماء الفرات او
السراج فی الفانوس نارہ منور ونورہ
محسوس وهو الذی مثل الله به
تبارک وتعالی نور نفسه فی کتابه العزیز
فقال الله نور السموات والارض مثل نوره
کمشکوۃ فیها مصباح وبعد ما صورت
هذه التصاویر وقررت هذه التقادیر
لا یخفی علی من علم الحق ولا یخفی انه
هو الاول والآخر والظاهر والباطن
وهو بکل شیء علیم ۔

اور تم پر ان مضمونوں کی تشبیہ لازم ہے
اسکی مثال یہ ہے جیسے سورج کا آئینے میں
یا چاند کا فرات کے پانی میں منعکس ہونا یا جیسے
چراغ کا فانوس میں ہونا۔ اسکی آگ روشنی دینے والی اور
اس کا نور محسوس ہے (یعنی) اور اصل نور یہی اور یہی
وہ مضمون ہے جسکی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مثال
دی ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح
دی ہے۔ اور اس کے بعد ان تصاویر کی
صورت کھینچ دی ہے۔ اور ان تقادیر کو ثابت
کر دیا ہے جس نے حق اور اخفی کو جانا۔ اسپر
یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی کیونکہ وہی اول
و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۱؎ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے روح کو عالم امر سے بنایا (عالم امر وہ عالم ہے
جس میں حقیقت محمدی کے انوار اور احوال بن کر ظاہر ہوئے۔ روح حقیقت محمدی کا وہ عالم ہے
جو ربوبیت کا مظہر ہے) اور درود وسلام ہو قیامت تک ہمارے سردار افضل البشر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے آل واصحاب اور تابعین پر۔ اما بعد: یہ وہ
باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے اپنے وجود کی تجلی کے دوران مجھے
الہام کیں کہ وہ ملک وملکوت کے عوالم میں اپنی ذات وصفات کی تجلیات کے ساتھ
متجلی ہوا۔ ملک سے مراد عالم اجساد اور ملکوت عالم ارواح کو کہتے ہیں، عالم اجساد وہ ہے
جسمیں اس نے اپنے صفات جمالیہ یا جلالیہ کو روشن فرمایا۔ اور عالم ارواح وہ ہے
جسمیں اپنی ذات کو روشن کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تخلیق کا ارادہ فرمایا

تو عالم ناسوت میں انکی مٹی کو اپنے صفات کے ظہور کے مطابق خمیر کیا پھر اسپر اپنی ذات
کی تجلی فرمائی پھر اس میں روح پھونکی۔ اور فرشتوں کو ان کے سجدہ کا حکم دیا (یعنی
آدمؑ میں اپنی ذات وصفات کو روشن فرما کر ان کو ربوبیت کا مظہر بنایا۔ اور فرشتوں
کو جو افعال عالم سے متعلق اور تدبیر عالم کے لئے عقول سے پیدا کئے گئے ہیں ان کے
سجدہ کا حکم فرمایا۔ یعنی افعال وصفات کو عبادت ذات کا ذریعہ بنایا) پس ان میں
(آدمؑ میں) روح کا پھونکنا۔ ان کے مضغۂ قلب میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے۔ اور اس
تجلی کی نورانیت مضغۂ قلب کے پردوں میں محجوب ہے بعض پردے دوسروں کے
مقابلہ میں زیادہ روشن اور چمکدار ہیں۔ اگر یہ حجابات نہ ہوتے تو مضغۂ کا لطیف جوہر
اور مقدس کا جگر پر ہونا ممکن نہ ہوتا (یعنی وہ نور ذات جو لاتدرکہ الابصار
وھو یدرک الابصار ہے اور جس کی گنجائش زمان ومکان میں نہیں ہے قلب
مومن میں نہ سما سکتا) جیسے تم سورج کو بغیر حجاب کے نہیں دیکھ سکتے۔ کہاں مٹی
اور کہاں رب الارباب۔ یہ حجابات مختلف ستر ہیں۔ صوفیاء کی زبانوں پر ان
کے نام: قلب، روح، سر، خفی، اور اخفی ہیں۔ جیسے آنکھ کا نور آنکھ کی
رطوبت میں ودیعت ہے۔ اور رطوبت آنکھ کو محفوظ رکھتی ہے آنکھ کے نور کی
بقاء اس رطوبت میں ہے۔ وہ آنکھ کے تنگ ڈھیلے میں قائم نہیں رہ سکتا۔ نیز وہ
طبقات جو یکے اور یک میں اسکو محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس چیز کا جو انتہائی
قدوسیت اور پاکیزگی میں ہے کیفیت صفت یا علقیت کے تعلق کے ساتھ
بغیر ان لطائف لطیفہ اور پاک طبقات کے قائم ہونا محال ہے۔ اور مجھے مثال
دی گئی۔ اور اس بات کا الہام کیا گیا کہ ایک سرخ رنگ کے یاقوت کی طرح جو
نہایت چمکدار اور آب وتاب رکھنے والا ہے اور اس کی شعاعیں حجاب کے پیچھے
سے اس طرح چمکتی ہیں۔ کہ ان کا رنگ زردی مائل آسمان کے افق میں سورج
کے طلوع وغروب ہونے کے رنگ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اور اس وقت من عرف
نفسہ عرف ربہ کا سر ظاہر ہوا یعنی لطیفۂ نفس کا زردی مائل لطیفۂ روح کا سرخ

رنگ ہے جو حجابات کے باعث نفس میں زردی مائل ہو گیا ہے۔ یہ راز کھل جاتا ہے کہ
بعد ازاں جب ادراک کرنے والے نے اپنی ذات کا ادراک کیا جس کی طرف انا سے اشارہ کیا
جاتا ہے تو پہلے تحقق میں ایک تعین فانی جسمانی تعین کے علاوہ پایا۔ پھر جب اس نے
کی تو ایک دوسرا تحقق پایا جو پہلے تحقق کے علاوہ تھا۔ اور اس کا تعین پہلے تعین کے
مقابل تھا۔ اور اسی طرح ایک تعین دوسرے تعین کے مقابل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کا
علم انا رابع انائے ثانی تک پہونچا جس کی طرف وفی الاخفیٰ انا میں اشارہ ہے۔ اور
یہ ایک نقطہ وحید ہے جو امکانیت کی پوشاک میں متجلی ہوا ہے۔ ہم ان مضمون کی
تعبیر اس طرح کرد۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے سورج کا آئینہ میں منتقل ہونا
یا چاند کا فرات کے پانی میں یا چراغ کا فانوس میں ہونا۔ اس کی آگ روشنی پہنچانے
والی ہے۔ اور اس کا نور محسوس ہے یعنی نورٌ علیٰ نور کا مطلب ہے کہ انائے
حقیقی کا نور محسوس نہیں ہے لیکن جب وہ انائے انسانی میں پوشاکِ امکانیہ میں
ظاہر ہوتا ہے تو نور محسوس بن جاتا ہے) اور اسی مضمون کی مثال اللہ نور
السموات والارض ہے اور اسی کے بعد ان تصاویر کی صورت کھینچ دی
ہے یعنی نفس، قلب، سر، خفی، اخفیٰ اور انا ان تعینات مدرکہ کی تصاویر ہیں
جو ایک دوسرے کے مقابل قائم ہوتی رہیں۔ اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی
تفسیر بن گئیں) اور ان تصاویر کو ثابت کر دیا ہے۔ یہ بات اس پر کھل جائے گی
جو خفی اور اخفیٰ کو جان لے گا کیونکہ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور
ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ [illegible]

افادہ ۷۵ :۔ رمضان المبارک کی بعض راتوں میں خواب میں ایسا دیکھا گیا
کہ تقریباً دو ورق کا ایک مکتوب نفوس کی تکمیل کے بیان میں عالم غیب سے ظاہر ہوا
اصلی عبارت نہایت صاف لکھی ہوئی ملی جلی نثر و نظم میں تھی گویا بعینہ فقرات
خواجہ احرار تھے کہ پوری ہمت توجہ الی اللہ اور اعراض من حب غیر اللہ میں صرف
کرنا چاہیے۔ اس کا پہلا شعر جو ان تمام بیانات کا خلاصہ تھا یاد رہ گیا باقی سب

غالب نسیان ہو گیا۔ ع[1]

جہاں در عشق حق باید عدم با ساز و سامانے
زتن ماند نہ جاں ماند بماند جانِ جانانے

---

[1] یعنی عشق حق میں ایسا فنا کر دینا چاہیے کہ نہ جسم باقی رہے اور نہ جان بلکہ صرف جانِ جاناں رہ جائے

ذکر حضرت اقدس کے ان بعض اصحاب کا جن کے بارے میں معزز اور موقر خطابات مختصر طور پر صادر ہوئے ہیں۔ اور آپنے اپنے بعض مکاتیب میں خاص طور پر ان کے بارے یہ تحریر فرمایا کہ نعمات الٰہی جو جانی دوستوں کے حق میں مشاہدہ کی گئی ہیں۔ ان کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے

ای کہ نعمتہائے تو از حد فزوں ⁂ شکر نعمتہائے تو از حد بروں
عجز از شکر تو باشد شکر ما ⁂ گر بود فضل تو ما را رہنموں

منجملہ ان کے وہ ایک دو شخص کے مابین رہے ہ انتہائی محبت رکھتے ہیں۔ اور ہر شے میں شرکت رکھتے ہیں۔ اور اشیاء کی طلب میں خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی۔ غیبت ہو یا حضوری۔ غرضکہ اتحاد بھی میں ایک ہی جسم وجان ہیں۔ یہ پاکیزہ خصلت جب تک ان میں باقی و قائم رہے گی۔ انشاء اللہ حضرت اقدس کی نورانیت بڑھتی ہی رہے گی اور اس کے ساتھ ساتھ مشکلات دنیا ترک رغبت عز لقہ بہ ضرورت۔ اور مالک جل جلالہ پر اس کے مظاہر میں ترک اعتراض کی سنت ہے۔ اور یہ صفت جس وقت تک بھی ان میں باقی رہے گی۔ ان کے مراتب میں ترقی ہوتی ہی رہے گی

ف۔ یہ دو ذوات ہیں [illegible]

اس حقیقت کے دل میں آپس کی محبت نے مل کر ایک خمیر بنایا جس سے نتائج و برکات پیدا ہوئے۔ انشاء اللہ ہر ایک کے بارے میں مفصل طور پر لکھا جائے گا۔ اور جاننا چاہیے کہ اس بندہ کاتب حروف نے ان بزرگوں کے حالات کے بیان میں ہر فرد کے سلسلہ میں انتخاب جو کچھ تحریر کیا یا دفعاتاً بیشتر اسی پر اعتماد اور اکتفا کیا۔ اور اگر کسی چیز کا اپنی فہم ناقص سے اس میں اضافہ کیا تو اس کو بھی حضرت اقدس سے عرض کیا جب اس کو تقریری طور پر آپ سے سن لیا تب تحریر کیا۔ الحمدللہ وہو ولی التوفیق و فی جمیع الاحوال خیر رفیق

ذکر قدرے در احوال واقوال قدوۂ طالبان راہ عمدۂ سالکان حق آگاہ عالم الفروع والاصول جامع المنقول والمعقول صاحب الذوق والوجدان کامل العلم والایقان عرفان پناہ شاہ نور اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت اقدس کے بزرگترین خلیفہ اور قدیم اصحاب اور احباب کاملین میں سے ہیں۔

بدو شعور ہی سے علم و فضل کی تحصیل پر مجبول و مفطور تھے اور توفیق و اصلاح سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ ایام طفولیت ہی سے اپنے حسن ادب کی وجہ سے حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے منظور نظر تھے۔ ابتدائی کتابیں شیخ بدر الحق سے پڑھیں جو حضرت اقدس کی والدہ کے ماموں تھے اور آپ کے خلفاء اور علماء راسخین میں سے تھے منجملہ ان سب کے حضرت شیخ بزرگ اور حضرت جدی قدس اللہ اسرارہما کے شاگرد میں سے تھے۔ اور ہر دو بزرگوار کے حضور میں مقامات طریقت سے فیضیاب تھے متوسطات کی چند کتابیں کاتب حروف کے والد ماجد سے پڑھیں اور جملہ کتب کی تحصیل حضرت اقدس سے کی۔ فہم سلیم، جودت ذہن اور استقلال و ثبات قدمی بدرجہ کمال فائز ہیں۔ روشن الدولہ ظفر خاں کے مدرسے میں طالب علمی کے دوران وظیفہ یاب رہے۔ انھیں ایام میں ایک دن حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے مزار پر انوار کے نزدیک حضرت اقدس کے پاس (آپ بھی) بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اس صاحب مزار کے اشارہ کے بموجب ان کو بیعت کا حکم دیا انھوں نے اسے نعمۃ من نعمات اللہ جان کر قبول کیا۔ اور اسی مجلس میں شرف بیعت حاصل کیا اور ہمجناب کے اشغال طریقت میں سے ایک شغل کا استفاضہ کیا۔ پھر تھوڑے ہی دنوں بعد حضرت مرشد حقیقی نے ان کی استعداد و استغنائے کامل ملاحظہ فرما کر

اور ہمت قوی و بلند دیکھ کر وظیفۂ ظفر خانی کے ترک کرنے اور فقر اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد عالی ان کے دل پر اثر انداز ہوا۔ باوجودیکہ اس کے لیے وظیفہ فرض والدہ ماجدہ کی خدمت اور ان کی خوشنودی و رضامندی کے لیے قبول اور اختیار کیا تھا لیکن اِذَا جَاءَ نَهْرُ اللہِ بَطَلَ نَهْرُ عِیْسٰی[1] سب کو ترک کر دیا اور تجرید تام اختیار کر کے اپنے مرشد برحق کے حسب الحکم کفنی پہن لی۔ بعدہٗ جب مرشد برحق نے ان کے دل کو علوم رسمیہ (علوم ظاہری) کے دقائق اور ان کے غور میں شغف تمام دیکھا۔ اور اس بات کو راہ سلوک میں حارج پایا تو مذاکرہ علمیہ کی مجالس میں جانے سے علٰحدگی کا حکم دیا۔ انھوں نے حسب الحکم تھوڑے ہی عرصہ میں اس ریاضت کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اسی دوران وہ دشوار گزار اور سخت سفر درپیش ہوا جو حضرت اقدس نے پہلی بار اختیار فرمایا تھا آپ نے جو خدمات شاقہ انجام دیں کسی اور سے نہ ہو سکیں۔ سفر کی مشقتوں پر صبر اور تمام رفقاء کی خدمت از قسم طعام و بار برداری۔ مریضوں کی تیمارداری اور مختلف الطبع ہمراہیوں کی رضا جوئی حلم اور خندہ پیشانی کے ساتھ بغیر کسی اظہار ملال وکلال کے جس طرح اپنی بے نفسی سے ان سے وجود میں آیا کسی دوسرے سے ممکن نہیں گویا وہ سفر آپ کے لیے سخت مجاہدہ اور ایمان کی کسوٹی بن گیا جب ان کی استعداد کھرے (خالص) سونے کی طرح ہو گئی تب حضرت اقدس کی عنایات بے غایت کے مرکز و مقصد اور انوار و اسرار ولایت کے مہبط ہو گئے۔ اس سفر مبارک سے واپسی کے بعد حضرت اقدس قصبہ بڈھانہ جو آنجناب کے مخلص مریدین کی اقامت گاہ تھا تشریف لائے ہوئے تھے وہاں آپ کو از خود بقبیل الہامات الٰہیہ سے خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ پھر اس کے بعد علوم ظاہری کے درس کا حکم دیا اور رشد و ارشاد کے کام پر مقرر فرمایا۔ ان توجہات عالیہ کی برکت سے ایک عالم ان کے فیض تربیت اور صحبت کی برکت سے صحرائے جہالت سے نکل کر علم و فضل کی روشن منزل اور راہ حق پر پہنچ گیا۔ اور ضلالت کی پستیوں سے نکل کر ہدایت کی

[1] جب اللہ کی نہر آئی تو عیسیٰ کی نہر باطل ہو گئی۔۔۔

بلندیوں کو چھونے لگا۔ اور گرد و نواح کے بکثرت مشائخ دل و جان سے آپ
کے مطیع و معتقد ہو گئے۔ ان کے ایک شاگرد نے ان کے ٹڈھانہ پہنچنے کی تاریخ
اس مصرعہ سے نکالی ہے۔ ع اے آمدنت باعث آبادی ما

٨ ٣ ١ ١ھ

بالجملہ آپ کی ذات مجمع کمالات ہے۔ اور آپ متصف باوصاف حمیدہ ہیں
اور فطرتاً تمام خصائل ذمیمہ سے پاک و منزہ ہیں بغیر ریاضت و مجاہدہ کے
ہوئے۔ اور قلب و روح کا تصفیہ و تجلیہ حضرت مرشد برحق مدظلہٗ کی توجہ سے
علی وجہ الکمال بغیر کوشش و محنت کے حاصل ہو گیا۔ مقامات سلوک میں قانع اور
متوکل ہیں۔ دنیا اور اہل دنیا سے بے پروا اور ان کے معاملات میں مداخلت نہیں
کرتے۔ اور اس میں ثابت قدم ہیں۔ وجد و شوق میں انتہائی لطیف حالت و ولولہ
ذوق میں ایک شریف کیفیت رکھتے ہیں۔ اور تحمل اور بردباری میں بلند مرتبہ حاصل
کیا۔ ان کا وجود گویا حلم مجسم ہے جس میں درشتی مزاج نام کو نہیں ہے اور صفت
عدالت میں انتہائی کمال رکھتے ہیں۔ مخاطبات و مکاتبات اور تقریر و تحریر اور
مباحثہ علمیہ میں ایک خاص اعتدال محفوظ رکھتے ہیں جس سے بہتر ممکن نہیں۔ اور ہر
ایک سے اس کے مناسب حال معاملت کرتے ہیں۔ اور قولاً و فعلاً ایسے مرتبہ پر
پہنچے ہیں جو دوسرے میں پایا جانا محال ہے۔ کاتب حروف کے نزدیک حسن اخلاق
و آداب میں امامت کی لیاقت ان کے لئے مسلم ہے جناب حضرت مرشدنا و مولانا
نے مندرجہ ذیل مثال اپنے قلم سے تحریر فرما کر آپ کو عطا فرمائی:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ تعالیٰ فی عبادۃ نفحات ومن
تلک النفحات بالنسبۃ الی اخینا الفاضل
اللبیب الکامل الحبیب الشیخ نوراللہ بن
معین الدین البھلتی نور اللہ ظاھرہ وباطنہ

بیشک اللہ تعالیٰ معرفت کی خوشبو دینے والا بندوں
میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان عبادات کو قبول فرمائے
ہے جس میں خلوص و معرفت کی خوشبو ملی ہے
اور ان نفحات میں ہمارے فاضل و ذہین بھائی

بنور مرضیاتہ وظھر بارزہ وکامنہ
بظھور ذکرہ وطاعاتہ من حیثیتہ من
باطنہ لتحصیل علوم الدین من الحدیث
والتفسیر والفقہ والاصلین وغیرھا
وقادہ الیہ فما کان خاطرا فی قلبہ
وما خشینا علیہ
ثم جاء المدد تتری
یترقی مرۃ بعد اخری ویسیر فی الامم
الذی اراہ اللہ لنا وسار فیہ عباد
اللہ الصالحون قبلنا نذرت فیہ توجہ
المحبۃ وفک رھان المسلکۃ ثم انقادت
انانیتہ وجالت فی میادین التوحید تحقق
ثم خلص الی الشھود الصراح ثم رجعہ
من حیث کان السراج وھذا ھی
طریقۃ السلف والخلف الصالحین ومما
انشدت فیہ ؎ لقد بلوتک فی سلب
وعقبی فما وجدت الا اخالص
الذھب ولم تسم بنور اللہ الا لانہ
عما قلیل یکون النور فادتقب۔

زیرک، عقلمند و کامل دوست شیخ نوراللہ
بن معین الدین بھلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے
ظاہر و باطن کو اپنی رضیات کے نور سے منور
فرمائے اور ان کے لطائف باہرہ و کامنہ کو اپنے
ذکر کے ظہور اور اپنی عبادات سے مطہر فرمائے
ان کی باطنی حیثیت علوم دین کی تحصیل کیلئے جیسے
تفسیر، حدیث، اصول حدیث و فقہ اور علوم
فقہ وغیرہ میں مسلم ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے
اسکی (علم دین) طرف متوجہ فرمایا۔ پس طلب
کی دھن ان کے دل میں راسخ و مستحکم ہو گئی
اور وہ اسکی طرف جولاں ہو گئے پھر ان
کے سلوک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
ارشاد فرمایا کہ: پھر اعانت الٰہی ان کے
شامل حال ہوئی اور وہ برابر اور روز بروز
ترقی کرتے رہے اور اس گروہ میں شامل
ہو گئے جن کو اللہ نے ہم کو دکھایا اور اس
گروہ میں اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہو
گئے۔ ہم میں کم لوگ ایسے ہیں جن میں توجہ کی
محبت شاذ ہوتی ہے۔ اور انھوں نے قیدو
کی روز کو ترک کر دیا (یعنی دنیاوی جاہ و منصب کی جانب کبھی رغبت نہیں رکھی) پھر ان کی انانیت
تم (فنا) ہو گئی۔ اور وہ توحید کی حریت کے میدانوں میں جولاں ہو گئے۔ پھر خالص کرنے گئے
شہود و اصل کی طرف اور لوٹا دیئے گئے اس مقام کی طرف جہاں چراغ تھا (یعنی شریعت و
طریقت و حقیقت کی طرف (یعنی رجوع الی الحقیقت لازم کیا گیا) اور یہی سلف و خلف صالحین

کا طریقہ ہے اور یہ اشعار اسی کی طرف مشعر ہیں۔ میں نے تمہاری آزمائش کی
راحت و تکلیف دونوں حالتوں میں۔ پس میں نے تم کو پایا خالص سونا، اور تم
نور اللہ سے اسی لئے موسوم کئے گئے کہ وہ تم جیسوں پر ہوتا ہے یعنی نور الٰہی
کم مقامات پر ہوتا ہے ہر شخص اور ہر مقام اس کا اہل نہیں ہوتا کہ اس پر نور
الٰہی ظاہر ہو۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو اللہ تمہارے نور ایمان میں ترقی
عطا فرمائے۔

اور ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ جب بھی تمہاری طرف نظر جاتی ہے تو ایک نیا
سرور حاصل ہوتا ہے۔ تمہارا لطیفۂ اخفیٰ آگاہ اور مست اور تم مست قلب کے حامل
اور فطری استقامت و متانت رکھتے ہو اور دنیا سے ترک التفات تو تمہاری
جبلت ہے۔ اور اسی قسم کے الطاف والے ہمیشہ اپنے اصحاب میں ممتاز اور احباب
میں قابل رشک ہوتے ہیں۔ الحاصل ان کا مبارک وجود عطائے الٰہی ہے اس کو
نعمت سمجھنا چاہیئے۔

افادہ:۔ خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک واقعہ
میں دیکھا کہ حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے اپنے دست مبارک سے ایک
کاغذ پر تحریر فرمایا کہ اس زمانہ میں ایسا شخص جس کی صحبت میں لوگ بیٹھا
میاں نور اللہ ہیں۔

افادہ:۔ ارشاد فرمایا کہ میں ایک روز قیلولہ میں تھا اور میں الٰہی غنودگی
کی حالت طاری تھی (اس دوران) اور وہاں موجود لوگوں کی باتیں سن رہا تھا
اچانک بعض اہل قبور ظاہر ہوئے جن کا حال یہ تھا کہ چہرے سیاہ تھے اور زبانیں
منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے جن سے بدبو آرہی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوئی
اور میں نے چاہا کہ ان کو اپنے سے دور رکھوں کہ اتنے میں دو شخص نمودار ہوئے
اور مجھ سے ایک جانب اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس مقام عجیب کو دیکھو۔ جب
نظر اٹھائی تو قصبہ بڈھانہ اور بعض دوسری جگہوں کی قبروں کو دیکھا ان میں

بعض وہ تھے جن سے زندگی میں میری ملاقات تھی۔ اور بعض وہ تھے جن کے میں نے
صرف نام سنے تھے اور ان کو جانتا نہیں تھا ان دونوں شخصوں نے مجھ کو بتایا کہ وہ
فلاں فلاں ہیں۔ اور بیشتر ایسے تھے کہ میں نے نہیں پہچانا۔ غرضکہ ان میں اکثر و
بیشتر عذاب میں مبتلا تھے اور تھوڑے نجات یافتہ کہ باوجودیکہ تنگئ گور کے جو عذاب کی
ایک قسم ہے لیکن اس میں کچھ عذاب کی تخفیف ہے۔ اور ان کا کام جیسا پہاڑ کے بڑا ہولناک
ہے۔ اور ہر قسم کے عذاب سے (معذب ہیں) جیسے سانپ بچھو کے کاٹنے اور دہکتے
لوہے کے گرزوں سے مارے جانے سے اور ایسی بدبو جو اس عالم میں کسی نے
نہ سونگھی ہوگی بدن کے ہر حصہ سے آرہی ہے۔ ایک قبر میں یہ معاملہ ہے، اور دوسری
قبر میں نعمت و آرام ہے، اور ایک کو دوسرے کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اور چند ایسے
لوگوں کو دیکھا جنھوں نے ترک دنیا اختیار کیا پھر اس پر قائم نہ رہے اور ان کے
دل میں اسباب (دنیا) کی طلب غالب آگئی اگرچہ بظاہر وہ ترک پر رہے
وہ نہایت تنگی اور عتاب میں ہیں۔ اور اکثر اہل دنیا جنھوں نے فرائض کی پابندی
اور منہیات سے اجتناب کیا یا اجتناب کا ارادہ رکھا اور ہمیشہ مباحات میں
مشغول رہے عالم قبر میں عیش و آرام میں ہیں۔ ان کے احوال دیکھنے سے ایک
اضطراب اور جھرجھری میرے بدن پر طاری ہوگئی اور گریہ غالب آیا ایسا کہ دو
ایک ساعت میں کانپتا رہا۔ اور گریہ و ہائے ہائے کرتا رہا اور اہل مجلس دیکھ رہے
تھے۔ ہوش آنے کے بعد بھی ایسی حالت رہی کہ جس وقت بھی اس حالت کو یاد کرتا تھا
بے اختیار ہو جاتا تھا اور گریہ و بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی چند ساعت بعد
سکون ہوگیا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

افادہ:۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مبشرہ میں دیکھا کہ آنحضرتؐ
اپنے دولت کدہ میں جو مدینہ منورہ میں تھا تشریف فرما ہیں اور ہم باہر کھڑے آپ
کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ ایک ساعت گذرنے کے بعد آپ اپنے دولتکدہ
سے باہر تشریف لائے۔ اور اس مقام پر جوش دیو تخانہ کے بے تشریف فرما ہوئے

اور کسی شخص نے اس بندہ کاتب حروف کا نام لے کر کہا کہ تم اور ایک دوسرا شخص جو
تمہارا ہم نام ہے اس مجلس عالی میں اجازت یافتہ ہو۔ اور آپ کی قربت و شرف مجلس
سے مشرف ہو۔ اور ہم مواجہ شریف میں کھڑے ہیں کہ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور
آپؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضور! معاویہ کے حق میں آپ کیا فرماتے
ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی برائی کی ہے تو اس کے لڑکے
نے کی ہے۔ اور لڑکے کے اعمال کا وبال و نکال باپ پر نہیں ہوتا۔ اور جس شخص نے
ہماری صحبت اٹھائی ہے اس کے بارے میں، اگر کوئی شخص بے ادبی کرے ہم اس
سے خوش نہیں ہیں۔ اور گویا یہ الفاظ آپؐ نے اس لئے فرمائے کہ اس نے صرف معاویہ
کہا تھا بغیر کسی تعظیمی لفظ کے۔ پھر میں بیدار ہو گیا

افادہ:- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں انفاس العارفین میں
شیخ الہداد قدس سرہٗ کے حالات پڑھ رہا تھا جس میں ان کی غلبۂ بے خودی کی
کیفیت مرقوم ہے کہ اتنے میں فرزندم عطاء اللہ آ گئے اس وقت میرے دل میں
آیا کہ اب یہ بے خودی کی کیفیت کسی میں نہیں پائی جاتی۔ شب میں حضرت مقدس
مدظلہم العالی کو خواب میں دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تمہارے
ہی دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ اور آپ میں ایک بے خودی اور مدہوشی کی کیفیت
جوش زن ہے۔ ایسا کہ یہ فقیر بھی متاثر ہوا۔ اور اس پر بھی بے خودی کی کیفیت
طاری ہو گئی جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی اس بے خودی کا اثر باقی تھا۔ اور
اللہ کے فضل و کرم سے جو وسواس عارض ہو گیا تھا وہ رفع ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

افادہ:- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص
جو صوفیوں کا لباس پہنے ہوئے ہے پوچھ رہا ہے کہ نماز سلوک شرعی کس طرح ہوتی
ہے میں نے کہا کہ میں اس نماز کو ادا کرتا ہوں دیکھ لو۔ پھر میں نے وضو کیا اور تکبیر تحریمہ
کہہ کر نیت باندھی۔ اور قیام میں بجائے قرأت کے ماثورہ دعائیں معانی پر غور کرتے
ہوئے اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھیں۔ اس سے طمانیتِ قلب

اور مشاہدۂ انوار حاصل ہوا۔ پھر جب رکوع میں گیا تو بجائے تسبیح کے توحید
افعالی پورے طور پر ظاہر ہوئی جس کے مشاہدہ کا اس سے قبل اتفاق نہ ہوا تھا
جب سجدہ کیا تو اپنے وجود کی فنا حاصل ہوئی اور اپنے وجود میں سے کچھ باقی نہ
رہا مگر وہی ایک موجود مطلق۔ اور ان تینوں حالتوں میں محبت و شوق کا رنگ
بدرجۂ اتم حاصل تھا پھر جب دوسرا سجدہ کیا تو یہ وجود بھی گم ہو گیا۔ اور شوق تحیر
بے کیفیت کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ پھر میں نے سلام پھیرا۔ اس شخص نے کہا کہ میری غرض یہی
نماز سے تھی۔ اور سالک کو اسی طرح سلوک کرنا چاہیے (کہ اصل یہی نماز ہے)

افادہ:- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں قیلولہ کے وقت سو گیا۔ اتنے
میں ایک شخص آیا اور مجھے بیدار کر کے یہ خبر دی کہ ایک شاہ بادی تمہارے دیکھنے
کے لئے (ملاقات کے لئے) آ رہا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ کوئی درویش صاحب شان
ہو گا۔ میں اٹھا وضو کیا اور آراستہ ہو کر (تیار ہو کر) بیٹھ گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا
کہ ایک عورت آئی اور اس کے ہمراہ ایک دوسری عورت ہے اور وہ آ کر میرے
پہلو میں زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئی۔ اس بات سے مجھے سخت تعجب اور پریشانی
ہوئی کہ یہ کون عورت ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ (انھوں نے) لوگوں نے کہا کہ
یہ فاحشہ (بدچلن) عورتوں میں سے ہے جس کا نام شاہ بادی ہے۔ آخر اس نے
میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہنا شروع کیا کہ میری تم سے ایک غرض ہے اور وہ
یہ ہے کہ میں ایک ایسا تعویذ چاہتی ہوں کہ فلاں فلاں حاکم مجھ پر مہربان ہو جائے
میں نے کہا کہ اس قسم کے تعویذ لکھنا میرا کام نہیں ہے مجھے معاف کر دیکن وہ
اصرار کرتی رہی اور نہیں مانی۔ مجبوراً میں نے کاغذ و قلم لے کر لکھا کہ معبودا
اپنی صفت غفوری سے اس عورت کو اس فعل بد سے نکال دے اور توبہ
کی توفیق عطا فرما۔ پھر میں نے کاغذ موڑا اور اس کو دیدیا وہ اس کو لے
کر یہ کہ وعدہ کر کے خوش خوش چلی گئی کہ مقصد حاصل ہونے کے بعد اس کو
پورا کروں گی۔ اس واقعہ کو دس دن گزرے تھے کہ ایک دولت مند

شخص نے انکو نکاح کا پیغام دیا اور پھر اپنے عقدِ نکاح میں لے آیا، پس وہ اپنے کردار بد سے تائب ہوئی۔

افادہ :- انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت صاحب قبلہ مدّ اللہ ظلہ العالی قصبہ بڈھانہ میں تشریف فرما تھے، ایک شخص نے ایک چھوٹی شیشی میں گلاب پیش کیا، خادم نے اسے اٹھا کر طاق پر رکھدیا، چوں کہ وہ شیشی بہت خوب صورت تھی (اس لئے) فقیر کے دل میں آیا کہ خالی ہونے کے بعد یہ شیشی ہم لے لیں گے۔ پس جس وقت آپ نے قصبۂ مذکور سے پھلت پور کی طرف کوچ فرمایا، وہ خادم اس شیشی کو معہ دیگر سامان ایک چھوٹے سے [illegible] اپنے ساتھ لے گیا۔ (مجھے اس وقت (بھی) کئی بار یہ خیال آیا کہ وہ شیشی میں اس سے لے لوں لیکن مانگنے کی نوبت نہ آئی اور اس کی خواہش دل سے زائل نہ ہوئی۔ پھر آپ کے تشریف لیجانے کے بعد خدام کو آپ کے حجرۂ مقدس کی جس کے طاقچہ میں وہ شیشی مذکور رکھی ہوئی تھی بتعدیہ بار صفائی اور جھاڑ و وغیرہ کا اتفاق ہوا اور تمام طاقوں کو صاف کیا، کوئی چیز از قسم شیشہ اس میں نہ پائی گئی، بعد ازاں جب ماہ رمضان المبارک آیا، اور ستائیسویں شب ہوئی تہجد کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اس وقت گلاب ہوتا تو استعمال میں آتا، اتفاقاً میرا ہاتھ اسی طاق پر گیا دیکھا تو وہ شیشی گلاب سے بھری ہوئی طاق پر رکھی ہے۔ میں متعجب ہوا اور پھر اس میں سے تھوڑا گلاب لے کر استعمال کیا اور پھر اس شیشی کو اسی طرح طاق پر رکھدیا صبح کو جب اس طاق کو دیکھا تو اس پر کچھ نہ تھا۔

افادہ :- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت مقدس مدظلہم العالی کے بعض اخلاق حمیدہ متصور ہوئے اور اس کی وجہ سے ایک طمانیت و سرور حاصل ہوا، اس کے بعد خیال آیا کہ چونکہ حضرت مقدس مرتبۂ جامعیت رکھتے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ آپ

ہر جزوی امر میں استمداد اتنی مفید نہ ہو، پھر خیال آیا کہ نہیں آپ سے استمداد ہر امر میں مفید اور حصول مقصد میں موثر ہے گو حضرت مقدس اس جانب اپنی توجہ تمامی مبذول کریں یا نہ کریں۔ پھر اس کے بعد وہ ملائکہ جو تدبیر عالم پر مامور ہیں متصور ہوئے اور وہ آپس میں کچھ بات چیت کر رہے ہیں۔ اور ان سے ایک آواز سنائی دے رہی ہے اور وہ آواز ایسی ہے جیسے شور و غل کی ہوتی ہے اور دُور سے سنائی دیتی ہے لیکن [illegible] سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ پس میں نے کان لگا کر غور کیا تاکہ سنوں کہ کیا نظام عالم کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں تو صرف لفظ "اصلح" سمجھ میں آیا۔

افادہ :- آپ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا آیا کہ ۱۰ صفر ۱۳۸۹ھ روز شنبہ کو حضرت مرشد حقیقی مدظلہ سے یہ عرض کیا کہ بے اختیار یہ دل چاہتا ہے کہ جلد سے جلد پہونچکر حضور کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کروں لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر اس دولت کے حصول میں تاخیر ہوتی ہے۔ حضرت مقدس نے فرمایا کہ تمہاری یہ مجبوریاں ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مجبوریوں کو بھی دور فرمائے گا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی ان محبت آمیز باتوں سے جو اس عاجز کے حق میں کہنے فرمائیں دل کی بیقراری اور بڑھ گئی۔ یہاں تک [illegible] خیال جمال مبارک کے مشاہدہ اور نظارہ سے ہر وقت لطف اندوز [illegible] رہنے لگا (آپ کی برزخ مستقل قائم ہوگئی) اور یہ جذب و محبت قلبی تمام وجود عنصری میں اس طرح سرایت کر گئی جس طرح پانی خشک ریت میں سرایت کرتا ہے اور میری ساری جسمانیت اس کی معیت و محبت کی کیفیت سے پُر ہو گئی۔ یہاں تک کہ پورے جسم نے اس حرارت کو محسوس کیا جس طرح کوئی شخص نشہ آور چیز کھائے یا پئے تو اس کا اثر ظاہری طور پر بھی سارے بدن میں ہوتا ہے اور اس وقت ایک صورت مثل صورت عنصری کے جناب مقدس سے جدا ہوئی اور اس عاجز کے بدن میں حلول کر آئی...

ہے سر میں اور ہاتھ ہاتھ میں اسی طرح باقی دیگر اعضا اور اس حسرت و افسوس
نے جو آپ کی دوری کے خیال سے دل کو محسوس رہی تھی اسمیں سکون ہو گیا
اور اس صورت کا حلول اب تک باقی ہے اور اب بھی نگاہوں سے غائب نہیں
ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہوگا۔ اور اب تو وہ کیفیت یعنی صورت مبارک
کی جدائی و منتقلی سب بچشم سر محسوس ہے و الحمد للہ علیٰ ذالک۔

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک وقت غیبت حاصل ہوئی تو
معلوم ہوا کہ وجود و حیات اور تمام موجودات کی بقا خود فراموشی کے
بعد جلوہ ذات الٰہی میں ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ سارا عالم غفلت کے باوجود
وجود و حیات میں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باوجود اس کے کہ ذات الٰہی
تمام میں ساری ہے اور احاطہ و مکان و کیف سے متصف نہیں ہے لیکن
اس کے باوجود ماوراء عالم میں اس کا ایک وجود ہے اور کیف و احاطہ و
مکان ہے برخلاف اس عالم کے احاطہ و کیف کے۔ اور اس وجدان کی تحقیق
حضرت مرشد حقیقی دامت افاضاتہم نے ارشاد فرمائی کہ حقیقۃ الحقائق کی
مثل باوجود اس کے کہ مظاہر کثیرہ میں متجلی ہوئی ہے اور ہر جگہ ایک حکم پیدا
کیا ہے لیکن ہر قید سے منزہ ہے۔ اور منجملہ اس کے شخص اکبر کے قلب میں تجلی
فرمائی ہے اور اس تجلی سے ملکوت پر اس عکس کے اعتبار سے ایک نورانی
عکس پڑا ہے۔ اگر کسی چیز کا اس عکس کے اعتبار سے اثبات کریں اور اس کی
براقی اور شعاع انگیزی بیان کریں تو بجا ہے۔ سالک کے لئے یہ کافی ہے
کہ اس کی نگاہ معرفت اس عکس نورانی کی طرف متوجہ ہو اور عقیدہ بغیر اس کے
دل میں متمثل ہو جائے لیکن تنزیہ و تشبیہ میں تحقیق اس طرح جمع ہے جیسا
مذکور ہوا۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر زندہ کی زندگی (اور) بلکہ ہر
موجود کا وجود حضرت وجود کی تقویم سے ہے اور یہ وجود میں نفس الامری
ہے خواہ اس بات سے آگاہی ہو یا نہ ہو۔ بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ سالک پر[1]

[1] حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

یہ ارتباط نفس الامری استغراق اور استہلاک علمی کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے
اور حکم کرتا ہے کہ ہر زندہ کی حیات معرفت حق کی وجہ سے ہے پھر جب بعض
عاقلوں کو موجود دیکھتا ہے تو اشکال میں پڑ جاتا ہے اور اس کا منشا یہ ہے
کہ اس سالک کے نفس میں حضرت وجود کا علم حضوری وہی اس کا نفس الامری
ارتباط ہے پس اپنا حال اس پر غالب آتا ہے اور تمام چیزوں میں ارتباط کو
اسی لباس علمی سے متلبس دیکھتا ہے اور یہی تحقیق ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

افادہ:- انھوں نے فرمایا کہ حب جاہ و مال اور کبر و ریا اور تمام
رذائل اور تہذیب نفس سے تخلیہ اور حمائد سے تجلیہ جیسے رضا، توکل، تسلیم
وغیرہ نوع انسانی سے مقصود بالذات ہے اور یہی ہے قرب و کمال اور
شریعت اس کا بیان ہے اور یہ کمال حقیقتاً (مکمل طور پر) انبیاء علیہم السلام
کی ذاتوں کے سوا کسی میں نہیں بلکہ ممتنع ہے کہ کسی و دیگر کو حاصل ہو۔
اور فنا اور بقاء کا طریقہ مع اسکے لوازم کے جو راہ ولایت ہے اسکے حصول کا
وسیلہ ہے مقصود اصلی نہیں ہے (اور) فنا و بقاء سے غرض اس کمال
کا حصول ہے اور یہ کمال مخصوص صحابائے کرام کو ایک طرح کی صحبت عالیہ
سے حاصل ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کے لئے متصور نہیں ہے پس وہ
اس کمال کے حصول کے ساتھ اگر اس فنا و بقا سے باز رہے ہوں تو کوئی
مضائقہ نہیں ہے[1]۔ اور وہ چیز جس کی افراد کا یقین خبر دیتے ہیں یا وہ اپنی

صفحہ گذشتہ کا حاشیہ۔ یعنی تنزیہ کے عکس سے تشبیہات کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں اور سالک کو
مشاہدہ کرتا ہے اور تشبیہ میں اسے استغراق ہو جاتا ہے کہ اپنے کو بالکل فانی محسوس کرنے لگتا
ہے پھر جب اس عالم میں باوجود استغراق کے بعض اہل عقل کو فانی اور مستہلک نہیں پاتا تو
اسے تعجب ہوتا ہے۔ تقی انور

[1] من رآنی فقد رای الحق۔ (جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا)

ذات کے اعتبار سے حسن و خوبی کا حامل ہے اسکی تعریف نہیں کی جا سکتی (اور)
اس کو افراد کاملین کا کمال نہیں کہہ سکتے اگر انبیاء علیہم السلام بھی اس کی خبر
نہ دیں تو بھی بعید نہیں ہے۔

افادہ:-

شاهدت في صلوة من صلوة المغرب ان من العوالم عالماً غير عالم المثال الذي تشبح فيه صور الاعمال تحققت فيه حقائق الأشياء الثابتة في نفسها وحقائق العقائد الحقة وحقائق الاحكام التي لا تبدل الأديان والملل وحقائق العبادات والاحكام فيه وجوداً اصلاً مثلاً الصلوة بحقيقتها التي هي التعظيم لله تعالى من العبد محققة في ذالك العالم وهيأتها المخصوصة لا ذكر بها فيه وعلى ذالك القياس سائر الاعمال فاذا شاهد العارف ذالك العالم يجد بين حقيقته وحقيقة الاعمال اتصالاً ولا يجد صور الاعمال يعرف ان تكاليف الشرعية رفعت عنه اذا التكليف تعلقت بصور الاعمال ورأيت ان لون ذالك العالم ابيض مشوب بحمرة

میں نے ایک روز مغرب کی نماز میں عوالم میں سے ایک عالم کا مشاہدہ کیا جو عالم مثال کے علاوہ ہے جس میں اعمال کی صورتیں متشکل ہوتی رہی ہیں اشیائے ثابتہ کے حقائق اپنی ذات کے اعتبار سے متحقق ہوئے اور حقائق عقائد حقہ بزرگان علم (الہی) کے حقائق جو ادیان و ملل سے تبدیل نہیں ہوتے، اور حقائق عبادات و احکام کے بھی اصل وجود کے ساتھ ہیں۔ جیسے نماز اپنی حقیقت کے ساتھ اور وہ اللہ کی تعظیم ہے بندہ کی جانب سے جو اس عالم میں متحقق ہے اور اسکی ہیئات مخصوصہ کا ذکر (یعنی قیام و قعود و سجود وغیرہ کی حالتیں) اس عالم میں نہیں کیا گیا اور اسی قیاس پر تمام اعمال ہیں۔ پھر جب عارف اس عالم کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی حقیقت اور اعمال کی حقیقت کے درمیان اتصال پاتا ہے اور اعمال کی صورتیں نہیں پاتا۔ وہ اس بات کا عارف ہوتا ہے کہ تکالیف شرعیہ اس سے اٹھالی گئی ہیں اس لیے کہ تکلیف کا تعلق اعمال کی صورتوں کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور میں نے

خلطت فيه وحقائق الاشياء كانها جواهر نثرت والعلم عند الله .....

دیکھا کہ اس عالم کا رنگ سفید سرخی مائل (اس میں سرخی مخلوط ہے) اور حقائق اشیاء گویا وہ چھلکے ہوئے جواہر ہیں اور علم اللہ کو ہے۔

افادہ:-

اري فيما معنى أن ذاته تعالى تجلى الموجودات ووجوداتها عين وجوده تعالى وذاته تعالى هو وجود بمعنى ان الوجود الحجة الجامع لجميع الحياة والاعتبارات والمعاني من حيث انه غير واضح فيه واحد منها حتى هذه الحيثية الصار هي مرتبة الذات من انه غير واضح فيه هذه الاعتبارات قاطبة لا يشذ عنها واحد هي مرتبة الالوهية والمعبودية وهاتين المرتبتين غير مدركة بالعقول ومن حيث انه تجلى لواحد من تلك العبارات هو الممكن الماهد باختلاف العبارات في الشرف ومراتبه والعموم ومراتبه والقوة ومراتبها وغيرها ومقابلها اختلف الموجودات الممكنة باختلافها المحسوسة والمعقولة باشتراك بعضها ببعض في بعض المعاني انتزعت في الأجناس والانواع تسطير هذه المر

آپ نے فرمایا مجھے دکھایا گیا ہے یعنی یہ کہ ذات باری تعالیٰ تمام موجودات سے علٰحدہ ہے اور اس کے موجودات وجودات عین وجود تعالیٰ ہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ وہ وجود ہے اس معنی میں کہ وجود جہت جامع ہے حیات اعتبارات اور معانی کے لئے اس حیثیت سے کہ وہ ذات غیر واضح ہے اس میں (یعنی ذ موجودات میں) ایک منفرد وجود ہے یہاں تک کہ یہ حیثیت بھی ذات کا ایک مرتبہ ہے اس حیثیت سے کہ یہ اعتبارات اس میں پوری طرح واضح نہیں ہیں نہیں چھوٹتا ہے اس سے کوئی۔ یہی مرتبہ الوہیت اور معبودیت ہے۔ اور یہ دونوں مرتبے غیر مدرک ہیں (یعنی عقل سے ان کا ادراک نہیں ہو سکتا) اور اس حیثیت سے کہ وہ تجلی ہوا ان اعتبارات میں سے کسی ایک اعتبار سے دیکھئے، وہ ممکن ہے اور عقل کے نزدیک مقرر ہے (یعنی ذات مقام تمکین میں ہے اور مقرر ہے یعنی عالم میں [illegible])

الثلاثة الشمعة من حيث انها من [illegible]
ومن حيث انها متشكلة باشكال اُخر غير
انها من حيث هي اعتبار محض موجودة
في مراتبها لا يضر وجود ولحل لا بالاخرى
ثم تبدل ظني ورأيت ان ذاته تعالى
ليس هو وجود بحت بل وجود مفاض
اول من ذاته تعالى وراء الوراء و
نسبة تعالى به تقريب نسبة العلة
بالمعلول لا كنسبة الظاهر بالمظاهر
والاستغراق في المفاض الاول
نوع من التشبيه والعلم عند الله
تعالى وللراسخين من العلماء والظن
الان ايضا ان توجه المبتدي الذاكر
باسمائه الذاتية اقرب الى الذات
من توجه الواصلين الى غير الذات
اذ ينفذ نظر السلاك في ضمن ذكره
الثاني اذ تقبلي الذات الصرف بتجليه
عن التجليات ونظرهم مقصود دون
الذات والله اعلم۔

عبارات کے مختلف ہونے کی وجہ سے شرف و
اس کے مراتب میں عموم اور اس کے مراتب میں
قوت اور اس کے مراتب وغیرہ نیز اسکے علاوہ
اوطان کے مقابل موجودات ممکنہ اپنے افتقار
محسوس اور معقول کی وجہ سے معانی میں ایک
دوسرے کے اشتراک کی وجہ سے مختلف ہو
گئے (اور) اور اجناس و انواع میں منقسم
ہو گئے۔ ان مراتب ثلاثہ کے مندرج
ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے موم، وہ
اپنی ذات کے اعتبار سے ایک حیثیت سے
مدور ہے اور دوسری سے مشکل۔ اور
ایک حیثیت سے مختلف شکلوں میں متشکل
ہے سوا اس کے کہ وہ اپنے مرتبۂ اطلاق کے
اعتبار سے اعتبار محض ہے۔ اور موجود
ہے اپنے مراتب میں۔ ایک کا وجود دوسرے
میں حرز نہیں کرتا۔ پھر بدل گیا میرا گمان
اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ وجود بحت
نہیں ہے بلکہ وہ وجود مفاض ہے جو ذات
وراء الوراء سے بھی اول ہے (یعنی ایک
ایک ایسا وجود ہے جو افاضہ کیا گیا ہے
اس کی ذات سے جو وراء الوراء ہے اور
اور ذات تعالیٰ کی نسبت اسکے وجود کے
ساتھ علت و معلول کی نسبت کی طرح ہو

اور ظاہر کی مظاہر کے ساتھ نسبت کی طرح نہیں ہے اور استغراق مفاض
اول میں تشبیہ کی ایک قسم ہے۔ اور علم اللہ کو اور علماء راسخین کو ہے۔
اور اب میں یہ گمان کرتا ہوں کہ مبتدی کی توجہ جو اس کے اسمائے ذاتیہ
کے ساتھ ذاکر ہے ذات کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت واصلین کی توجہ
کے غیر ذات کی طرف۔ جس وقت کہ نافذ ہوتی ہے سالکین کی نظر اس کے ذکر
ثانی کے ضمن میں۔ اس لئے کہ ذکر تجلی میں ذات صرف مقصود ہوتی ہے عقل کے
اعتبار سے تجلیات سے۔ اور ان کی نظر مقصور ہے اس ذات کے علاوہ۔[له]

له تشریح۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ماسبق میں دکھایا گیا کہ ذات باری تعالیٰ
تمام موجودات سے الگ ہے اور اس کے وجودات عین باری تعالیٰ ہیں (یعنی حقیقت
محمدی کے مشاہدہ کے بعد اس سلسلہ میں یہ دکھایا گیا کہ ذات باری تعالیٰ تمام موجودات
سے الگ ہے۔ جاننا چاہیے کہ موجودات کی ابتدا عرش سے ہوتی ہے۔ اور عرش کے نیچے
کی ساری کائنات موجودات میں شامل ہے جن کا مشاہدہ اللہ جسے چاہتا ہے کراتا ہے
وجود حق کے ضمن میں) اور (موجودات کے لئے) ذات باری تعالیٰ اس معنی میں وجود
ہے کہ وجود حیات، اعتبارات اور معانی کے لئے مجمع جامع ہے۔ (یعنی بغیر وجود کے
حیات و اعتبارات و معانی قائم نہیں رہ سکتے) اس حیثیت سے کہ وہ ذات غیر واضح ہے
یہ حیثیت بھی ذات کا ایک مرتبہ ہے کیوں کہ یہ اعتبارات وجود میں پوری طرح واضح
نہیں ہیں۔ حالانکہ اس سے کچھ چھوٹا بھی نہیں ہے۔ (یعنی حیات و معانی و اعتبارات وجود
میں اجمالی طور پر ظاہر ہوتے ہیں) یہی مرتبۂ الوہیت و معبودیت ہے۔ اور یہ دونوں
معانی غیر مدرک ہیں (یعنی ان کا مشاہدہ بھی نہیں ہوتا) اور اس حیثیت سے کہ وہ ان
اعتبارات میں سے کسی ایک اعتبار سے متجلی ہوا یہ ممکن اور عقل کے نزدیک مقرر ہے
موجودات، عبادات کے مختلف ہونے کے باعث جیسے شرف اور اس کے مراتب
میں (یعنی موجودات ممکنہ کو بعض دوسرے موجودات ممکنہ پر شرف حاصل ہے)

عموم اور اس کے مراتب میں (یعنی بعض موجوداتِ ممکنہ میں عمومیت پائی جاتی ہے) لیکن اس کے باوجود ان کے مراتب میں (قوت اور اس کے مراتب وغیرہ میں (یعنی خوراک کی اشیاء میں) بھی مراتب ہیں) نیز ان کے علاوہ اور ان کے مقابل کی موجوداتِ ممکنہ اپنے اختلافِ محسوس اور معقول کی وجہ سے سب مختلف ہو گئے اور ایک دوسرے کے اشتراک سے اجناس و انواع ظہور پذیر ہوئے۔ ان مراتبِ ثلاثہ (یعنی حیات۔ اعتبارات اور معانی) کے اندراج کی مثال ایسی ہے جیسے موم اپنی ذات کے اعتبار سے ایک حیثیت سے مدوّر اور دوسری حیثیت سے مشکّل اور ایک حیثیت سے مختلف شکلوں میں متشکّل ہے۔ سوا اس کے کہ وہ اپنے مرتبۂ اطلاق کے اعتبار سے اعتبارِ محض ہے اور اپنے مراتب میں موجود ہے۔ ایک کا وجود دوسرے کے وجود کو ضرر نہیں پہونچاتا۔ پھر میرا گمان بدل گیا اور میں نے دیکھا کہ حق تعالیٰ وجودِ بحت نہیں ہے بلکہ وجودِ منبسط ہے جو ذات وراء الوراء سے بھی اوّل ہے۔ اور ذات تعالیٰ کی نسبت اس کے مظاہر کے ساتھ علت و معلول کی نسبت کی طرح ہے اور ظاہر کی مظاہر کے ساتھ نسبت کی طرح نہیں ہے اور مقامِ اوّل میں استغراقِ تشبیہ کی ایک قسم ہے (یعنی وہ استغراق جس میں یہ دکھایا گیا از قسم تشبیہ تھا کیونکہ اس میں شعور حاصل تھا۔ اور علم اللہ کو اور عمل اس کی نکو ہے۔ اب میں یہ گمان کرتا ہوں کہ مبتدی کی توجہ جو کہ اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذاکر ہے ذات سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت واصلین کی قلبی توجہ کے کیونکہ قلبی توجہ میں عقلاً ذاتِ صرف اپنی ذات کے علاوہ تجلیات سے مقصود ہوتی ہے۔ اور ان کی نظر ذات کے علاوہ کا احاطہ کر لیتی ہے (یعنی مبتدی کی توجہ اسمائے ذاتیہ کی جانب رہتی ہے جس کا احاطہ ذاتِ صرف کئے ہوئے ہے لیکن واصلین کی قلبی توجہ عقلاً اپنی ذات کے علاوہ ذاتِ صرف کی تجلیات کی جانب ہوتی ہے جو بھی اسمائے ذاتیہ ہیں جو ذاتِ صرف کے علاوہ ہیں۔ تقی انور

افادہ ۶:-

انی لاادری فی ھذہ الایام ان فی الخیر باللہ جزء لہ نسبۃ الی الذات البحت کنسبۃ الجزء الی الکل غیر انہ یشبہ الجزئی الی الکلی من جہۃ تطابق الذات لذالک الجزء وعرفان ھو البتۃ والخیرۃ بنفسہ الذی ھو عین الذات ولا یسع استناد الکمال والمقام والحال لا ثمہ تفرید ولا توحید ولا فناء ولا بقاء ولا غیبۃ ولا حضور ولا قبض ولا بسط ولا انس ولا وحشۃ ولا تجلی ولا استتار ولا یقال انہ کمل بعد ان لم یکن لہ ذالک اذ ھذہ المراتب فی نشأۃ اللطائف من مظاہر الوجود الصادر الاول الذی منبسط علیٰ ھیاکل الموجودات وھو فوق الوجود وکل موجود من العقول والملائکۃ والارواح والافلاک والعناصر وکل جزء من اجزاء الانسان فکمالہ ھو التشبہ بالوجود الظاہر فی العوالم الذی یظن انہ عین الذات او التقرب والاتصال بما فوقہ الذی

میں دیکھتا ہوں اس زمانہ میں تغیر باشد میں ایک جزو ہے جس کی نسبت ذاتِ بحت کی طرف ایسی نسبت کی طرح ہے جیسے جزء کی نسبت کل کی طرف سوا اس کے کہ وہ مشابہ ہے جزئی سے کلی کی طرف ذات کے تطابق کے سبب سے اس جزو کے لئے۔ اور عرفان وہ یقینی ہے اور اختیار بنفسہ جو کہ عین ذات ہے اور نہیں وسعت رکھتا ہے کمال مقام اور حال کے استناد کی اس جگہ نہ تفرید ہے نہ توحید، نہ فنا ہے نہ بقا۔ نہ غیبت ہے نہ حضور، نہ قبض ہے نہ بسط، نہ انس ہے نہ وحشت، نہ تجلی ہے نہ استتار اور نہیں کہا جاتا کہ وہ کامل ہوا بعد اسکے کہ نہ تھا اس کے لئے کمال (یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کمال حاصل کر کے کل کے مراتب حاصل کر لئے کیونکہ جزء کل کی کچھ شئ نہیں رکھتا) اس لئے کہ یہ مراتب لطائف کی نشأت میں مظاہر وجود سے جو صادر اول ہے جو پھیلا ہوا ہے موجودات کی صورتوں پر اور وہی (صادر اول) فوق الوجود ہے اور ہر موجود جیسے عقول، ملائکہ، ارواح، افلاک، عناصر اور اجزائے انسان میں سے ہر جزو۔ پس ان سب کا کمال وہی تشبہ ہے اس وجود سے جو عوالم میں ظاہر ہے

هو من ثم واصفي مظاهر الظاهر
فاما الجزء الموصوف فانه هو المخصوص
بقرابة الذات واري انه لا يعم نوع
الانسان بل مخصوص بعض منهم وليس
هو داخل في نوعيته ولا هو من لوازمه
لا انه تخصيص الانسان به من بين
الموجودات كلها اذ هو المظهر الاتم
وهو حامل الامانة واري انه بقية
ذالك الجزء ليس من كمال النبوة اذ
كمالات النبوة والولاية تحت الوجود
وهو عالي من ذالك فلا اجد حرجاً
ان تعلمه ...... والعلم عند الله
ولراسخين بعلمه۔

اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ عین ذات ہے
یا تقرب اور اتصال اپنے مافوق سے جو کہ
اس جگہ ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے والے
ہیں لیکن وہ جزء موصوف ذات کے تقرب کے
ساتھ مخصوص ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ
وہ نوع انسان پر عام نہیں ہے بلکہ ان میں
بعض کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس کی
نوعیت میں داخل نہیں ہے اور نہ اس کے
لوازم سے ہے مگر یہ کہ انسان کی تخصیص اس کے
ساتھ تمام موجودات کے درمیان سے ہو
کیونکہ وہ مظہر اتم حامل بار امانت ہے۔
اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جزء کی اصل
نبوت کا کمال نہیں ہے، اس لیے کہ نبوت
ولایت کے کمالات تحت الوجود ہیں اور
وہ اس سے بلند ہے۔ پس میں اس میں کوئی
حرج نہیں پاتا۔ ....
اور علم اللہ کو اور علماء راسخین کو ہے

تشریح:- میں اس زمانہ میں خیر باللہ کو دیکھتا ہوں کہ اس میں ایک جزء ہے جس کی نسبت ذات بحت کی طرف ایسی نسبت کی طرح ہے جیسی جزو کی نسبت کل کی طرف ہوتی ہے (یعنی شاہ صاحبؒ نے خیر باللہ کی نسبت کا مشاہدہ فرمایا، اور معلوم کیا کہ اس کو ذات بحت سے ویسی نسبت ہے جیسی جزو کو کل کے ساتھ ہوتی ہے، سوا اس کے کہ وہ مشابہ ہے جزئی سے کلی کی طرف تعلق کے سبب سے اس جزو کیلئے۔

(یعنی جس طرح جزو میں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو کل میں ہے سوا وسعت وگہرائی کے یعنی کل میں وسعت وگہرائی ہوتی ہے جو جزو میں نہیں سماتی۔) لیکن جزو کی نسبت کل کے ساتھ مکمل ہوتی ہے (اور اس کے لیے عرفان یقینی ہے اور آگاہی بہ نفس نفیس عین ذات ہے (یعنی خیر باللہ کو عرفان حاصل ہونا یقینی ہے کیونکہ خبر یعنی آگاہی ذات بحت کی صفت نہیں بلکہ حق کا وہ کمال ہے جس سے وہ اپنی ذات کا وصفات کا ادراک کرتا ہے۔ اور یہ کمال یا شان ذات اور ہر صفت پر پھیلی ہوئی ہے۔ جاننا چاہیے کہ ذات بحت صفات کا خزانہ اور حق کی ملکیت ہے اور حق اپنی انا سے اپنی ذات اور ملکیت کا ادراک کرتا ہے پس آگاہی جو عرفان کا دوسرا نام ہے حق کا کمال ذاتی یعنی انائے حق ہے جو ذات وصفات پر پھیلے ہونے کے باعث عین ذات ہے) اور خیر باللہ کو عرفان یا آگاہی کا کمال حاصل ہے لیکن اس کی نسبت جزئی ہونے کے باعث وہ کمال مقام اور حال کے متضاد کی وسعت نہیں رکھتا۔ اس جگہ نہ تفرید ہے نہ توحید، نہ فنا ہے نہ بقا، نہ غیبت ہے نہ حضور، نہ قبض ہے نہ بسط، نہ انس ہے نہ وحشت، نہ تجلی ہے نہ استتار۔ اور نہیں کہا جاتا کہ وہ کامل ہوا بعد اس کے کہ نہ تھا اس کے پیچھے کمال (یعنی وسعت وگہرائی نہ ہونے کے باعث اس میں متذکرہ کمالات ومقامات واحوال حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔) کیونکہ یہ مراتب لطائف کی نشأت میں مظاہر وجود سے جو صادر اول ہے جو پھیلا ہوا ہے موجودات کی صورتوں پر (یعنی ذات باری تعالیٰ سے جو وجود وعدم سے بھی پرے ہے، سب سے پہلا صدور حضرت وجود کا ہوا لہذا وہی صادر اول ہیں اور یہ سارے مراتب لطائف کے لطائف کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں اور خود حضرت وجود تمام موجودات کی صورتوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور حضرت وجود ہی فوق الوجود ہیں اور ہر (لطیف) موجود جیسے عقول، ملائکہ، ارواح، افلاک، عناصر اور اجزائے انسان میں سے ہر جزو (یعنی وہ لطائف جن سے انسان کی شکل بنی ہے یعنی نفس، قلب

روح وسر وخفی واخفیٰ وانا) پر پھیلے ہوئے ہیں پس ان سب کا کمال وہی تشبہ
ہے اس وجود سے جو عوالم میں ظاہر ہے اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ عین ذات کو
باقرب واتصال اپنے مافوق سے جو کہ اس جگہ ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے والے
ہیں (یعنی ان سب مراتب کا کمال یہی ہے کہ انھوں نے حضرت وجود سے جو منزہ ہیں
تشبہ حاصل کر کے اپنی صورتیں اور شکلیں پائی ہیں۔ اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ منزہ
وجود عین ذات ہے اور اپنے مافوق یعنی ان مراتب سے قرب واتصال رکھتا
ہے جو ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے والے ہیں) لیکن وہ جزو موصوف (خیر باشد)
ذات کے تقرب کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس کی نوعیت میں داخل نہیں ہے
نہ اس کے لوازم سے ہے مگر یہ کہ انسان کی تخصیص اسکے ساتھ تمام موجودات کے
درمیان سے ہے کیوں کہ وہ مظہر اتم ہے اور وہی حامل امانت ہے (یعنی خیر باشد
کو ذات بحت سے خصوصی قرب حاصل ہے جو نہ اسکی نوعیت میں داخل ہے یعنی
ہر انسان کے لئے نہیں نہ اسکے لوازم سے ہے یعنی محض عنایت سے ہے البتہ اس
عنایت محض کے لئے مخلوقات میں سے انسان کی تخصیص ہے جو مظہر اتم اور حامل بار
امانت ہے۔) اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جزو کی اصل نبوت کا کمال نہیں ہے
اس لئے کہ نبوت وولایت کے کمالات تحت الوجود ہیں اور وہ (خیر باشد) اس
سے بلند ہے پس اس میں کوئی حرج نہیں پاتا (یعنی خیر باشد کمالات تحت الوجود
سے اس لئے بلند ہے کہ وہ کمال ذاتی حق یعنی آگاہی یا عرفان کی نعمت کا حامل
ہے جس کے باعث اس کی فنا انائے حق میں ہوگی یہی وہ مخصوص تقرب ہے
جو بغیر یکتائی کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور علم اللہ کو اور علمائے راسخین کو پہنچ
تقی انور ....

---

(۱) یعنی اس مشاہدہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب بحر المعانی حضرت شیخ [illegible]
خاص حضرت نجم الدین [illegible]

افادہ:- کبھی سالک اپنی ذات کو اس طرح پاتا ہے کہ اسکی ذات کا
نقطہ (جزبحت) جو اس کا خلاصہ ہے ذات باری عزّ اسمہٗ سے جو اس کی اصل ہے
اس طرح پیوستہ ہے جیسے قطرہ دریا میں۔ اور یہ پیوستگی فنائے انا اور اضمحلال
علم انا کے علاوہ ہے جو مبدء توحید (یعنی احدیت) میں ہوتی ہے اور یہ پیوستگی
اور اس کی یافت سوائے اس نقطہ کے کسی مدرک کو نصیب نہیں ہوتی۔ اور پھر
وہ سالک دیکھتا ہے کہ اس کی مراد عوالم قدس میں سے ایک عالم میں ایک وجود
مقدس نورانی ہے جو اس کے وجود عنصری کے مقابل ہے اور اس وجود مقدس
نورانی کو وجود عنصری سے دو نسبتیں ہیں ایک اعتبار سے یہ وہ نسبت ہے جو رب
کو مربوب سے یا عابد کو معبود سے ہوتی ہے جو تصرف اس وجود عنصری کو حاصل
ہے وہ اس نے وجود مقدس سے قبول کیا ہے اور یہ وجود عنصری اپنی توجہ
اس وجود مقدس کی طرف رکھنے سے اپنے میں برکات ملاحظہ کرتا ہے اور اس توجہ
کو اپنا کمال سمجھتا ہے (یعنی جو تصرف اور مدرکات وجود عنصری میں ہیں ان کو

دوش آں بت من دست در آغوشم کرد — بگرفت بقہر و حلقہ در گوشم کرد
گفتم صنما ز عشق تو بگدازشم — لب بر لب من نہاد و خاموشم کرد

یعنی کل میرے اس بت نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر زبردستی مجھے
اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔ بہ الفاظ دیگر قدرت کے جاذبہ نے مجھے احدیت
سے آغوش ذات میں پہنچایا۔ وہاں پہنچ کر میں حق سے مخاطب ہوا اور میں نے کہا
میں تو تیرے عشق میں نادگناں ہوں۔ اس نے میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر کہا
چپ رہ تو وہی ہے جو میں ہوں اور انائے حق میری انا ہے۔ اور پھر شیخ
ذوق سے "ان فی الجنۃ سوقاً یباع فیہا الصور" کی تشریح فرمائی ہے۔
تقی انور ....

ں نے وجود مقدس سے قبول کیا ہے۔ بالفاظ دیگر وجود عنصری ایجابی ہے اور وجود مقدس سلبی، وہ سالک وجود مقدس کے برکات وجود عنصری میں ملاحظہ کرتا ہے اور ان کو پا کر ل جاتا ہے اور دوسری نسبت متعین ان دونوں وجودوں میں اسی کے تعین سے متعین ہے۔ اور دونوں کی حقیقت ایک ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک مقدس ہے دوسرا خسیس۔ ایک تابع ہے دوسرا متبوع۔ وجود مقدس کی روشنیاں خسیس کا اثر انداز ہوتی ہیں اور خسیس کی ظلمت وجود مقدس کا حجاب ہو جاتی ہے نتیجتاً سالک کو بیک وقت دو یافتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک اپنے ذات کی پیوستگی اسکی اصل یا حقیقت کے ساتھ دوسرے وجود عنصری کے مدرکات کی توجہ اپنے وجود مقدس کی جانب جسے سالک کی معبودی کہا جا سکتا ہے (یعنی عبد و معبود کی یکتائی در ربط و ارتباط) بلا بعض ا نات مدرکات بھی یہی ادراک کرتے ہیں۔

افادہ:-

قد كنت اشاهد منذ زمان إضمحلال الوجودات في الوجود الواحد مع تطور الاطوار المختلفة في الاحوال والاوقات فوقتاً تغلب رؤية الوحدة في الكثرة في الوحدة وتارة في الوحدة الصرفة الذهول أما بسواها غير تلك الاطوار والكيفيات، ثم حين نسبتها إلى الذات جل شانه خارج عن النسبة المعقولة والوجدانية

میں مشاہدہ کرتا تھا وجود واحد میں موجودات کے فنا ہونے کے وقت سے اطوار مختلفہ کے مختلف طور پر ہونے کا احوال و اوقات میں۔ پس کبھی رویت وحدت کثرت فی الوحدت میں اور کبھی وحدت در ت غالب ہوتی تھی اور کبھی ذہول (فراموشی) ہوتا تھا (یعنی اس کے ماسوا سے خود فراموشی) اور (کبھی) ان کے علاوہ دوسری کیفیات بھی طاری ہوتی تھیں۔ پھر اس کی نسبت کے (ذات) سے ذات کی طرف جو خارج ہے نسبت معقولہ وجدانیہ سے یعنی عینیت، جزئیت، بعضیت، مجہولیت اور مظہریت وغیرہ وغیرہ سے (یعنی

من العينية والجزئية والبعضية والمجهولية والمظهرية وغيرها مما يليق به تعالى شانه بريء عن تعبير بنسبة وعن جميع التعبيرات وكذا النسبة تلك النقطة في مراتب تحققه الهي، فيقال فيها انه انسان من عالم الناسوت والمثال والروح وغيرها ليست هي من النسبة المتعارفة المدركة وخط تلك النقطة متن المعرفة شئ غير الاضمحلال والمشاهدة والفناء وخارج عن كميات النسب وكيفياتها المعتبرة عند اهلها بل لا يمكن أن يوصف به الا تمثيلا وتشبيها بالتنبيه والتيقظ بنفسه وعرفت ان معرفتها هذه لا مستمرة باستمرارها غير متجددة وعرفت ان وجود تلك النقطة ليس من لوازم الانسانية بل من خصائص بعض الافراد وشاهدت في ذيل هذا ان الوجود والوحدة

اس نسبت کا ادراک اس طور پر نہیں ہے جو نسبت معقولہ وغیرہ کی طرح ہوتی ہے اور اس کا ادراک وہی شخص کر سکتا ہے جس پر یہ کیفیات وارد ہوں) بلکہ اس نسبت کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے جس کی شان نسبت کے ساتھ تعبیر کرنے سے بری ہے نیز تمام تعبیرات سے اور اسی طرح اس نقطہ کی نسبت اس کے تحقق کے مرتبہ میں ایک امر الٰہی ہے پس اس نقطہ کے بارہ میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ انسان ہے عالم ناسوت سے عالم مثال سے اور عالم روح سے۔ اور اس نقطہ کا غیر نہیں ہے نسبت متعارفہ مدرکہ سے۔ اور اس نقطہ کا خط معرفت کا متن ہے اور وہ ایسی شئ ہے جو غیر فانی ہے اور مشاہدہ میں آنے والی نہیں ہے اور نسبتوں کی کمیات و کیفیات معتبرہ سے خارج ہے ان کے اہل والوں کے نزدیک۔ بلکہ تمثیلاً اور تشبیہاً تنبیہ اور تیقظ بنفسہ کے اعتبار سے اس کا وصف ممکن ہی نہیں اور میں نے یہ جان لیا کہ اس کی یہ معرفت اس کے استمرار کے ساتھ جاری رہنے والی ہے اور متجدد نہیں ہے (یعنی حادث نہیں ہوتی رہتی ہے) نیز میں نے جانا کہ اس نقطہ کا وجود لوازم انسانیہ میں سے نہیں ہے بلکہ بعض افراد کی خصوصیات سے ہے اور اسی ضمن میں میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا

الذی کنت عرفته عین الحق فظنی
شانه ما بعین بل الذات تعالی
انه دائما هو مظهر من مظاهره
ورأیت ان بعض الاحکام التی
اعتقدت بها فی سابقة
الزمان لا یخلو عن تشبیه بل
انما هو تعالی من الانسان
بما هو انسان فی وراء الوراء
ثم ما فی وراء واما معرفة
النقطة فالاحکام فیها کلها کاذبة
واقدام البیان عنها خاطئة
هذا اما فی الحال .. وهو اعلم
بحقیقة الحال والمآل ۔

کہ وہ وجود واحد جس کو میں عین حق سمجھا تھا وہ
عین حق نہیں ہے بلکہ وہ ذات اس سے بلند ہے
کہ وہ ہمیشہ اپنے مظاہر میں سے کسی ایک مظہر سے
ہو ۔ اور میں نے دیکھا کہ جن احکام پر میں نے
گزشتہ زمانہ میں اعتقاد رکھا تھا وہ تشبیہ سے
خالی نہیں تھے بلکہ وہ (اللہ) انسان سے
بلند ہے ان چیزوں کے ساتھ جو انسان میں
ماوراء الوراء میں اور پھر وہ چیز جو اس کے بھی
وراء ہے لیکن نقطہ کی معرفت اس میں کل احکام
کاذب ہیں (یعنی نقطہ کا وجود امر موہوم ہے)
اور نقطہ کے بیان کے اقدام میں خطاء ہے (یعنی
نقطہ کی معرفت دشوار ہے) صورت حال اس
وقت یہ ہے اور حقیقت حال کو اللہ
زائد جاننے والا ہے ۔

تشریح

ذات باری تعالیٰ کی تعریف یہ ہے کہ اس پر کیا ۔ کہاں ۔ اور کیسے کا اطلاق نہیں ہوتا ۔ لیس کمثلہ شئی ۔ اسی لئے ذات باری تعالیٰ میں تفکر ممنوع کیا گیا ہے ۔ اس کے لئے صرف تذکر ہے ۔ جو کچھ علم و عرفان سے معلوم یا مشہود ہوتا ہے ذات باری تعالیٰ اس کے مافوق ہے ۔ محققین کے مشاہدات کی انتہا عالم قدس کا پہلا شخص ہے ۔ ہر محقق اپنے علم و عرفان کے مطابق اسی کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ چنانچہ اس کے لئے مختلف محققین نے مختلف اصطلاحیں استعمال کی ہیں ۔ اسی کو حقیقت محمدیؐ ۔ تجلی اعظم ۔ اور وجود واحد کہا جاتا ہے اور پھر اعتبارات کی رو سے یہی قلم ۔ عقل کل ۔ اور روح کل بھی کہلاتا ہے ۔

جب ذات باری تعالیٰ نے عین سرور محض میں اپنی ذات کا عرفان چاہا تو یہ شخص ذات باری تعالیٰ کے بالمقابل مشہود ہوا ۔ قل ہو اللہ احد کی رو سے یہی احد ہے اور اسی کے امر سے تخلیق ہوتی ہے ۔ اللہ غنی عن العالمین ۔ اسی شخص کا اجراء حضرت وجود پر پھیلا ہوا ہے ۔ یہ شخص ذات باری تعالیٰ کا اعتدالی تعین ہے ۔ اور اس اعتبار سے اس کو حقیقت محمدیؐ کہا جاتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات دنیوی میں اعتدالی تعین میں لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل ، کے وقت حاصل ہوتا تھا اور بقیہ اوقات میں لمعان علی قلبی کے ذریعہ نبوت و ولایت کے امور سرانجام پاتے تھے اسی اعتدالی تعین کا نام عالم امر میں احد ۔ عالم روحانیات میں احمدؐ اور عالم ناسوت میں محمدؐ ہے شاہ صاحب کی اس عبارت کہ " وہ وجود واحد جس کو میں عین حق سمجھا تھا وہ عین حق نہیں ہے بلکہ وہ ذات اس سے بلند ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مظاہر میں سے کسی ایک مظہر سے ہو " کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے یعنی شاہ صاحب رحؒ کو حقیقت محمدیؐ کی ذات باری تعالیٰ سے یکتائی کا مشاہدہ نہیں ہوا کیونکہ وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے ۔ تقی انور

ذکر درباره حالات کرامت سمات و کلمات حقایق آیات زبده اصحاب فضائل و عرفان خلاصہ ارباب ذوق و وجدان حافظ عبد النبی المخاطب بہ حافظ عبد الرحمٰن جو حضرت اقدس کے خلفائے معتبر میں ہیں

کتاب و سنت کے علوم کے عالم اور شریعت و طریقت و حقیقت میں کامل ہیں۔ آنجناب سے حدیث میں صحاح ستہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیں نیز باطنی علوم و اسرار اخذ کئے۔ ان کے تمام معارف درحقیقت حضرت اقدس ہی کے معارف ہیں۔ جنھوں نے ان کے آئینہ باطن میں بغایت صفا و جلا اپنا پرتو ڈالا ہے۔ ان کے تمام علوم و اقتباس آنجناب ہی کے علوم ہیں جو ان کی وسعت استعداد دیکھتے ہوئے ان پر وارد ہوئے ان کے حال پر نظر کرنا حضرت اقدس کے کمال تصرف اور قوت فیض پر زیادتی و افزونی ایمان کا باعث ہے۔ اور حقیقتاً ان کے تمام کمالات افاضی ہیں جس میں کسب کو دخل نہیں ہے۔ رزائل سے تخلیہ اور فضائل کا تجلیہ ان کی ذات میں وہبی ہے جس میں ان کے حصول کی کوشش کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کا رات و دن میں کوئی وقت عبادت سے خالی نہیں گزرتا۔ یا تو مراقبہ میں رہتے ہیں یا نماز و مناجات میں یا تلاوت قرآن میں۔ معمور کا اوقات میں ایک خاص جمع رکھتے ہیں جس سے بہتر متصور نہیں ہو سکتا اور امور معاشیہ کی طرف قطعی کوئی التفات نہیں

(فکر معاش سے بے نیاز ہیں) باوجود اہل و عیال ان کی کوئی پروا نہیں ہے۔ ان کا وجود شریف صرف ملکیہ ہے جو لباس بشری میں مجسم ہے۔ غرضکہ ان کے کمالات ذات ملکی صفات اس سے بالاتر اور کیا ہو سکتے ہیں جو حضرت اقدس نے اس مثال میں اپنے دست مبارک سے ان کے لیے تحریر فرمائے۔

ان الله تبارک وتعالی الطافا خفیة بعباده من بواطنهم بغیر ادراکها ونعما هنیئة فیما بینه وبینهم من جهة جذبه الیه بدق فهم معانیها. ومن تلک الالطاف الخفیة والنعم الهنیئة فی حق اخینا فی الله الصالح المفلح المعمور باطاعات اوقاته المغمور فی بحار الحسنات انفاسه الحافظ عبد الرحمٰن بن الحافظ نظام الدین التتوی نزیل دلی بلده تو اقامتها احسن الله الیه فی الدنیا والعقبی واجزل علیه نعمه فی الاولی والاخری ان ساقه الی والهمه طلب الطریقة العالیة الصوفیة منی. ثم الله ابصره فی سلوک سهلها وغیرها ووعرها، وتحمل اثقالها فی طی خصبها وقفرها ووفقه للاعتصام بالمراقبات والتوجهات وکشف علیه التوحید ومنح النسب المعتبرة عند القوم

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ ان کے باطن میں بغیر ان کے ادراک کے پوشیدہ مہربانیاں ہیں اور مبارک نعمتیں ہیں جو اس کے اور ان کے مابین ہیں بوجہ ان کے جذب کے اس کی طرف۔ ان کے معانی کے فہم کے آگاہ کرنے سے اور وہ مخفی مہربانیاں اور مبارک نعمتیں ہمارے دینی بھائی کے حق میں ہیں۔ جو صالح اور فلاح پانے والے ہیں ان کے اوقات اطاعتوں سے معمور اور انفاس نیکیوں کے سمندر میں مستغرق ہیں حافظ عبد الرحمٰن بن حافظ نظام الدین تتوی حال مقیم دلی۔ اللہ تعالیٰ دنیا و عقبیٰ میں ان کے ساتھ احسان فرمائے اور ان کو بیش از بیش نعمتیں عطا فرمائے۔ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا اور مجھ سے صوفیا کے خاص طریقہ کے طلب و اخذ کرنے کا الہام کیا۔ پھر ان کو بصیرت عطا فرمائی طریقہ صوفیہ کے سہل اور مشکل سلوک میں نیز اس کے سرسبز و شاداب اور غیر آباد حصے

وفسبة الاحسان والنسبة الاويسية
ونسبة يادداشت ونسبة التوحيد
ونسبة العشق وعاملة باشياء من
خرق العوائد واذاقه حلاوة المناجات
ورزقه اللذة فى اصناف العبادات
واراه لمعات انوار الارواح وسوء مسامرات
لطيفة واطلعه على شئ من خواص الاسماء
والآيات مع صورها ومثالها مناسبة ظاهرا و
باطنا لله والرسول ولمشائخ الطريقة
وسلامة صدره من الغل والحسد
وقلة ميله الى الحرص وطول الامل
وقوة صبره فى الشدائد والامراض
وعدم احساسه لتلك الآلام
عند اشتغاله بالعبادات الى كثير من
الطاف الله يطول بيانها ويعسر
تعدادها .

کے طے کرنے میں سختیوں کے برداشت کی قوت
عطا فرمائی ۔ نیز ان کو مراقبات اور توجہات میں
اہتمام کرنے کی توفیق دی اور ان پر توحید کے اسرار
منکشف فرمائے ان کو وہ نسبتیں عطا فرمائیں جو
صوفیا کے نزدیک معتبر ہیں جیسے ، نسبت احسان
نسبت اویسیہ نسبت یادداشت نسبت توحید و
نسبت عشق وغیرہ ، اور ان کو عامل کیا ان چیزوں کے
ساتھ خرق عادات سے (یعنی ان کو خرق عادات کی
قوت عطا فرمائی) ان کو مناجات کی شیرینی چکھائی
اور ہر قسم کی عبادتوں میں لذت عطا فرمائی ارواح کی
روشنیاں دکھائیں اور راز و نیاز کی دلکش باتیں ان
کے گوش گزار کیں اور ان کو اسماء و آیات کے خواص
پر ظاہر و باطن کی تصویر کے ساتھ مطلع کیا (یعنی اسماء
و آیات کی شکلیں بھی تصویر کے طور پر انھیں دکھائی
گئیں) ان کے سینہ کا کینہ سے محفوظ ہونا ، ان کی ہوا و ہوس
کا حرص اور طول امل کی جانب کم ہونا سختیوں اور بیماریوں
ان کا صبر کرنا ، اور ان کا بحضور عبادتوں میں مشغول ہونے کے وقت
احساس نہ کرنا ۔ یہ سب عنایات خداوندی ہیں جن کا بیان طویل اور تعداد و شمار مشکل ہے ۔

اور نیز اپنے قلم الہام رقم سے بعض مکاتیب میں ان کے حق میں اس عنوان سے تحریر فرمایا کہ اگر جب
بھی ہم حافظ عبدالرحمٰن کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو گویا ایک روئی و یک جہتی وفا باہم ان کی صورت میں
متشکل ہوتی ہے ۔ وہ لطائف سے باخبر اور قیامت کے روز امت واحدہ کے برگزیدہ میں اہل

بیشہ حضرت اقدس کے منظور نظر اور رات دن آپ کی توجہات عالیہ کا مرکز ہیں جو شخص آپ سے
علالتوں میں شفا کا استفاضہ کرتا ہے تو تعویذ و دعا وغیرہ اس کو عنایت فرماتے
ہیں ۔ گویا اس قسم کی برکات کے افاضہ میں حضرت اقدس کے جارحہ (اعضا) کے حکم
میں ۔ ان کے کشف و کرامات کے واقعات بکثرت ہیں جو اپنی جگہ پر لکھے گئے ہیں ۔ پھر بھی
ان میں سے بعض ان اوراق میں تحریر کئے جاتے ہیں ۔ کچھ روایت بالمعنی کچھ روایت
باللفظ

افادہ :- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار شام کے وقت مجھے شدت سے بھوک
معلوم ہوئی اور کھانا میسر نہ آیا جب عشاء کا وقت آیا تو میں اپنے ایک دوست کے
پاس جو میرے گھر سے تھوڑے فاصلہ پر رہتے تھے مدد کی امید میں گیا ۔ اور عشاء کی نماز
ان کے ہمراہ پڑھی ۔ لیکن جب انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہ کی تو میں نے اپنے نفس کو
ملامت کی کہ تو نے عبث مجھکو اس لغو حرکت میں ڈالا ۔ اس خطرہ کا آنا تھا کہ بے انتہا
سرور پیدا ہوا اور کھانے سے بے نیازی پیدا ہو گئی (مطلق خواہش باقی نہ رہی) اور بھوک
بالکل غائب ہو گئی ، وہاں سے لوٹتے وقت ایک امیر کے گھر کی طرف سے گزر ہوا اس کے
ٹھاٹ باٹ دیکھ کر یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک کے لئے تو یہ دولت و حشمت ہے اور ہمارا
حال یہ ہے کہ اپنا ہی پیٹ پالنا مشکل ہے اس خطرہ کا آنا تھا کہ بین النوم والیقظہ کی حالت
طاری ہوئی ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب و غضب نازل ہے
اور وہ (عذاب و غضب) بصورت طاؤس ہوا سے اتر رہے ہیں ۔ اور وہاں کے باشندوں
کا گوشت اپنی چونچوں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اس طرح کہ نہ وہ مرتے ہیں اور نہ جیتے
ہیں ۔ اسی حالت میں انھوں نے اس فقیر کی طرف رخ کیا ۔ حکم ہوا کہ اس کا شمار دنیا والوں
میں نہیں ہے اس سے کوئی مزاحمت نہ کرو ۔ اور وہ دنیا دار تھے ۔ پس انھوں نے مجھ سے
منہ پھیر لیا ۔ اس وقت میں نے توبہ کی کہ آئندہ دنیا کی خواہش نہ کروں گا ۔ اسی وقت یہ الہام"

ہوا کہ جو شخص یہ درود پڑھے وہ عذاب دوزخ سے نجات پائے۔ اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد بعدد کنہ وکن نیکون

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ اس مقام پر جہاں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مزار ہے حاضر ہوں اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا یہ شعر گنگنا رہا ہوں

شعر یا حبیب الالٰہ خذ بیدی ما لعجزی سواک مستندی

اور اس کے ذریعہ بارگاہِ رسالت میں عرض پرداز ہوں اور حضرت خواجہ اپنی مزار مبارک کی جگہ ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ پر یہ شعر سننے سے وجد طاری ہوا اور آپ رقص فرمانے لگے حتیٰ کہ وہ چارپائی بھی رقص کرنے لگی اور میں اپنی اسی نغمہ سرائی میں مشغول رہا اور میرا حال یہ تھا کہ کسی چیز کی طرف ملتفت نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ چارپائی سے نیچے اترے اور بکمالِ عنایت اس غلام کی طرف متوجہ ہوئے، اور دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر غلام کے سر پر رکھی اس کا رکھنا تھا کہ میری حالت متغیر ہو گئی اور آپ کی نسبت و برکات مجھ میں سرایت کر گئیں

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے خواب میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو دیکھا کہ اپنی مزار مبارک کی جگہ پر استراحت فرما ہیں، میں نے آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ حضور نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مرتبۂ ولایت پر پہونچے گا اور اس بات کا دستار عطا فرمانے سے جو واقعۂ سابقہ میں تھا استنباط کیا وہ وعدہ پورے طور پر متحقق نہیں ہوا اگرچہ تھوڑا بہرہ ور ہوا ہوں لیکن کمال کب حاصل ہوگا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ ابو جہل کو میں ماروں گا۔ باوجود اس کے کہ حق سبحانہٗ نے یہ چاہا لیکن تم نے دیکھا کہ کس قدر تدبیر و سعی اور جنگ کے بعد یہ واقع ہوا۔ (یعنی تم ابھی انتظار کرو اور دیکھو کہ کیا صورت نکلتی ہے)۔

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک مجذوب تھا جو ایک نانبائی کی دکان پر بیٹھا رہتا تھا اور کسی سے بات چیت نہیں کرتا تھا مرنے کے بعد اس کو واقعہ میں میں نے دیکھا کہ اس کے سامنے ساز اور سرود رکھے ہوئے ہیں اور وہ نانبائی سے کہہ رہا ہے کہ اسے لے اور بجا، اس نے اسے لے کر بجانا شروع کیا۔ اس مجذوب کو غصہ آگیا اور ساز اس کے ہاتھ سے یہ کہہ کر چھین لیا کہ تو بجانا نہیں جانتا اور خود بجانا شروع کیا اور گویا بجانے سے مراد ذکر و کیفیت اور معانی کے ساتھ حالت کے تحقق کا ارادہ تھا۔ جب خود ہاتھ میں لیکر بجانا شروع کیا تو ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور ایک دوہرہ ہندی زبان میں جس کے معنی نفی و اثبات ہیں گانے لگا۔ ایسا کہ نفی کے وقت وہ خود فنا ہو گیا اور حق جل و علیٰ اس میں متجلی ہو گیا، اور اس وقت اس کا یہ حال تھا کہ ناف سے لے کر سر تک بجلیاں چمک رہی تھیں۔ اس حالت کے دکھانے نے مجھ کو یہ سمجھایا کہ ذکر اس طرح کرو کہ نفی کے وقت تم خود فنا ہو جاؤ۔ اور صرف وجود حق باقی رہ جائے۔ پس اس کیفیت نے مجھ میں انتقال کیا۔ پھر بارہا میں نے اس طریقہ سے ذکر کیا۔ واللہ الموفق

افادہ:- آپ نے تحریر فرمایا کہ جب حضرت مرشد حقیقی دامت برکاتہم نے رمضان کے عشرۂ اخیر میں اعتکاف فرمایا اور نیز خواجہ محمد امین آپ کی مجاورت کے شرف سے مشرف ہوئے اور مجھ کو بعض مجبوریوں کی بنا پر یہ سعادت میسر نہ آئی تو مجھے بڑا افسوس ہوا رات کے وقت واقعہ میں دیکھا کہ مسجد کے دروں پر ایک قنات کھڑی کی گئی ہے۔ اور اس کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درود شوق کی مجلس ہے اور اس میں شوق اگرچہ کمالات حاصل ہو رہے ہیں [illegible] شوق [illegible] کا احاطہ کر لیا ہے اور پوری مجلس سے [illegible] گو [illegible] اور رضا [illegible] آنحضرت [illegible] کے سامنے [illegible] اور آپ کے جذب محبت سے [illegible]

اگرچہ تو ہم اثنا صحبت اپنے میں پا رہا ہوں لیکن دل میں یہ حسرت و افسوس ہے کہ اندر کیوں نہیں
ہوں۔ اچانک اسی حالت میں یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے اندر ظاہر ہوئے۔
اور مجھ میں سما گئے۔ اس کیفیت کے ہوتے ہی عالم دگرگوں ہو گیا اور وہ اضطراب مبدل براحت
وسرور ہو گیا۔

افادہ:۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اس حجرہ میں جو حضرت مرشد
حقیقی کی اعتکاف گاہ ہے بیٹھا ہوا ہوں۔ دیکھا کہ طاق کے اوپر سے ایک نور سفید میری طرف
اترا جس میں سے یاحی یاقیوم برحمتک استغیث کی صدا نکل رہی ہے اور میں جان رہا ہوں
کہ یہ نور کلمہ مبارک ہے اور یاحی یاقیوم کا تلفظ بھی اس میں ہے۔ پھر وہ میرے دامن میں
آیا اور اس کے اثر نے میرے ظاہر و باطن کا احاطہ کر لیا اور میں اس کلمہ کو بہ لذت تمام پڑھنے
لگا۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس تشریف لائے اور استفسار فرمایا کہ کیا پڑھ رہے ہو۔ میں نے
عرض کیا کہ کلمہ یاحی یاقیوم برحمتک استغیث کو اس طور سے میں نے پایا ہے اور
اسی کو پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ خوب پڑھ رہے ہو اور خوب پایا ہے۔ اب ہوشیار
ہو جاؤ کہ ایک بزرگ جن کی اب تک میں نے زیارت نہیں کی ہے تشریف لا رہے ہیں جس
وقت وہ آجائیں مجھ کو خبر کر دینا۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا لیکن اس جگہ کوئی نہیں ہے
کدھر سے آئے گا۔ فرمایا کہ اس حجرہ کی سطح سے آئے گا۔ اور وہ وہی "یاحی یاقیوم
برحمتک استغیث" ہے۔ جیسے ہی آپ تشریف لے گئے ایک روح مجسم حجرہ کی
سطح سے ابھر کر ظاہر ہوئی اور فضا میں حضرت [illegible] جانب حجرہ کے دروازہ کی سمت معلق
ہو گیا اور [illegible] مجھ سے حضرت کی سمت اشارہ کر کے [illegible] "۔ جب حضرت
اقدس اسی وقت تشریف لائے تو وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ میں نے ہر چند اپنی طرف
متوجہ کیا اور کوشش کی لیکن وہ میری جانب نہ آئی اور میں مشتاق ہی رہ گیا اور وہ صبح
مجسم شدہ [illegible] نظر [illegible]

افادہ:۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ گویا حضرت مرشد
حقیقی مد اللہ ظلہم العالی مسجد شریف کی محراب کے متصل تشریف فرما ہیں اور یہ غلام
بھی حاضر ہے۔ آپ نے اس غلام کے حال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ادخلت طریقتنا
(کیا تم ہمارے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہو) قلت نعم دخلت (میں نے عرض کیا، جی
ہاں میں داخل سلسلہ ہو چکا ہوں) پھر آپ نے بیعت کے لئے دست مبارک بڑھایا
میں نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں میں دیدیئے۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ
کوئی مخصوص نعمت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے کہ میں تو پہلے ہی سے آنجناب کے
کے غلاموں میں منسلک ہوں۔ اور شرف بیعت حاصل کئے ہوئے ہوں۔ اسی حال میں
میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی صورت حضرت اقدس
کے سر مبارک پر جلوہ گر ہے اور آپ کے کلام اسرار التیام سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ
ایک مغلوبیت کی کیفیت رکھتے ہیں جو آپ کے متغیر حال سے ظاہر اور عیاں ہے اور آپ کے
اس تغیر و کیفیت نے مجھ میں بھی اثر بلیغ کیا۔ پھر اسی حال میں اپنے دہن مبارک کو اس
فقیر کے منھ پر رکھ کر "اِحْزِب" "اِحْزِب" فرمانے لگے اور اس لفظ سے اس وقت
"فرد" کی معنی ذہن میں پہنچ رہے ہیں۔ پس یہ کہنا اور تصرف کرنا اس صورت کا درجہ
بدرجہ نیچے آ رہا ہے۔ گویا حضرت اقدس القا فرما رہے ہیں اور میں اس کو اپنے میں جذب
کر رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ فقیر کی منھ کی راہ سے داخل ہوا اور قلب تک پہنچ گیا اور
آپ کی اس کیفیت اور القا کا اثر و لذت مدتوں رہا۔

انھیں نے تحریر فرمایا کہ ماہ رمضان المبارک کی چھبیسویں شب کو بعد نماز مغرب
عادت معمولہ کے مطابق دعا مانگ رہا تھا یکبارگی میں نے دیکھا کہ حالِ شب دگرگوں ہو گیا
اور جسم میں ایک تبدیلی ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے دعا میں ایک عجیب قسم کی حلاوت و
جمعیت میں نے پائی۔ پھر عشا کے وقت فرض نماز اور تراویح میں رقت و سرور قلب میں

اور تمام لطائف میں آرام وراحت میں نے پائی. لیکن رقت وسرور پیش دستی کر رہا تھا
وغالب آرہا تھا؛ بعد ازاں جب نماز سے فارغ ہوا اور حضرت مرشد حقیقی کی خدمت
میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو دل میں آیا کہ حضرت اقدس سے یہ استفسار
کروں کہ کیفیت سرور اور رقت قلب کس ستارہ سے منسوب ہے لیکن عرض کرنے
کی جرأت نہ ہوئی. اسی وقت اس رات کی کیفیت میں غور کیا تو ظاہر ہوا کہ ہیئت فلکی
مستحسن ومسعود ہے اور آثار افلاک ونجوم بلکہ ان سب کے آثار ارواح بالذات
ظہور کرتے ہیں اور روحانیات اس کے ضمن میں اور تجلی اعظم کی توجہ افلاک کے ضمن میں
مقتضی ومستدعی ہوکر روحانیات مستحسنہ کے تولد کا باعث ہوئی [1] پوری رات
جب بھی میں نے غور کیا یہی عالم پایا کہ اس ہیئت سے امور خیر متولد ہوئے اور آمادہ بھی نشو
ونما پاکر اپنے کمال پر پہنچ جائیں گے. اور پھر نزول کریں گے. اور ان کی صورتوں کو مجملاً میں
دیکھ رہا تھا. اور صبح کے وقت روحانیات کا ظہور اور زائد ہوگیا. اور ان کو حضرت تجلی اعظم نے
سعادت کے ساتھ منضم کر کے غلبہ بخشا پھر اس وقت کلیتاً دعا میں مشغول ہوا اور حضرت
ولی نعمت دامت برکاتہم اور آپ کے اصحاب رفع اللہ درجاتہم کی نعمت کے شکرانہ ودعاؤں
میں مشغول ہوگیا. اسی ضمن میں جب میں نے خواجہ محمد امین کا نام لیا تو دیکھا متعلق ومعاون ان
کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اور وہ میری دعا سے مستغنی ہیں. اور نیز اس شب میں قوت علوم
اوراد وادراکات کا حدوث اور ان کا بلوغ بہ کمال دکھائی دیا. اور اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک
دوسری عظیم القدر رات بھی اس ماہ میں باقی ہے لیکن بسبب اختصار یہ واضح نہ ہوا کہ اس کی برکات
کس قسم کی ہوں گی [2]

---

[1] یعنی تجلی اعظم کی توجہ افلاک کے ضمن میں اس کی مقتضی ہے کہ روحانیات مستحسنہ کو پیدا کرے. [2] یعنی رقت
وسرور. تمام کواکب کی تاثیرات سے تھی کسی ایک سے نہ تھی.

افادہ :- ایک بار رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں آپ نے تحریر فرمایا کہ اس عشرہ میں دو
باب مفتوح ہوئے اور ان دونوں بابوں کی کیفیات وعلوم منزل ہوکر ایک ہی باب میں ہوگئے
جن کا فتوح سبقت پاکر اور غالب ومقدم ہوکر علوم وکیفیات مطلقہ اور حقائق نفس الامریہ
ہوگیا ہے. (یعنی وہ دو علوم جو مجھ پر منکشف ہوئے انھوں نے سبقت پاکر ومقدم وغالب
ہوکر) جو اپنے مبدا کی طرف نسبتاً خیر محض ہیں. گو بہ نسبت اس عالم کے شر ہوں. اور (وہ)
لطائف خفیہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں. اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عالم تکوین سے ہیں.
اور دوسرے باب میں جس کی فتوح کا نزول موخر ہے وہ کیفیات اور علوم مفیدہ ہیں اور وہ لطائف
بارزہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ان کیفیات میں پیش دستی انھیں لطائف کی ہے. اور
اس کا فتح باب ملاء اعلیٰ اور جبریل کی وساطت سے ہے اور لطف بشری ان کیفیات کا مقتضی
ہے. اور اسی سے وہ اس کو رنگین دیکھتے ہیں مگر بنی آدم میں سے معدودے چند جو درجہ ولایت
پائے ہوئے ہیں اور شب قدر جو انوار صاعدہ کی حامل اور فتح وفتوح کو نازل کرنے والی ہے
وہ یہی ہے اور پورے سال میں ان دونوں بابوں کی تفصیل ہوتی ہے باب اول کے
آثار ملاء اعلیٰ کی مرضی سے نہیں ہیں لیکن وہی غالب اور سب سے زائد ہیں. اور باب ثانی کے
آثار در نزول، مقبول اور ان کی مرضی سے ہیں لیکن وہ قلیل ہیں.

افادہ :- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار یہ معلوم ہوا کہ ان ایام میں (اس دوران) جو لوگ
بیمار ہوگئے ہیں ان کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ بارگاہ رب العزت میں اسم "سلام"
کے ساتھ التجا ورجوع کریں. اور اس کے اعداد ایک دائرہ میں کر کے (تعویذ بنا کر) اپنے پاس
رکھیں اور اس کا رکھنا اور دیکھنا پڑھنے کے مقابلہ میں زائد مفید ہوگا. اور پڑھنے کے لئے
ایک مکمل مناسبت ہونا چاہئے اور وہ دور میں میسر ہوتی ہے. غرضکہ ایسی چیز عمل میں لائیں
کہ اسم "سلام" کے قویٰ اس کی ذات کے مطابق خاکی ہوں نیز اس کے مشابہ اور
مظہر ہوں اور اس کو مثلث، مربع اور مخمس شکلوں میں لکھنے سے اسم "سلام" بکمال کل

پس جو تو اس کے لئے کرتا ہے وہ میرے ہی لئے ہوا۔ اور جب یہ درست ہوا کہ اس کی سمع وبصر میرے ہی سمع وبصر ہیں تو یہ کہنا جائز ہے کہ اس کو کھانا کھلانا دراصل مجھ کو ہی کھانا کھلانا ہے اور اس کی عیادت کرنا حقیقتاً میری ہی عیادت کرنا ہے۔

افادہ :۔ آپ نے فرمایا کہ لطیفۂ قلب کی تہذیب دراصل یہ ہے کہ محبت کلی (یعنی وہ محبت جو ذات حق کو تمام مظاہر کے ساتھ متحقق ہے) اس کو حس ہو جائے اور لطیفۂ روح کی تہذیب یہ ہے کہ روح کو تمام عالم کا قیم پائے۔ جس طرح وہ بدن کی قیم خاص ہے اور لطیفۂ سر کی تہذیب یہ ہے کہ تمام بیانات عالم (مشخصات عالم) کی معرفت کلی طور پر اس کو حاصل ہو جائے اور جب بطفیل الٰہی یہ سب متحقق ہو جائے تو تمام ابدال واوتاد وخضر کی ارواح وحقیقت کعبہ وغیرہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ اور تدبیرات کلیہ اس سے مربوط اور وابستہ ہو جاتی ہیں۔

افادہ :۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے ساتھ مناسبت کی دو قسمیں ہیں ایک تو توجہ الی اللہ کی جہت سے کہ وہ ان کو اپنی جبلت کے مطابق رکھتے ہیں اور اسی توجہ کے باعث وہ حظیرۃ القدس میں جمع ہیں اور سب سے سابق ومقرب ہیں اور نزول قضا ومحل قضا کی رو سے اول ہیں اور جود الٰہی کے وسائط ہیں اور ہمیشہ اس چیز کا سوال کرتے رہتے ہیں جس میں نوع کے اعتبار سے بنی آدم کی بھلائی ہے۔ اور یہ معنی فیضان الٰہی سے ناشی ہے کہ وہ اپنی جبلت کے مطابق ان کے مطیع ہیں۔ اور کبھی تقاضائے فیضان اس عالم سے ہوتا ہے۔ جس طرح ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک فیصلہ (مقدمہ) کو یہ کہہ کر مرفوع کرایا۔ .. شما ہی کرانتہ کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے تو آنحضرت کی ہمت ملاء اعلیٰ کی جانب

حاشیہ معلوم گزشتہ اور جو لوگوں کو فلسفہ پر پہنچاتے ہیں ... رضا ... صاحب کی جماعت ... جس کو وہ سنتا اور دیکھتا ہے ... خصوصیت ... متعلق ہے

متوجہ اور ملحق ہوئی۔ اور جب آپ کا فکری ارادہ ان کو فکر گاہ تک لے آیا اور انھوں نے اس کو قبول کر کے اور اپنے میں لے کر موقف عرض تک پہنچا دیا۔ پس اس کے سبب سے بارگاہ رب العزت سے حکم صادر ہوا اور جبریل سے فرمایا گیا کہ وہ یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیں۔ غرضکہ اس توجہ میں جو ملاء اعلیٰ رکھتے ہیں بعض اشخاص ایک شرکت پیدا کر لیتے ہیں اور اسی کی جانب منجذب ہو جاتے ہیں گو کہ بحسب قالب بشری اس عالم میں ہوں۔ جس طرح اگر کئی چراغ ہم یکجا روشن کریں تو ان سب کی شعاعیں جمع ہو کر متحد ہو جائیں گی۔ ملاء اعلیٰ کے ساتھ ان کا اتصال اسی طرح ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو ملاء اعلیٰ کے مبدأ اور اس قسم کے اشخاص کے درمیان ہے جو بحسب قالب اس عالم میں ہیں۔ ان کی وساطت سے فیض الٰہی کے نزول کی حکمت کے لئے تعین کا حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اور اپنی اصل کی طرف رجوع متحقق ہو جاتا ہے جس طرح نہروں کا رجوع دریا کی طرف ہو کر صرف دریا رہ جائے اور نہروں کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہے وہی ہے جو اس کا اول ہے۔ وسط ہے اور آخر ہے متصل فی نفسہ ہے (یعنی ایک نظر آتا ہے) اور وسط کے جنبش دینے سے سارا دریا لہریں لیتا ہے۔ اور یہ کمال بہت نادر ہے۔ اور اس کا سمجھنا صاحب حال کے سوا دوسرے کے لئے نہایت دشوار ہے اور اس تعین سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل وعرش وحملۂ عرش اور نبی وکامل اسی تعین سے ہوئے اس کے بعد کہ ان دونوں مادوں کی اصل اپنے مبدأ کے ساتھ جو اس کا فیضان ہے متحد ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع سے مراد دوسری ہی رجوع ہے جو تمام عالم کے رجوع سے ماورا ہے کیونکہ تمام عالم کا موطن بھی دوسرے موطن سے ہے اور رجوع بھی اسی موطن کی طرف ہے برخلاف ملاء اعلیٰ اور کاملین کے فرقہ کے جو ملاء اعلیٰ سے ملحق ہیں۔ ان کی شان خدا کی شان اور اسم الظاہر والباطن اسی شان میں ہے اور اسی شان کا یہ مقتضیٰ تھا کہ حضرت ابراہیم کے حق میں تمام ملاء اعلیٰ متوجہ ہو کر ان کی تکلیف نہ دیکھ سکے اور قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم کا حکم صادر ہو گیا اور حضرت ایوب کی بیماری سے سارا حظیرۃ القدس متاثر ہو گیا اور حضرت ایوب کی ندا پر ...

منادی ہوگئے۔ اور خطاب ہوا کہ فاستجبنا لہٗ فکشفنا ما بہٖ من ضر[1]۔

افادہ:۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ بعض صورتوں میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین (جو انبیاء کے نائب ہیں) کا قصد و ارادہ اس عالم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان کی توجہ کھینچ کر لے آتا ہے۔ اور ارادۂ الٰہی کو قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام[2]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تقلب وجہ بار بار آسمان کی طرف دیکھنا، فول وجھک کے حکم پر مقدم تھا۔ اور بعض مقام پر انبیاء اور کاملین کے لئے اس کام پر جس پر وہ مامور ہیں داعیہ اور ارادۂ الٰہی مقدم اور باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللّٰہ امرنی ان احرق قریشاً الخ

---

[1] ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو جو تکلیف تھی وہ دور کر دی۔ پارہ ۱۷۔ سورہ انبیاء رکوع ۵۔

[2] (اے محمد) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیں گے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ پس تم اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو۔ پارہ ۲۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۷۔

بیان درباره فضائل و کمالات و کلمات الہام آیات خازن امین جواہر اسرار الٰہی و حامل متین انوار لامتناہی خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی الکشمیری جو حضرت اقدس کے مخصوص احباب اور بزرگ ترین اصحاب میں ہیں۔

جب تک اپنے وطن مالوف میں رہے۔ بمقتضائے فطرت صافی اہل دل کی صحبت میں نشست و برخاست اور ان برگزیدہ لوگوں سے خاص الفت رکھتے رہے۔ پھر وہاں سے بسلسلۂ تجارت نکلے۔ جب لاہور پہنچے اور چند روز وہاں قیام کیا تو وہاں بھی اس گروہ عالیہ کی عنایات کے مرکز ہوئے۔ یہاں تک کہ قسمت کے مطابق شہر شاہجہاں آباد پہنچے۔ اور کچھ عرصہ بمقتضائے کمال عقل معاش کاروبار تجارت میں مشغول رہے۔ آخر کار توفیق الٰہی کے علائم نے خواجہ محمد ناصر نقشبندی کی رہبری میں جو حضرت شیخ محمد زبیر سرہندی قدس سرہٗ کے سربرآوردہ خلفاء میں سے ہیں ولایت مآب حضرت اقدس کے حضور میں پہنچا دیا۔ اور آپ کے جذب محبت نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور ان کی مخفی استعداد نے عقل معاد کے کمال کا ظہور کیا۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ تمام کاروبار کو ترک کر کے آستانہ فیض آشیانہ کی مجاورت اختیار کر لی۔ اور خدمات خاصہ کی ادائگی پر کمر بستہ ہو گئے اور اس کے ذریعہ بے شمار ظاہری و باطنی فیوضات حاصل کئے۔ اور آپ سے حدیث و تفسیر کی کتابیں استفاضہ کیں۔ اور آپ کے بعض خاص مسودات کو اپنی سعی بلیغ سے بحسن و خوبی سرانجام دیا چنانچہ مسوی

شرح حادیث موطا اور اس کا ترجمہ اور کتاب قرۃ العینین و رسالہ فوز الکبیر فی اصول التفسیر و فتح الخبیر و رسالہ الانصاف فی باب الاختلاف و رسالہ عقد الجید فی مسائل الاجتہاد و التقلید وغیرہ یہ سب انھیں کے حسن اہتمام کی بدولت منصۂ شہود پر آئیں۔ اور اس بات سے آنجناب کے تمام مستفیدین پر اپنا حق ثابت کیا۔ نیز سب کو اپنا مرہون منت کیا۔ غرضکہ اس سلسلہ میں وہ سعی بلیغ کی کہ حضرت اقدس نے اظہار بندہ نوازی فرمایا کہ "میں تم کو اپنے اعضاء کے مثل سمجھتا ہوں"۔ اور اس قدر و منزلت کے سبب حضرت اقدس کے تمام مسترشدین میں سربلند ہو گئے۔ اور محبت و یگانگت اور فنائیت میں اس درجہ پر فائز ہو گئے کہ اگر کبھی وقت آنجناب سے اپنے لیے دعا کے خواستگار ہوتے تو ان کی طرف سے اس جواب اور ان عنایات سے سرفراز ہوتے کہ "اب تم جداگانہ دعا کے محتاج نہیں رہے ہو۔ تمھاری محبت مرکوز خاطر ہو چکی ہے اور دل میں گھر کر چکی ہے اور جو چیز کہ اللہ سے اپنے لیے درخواست کی جاتی ہے کیونکہ تم بھی اپنے ہی ہو۔ اور جو دعا اپنے لیے کی جاتی ہے اس میں تم بھی شامل و شریک رہتے ہو"۔ اس قسم کی خصوصیات کی بدولت آپ کے تمام اصحاب میں قابل رشک ہو گئے۔ اور اس مرتبہ سے بلند و بالا مرتبہ اور کیا ہو گا کہ محب محبوب کے باطن میں جاگزیں ہو کر اس کی زبان سے اپنی فنا کی شہادت حق دے۔ "اللھم ارزقنا نصیبا منہ[1]" اور ان کے لیے بکمال خصوصیت ایک دعا اسرار خاصہ کے نکات کے ساتھ مشتمل بر توسل تحریر فرمائی اور اس کو الاعتصام الامین بحبل اللہ بذریعہ توسل ولی اللہ سے موسوم فرمایا تاکہ وہ اس مناجات کے ذریعہ بارگاہ قاضی الحاجات میں عرض پرداز ہوں۔ بندہ کاتب حروف بھی ان کے طفیل اس کے شرف اجازت سے مشرف ہے۔ الحمد للہ علی ذالک حمدا یوافی نعمہ و یکافی نعمہ۔ اور اجازت نامہ میں تمام معمولات خاصہ کی روایت اور تمام مرویات بنفس نفیس جو

---

[1] اے اللہ ہم کو بھی اس سے ایک حصہ عطا فرما۔

ان کے نام آنجناب سے صادر ہوئی تھیں ان کے ذکر کا عنوان قلم کرامت رقم سے اس عبارت سے تحریر فرمایا کہ اخی فی اللہ و عتبۃ نصحی و معدن اسراری خواجہ محمد امین اکرمہ اللہ بشہود ہ الدائم۔ اور بعض مکتوبات میں جو شاہ نور اللہ کے نام تحریر فرمائے ہیں اس میں خواجہ صاحب موصوف کے حال کی ان کلمات مرحمت آیات سے خبر دی ہے۔ کہ جب بھی خواجہ محمد امین کی جانب نظر اٹھتی ہے تو اپنے اور اپنے دوستوں کے حق میں بے انتہا محبت اور فدائیت کا مشاہدہ ہوتی ہے۔ ان کا لطیفۂ روح ترقی پذیر اور ان کے حسن اخلاق و عادات جبلی ہیں۔ نیز اپنے بعض مکاتیب میں ان کے حال کی اس انداز میں خبر دی ہے۔ "اور ان کے لطائف عزیز میں قوت و استقلال کی جو امتیازی کیفیت ہے وہ دو جہتوں سے ہے۔ ایک قلب کی جہت سے جو روح کے نزدیک ہے اور دوسری روح کی جہت سے جو قلب کی جانب مائل ہے (یعنی ان کے لطائف عزیز میں قوت و استقلال کی وجہ سے قلب و روح دونوں ان کی جانب مائل ہیں) غالب یہ ہے کہ طہارت و عبادت اور نسبت اویسیت کے نتائج کا ظہور اور یادداشت اور وہ انس و محبت جس کی وجہ سے اہل اللہ کے ساتھ الفت و محبت زائد ہوتی ہے۔ وہ ان میں بدرجہ اتم ہے"۔ پس الحمد للہ آپ کے حسب بشارت ان باتوں کے آثار و انوار ان کی ذات میں جلوہ گر ہوئے۔ اور رسالہ "شفاء القلوب" (جو حضرت اقدس کی تصنیف ہے) کے اکثر مطالب انھیں کے نام سے مخصوص ہیں بلکہ اس کی تالیف صرف انھیں کی وجہ سے ہوئی۔ خوبی، استواری اور انشاء پردازی میں مشاق ہیں۔ ایک رسالہ مرشد حق کے فضائل میں تحریر کیا ہے۔ اور اس کے کچھ حصہ میں آپ کے حقائق و معارف انتہائی خوبی اور لطافت سے ساتھ جمع کیے ہیں، اور ایک جزو لطیف مناجات میں مثنوی کا بھی ہے جس میں کمال دسوز، رقت و شیرینی ہے اور مناجات میں حضرت ولی نعمت کے فضائل و مناقب کو انتہائی ملاحت اور حسن ادا سے شامل کر کے وسیلہ بنایا ہے۔ اس میں سے چند اشعار بطور نمونہ

جہاں درج کے جاتے ہیں۔ الغرفۃ تنبئ عن البحر۔ (ایک چلو پانی سمندر کی خبر دیتا ہے)

نظم

خداوندا بآہِ جانِ غمناک — بچشمِ خونفشاں و سینۂ چاک
بنامِ آں کہ جانِ خاکِ رہِ اوست — قلم شیدائے روئے چوں مہِ اوست
بآں مہرِ سپہرِ رہنمائی — بآں اعجوبۂ صنعِ الٰہی
بآں دریائے علمِ بیکرانہ — بآں قطبِ جہاں فردِ زمانہ
بآں غواصِ بحرِ بے نشانی — بآں سیاحِ اقلیمِ معانی
بآں مشکل کشائے مستمنداں — چراغ افروزِ بزمِ نقشبنداں
حکیمِ نکتہ دانِ سرِ اشیاء — مرادِ حکمتِ تعلیمِ اسماء
بآں جانِ جہانِ زندگانی — بآں روحِ روانِ شادمانی
بآں دُرِ ثمینِ کانِ وحدت — بآں نورِ مبینِ جانِ کثرت
بآں خورشیدِ برجِ فضل و ارشاد — بآں نجمِ ہدایت قطبِ اوتاد
بآں عینِ ظہورِ نورِ ہستی — بآں مرآتِ وجہِ حق پرستی
بآں دانا رموزِ پردۂ غیب — بآں کشافِ حسنِ ذاتِ لاریب
بآں عکسِ جمالِ ذاتِ مطلق — چہ عکسے گشتہ اندر ذاتِ ملحق
ابوالفیاض نامِ قدسیانش — بنازم من ازیں تعظیمِ شانش
زکیے استی گفتش پیمبر — رسولِ مجتبیٰ آں بدرِ انور
قدم ننہادہ اندر ملکِ اشباح — بنامِ احمد شبے خواند ارواح
امام و مقتدا و قبلہ گاہم — ولی اللہ شاہِ دیں پناہم
تنم را خاکِ راہِ ایں حرم کن — سرم زیں خاکساری محترم کن

مرا مجبور مفگن از درِ او — کہ تا چوں حلقہ باشم بر درِ او

اے خدائے بے نیاز، غمزدہ جان کی آہ، خون برساتی ہوئی آنکھ اور چاک سینے کے ساتھ اس نام کو وسیلہ بناتے ہوئے عرض پرداز ہوں جس کی خاکِ راہ میری یہ جانِ حزیں ہے اور اس کے روئے انور کا عاشق میرا یہ قلم ہے۔ اس کو اپنا وسیلہ بناتے ہوئے (ملتجی ہوں) جو آسمانِ رہنمائی کا آفتاب اور تیری مخلوق میں تیری صناعی کا حیرت انگیز نمونہ ہے علم کا ایک بحرِ ناپیدا کنار، یگانۂ آفاق، نادرِ روزگار اور اپنے زمانہ کا قطب ہے بے نشان بحرِ مواج کا غوطہ زن اور ملکِ حقیقت کا سیاح ہے۔ حاجت مندوں کا حاجت روا اور نقشبندیوں کی محفلِ مقدس کا روشن چراغ ہے۔ اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا پرکھنے والا اور تعلیم اسماء کی حکمت کا اصل مقصد ہے۔ اور اپنی زندگی کی جان و جہان کو وسیلہ بناتے ہوئے تیری بارگاہ میں سرِ نیاز خم کرتا ہوں جو مسرت اور شادمانی کی روحِ رواں، وحدت کی کان کا بیش قیمت گوہرِ آبدار، جانِ کثرت کا نورِ مبین، فضل و ارشاد کے برج کا آفتاب، اوتاد کا قطب، ہدایت کا ستارہ، نورِ ہستی کا عینِ ظہور، وجہِ حق پرستی کا آئینہ، حجاباتِ غیب کے رموز کا دانا، ذاتِ لاریب کے حسن کو بے نقاب کرنے والا ذاتِ مطلق کے جمال کا عکس اور عکس بھی کیسا جو اس کی ذات میں ملحق ہو چکا ہے۔ اس کا نامِ پاک "ابوالفیاض"[1] ہے اور میں اس کی اس عظمت و شان پر نازاں ہوں۔ وہ جس کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا ہے کہ میری امت کا سب سے ذکی شخص۔ اس نے ملکِ اشباح میں قدم نہیں رکھا کہ اس کی ارواح نے احمد کے نام سے[2]

---

[1] حضرت شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ نے آپ کے تولد سے قبل ہی ان کے لقب کی بابت استفسار کیا۔ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ میرا لقب ابوالفیض اور تمہارا ابوالفیاض ہے۔ یہ فیوض الحرمین میں اسی سے متعلق آپ کا مشاہدہ درج ہے۔ [2] یعنی مثال و تصورات پر اکتفا نہیں کی بلکہ حقائق کا مشاہدہ کیا۔

نہ کی۔ وہ میرا امام و مقتدا میرا قبلہ گاہ۔ میرا ملجا و ماویٰ ہے۔ اس کا نام نامی ولی اللہ ہے۔ اے اللہ میرے اس جسم خاکی کو اسی آستانہ کا پیوند کردے اور میرے سرِ نیاز کو اس خاکساری کی بدولت سرفرازی عطا فرما۔ اور مجھ حلقہ بگوش غلام کو اس کے در دولت سے جدا نہ فرما۔ غرض کہ ان کی ذات مجمع الصفات نادرات میں سے ہے۔

افادہ :۔ انھوں نے حضرت اقدس کی تمام عنایات و نوازشات نقل فرمائیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ جو بمصداق منطوق انّ ولیّ اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین[1] ہمارے تمام امورِ معاش و معاد کا متولی ہے۔ اس نے ان کو بھی اپنے فضل اور اس عنایت سے مخصوص فرمایا ہے۔ اور اس نعمت کے اظہار کا سبب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوا ہے کہ تمھارے حق میں بھی جناب متولی الامور للعباد کے قول سے ایک حصہ شامل ہوا ہے۔ یعنی اس کی بارگاہ میں یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ امور معاش و معاد کی کارسازی تمھارے حق میں مشہود ہوگئی ہے۔ انشاء اللہ بطور کشف کسی وقت بطور نمونہ تم کو بھی اس مرتبہ کا نمونہ دکھا دیا جائے گا تاکہ تمھارا دل مطمئن ہو جائے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

افادہ :۔ حافظ جیو صاحب نے تحریر فرمایا کہ ایک بار بارھویں ربیع الاول کی رات بطریق ابہام خواب میں یہ معلوم ہوا کہ آج رات شب قدر ہے پس میں جاگ پڑا اور اسی وقت وضو کر کے نماز شروع کی جتنی نماز مقدور بھر تھی پڑھی پھر سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مرشدی و مولائی عبداللہ نعیم اعالی کی خانقاہ کے صحن میں آنحضرتؐ کی روح شریف حاضر ہے۔ اور یہ فقیر اور حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم کے بعض اصحاب یعنی خواجہ محمد امین وغیرہ آنحضرتؐ کے

---

[1] میرا مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے کتاب برحق نازل کی اور وہی نیک لوگوں کا دوست دار ہے۔ پارہ ۹۔ سورۂ اعراف رکوع ۲۳۔

مقابل و مؤدب، بطور حلقہ کھڑے ہیں۔ اور ہر ایک کے سینے سے نورانی شعاعیں کے خطوط آنحضرتؐ کے نور شریف کے نور سے متصل ہو گئے ہیں، بلکہ باہم مل گئے ہیں۔ ان کی جانب سے ایمان و اخلاص اور محبت کا ترشح ہے اور آنحضرتؐ کی جانب سے عنایت و شفقت۔ اور آنجناب سے ایک شعاع جوان کی طرف فائض ہے اسی مقدار میں ہے جو ان لوگوں کے سینوں کے مقابل ہے سوا خواجہ محمد امین کے۔ کہ آنجناب کی طرف سے جو نور ان کی طرف فائض ہے وہ بہت بڑا ہے ایسا کہ ان کا مکمل طور پر احاطہ کر لیا ہے۔ اور گویا آنحضرتؐ اس کلام کے اقتضا سے متکلم ہو رہے ہیں کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں اور تم سے راضی و خوش ہوں۔ اگرچہ خطاب عام تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دراصل اس سے مراد خواجہ مذکور ہی ہیں اور دوسرے ان کے طفیل۔ پس آنحضرتؐ کی پوری توجہ و التفات اور ان کی عظمت و رعب مجھ میں سرایت کر گئی اور اس وقت ان کے بارہ میں ایسی قبولیت مشاہدہ ہوئی کہ کوئی دوسرا اس خصوصیت کا نظیر نہ آیا۔ اس سبب سے بیدار ہونے پر دل اس محبت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اللھم ارزقنا زیادۃ محبۃ فی اللہ۔

افادہ :۔ عرفان پناہ شاہ نور اللہ نے فرمایا کہ ایک بار رمضان میں جمعہ کو خواجہ محمد امین نماز میں مشغول تھے۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ ایک نور نے خواجہ صاحب موصوف کا احاطہ کر لیا ہے اور اسی نور کی قوت سے ان کے تمام حرکات تیزی سے ظہور کر رہے ہیں۔

افادہ :۔ انھوں نے بیان کیا کہ رمضان کی پچیسویں شب ... شب تھی یا کچھ کم تھا اور نیند کا غلبہ تھا خواب میں دیکھا کہ حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم اس شب کے ورود و برکات کے حصول کے لیے تہجد کا ... رہے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک انجذاب اور وجد قوی اور رقت تمام قلب میں مشاہدہ ہوئی۔ اور یہ معلوم

ہوا کہ آج رات شب قدر ہے۔ اسی وقت عین وجد و بکا کی حالت میں وہ آپ نے فقیر کاتب حروف کے سامنے آکر دونوں ہاتھ پکڑے اور مسکرا کر فرمایا کہ تم کو یہ حالت جو حاصل ہوئی ہے اس وقت کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ اور میں اس گریہ و شوق میں رقت و تملق عہ (انکساری، فروتنی) کر رہا ہوں۔ اسی اثنا میں بیدار ہو گیا اور حضرت کے حکم کے مطابق (جو خواب میں آپ نے تیمم کا حکم دیا تھا) تیمم کیا۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا میں مشغول ہو گیا۔ لیکن طبیعت نے ساتھ نہ دیا۔ پھر سو گیا۔ اور دوبارہ اطمینان و آرام کے آثار دل میں پائے۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس موجود ہیں اور میں اپنے خواب کی کیفیت اور شب قدر کی برکات بیان کر رہا ہوں۔ اور آپ بھی تصدیق فرماتے جاتے ہیں۔ صبح تک یہی حالت رہی۔ صبح کو حضرت اقدس کے حضور میں یہ سب عرض کیا نیز حافظ صاحب موصوف سے بھی بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ آج کی رات رقت و برکات کی رات بھی تمھاری حالت سچی ہے اور پھر فرمایا کہ میں دوستوں کے لیے دعا میں مشغول رہا تم کو ایک کیفیت عظمی میں مستغرق پایا اور اس کیفیت کا کچھ اثر مجھ پر بھی پڑا۔

افادہ :- انھوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہم جانتے ہیں کہ تم کتنے کچھ شائستہ ہو لیکن اب یہ معلوم ہوا ہے کہ تم حضرت شعیب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہو۔ اس کے بعد اس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ حضرت شعیبؑ کو خطیب الانبیا کہتے ہیں یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تمھارے ذریعہ ہمارے بعض علوم رائج ہوں گے

افادہ :- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوا کہ آخر تک حضرات اکابر سلسلہ

عہ۔ ادھر میرا حال [illegible] اور ادھر میں سراپا عجز و نیاز ہو رہا ہوں [illegible]

ذکر خیر کے ساتھ اپنے حقوق کی ادائیگی کے مستحق ہیں (یعنی ان کا ذکر خیر بغرض تعظیم ہے کرنا چاہیے کہ یہ ان کا حق ہے)، گو کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت تقدم و تاخر کے اعتبار سے کم اور زیادہ ہو لیکن افادہ کا منصب اپنے حق کی ادائیگی کا طالب ہے خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ کیوں کہ اگر فاضل کی تعظیم دوسرے فواضل کو چھوڑ کر کی جائے تو سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور آنحضرتؐ جو سلسلہ کے منتہی ہیں ان کے علاوہ کوئی فاضل منظور نظر نہ ہو گا ایسی صورت میں آنحضرتؐ کے علاوہ دوسرے فواضل کی وساطت کا فائدہ پوشیدہ ہو جائے گا۔

افادہ :- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز دل حضرت ایوب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ کے اسرار کی کیفیت میں متفکر تھا کہ جراد ذھب کا اس کثرت سے نزول ان کے جیب و داماں پر اور صحن و بام میں اور ان میں سے ایک بھی اگر باہر گر جاتی تھی تو اسے نہیں چھوڑتے تھے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے لہٰذا اس کو تلاش کر کے لاتے تھے اور اما اغنیتک (کیا میں نے تم کو غنی نہیں کیا) کا خطاب اور اس کا جواب وما اغنی عن برکتک (میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہو سکتا) میں مستغرق

عہ ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ بہت کثرت سے ٹڈیاں آنا شروع ہوئیں اور جب ان کے گھر میں گریں تو سب سونے کی ہو گئیں۔ ان میں سے ایک ٹڈی گھر سے باہر گری تو آپ اسے بھی اٹھا لائے کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ رحمت جب متوجہ ہوتی ہے تو اس کو چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ پیچھا کرنا چاہیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ حالت ان اصولوں میں شمار ہوتی ہے جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ان کی فرماں برداری اور اطاعت کی وضاحت ہوتی ہے۔ نقی انور

تھا۔ اور کسی سے پوچھنا نہیں چاہتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ غیب سے اس کا سر مجھ پر منکشف کر دیا جائے۔ ۔ ۔ شوال کو ظہر کی نماز میں یہ افاضہ فرمایا گیا کہ حضرت ایوبؑ کے ایک گری پڑی تڈی کے اٹھا لانے میں یہ اہتمام باوجود اس کے کہ ان کو اس کی ضرورت نہ تھی اپنے آقائے ولی نعمت کے ادب کا اقتضا تھا۔ جب منعم حقیقی بندہ پر انعام فرمائے تو بندہ کی نظر میں وہ کتنا ہی ادنیٰ و معمولی کیوں نہ ہو لیکن عبودیت اور بندگی اس کی مقتضی ہے کہ بہ تعظیم و احترام قبول کرے اور یہ تعظیم درحقیقت حضرت مفضل و منعم کی ہے نہ نعمت و انعام کی۔

افادہ:۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک دن میں فضائلِ الٰہیہ کے احصار میں جو حد سے گزر گئیں تھیں متفکر تھا اور پھر اس نشاط و سرور کی فکر میں استغراق ہوا۔ تو یہ بات دل میں ڈالی گئی کہ عنایات الٰہی اس سے زائد مخفی ہیں جو دل میں گزر رہا ہے (جیسا کہ الہام کیا گیا)۔

افادہ:۔ آپ ایک دن صبح کے وقت حضرت اقدس کے سامنے حلقۂ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس عبارت سے ملہم ہوئے۔ "بہترین کاغذ وہ ہے جس پر کلام حق لکھا جائے اور بہترین بندہ وہ ہے جس میں ہماری صورت ظاہر ہو۔"

افادہ:۔ ایک بار رمضان المبارک میں جب کہ آپ معتکف تھے اس علم کا باب آپ پر کھلا کہ انسان اس وقت تک انسان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا فیض متعدی نہ ہو۔ (فیض نہ پھیلائے)

افادہ:۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک بار وتر پڑھنے کے بعد آخر شب میں رو بقبلہ بیٹھا ہوا تھا کہ میرے کان میں ایک آواز آئی کہ نجات کے لوگ کوئی محنت نہیں کرتے اسی اثنا میں حضرت صاحب مدظلہٗ نے فرمایا کہ نجات والوں کے قلوب شرف آفتاب پر ہیں۔ علہ

علہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

افادہ:۔ آپ نے بیان فرمایا کہ میں ایک روز اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا کہ بطور القاء و الہام یہ ظاہر ہوا کہ توجہ بوجہ خاص جو اکابر نقشبندیہ کی اصطلاح ہے ایک قانع و حجاب اوٹ رکھتی ہے جس کا سمجھنا مشکل ہے۔ پھر دو تین روز بعد یہ اطلاع بخشی گئی کہ ایسے شخص کے ساتھ نسبت کے رابطہ کا طریقہ جس کی حقیقت میں تجلی اعظم پورا ظہور رکھتی ہے یہ بھی توجہ بوجہ خاص ہے۔ سالک مبتدی کے حق میں بہت مفید اور انتہائی نافع ہے۔ پس حضرت اقدس نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ بھی اس کلمہ کے (توجہ بوجہ خاص) بطون سے ایک بطن ہے۔

افادہ:۔ آپ نے فرمایا کہ نعمت کا کمال شکر یہ ہے کہ تمام اسباب اور کل وسائل کی تعظیم نیز مسبب الاسباب تک وصول بھی اس منعم علیہ کے قلب و جوارح پر ظہور پائے اور اس سلسلہ کی عظمت اس کی نظر میں متشکل ہو جائے۔ بس اسی وجہ سے خضوع و انکساران وسائط سے ہر ایک کے مناسب ظاہر ہوتا ہے تاکہ حضرت رب الارباب کی عظمت کامل طور پر اس کے دل پر غالب ہو جائے اور وہ ان تمام وسائط کو اللہ کے جود کا مظاہر اور ان کی تعظیم کو حق سبحانہٗ کی تعظیم کا تتمہ سمجھے۔ ۱۰ وقت الحمد للہ اسی سے حاصل کرے گا۔

افادہ:۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن مولانا روم کا یہ شعر

نغمہ آمد شمارا دیدہ رفت هر کرا دریافت جانش شد در رفت

مجھ کو یاد آیا اور بہت تحسر ہوا۔ اسی تحسر میں ایک قسم کا نقشہ ظاہر ہوا اسی درمیان یہ فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بہترین نغمۂ الٰہیہ ہیں اور قرآن عظیم بھی نغمہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

حاشیہ سوگز شتہ ان کے طالع سے آفتاب کو نسبت ہے۔ ان کو دہی طور پر ملتا ہے جیسی مجاہدہ کی ضرورت نہیں ہے جس طرح آفتاب دوسرے سیاروں سے کچھ نہیں لیتا بلکہ ان کو دیتا ہے۔ (رتقی انور)

اور سب نغمات جدا جدا تفصیل رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مثل نہیں ہیں۔ اس کے بعد افاقہ ہوگیا۔

افادہ:- آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ افادہ واستفادہ کی گفتگو کر رہا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ افادہ واستفادہ کے طریقہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ شخص کسی ایسے کامل کے سامنے بیٹھے جو عالم تجرد کے ساتھ توجہ کل رکھے۔ اور وہاں سے اس کے دل پر الوانِ فیوض ریزش کریں۔ اور اُس کے دل سے بغیر اس کے تعلق کے دخل کئے ہوئے) کیفیات عجیبہ حاضرین میں سے ہر شخص کے حال کے مطابق ان کے باطن پر فائض ہوں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک جماعت کسی کامل کے حلقہ میں اپنے کو داخل کرے اور وہ کامل اپنے ارادہ سے حاضرین میں سے ہر ایک کے حال کی طرف متوجہ ہو کر افاضۂ برکات کرے۔ اور ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیضیاب ہو۔ پس بیدار ہو کر اس واقعہ کو حضرت اقدس کے حضور میں عرض کیا۔ آپ نے تصدیق واقعی فرمائی اور مقام اول کو انبیاء کے مقام سے تعبیر فرمایا کہ دراصل ان کا اس عالم کی طرف توجہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اس عالم پر مترشح ہے قسم اول کے مثل ہے اور قسم ثانی کا ولایتِ عامہ کے خواص کی طرف اشارہ فرمایا اور طور اول ہم کو دکھایا جو اس صاحب دورہ (قطب الاقطاب) کا طریقہ ہے۔

افادہ:- آپ نے فرمایا کہ ایک وقت ایک علم عجیب افاضہ ہوا۔ یعنی ہر تجلی منشأ خلق ہے۔ ایک تجلی حیوان کی موجد ہے اور دوسری تجلی دوسری مخلوق کی موجد۔ یہاں تک کہ آخری تجلی انسان کی ایجاد کا سبب ہوگئی۔ پس جب آدمی کو رفتہ رفتہ اس تجلی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہے تو لامحالہ وہ انا الحق کہنے لگتا ہے اور یہی تھا جو کہنے والے نے انا الحق کہا۔ لیکن وہ وہ انا الحق نہیں ہے جو زبان زد اہل توحید ہے

بلکہ اس کے لئے زبان وبیان اور نام ونشان ہے۔ اور وہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب حجابات بشریہ کا انبوہ چھٹ جائے اور صرف وہی ایک تجلی رہ جائے اور اس وقت انا الحق کہنا اسی تجلی سے صادر ہے۔ پس اس کو حضرت اقدس کی حضور میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ علم حق ہے اور تجلی مذکور سے مطلب مبدأ ہے۔

مختصر بیان احوال سعادت اشتمال سالک واجد صوفی ماجد شیخ محمد عابد جو حضرت اقدس کے دعوت طریقت کے اجازت یافتوں میں ہیں

ابتداءً فوج میں رہے. لیکن بمقتضائے صفائی فطرت و علو استعداد راہِ خدا کا شوق پیدا ہوا. اور چشمۂ فیض و برکت عارف باللہ الصمد حضرت شیخ محمد اور امام الطریق القویم قطب اللہ العظیم حضرت شیخ عبدالرحیم قدس اللہ اسرارہما کی خدمت میں حاضر ہو کر اشغال طریقت استفادہ اور برکات صحبت حاصل کئے اور اذکار و اشغال کی مداومت کی بدولت کمال کا ذوق و شوق اور ارباب وجد و حال کے احوال کی معرفت حاصل کی. ان صحبتوں کے اختتام کے بعد حضرت اقدس کی خدمت میں کمر بندگی باندھی اور لباس سپاہیانہ اتار کر اپنے کو کلیتاً مجردانہ طور پر آپ کے حضرت اقدس اسپرد کر دیا. یہاں تک کہ بہ فضل کارساز حقیقی فتح باب ہوا اور حجابات اسرار اٹھ گئے اور نسبت قوم کے شاہدنے بوجہ احسن جلوہ گری فرمائی. اور اس طائفہ علیہ کے مواجید ظاہر و وجد آگیں کیفیات ظاہر و نمایاں ہوئے. پھر آنجناب سے رشد و ارشاد کی اجازت پا کر ... استقامت تمام مسند آرائے افادہ و افاضہ ہوئے. اور آنجناب نے جو شاہ ... ان کے لیے تحریر فرمائی اس میں ان کو ان الفاظ سے مشرف فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اخانا الصالح الراغب فی اتباع حبیب اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ المستغرق بذکر اللہ وتفکر فی الاء اللہ الشیخ محمد عابد زادا اللہ فی توفیقہ صحب سیدی الوالد وجدی لامی قدس اللہ اسرارہما واخذ منہما اشغال الطرق الثلاثۃ النقشبندیۃ والجیلانیۃ والچشتیۃ وعملہا مدۃ طویلۃ و صحب بعدہما فقیر اعفا اللہ عنہ والحقہ بسلفہ و حصلت سکینۃ الباطنۃ والیاد داشت علی ما احب. ثم انہ شرح اللہ صدری ان اختارہ داعیا الی اشغال الطرق الثلاثۃ وارتضیہ مرکبا لفیض صحبتہ للموفقین من عباد اللہ والمعنی انہ حقیق بان یؤخذ عنہ الاشغال ویستفنی بنور صحبتہ السالکون وان اللہ جاعل فی صحبتہ الناس خیرا. فصا انا اجیزہ لیبلغ الاشغال

بیشک ہمارے صالح بھائی شائق حبیب اکرم کی اتباع کے مشغول اللہ کے ذکر سے اور اس کی نعمتوں میں تفکر کرنے والے شیخ محمد عابد اللہ تعالیٰ ان کو بیش از بیش توفیق عطا فرمائے. وہ میرے والد ماجد اور میرے جد اور ان قدس سرہما کی صحبت میں رہے اور ان سے سلسلۂ نقشبندیہ و جیلانیہ و چشتیہ کے اشغال حاصل کئے. اور طویل مدت تک ان پر عامل رہے. پھر ان کے بعد اس فقیر کی صحبت میں رہے جس میں ان کو حسب دلخواہ سکینۂ قلبی و روحانی تسکین اور یادداشت حاصل ہوئی. پھر اللہ نے میرے سینے کو اس بات کے لیے کھول دیا کہ میں ان کو تینوں طریقوں کے اشغال کی دعوت دینے کے لیے منتخب اور بندگان خدا کی تعلیم و تلقین کے لیے پسند کروں تاکہ وہ توفیق یافتہ بندگان خدا پر صحبت ... کا افادہ کریں اور اللہ نے ... اس بات کا اہتمام کیا کہ وہ ... اس لائق ہو کر ان سے اشغال اخذ کئے جائیں اور سالکین ان کی ... سے روشنی حاصل کریں اور اللہ نے ...

والاوراداتی سعھامنی ومن سید | کی صحبت میں بھلائی پیدا کرنے والا ہے. اب
المذکور وعمل بھا ورائی آثارھا | میں ان کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ وہ شغال
الی من توسم فیہ الخیر من الناس الخ | واوراد کی تبلیغ کریں جو انھوں نے مجھ سے اور میرے

سیدین مذکورین سے اخذ کیے ہیں اور ان پر عمل کیا ہے اور ان کے فوائد ان لوگوں میں مشاہدہ کیے ہیں جن میں بھلائی کے نشانات روشن تھے.

غرض کہ احکام شریعت میں پورا رسوخ اور وظائف طریقت میں اجتہاد دوام و حکم باطنی اور بے رنگی حقیقت میں ناقابل بیان رنگ و رنگینی رکھتے ہیں. ان کی ذات تمام خوبیوں کی جامع اور بساغنیمت ہے.

افادہ :- انھوں نے بیان کیا کہ نادر شاہ کے حملہ سے کچھ پیشتر میں نے آنحضرتؐ کو ایک واقعہ میں دیکھا کہ آپ سراپا نور ہیں اور آپ کا لباس بھی نور ہے. اور آپ شاہجہاں آباد کے حالات مجھ کو دکھلا رہے ہیں پھر ایسا ہی واقع ہوا.

افادہ :- انھوں نے بیان کیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ذات حق ایک دریا ہے اور اس شخص کا وجود اس دریا میں مثل حباب اٹھ رہا ہے اور اس میں اس دریا کے ساتھ ایک محبت و شوق پیدا ہو گیا ہے. پھر جب اس دریا میں تلاطم برپا ہوا تو وہ حباب اس میں فنا ہو گیا. یہاں تک کہ اس حباب کی کوئی صورت باقی نہیں رہی لیکن ایک محبت و شوق اس قطرہ میں اب بھی باقی ہے.

بیان قدرے دربارۂ احوال استقامت اشتمال صاحب شرف لطیف ذی المقام المنیف میاں محمد شریف جو حضرت اقدس کے خلیفہ ہیں

صوفی متشرع. صاحب الاستقامت اور پرہیزگار. ان کی جائے پیدائش ملک سندھ ہے. وہیں ابتداءً شیخ کلیم اللہ دہلوی کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ کی خدمت میں سلوک. اشغال طریقت کی مشق اور ریاضیات و مجاہدات میں ترقی کرتے رہے. بعد ازاں. والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا. کے حکم کے مطابق فضل الٰہی نے حضرت اقدس کی طرف رہنمائی کی اور سعادت ازلی کے جاذب نے اس دیار بے کشاں کشاں آستانہ رفیع المنزلت پر پہنچا دیا. چونکہ اعلیٰ استعداد کے حامل تھے لہٰذا ان تمام گزشتہ کمالات کو باد ہوائی سمجھ کر مقصود اصلی کی سعی پر کمربستہ ہوئے. اور بحکم ؎

ع بدریا چوں رسد سیلاب آغازِ سفر باشد

سیر ماہ بے آفاقی سے گزر کر اور از سر نو سلوک کر کے سیر انفس میں قدم رکھ دیا اور مرشد حقیقی کے کارکشا توجہات سے تھوڑی ہی مدت میں لطائف نفس کے کمالات پر واقفیت حاصل کر لی. اور بمصداق من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ. مرتبہ کمال و تکمیل پر پہونچ گئے.

؎ کان اللہ بودہ در ما مضیٰ | تا کہ کان اللہ لہ آمد جزا

اور پھر رشد وارشاد کی اجازت پاکر وطن لوٹ آئے اور رشد وہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے۔ ان تمام کمالات کے علاوہ ان میں ایک نادر صفت بھی ہے جو موجودہ دور میں ان کی ذات کے علاوہ کسی میں نہیں پائی جاتی لیکن جس کو اللہ چاہے اور وہ یہ ہے کہ شراب وصال سے سیراب کے باوجود تشنگی کامل ہے کہ ہر سال وطن مالوف سے جو کم وبیش ہزار میل کی مسافت پر ہے طے کر کے حضرت مرشد حقیقی کے آستانہ بوسی کے شرف سے مشرف ہو کر تازہ بہ تازہ فیوض جدیدہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔[1]

شربت الحب کاسا بعد کاس   فما نفد الشراب وما رویت

اس قحط الرجال کے دور میں جہاں اہل کی طلب رحال ومقام کی طلب، ان میں بے مثل ہے غرض کہ ان کی ذات صاحب آیات اس صفت میں اکابر سلف کی یاد دلاتی ہے اور طالبان خلف کی آگاہ ساز ہے۔ جناب حضرت ولی نعمت دام مجدہم نے جو خلافت ان کو مرحمت فرمائی اس میں اس طرح کی عنایات فرمائیں۔

دخل علینا فی شهور سنة ثلث وخمسین من المائة الثانیة عشر اخونا فی الله الراغب فی الوصول الی الله محمد شریف بن خیر الله مهاجرا لطلب الطریقة الصوفیة وکان عالج اعمال الطریقة واشغالها ومراقباتها قبل ذالک مدة وعرف غورها ونجدها وتفحص من سینها وشینها وعرفته لطائف النفس و

ہمارے پاس آئے ۱۱۵۳ھ کے مہینوں میں ہمارے دینی بھائی شائق وصول الی اللہ محمد شریف بن خیر اللہ مہاجر طریقہ صوفیہ کی طلب میں۔ اس سے قبل انہوں نے ایک مدت تک اعمال واشغال ومراقبات سے اپنے نفس کا علاج کیا تھا اور اس کے نشیب وفراز کو پہچان لیا تھا اور اس کی اچھائیوں وبرائیوں کو تلاش کر لیا تھا پس میں نے ان کو لطائف نفس اور مقامات

[1] میں نے شراب محبت کے جام پر جام پیئے نہ شراب ہی ختم ہوئی نہ میں ہی سیر ہوا

المقامات المستویة علی کل لطیفة والنسب المختصة بکل لطیفة و النسب التی علیها مدار الطریق المشهورة وعرفته کیفیة نقل التلامیذ من لطیفة ونسبة و سائر الدقائق المهمة وعرفته کیفیة اظهار خوارق العادة و توجهات المورثة لها کل ذالک کما فتح الله علی وفهمنی ربی وبارک لی فی ما ورثته عن مشائخی معرفة کل ذالک کما ینبغی وزنته بالمیزان الذی اعطانیه ربی فوجدته صحیحا والحمد لله.

فلما اذا اجیزه لارشاد الطالبین بالطریقة الصوفیة علی تنوعها والالباس الخرقة لهم والتوجه الیهم والصحبة معهم والبسته الخرقة الصوفیة الخ

مستویہ ہر لطیفہ کے اور ہر لطیفہ کی مخصوص نسبت اور وہ نسبت جس پر طریقہ نقشبندیہ کا دارومدار ہے شناخت کرا دیے نیز ان کو شناخت کرا دی شاگرد کے ایک لطیفہ سے دوسرے لطیفہ اور ایک نسبت سے دوسری نسبت کی طرف منتقل ہونے کی کیفیت یعنی شاگرد اپنی موجودہ حالت سے کس طرح ترقی کی جانب منتقل ہوگا نیز تمام اہم باریکیاں، اور میں نے ان کو شناخت کرا دی خوارق عادات کے اظہار کی کیفیت اور وہ توجہات جو خوارق عادات کو پیدا کرنے والی ہیں، یہ سب جیسا کہ کھول دیا اللہ نے مجھ پر اور مجھے سمجھ عطا فرمائی اور میرے رب نے ان تمام چیزوں میں برکت دی جن کا میں اپنے مشائخ سے وارث ہوا ان سب کی معرفت جیسا کہ لائق ہے اور جب میں نے ان کو اپنے پروردگار کی عطا کردہ میزان میں وزن کیا تو اس کو درست پایا اور تمام تعریف اللہ کیلئے ہے اب میں ان کو اجازت دیتا ہوں طالبین کے رشد وارشاد کا طریقہ صوفیہ پر مع اس کے اقسام کے نیز خرقہ پہنانے کا اور ان کی طرف توجہ کرنے کا اور ان کے ساتھ صحبت رکھنے کا اور خرقہ صوفیہ کی نسبت کا۔

بیان قدرے، از فضائل وجلائل صاحب علم المؤید والعرفان المسند سیدی شرف الدین محمد جو حضرت اقدس کے خاص شاگرد ہیں

ذہن کی سلامت روی اور قوت ادراک کی تیزی میں بیشتر صاحب استعداد حضرات میں ممتاز ہیں۔ خوبیٔ صفات اور حسن اخلاق میں یکتائے روزگار ہیں۔ رذائل سے معرا اور فضائل سے مالامال نیز احکام شریعت کے ساتھ تزکیۂ ظاہر اور آداب طریقت کے ساتھ تصفیۂ باطن ان کی ذات ستودہ صفات میں فطری ہے۔ صوفیۂ صافیہ کے مشرب سے جبلی طور پر سیراب ہیں اور اس طائفۂ علیہ کے ذوق وشوق سے غذائے روحانی حاصل کرتے ہیں۔ علوم قوم (صوفیہ) میں فہم رسا رکھتے ہیں اور ان کی اصطلاحات کو خوب سمجھتے ہیں۔ گو کہ درحقیقت انھیں میں سے ہیں لیکن بظاہر سپاہیانہ وضع اختیار کئے ہیں۔ حضرت اقدس کے علوم خاصہ حاصل کرنے میں پورا انہماک رکھتے ہیں۔ اور آپ کے اسرار کے ادراک میں مکمل طور پر فائز ہیں۔ چوں کہ فطرت صافی اور استعداد عالی رکھتے ہیں لہٰذا آنجناب کے بعض معارف کے پرتو فگن ہو گئے۔ چنانچہ رسالہ نقادۃ التصوف جو عقائد کے اہم مسائل پر ان کی تصنیف ہے اور اس میں ادیان کے اختلافات کا سر اور انبیاء کے طریقہ کا امتیاز اور تکلیف ومجازات واس کی جزا، اور معاد جسمانی کے اسباب اور مسئلہ جبر واختیار کا بیان ہے۔ اس سب کی نہایت محققانہ تحقیق کی۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اس کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ان کو اپنے قلم کرامت رقم سے اس انداز سے مشرف فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد وہاب کریم جل مجدہٗ کی عنایات میں سے نفوس ذکیہ کے لئے افاضۂ تفہیم و یقین ہے بوجہ عقائد حقہ کے اور راہ حق کے افادہ کے جو رہائی دلاتا ہے لغو شبہات سے اور ابہام اور توجیہ مذاہب مختلفہ کے درمیان ہو جاتے ہے اور اس فقیر کے سامنے یہ بات حق الیقین کے ساتھ مقرر ہو گئی ہے کہ جب تک کسی شخص کے نفس ناطقہ نے صورت علمی کو مبدا فیاض سے قبول نہیں کیا ہے۔ اور اس کے عین ثابت میں اس نور کو ودیعت نہیں رکھا گیا ہے، اس علم کے بارہ میں کلام کرنا تحقیق اور فکر کی جہت سے گویا یہ بات اس کے نفس سے پیدا ہوئی ہے، کوئی اصلیت نہیں رکھتی۔ کما قال العارف الجامی

جامی اوصاف مے صاف نیارد گفتن

گر نہ فیضش رسد از باطن خم پے دریے

اور اس گروہ میں سے وہ لوگ جو اس نعمت مبارکہ سے سرفراز ہیں ان میں ہمارے برادر دینی شرف الدین محمد بھی ہیں جو خصائل سنیہ وہبیہ وکسبیہ سے متصف ہیں۔ اور رسالہ نقادۃ التصوف میں بلند معارف اور عقائد حقہ کی تنقیح کی تحریر کی ان کو توفیق دی گئی ہے میں نے اس کا از اول تا آخر مطالعہ کیا میں نے اس کو مستحسن المبانی اور صحیح المعانی پایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف پر اپنی نعمتوں کی بارش نازل فرمائے اور اس کے ساتھ جود وکرم سے تمام احوال میں معاملت فرمائے اور دین ودنیا میں جو بھی اس کی تمنائیں ہیں ان کو پورا فرمائے۔ آمین آمین آمین۔

کتبہ: الفقیر حقیر الی رحمۃ اللہ الکریم ولی اللہ بن شیخ عبد الرحیم کان اللہ تعالیٰ لہٗ۔

اور دوسرا رسالہ موسومہ بالوسیلۃ الی اللہ بھی انھیں کی تصنیف ہے۔ اس میں ایسا مسئلہ بیان کیا ہے جو عطیۂ الٰہی اور اسرار ولی اللّٰہی کے چشموں میں سے ایک چشمۂ جاری ہے جو حضرت ولی الفضل والاحسان نے محض بطور امتنان ان کو عنایت فرمایا ہے۔ اور امید ہے کہ اس بات کا کشف آنجناب کے معارف خاصہ کے بہت سے مغلق مسائل کا کھولنے والا ہوگا چونکہ مسئلہ مذکورہ اس طائفۂ علیہ کے ندویت گزیں اور دل عقیدت میں جاگزیں ہے لہٰذا وہ اس کو اس کے ذکر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ان اوراق میں لکھتا ہے اور وہ یہ ہے۔

ان اول التعینات لحضرۃ الوجود المطلق الشان الکلی الذی لہٗ صلاحیۃ کل شان واعتبار و اضافۃ یقال لہٗ فی لسان الصوفیۃ حقیقۃ الحقائق والبرزخ الاولیٰ والوحدۃ و فی ھٰذہ المرتبۃ کل التعینات والحقائق مندمجۃ والصوفیۃ قالوا بالکشف والوجدان انہا الحقیقۃ المحمدیۃ وفی وجدان الا فقر انہٗ لہٗ حقیقۃ ھو یان ھویۃ فی تعینات الوجوبیۃ و وھو التجلی الاعظم فی حاق وسط النفس الکلیۃ الانسان الکبیر و علیہ ینطبق الاسماء

بیشک حضرت وجود مطلق الشان کا پہلا تعین وہ کلی ہے جس کے لیے صلاحیت ہر شان اور اعتبار اور اضافت کی ہے جس کو صوفیاء کی زبان میں حقیقۃ الحقائق، برزخ اولی اور وحدت کہا جاتا ہے اور اس مرتبہ میں کل تعینات و حقائق مندرج ہیں اور صوفیا نے کشف و وجدان سے یہ کہا ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے اور وجدان افقر یعنی فقیر (مترجم) کی جہاں تک رسائی ہے یہی یہ ہے کہ وہ ایک حقیقت ہے اور دو ہویت کا بیان ہے تعینات وجوبیہ میں اور وہ تجلی اعظم ہے انسان کبیر کے نفس کلیہ کے وسط میں جس پر [illegible] منطبق ہیں اور تعینات امکانیہ میں ہویت اور وہ

والشعون و ھویۃ فی تعینات الامکانیۃ وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومن ھٰھنا قال الشیخ الکبیر رضی اللہ عنہ بادنیٰ تسامح للتجلی الاعظم انہ الحقیقۃ المحمدیۃ کما فی باب السادس من الفتوحات المکیۃ واشبہ علی ذالک من الحقائق عبارۃ عن الذات المتلبسۃ باحکام تلک الحقائق فی حضرۃ العلم والموجودات عبارۃ عن الذات المتلبسۃ باحکام تلک الحقائق وآثارھا فی حضرۃ العین فاذا اظہرت الکثرۃ من الوحدۃ الحقیقۃ بمراتبھا متفاوتۃ من الافراط والتفریط والاعتدال بین تلک الشیون ومن البدیھی ان نسبۃ المرتبۃ العالیۃ الیٰ ذالک الشان الکلی اتم واولیٰ من نسبۃ غیرہ من المراتب فاولویۃ نسبۃ التجلی الاعظم الیہ بدیھی لا یخفیٰ علی من لہ

حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسی جگہ شیخ کبیرؒ نے فرمایا ہے ادنیٰ تسامح کے ساتھ تجلی اعظم دیکھئے کے بارے میں کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے جیسا کہ فتوحات مکیہ کے چھٹے باب میں ہے اور آگاہ کیا ہے اس بات پر حقائق سے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ ذات متلبس اپنے شیونات سے حضرت علم میں اور موجودات سے مراد وہ ذات ہے جو ان حقائق کے احکام اور اس کے آثار کے ساتھ حضرت عین وعین حقیقت میں متلبس ہے پس جب اس ذات نے ظاہر فرمایا کثرت کو وحدت حقیقیہ سے اس کے مراتب کے ساتھ اس اعتبار سے کہ وہ مراتب متفاوت ہیں۔ وباہم فرق رکھتے ہیں افراط و تفریط اور اعتدال سے جو ان شیون کے درمیان ہیں اور یہ امر بدیہی ہے کہ مرتبۂ اعتدالیہ کی نسبت اس شان کلی کی طرف اتم واولیٰ ہے مراتب میں سے اپنے غیر کی نسبت سے۔ پس تجلی اعظم کی نسبت اولیت بدیہی ہے اور یہ بات اس پر پوشیدہ نہیں ہے جس کی طبیعت صاف ہے لیکن بڑی کی نسبت کی

بجميع شيونه المركز على السواء
والى غيره من تلك النقاط بغلبة بعض
شيونه ومغلوبة بعض آخر فاذا
تمهد هذا فليعلم ان بروز الحقائق
مرة بعد اخرى من المسلمات عند
الصوفية كما قيل الياس وهو
ادريس عليهما السلام يعني بذالك
ان حقيقتهما واحدة ظهرت في
شخصين وبرزت في صورتين
وهذا ليس تناسخ فيقول الحقيقة
المحمدية هي حقيقة الحقائق ظهرت
فيه صلى الله عليه وسلم باكمل
الوجوه لكن لا بد لها من ظهورين
في مظهرين آخرين هما وارثاه صلى
الله عليه وسلم وشارحا كماله و
صدقها عليه صلى الله عليه وسلم
وعلى هذين الوارثين كصدق
الصورة النوعية على اكمل افراد
بصلاحية المادة لظهورها بتمامها
وعدم منعها بوجه من الوجوه
لكنه صلى الله عليه وسلم اقدم

از نقاط کے علاوہ کی طرف اس کے بعض
شیون کے غلبہ سے اور بعض دوسرے شیون
کے مغلوب ہونے سے۔ جب یہ تمہید بیان
ہوچکی تو یہ جاننا چاہیے کہ ایک حقیقت کے
بعد دوسری حقیقت کا ظاہر ہونا عالم [illegible]
میں آنا صوفیا کے نزدیک مسلمات سے
ہے جیسا کہا گیا ہے کہ حضرت الیاس وہی
حضرت ادریس ہیں (یعنی اس سے یہ مراد
لیتے ہیں) کہ ان کی حقیقت ایک ہے جو
دو شخصوں میں ظاہر اور دو صورتوں میں
نمایاں ہوئی۔ اور یہ تناسخ نہیں ہے۔ پس
وہ کہتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ وہی حقیقۃ
الحقائق ہے جس میں نبی کریم مکمل طور پر
ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس کے لئے دوسرے
دو مظہروں میں دو ظہور ضروری ہیں وہ
دونوں آپ کے وارث اور آپ کے کمال
کی شرح کرنے والے ہیں۔ اور اس کا
(حقیقۃ الحقائق) صدق آپ پر اور آپ
کے دونوں وارثوں پر صورت نوعیہ کے
صدق کی طرح ہے۔ کامل ترین افراد پر
مادے کی صلاحیت کی وجہ سے اپنے پورے

لطف قرعية اما اولوية نسبة محمد
صلى الله عليه وسلم فمن تتبع
احوال الكمل واخلاقهم من بدء
النوع الانساني الى آخره لا يخفى
عليه ايضا ان احواله واخلاقه
صلى الله عليه وسلم كان في حاق
وسط الاعتدال ففيه صلى الله
عليه وسلم الى ذالك الشان الكلي
اتم واولى من جميع الافراد الكاملين
والضرب بهذا مثالا ذالك الشان
الكلي بمنزلة الدائرة المحيطة و
جميع افراد الكاملين بمنزلة النقاط
المحاطة فيها في نسبة كل واحد من
تلك النقاط الى ذالك المحيط نسبة
متفاوتة قرب الى جانب وابعد
عن جانب الا نسبة النقطة المركز
فانها الى جانب المحيط سواء فللمركز
مزيد خصوصية بالمحيط ليس
لتلك الخصوصية نقطة اخرى
فالحكم بان المحيط حقيقة المركز
اولى من غيره لان توجه المحيط

اولویت۔ پس جس نے کاملین کے احوال اور
ان کے اخلاق کی اتباع کی آغاز نوع انسانی
سے اس کے آخر تک تو اس پر بھی یہ بات
پوشیدہ نہ ہوگی کہ نبی کے احوال و اخلاق
اعتدال کے وسط میں تھے۔ پس اس میں یہ
بات ہے کہ نبی اس شان کلی کی طرف اتم و
اولیٰ ہیں تمام افراد کاملین سے اور اس کی
مثال بیان کرنا وہ یہ ہے کہ وہ شان کلی
دائرہ محیط کے مرتبہ میں ہے اور تمام افراد
کاملین ان نقطوں کے مرتبہ میں ہیں جو اس
میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان نقطوں میں سے
ہر نقطہ کی نسبت اس محیط کی طرف ایک ایسی
نسبت ہے جو باہم فرق رکھتی ہے۔ ایک جانب
سے قریب ہے اور دوسری جانب سے
بعید لیکن نقطہ مرکزیہ کی نسبت تمام اطراف
سے برابر ہے۔ پس مرکز کو محیط کے ساتھ
ایک مزید خصوصیت ہے جو دوسرے نقطہ
کو نہیں ہے۔ پس اس طور پر حکم کرنا کہ محیط
مرکز کی حقیقت ہے یہ اولیٰ ہے اس کے
غیر سے۔ کیوں کہ محیط کی توجہ اپنے تمام شیون
کے ساتھ مرکز سے برابری کے ساتھ اور

واسبق وهما تابعاه فهو الافضل و
تلك الظهورات الثلثة حقيقة
الحقائق اقتضتها الحكمة الازلية
والرحمة الالٰهية قال تعالیٰ وما
ارسلناك الا رحمة للعالمين
لان الموجودات مظاهر الحقائق
وهي منتسبة من حقيقة الحقائق
ولها جهتان جهة الاشتمال و
الاحتواء على جميع الحقائق وبهذه
الجهة العالم كله مظهرها ولو
بواسطة وجهة المعدودية في
عداد الحقائق وبهذه الجهة
لها مظاهر خاصة. اما في المرتبة
الوجوبية فقد عرفت. اما في
المرتبة الامكانية ففي كل عالم
لها انموذج وظهور في حاق وسطه
اما في النوع الانساني فهؤلاء
الثلثة لان الكمالات مرجعها
الى اصلين النبوة والولاية وحقيقة
الحقائق جامعة لهما لان حقيقة
النبوة برزخية بين الحق والخلق

ظہور کے ساتھ اور بوجہ من الوجوہ اس کے
منع نہ ہونے کے سبب سے۔ لیکن آپ سب
سے پہلے اور سب سے سابق ہیں اور وہ
دونوں آپ کے تابع۔ پس آپؐ افضل
اور یہ ظہورات ثلثہ (یعنی آپ اور آپ کے
دونوں وارث) حقیقۃ الحقائق ہیں (جبکہ
حکمت ازلیہ اور رحمت الٰہیہ اس کی مقتضی
ہوئی) تو اللہ نے فرمایا "وما ارسلناک
الا رحمۃ للعالمین" کیوں کہ تمام موجودات
مظاہر ہیں حقیقۃ الحقائق کے لئے اور وہ
حقیقۃ الحقائق سے نسبت رکھتے ہیں اور اس
کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت اشتمال دوسری
جہت احتواء تمام حقائق پر۔ اور اس جہت سے
تمام عالم کل کا کل اس کا مظہر ہے اگرچہ
بالواسطہ ہو اور دوسری جہت جہت معدودیت
ہے اور وہ بھی حقائق میں سے ہے اور اس جہت
کے خاص مظاہر ہیں۔ مرتبہ وجوبیت میں تو
تم نے اسے پہچانا۔ لیکن مرتبہ امکانیہ میں پس
ہر عالم میں اس کا ایک نمونہ ہے اور ایک ظہور
ہے۔ وسط عالم میں۔ لیکن نوع انسانی میں
وہی تین ہیں۔ کیوں کہ کمالات کا مرجع دو

وهي اصل البرازخ وحقيقة الولاية
القرب بالله وهي اقرب الحقائق
الى اول الاوائل. فلما فتح باب النبوة
وبعث الانبياء عليهم السلام و
اتسعت دائرة النبوة درجة بعد
درجة اقتضت الحكمة والرحمة
ان تظهر حقيقة الحقائق في حاق
وسطها ظهورا تاما لا يتصور ظهورا
اعلى منه، قال النبي ؐ بعثت لاتمم
مكارم الاخلاق وقال تعالیٰ اليوم
اكملت لكم دينكم واتممت عليكم
نعمتي فنسخ الشرائع بشريعته و
ختم الشرائع بشريعته وختم
النبوة به صلى الله عليه وسلم فهو
اول مظهر لتلك الحقيقة. لكن
لما كان المقصود اتمام حقائق
النبوة واتقانها فكل ما ظهر منه
صلى الله عليه وسلم فهو من
باب النبوة وحقائقها واحكامها
واثارها ولم يتكلم صلى الله عليه
وسلم بحقائق الولاية واسرارها

دو اصل کی طرف ہے (یعنی) نبوت اور
ولایت۔ اور حقیقۃ الحقائق اس کی جامع
ہے کیونکہ حقیقت نبوت حق اور خلق کے
درمیان ایک برزخ ہے جو برزخوں کی
اصل ہے اور حقیقت ولایت قرب اللہ
ہے جو اقرب الحقائق ہے اول الاوائل
(ذات) کی طرف۔ جب باب نبوت کھل
گیا اور انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے
اور دائرہ نبوت درجہ بدرجہ وسیع ہوتا گیا
تو حکمت اور رحمت اس کی مقتضی ہوئی کہ
حقیقۃ الحقائق اس کے عین وسط میں ظہور
تام کے ساتھ اس طرح ظاہر ہو کہ کوئی ظہور
اس سے اعلیٰ متصور نہ ہو۔ نبی نے فرمایا کہ "میں
اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی
تکمیل کروں" اور اللہ تعالیٰ نے "الیوم
اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی" فرما کر اور شریعتوں کو اپنی شریعت
سے منسوخ کر دیا۔ اور آپ پر نبوت ختم کر دی
گئی۔ پس آپ ہی اس حقیقت کے سب سے
پہلے مظہر ہیں۔ چونکہ حقائق نبوت کا اتمام و
استحکام مقصود تھا لہٰذا ہر وہ چیز جو آپ سے

بقصور افهام اكثر الخلق الا برمز و
ايماء مع الخواص فبعد بقى حقائق
الولاية واسرارها مكتوماً لمصلحة
العامة فلما ختمت النبوة والفت
احكامها ورسخت فى نفوس الانسانية
واحاطت بها حيث لم تبق رتبة
التزلزل فيها كما قال النبى صلى الله
عليه وسلم "يئس الشيطان ان
يعبد غير الله فى جزيرة العرب"
اقتضت الحكمة ان تظهر حقايق
الولاية بارزة ويتسع دائرتها فظهر
للولاية فى هذه الامة المرحومة
شان خاص لم يكن من قبل لكن
اتساع دائرتها ايضا تدريجي لان
استعدادات اللاحقين ولاسباب
اخر ايضا كما لا يخفى على من تتبع
احوال الصحابة والتابعين وطبقات
الصوفية فلما اتسعت دائرتها و
استعدت النفوس استعدادا
تاما ظهرت حقيقة الحقائق فى حاق
وسطها فى مظهرها الثانى ليتقن

ظاہر ہوئی وہ باب نبوت اور اس کے حقائق
واحکام و آثار سے ہے۔ اور نبی نے ولایت
کے حقائق و اسرار کے سلسلے میں مخلوق کی اکثریت
کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے کلام نہیں
فرمایا لیکن خواص سے رمز و اشارہ سے
پس اس کے بعد ولایت کے حقائق باقی
رہے اور اس کے پوشیدہ اسرار مصلحت
عامہ کی وجہ سے۔ پھر جب نبوت ختم ہو گئی
اور اس کے احکام جمع کر دیے گئے اور
وہ نفوس انسانیہ میں راسخ ہو گئے اور اس
کو اس طرح گھیر لیا کہ اس کے متزلزل ہونے
کا شبہ باقی نہ رہا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ "شیطان اس بات
سے ناامید ہو گیا کہ جزیرۃ العرب میں
غیر اللہ کی عبادت کی جائے"۔ تو حکمت
الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی کہ حقائق ولایت
کھل کر ظاہر ہوں اور اس کا دائرہ وسیع
ہو جائے۔ تو لہٰذا اس امت مرحومہ
میں ولایت کے لیے ایک خاص شان
ظاہر ہوئی جو اس سے قبل نہ تھی۔ لیکن اس
دائرہ کی وسعت بھی تدریجی ہے کیونکہ

قوانين حقائق الولاية منها القول
بوحدة الوجود ولوازمها وتدوين
قواعد اسرارها واحكامها وآثارها
وهو الشيخ الاكبر والنور الازهر
محى الدين محمد بن العربى رضى الله
عنه فهو الفاتح انجام الولاية الخاصة
المحمدية اما كونه فاتحا فلانه نبه
الكتب فى الحقائق وتعين قواعدها
وتفصيل مجملها بحيث لم يتيسر
لاحد قبله كما قبله على من تتبع
مصنفاته اما كونه خاتما فلان حقيقة
الحقائق ظهرت فى هذا المظهر لاجل
اظهار حقائق فينا التى هى اصل الولاية
فتحقق الشيخ رضى الله عنه بهذه
الجهة مقصود اولى بحيث لم يصح
لاحد بعده فهو خاتم لهذا التحقق
الاولى وكل من تحقق بحقائق الولاية
التى فتحت بالشيخ فمنه الشيخ فى
رقبته علم اولم يعلم لانه الفاتح
السابق كما كان منه محمد صلى الله
عليه وسلم فى رقبته الشيخ لانه

لاحقین کی استعدادیں اور دوسرے اسباب
بھی ہیں اور یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں ہے
جس نے احوال صحابہ، تابعین اور طبقات
صوفیہ کی اتباع کی۔ پھر جب اس کا دائرہ
وسیع ہو گیا اور نفوس استعداد تام کے ساتھ
مستعد ہوئے تو حقیقۃ الحقائق اس کے وسط
میں اپنے مظہر ثانی میں ظاہر ہوئی تا کہ وہ حقائق
ولایت کے قوانین کو مستحکم کر دے۔ اس میں
ایک قول وحدت الوجود۔ اس کے لوازم۔
اس کے اسرار کے قواعد اور اس کے احکام و
آثار کی تدوین ہے۔ اور وہ مظہر ثانی
شیخ اکبر، نور ازہر محی الدین محمد ابن عربی ہیں
جو ولایت خاصہ محمدیہ کے انجام کے فاتح ہیں
لیکن ان کا فاتح ہونا اس لئے ہے کہ انہوں
نے حقائق کی تفصیل کے سلسلہ میں آگاہ کیا
ہے اور اس کے قواعد متعین کیے ہیں اور
اس کے دقائق کی مجمل طور پر تفصیل کی ہے
اس حیثیت سے یہ بات ان سے قبل کسی کو
حاصل نہیں ہوئی۔ اور جس نے آپ کی تصانیف
کا تتبع کیا اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔
لیکن آپ کا خاتم ولایت محمدی ہونا تو

صلی اللہ علیہ وسلم سابق فی مظہریۃ
حقیقۃ الحقائق وشرط لمظہریۃ
الشیخ لہا لذالک۔ قال
فی الفصوص بعد تحقیق طویل
فی حق خاتم الولایۃ
فہو حسنۃ من حسنات
الرسول ثم لما دونت علوم
الولایۃ وقواعدھا وقوانینھا
وبحقیقۃ النفوس الکاملۃ
باصولھا وفروعھا وغلب
علی الاستعدادات المختلفۃ
تائجھا وثمراتھا ومرالدھور
والعصور والاعصار وتطاولت
الیھا ایدی الافکار اختلطت
علوم الولایۃ لعلوم النبوۃ
بشدۃ غموضھا اختلاطا
صعب التمیز بینھما بل اختلط
العلوم کلھا من النافعۃ و
الضارۃ لاختلاط الناس
عربھم وعجمھم لاختلاط
استعداداتھم وتمارس

تو اس لئے کہ حقیقۃ الحقائق اس مظہر
میں ظاہر ہوئی ہم میں حقائق کے اظہار کی
وجہ سے جو کہ اصل ولایت ہے۔ پس
شیخ رضی اللہ عنہ کی تحقیق اس اعتبار سے
مقصود اول ہے۔ اس حیثیت سے کہ یہ
تحقیق ان کے بعد کسی کے لئے صحیح نہیں
ہے کیونکہ آپ خاتم تھے اس تحقیق اول
قصدی کے لئے یعنی جو کچھ آپ نے لکھ
دیا اس کے بعد اب تصوف کا کوئی مسئلہ
ایسا نہیں ہے جس پر کوئی قلم اٹھا سکے
اور نہ کسی کے بس کی بات ہے، اور جو
شخص حقائق ولایت کے ساتھ متحقق ہوا
جو شیخ کے ذریعہ مفتوح ہوئی پس شیخ کا
احسان اس کی گردن پر ہے۔ اس نے
جانا ہو یا نہ جانا ہو خواہ وہ سمجھے یا نہ سمجھے
کیونکہ فاتح سابق آپ ہی ہیں۔ (فتح باب
آپ ہی سے ہے) جیسا کہ آپ نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات کے
لئے تعلیم حاصل کی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم حقیقۃ الحقائق کی مظہریت میں سابق
ہیں اور شیخ کی مظہریت کے لئے شرط ہیں

العلوم وتداول الکتب بینھم
تیسر بکل احد من الناس
ان یحمل ای عبارۃ من ای
علم شاء علی وفق مذاقہ
بطریق فن الاعتبار ویستدل
بہا علی دعواہ وھو لایدری
ان حملھا بطریق الاعتبار
وان فن الاعتبار لاینافی
بہ الاستدلال فاشتبہ الامر
علی نفوس المستعدین
وتعسر التحقیق لہا بالعلوم
علی خیالہا۔ فاصیبت المصیبۃ
واستطارت البلیۃ کل الجھات
حتی ان الزنادقۃ والملاحدۃ
تستروا فی زی الصوفیۃ
وتطاولت ایدیھم
بعبارات القرآن العظیم
والاحادیث النبوی صلی
اللہ علیہ وسلم وکلمات
المشائخ الکبار وحملوھا
علی غیر المراد فضلوا واضلوا

اس لئے شیخ نے فصوص میں طویل تحقیق کے
بعد کہا ہے خاتم ولایت کے حق میں۔ پس
وہ ایک نیکی ہے نبی کی نیکیوں میں سے۔ پھر جب
علوم ولایت اور اس کے قاعدے و قوانین
مدون کئے گئے اور نفوس کاملہ کی حقیقت
اپنے اصول و فروع کے ساتھ مرتب کی گئی
اور اس کے نتائج و قواعد استعدادات مختلفہ پر
غالب آئے اور زمانے وادوار گزرتے رہے
اور فکروں کے ہاتھ اس کی طرف بڑھے
اور ولایت کے علوم نبوت کے علوم کے
ساتھ مخلوط ہو گئے۔ اس کی سخت پیچیدگی
کی وجہ سے اور ان کی استعدادوں کی اختلاف
وجہ سے اور علوم کے ساتھ مشق و مہارت
ہونے کی وجہ سے اور کتابوں کے مستعمل ہونے
کی وجہ سے ان لوگوں کے درمیان۔ پس ہر
شخص کے لئے یہ بات آسان ہو گئی کہ وہ اپنے
مذاق کے مطابق فنی اعتبار سے جو عبارت
جس علم سے چاہے اٹھائے اور اپنے دعوے
پر اس سے استدلال کرے۔ حالانکہ وہ نہیں
جانتا ہے کہ اس کا اعتبار صحیح طور پر بطریق
اعتبار ہے یا نہیں، اور یہ کہ اعتبار کا فن ہے

فکاد الزمان ان یکون شبیھا
بزمان الجاھلیۃ فاقتضی
التدبیر الکلی والحکمۃ الازلیۃ
ان تظھر حقیقۃ الحقائق بالقدر
المشترک الجامع بین علوم
النبوۃ والولایۃ بل الجامع بین
العلوم کلھا مرۃ اخری
فی مظھر الثالث لیکون
منعوتا بظھور حقایقھا
الجامعۃ الممیزۃ بین العلوم
ومراتبھا فھو یعین قوانین
ویدون قواعد یحصل بھا
الامتیاز التام بین علوم النبوۃ
والولایۃ بل بین العلوم المعتبرۃ
کلھا من التفسیر والحدیث
والفقہ والکلام والتصوف
والسلوک فینزل کل علم
منزلتہ ویبلغ کل عبارۃ و
اشارۃ مبلغہ وھو الکامل
المکمل زبدۃ المتقدمین
قدوۃ المتأخرین

اس کے ساتھ استدلال کرنے کی نفی نہیں۔
کرتا پس یہ امر مستعدین کے نفوس پر مشتبہ
ہوگیا (یعنی انھوں نے صحیح تحقیق نہیں کی اور
اصول کا لحاظ نہیں کیا) اور ان کے بے علموں
کی تحقیق ان کے خیال پر مشکل ہوگئی پس وقت
پیدا ہوگئی اور ہر سمت سے مصیبتیں کھڑی
ہوگئیں۔ یہاں تک کہ زندیقین اور ملحدین
صوفیا کے لباس میں جا چھپے اور ان کے
ہاتھ قرآن عظیم کی عبارتوں احادیث نبوی
اور مشائخ کبار کے کلمات پر دراز ہوگئے
(یعنی انھوں نے خوب تحریفات کیں) اور
قیاس کیا اصل مقصد کے غیر پر (یعنی جو
معنی مراد نہیں تھے وہ مراد لئے) وہ خود بھی
گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔
پس قریب تھا کہ زمانہ جاہلیت کے زمانہ
کے مشابہ ہوجائے۔ پس تدبیر کلی اور حکمت
ازلی اس کی مقتضی ہوئی کہ حقیقۃ الحقائق قدر
مشترک کے ساتھ ظاہر ہو (یعنی ایسے معنی جو
سب کو جامع ہوں) جو نبوت و ولایت
کے علوم بلکہ کل علوم کے درمیان جامع ہو
دوبارہ مظہر ثالث میں۔ تاکہ وہ منصہ ظہور

قطب المدققین. غوث
المحققین الشیخ ولی اللہ
المحدث الدھلوی سلمہ
اللہ سبحانہ وتعالی ومن
کان لہ لطف قریحۃ
وطالع مصنفاتہ الشریفۃ
وتحقق بقواعدھا و
قوانینھا خصوصا الکتاب
حجۃ اللہ البالغۃ
واللمحات والطاف
القدس والھمعات
والمکتوب المرسل الی
المدینۃ والکتاب
المسوی فی شرح الموطا
لم تبق لہ ریبۃ فی
تصدیق ھذا المطلب
الانھی والمقصد الاقصی
قل الحق من ربکم
فمن شاء فلیؤمن
ومن شاء فلیکفر
فمثل مصنفاتہ الشریفۃ

پر (علانیہ طور پر) اس کے حقائق کی تصحیح
کرے اور علوم اور اس کے مراتب کے درمیان
تمیز کرادے اور قاعدے و قوانین متعین
و مدون کرے (تاکہ) ان کے ذریعہ امتیاز
حاصل ہو اور وہ نبوت و ولایت کے علوم
کے درمیان امام ہو۔ بلکہ تمام علوم معتبرہ
کے درمیان جیسے تفسیر۔ حدیث۔ فقہ
کلام۔ تصوف اور سلوک اور وہ ہر علم
کے مرتبہ کو پہنچے اور اسے ہر عبارت و اشارت
پر رسائی حاصل ہو۔ اور وہ کاملین میں
سب سے مکمل۔ زبدۃ المتقدمین۔ قدوۃ
المتاخرین۔ قطب المدققین۔ غوث المحققین
شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں۔ اللہ ان کو
سلامت رکھے۔ اور جو شخص پاکیزہ طبیعت ہے
اور اس نے آپ کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے
اور آپ کے قواعد و قوانین کی تحقیق کی ہو۔
خصوصا کتاب حجۃ اللہ البالغہ۔ لمحات
الطاف القدس۔ ہمعات۔ مکتوب مدنی
اور کتاب مسوی شرح موطا کا۔ اس کے
لئے اس بلیغ مطلب و مقصد کی تصدیق میں
کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔

بالنسبة الی التصانیف السابقة فی العلوم مثل رجل ماهر باللغات باسرها اتی جماعة وجدوا دینارا الطلب به کل واحد بلغة العنب فوقع اللدغ والدفع بینهم بسبب اختلاف الفاظهم فاخذ هذا الرجل دینارا من ایدیهم واشتری عنبا واعطاهم فلما رأوا ذالک شکروا الله ورضوا بینهم وتعانقوا فافهم۔

"کہہ دو حق تمہارے رب سے ہے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے" پس آپ کی تصنیفات شریفہ کی مثال بہ نسبت تصنیفات سابقہ فی العلوم کے اس مرد ماہر کی طرح ہے جو تمام زبانوں کا ماہر ہے۔ وہ ایک ایسی جماعت کی طرف آیا جس نے ایک دینار پایا اور اس جماعت کا ہر فرد اپنی اپنی زبان میں عنب (انگور) طلب کر رہا تھا۔ بات یہاں تک بڑھی کہ ان میں آپس میں جھگڑا ہونے لگا۔ (یعنی ان کی زبانیں مختلف تھیں جس کی وجہ سے لفظی نزاع واقع ہوا) پس اس شخص (ماہر فن) نے (ان کی لڑائی دیکھ کر) وہ دینار ان سے لیا۔ اور انگور خرید کر ان کو دیدیے۔ جب انھوں نے انگور دیکھے تو اس کا شکریہ ادا کیا۔ خوش ہوئے اور ایک دوسرے کے گلے ملے (اس بات سے تم خود سمجھ لو)

تشریح :- بیشک حضرت وجود مطلق الشان کا پہلا تعین وہ کلی ہے جس میں ہر شان واعتبار واضافت کی صلاحیت ہے (یعنی حقیقت محمدی جو ذات باری تعالیٰ کا پہلا تعین ہے ذات کی ہر شان واعتبار وصلاحیت کا جامع ہے) جس کو صوفیا کی زبان میں حقیقت الحقائق۔ برزخ اولیٰ اور وحدت کہا جاتا ہے اور اس میں

میں کل تعینات وحقائق مندمج ہیں۔ اور صوفیا نے کشف ووجدان سے کہا ہے کہ یہ حقیقت محمدیہ ہے۔ اور میرے وجدان میں وہ ایک حقیقت ہے جو عالم امر کے مشکل تعینات میں ہویت کا بیان ہے۔ اور وہ عالم کبیر یعنی کائنات کے نفس کلیہ کے وسط میں تجلی اعظم ہے جس پر ننانوے اسماء منطبق ہیں (یعنی ذات باری تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی جامع تجلی ظاہر ہوتی ہے) اور پیدا ہونے والے تعینات میں ہویت ہے (یعنی ان تعینات پر باطنی طور سے ساری وطاری ہے) اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی کائنات کا مادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے ظاہر ہوا ہے) اور اسی جگہ شیخ کبیرؒ نے ادنیٰ تسامح سے تجلی اعظم کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے جیسا کہ فتوحات مکیہ کے چھٹے باب میں ہے۔ اور اس بات پر حقائق سے آگاہ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذات حضرت علم میں اپنے شیونات میں متلبس ہے (یعنی ذات باری تعالیٰ علم سے پرے ہے البتہ اس کے شیونات کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے) اور موجودات سے (وہ ذات ہے جو شیونات کے احکام وآثار کے ساتھ حضرت عین (یعنی حقیقۃ الحقائق) میں متلبس ہے۔ پس جب تک ذات یعنی حقیقۃ الحقائق نے کثرت کو وحدت حقیقت سے اس کے مراتب کے ساتھ افراط وتفریط اور اعتدال کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ تو یہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ اعتدالیہ کی نسبت دوسرے مراتب کی نسبتوں سے اس شان کلی کی طرف اتم واولیٰ ہے۔ پس تجلی اعظم کی نسبت اولیت بدیہی ہے اور جس کی طبیعت صاف ہے اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں پس جس نے کاملین کے احوال اور ان کے اخلاق کی اتباع آغاز نوع انسانی سے اس کے آخر تک (یعنی بشریت کی ابتداء سے بشریت سے مبرا ہونے تک) کی اس پر بھی یہ بات چھپی نہ رہے گی کہ نبیؐ کے احوال واخلاق اعتدال کے وسط میں تھے۔ اور یہی نبی کی اولویت ہے۔ النبی اولیٰ بالمومنین الخ پس اس میں یہ بات ہے کہ نبی اس شان کلی کی طرف تمام افراد کاملین میں سے اتم واولیٰ ہیں۔ (یعنی حقیقت محمدی یا تجلی اعظم

گئی تو روح وقلب ونفس کا شہود جسم انسانی میں ہوا) اور کامل ترین افراد پر مانے کی صلاحیت کے باعث حقیقت الحقائق کا اپنے پورے ظہور کے ساتھ ظاہر ہونا منع نہیں ہے۔ لیکن آپؐ سب سے پہلے اور سب سے سابق ہیں۔ اور وہ دونوں آپؐ کے تابع ہیں پس آپؐ افضل ہیں اور یہ تینوں ظہور مختلف اوقات میں حقیقت الحقائق کے مظاہر کلی ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی رو سے حکمت ازلیہ اور رحمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی ہر کیونکہ جب تک نبوت وولایت کی پوری پوری تشریح نہ ہو جائے حقیقت الحقائق کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ نبوت کی مکمل تشریح کے بعد ولایت کی تشریح مکمل ہونے کے لئے قیامت تک جاری رہے گی ہر کیونکہ تمام موجودات حقائق کے مظاہر ہیں اور حقیقت الحقائق سے منسوب ہیں۔ اس نسبت کی دو جہتیں ہیں جہتِ اشتمال (شامل کرنا، اور جمع احتوا اور گھیر لینا) اور اس جہت سے تمام عالم کل کا کل اس کا (حقیقت الحقائق کا) مظہر ہے اگرچہ بالواسطہ ہو۔ دوسری جہت معدودیت ہے اور وہ بھی حقائق میں سے ہے (یعنی ایک کے عدد سے بیشمار اعداد وجود میں آئے جن کی انتہا نہیں) اور اس جہت کے مظاہر خاص ہیں (یعنی ایک حقیقت الحقائق سے سارے انبیاء واولیاء کی حقیقتیں ظاہر ہوئی اور ہر حقیقت ایک حقیقت خاصہ ہے) مرتبۂ وجوبیت میں تو تم نے اسے پہچانا۔ (جیسا کہ نقشۂ منسلکہ سے ظاہر ہے) مرتبۂ امکانیہ میں ہر عالم کے وسط میں اس کا ایک نمونہ اور ظہور ہے۔ لیکن نوع انسانی میں وہی تین ہیں کیونکہ کمالات کا مرجع دراصل نبوت وولایت کی طرف ہے۔ اور حقیقت الحقائق ان دونوں کی جامع ہے کیونکہ نبوت کی حقیقت حق اور خلق کے درمیان ایک برزخ ہے اور وہی برزخوں کی اصل ہے اور حقیقتِ ولایت اللہ کے ساتھ قرب ہے اور وہ اقرب الحقائق ہے اول الاوائل یعنی ذات باری تعالیٰ کی طرف۔ تمت انتہی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔
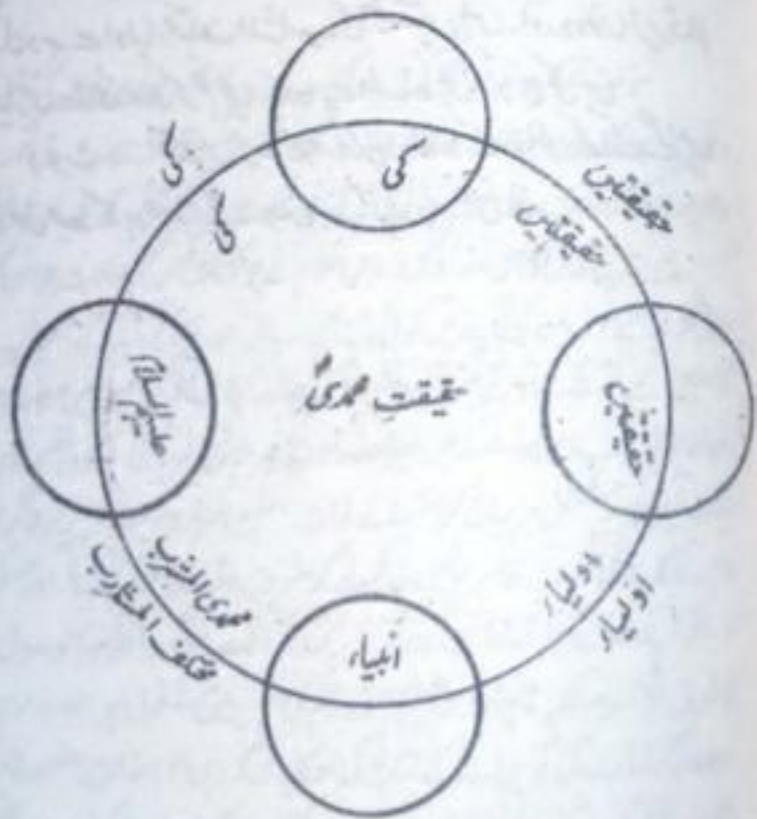
نبوت وولایت حقیقت محمدیؐ کے دو اطوار ہیں۔ پہلے طور سے انبیاء کی حقیقتیں (سرخ نقاط) وجود میں آئیں۔ پھر ان حقائق نے دوائر بنائے وہ اولیاء کی حقیقتیں (سبز اور نیلے نقاط) ہیں۔ سبز نقاط حقیقت محمدیؐ سے اقرب ہونے کے باعث اولیاء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل کی حقیقتیں ہیں جو محمدیؐ المشرب ہیں۔ اور نیلے نقاط بعد کی وجہ سے اولیاء مختلف المشارب کی حقیقتیں ہیں۔ اور دونوں زیر قدم انبیاء یہی حقائق سمٹ کر قلم ہیں۔ اور اپنے انبساط میں روح کلی ہیں۔

(نوٹ:۔ نقشہ میں محیط کے صرف چار نقاط کے دوائر دکھلائے گئے ہیں دراصل محیط کا ہر نقطہ ایک دائرہ بناتا ہے) نقی انور۔

تذئیل

در حکایت حال عبد ذلیل

مؤلف کتاب ہذا واضح کرتا ہے کہ جب یہ بندۂ ضعیف ان اوراق کی ترتیب وتسوید سے فارغ ہو چکا تو اسے بغرض ملاحظہ مجدد ملت حکیم الامت حضرت ولی نعمت دام مجدہم کی خدمت عالی میں پیش کیا آپ نے اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس میں اپنے حال کا بھی اضافہ کرو۔ اس غلام نے چونکہ اس قسم کے حالات جو اس کتاب میں تحریر کئے اس میں سے اپنے میں کوئی بات بھی نہ پائی اور نیز انجناب کے اصحاب کاملین سے منسلک ہونے میں اسے شرم آئی (لہٰذا) اس حکم کی تعمیل میں معذرت خواہ ہوا۔ جب اس سلسلہ میں میرا عذر اور تاخیر ملاحظہ فرمائی تو خود بنفس نفیس ایک اپنی تحریر مشتمل بر بیان کرامتہائے ذات، منبع اسرار ولایت تحریر فرما کر جو اس ناکارہ کی نسبت ظاہر ہوئیں خاکسار کو شرف امتیاز وافتخار بخشا۔ اور حکم دیا کہ اپنے حال کی ابتداء اس سے کرو۔ پس بحکم اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ناچار اس جلیل القدر حکم کی تعمیل میں مشغول ہوا اور ذات مصدر کرامات کی توجہات کے نتائج کی حکایات کہ وہی اس مقالہ میں مقصود بالذات ہیں۔ شکراً وثناءً لا فخراً وفواءً اس مکتوب کے بعد درج کیا۔ ومن اللّٰہ العصمۃ والسداد فی المبداء والمعاد۔

اور وہ مکتوب یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد۔۔۔

فان اخانا الشیخ محمد عاشق نعم
اللہ تعالیٰ علیٰ ظاهره و باطنه
کثیرة لا تحصی ولا احصیها
وبرخ من جملتها ان خلقه اول
ما خلق زاهدًا فی الدنیا راغبًا
فی سلوک طریق الوصول الی
اللہ تعالیٰ. فلا اذکر انی سمعت
منه اول سن تمیزی وتمیزه
کلاما یدل علی رغبته فی الاموال
والمناصب واللذات الحسیة
الخسیسة بل کان من اول
عمره غایة همته و نهایة
نهیته ان یصل الی ما ینزعه
الیه استعداد الجبلی وجذبه
الیه اللطف الازلی ومن جملتها
ان انشاه من بیت الولایة
وجعل الانظار المشائخ. فکم
من لطف حصل له من سیدی

ہمارے بھائی شیخ محمد عاشق جن کے ظاہر
و باطن پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں
اور میں ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ ان میں سے
قدرے یہ ہے کہ وہ ولادت کے وقت
سے لیکر اب تک، دنیا میں متقی و پرہیزگار
اور وصول الی اللہ کے طریقہ کے شائق
رہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے
بدو شعور سے ان کے متعلق کوئی ایسی بات
سنی ہو جو ان کی رغبت مال و منال اور
لذات حسیہ خسیسہ (لذات دنیاوی) پر
دلالت کرتی ہو بلکہ ابتداء عمر سے ہی ان
کی ہمت و دانشمندی کی نہایت کا حال
یہ تھا کہ وہ اس مقام پر فائز ہو جائیں
جس کی جانب ان کو استعداد فطری
کھینچ رہی ہے۔ (پھر ایک وقت ایسا
آیا، کہ لطف ازلی نے ان کو اس جانب
کھینچ لیا۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خانۂ ولایت میں

الوالد قدس سره ومن ابیه
وعمه قدس سرهما ومن جملتها
ان جعله بارا باباته العنصریین
والروحانیین منقادا لهم غیر
منازع معهم ولا عاصیا علیهم
سواء فی ذالک قوله وفعله و
وقلبه ولسانه ومن جملتها
ان رزقه من علم الکتاب و
السنة وما یستقیم به هو وکل
من التزم اتباعه علی جادة
السنة ومن جملتها ان جعل
بینی وبینه محبة فی اللہ سری
فی کلنا احکامها واسرارها فقرنا
والحمد للہ متحابین فی اللہ اجتمعنا
علی ذالک وتفرقنا علی ذالک
واثمرت فینا فوائد لا تحصی
وهذا ایات لاذکر الناس منه
علی هذا القدر وساذکر ما بقی
عند اللہ اذا حصل ما فی
الصدور وبعثر من فی القبور

پیدا فرمایا۔ اور مشائخ کی نظر عنایت ان پر
مبذول فرمائیں۔ اور میرے والد ماجد اور اپنے
والد بزرگوار اور عم مکرم قدس سرہم کی کس قدر
الطاف و عنایات ان کے شامل حال رہیں
اور منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو
مادی و روحانی باپوں کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا
نہ ان کے ساتھ جھگڑنے اور نافرمانی کرنے والا
ان کا قول و فعل۔ زبان و قلب اس سلسلہ میں
(یعنی اطاعت وغیرہ میں) مساوی ہیں۔ ان کو
کتاب و سنت کا علم عطا ہوا نیز جس سے وہ مستقیم
ہوں نیز جس شخص نے ان کی اتباع کو بطور سنت
خود پر لازم کر لیا۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ
ہے کہ میرے اور ان کے درمیان محبت فی اللہ
رکھی اور ہم سب میں اس کے احکام و اسرار
جاری ہوئے اور الحمد للہ ہم حب فی اللہ میں
باہم محبت کرتے ہوئے (اس میں) کامیاب
اس پر مجتمع اور اس پر متفرق ہوئے (حب للہ
اور بغض للہ) بالآخر ہم کو اس کے بے شمار
فوائد حاصل ہوئے۔

ومن جملتھا ان وفقہ بسلوک طریق اللہ والفناء فی اللہ والبقاء باللہ فشاھد عجائبھا ومارش غرائبھا وتفحص سنیھا وشنیھا وسار فی غورھا ونجدھا ومن جملتھا ان وفقہ الحج بیتہ المکرم وزیارۃ نبیہ المعظم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ. ولم یجعل حجہ حجا عامیا ولا زیارتہ زیارۃ عمیا بل جعلہ فی کل ذالک علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ ومن جملتھا ان فتح عین بصیرتہ فانکشف لہ من اسرار الکتاب والسنۃ ما سبق بہ کثیرا من السابقین واعجز عن شاوہ کثیرا من اللاحقین ومن جملتھا ان احل فیہ سر الارشاد وجعلہ وکرا لعنایۃ الارواح الطیبۃ ......

.... یجدون بہ حظا من الوجود الناسوتی. وھذا سر

اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلوک طریقت، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی توفیق عطا فرمائی پس انھوں نے اس کے عجائب وغرایب مشاہدہ کئے۔ اور نیک و بد کی تلاش وجستجو کی۔ اور اس کے نشیب و فراز میں سیریں کیں۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ انھیں حج بیت اللہ اور نبی کریم کی زیارت کی توفیق عطا ہوئی۔ نہ ان کے حج کو عام لوگوں کا حج بنایا اور نہ ان کی زیارت کو اندھی زیارت بنایا بلکہ ان کے لئے اس سب کو اپنے رب کی طرف ایک دلیل بنادیا اور اس کا اس پر ایک گواہ بھی ہے اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ان کی چشم بصیرت وا ہوگئی اور کتاب وسنت کے وہ اسرار ان پر منکشف ہوگئے جن پر سابقین میں سے اکثر لوگوں کی رسائی نہ ہوسکی۔ اور بہت سے لاحقین اس سے عاجز رہے۔ اور منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ ان کے لئے سر ارشاد کھول دیا گیا اور ان کو ارواح طیبہ کی عنایت کا آشیانہ بنادیا ....

ان کے وجود ناسوتی سے لوگ ایک حظ

شاھدت منہ امرا عظیما و جاءنی بہ الثلج مرۃ بعد اخری الی غیر ذالک من مناقب یعجز عن شرحھا البیان ویکل دون احاطتھا اللسان وبالجملۃ فاشھد اللہ باللہ انہ صفوۃ اللہ فی خلقہ وحجۃ اللہ فی ارضہ وانہ سر الاسرار ونور الانوار وانہ مھب النفحات ومعدن البرکات وانہ سابق السباق والبدیع النادر فی الآفاق وانہ صاحب صدق وجنان حق وانہ للاولیاء کریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم کما کان یوسف الصدیق بشھادۃ نبینا صلوات اللہ علیھما فی الانبیاء الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم وھو معدن اسراری، وحامل انواری. قلبی معہ ابدا ونظری الیہ سرمدا یدہ کیدی وصحبتہ کصحبتی وقولہ کقولی، وفعلہ کفعلی

پاتے ہیں۔ اور یہ وہ سر ہے جس سے میں نے امر عظیم کا مشاہدہ کیا اور مجھے اس سے بڑی ٹھنڈک ملی اس کے علاوہ ان کے بہت سے اور بھی مناقب ہیں جن کی تشریح سے بیان عاجز اور اس کے احاطے سے زبان قاصر ہے۔ اور میں یہ بات اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ وہ اس کی مخلوق میں برگزیدہ ہستی اور اس کی زمین میں حجت ہیں۔ صاحب اسرار وانوار وصاحب نفحات ہیں، برکتوں کی کان۔ ترقی کرنے والوں میں سب سے سبقت کرنے والے آفاق میں نادر وعجوبۂ روزگار، صاحب صدق ویقین وصاحب جنان ہیں۔ اولیائے کاملین میں کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم جیسے حضرت یوسف صدیق ؑ ہمارے نبی کی شہادت کے مطابق انبیاء علیہم السلام میں کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم ہیں۔ وہ میرے اسرار کے مخزن اور میرے انوار کے حامل ہیں۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ ان کی صحبت میری صحبت ان کے اقوال وافعال یہ سب در اصل

ورضاتہ ھو بعینہ رضائی
کشفہ ووجدہ ھو بعینہ
کشفی ووجدانی ؎
آنکہ تو از نام توی بارد عشق
واز نامہ و پیغام توی بارد عشق
عاشق شود آنکس کہ دریں کوی گذرد
آرے ز در و بام تو می بارد عشق
طوبیٰ لمن اتبعہ والذین و
استرشدہ منہ واعتمد علیہ
حفظنی اللہ تعالیٰ وایاہ جمیع
البلیات فی مقعد صدق عند
ملیک مقتدر۔ اقول قولی
ھذا واستغفر اللہ لی ولہ
ولجمیع المسلمین۔ آمین۔

میرے ہی اقوال و افعال ہیں۔ ان کی
رضا اور کشف و وجدان عین میری
رضا اور کشف و وجدان ہیں ؎
تم وہی ہستی ہو جس کے نام ہی سے عشق برس
رہا ہے (یعنی اسم با مسمیٰ ہو) اور تمہارے
نامہ و پیام سے عشق کی بارش ہو رہی ہے
جو ہستی بھی تمہاری گلی سے گزر جائیگی
ناممکن ہے کہ مرض عشق میں مبتلا نہ ہوجائے
کیوں نہ ہو جب کہ تمہارے در و دیوار
سے عشق کا مینہ برس رہا ہے۔
مبارک ہے وہ جس نے ان کی اتباع
کی اور ان سے لذت یاب و فیضیاب
ہوا۔ ان سے ہدایت حاصل کی اور ان
پر اعتماد کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھکو اور ان کو
تمام آفات سے محفوظ رکھے اور مقعد
صدق میں جگہ عطا فرمائے۔

اور جاننا چاہئے کہ اس صحیفہ کا ہر حصہ جو دین و دنیا کیلئے نامۂ افتخار (اور)
دوسری تقریر و تحریر سے پر معنیٰ ہے۔ لیکن بمصداق

؎ چوں طمع خواہد ز من سلطان دین — خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اطاعت ولی الامر کرتا ہے۔ اور اپنا حال تحریر کرتا ہے

ولادت اس بندہ کی ۱۰ ماہ رمضان سنہ ۱۱۱۰ھ میں ہوئی۔ بعض اعزہ نے محمد غازی
سے تاریخ نکالی ہے جدہ مادری نے اپنی فرزندی میں لیکر اپنی آغوش تربیت میں
پرورش کیا۔ پھر جب پڑھنے کے قابل ہوا۔ اور دو ایک سپارے قرآن کے پڑھے۔
پھر میرے جد مادری شیخ عبدالوہاب نے جو اپنے اعزہ میں سب سے بزرگ تھے۔ اور شیخ
بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ العزیز کے اصحاب میں سے تھے۔ اور خط نسخ میں
استاد تھے۔ پورا قرآن اور نسخہ نصاب صبیان تعلیم فرمایا۔ اسکے بعد رسالۂ میزان صرف
الضعیف کتاب بوستاں سعدی کی اپنے جد اکمل العارفین اعلم الواصلین باللہ الصمد حضرت
شیخ محمد قدس سرہ سے پڑھی۔ اور آپکے افادہ نے اس بندہ کو شرف امتیاز بخشا اور یہ
بندہ ضعیف گو کہ ان ایام میں درجہ بلوغ کو نہ پہنچا تھا لیکن پھر بھی چند بار آنجناب کے
ساتھ سیر و سفر میں برکات سعادت سے مشرف اور آپکی صحبتوں سے فیضیاب ہوا

اور آپکی توجہات وعنایات عظیمہ اپنی حال پر مبذول پائیں مجھے یاد ہے کہ ایک دن آپ
پر ایک عجیب حالت طاری تھی اور یہ شعر انتہائی ذوق میں پڑھ رہے تھے

خیال زلف تو پختن نہ کار خاماں است ۔ کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

اور دوسرے وقت ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور یہ شعر زبان اسرار بیان سے پڑھ رہے تھے

بر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار ۔ کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

اور رحلت کے وقت انکے پاس حاضر تھا اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت مشاہدہ ہوئی۔

بعد ازاں تمام کتب درسیہ کی ابتدائی کتابیں معقول ومنقول کی شرح مواقف تک حضرت
قبلہ گاہی معدن برکت قدوۃ اولیاء اللہ حضرت شیخ عبید اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں استفادہ
کیں لیکن قدوسے کافیہ وشرح ملا حضرت عمی عمدۃ الواصلین شاہ حبیب اللہ قدس سرہٗ سے پڑھی
تھیں۔ اسی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار رمضان میں حضرت قبلہ گاہی قرآن باتدبر معانی و
مطالب با تفسیر تلاوت فرما رہے تھے۔ اور یہ غلام بھی موجود تھا۔ جب اس آیت فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ
إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ پر پہونچے تو اس بندہ کی طرف متوجہ ہو کر دو تین بار اس آیت کی تکرار فرمائی
پس ان کلمات نے مجھے اچھی طرح جکڑ لیا اور یہی چیز گویا سلوک طریقت کا تخم شوق ہو گئی۔ پھر تھوڑے
دنوں بعد اشغال طریقت میں سے ایک شغل تعلیم فرمایا۔ میں نے اسکی مشق اختیار کی۔ لیکن طمانیت
قلبی کما حقہ حاصل نہ ہوئی اور حضرت عم مکرم قدس سرہٗ بھی اس بندۂ ضعیف کے حال پر بے انتہا کرم و
توجہ خاص فرماتے تھے۔ بارہا انکے حلقۂ مراقبہ میں حاضر ہوا۔ اور چند بار اس بندہ کو توجہ دی۔ اور جب
حقائق ومعارف خاصہ بیان فرماتے تھے۔ تو مجھے مخاطب فرماتے تھے اور انکے لکھ لینے کا حکم دیتے
تھے۔ ایسا کہ کوئی دوسرا اس سعادت میں شریک نہ تھا۔ حضرت منبع کرامت شیخ بزرگ امام الطریقت
قطب الحقیقت شیخ عبد الرحیم قدس سرہٗ کی خدمت میں بہت بار فیضیاب ہوا اور درس اور حقائق ومعارف
کے بیانات کی مجلسوں میں شرف حضوری سے مشرف ہوا۔ اور حلقۂ مراقبہ میں باریاب ہو کر سعادت
اندوز ہوا۔ اور آپ نے بے انتہا عنایات اس خاکسار کے حق میں مبذول فرمائیں۔ آپ کے مرض

الوصال میں ہمہ وقت شرف حضوری سے مشرف رہتا تھا۔ بعض اوقات جب آپ کے روبرو حضرت
مولائی و مرشدی مد اللہ ظلہم العالی کے شرف صحبت سے مشرف ہوتا تھا۔ اور حضرت شیخ بزرگ
آنجناب کی توجہ اس فدوی کی طرف اور اس عبودیت گزیں کی عقیدت آنجناب کے ساتھ ملاحظ
فرماتے تو از حد مسرور ہوتے۔ چنانچہ ایک بار انتہائی خوشی کی حالت میں حضرت قبلہ گاہی والد
محترم شیخ عبید اللہ سے فرمایا کہ ان دونوں کے مابین بہت اخلاص ومحبت ہے۔ اور ہم اس بات
سے بہت خوش ہیں۔ ایک رات اس غلام نے حجرہ میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ وضو کے ارادے
سے بیٹھے ہیں اور اس غلام سے فرما رہے ہیں کہ تم اس جگہ کیوں نہیں رہتے۔ اور شرح ہدایہ
حکمت کی قرأت کی سماعت اپنے حضرت اقدس سے کیوں نہیں کرتے۔ اس خاکسار نے
گستاخانہ عرض کیا کہ حضرت سلامت (خودی) ہماری طرف کوئی التفات نہیں رکھتے ہیں۔
اسی اثنا میں حضرت اقدس اس جانب سے گذرے۔ حضرت شیخ بزرگ نے اپنے دست
مبارک سے آپ کا دامن پکڑا۔ اور اس غلام سے اشارہ فرمایا کہ اسکو مضبوط پکڑ لو۔ پس اس
نے لپک کر دامن تھام لیا۔ الحاصل بعد تحصیل کتب مذکورہ حضرت قبلہ گاہی نے برائے
استفادہ واستفاضہ علوم وآداب طریقت اسلاف کے طریقے کے مطابق جو اس خاندان عالیشان
کا معمول ہے جناب ولایت مآب امام المحققین وارث الانبیاء والمرسلین شیخ الوقت ولی
الزمان حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت میں رخصت کیا۔ جب سعادت ازلی کے قائد
نے اس خاکسار کو کھینچکر خدمت عالی میں حاضری سے مشرف کیا تو آپ سے بڑی بڑی کتابیں
جیسے شرح تجرید مع حاشیہ قدیم وشمس بازغہ ومحکم الاصول وافق المبین کا استفادہ کیا۔ ان
میں سے بعض قرأۃ پڑھیں اور بعض سماعاً۔ اور ہر ایک سے ایک مقدار بحسب اقتضائے وقت حاصل
کی۔ اور چند جزو صحیح مسلم کے بھی پڑھے۔ اور مکہ معظمہ بجاہ البیت الشریف میں بطور تبرک تفسیر
بیضاوی میں سے سورہ فاتحہ کی تفسیر تبرکاً وتیمناً آنحضرت سے پڑھی اور شغل طریقت کے ارشاد
سے مشرف ہوا۔ ایک دن آپ حضرت شیخ بزرگ کے مزار منبع اسرار پر تشریف فرما تھے اور

یہ غلام بھی حاضر تھا۔ اس وقت زبان غیب سے فرمایا کہ انقیاد و اطاعت باطن انقیاد ظاہر
کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اس فدوی نے اسکو نفحۂ من نفحات اللہ جانا اور اسی وقت بلا توقف
سعادت بیعت حاصل کی۔ اور اس سے سابقہ خواب کی تعبیر متحقق ہو گئی۔ اور آنجناب کی اسی
توجہ کی برکت نے توحید محبت کی صورت جلوہ گر کر دی۔ اسی دوران آپ کو حرمین شریفین
کے لیے سفر کا داعیہ پیش آیا اور اس خاکسار کو بھی برکات فیض انتساب کی توفیق نے کھینچ لیا
اور در حقیقت وہ سیر و سفر سلوک طریقت ہو گیا جسمیں فنافی الشیخ کی صورت جلوہ نما ہو گئی
چنانچہ اپنے قصد و ارادہ کا انسلاخ آنجناب کے ارادہ و مشیت کے رنگ میں رنگ گیا جس
کی وجہ سے صبر بلکہ التذاذ بالبلوی جس سے مطلب بلاؤں سے لذت حاصل کرنا ہے میسر
ہو گیا۔ اور اسکی وجہ سے سفر کی تمام کلفتوں میں ایک فرح ملتا تھا۔ اور ہر کلفت میں آنجناب کا احسان
یہ ذوق و وجدان معلوم ہوتا تھا۔ اور بے اختیار یہ آیت زبان پر جاری ہو جاتی تھی۔ بَلِ اللّٰهُ
يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدٰكُمْ لِلْإِيمَانِ۔ اور جس کسی سے بھی اپنے حال کی تکالیف پر لطف
و ہمدردی دیکھتا تھا۔ اس سے سخت وحشت و بیزاری ہوتی تھی۔ اور اس سفر سعادت میں رات
دن ایک گھڑی بھی دولت حضوری سے محروم نہ رہا۔ حالت بیداری میں محو جمال روئے مبارک
رہتا اور بحالت خواب بلا فصل بستر خاص کے قریب ہوتا۔ اور ہر معرفت و علم جدید جو اس دوران
آپ پر وارد ہوتا اس سے یہ غلام مخاطب ہوتا اور وہ اسکی تحریر کے اسباب مہیا رکھتا۔ اسی
دوران آپکی بہت سی کرامات کا مشاہدہ ہوا۔ چنانچہ ان سب کو اس کتاب کی قسم اول میں
تحریر کر دیا۔ اور اس سفر میں آنجناب کی توجہات کے ثمرات کا خواب و بیداری میں اپنے میں مشاہدہ
کرتا تھا۔ ایک شب خواب دیکھا کہ کچھ لوگ ذکر نفی و اثبات کر رہے ہیں۔ اس غلام نے کہا
کہ نفی و اثبات اس طرح کرنا چاہیے جس طرح ہم کرتے ہیں پھر میں نے ذکر شروع کیا۔ جب
لا کے لفظ کو کھینچا تو خود سے غائب ہو گیا۔ ایسا کہ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی چیز مجھ سے گم ہو گئی
جس طرح زمین بطریق خسف غائب ہو جاتی ہے جس وقت میں نے نفی کی یہی صورت ظاہر ہوئی

اس سے متعجب ہوتا تھا۔ ایک دن وقت صبح نیند سے افاقہ ہوا۔ اس وقت خیال میں ایسا آیا
کہ گویا میں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ آفتاب نکل آیا ہے اور نماز کا وقت باقی نہیں
رہا ہے نیند کی شدت کی وجہ سے میرا نفس گویا ہوا۔ کہ اب نماز کا وقت چلا گیا ہے اب اطمینان
سے تھا۔ اور اس [illegible] کے مثل ایک خطرہ دل میں القا ہوا کہ ھِیَ مِنْ أَسْبَابِ التَّلَهُّفِ
وَالتَّأَسُّفِ۔ اس کلمہ کے وارد ہوتے ہی نیند کی غفلت کافور ہو گئی۔ اور اسی وقت میری
آنکھ کھل گئی دیکھا کہ نماز کا وقت باقی ہے۔ میں جلدی سے اٹھا وضو کیا۔ اور نماز پڑھی اور اللہ
تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ ایک بار یہ غلام مرض تپ و لرزہ میں مبتلا ہوا۔ جس وقت باری
آتی تھی بڑی شدت سے آتی تھی ایسا کہ حرکت کرنے کی بھی قوت نہیں رہتی تھی۔ اسی وقت
ایک شعر یاد آیا۔ یار از آغوش ما بیچو شد از دوم ہنوز۔ صد تجلی ساقی بزم است و مخمور ہنوز
جب اسکی دو تین بار تکرار کی تو مجھ میں شدت کی تاثیر ہوئی۔ اور ایک ایسی حالت و کیفیت
ظاہر ہوئی جسنے اس مرض کا مکمل ازالہ کر دیا۔ اور توانائی عود کر آئی۔ اور اس حالت میں
اپنے میں ایک قوت محسوس کی کہ اگر میں چاہتا تو دس کوس پیدل چلا جاتا۔ اور اس وقت حرکت
وجدیہ کرتا تھا۔ اور لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ بیماری کا اضطراب ہے۔ میں نے اسے کہا
کہ یہ بیماری کی تکلیف ہے۔ بلکہ اس کا ازالہ اس طرح ہوا ہے کہ پھر پلٹ کر نہ آئیگا۔ بس ایسا
ہی ہوا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اور اس روز صبح کے مراقبہ میں اس بات کا کشف
مثالی ایک صورت میں مصور ہوا۔ الحمد للہ۔ خواب اول میں حضرت محمد باقی بیرنگ قدس سرہ سے فیضیاب
ہوا۔ بارہا واقعات میں حضرت شیخ بزرگ عبد الرحیم قدس سرہ کی صحبت سے مشرف ہوا۔ اور
اپنے میں ان کی کیفیات و تاثرات پائیں۔ اور اسی طرح ایک واقعہ میں پیر جلالی کی زیارت
بدولت سید آدم بنوری کے مشائخ میں سے طریقہ قادریہ میں ہیں میسر ہوئی۔ اور ایک اثر عظیم
ملا۔ فیض خاص۔ اور بعض مجذوبوں کا بھی خواب میں مشاہدہ ہوا۔ اور انکی توجہ کا اثر پایا۔ اور
[illegible] نے اپنے [illegible] میں سرور کائنات ﷺ کو مجھے گلے لگاتے اور اپنا خرقہ عطا فرماتے دیکھا

والحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیرا۔

ایک بار یہ بندۂ ضعیف حضرت اقدس کی طرف سے وطن میں تین مہینہ کے چلہ و اعتکاف پر مامور ہوا اور اس دوران حضور کی توجہات عالیہ سے صوفیائے کرام کی انواع و اقسام کی نسبتوں مثلاً نسبت مناجات، نسبت توحید وغیرہ کا ادراک حاصل ہوا۔ اور آنجناب کی قوت توجہ کا ایسا مشاہدہ کیا کہ جس وقت کرامت نامہ (والانامہ) جو نسبت وحالت کے ارشادات پر مشتمل ہوتا تھا پہنچتا تھا تو اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کیفیت کا فاضہ بھی فرماتے تھے، اس کیفیت کے فیوض کو بھی منکشف فرماتے تھے کہ اس کا مطالعہ کرتے ہی اسی حال اور کیفیت میں رنگ جاتا ؎

رنگ لایا ہے یہ ضبط الفت گیسوئے دوست　　　یعنی اپنے پیرہن سے پھوٹ نکلی بوئے دوست

اور اسی درمیان بعض آیات قرآنی کے معنی تصوف کے مذاق کے مطابق واقع ہوئے نیز اسی طرح بعض دوسرے اسرار کا بھی عرفان ہوا! بعدازاں کتاب وسنت کے حقائق و اسرار ظاہر ہونے لگے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اور اللہ تعالیٰ کی منجملہ نعمتوں کے ایک یہ بھی ہے جو بلا کسب وعمل کے محض اللہ کی محبت سے اس بندۂ ضعیف کو نصیب ہوئی وہ یہ ہے کہ بدو شعور سے ہی حضرت اقدس سے خلوص ومحبت اس کے دل میں جاگزیں کردی گئی تھی مجھے یاد نہیں پڑتا کہ بچپن سے لے کر اب تک سوا ادب و تعظیم کے کوئی ایسی بات جو عام طور پر لڑکوں (ہمعمروں) میں آپس میں ہوتی ہے آنجناب کی شان میں اس غلام سے صادر ہوئی ہو۔ بلکہ مجھے یاد ہے کہ کوئی ایسا حرف بھی جس سے آنجناب کی ہمسری اور آپ کی بزرگی و تعظیم میں کمی یا کوتاہی متصور ہوتی ہو کبھی زبان سے نہ نکلا اور نہ کوئی خطرہ جو آپ کے کمال اعتقاد سے خالی ہو دل میں گزرا بلکہ بیشتر اوقات وہ الفاظ جو اولیائے کاملین کی شان میں مدح کے طور پر منقول ہیں، جاری ہوتے ہیں آنجناب کی

شان میں بے اختیارانہ زبان پر جاری ہو جاتے تھے۔ اور اس سے مجھے بڑی لذت ملتی تھی اور آنجناب کا بھی وہ لطف وکرم جو اس غلام کے شامل حال تھا کیا بیان کیا جائے ع دلِ من داند ومن دانم و داند دلِ من۔ بعدازاں جب دونوں جانب نوشت وخواند کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو خط وکتابت کا دروازہ کھل گیا۔ اور یہی بات حصول (مقصد) کتابت کی صنعت میں ملکہ حاصل ہونے کا سبب ہوگئی۔ ورنہ اس غلام نے کبھی بچوں کی طرح تختی پر بھی مشق نہ کی تھی۔ پھر جب آپ پر معارف واسرار کے ظہور کی ابتداء ہوئی تو اس غلام کو خطاب خاص سے مشرف فرمایا چنانچہ اگر سعادت حضوری سے مشرف ہوتا تو میں ہی مخاطب ہوتا اور اگر کبھی بہ ظاہر اس محفل ولایت منزل سے جدا ہوتا تو والانامہ میں اس عنایت سے مخصوص ہوتا۔ حتیٰ[1] لو حلف علی ان کل ما ظہر من علومہا واسرارہ دامت برکاتہم لا سیما من باب التصوف فما ظہر الا لعبد العبد الضعیف وفی مخاطبۃ ان شاء اللہ لا یحنث۔ اس لئے کہ اکثر اس سلسلہ میں کوئی دوسرا اس خطاب میں اس غلام کا شریک نہیں ہے وسا جھے دار نہیں ہے، اور بعض خطابات میں ظاہراً دوسرے بھی شامل رہتے تھے جیسے کہ عربی کا یہ شعر جو اپنے نوازش ناموں میں اس خاکسار کو عنایت فرمایا کہ ؎

انّی[2] وان خاطبت الف مخاطب　　　فانت الذی اعنی وانت المخاطب

---

[1] اگر مجھے قسم دی جائے اس بات کی کہ ہر وہ چیز جو ظاہر ہوئی ان کے علوم واسرار سے بیشتر رہی ان کی برکتیں۔ خاص کر تصوف کے سلسلے میں پس وہ نہیں ظاہر ہوئی ہیں مگر اس عبد ضعیف کی وجہ سے اور ان شاء اللہ کہنے میں وہ کبھی حانث نہیں ہوا (یعنی جب میں نے ان شاء اللہ کہا تو کبھی قسم توڑنے والا نہیں ہوا) وہ بات ہو کے رہی۔ [2] اگرچہ میں نے ہزاروں سے خطاب کیا ہے لیکن دراصل ان ہزاروں میں میری مراد اور مخاطب تم ہی ہوتے ہو۔

حقیقتاً اسی کے ساتھ مخصوص ہوگیا اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ جو آنجناب کی عمدہ تصانیف میں سے
اور اسرار شریعت کے علم خاص میں ہے اس کے انتساب کو کمترین فدوی کے نام سے معنون
فرمایا۔ بعد ازاں ان کلمات معجز آیات کے تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائی پھر ان میں سے
بعض کتب و رسائل جو مرتب تھے مسودات سے نکال کر مبیضہ صاف کیا ہوا تیار کیا۔
اور جب خیر کثیر کے مبیضہ سے مشرف ہوا تو سبقاً سبقاً اس کے رموز و نکات آنجناب نے
حل کر کے تحریر کئے اور آپ نے اس کو مدون کر کے خیر کثیر سے موسوم فرمایا۔ اور ایک حصہ
کو جس میں رقعات مختلف تھے مدون کر کے الگ خطوط کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔ اور کچھ کو
جو خلوت کی مجلسوں میں زبان الہام بیان سے سنی تھیں اپنی فہم کے مطابق تحریر کر کے اسی
رسالہ میں شامل کیا۔ پھر تمام رسائل تصوف کو ایک جلد میں جمع کر کے ایک کلیات مدون
کیا۔ اس سے آنجناب نہایت مسرور ہوئے اور خوش ہو کر ان کلمات نوازش آیات کے ساتھ
بغایت بندہ نوازی اس خاکسار کو شرف امتیاز بخشا کہ ھٰذا امر منکم بدأ و الیکم
یعود و تلک الکلمۃ کنتم احق بھا و اھلھا و حق الرب المعبود۔ بربنائے خصوصیت
و محرمیت اسرار و معارف خاصہ پر اطلاع کے اپنے راسخ فدوی کو "علی" کے لقب سے
سرفراز فرمایا۔ اور اس عنایت سے دونوں عالم کی سرفرازی بخشتے ہوئے اس شعر سے
خطاب فرمایا ؎

لک یا علی یا علی عہد مودۃ یخو و لا تفنی و لا تغیر

اور اس سب سے بڑھ کر منت عظیمہ الٰہیہ یہ ہے کہ اپنے بیت مکرم کا حج اور اپنے حبیب

لہ اس سلسلہ افادات علمیہ کا آغاز بھی تم ہی سے ہوا اور انجام بھی تم ہی پر ہوگا۔ رب معبود کی قسم
تم ہی ان معارف کے سب سے زیادہ مستحق ہو۔ ۲ہ اے علی اے علی! مجھے تم سے نسبت عشق کا وہ
مستحکم عہد و پیمان ہے جو روز بروز بڑھتا ہی رہے گا وہ نہ کبھی ختم ہوگا اور نہ اس میں کبھی کوئی تغیر ہوگا۔

مکرم کی زیارت، حضرت اقدس اور حضرت قبلہ گاہی کے ہمراہ میسر فرمائی اور اس سفر مبارک
میں جس کا ۱۱۴۳ھ میں اتفاق ہوا ہر طرح سے آنجناب کی قربت سے مشرف فرمایا چنانچہ
خواب و بیداری میں قدمہائے مبارک سے جدا نہ ہوتا اور دوران سفر آنجناب کے مرکب
خاص پر آپ کا ردیف ہوتا۔ اور دونوں حجوں میں کے تمام مناسک اور عرفات میں حضرت
رسالت پناہ علی صاحبہا افضل الصلوات و اکمل التسلیمات کے مکان دار امگہ خاص میں
حضرت اقدس کے پہلو بہ پہلو قیام میسر آیا اور مخصوص دعاؤں میں سعادت سے مشرف ہوا۔
اور اسی عمرے میں جو رمضان کی راتوں میں آپ نے ادا کئے خدمت عالی میں موجود
رہا۔ اور رمضان المبارک کے آخر عشرہ کے اعتکاف میں مسجد بیت الحرام نیز آنحضرت
کے حجرہ میں اور مواجہہ نبویہ شریفہ میں جلسہ کے وقت ہمیشہ کے پہلو بہ پہلو بار یاب
رہا۔ اور حضرت اقدس کے اس پر کرامت مقام کے بعض احوال اور خاص واردات کا
عینی شاہد رہا اور جناب رسالت مآب سے حضرت اقدس پر فائض ہونے والے اسرار
سے مطلع رہا۔ اور حرمین شریفین کے تمام معارف میں خطاب کی سعادت سے مستعد
(مشرف) ہوا۔ بلکہ کتاب "فیوض الحرمین" اسی بندۂ ضعیف کی گزارش پر تالیف
ہوئی۔ اور اس کے مبیضہ کی سعادت سے یہ خاکسار بہرہ ور ہوا اور حضرت اقدس کے
نئے و تازہ سلوک کے بعد بطریق اویسی حضرت خاتم الرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی
روح کریمہ سے پہلا شخص جو آنجناب کے شرف بیعت سے مشرف ہوا یہی غلام تھا
اور یہ دوسری بیعت تھی اور یہ بیعت شب قدر میں ثلث اخیر میں حجر کعبہ میں میزاب
رحمت کے نیچے ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اور حضرت اقدس کے صحیح بخاری و دارمی و دیگر کتب قدوۃ المحدثین شیخ ابو طاہر
کردی مدنی سے پڑھنے کے وقت شرف سماع سے مشرف رہا اور اجازت روایت
میں آپ کا طفیل ہوا اور جب اس سفر کرامت اثر سے واپسی کے بعد حضرت اقدس نے

ایک واقعہ میں سرورِ کائنات ﷺ سے بیعت کی اور آنجناب ؒ سے نسبت افاضہ سے ممتاز ہوئے تو پہلا شخص جس نے اس واقعۂ مبارکہ کے بعد حضرتِ اقدس کرامت منقبت کی خدمت میں اس حیثیت سے شرف بیعت حاصل کیا یہی غلام تھا. اور یہ تیسری بیعت تھی اور یہ بندۂ ضعیف جو کچھ شرف و سعادت کا تھوڑا بہت اندوختہ دونوں جہان میں رکھتا ہے یہی بیعت سہ گانہ ہیں اور بس. والحمد للہ علیٰ ذالک حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ.

اور اللہ تعالیٰ کی منجملہ عطا کردہ عظیم نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس کے اعتکافات اربعینیہ (چلوں) میں تقریبًا سات مرتبہ آپ کا طفیل رہا اور ان ایام میں نظام میں رات و دن خلوت خاص کا پڑوسی رہا اور اوقات مخصوصہ میں خلوت خاص میں باریاب ہوا. اور انوار و اسرار کی محرمیت کا شرف جو اس ذات کرامت آیات تک سے منفرد و اختصاص بے میسر آیا. اور اس کے پرتو سے بہت سے علوم و حقائق اس فدوی پر جو اس کی استعداد سے بالاتر تھے ظاہر ہوئے. اور ان سب کو حسب الحکم کتاب "ودایعت الاسرار" و "شرح الاعتصام من تعلیم ولی الانعام" و رسالہ "کشف الحجاب عن موز فاتحۃ الکتاب" میں جمع کر دیا. اور حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے کلمۂ قدسیہ کی تاویل جو ایک جشنہ میں آپ نے اس خاکسار سے فرمایا تھا کہ "تم اس جگہ ۔۔ کر شرح ہدایہ حکمت وغیرہ کی سماعت اپنے حضرت سے کیوں نہیں کرتے" متحقق ہو گئی اور آپ کے بے شمار عجیب و غریب حالات مشاہدہ کئے اور اپنے حسب حوصلہ ان میں رنگ گیا. اور ان بشارات عظیمہ سے جیسے بشارات معادی وغیرہ جنہیں افراد وا تاد منفرد ہیں بلا کسی استحقاق کے بلکہ محض اعتنا نا مفتخر ہو گیا. اور آنجناب کے

عہ افسوس! آپ کی یہ جملہ تصانیف اتو نا پید ہو گئیں یا ناپید کر دی گئیں. واللہ اعلم بالصواب

طفیل شب قدر کی بہت سی راتوں کی برکات اپنے میں سمیٹ لیں. غرض کہ اعتکافات کی حکایت مفصل طور پر اس کتاب کی قسم اول میں تلاش کرنا چاہئے. دوسرے عطایا سے ربانیہ میں سے آنجناب کی وہ بشارتیں اور عنایتیں اور کرم ہائے خاص ہیں جو مستقل اور مسلسل محض رحمت اعتنائیہ سے اس خاکسار پر مبذول ہیں. ایک بار اپنے قلم مبارک سے الطاف و کرم سے تحریر فرمایا کہ "والذی نفسی بیدہٖ لانت احب وافضل واوقع فی القلب فلعلک لا تعلم ھٰذہ الا قیقۃ واغنیت عنہا ولولاک لما کانت الدنیا". اور ایک بار اس قسم کے الفاظ تحریر فرما کر سر فراز فرمایا کہ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو جو تمہاری یاد دل کو نہ ستاتی ہو تم اس کو اس طرح کی یاد نہ سمجھ جو بیگانوں یا آشناؤں یا بھائیوں وغیرہ کی ہوتی ہے بلکہ یہ ایک دوسری ہی چیز ہے. اور ایک بار اس عبارت سے نوازش فرما کر مفتخر فرمایا کہ فقیر تمہاری نسبت وہی بات اپنے میں پاتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

تنقل الھفتات من جرعاتھا وصبابتی بالعلو لا تتنقل

اور ایک مکتوب میں اس عنوان سے ارشاد فرمایا کہ جب بھی عزیز بھائی محمد عاشق کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو آنکھوں کو ایک نئی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے ان کے لطائف کا منہ حد درجہ آگاہ اور ان کا لطیفۂ روح ایک عجیب قسم کی گدازگی رکھتا ہے اور قلب بھی اس بارہ میں روح کی شاگردی کرتا ہے اور لطافت اخلاق و اخلاق کی پاکیزگی ایک دوست کی دوسرے دوست پر فدائیت بخشش الٰہی ہے. اور دوبارہ اس عنایت سے نوازش فرمائی

بعدا تئی نفسی بانک واصل الی النقطۃ قصواء وسط المراکز
وانک فی ھٰذا البلاد مفخم یکفیک یوما کل شیخ وناھز

اے عزیز یا تمیز ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس دیار میں تیری زبان سے وہ کلمہ

عہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میرے لئے سب سے عزیز و برتر ہو شاید تم کو اس کا علم نہیں [illegible]

[illegible]

نکلے گا جو تجھ سے قبل بہ زبان حال کہا گیا۔ قدمی ھٰذہ علی کل رقبۃ کل ولی ۔کیا
کیا جائے مجھ میں ایک حرارت پیدا کر دی گئی ہے۔ اگر اس سے زائد میں لکھوں تو بات
عمومی طرز خطاب سے بالاتر ہو جائے گی رقانون مخاطبات سے بہت بڑھ جائے گی تم سمجھتے
ہو کہ تم ایک معمولی اور حقیر سا جسم ہو حالانکہ تمہارے اندر ایک عالم کبیر پوشیدہ ہے۔ پھر
ان اشعار کرامت آثار سے اس خاکسار کے سر افتخار کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

فان یک حقا ما علمت فانہ ۔۔۔ یلقی الیک الامر لا بد سابقا
سیاتیک امر لا یطاق بھاءہ

. . . .

دوسرے وہ بشارات جن کا شکر ادا کرنا اس بندہ کے بس سے باہر ہے دونوں جہان
کا افتخار بخشا۔ کہ خداوندا تیرا کرم عام سب کے شامل حال ہے اور جس کی جو بھی حاجت
ہے وہ تو پوری فرماتا ہے اس عاجز کو بھی اپنی اس تجلی سے جو محمد عاشق کے نفس ناطقہ
پر ہو اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرت عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین
اب میں تم کو واقف کر رہا ہوں ان باتوں پر جو تمہارے آئندہ حالات کے بارہ میں مجھے
بتائی گئی ہیں۔

کن انت علی ھیئتک من
الاضمحلال فی التوحید والتجرید
التوجہ الی اللّٰہ والنشاط فی اللّٰہ،
فسیبدی ذالک البادی فیجعل
لک طریق الی حضور اللّٰہ سبحانہٗ
بحیث یکون الحاضر امرا قدسیا
وایۃ ذالک انک ستعلم
ان الامر الذی کنت مشتاقا الیہ

تم اپنی ہیئت پر اضمحلالی طور پر ۔ ہو توحید اور
توجہ کی تجرید میں اللہ کی طرف ۔ اور عمل میں
نشاط پیدا کرو اللہ کی ذات میں ۔ بس
اس کو ایک ظاہر کرنے والا ظاہر کرے گا
اور تمہارے لئے اللہ کی جانب ذات اس
حیثیت سے آسان ہو جائیگا کہ ایک
امر قدسی حاضر ہو گا وہ جو حاضر ہونے والا
ایک امر قدسی ہو اس کی علامت یہ ہے کہ تم

حصل لک بالفعل بعد ان کنت
تعلمہ علما و بحیث یکون الحاضر
بعینہ القدوسیۃ التی فاز بھا
کل ممکن ۔ وایۃ ذالک انک تحضر
عندک شئ واحد یغشی الحس
ویحتو المدرکۃ ، ھو العلم الحضوری
الذی اتیت الیہ من قبل اضمحلال
التقرر وھو العلم الحصولی الذی
غشیک وحتی مدارکک ۔ ثم
یقضی اللّٰہ سبحانہٗ من فوق
العرش تجلیا جلیل الشان بامر
البرھان شائع محیط بک من
ورائک ثم یکون ما یکون مما
علمنی ربی جل جلالہ ، ولعیاذن
لی فی الاخبار لک من کمالاتک
الحاصلۃ فی ھٰذہ الدار
والدار الاخری بوجہ
اجمالی ۔

اس چیز کو جان لوگے جس کے تم مشتاق تھے
وہ تم کو بالفعل بروقت موجود میں حاصل ہو گئی
اور اس حیثیت سے کہ ہو کا حاضر اپنی عین قدوسیت
کے ساتھ جس سے ہر ممکن فائز ہوتا ہے رفائز
المرام ہوتا ہے) اور اس کی علامت یہ ہے کہ
تمہارے پاس ایک ایسی شی حاضر ہوگی ۔
جو تمہاری حس کو ڈھانپ لے گی اور مدرکہ
کو شاد ہے گی ۔ اور وہ وہی علم حضوری ہے
جس کی جانب تم تقرر کے اضمحلال سے قبل
آئے اور تقرر کے اضمحلال سے مراد علم حصولی
ہے اور وہ وہی علم حصولی ہے جس نے تم
کو ڈھانپ لیا ہے اور تمہاری مدرکہ کو سنا
دیا ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے
جلیل الشان تجلی نازل فرمائے گا دلائل
کے ساتھ وفیصلہ فرمائے گا ۔ جو گرد و
پیش سے تمہارا احاطہ کرے گی ۔ پھر وہ
ہو گا جس کی میرے پروردگار نے مجھے
تعلیم دی ہے رمجھے بتایا ہے) لیکن ذاتی
میں تمہارے کمالات حاصلہ کے بتانے
کی اجازت نہیں دی ہے ۔

اور اس منجانب اللہ بشارت کو غنیمت سمجھیں اور ان نعمتوں میں سے سمجھیں جس کے قابل نہ تم تھے اور نہ یہ مسکین اور نہ کوئی اور۔ بلکہ بغیر کسی وجہ اور بغیر اپنے میں کسی سابقہ قابلیت کے محض اپنے کرم سے اللہ نے عطا فرمایا۔ فاذا وصل الیک کتابی ھذا فارکع رکعتین للہ شکرا علی ما قضی لک من الخیرات وغفر وجھلت فی التراب وارج رجائہ واثقاً ولا تدع فیک سبیلا للتشویش اللھم عظیم جودک وکرمک وانی لی لسان اشکرک علیہ فانت کما اثنیت علی نفسک۔ جب تم کو میرا یہ خط پہنچے تو دو رکعت نماز شکرانہ پڑھو اس بات پر کہ جو اللہ نے تمہارے لئے فیصلہ کر دیا ہے نیکیوں سے اور قبر میں تمہاری مغفرت کر دی گئی اور امید رکھو اپنی امید کے ساتھ بھروسہ رکھتے ہوئے اور کسی قسم کی تشویش و فکر نہ کرو۔ اے اللہ تیری بخشش و کرم بہت عظیم ہے اور میری زبان کو اتنی طاقت کہاں حاصل ہے کہ میں اس بات پر تیرا شکر کروں جیسی تو نے اپنی ذات کی تعریف کی (تو وہ ہے جس نے اپنی ذات کی تعریف فرمائی)۔

اور ایک بار اور ان بشارات عظیمہ سے فرمایا کہ اللہ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ جب تجلی اعظم کے مشاہدہ کے عکوس تجلی اعظم کی حقیقت میں مل جائیں اور اس کی شعاعیں ان عکوس کے گرد جمع ہو جائیں۔ ہم اور تم ابدالآباد تک ایک دوسرے کے قریب آسودہ ہو کر رہیں۔ ایک ایسا وصال ہو جس کے بعد کوئی فراق نہ ہو اور ایسا انبساط ہو جس کے بعد کوئی انقباض نہ ہو۔ اسی سلسلہ میں ایک ہندی شعر دل میں ڈالا ؎

میرے من نت بسے جس دیکھے مجھے چین ۔۔۔ گلی گلی اب کیوں پھرے کون کو کے دن رین

اور اپنے کرم عمیم سے نعیم مقیم کی بشارت کے ساتھ جو تمام بشارات کی جان جہان دار زہ اور خلاصہ ہے۔ اس عاجز و خاکسار کے سر کو سدرۃ المنتہیٰ کے ملاء اعلیٰ

کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ اس کو وہ اس رسالہ کے آخر میں خاتمہ بالخیر ہونے کی آرزو میں تحریر کرے گا۔ اور اسی طرح آنجناب کے بے شمار الطاف اور کرمہائے بے پایاں اس غلام کے حق میں شب و روز مبذول رہیں ؎

گر بر تن من زباں شود ہر موئے ۔۔۔ یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

دوسرے آپ کی بہترین عطا کردہ چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کمترین خادم کو حضرت قبلہ گاہی اور حضرت عمی قدس اللہ اسرارہما نیز دیگر علماء و مشائخ کی موجودگی میں عطائے خرقہ جامعہ اور اجازت طرق ثلاثہ نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ اور دوسرے مشائخ صوفیہ علیہ کے طریقہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی روایت سے سربلند فرمایا اور ایک طویل مثال علوم کبیرہ کے اسرار پر مشتمل جس میں چند کلمات وہ اس جگہ تبرکاً لکھتا ہے عنایت فرمائی۔ اور اس کے بعد حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے حضرت اقدس کے اشارہ پر دستار خلافت اور اجازت طرق ثلاثہ مذکورہ اور دوسرے فوائد طریقت جو آبائے کرام اور حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کی جانب سے آپ کو پہنچے تھے ایک مجلس عالی میں مرحمت فرمائی۔ اور تمام اشغال و اوراد تلقین فرمائے اور اس وقت مصافحہ معہودہ (یعنی جس کا مشائخ میں معمول ہے) کیا اور فاتحہ استقامت پڑھا۔

الکلمات المعہودۃ المثالیۃ

سر آیۃ

ان اخانا الفاضل الکامل سر آیۃ	ہمارے فاضل و کامل بھائی کاملین کے
الکاملین ووارث اجداد الواصلین	سردار۔ اپنے اجداد واصلین کے وارث
الحابر قصبات السبق فی میدان	عالم متبحر، سبقت لے جانے والے علم و عمل
العلم والعمل المجتنب باتم وجہ	کے میدان میں۔ لغزشوں اور خطاؤں سے

من موجبات الزلل والخلل، سباق الغايات وصاحب الانابة الشيخ محمد عاشق ابن مولانا المكرم المتحلى والمتجلى، الموصوف بالفضائل الكسبية والوهبية الشيخ عبيد الله متع الله المسلمين ببقائه ابن الشيخ الاكمل الاجل العارف العالم ولى الله الصمد مولٰنا الشيخ محمد قدس الله سره العزيز وهو رضى الله عنه جدى ابو امى و قد ورثت منه فى نفس اشياء ابصرها اذا تاملت فى نفس نعم الله تعالىٰ عليه متواترة متكاثرة لا تحصى ولا تعد ولا تنازع فيها ولا وتر، ومن جملتها ان اودع فيه محبتى من اول ترعرع وكان سيدى الوالد صاحب الكرامات الجليلة والمقامات الجزيلة قدس الله سره العزيز راٰنى واياه متحابين فى الله متجالسين لله فيقول انى اراهما متحابين

مکمل طور پر محترز۔ انتہا تک پہونچنے والے اللہ کی جانب رجوع کرنے والے شیخ محمد عاشق ابن مولانائے مکرم و معزز صاحب فضائل کسبیہ و وہبیہ شیخ عبید اللہ اللہ تعالیٰ ان کی درازیٔ زندگی کی بقا سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے۔ ابن شیخ اکمل بزرگ عالم و عارف، ولی اللہ الصمد مولٰنا شیخ محمد قدس اللہ سرہ العزیز۔ اللہ ان سے راضی ہو وہ میرے جد مادری ہیں اور میں چند چیزوں میں ان کا وارث ہوں جب میں نے غور کیا تو ان چند چیزوں میں سب سے زیادہ بصیرت بخش چیز اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور اس میں کوئی تنازع نہیں ہے اور نہ کوئی شک ان مجملہ نعمتوں کے ایک یہ ہے کہ ان میں میری محبت سن طفولیت سے ہی ودیعت کر دی گئی اور میرے والد ماجد صاحب مقامات جلیلہ و مقامات عظیمہ قدس سرہ نے مجھ کو اور ان کو باہم محبت کرنے والا اور باہم بیٹھنے والا دیکھا اللہ کے لیے۔ نیز وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں میں بڑی محبت ہے اور وہ

وانه يسر فى ذالك وعسىٰ ان يكون له شان ضخم الهم طلب طريق منى وعكمتى فى حضن الطريق ومنح محبة عظيمة لى مستوعبة بظاهره وباطنه وقلبه وقالبه ولسانه ورزق اقبال الانام الاخذ منى فما زال تيسر الله .....

..... حتى رأيت فيه تيقظ لطيفة انا والحجر البحت وحتى رأيت فيها تمكنا تاما واستقرارا قويا وامنت من تقلب احواله وتذبذب اقواله، ورأيت قد انفتح له الباب الذى بينه وبين عينه الثابتة فهو ياخذ ما ياخذ من منبعه بغير تقليد ورضيت اخلاقه و اعماله واستحسنت اطواره و اوضاعه وبينا انا نائم رأيت كانى جالس فى جماعة عظيمة من ارواح الصالحين والملائكة فنولت صحيفة فيها اسماء الله الحسنىٰ واريد ان اقرأها

بات سے بہت مسرور ہوتے تھے، امید ہے کہ ہوان کے لیے بڑی شان۔ انھوں نے مجھ سے طریقۂ معرفت طلب کیا اور میرے ساتھ محبت عظیمہ کی جس نے ان کے ظاہر و باطن اور قلب و قالب و زبان کا احاطہ کر لیا۔ اور وہ مخلوق کے متوجہ ہو جانے کے مجاز کیے گئے، یعنی میرے علوم اور معارف لوگ ان سے اخذ کریں، پس اللہ آسانی فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے ان میں لطیفۂ انا اور حجر بحت کا تیقظ نیز تمکن تام اور استقرار قوی دیکھا اور میں ان کے تقلب احوال اور تذبذب اقوال سے مطمئن ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا ان کے اور ان کے عین ثابت کے درمیان دروازہ کھل گیا۔ وہ جو کچھ اخذ کرتے ہیں وہ بغیر تقلید کے اسی چشمہ سے اخذ کرتے ہیں۔ میں ان کے اخلاق و اعمال و کردار سے راضی ہوا اور مجھے ان کے طور طریقے اچھے معلوم ہوئے اور اس دوران ایک روز جب کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا اپنے کو ملائکہ اور ارواح

علی اسم اخی المذکور والاشارة
الیہ فقرأت منہ ثلثة السید
والرحمن والرحیم ثم ولت صحیفة
اخریٰ قد کتب فیھا اسماء النبی
وارید منی ان اقرأھا فطنی اسمہ
والاشارة الیہ فقرأت منھا
اسمین السید وابو فاطمة فما
تیقظت حتی فطنت انہ سیکون
لہ شان وسینال نصیبًا من
التخلق باسماء اللہ تعالیٰ واسمأ
نبیہ المصطفیٰ وظنی فی سر تخصیص
السید وابو فاطمة واللہ اعلم
ان الدعوة الی اللہ کلمة باقیة
فی عقبہ وعطیة خالدة تالدة
فی ذریتہ وقد جریٰ علی لسانی
یوما ولا اشک انہ لیس جاریا
علی اللسان بحکم العادة بل ھو
مجری من حیث ..... ھذا
البیت فی مخاطبة ؎

وانی وان خاطبت الف مخاطب
فانت الذی اعنی وانت المخاطب

کی ایک بڑی جماعت میں بیٹھا ہوں مجھے
ایک صحیفہ دیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کے
اسماء حسنیٰ لکھے ہوئے تھے ۔ اور مجھ سے یہ
چاہا گیا کہ میں اسے پڑھوں اخی مذکور کے
نام کے ساتھ ۔ اور اشارہ اسی کی طرف
تھا ۔ جب میں نے اسے پڑھا تو تین نام تھے
سید اور رحمان اور رحیم ۔ پھر ایک دوسرا
صحیفہ دیا گیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو نام لکھے تھے اور مجھ سے یہ چاہا
گیا کہ اسے بھی پڑھوں ۔ اور اس سے بھی
اشارہ اسی طرف تھا پس میں نے اس میں
دو نام پڑھے ۔ سید اور ابو فاطمہ پس بیدار
ہوتے ہی میں سمجھ گیا کہ ان کی بڑی شان
ہوگی ۔ اور ان کو اسماء الہٰی کے تخلق اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اسمائے
گرامی سے ایک حصہ حاصل ہوگا ۔
سید اور ابو فاطمہ کی تخصیص کے سلسلہ
میں اسرار میں میرا گمان یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی طرف دعوت کلمہ باقیہ ہے
ان کی نسل میں اور ان کی ذریت میں
ہمیشہ رہنے والا انعام ہے اور وہ بطور

وھو بحمد اللہ عتبة نصحی ووعأ
علمی وحافظ اسراری
وناظور کتبی بل ھو کان الباعث
علی تسوید کثیر منھا و
المباشرة لتبیضہ واظن ان
علومی یبقی فی الناس من
جھتہ واللہ اعلم فالھمت
ان ابث فی الناس خیرہ ولا ادع
سرہ مکنونا ....
فالبستہ الخرقة الصوفیة
الباس اجازة وانابة کما
البسنیھا سیدی الوالد
الباس اجازة وانابة وکما
البسنیھا الشیخ ابو طاھر
المدنی وخرقتھما بحمد اللہ
مستوعبة لجمیع طرق الاولیاء
انشاء اللہ تعالیٰ واجزت لہ
ان یلقن الاشغال الصوفیة
التی سمعھا منی او لم یسمعھا
وانہ بحمد اللہ ممن یسلم
لہ فی ذالک الاجتھاد ۔

وراثت کے ان کی ذریت میں ہمیشہ باقی رہے
گا ۔ اور ایک دن میری زبان پر یہ جاری ہوا
اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ میری زبان
پر عادتاً نہیں جاری ہوا .... " اگرچہ میں نے
ہزاروں سے خطاب کیا ہے لیکن در اصل
ان ہزاروں میں میری مراد تم ہی سے ہے اور
اصل مخاطب تم ہی ہو " ۔ اور وہ بحمد اللہ
میری سراپا نصیحت اور میرے علم کا ظرف ہیں
میرے اسرار کے محافظ اور میری کتابوں کے
نگہداشت رکھنے والے ہیں بلکہ میری کتابوں
کے بیشتر مسودوں کے صاف کرنے والے ہیں
اور مجھے یقین ہے کہ میرے علوم لوگوں میں
ان کے ہی ذریعہ باقی رہیں گے ۔ واللہ اعلم ۔
پس مجھے الہام کیا گیا کہ میں لوگوں میں ان
کے خیر کو پھیلاؤں اور ان کے راز کو پوشیدہ
نہ چھوڑوں ... پس میں نے ان کو خرقہ صوفیہ
اجازت لباس اور اس کی خصوصیات کے
ساتھ پہنایا جس طرح میرے والد ماجد نے مجھے
خرقہ پہنایا اور مجاز کیا ۔ نیز جیسا مجھے شیخ
ابو طاہر کردی مدنی نے خرقہ پہنایا اور بحمد اللہ
ان دونوں کے خرقے اولیاء اللہ کے تمام

ويجوز على فراسته الاعتماد وان
يتصرف في المريدين السالكين
وان يدرس الحديث والتفسير
والفقه وسائر علوم الدين مما
اخذ مني او شاركني في اخذ من
مشائخ الحرمين المحترمين عليهم
رحمة رب العالمين وان يبايع
الناس ويلبسهم الخرقة الصوفية
واجزت له رواية جميع ما صنفت
له من العلوم المتنوعة ما قرأ
علي وصولا اكثرا ولم يقرأ واجزت
له بمثل ذالك بكل من قام بنشر
علمي من ذريته طبقة بعد طبقة
وقد وذعته الصالحين من اصحابه
وذريته من الله وهم اماناتي
عند الله ارجو ان يحفظ الله اماناتي
وتعاهد تركتي فلا يزال يسلك
بهم الجادة الجلية السنية البهية
ويحق بهم القارعة القوية الحنفية
ويوفقهم لنشر دين النبي صلى الله
عليه وسلم ورواية حديثه

خرقوں کو گھیرے ہوئے ہیں اور میں نے
ان کو اجازت دی کہ وہ لوگوں کو ان اشغال
صوفیہ کی تلقین کریں جو انھوں نے مجھ سے سماعت
کئے ہیں یا نہیں سماعت کئے ہیں۔ اور وہ
بحمد اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کے لئے اس
سلسلہ میں اجتہاد مسلم ہے اور ان کی فراست
پر بھروسہ کرنا جائز ہے نیز یہ کہ وہ مریدین،
سالکین پر تصرف کریں اور حدیث وتفسیر
اور فقہ کا درس دیں اور وہ تمام علوم جو انھوں
نے مجھ سے اخذ کئے ہیں یا حرمین شریفین
کے مشائخ سے اخذ کرنے میں میرے شریک
رہے ہیں ان سب پر اللہ کی رحمت ہو،
نیز یہ کہ وہ لوگوں سے بیعت لیں اور ان کو
خرقہ پہنائیں اور میں نے ان کو سب کی
روایت کرنے کی اجازت دی جس کو میں نے
ان سے بیان کیا، اور وہ علوم مختلفہ جو انھوں
نے میرے روبرو پڑھے یا نہیں پڑھے اور
وہ کثیر ہیں، اور اسی طرح میں نے اجازت
دی ہر اس شخص کو جو میرے علوم کو ان کی
ذریت سے یکے بعد دیگرے نشر کرے اور
میں نے ان کے اصحاب میں سے صالحین کو

ويهدي بهم اهل القرآن
طبقة بعد طبقة بعونه
وعنايته انه قريب مجيب
وهذا ما جرى به اللسان
وتحرك به البيان من مآثر
اخينا المذكور كان الله تعالى له
وله وراء ذالك عندي منزلة
وفي قلبي مكانه وفي حقه
بشارات والى ما عنده
اشارات لا تدركها الافهام
ولا يحيط بجوانبها الكلام
والقليل يكون انموذج كثير
والغرفة تنبئ عن البحر
الكبير
ووراء ذالك فلا اقول لانه
سر لسان النطق عند اخرس
والحمد لله اولاً وآخراً
وظاهراً وباطناً .

وصالح اصحاب، اور ذریت کو بجانب اللہ
ان کے سپرد کر دیا اور وہ اللہ کے پاس میری
امانت ہیں مجھے امید ہے کہ اللہ میری امانت
کی حفاظت فرمائے گا اور میرے ترکہ کو
باقی رکھے گا اور ان کو روشن اور ظاہر راستہ
کا مزن رکھے گا، اور تنبیہات قویہ جو لوگوں کے
دلوں کا تصفیہ کرنے والی ہیں ان کے ذریعہ قائم
رہیں گی، اور ان کو نبی کے دین کی اشاعت اور
روایت حدیث کی توفیق عطا فرمائے گا اور
اپنی حمایت وعنایت سے اہل قرآن کو ان کے
ذریعہ ہدایت دے گا، بیشک وہ قریب اور
دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے اور یہی وہ حضرت
ہے جو زبان پر جاری ہوئی اور اسی کا بیان
متحرک ہے اخی مذکور کے مآثر سے اللہ تعالیٰ
ان کے لئے کافی ہو اور مدد فرمائے، اس کے علاوہ
میرے دل میں ان کا ایک مقام اور میرے دل میں
ایک جگہ ہے اور ان کے حق میں بشارتیں ہیں
اور جو کچھ ان کے پاس ہے ان کی طرف صرف اشارہ
کیا جا سکتا ہے، نہ عوام کی عقل وفہم اس کا ادراک
کر سکتی ہیں اور نہ کلام وبیان اس کا احاطہ کر سکتا ہے اور قلیل کثیر کا نمونہ ہوتا ہے یعنی جو کچھ میں نے ان
کے سلسلہ میں کہا وہ بطور نمونہ ہے ورنہ باتیں بہت ہیں، اور ایک چلو پانی سمندر کا اشارہ کرتا ہے
سو اب اس کے علاوہ کوئی بات نہ کہوں گا کیونکہ وہ گونگے کے نزدیک لسان نطق کا راز ہے

کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ گونگے کے سامنے تقریر کرنا ہے جس کا جواب نہیں ملتا)

اور بعد وفات حضرت قبلہ گاہی خرقہ فقر پہنا کر تحریری اجازت رشد و ارشاد و ارادت حصول استقامت ظاہر و باطن سے کونین میں سربلندی عطا فرمائی۔ اور اسی درمیان لوگوں کے کثیر مجمع میں کلمہ یدہ کیدی و محبتہ محبتی و رضائہ رضائی مکرر و بتکرار فرمایا اور اس کا اپنی مختلف تحریروں اور تقریروں میں اظہار فرمایا اور خرقہ پوشی کے دوسرے روز وہ خرقہ متبرک جو عارف بزرگوار شیخ نظام نارنولی نے اس غلام کے جد اعلیٰ شیخ ابوالفتح قدس سرہ کو عطا فرمایا تھا اور وہ اس کو ابا عن جد پہنتے رہے تھے اس عاجز کو پہنایا۔ اور انھیں ایام میں بہ اصرار تمام اپنی موجودگی میں مشکوٰۃ شریف کے درس دینے کا حکم فرمایا۔ اور اس کے بعد ہر نوازش نامہ میں بیشتر سجادہ نشین اسلاف کرام کے الفاظ سے باستحقاق تمام افتخار بخشا۔ اور یہ بشارت دی کہ گویا ارواح طیبہ نفس ناطقہ کے وجود کو اپنے نفس کا وجود سمجھتے ہیں اور اس بشارت سے اس خاکسار کو سرفرازی بخشی۔ جاننا چاہیے کہ جب آفتاب ذرہ کو چمکائے درحقیقت اس نے اپنی ہی ستائش کی ہے اور اپنے ہی نور و ضیا کی توصیف میں لب کشائی کی ہے ورنہ یہ معلوم ہے کہ ذرہ کا جب خود کوئی وجود نہیں ہے تو نمود کہاں سے لائے گا۔ پس اس کتاب کے ناظر کو کسی غلط بینی (خوش فہمی) میں نہ پڑنا چاہیے اور نہ کسی کمال کا گمان اس عاجز پر کرنا چاہیے کہ اس میں نہ کسی قسم کی استعداد ہے اور نہ اہلیت۔ نہ اس کی کوئی قیمت ہے اور نہ اس کو کوئی قدر و اعتبار حاصل ہے ؎

من ہماں عاشق پارینہ کہ ہستم ہستم

الحاصل فرد۔ وہ خود ہی کہتا اور خود ہی سنتا ہے ہم کو اور تم کو محض ایک بہانہ بنا رکھا ہے۔

وھٰذہ ھی البشارۃ الموعودۃ کتابتھا نرجو من فضل اللّٰہ تعالیٰ رجاءً امؤکداً محققاً ان یجمع بیننا و بینکم فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ حیث لاحیث وایضا حیث یکون اعالی الجہات تصور الشمس واسافلھا مثل السراب ... متفوض جمیعا فی ذالک البحر البشار ثم نرفع رؤسنا بعد الغوص ولا ھناک رؤسنا و لا غن بل یکون کل ذالک للّٰہ باللّٰہ فی اللّٰہ من اللّٰہ الی اللّٰہ وتلک الامثال نضربھا الخ

اور یہی وہ بشارت ہے جس کی کتابت کا وعدہ کیا گیا تھا ہم امید کرتے ہیں اللہ کے فضل سے اس امید کی جو موکد اور محقق ہو (اور) وہ یہ ہے کہ وہ ہم کو تم کو مقام صدق پر اکٹھا فرمادے جہاں کوئی مقام نہیں ہے (یعنی لامکان میں) نیز اس مقام پر جو جہت شمس سے بھی بلند ہو اور ہم اس کا تصور بھی نہ کر سکیں اور جس کا نچلا حصہ مثل سراب کے ہو ...... یہ سب اس بشارت دینے والے سمندر میں متفوض (غائص) ہیں پھر ہم ڈوبنے کے بعد اپنا سر اٹھائیں نہ اس جگہ ہم ہوں گے اور نہ ہمارا سر بلکہ یہ سب للہ باللہ فی اللہ من اللہ الی اللہ ہوگا اور یہی وہ مثالیں ہیں جس کی ہم مثال دیتے ہیں الخ

تمام ہوئی اور انجام کو پہنچی کتاب "قول جلی و اسرار الخفی"
بتاریخ ۲۵ ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۹ھ فقط۔

قارئین کرام سے امید ہے کہ جس جگہ کوئی سہو یا غلطی ہو تو چشم پوشی کریں اور کاتب و جامع اوراق پر بعض طعن نہ کریں کیونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اگر تم کسی غلطی پر واقف ہو جاؤ تو اس پر طعنہ زنی مت کرو کیونکہ نفس انسانی خطاؤں سے خالی نہیں ہے۔ یا اللہ ان تینوں شخصوں یعنی مصنف کی کاتب کی اور پڑھنے والے کی مغفرت فرما۔

خاکسار محمود در بلدہ شاہجہاں آباد ۲۰ رجب سنہ ۱۳۳۷ھ محمد حسن مذکورہ عبارت بھی صفحہ آخر پر ایک کونے پر مرقوم ہے

تقریظ کتاب و مدح مترجم و شارح

(عالی قدر مولوی حافظ تقی انور صاحب علوی سلمہٗ جلوہ کاظمی)

بہ باغِ کاظمؑ گلِ دمیدہ کہ نامِ نامی تقیؔ انور

چہ حسنِ رعنا چہ طبعِ نے کش مثیلِ شاہِ تقیِ حیدرؒ

چہ بسترِ عرفاں نمود جلوہ ز علمِ حاضر ز کشفِ محکم

بہ فیضِ شاہِ حبیبِ حیدرؒ ز جذبِ حُبِ علیِ حیدرؒ

لباسِ اردو شدہ مزین ز حسنِ اظہارِ قالِ عارف

تمام اشکالِ حالِ ایشاں شدند آسان و صاف یکسر

چو حال و قالِ ولیِؒ نوشتند زِ عزم ہمت ز ذہنِ روشن

چہ پاک طینت چہ نیک خصلت بذات زیبا سرِ فخر

التجائے رنجور

تقیِ انور نگیں نگا ہے کہ خستہ حالم و ناصبورم

بہ وقتِ آخر بیا بیا لیں کہ روزِ محشر خلاص یابم

از معین الدین حسن علوی کاکوروی (ایم اے)

(ریٹائرڈ لکچرار اسلامیہ کالج لکھنؤ)

قطعہ تاریخ طبع

از نتیجہ فکرِ رنگیں طبع معانی آفریں ماہر نکاتِ خفی و جلی

شاعرِ دلپذیر منشی مصلح الدین احمد صاحب اسیر کاکوروی

جھوم اٹھی آج ساری کائنات — پھوٹ نکلی ہے نبات اندر نبات

تم کو بخشی ہے خدا نے وہ حیات — جس کے ہاتھوں میں ہے نبضِ کائنات

اے کہ تو مسرورِ عشقِ عاشقی — اے کہ تو ہے باقیات الصالحات

لن ترانی کی صدا آتی نہیں — اے کہ تو مسرور از ذات و صفات

اے مہِ انور تقیِ انور جناب — تم نے دے دی اب زمانہ بھر کو مات

شرحِ ولی اللہ کا قول الجلی — بادۂ صافی ست باقی ترہات

۱۹۸۲۴۶۶۵۶۱۱۸۸ ۵ ۲۱۰ ۵ ۱۰۶۳

بادہ صافی کو کردو بادہ صافی اسیر — بے تکلف عیسوی سن آئے ہات

زندہ جاوید اس کو کر دیا
کس قدر تعریف کے قابل ہے بات

لوگ سمجھے تھے کہ اب نایاب ہے
تم نے اس کو بخش دی پھر سے حیات

سب کو ہی ممنون آخر کر دیا
لے کر ہے پایندہ تر اُس کی ہی ذات

یہ علوم معنوی اسرار حق
بے شبہ بخشیں گے تم کو علم ذات

حضرت الحضرات. بے لے لو قدم
جن کی بخشش سے ملا آب حیات

مصطفٰیؐ حیدر قلندر بادشاہ
جن کے قدموں میں ملی راہ نجات

مجتبیٰ حیدر قلندر شاد باش
جن کی برکت سے کھلا راز حیات

فاذکرونی اذکرکم سن اے اسیر
بر محمدؐ نیز بر آلش صلوات

لفظ حضرت سے نکالو سال طبع

۱۳۰۸ھ

اے کہ تیری ذات ہے جامع صفات

قطعہ تاریخ طبع

از قلم فصاحت رقم. ادیب نازک خیال. شاعر شیریں مقال. بلبل گلستانِ سخن. ضیا مشقِ کہن منشی معین الدین حسن علوی کاکوروی (۔۔۔)

این سوانح عاشقِ شاہِ ولیؒ
نام ملفوظش شدہ قولِ جلی

علم سینہ در سفینہ شد عیاں
شاد و فرحاں از حقائق طالباں

داد ہمت قلب خستہ ایں کتاب
گنج خیالاں شرمسار و لاجواب

دانش و علم و عمل شانِ ولیؒ
مسلکِ او مسلکِ مولا علیؑ

بود پنہاں در حجاب اندر حجاب
بعد مدت بار سے آمد از نقاب

نور ذاتش ماورائے آفتاب
آخر آخر شد بر آمد از سحاب

کنزِ مخفی بود شد ظاہر ز غیب
نکتہ ہائے دلکشا بالا ز ریب

وارداتِ مستند قولِ جلی
حال و قالِ حضرتِ شاہ ولیؒ

داستانِ عشق خود راز دلی — ذکر کردہ بہر عشقِ معنوی

وہ چہ خوش گفت حضرتِ مولائے روم — در کتاب مثنوی کردہ رقم

"عشق جانِ طور آمد عاشقا — طور مست و خرّ موسیٰ صاعقا

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما — اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما"

ترجمہ شد پُر سلاست دلنشیں — اے تقی انور ترا صد آفریں

رازِ یزداں فاش کردی برملا — قلب و جاں از نورِ ایماں پُرضیا

سالِ تاریخِ طباعت از خرد — بے کم و بے کاست جستم از عدد

ہاتفش گفتا بہ آواز بلند

گو، چراغ دَر فروغِ نقشبند

۱۴۰۸ھ

(قطعہ تاریخ طبع)

از تراوش خامہ۔ شکیں خامہ۔ سخنور بے مثال۔ شاعر نازک خیال نقشبند معانی پرور

ڈاکٹر افتخار احمد صاحب علوی کاکوروی

خوشا فیضانِ حق باری تعالیٰ
مبارک آفریں شہکارِ اعلیٰ

نگاہِ شارحِ قولِ جلی را
سلامت تہنیت حضرت تقی را

ازیں نور تراجم خلد پیکر
کہ رقصاں رحمتِ یزداں سراسر

خوشا بختے پے حسنِ طریقت
منور شد مقاماتِ محبت

نوائے دلنشیں ایمان افزا
فروغِ آگہی پیہم سراپا

زباں شستہ بیاں روح پرور
رقم کردہ تقی انور قلندر

مشو علوی پے طبعش پریشاں
ندائے غیب آمد شانِ رضواں

۱۴۰۸

اس کتاب کے کل صفحات کی تعداد ۸۰۳ ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کتب خانۂ انوریہ خانقاہِ کاظمیہ کاکوری میں دستیاب چند مطبوعات

خانقاہِ کاظمیہ کاکوری برصغیر کی خانقاہوں میں ابتدا سے ایک ممتاز اور منفرد مقام کی حامل رہی ہے۔ یہاں کے بزرگوں کی روحانی، علمی و ادبی خدمات کا اعتراف ہمیشہ ملک کے معاصر صوفیا و علما کرتے رہے ہیں۔ بانی خانقاہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ (۱۱۵۸ھ تا ۱۲۲۱ھ) سے موجودہ صاحب سجادہ حضرت شاہ محمد مصطفیٰ حیدر قلندر اور ان کے برادر گرامی مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہما تک تمام حضرات صاحب تصنیف و تالیف علما بھی رہے ہیں۔ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر بکثرت جس بزرگ نے ارشادات سپرد قلم فرمائے اور صد ہا مفید عام تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ بکثرت مصنفات مخطوطہ کی شکل میں ہیں۔ زیر نظر فہرست یہاں کے حضرات اور ان کے مسترشدین اور متوسلین میں صرف ان چند مصنفات کی ہے جو مخزونہ کتب خانۂ انوریہ سے دستیاب ہیں۔

- نور الاسرار فی ترجمۃ فتوح الغیب (فارسی) — حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہٗ ۲۰/-
- روض الازہر فی مآثر القلندر (فارسی) — حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ ۲۵/-
- تحفۂ شرح تصویریہ (شرح فارسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ) اردو ترجمہ مع اصل متن حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۲۵/-

۴:- القول المختار فی مسئلۃ الجبر و الاختیار (شرح فارسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ ۔ اردو ترجمہ مع اصل متن حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ) ۱۰/-

۵:- زواہر الافکار شرح جواہر الاسرار ۲۰/-

۶:- الدر الملتقط فی شرح تحفۃ المرسلہ ۳۵/-

۷:- تنویر الافق فی شرح تبیین الطرق ۳۵/-

۸:- فیوض العارفین (فارسی) حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۲۰/-

۹:- تعلیمات قلندریہ . . . ۳۵/-

۱۰:- رموز الغیب فی ترجمہ فتوح الغیب { اردو ترجمہ مع اصل متن) از مولوی محمد عالم صاحب فیضی) کاکوروی } ۳۵/-

۱۱:- الکشف الرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم شرح از شاہ محمد تاج الدین قلندر (ڈپٹی کلکٹر) اردو ترجمہ مع عربی از حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر

۱۲:- تحریر الانور فی تفسیر القلندر (فارسی) حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ ۱۰/-

۱۳:- فاتح الابصار (فارسی) { حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ (ترجمہ اردو حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ } ۱۰/-

۱۴:- الدر النظیم فی بیان ایمان آباء النبی الکریم (عربی) حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ ۔ ترجمہ اردو حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۲۰/-

۱۵:- سانت رس المعروف بہ نغمات الاسرار (برج بھاشا) حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ ۔ شرح اردو ترجمہ حضرت مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ ۲۰/-

امرت رس (ہندی) حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ (مقدمہ و شرح از حضرت مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ) ۱۵/-

مطالب رشیدی (فارسی) حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ ۲۵/- ترجمہ اردو حضرت مولانا شاہ محمد مصطفیٰ حیدر صاحب قلندر مدظلہٗ

ہمارے نبیؐ (اردو) (حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ) ۵/-

الکبریت الاحمر فی تحقیق القلندر (اردو) { شاہ محمد تاج الدین قلندر (ڈپٹی کلکٹر) } ۱۰/-

مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ (اردو) { حضرت مولانا حافظ شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ } ۵۰/-

نفائس المنن فی فضائل سیدنا ابی الحسن (اردو) . . ۵/-

تسکین الفواد بذکر خیر العباد (اردو) حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ ۱۲/-

رفع الحجاب عن فصل الخطاب (اردو) مولوی ایوب احمد صاحب نبیرہ استاذ العلماء مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی ۵۰/-

مجموعۂ خطب (عربی) مولوی محمد حیدر صاحب علوی کاکوروی

مولود کعبہ (اردو) . . . ۱۰/-

تذکرۂ گلشن کرم (خانقاہ کاظمیہ کے اورنگ نشینوں کے حالات) (اردو) مولوی حافظ تقی انور علوی کاکوروی ۳۰/-

خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی (اردو) . . ۵۰/-

مقالات انور (اردو) ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی ۱۰/-

۲۹:۔ رشحاتِ قیصری (اردو) ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی

۳۰:۔ ابونواس اور متنبّی (اردو) 〃 〃 〃

۳۱:۔ انتخاب کلام خسرو کاکوروی (اردو) 〃 〃 〃

۳۲:۔ کواکب (اردو) 〃 〃 〃

۳۳:۔ ادبی مقالات (اردو) 〃 〃 〃

۳۴:۔ بہارستانِ تراب (اردو) {ادیب سحر طراز منشی امیر احمد صاحب کاکوروی ڈپٹی کلکٹر}

۳۵:۔ عباسیان کاکوری (اردو) مولوی محمد حسن صاحب عباسی کاکوروی

۳۶:۔ تنبیہ المفترین (اردو) مولوی محمد عاصم صاحب قیس کاکوروی

۳۷:۔ سلسلۂ سوال وجواب (اردو) 〃 〃 〃

۳۸:۔ جلوۂ بینش (اردو) مظہر عزیز صاحب مرحوم ڈپٹی

الفلاح جل یہاں سے منگوائی گئی

Masud Anwar Alavi
Deptt of Arabic
A.M.U
ALIGARH
202002
(U.P.)